

فتاویٰ محمودیہ

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ

تبویب، تخریج اور تعلیق

زیر سرپرستی

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب زید مجدہم

زیر نگرانی

دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست عنوانات

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
	بقية كتاب العلم	
	باب مايتعلق بالحديث النبوى	
	(حدیث سے متعلق مباحث کا بیان)	

فصل فی متفرقات الحدیث

باب الکتب المعتمدة وغیرها

(معتبر اور غیر معتبر کتب کا بیان)

باب فی تذکرة الرجال

(رجال کا بیان)

باب الفلکیات

(فلکیات کا بیان)

باب التبلیغ

(تبلیغ کا بیان)

مایتعلق بالمواعظ والنصح

(وعظ ونصیحت کا بیان)

4

کتاب السلوک والإحسان

مایتعلق بصفات الشیخ وأهمية التزكية

(شیخ کے اوصاف اور تصوف کی اہمیت)

مایتعلق بسلاسل الصوفية واصطلاحاتهم

(صوفیاء کے سلاسل اور اصطلاحات)

مایتعلق بالاستخلاف

(خلیفہ بنانے کا بیان)

مایتعلق بالبیعة

(بیعت کا بیان)

مایتعلق بمجالس الصوفیة و أذکارهم

(صوفیاء کی مجالس اور ان کے وظائف کا بیان)

منکرات المتصوفة

(جاہل صوفیاء کے منکرات)

کتاب السیر والتاریخ

باب فی شمائل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(شمائلِ بنوی کا بیان)

باب التاریخ

(تذکرۂ انبیاء، تاریخ کی روشنی میں)

(عہدِ تابعین تاریخ کی روشنی میں)

(امامت اور خلافت کا بیان)

(جمہوریت اور سیاسی تنظیموں کا بیان)

(انتخابات کی شرعی حیثیت)

(دارالاسلام، دارالحرب اور دارالہجرۃ کا بیان)

متفرقات

کتاب تعبیر الرؤیا

(خوابوں کی تعبیر کا بیان)

☆......☆......☆

باب ما یتعلق بالحدیث النبوی

(حدیث سے متعلق مباحث کا بیان)

احادیث جمع کرنے کی ممانعت

از جناب سعید احمد مدرس اردو اسکول دورہ متعلقہ ضلع جلگاؤں، مہاراشٹر

محترمی ومکرمی مفتی محمود صاحب!   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال[۱۲۳۰]: احقر کو اپنے ایک عزیز سے (جو کہ دارالعلوم دیوبند میں زیرِ تعلیم ہیں) معلوم ہوا کہ آپ معاملاتِ دین سے متعلق سوالات کے جوابات دیتے ہیں، میں ایک عرصے سے اس سوچ میں تھا کہ کوئی ایسی قابل ہستی کا مجھے علم ہو جائے تاکہ اپنے خطرناک خیالات پر نظر ثانی کر سکوں، خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آپ جیسی قابل ہستی سے روشناس ہو رہا ہوں جو خدمتِ قوم کو اپنا وطیرہ بنائے ہوئے ہے۔

میں نے عرصہ ہوا مالیگاؤں کی ایک لائبریری میں ایک کتاب ''دو اسلام'' پڑھی تھی اس کتاب کے پڑھنے پر مجھ پر جو تأثرات ہوئے ان کا مکمل اظہار ناممکن ہے، البتہ مجملاً اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ میرے خیالات اس کتاب کے مصنف ڈاکٹر غلام جیلانی برق کو بھی پیچھے چھوڑ گئے تھے اور آج بھی تقریباً یہی حال ہے، یہ کتاب مجھے اس قدر پسند آئی کہ میں نے اسے کتنی مرتبہ پڑھا خود یاد نہیں، اس کتاب کے خاص حصے میں نے بطور یادداشت اپنے پاس لکھ کر رکھ لئے ہیں۔

اب حال ہی میں حکومتِ ہند نے اس پر پابندی عائد کر دی ہے، کہنے کا مقصد یہ کہ اس کتاب کے پڑھنے کے بعد ذہن میں لاتعداد سوالات اُبھرے جو دماغ کے پردوں پر ایک بھاری بوجھ کی صورت میں آج بھی قائم ہیں، ان سوالات نے میرا تمام تر ذہنی سکون چھین لیا ہے، ایک عجیب سی جھنجھلاہٹ ذہن پر طاری ہوگئی ہے، مجھے ڈر ہے کہ کہیں ذہنی حالت اَور بدتر نہ ہو جائے اس لئے آپ سے اپنے خیالات کا اظہار کر کے اپنی ذہنی کشمکش دور کرنا چاہتا ہوں تاکہ اپنی اس دیرینہ خواہش کی تکمیل کے لئے کچھ کوشش کر سکوں جو عرصہ دراز سے

تصورات کے پردوں پر نقش ہے یعنی میں چاہتا ہوں کہ پھر سے مسلمان ہو جاؤں، وہ مسلمان جس کی شمشیر خارا شگاف سے ایک دنیا دہلتی تھی، وہ مسلمان جس کا نام سن کر اس کا دشمن ایک مہینہ کی مسافت پر لرز جاتا تھا، وہ مسلمان جس نے دنیا کو اخلاق و دیانت، سچائی وانصاف اور قابلِ رشک زندگی کا سبق سکھلایا تھا، مگر کیا کروں اس وقت جو کم علمی اور متغیر خیالات نے ذہنی کشمکش برپا کر دی ہے اس سے کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ اس لئے آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ براہ کرم میرے سوالات کے تسلی بخش جوابات دیکر ایک اَور دینی خدمت اور مجھ پر ایک بہت بڑا احسان کریں۔

میں جانتا ہوں کہ آپ کا وقت بے حد قیمتی ہے اس لئے اختصار کے طور پر سر دست صرف دو سوال پوچھ رہا ہوں، انشاء اللہ آئندہ بھی آپ سے دینی رہنمائی کا طالب رہوں گا۔ ایک بات اَور، وہ یہ کہ جوابات کی زبان ممکنہ حد تک آسان ہو تو بہتر ہے یہ اس لئے کہ آپ کا حلقہ بوقتِ تحریر ایسی زبان استعمال کرتا ہے جو ہم جیسے ڈاڑھی منڈوں کی سمجھ سے بالاتر ہوتی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہ جوابات گول مول زبان میں نہ ہوں تو اَور کرم ہوگا۔ امید ہے کہ آپ مطلوبہ جوابات سے نواز کر صحیح رہنمائی فرمائیں گے۔ وہ سوالات درج ذیل ہیں:

س:۱...... بخاری میں مذکور ہے کہ رحلت سے پہلے جب حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''قلم اور دوات اور کاغذ لاؤ، تمہیں میں ایک ایسی چیز لکھ کر دے جاؤں کہ میرے بعد تمہاری گمراہی کا کوئی امکان باقی نہ رہے'' تو حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جھٹ بول اٹھے: ہمیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کافی ہے(۱)۔ اسی طرح صحیح مسلم کی ایک حدیث ہے ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''قرآن کے بغیر میرا اَور کوئی قول قلمبند نہ کرو اور اگر کوئی شخص ایسا لکھ چکا ہو تو اسے مٹا دے''(۲)۔

---

(۱) (صحیح البخاری، کتاب المرضی، باب قول المریض قوموا منی: ۸۴۶/۲، قدیمی)

(وانظر أیضاً عنوان: ''حدیثِ قرطاس من هذا الباب)

(۲) ''عن أبی سعید الخدری رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ''لاتکتبوا عنی شیئاً إلا القرآن، فمن کتب عنی شیأ غیر القرآن فلیمحه''. (مسند أحمد: ۳۹۹/۳، دارإحیاء التراث العربی، بیروت)

(وجامع بیان العلم وفضله، باب ذکر کراهیة کتابة العلم: ۲۶۸/۱، دارابن الجوزی)

حدیث کے صحیح ہونے کے کئی دلائل ملتے ہیں مثلاً: علامہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں کہ: ''حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانچ سو احادیث کا ایک مجموعہ تیار کیا ہوا تھا لیکن ایک صبح اٹھ کر اسے جلا دیا، اسی طرح آپ نے اپنے دورِ خلافت میں ایک دن ایک مجمع عام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: تم لوگ آج احادیث میں اختلاف رکھتے ہو (یعنی احادیث میں اسی زمانے میں تحریف ہوگئی تھی) آئندہ یہ اختلاف بڑھتا جائے گا اس لئے تم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی حدیث نقل نہ کرو اور اگر کوئی پوچھے تو کہو کہ ہمارے پاس قرآن ہے جو اس میں جائز قرار دیا ہے اسے جائز اور جسے ناجائز قرار دیا ہے اسے ناجائز سمجھو''۔ (تذکرۃ الحفاظ ،ص:۳) (۱)۔

اپنے دورِ خلافت میں ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا: ''گھر جاؤ اور احادیث کا تمام ذخیرہ اٹھا لاؤ، جب یہ ذخیرہ جمع ہوگیا تو آپ نے تمام صحابہ کے سامنے اسے جلا دیا''۔ (طبقات ابن سعد ،ص:۲۳) (۲)۔

حضرت عبداللہ بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام صحابہ کو جمع کر کے حکم دیا: ''یہاں سے جانے کے بعد ہر شخص پہلا کام یہ کرے کہ اپنے مجموعہ حدیث کو جلا ڈالے''۔ (مختصر جامع بیان العلم ،ص:۲۳) (۳)۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فقرہ نقل کیا ہے کہ: ''میں نے ایسی ایسی احادیث بیان کی ہیں کہ اگر ان کو عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں نقل کرتا تو دُرّے سے پیٹ

(۱) ''فلما أصبح قال : أی بُنیّة! هلمّی الأحادیث التی عندک، فجئته بها، فدعا بنار فحرقها، فقلت: لم أحرَقتها؟ قال: خشیة أن أموت وهی عندی، فیکون فیها أحادیث عن رجل قد ائتمنته ووثقت ولم یکن کما حدثنی، فأکون قد نقلتُ ذاک، فهذا لایصح''. (تذکرة الحفاظ، أبوبکر صدیق: ۱/۵،دار إحیاء التراث العربی)

(۲) (جامع بیان العلم وفضله، باب ذکر کراهیة کتابة العلم: ۱/۳۷۴، ۳۷۵، دار ابن الجوزی)

(۳) جامع بیان العلم، باب ذکر کراهیة کتابة العلم: ۱/۲۸۲، وفیه أیضاً : ''وعن عبدالله بن یسار قال: سمعت علیاً یخطب یقول: أعزم علی کل من عنده کتاب إلارجع فمحاه، فإنما هلک الناس حیث (تتبعوا) أحادیث علمائهم وترکوا کتاب ربهم''. (أیضاً: ۱/۲۷۲)

ڈالتے'' (تذکرۃ الحفاظ، ص:۸) (۱)۔ کیوں پیٹ ڈالتے، رسولِ خدا کا اُسوہ بیان کرنے پر کیا کوئی مسلمان ایسا کر سکتا ہے؟ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کو روایتِ حدیث کی بناء پر پیٹنے پر تل گئے تھے اور اسی جرم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے عظیم المرتبت اصحاب کو قید کر دیا تھا۔ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احادیث کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر کیوں فنا کیا تھا؟ صحابہ کو قید و بند کی سزائیں کیوں دی تھیں؟ کیا یہ صریحاً اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ کتاب اللہ کو مکمل اور اتم ضابطۂ حیات سمجھتے تھے اور یہ کہ وہ ارشادِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ: ''میرے بعد کوئی حدیث مت لکھو'' (صحیح مسلم) پرسختی سے عمل پیرا تھے؟

تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ہم قرآنِ حکیم کو مکمل اور اتم ضابطۂ حیات سمجھتے ہیں تو احادیث جمع کیوں کی گئیں؟ اور ان پر ایمان لانا خصوصاً ایسے حالات میں جبکہ احادیث بگڑ کر کیا سے کیا ہوگئیں تھیں، خدا نے قرآن پاک میں بیسیوں جگہ اپنے لاکھوں انبیاء وسینکڑوں صحائف اور کروڑوں ملائکہ پر ایمان لانے کے احکامات نازل کئے ہیں مگر کیا سارے قرآن میں حدیث کا کہیں ضمناً بھی ذکر ہے؟ کیا خدا ان احادیث پر ایمان لانے کا حکم نہیں دے سکتا تھا؟ تو جب خدا اور رسول اور ان کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حدیث کو قابلِ ایمان نہیں سمجھا تو پھر آپ کیوں ہم پر صحیح بخاری و مسلم وغیرہ کو مسلط کرتے ہیں؟ تلخ گوئی کی معافی چاہتا ہوں کیونکہ اپنی صاف گوئی کی عادت سے مجبور ہوں۔

میں آپ سے صرف اتنا پوچھنا چاہتا ہوں آپ زیادہ صحیح مسلمان ہیں یا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اللہ ورسول کے منشاء سے وہ زیادہ باخبر تھے یا آپ؟ اور وہ ذخیرۂ احادیث کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر فنا کر رہے تھے تو آپ کون ہوتے ہیں احادیث کو ہمارے سر تھوپنے والے؟ دوبارہ معافی کی التجا ہے اس سے نرم الفاظ میں میرا مفہوم اچھی طرح ادا نہیں ہوسکتا تھا، اس لئے یہ سخت الفاظ لکھنے پڑے، امید ہے کہ آپ معاف فرمائیں گے۔

س:۲...... کیا بیشتر علماء کی طرح آپ کا بھی یہی خیال ہے کہ حدیث وحیِ خفی ہے، اگر ہاں تو یہ بتائیے

---

(۱) عن أبی هريرة رضی الله عنه قلت له: أكنت تحدث فی زمان عمر هكذا؟ فقال: لو كنت أحدّث فی زمان عمر مثل ما أحدثكم لضربنی بمخفقته''. (تذكرة الحفاظ، عمر بن الخطاب: ۱/۷، دار إحياء التراث العربی، بيروت)

کہ حدیث کو قرآن کے متن میں شامل کیوں نہیں کیا گیا؟ حدیث بھی اللہ کا پیغام ہے اور قرآن بھی تو پھر احادیث قرآن کے متن سے کیوں جدا کر دی گئیں؟ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے، خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احادیث لکھنے سے کیوں منع کر دیا تھا اور انہوں نے ذخیرۂ احادیث کو ہر ممکن طریقہ سے کیوں فنا کیا تھا؟ کیا اللہ کے پیغام کی ان کی نظروں میں یہی وقعت تھی کہ خدا نے قرآنِ عظیم کے متعلق فرمایا ہے: ''یہ ذکر اور ہدایت ہم نے نازل کیا اور ہم اس کی حفاظت کرینگے''۔ قرآن کی صحت پر تمام عالم شاہد ہے مگر حدیث اس کا تو وہ ستیاناس ہوا کہ تمام عالم میں اس سے زیادہ محرف، بریدہ اور تراشیدہ لٹریچر موجود نہیں تو آپ پھر کس بنیاد پر حدیث کو وحی خفی سمجھتے ہیں؟

سرِ دست یہ دو ہی سوال لکھ رہا ہوں آپ کا بڑا کرم ہوگا، اگر آپ مفصل ومکمل و مدلل جواب سے نوازیں تاکہ میں تصویر کا دوسرا رخ بھی دیکھ سکوں، مجھے یقین تو نہیں کہ آپ میرے مطلوبہ جوابات دیں گے لیکن پھر بھی جہاں تک مجھ سے ہوگا میں ان سوالات (اگر خدانا خواستہ آپ نے بھی جواب نہیں دیا تو) کا جواب پانے کی کوشش کروں گا اور اگر پھر بھی ناکام رہا تو شاید ''دواسلام'' سے بھی زیادہ سخت ایک کتاب شائع ہوجائے گی جو ''حدیثی اسلام'' کی زنجیروں کو پگھلادے گی اس سے زیادہ کہنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ ایک بار آپ سے پھر تلخ گوئی کی معافی چاہتے ہوئے جواب کے لئے استدعا ہے۔ امید ہے کہ آپ میری بے چینی کو مدنظر رکھیں گے۔

(نوٹ) جواب کے لئے لفافہ ارسالِ خدمت ہے۔ والسلام۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرم محترم زِیدَ احترامہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے خطوط سے آپکے جذبات کی قدر ہوئی، جس کے دل میں مسلمانوں کی اصلاح کی تڑپ ہوگی اور اسبابِ اصلاح سے وہ خود خالی ہوگا اور سب کو غلط رُو سمجھ کر سب سے مایوس وبے اعتماد ہوگا واقعی اس کی بے چینی کا اندازہ لگانا مشکل ہے، اس کا دماغی توازن قائم رہنا دشوار ہے پھر جذبات کے رو میں جو کچھ کہہ ڈالے یا لکھ دے تو اس سے کچھ بعید نہیں، ایسے شخص کو مطمئن کرنا آسان کام نہیں، غالباً اسی وجہ سے آپ کو کہیں سے تسلی بخش جواب نہیں ملا ہوگا۔

آپ کے ہر قسم کے طعن، تلخ گوئی، جذباتی، گرم خون، ''دو اسلام'' سے زیادہ سخت تصنیف کی دھمکی سے متأثر ہوئے بغیر میں نے سوچا کہ اللہ کے نام پر میں بھی کوشش کر کے دیکھ لوں، اثر دینے والا اللہ پاک ہے اور آپ سے آپ کی استعداد کے متعلق دریافت کیا، تاکہ جو کچھ لکھوں آپ کے فہم کے مطابق ہو مگر آپ کا جواب ملا کہ:

''میں نے کسی مدرسہ یا مکتب سے حدیث یا علومِ حدیث کی تعلیم حاصل نہیں کی اور یہ بھی کہ خدائے کریم کی بہت بڑی مہربانی تھی جو اس نے مجھے اس دَلدَل میں پھنسنے سے بچالیا، میں آپ کی اصطلاح میں جاہلِ مطلق ہوں، اب دیکھنا ہے کہ آپ ایک جاہل کو مطمئن کر سکتے ہیں یا نہیں''۔

آپ کے اس جواب کو پڑھ کر مجھے کلی مایوسی ہوگئی، میں ہرگز نہیں سمجھا سکوں گا، ایک شخص ضعیف البصر ہے اس کو سفر کرنا ہے دور سے نشانِ راہ دیکھنے کے قابل نہیں، دوسرے راہ رُو پر اعتماد نہیں کہ اس کے ساتھ چلا جائے، بینائی کا علاج کرانے (دوا، آپریشن، چشمہ) کا تذکرہ آئے تو اس کو دَلدَل سمجھ کر اس سے بچے رہنے پر رشک وفخر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ کی اصطلاح میں، میں بے بصر مطلق ہوں (مگر خلقی طور پر بے بصر نہیں ہوں) اب دیکھنا ہے کہ آپ دور سے ایک بے بصر کو نشانِ راہ دکھلا سکتے ہیں یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ اس کو اس طرح نشان راہ دکھلانا دشوار ہے، اس سے نہ یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ نشان راہ موجود نہیں، نہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ دوسرے لوگ بھی نشانِ راہ نہیں دیکھ رہے ہیں اور سب غلط چل رہے ہیں اور نہ یہ صحیح ہے کہ نشانِ راہ دکھلانا اتنا مشکل ہے کہ کسی کو دکھلایا نہیں جاسکتا۔

البتہ یہ ضرور صحیح ہے کہ جو صفات بالا کے ساتھ متصف ہو اس کو دکھلانے سے سب ہی قاصر ہیں اِلّا یہ کہ خدائے پاک خرقِ عادت کے طور پر اس کی بینائی کو قوی فرمادے یا کوئی مردِ خدا قوتِ روحانی سے اس کو اٹھا کر نشانِ راہ کے پاس لے جا کر کھڑا کردے۔ بار بار خط لکھنے اور انتظارِ جواب میں آپ کو واقعۃً زحمت ہوئی اس کی صدقِ دل سے معافی کا خواستگار ہوں۔

آپ کے خط سے مجھے یہ فائدہ ضرور ہوا کہ میں نے آپ کے لکھے ہوئے حوالہ جات کو اصل کتابوں میں دیکھا، ان کی حیثیت (صحیح وغلط، راجح ومرجوح، ناسخ ومنسوخ، صریح ومبہم) سب کو از سرِنو مستحضر کرلیا، پھر متن

دلائل سے احادیثِ مقدسہ کا لکھنا ثابت و مامور بہ ہے، ان کو جمع کیا اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین نے جس جس طرح ان کی تعلیم واشاعت کا انتظام فرمایا اور اللہ پاک نے ان کی مساعیٔ جمیلہ پر جس طرح دینِ اسلام کو فروغ دیا اور اس پر بہتر اثرات مرتب ہوئے، ان کا بڑا مواد جمع کیا اور حدیثِ پاک سے بے تعلق ہو کر قرآن پاک کو سمجھنے کی کوشش کرنے میں جو جو برے اثرات پیدا ہوتے ہیں اور گمراہی پھیلتی ہے، اس کے بہت سے نظائر اور دلائل کو جمع کیا اور حدیث شریف کے وحی خفی ہونے کا پورا ثبوت فراہم کیا، مگر افسوس صد افسوس کہ آپ کے موجودہ مجموعی خیالات ونظریات کے پیش نظر آپ کے لئے یہ مجموعہ کچھ بھی مفید اور تسلی بخش نہیں، اس لئے آپ کے پاس بھیجنا بیکار اور عبث ہے، ایک دوست وہ سب مجموعہ پاکستان لے گئے۔

آخر میں پھر معافی چاہتا ہوں، اب میرے پاس آپ کے لئے صرف دعاء ہے، حق تعالیٰ جل شانہ آپ کو اُلجھنوں سے بأحسنِ وجوہ نجات دے، صحیح راہ قلب پر منکشف فرمادے، اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کی توفیق دے، بیش از بیش اپنا قرب نصیب فرمادے اور ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

آپ کے بھیجے ہوئے دولفافے رکھے ہیں وہ ارسال ہیں، نیز ایک روپیہ کے ٹکٹ صرفہ ڈاک کی حیثیت سے ارسال ہیں قبول فرمائیں۔ فقط والسلام۔

احقر محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۳/۸۸ھ۔

حدیثِ موضوع کی علامت

سوال [۱۲۳۱]: ایک راوی ہے جس پر "كان يكذب، وكان يضع الحديث" جیسی سخت جرحیں کی گئی ہیں وہ ایک حدیث روایت کرتا ہے اور کوئی دوسرا راوی اس کی تائید اور متابعت بھی نہیں کرتا، ثقہ، نہ ضعیف۔ تو ایسے راوی کی اس حدیث کو موضوع، یا قریب بہ موضوع، شدید الضعف قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ کسی حدیث کے موضوع ہونے کیلئے بنیادی طور پر کن چیزوں کا ہونا ضروری ہے؟!

السائل: عبدالرحمٰن اومن پورہ مئوناتھ بھنجن، اعظم گڑھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی روایت کا حال شیخ الاسلام نے اس طرح بیان کیا ہے: "وذكر شيخ الإسلام له ثلثة شروط. أحدها أن يكون الضعف غير شديد فيخرج من انفرد من الكذابين والمتهمين بالكذب، ومن فحش غلطه، نقل العلائي الإتفاق عليه. الثاني: أن يندرج تحت أصل معمول به. الثالث: أن

لا يعتقد عند العمل به ثبوته، بل يعتقد الإخبار". (تدريب الراوی، ص: ۱۹٦)(۱)۔

کتب اصولِ حدیث میں کسی روایت کے موضوع ہونے کے متعدد قرائن بیان کئے گئے ہیں، بہت مختصر اور جامع ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

وقال ابن الجوزی:" ماأحسن قول القائل إذارأيت الحديث يبائن المعقول أو يخالف المنقول أويناقض الأصول، فاعلم أنه موضوع، قال: ومعنى مناقضة الأصوّل أن يكون خارجاً عن دَوا وِين الإسلا م من المسانيد والكتب المشهورة". (تدريب، ص: ۱۸۰) (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

فضائل میں ضعیف روایت پر عمل

سوال[۱۲۳۲]: ہمارے یہاں گزشتہ سال پندرہویں شعبان کا روزہ نہیں رکھا گیا اور کہا گیا کہ یہ روزہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ علاوہ ازیں اس روزہ کو بدعت قرار دیتے ہیں، کیا فضائل میں ضعیف حدیثوں کا اعتبار ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلياً:

"عن علی رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال:قال رسول اللّٰهصلی اللّٰه تعالیٰ عليه وسلم:"إذا كانت ليلة النصف من شعبان، فقوموا ليلها، وصوموا يومها، فإن اللّٰه تعالى ينزل فيها لغروب الشمس إلى السماء الدنيا، فيقول اللّٰه: ألا من مستغفر فاغفر له، ألامن مسترزق فأرزقه، ألا من مبتلى فأعافيه، ألا كذا ألا كذا، حتّى يطلع الفجر"۔رواه ابن ماجه"۔ (مشكوة شريف،ص: ۱۱۵)(۳) ۔ابن ماجہ میں یہ روایت صفحہ:۱۰۰پر ہے(۴)۔

سند کے اعتبار سے یہ روایت ضعیف ہے، فضائلِ اعمال میں ضعیف حدیث سے استدلال درست ہے:

---

(۱)(تدريب الراوی: ۱/۲۵۱، ۲۵۲، قديمی)

(۲)(تدريب الراوی: ۱/۲۳۴، قديمی)

(۳) (مشكوة المصابيح، باب قيام شهر رمضان، الفصل الثالث ،ص:۱۱۵، قديمی)

(۴) (ابن ماجه، كتاب الصلاة، باب ماجاء فی صلوة التسبيح، ص: ۱۰۰، مير محمد كتب خانه)

"ویجوز عند أهل الحديث وغيرهم التساهل فی الأسانيد ورواية ما سوی من الضعيف والعمل به من غير بيان ضعفه فی غير صفات الله تعالی والأحكام كالحلال والحرام وغيرهما، وذلك كالقصص وفضائل الأعمال والمواعظ وغيرهما مما لاتعلق له بالعقائد والأحكام اه".
(تدريب الراوی، ص: ۱۹۲)(۱)۔

پس اس روزہ کو بدعت کہنا درست نہیں جبکہ اس کے متعلق حدیث شریف موجود ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۲/۵ھ۔

حدیثِ ضعیف سے استدلال کی شرائط

سوال[۱۲۳۳]: کسی حدیث میں اگر دو جگہ انقطاع ہو تو کیا اس کو معرضِ استدلال میں پیش کیا جاسکتا ہے اور اس سے کسی عمل کے استحباب وندب کو ثابت کیا جاسکتا ہے؟ حالانکہ اس حدیث کے لئے ضعیف سے ضعیف نہ کوئی شاہد ہے نہ تابع۔

الجواب حامداً ومصلياً:

سنداً ایسی روایت ضعیف ہے، امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تقریب میں لکھا ہے: "ويجوز عند أهل الحديث وغيرهم التساهل فی الأسانيد ورواية ما سوى الموضوع من الضعيف والعمل به من غير بيان ضعفه فی غير صفات الله تعالىٰ والأحكام كالحلال والحرام وغيرهما، وذلك كالقصص وفضائل الأعمال والمواعظ وغيرهما ممالا تعلق له بالعقائد والأحكام اه".

اس کی شرح کرتے ہوئے سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابن حنبل، ابن مہدی، ابن المبارک رحمہم اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے: "قالوا: إذا روينا فی الحلال والحرام شددنا، وإذا روينا فی الفضائل ونحوها تساهلنا اه". اس کے بعد شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے: "وذكر شيخ الإسلام له ثلثة شروط: أحدها: أن يكون الضعيف غير شديد فيخرج من انفرد من الكذابين والمتهمين بالكذب، ومن فحش غلطه، نقل العلائی الاتفاق عليه۔ الثانی: أن يندرج تحت أصل معمول به۔ الثالث: أن لا يعتقد عند العمل

(۱) (تدريب الرواى، ص: ۲۵۲، قديمی)

به ثبوته، بل یعتقد الإخبار". (تدریب الراوی، ص: ۱۹٦)(۱)۔

تقریب والی عبارت تذکرۃ الموضوعات (۲) اور مقدمۃ ابن الصلاح (۳) اور معرفۃ علم الحدیث وغیرہ میں بھی ہے۔علمائے اسلام کے دیگر اقوال بھی ہیں۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

کیا ہر کتاب کی ہر حدیث پر عمل کیا جائے؟

سوال[۱۲۳۴]: بہت سی کتابوں میں حدیث کی باتیں لکھی ہیں، مثلاً: بمبئی سے ایک کتاب نکلی ہے جس کا نام ''شریعت یا جہالت'' ہے اور بہت سی ایسی کتابیں جو بمبئی کلکتہ سے نکلتی ہیں، جن کے مصنف نہ تو عالم ہیں اور نہ مولوی ہیں مگر حوالہ حدیث کا دیتے ہیں، ہم ان کتابوں پر عمل کریں یا نہ کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو حدیث عمل کے لئے ہو اس کو لکھ کر دریافت کرلیں، اس کی تحقیق کر کے بتادیا جائے گا۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۰/٦/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۰/٦/۹۰ھ۔

بے پڑھے حدیث کا حوالہ دینا

سوال[۱۲۳۵]: جو شخص حدیث نہیں پڑھا ہے اور صرف کسی آدمی سے سنا ہے اور جاہل ہے وہ فوراً گفتگو کے اندر حدیث کا حوالہ دیتا ہے، کیسا ہے؟

---

(۱)(تدریب الراوی: ۱/۲۵۱، ۲۵۲، قدیمی)

(۲)"قال العلماء من المحدثین والفقهاء وغیرهم: یجوز ویستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترهیب بالحدیث الضعیف ما لم یکن موضوعاً". (القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع: ۱/۲۵۸، مؤسسة الریّان)

(وکذا فی تذکرة الموضوعات، ص: ۵، مقدمه، المطبعه الشرق بمصر)

(۳) (مقدمة ابن الصلاح، ص: ۴۹، النوع الثانی والعشرون معرفة المقلوب، المطبعة العربیة لاهور)

الجواب حامداًومصلیاً:

اگرکسی کومعلوم ہوکہ یہ حدیث فلاں کتاب میں ہے اور وہ حوالہ دیدے تو اس میں مضائقہ نہیں، لیکن حدیث شریف کا بتانا اوراس کی تشریح کرنا بغیر استاذ سے پڑھے بسا اوقات غلطی اور فتنہ کا سبب بن جاتا ہے، اس لئے اس سے احتیاط کرنا چاہئے۔اہل علم حضرات بھی اس میں احتیاط کرتے ہیں، بے علم آدمی تو بہت غلطی کریگا اور دوسروں کو غلطی میں مبتلا کرے گا (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۵/۹۰ھ۔

حدیث کی روایتیں "عن" سے ہیں یا "من" سے کیوں نہیں؟

سوال[۱۲۳۶]: حدیث کی جتنی روایت ہے سب کو ''عن'' سے ذکر کیا ہے ''من'' سے کیوں نہیں کیا؟

الجواب حامدا ومصلیاً:

محدثین کی اصطلاح ہے کہ وہ "عـــن" سے روایت کرتے ہیں "مـــن" سے نہیں، ہرفن والوں کی اصطلاحات ہوتی ہیں، دوسروں کو دخل دینا بے سود ہے، دونوں ''عن ومن'' میں فرق شرح نخبہ میں مذکور ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح :بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال : قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم :"من أفتيَ بغير علم، كان إثمه على من أفتاه". (أبوداؤد :۲/۱۵۹، مكتبه امداديه ملتان)

" وروى الطبراني عن معاوية رضي الله تعالىٰ عنه مرفوعاًقال :"يا أيها الناس إتعلموا،إنما العلم بالتعلم،والفقه بالتفقه الخ". (فتح الباري : ۱/۱۶۱،كتاب العلم، دارالفكر بيروت)

(وكذافي مجموعة رسائل ابن عابدين : ۱/۳۳،سهيل اكيڈمی)

(۲) "كلمة "مِن" للاتصال، و كلمة "عن" للانقطاع ، فإذا قيل: سمعت منه، يكون استماعه بلا واسطة وإذا قيل : عنه، يكون بواسطة ، و يحتمل أن يكون بلا واسطة،و لذا قيده بقوله : عنه بواسطة ". (شرح نخبة الفكر في مصطلحات أهل الأثر، لابن حجر العسقلاني ، الشارح ملا على القاري ،ص: ۱۲۸، مطلب: كلمة من للاتصال و كلمة عن للانقطاع ، عباس أحمد الباز مكة المكرمة)

الجواب حامدا ومصلیاً:

یہ روایت قدرے تغیر کے ساتھ شفاء قاضی عیاض میں ہے(۱)، ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی شرح بیان کی ہے(۲)۔ صحاح میں اس تفصیل کے ساتھ دیکھنا محفوظ نہیں، البتہ معجزات وفضائل کی کتابوں میں ہے، خصائص کبریٰ للسیوطی، دلائل النبوۃ لابی النعیم وغیرہ میں یہ حدیث نہیں ملی (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۹/۱۰/۲۷ھ۔

غروب کے بعد سورج کا لوٹ آنے کی روایت

سوال[۱۲۴۰۱]: ایک قصہ جو کراماتِ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہے، وہ اس طرح ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ایک سائل آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں جاؤ، تمہارا سوال پورا کردے گی''، اس نے وہاں جا کر سوال کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں لڑکے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو کسی یہودی کے یہاں درہموں کے بدلہ اس شرط پر گروی رکھ دیا کہ اگر شام تک آپ نے درہم واپس کردیئے تو میں آپ کے لڑکے واپس کردوں گا اور شام کے بعد واپس نہیں

(۱) ''سأل أعرابی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم آیةً، فقال له: "قل لتلک الشجرة: رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یدعوک''. قال: فمالت الشجرة عن یمینها وشمالها وبین یدیها وخلفها، فتقطعت عروقها، ثم جاءت تخد الأرض تجر عروقها مغبرةً، حتی وقفت بین یدی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقالت: السلام علیک یا رسول الله، قال الأعرابی مُرها فلترجع إلی منبتها، فرجعت فدلت عروقها فی ذلک إلخ''. (الشفاء للقاضی عیاض: ۱/۲۱۹، الباب الرابع فیما أظهره الله تعالیٰ علی یدیه من المعجزات، دارالکتب العلمیه، بیروت)

(۲) ''(سأل أعرابی النبی ﷺ آیة): أی علامة تکون معجزةً دالةً علی صدق الرسالة (فقال له: ''قل لتلک الشجرة .... فمالت الشجرة عن یمینها و شمالها وبین یدیها و خلفها): أی من جهات کلها واضطربت فی مکانها، و ارتفعت فی شأنها متوجهةً بجمیع دواعیها إلی داعیها (فتقطعت عروقها مغبرةً حتی وقفت بین یدی رسول الله ﷺ فقالت: السلام علیک یا رسول الله)''اهـ.(شرح الشفاء للقاری: ۱/۲۱۹، الباب الرابع، فصل فی کلام الشجرة و شهادتها له اهـ، دار الکتب بیروت)

(۳) (دلائل النبوة للبیهقی، قبیل فصل فی قبول الأخبار: ۱/۱۹، دارالکتب بیروت)

کروں گا، اوراس سائل کا سوال پورا کردیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے یہ قصہ سنایا، انہوں نے فوراً سجدہ میں جا کر گریہ وزاری کی تو آنکھوں سے جو آنسو گرے وہ قیمتی موتی بن گئے، فوراً حضرت علی رضی اللہ عنہ ان موتیوں کو لے کر یہودی کے پاس گئے تو دن چھپ چکا تھا۔

یہودی نے کہا اب تو لڑکے واپس نہیں کروں گا، اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ابھی دن نہیں چھپا ہے، حالانکہ واقعی دن چھپ چکا تھا، تو پھر اللہ کے حکم سے سورج واپس آیا اور دھوپ نکل آئی، اس کرامت کو دیکھ کر بہت سے یہودی مسلمان ہوگئے۔ یہ واقعہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ قصہ بالکل غلط ہے، لیکن ایک دفعہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا سے کچھ دیر کے لئے سورج لوٹ آیا تھا تا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عصر کی نماز پڑھ لیں، ان کو خدمتِ اقدس (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں مشغولی کی وجہ سے نمازِ عصر میں دیر ہوگئی تھی، یہ واقعہ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سند کے ساتھ شرح مشکل الآثار میں نقل کیا ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ۔

---

(۱) "عن أسماء بنت عميس رضى الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى الظهر بالصهباء، ثم أرسل علياً فى حاجته، فرجع وقد صلى النبى صلى الله عليه وسلم العصر، فوضع النبى صلى الله عليه وسلم رأسه فى حجرعلى رضى الله عنه فنام، فلم يحركه حتى غابت الشمس، فقال النبى صلى الله عليه وسلم: "أللهم إن عبدك عليًا احتبس بنفسه على نبيه، فردِّ عليه الشمس". قالت: فطلعت عليه الشمس حتى رفعت على الجبال، وعلى الأرض فقام علىٌّ فتوضأ وصلى العصر، ثم غابت وذالك بالصهباء". (المعجم الكبير للطبرانى : ۲۴/۴۵)

قال محمود الآلوسى:"وهذا الخبر فى صحته خلاف، فقد ذكره ابن جوزى رحمه الله تعالىٰ فى الموضوعات وقال: إنه موضوع بلاشك، وقال الإمام أحمد لاأصل له، وأفردابن تيمية تضيفاً فى الرد على الروافض، وذكر الحديث بطرقه ورجاله وأنه موضوع، وصححه الطحاوى والقاضى عياض والطبرانى رحمهم الله تعالى". (روح المعانى : ۲۳/۱۹۴، مطلب فى تفسير قوله تعالىٰ :(فطفق مسحاً)، دار إحياء التراث، بيروت)

حدیثِ معراج اور قلبِ ماہیت

سوال[۱۲۴۱]: عام کتابوں میں تحریر ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معراج تشریف لے گئے اور واپس آئے تو آپ کا بستر مبارک گرم تھا، نیز حجرہ شریف کی کنڈی ہل رہی تھی اور وضو کا پانی چل رہا تھا، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو بتایا تو صحابہ نے کہا سچ ہے (۱)۔ اس وقت وہاں ایک یہودی بھی کھڑا یہ قصہ سن رہا تھا وہ دل میں یہ سوچتا ہوا کہ یہ قصہ غلط ہے، ایسا نہیں ہوسکتا، گھر واپس آرہا تھا کہ اس نے ایک زندہ مچھلی بازار سے خرید کر گھر آکر بیوی سے کہا، اس مچھلی کو پکا، میں ذرا نہا آؤں، اس کی بیوی نے کہا میرے ہاتھ میں پونی ہے اس کو کات کر پھر پکاؤں گی۔ وہ یہودی دریا پر گیا، کپڑے نکال کر غوطہ لگایا تو کسی دوسرے گھاٹ پر جا پہونچا، تو دیکھتا ہے کہ اس کی شکل عورت کی بن گئی، وہاں ایک گھوڑے والا آیا اور اسے بٹھا کر گھر لے گیا، اس سے دو چار بچے بھی پیدا ہوئے اور وہ وہاں بارہ سال رہا۔ ایک دن وہ پھر گھاٹ پر نہانے گیا، پھر غوطہ لگایا تو اپنے پہلے گھاٹ پر پہونچ کر دیکھتا ہے تو اس کی پھر وہی مرد کی صورت بن گئی ہے اور اس گھاٹ پر اس کے کپڑے دھرے ہوئے ہیں، اپنے گھر واپس آیا تو اس کی بیوی کے ہاتھ میں وہی پونی ہے، مچھلی بھی زندہ ہے۔ اس واقعہ کو دیکھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس گیا تو دیکھا وہاں معراج کا قصہ ہو رہا ہے تو فوراً مسلمان ہوگیا۔ کیا یہ قصہ صحیح حدیث و معتبر کتب تواریخ میں موجود ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

میں نے یہ قصہ کسی حدیث یا معتبر تاریخی کتاب میں نہیں دیکھا، البتہ تصوف کی کتابوں میں بعض حضرات کے حالات میں اس قسم کے واقعات ہیں، لیکن مرد کے عورت بن جانے پھر عورت کے مرد بن جانے کا واقعہ ان میں بھی نہیں دیکھا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) قال العلامة الآلوسی رحمه الله تعالیٰ: "و فی بعض الآثار أنه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لما رجع، وجد فراشه لم یبرد من أثر النوم، و قیل: إن غصن شجرة أصابة بعمامته فی ذهابه فلام رجع وجد بعد یتحرک". (روح المعانی: ۱۵/۱۲، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

شقِ صدر کے متعلق روایت کی تحقیق

سوال[۱۲۴۲]: سیرت کی کتابوں میں واقعہ لکھا ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دائی حلیمہ کے قبیلہ میں تھے تب شق صدر ہوا اور معراج کی شب میں حطیم میں تھے اس وقت بھی شق صدر ہوا، یہ روایت کہاں تک صحیح ہے؟

مولوی رحمت اللہ صاحب نقشبندی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تفسیر مظہری: ۱۰/۲۹۰(۱) میں پہلا واقعہ صحیح مسلم سے نقل کیا ہے (۲) اور دوسرا واقعہ بخاری شریف اور مسلم شریف (۳) سے نقل کیا ہے۔ زیادہ تفصیل مطلوب ہو تو تفسیر ابن کثیر دیکھیں (۴) اردو میں ''نشر الطیب'' میں واقعہ مذکور ہے (۵)۔

معراج سے متعلق اس میں جو بیان ہے اس کو علیحدہ بھی کتابی شکل میں شائع کر دیا گیا ہے، اس کا نام ہے ''تنویر السراج فی لیلۃ المعراج''۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

---

(۱) (التفسير المظهرى: ۱۰/۲۹۰، سورة الانشراح، حافظ كتب خانه كوئٹه)

(۲) "عن أنس بن مالک رضی الله تعالیٰ عنه أن رسول الله ﷺ: "أتاه جبريل وهو يلعب .... فصرعه فشق عن قلبه". إلى آخر الحديث". (الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب الإسراء برسول الله: ۱/۹۲، قديمى)

(۳) "عن أنس بن مالک رضی الله عنه .... "و أنا بمكة، فنزل جبرئيل عليه السلام، ففرج صدرى ثم غسله بمآء زمزم". (صحيح البخارى، كتاب الصلوٰة، باب: كيف فرضت الصلوٰة: ۱/۵۰، قديمى)

(والصحيح لمسلم رحمه الله تعالىٰ، كتاب الإيمان، باب الإسراء برسول الله ﷺ إلى السموات: ۱/۹۲، قديمى)

(۴) (تفسير ابن كثير: ۳/۳۵، ۳۶، دار السلام)

(وكذافى المسند للإمام أحمد: ۵/۱۳۹، دار إحياء التراث العربى)

(ومجمع الزوائد للهيثمى: ۸/۲۲۲، القدسى)

(۵) (تسهيل نشر الطيب فى ذكر النبى ﷺ، فصل بارهويں، ص: ۴۲، سعيد كراچى)

ایک واقعہ سن کراس میں شک پھر معلوم ہوا کہ یہ حدیث ہے اب کیا کرے؟

سوال[۱۲۳۷]: کسی مقرر سے زید نے کوئی حدیث کا واقعہ سنا اور پھر اسے یاد نہیں رہا کہ یہ حدیث ہے یا نہیں، مگر زید نے موسیٰ سے یہ واقعہ بیان کر کے کہا کہ میں نے یہ واقعہ فلاں مقرر سے سنا، موسیٰ نے انکار کیا اور کہا کہ مجھے اس میں شک ہے، ایسا واقعہ غلط ہے اور پھر معلوم ہوا کہ یہ تو حدیث میں ہے، پھر انکار کرنے والے سے کہا کہ بھائی! یہ تو میں نے حدیث کی بات سنائی تھی، تب بات کو ٹال مٹول کر کے ختم کر دیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلاتحقیق نہ کسی بات کو حدیث شریف کی طرف منسوب کیا جائے (۱)، نہ کسی ثابت شدہ حدیث کا انکار کیا جائے (۲)۔ اگر کوئی بات کسی مقرر سے سنی اور دل نے اس کو قبول نہ کیا اس وجہ سے اس کا انکار کر دیا، پھر معلوم ہوا کہ یہ بات حدیث پاک میں ہے تو پھر انکار سے رجوع کر لیا جائے اس بات کو تسلیم کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

ایک صیغہ چالیس دفعہ پڑھنے سے چہلِ حدیث کا ثواب

سوال[۱۲۳۸]: زید کو جو صیغۂ درود یا استغفار یاد ہو تو کیا اس کے چالیس مرتبہ پڑھنے کے بعد ثواب کامل چہلِ حدیث کا ہو جائے گا یا علیحدہ علیحدہ چالیس صیغہ پڑھنا ضروری ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

چہلِ حدیث کی فضیلت تو چالیس حدیثوں کے ذریعہ حاصل ہوگی، صیغہ درود شریف یا استغفار سے

---

(۱)"عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم:" من كذب علی متعمداً، فليتبوأ مقعده من النار" (مسند الإمام أحمد: ۱/۳۲۳، دار إحياء التراث العربی)

(۲) انکارِ حدیث سے متعلق فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے بہت سخت حکم لگایا ہے، یہاں تک کہ بعض حضرات نے مطلق انکار پر کفر تک کا حکم لگایا ہے، ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"وفی الخلاصة: من رد حديثاً قال بعض مشايخنا: يكفر، وقال المتأخرون: إن كان متواتراً كفر، أقول: هذا هو الصحيح". (شرح الفقه الأكبر، ص: ۱۶۶، قديمی)

چالیس دفعہ پڑھنے سے حاصل نہیں ہوگی، ہاں! اس کے پڑھنے کا ثواب مستقل ملے گا وہ بھی بہت قابل قدر ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۸۸/۱/۲۶ھ۔

درخت کے جڑوں سمیت آنے والے معجزہ سے متعلق روایت کی تحقیق

سوال[۱۲۳۹]: ایک اعرابی نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تحقیق میں مسلمان ہوا ہوں، ایک معجزہ ایسا دکھایئے کہ جس سے میرا ایمان ویقین زیادہ مضبوط ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا چاہتا ہے''؟ اس نے کہا کہ فلاں درخت کو اپنے نزدیک بلایئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو ہی جا کر بلالا''، اس نے جا کر کہا اے درخت! تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا ہے، تب اس درخت نے اپنے کو ایک طرف جھکایا تو ادھر کی جڑیں ٹوٹ گئیں، پھر دوسری طرف جھکایا تو ادھر کی جڑیں بھی ٹوٹ گئیں، اسی طرح چاروں طرف کی جڑیں توڑ کر اپنی جڑیں اور شاخوں کو کھینچتا ہوا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سلام کر کے کھڑا رہا، تب اعرابی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اب خوب یقین ہوگیا، بس درخت کو رخصت فرمایئے، وہ اپنی جگہ پر جا کر جڑوں کو گاڑ کے قائم ہوگیا، اعرابی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے حکم دیجئے کہ آپ کے پاؤں اور سر کو بوسہ دوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی، پھر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اَور حکم دیجئے کہ میں آپ کو سجدہ کروں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''اگر خدا کے سوا کسی اَور کو سجدہ جائز ہوتا تو میں حکم دیتا کہ ہر عورت اپنے شوہر کو سجدہ کرے کیونکہ مرد کا حق عورت پر بڑا ہے''۔ (حدیث شریف) کیا یہ حدیث شریف صحیح ہے؟

---

(۱) "من حفظ علی أمتی أربعين حديثاً من السنة، كنتُ له شفيعاً وشهيداً يوم القيٰمة". (فيض القدير: ۱۱/۵۷۷۲، رقم: ۸۶۳۶، نزار مصطفىٰ الباز)

قال الله تعالىٰ: ﴿فمن يعمل مثقال ذرة خيراً يره﴾. (سورة الزلزال: ۷)

وقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "أبشر ياأباسعيد! فإن الحسنة بعشرة أمثالها". يعني إلى سبعمائة ضعف. ويضاعف الله لمن يشاء". (تفسير ابن كثير: ۴/۷۰۰، دار السلام، رياض)

(وكذافي الدر المنثور للسيوطي رحمه الله تعالىٰ: ۲/۱۸۲، دار الفكر، بيروت)

4

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح سات سال کی عمر میں اور رخصتی نو سال کی عمر میں

سوال[۱۲۴۳]: حدیثِ تزویجِ پیغمبر خدا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا درسنِ ہفت سالگی وزفاف در ۹ سالگی، حدیث فوق صحت دارد یا خبر؟ (ازحوزہ علمیہ احناف خوان ایران خراسان)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایں حدیث بحوالہ صحیح مسلم در مشکوٰۃ المصابیح ص: ۲۷۰، مذکور است (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۲/۲۱ھ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ملک الموت کے چپت مارنا

سوال[۱۲۴۴]: حدیث زدنِ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ملک الموت را عند الموت، صحیح است یا نے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایں حدیث بحوالہ صحیح بخاری ومسلم در مشکوٰۃ المصابیح ص: ۵۰۷، مذکور است (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۲/۲۱ھ۔

---

(۱) "وعن عائشة رضی الله عنها أن النبی صلی الله علیه وسلم تزوجها وهی بنت سبع سنین، وزُفّت إلیه وهی بنت تسع سنین ولعبها معها، ومات عنها وهی بنت ثمانی عشرة". رواه مسلم". (مشكاة المصابیح، كتاب النكاح، باب الولی فی النكاح ...... الفصل الأول: ۲۷۰، قدیمی)

"تزوج رسول الله صلی الله علیه وسلم عائشة بنت أبی بكر صدیق بمكة وهی بنت سبع سنین وبنی بها بالمدینة، وهی بنت تسع سنین ...... الخ". (السیرة النبویة لابن هشام، ذكر أزواجه صلی الله علیه وسلم امهات المؤمنین": ۲۹۳/۶، مصطفیٰ البابی الحبلی بمصر)

(۲) "عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: " جاء ملك الموت إلی موسیٰ بن عمران، فقال له: أجب ربك. قال: فلطم موسیٰ عین ملك الموت ففقأها، قال: فرجع الملك إلی الله ...... الخ". (مشكاة المصابیح، باب بدء الخلق وذكر الأنبیاء علیهم الصلاة والسلام، الفصل الأول، ص: ۵۰۷، ۵۰۸، قدیمی)

(وصحیح البخاری، كتاب الأنبیاء، باب وفاة موسیٰ علیه السلام وذكره بعد: ۴۸۴/۱، قدیمی)

(والصحیح لمسلم، كتاب الفضائل، باب من فضائل موسیٰ علیه السلام: ۲۶۷/۲، قدیمی)

چنداحادیث : "علماء أمتی"، "اختلاف أمتی" ، "النکاح من سنتی"، "فمن رغب الخ" اور"نهی رسول الله ﷺعن رکعتی البتیراء" کی تحقیق

سوال[۱۲۴۵] : ایک اہل حدیث سے واسطہ پڑا اس نے مندرجہ ذیل احادیث کی نشاندہی کے بارے میں کہا، تاہم صحاح ستہ میں ہونی چاہئے اور سند کی واضح الدلالت ہونی چاہئے۔ ا......"علماء أمتی کأنبیاء بنی اسرائیل" ۔۲......"اختلاف أمتی رحمة" ۔۳......"النکاح من سنتی، فمن رغب عن سنتی، فلیس منی" ۔۴......"نهیٰ رسول الله صلی الله علیه وسلم عن رکعة البتیرة"۔

مذکورہ بالا احادیث کی نشان دہی فرماتے ہوئے اگر کچھ ان کے مسلک پر رد ہو جائے اور ان کے اعتراضات پر کہ ہم اقتداء کس امام کی کریں؟ آج یہ ایک بات ہے کل کو دوسری تیار ہو جاتی ہے لہٰذا ہم تو ڈرسے کہ حضور نے جو کچھ فرمایا ہم اس کو مانتے ہیں، ان تمام چیزوں پر روشنی ڈال دی جائے تو بہتر ہوگا، تاہم اقتداء کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے؟ اور بغیر اقتداء وتقلید کے چارہ کار کیوں نہیں ہے؟ مشفی اور معقول طور پر جوابات عنایت فرمائیں۔

"رکعة البتیراء" والی حدیث کو حضرت مہتمم صاحب نے بیان کیا تھا ان لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر ہم کو فرصت کا ٹائم ملتا تو ہم ضرور معلوم کرتے مگر عدم فرصت کی بناء پر معلوم نہ کر سکے۔ نیز حدیثوں کے ظاہر کے اعتبار سے جو اعتراضات واقع ہو رہے ہیں ان کی تائید میں حدیث صحیح ہونی چاہئے۔ ابوالکلام متعلم دارالعلوم دیوبند

الجواب حامداً ومصلیاً:

ا......ان الفاظ کے ساتھ یہ کتب صحاح میں موجود نہیں (۱)، البتہ: "العلماء ورثة الأنبیاء" کو ابو داؤد (۲)، ترمذی (۳)، احمد وغیرہ (۴) ائمہ کرام نے روایت کیا ہے، ابونعیم نے مرفوعاً "أقرب الناس من

---

(۱) قال الملا علی القاری: "حدیث: "علماء أمتی کأنبیاء بنی اسرائیل" قال الدمیری والعسقلانی: لا أصل له. وکذا قال الزرکشی، وسکت عنه السیوطی". (الموضوعات الکبریٰ، ص: ۱۵۹، رقم الحدیث: ۲۱۴، قدیمی)

(۲) (سنن أبی داؤد: ۲/۱۵۷، کتاب العلم، باب فی فضل العلم، سعید)

(۳) (جامع الترمذی: ۲/۹۷، باب ماجاء فی فضل الفقه علی العبادة، سعید)

(۴) (سنن الدرامی: ۱/۹۸، بیروت) (وابن ماجه، ص: ۲۲۳، عیسیٰ الحلبی)

درجة النبوة أهل العلم والجهاد" کوروایت کیا ہے۔

۲......ملاعلی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بحوالۂ قرطبی وبیہقی نقل کیا ہے(۱) علامہ سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بجائے "أمتي" کے "أصحابي "نقل کیا ہے اور جملہ مسئولہ ایک ٹکڑا ہے حدیث کا، پوری روایت اس طرح ہے: "عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "مهما أوتيتم من كتاب الله فالعمل به لا عذر لأحد في تركه، فإن لم يكن في كتاب الله فسنة مني ماضية، فإن لم تكن سنة مني فما قال أصحابي، إن أصحابي بمنزلة النجوم في السماء، فأيما أخذتم به اهتديتم، واختلاف أصحابي لكم رحمة اه"(۲)۔

۳......یہ دو جملے الگ الگ بخاری شریف میں مذکور ہیں (۳)۔

۴......"البتيراء"، تو کسی کتاب میں نہیں لیکن امام زیلعی نے سند کے ساتھ حدیث نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: "إن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن البتيراء"(۴)۔

اہلِ حدیث حضرات ائمۂ فقہ ہی کے اختلاف سے اتنے پریشان کیوں ہیں، ائمۂ حدیث میں بھی تو اختلاف ہے بلکہ زیادہ ہے، پھر وہاں کیسے راستہ نکال لیتے ہیں بلکہ خود احادیث میں بھی اختلاف ہے جس کی وجہ سے ائمہ حدیث میں اختلاف ہے۔ جس طرح دیگر محدثین کے مقابلہ میں امام المحدثین حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کو ترجیح دے لیتے ہیں اسی طرح اگر اختلاف کے وقت امام المجتہدین حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ

---

(۱) حديث: "إختلاف أمتي رحمة" زعم كثير من الأئمة أنه لا أصل له، لكن ذكره الخطابي في "غريب الحديث" مستطرداً، وأشعر بأن له أصلاً عنده، وقال السيوطي: أخرجه نصر المقدسي في "الحجة" والبيهقي في "الرسالة الأشعرية" بغير سند.

وقال الزركشي: أخرجه المقدسي في كتاب "الحجة" مرفوعاً والبيهقي في "المدخل" عن القاسم بن محمد إلخ". (الموضوعات الكبرى لملا علي القاري، ص: ۵۱، قديمي)

(كذا في إتحاف السادة المتقين للزبيدي: ۱/۲۰۴ و ۲۰۵، بيروت)

(۲) (المقاصد الحسنة للسخاوي، ص: ۴۶، رقم الحديث: ۳۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) (صحيح البخاري ۲/۷۵۷، باب الترغيب في النكاح، قديمي)

(۴) (نصب الراية: ۲/۱۲۰، باب الوتر، المكتبة المكية جده)

کے قول کو راجح تصور کرلیا جائے تو کیا اشکال ہے۔

مسئلۂ تقلید پر مستقل رسالے موجود ہیں ان کا مطالعہ کیا جائے: ''عقد الجید، خیر النقید، الاقتصاد، سبیل الرشاد، انتصار الحق'' وغیرہ۔ جس مسئلہ میں خلجان ہو اس کو دریافت کرلیا جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۴/۳/۹۵ھ۔

حدیثِ قضاء عمری

سوال[۱۲۴۶]: قضائے عمری اس خیال سے پڑھی کہ تمام سال کی نماز جو کہ فوت شدہ ہیں اس کے پڑھنے سے معاف ہوجاتی ہیں درست ہے یا نہیں؟

قضائے عمری اس صورت سے پڑھی جاتی ہے دو رکعت نفل باجماعت، کیا یہ نماز شریعت اسلامی میں ثابت ہے؟ فقہ کی کون سی کتاب میں لکھی ہوئی ہے اور حدیث کی کسی کتاب میں ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ نماز شرعاً ثابت نہیں، نوافل کو جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے، دو رکعت اس طور سے پڑھ کر یہ اعتقاد رکھنا کہ اس سے عمر بھر کی فوت شدہ نمازیں معاف ہوجاتی ہیں بالکل اصولِ شرع کے خلاف ہے، جو فرض نماز فوت ہوئی ہے اس کی قضاء فرض ہے، جو واجب نماز فوت ہوئی ہو اس کی قضاء واجب ہے، جو سنت نماز فوت ہوئی ہو اس کی قضاء سنت ہے:

''قضاء الفرض والواجب والسنةفرض وواجب وسنة،لف نشر مرتب و جميع أوقات العمر وقت للقضاء اهـ''. (در مختار(۱))۔

---

(۱) (الدر المختار، باب قضاء الفوائت: ۲/۶۶، سعيد)

في الفتاوى العالمكيرية:''كل صلاة فاتت عن الوقت بعدوجوبها فيه، يلزمه قضاؤها ترك عمداً أو سهواً أو بسبب نوم، وسواء كانت الفوائت كثيرةً أو قليلةً ...... والقضاء فرض في الفرض، وواجب في الواجب، وسنةفي السنة، ثم ليس للقضاء وقت معين بل جميع أوقات العمر له إلا ثلاثة الخ''. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت: ۱/۱۲۱، رشيديه)

جو حدیث قضاء عمری کے لئے اَنیس الواعظین میں لکھی ہے وہ موضوع ہے، موضوعات کبیر (۱)، فوائد مجموعہ (۲)، عجالہ نافعہ (۳) وغیرہ میں اس کو موضوع لکھا ہے، مولانا عبدالحیٔ لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے قضائے عمری کے بطلان میں ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

تعمیر کعبہ کے وقت برہنہ ہوجانے کی روایت

سوال [۱۲۴۷]: قبل النبوۃ جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ

---

(۱) "من قضى صلاةً من الفرائض في آخر جمعة من شهر رمضان، كان ذلک جابراً لكل صلاة فائتة في عمره إلى سبعين سنةً". باطل قطعاً ؛ لأنه مناقض للإجماع الخ". (الموضوعات الكبرى لملا على القارى، رقم الحديث :٩٥٣، ص: ٢٤٢، قديمى)

(۲) "وقال القاضى الشوكانى فى "الفوائد المجموعة فى الأحاديث الموضوعة " حديث: " من صلى فى آخر جمعة رمضان الخ" هذا موضوع بلا شک فيه". (مجموعة رسائل اللكنوى"رساله "ردع الإخوان عن محدثات آخر جمعة رمضان : ٣٦٦/٢، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية)

(۳) "وقال الشيخ عبد العزيز الدهولى فى رسالته "العجالة النافعة" عندقرائن الوضع ما معربه : الخامس أن يكون مخالفاً لمقتضى العقل، وتكذبه القواعد الشرعية: القضاء العمرى و نحو ذلک اهـ". (مجموعة رسائل اللكنوى"رساله "ردع الإخوان عن محدثات آخر جمعة رمضان: ٣٦٦/٢، إدارة القرآن والعلوم الاسلامية)

"وكذا في أنيس الواعظين .... "من فاتته صلوات و لا يدرى عددها، فليصل يوم الجمعة أربع ركعات نفلاً واحد، و يقرأ فى كل ركعة بعد الفاتحة آية الكرسى سبع مرات و ﴿إنا أعطيناک الكوثر﴾ خمس عشرة مرةً". (مجموعة رسائل اللكنوى"رساله "ردع الإخوان عن محدثات آخر جمعة رمضان : ٣٥٠/٢، إدارة القرآن والعلوم الاسلامية)

(۴) "اعلم أنهم قد أحدثوا فى آخر جمعة شهر رمضان أموراً مما لا أصل لها، ....فمنها القضاء العمرى". الخ. (مجموعة رسائل اللكنوى"رساله "ردع الإخوان عن محدثات آخر جمعة رمضان: ٣٤٩/٢، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية)

عنہ کے کہنے سے اپنا ازار مبارک بناءِ دیوارِ کعبہ کے سلسلے میں دوش پر رکھ لیا تھا۔ یہ واقعہ بخاری کے کس باب میں ہے اور صفحہ کیا ہے۔ترجمۃ الباب کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت کیا ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

باب كراهية التعرى فى الصلوة وغيرها، ص: ٥٢؛ باب فضل مكةوبنيانها، ص: ٢١٥، باب بنيان الكعبة، ص: ٥٤، بخاری شریف، جلد اول میں تین مواقع پر یہ واقعہ مذکور ہے(۱) ترجمہ و صفحات نقل کردیئے گئے ہیں، بعض شراح کی رائے یہ ہے کہ عمر مبارک اس وقت پندرہ سال کی تھی لیکن عامۃً مؤرخین وشراح نے ۳۵/ سال لکھی ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند،۲/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند،۲/۱/۸۹ھ۔

حدیثِ قرطاس

سوال[۱۲۴۸]: حدیثِ قرطاس منقول است یا نہ؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

ایں حدیثِ طویل درمشکوۃ المصابیح، ص:۵۴۸(۳) بحوالہ صحیح بخاری(۴) وصحیح مسلم(۵)منقول است۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند،۲۱/۲/۹۵ھ۔

---

(۱) (صحيح البخاری، قديمی)

(۲) "فإن ذلک كان قبل البعثة بمدة، و قد قيل: إن عمر النبی صلى الله تعالىٰ عليه وسلم' كان حينئذ خمس عشرة سنةً، وفی هامش الأصل ...... كان ابن خمس و ثلاثين، و هذا بعيد جداً". (فتح البارى لابن حجر، كتاب الصلاة، باب كراهية التعرى فى الصلاة وغيرها: ۲/۱۶۸، دارابن الجوزی)

(۳) "عن ابن عباس رضی الله عنهماقال: لما حضر رسول الله صلى الله عليه وسلم .... قال النبی صلى الله عليه وسلم: "هلمّوا أكتب لكم كتاباً لن تضلوا بعده". الخ (مشكوة المصابيح، باب وفاة النبی صلى الله عليه وسلم: ۲/۵۴۸، قديمی)

(۴) (صحيح البخاری، كتاب المرضی، باب قول المريض قوموا عنی: ۲/۸۴۶، قديمی)

(۵) (الصحيح لمسلم، كتاب الوصية، باب ترک الوصية لمن ليس له شیء يوصیٰ فيه: ۲/۴۳، قديمی)

کعبہ کوتوڑنے اورحرم میں کافر کے داخل ہونے سے متعلق حدیثوں میں تعارض

سوال[۱۲۴۹]: مفتی صاحب! مجھے ایک بات سمجھ میں نہیں آتی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ:''مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ میں کفر وشرک قیامت تک داخل نہ ہوں گے، نہ دجال داخل ہوسکتا ہے کیونکہ فرشتے دروازوں پر متعین ہوں گے''۔اوردوسری حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ:''جب تک حبش والےتم سے نہ لڑیں تم ان سے نہ لڑو، کیونکہ خانہ کعبہ کاخزانہ دوچھوٹی چھوٹی پنڈلیوں والاحبشی نکالے گا''مشکوۃ شریف۔

دوسری روایت میں یہ ہے کہ دوچھوٹی چھوٹی پنڈلیوں والاحبشی ویران کرے گا پھر بات یہ ہے کہ مسلمان چاہے کتنا ہی بدبخت ہووہ کعبہ کومنہدم نہیں کرسکتا، بخاری ومسلم۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی کافر ہی ڈھائے گاتودونوں حدیثوں میں ٹکراؤلازم آتاہے،سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح ہوگا؟

الجواب حامداًومصلیاً:

پہلی حدیث کا بھی حوالہ دیجئے جس میں کافرومشرک کےحرمین شریف میں داخل نہ ہوسکنے کا ذکر ہے، اگراس کے الفاظ نقل کردیں توزیادہ اچھا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ دارالعلوم دیوبند،۱۸/۷/۹۰ھ۔

الجواب صحیح:بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند،۱۸/۷/۹۰ھ۔

غزوۂ خندق کےوقت حضرت جابررضی اللہ تعالیٰ عنہ کاقصہ

سوال[۱۲۵۰]: ایک بدعتی مولوی ہرعید پرایک تقریرکرتاہے،جس میں حضرت جابررضی اللہ عنہ کی دعوت کا تذکرہ کرتا ہے،اس میں وہ کہتا ہے کہ دعوت کے لئے حضرت جابررضی اللہ عنہ نے بکری کا بچہ ذبح کیا، حضرت جابررضی اللہ تعالیٰ عنہ۔کےدوچھوٹے چھوٹے صاحبزادے تھےوہ بکری کے بچےکوذبح ہوتے دیکھتے رہے۔ بعدمیں ایک نے دوسرے سے کہا کہ آؤ ہم بھی ذبح کرتے ہیں،ایک لیٹ گیادوسرے نے چھری چلائی،بچہ شہید ہوگیا،دوسرے نے جب یہ منظردیکھاتوگھبراہٹ سےمکان کی چھت سے بھاگتاہواگرا،وہ بھی جاں بحق ہوگیا۔

حضرت جابررضی اللہ عنہ نے دونوں بچوں کو لپیٹ کرچٹائی میں ایک کونے میں کھڑاکردیا تاکہ دعوت

کے انتظام میں فرق نہ آئے، تمام صحابہ حاضرین نے کھانا کھایا، مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کھایا، کھانے سے پہلے فرمایا کہ جابر دونوں بچوں کو لاؤ، ساتھ میں کھانا کھائیں گے، اولاً ٹال مٹول کیا، بالآخر معاملہ کی نوعیت پیش کردی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جاؤ اور ان کو نکال لاؤ''، جب حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چٹائی کے پاس پہونچے تو دونوں کلمۂ شہادت پڑھتے ہوئے ساتھ میں آئے۔ کیا اس قسم کی کوئی ضعیف روایت بھی ہے؟ اور پھر وہ اس پر مصالحہ لگا کر اہلِ حق پر کیچڑ اُچھالتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ روایت اتنی ثابت ہے: ''غزوۂ خندق کے وقت حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر نقاہت اور کمزوری کا اثر دیکھا، بیتاب ہو کر گھر آئے، بکری کا بچہ ذبح کیا، بیوی کو کھانا پکانے کے لئے کہا اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ: ''کیا کھانا ہے''، بتلایا کہ بکری کا بچہ ہے، تھوڑے جَو ہیں ان کی روٹی ہے، ارشاد فرمایا: ''یہ تو بہت ہے'' اور ایک بڑے مجمع کو ساتھ لے کر تشریف لے گئے، برکت کے لئے گوشت کی ہانڈی میں اور روٹی کے آٹے میں لعاب دہن ڈالا، کچھ پڑھ کر دم کیا اور دس دس آدمیوں کا حلقہ بنا کر روٹی اور گوشت کھلایا، یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے، گوشت بھی ہانڈی میں باقی رہا، روٹی بھی تنور میں پکتی رہی''۔ یہ واقعہ صحیح بخاری میں موجود ہے (۱)۔

لیکن حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا حال یہ ہے کہ ان کے والد غزوۂ احد میں شہید ہو گئے تھے، یہ اس وقت کم عمر تھے ان کے نو بہنیں تھیں، بعض کی شادی ہو گئی تھی اور اکثر کی نہیں ہوئی تھی، انھوں نے ایک عمر رسیدہ پرانی بیوہ سے نکاح کر لیا تھا تا کہ وہ ان کی سب بہنوں کی تربیت کرے اور گھر کا انتظام کرے، اس وقت ان کے خود کوئی بچہ نہیں تھا (۲)۔ ان کی طرف دو بچوں کی نسبت کرنا اور اس قصہ کو اس طرح رنگ دے کر بیان کرنا غلط ہے،

(۱) (صحیح البخاری: ۲/۵۸۸، باب غزوة الخندق، وهي الأحزاب، کتاب المغازي، قدیمي)

(وفتح الباري: ۷/۳۹۷، دار الفکر، بیروت)

(والإحسان بترتیب صحیح ابن حبان: ۸/۳۲۴، باب ذکر الأمر بتحمید الله جل وعلا عند الفراغ من الطعام، موسسه الرسالة)

(۲) (صحیح البخاري: ۱/۳۹۰، کتاب الوصایا، باب قضاء الوصي، قدیمي)

بے بنیاد ہے، جو شخص ایسی بات بیان کرتا ہے، اس سے دریافت کیا جائے کہ یہ حدیث شریف کی کونسی کتاب میں ہے۔ اردو کے بعض غلط سلط رسالوں میں اس قسم کی بے بنیاد باتیں ہیں جو بے مسند ہیں، ہرگز ہرگز قابلِ اعتماد نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۱/۹۹ھ۔

فضائلِ رجب کی احادیث

سوال[۱۲۵۱]: شبِ معراج کی بیداری کے بارے میں فضائل احادیثِ صحیحہ میں مذکور ہیں یا نہیں؟ اوراس رات اہتمام سے شب بیداری کرنا کیسا ہے؟ نیز اس بارے میں یہ احادیث نقل کی جاتی ہیں وہ صحیح ہیں یا نہیں؟ کہ:

''جوکوئی پاوے مہینہ رجب کا اوراس کی پندرہویں اورآخری تاریخ میں غسل کرے گا تو گویا کہ اس نے گناہوں سے پاکی ایسی حاصل کی جیسے ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو، اس مہینہ کی پانچ راتیں افضل ہیں واسطے عبادت کے، ایک تو اول اور ایک اوسط اور تین آخیر کی''۔

اس ماہ کی ۲۷ رتاریخ کو معراج ہوئی تھی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''جوکوئی اس ماہ میں تیس رکعت پڑھے اور ہر رکعت میں بعد فاتحہ کے ﴿قل یا أیھا الکافرون﴾ الخ تین بار پڑھے تو معاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ اور اس کے لئے ہر دن شہید بدر کے برابر عمل اٹھایا جاوے گا اور تمام مہینہ روزہ رکھنے والوں اور سال بھر نماز پڑھنے والوں کے برابر ثواب دیا جائے گا''۔

اور یہ بھی فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: ''حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھ کو خبر دی ہے کہ نہیں نماز پڑھتا اس نماز کو مگر مومن، اور نہیں چھوڑتا اس نماز کو مگر منافق اور مشرک''، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خبر دیجئے مجھ کو اس نماز کی، کس طرح پڑھوں اس نماز کو؟ تو فرمایا: ''اے سلمان! پڑھ''۔ پھر اس کے بعد نماز کی کیفیت مذکور ہے، طوالت کے خوف سے ذکر نہیں کی گئی۔ اس کیفیت کے بعد یہ حدیث مذکور ہے۔ اس ماہ میں روزے بھی رکھے جاتے ہیں، ان کے فضائل بھی بے شمار ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: ''رجب کے مہینہ میں ایک دن ہے اور ایک رات جو کوئی روزہ رکھے اس میں، عبادت کرے اس میں، تو ہووے ثواب واسطے اس کے مانند جو روزہ رکھے سو برس تک، پس وہ رات ستائیسویں

اوردن ستائیسواں ہے"۔ یہ پوری عبارت رکن الدین کتاب کی ہے، یہ احادیث صحیح ہیں یا غلط؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آخر شب میں بیدار ہوکر نماز پڑھنے اور دعا کرنے کی فضیلت احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا(۱) اور صالحین کا شیوہ وطریقہ بھی ہے(۲)، شبِ معراج میں خصوصیت سے بیدار رہنے کے متعلق احادیث صحاح میں کوئی روایت میرے علم میں نہیں۔

ماہ رجب کی مخصوص تاریخوں میں غسل کی جو فضیلت سوال میں درج ہے یہ اصول کے اعتبار سے موضوع ہے، باطل ہے، ہرگز یہ اعتقاد نہ رکھا جائے۔ ستائیسویں تاریخ کا روزہ سو برس کے روزہ کے برابر ہونے کی بھی حدیث صحیح نہیں۔ "ما ثبت بالسنة" میں تفصیل مذکور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۵/ ۸/ ۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۵/ ۸/ ۹۳ھ۔

---

(۱) قال العلامه اللكنوى رحمه الله تعالىٰ: "أخرجه البخارى "عن عائشة رضى الله تعلىٰ عنها: كان النبى صلى الله عليه وسلم يقوم ليصلى حتى ترم قدماه، فيقال له، فيقول: "أفلا أكون عبداً شكوراً؟"

وأخرج الترمذى، وقال: حسن صحيح "عن المغيرة رضى الله تعالىٰ عنه قال: صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى انتفخت قدماه، فقيل له: أتتكلف هذا وقد غفرلك ما تقدم من ذنبك وما تأخر؟ قال: "أفلا أكون عبداً شكوراً؟". (إقامة الحجة فى ضمن مجموعة رسائل اللكنوى: ۲/ ۱۸٦، إدارة القرآن)

(۲) "عن .... رهيمة قالت: كان عثمان رضى الله تعالىٰ عنه يصوم الدهر و يقوم الليل إلا هجعة من أوله .... عن عثمان بن عبد الرحمن التيمى قال: قال لى أبى: لأغلبن الليلة على المقام، قال: فلما صليت العتمة تخلصت إلى المقام حتى قمت فيه، فبينا أنا قائم إذا رجل وضع يده بين كتفيّ، فإذا هو عثمان بن عفان، فبدأ بأم القرآن حتى ختم القرآن فركع وسجد ..... سيدنا عمر بن الخطاب رضى الله تعالىٰ عنه .... كان يصلى بالناس العشاء، ثم يدخل بيته فلا يزال يصلى إلى الفجر .... عن نافع أن بن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما كان يحيى الليل صلاةً، ثم يقول: يا نافع! أسحرنا؟ فيقول: لا، فيعاود الصلاة، ثم يقول: يا نافع! أسحرنا؟ فيقول: نعم، فيقعد و يستغفر الله و يدعوا إلى الصبح الخ".

(رسائل اللكنوى: ۲/ ۱۷۱، ۱۷۲، إقامة الحجة، الأصل الثانى، إدارة القرآن)

ہفت ہیکل کی فضیلت کی روایت

سوال[۱۲۵۲]: احقر نے ہفت ہیکل کی فضیلت میں ایک کتاب میں دیکھا ہے، اس کتاب پر نہ مصنف کا نام ہے اور نہ اس کا حوالہ دیا گیا ہے، احقر اس بات کو بعینہ نقل کرتا ہے، حضرت والا سے گذارش ہے کہ احقر کو تفصیل کے ساتھ سمجھا دیں کہ صحیح ہے یا غلط ہے؟

''مروی ہے کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام کہا ہے اور فرمایا کہ'' ہفت ہیکل، اے حبیب اللہ! نازل کرتا ہوں، جو کوئی ہفت ہیکل پڑھے گا یا اس کو اپنے پاس رکھے گا تو اس کو اور اس کے والدین کو عذابِ دوزخ سے آزاد کرے گا، یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جس گھر میں یہ''ہفت ہیکل'' ہوگا اس گھر میں دیو پری داخل نہ ہوگا، یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کوئی اس کو لکھ کر پاس رکھے گا وہ مرگِ مفاجات اور بلا سے محفوظ رہے گا اور جو کوئی لکھ کر اپنے پاس رکھے گا وہ ہمیشہ سرخرو اور باعزت اور جانکنی کے وقت سکراتِ موت ایسر آسان ہوگی، یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جو کوئی اس ہفت ہیکل کو ہر روز پڑھے گا اگر پڑھنا نہ جانتا ہو تو لکھ کر اپنے پاس رکھے گا تو اس کو ستر ہزار کلام پاک کا ثواب اور ستر ہزار شہیدوں کا اور ستر ہزار حج کا اور ستر ہزار مسجد تیار کرنے کا اور ستر ہزار غلام آزاد کرنے کا اور ستر ہزار آدمیوں کو روزہ افطار کرانے کا اور ستر ہزار حافظوں کا اور ستر ہزار غازیوں کا اور ستر ہزار حاجیوں کا اور ستر ہزار عالموں کا اور ستر ہزار عابدوں کا اور ستر ہزار فرشتوں کا اور ستر ہزار دانشمندوں کا اور ستر ہزار پیغمبروں کا اور چار ملکِ مقرب کا ثواب پاوے گا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ جو کوئی اپنے پاس رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے اعمال نامہ میں ستر ہزار نیکی کا ثواب لکھے گا اور ستر بھوکوں کو کھانا کھلانے کا ثواب دے گا، یا جو کوئی اپنے پاس رکھے گا اللہ تعالیٰ اس بندے کو چغلخوری سے اور غیبت کرنے والوں سے اور تمام بلیات وآفات سے محفوظ رکھے گا، اگر وہ مقروض ہوگا تو اس کو قرض سے نجات دے گا اور اس کے دشمن کو مغلوب کرے گا''۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کتبِ حدیث میں اس کا وجود نہیں، اصولِ محدثین کے اعتبار سے یہ بالکل موضوع اور بے اصل ہے،

نہ اس پر اعتقاد رکھا جائے اور نہ اس پر عمل کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۹/ ۵/ ۹۷ھ۔

خضاب سے متعلق چند احادیث

سوال[۱۲۵۳]: خضاب کے متعلق اگر ہو سکے تو چند احادیث تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"(ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه) مرّعلی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم رجل قد خضب بالحناء فقال: "ما أحسن هذا"؟ فمر اخر قد خضب بالحناء والکتم فقال: "هذا أحسن من هذا". ثم مر اخر قد خضب بالصفرة فقال: "هذا أحسن من هذا کله". لأبی داؤد"۔ (جمع الفوائد: ۲/ ۸۱۹) (۲)۔

"(جابر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه) أتی بأبی قحافة یوم الفتح ولحیته ورأسه کالثغامة بیاضاً فقال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم: "غیّروا هذا بشیء، واجتنبوا السواد". لمسلم(۳) وأبی داؤد (٤) والنسائی: ۲/ ۲۷۷، و ۸۳۰ (۵)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "اعلم أنه قد صرح الفقهاء والمحدثون بأجمعهم فی کتبهم بأنه تحرم روایة الموضوع و ذکره و نقله، والعمل بمفاده مع اعتقاد ثبوته، إلا مع التنبیه علی أنه موضوع، و یحرم التساهل فیه، سواء کان فی الأحکام أو القصص أو الترغیب والترهیب، أو غیر ذلک". (مجموعة رسائل اللکنوی، الآثار المرفوعة فی الأخبار الموضوعة، ص: ۱۶۵، المقدمة فی المطالب المعظمة، إدارة القرآن کراچی)

(۲) (جمع الفوائد، مطبوعه إدارة القرآن، کتاب اللباس والزینة)

(والبیهقی فی شعب الإیمان: ۷/ ۳۱۰، بیروت)

(۳) (الصحیح لمسلم: ۲/ ۱۹۹، باب استحباب خضاب الشیب بصفرة و حمرة و تحریمه بالسواد، کتاب اللباس والزینة، قدیمی)

(۴) (سنن أبی داؤد، کتاب الترجّل، باب فی خضاب الصفرة، رقم الحدیث: ۴۲۱۱، دار السلام، ریاض)

(۵) (سنن النسائی: ۲/ ۵۲، النهی عن الخضاب بالسواد، کتاب الزینة من السنن الفطرة، دار الکتب العلمیة)

(و کذا فی التاریخ الکبیر للبخاری: ۷/ ۶۰، بیروت)

کھڑے ہوکر پانی پینے اور چلتے ہوئے کھانے کے متعلق احادیث میں رفعِ تعارض

سوال[۱۲۵۴]: مندرجہ ذیل احادیث کے تضاد کو رفع فرما کر ممنون فرمائیں۔

"نهیٰ رسول الله صلی الله علیه وسلم: أن يشرب الرجل قائمًا"۔ رواه مسلم". (مشكوٰة شريف، ص: ۳۵) (۱)۔

"لايشربن أحد منكم قائماً، فمن شرب منكم فليستقى"(۲)۔

"عن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما قال: كنا نأكل على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ونحن نمشى، ونشرب ونحن قيام". رواه الترمذى وابن ماجه وأبوداؤد، وقال الترمذى: هٰذا حديث حسن صحيح غريب"(۳)۔

"عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضى الله تعالىٰ عنه قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يشرب قائماً وقاعداً" رواه الترمذى، ص: ۳۷۱ (٤)۔

مذکورہ احادیث میں کھڑے ہوکر پینے کی دو حدیث سامنے ہیں۔ زید کہتا ہے کہ چونکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر کھانے پینے کو منع کیا ہے اس لئے کھڑے ہوکر نہیں کھانا چاہئے، چنانچہ زید نے ایک مرتبہ عمر کو کھڑے ہوکر پانی پینے کی حالت میں دیکھا تو منع کیا اور کہا ایسا کرنے والا گنہگار ہے۔ زید کا یہ بھی کہنا ہے کہ بے شک کھڑے ہوکر پانی پینے کی احادیث موجود ہیں لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تو امت کو کھڑے ہوکر پینے کا حق نہیں۔ عمر کا کہنا ہے کہ جب کھڑے ہوکر پانی پینے کے بارے میں احادیث موجود ہیں تو پینا درست ہے۔ براہ کرم اس تضاد کو رفع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

دونوں قسم کی احادیث کے تعارض کو رفع کرنے کے لئے شراحِ حدیث نے متعدد طرق اختیار کئے ہیں:

---

(۱) (مشكوٰة المصابيح، ص: ۳۷۰، باب الأشربه، الفصل الأول، قديمى)

(۲) (مشكوٰة المصابيح، المصدر السابق)

(۳)(مشكوٰة المصابيح، ص: ۳۷۱، باب الأشربه، الفصل الأول، قديمى)

(۴) (مشكوٰة المصابيح، المصدر السابق)

ایک یہ کہ نہی تحریم کے لئے نہیں بلکہ اس سے مقصد ادب ہے۔ دوم یہ کہ اس میں نسخ ہے، پھر بعض نے نہی کو ناسخ مانا ہے، بعض نے اس کا عکس مانا ہے۔ سوم یہ کہ محرم اور مبیح میں تعارض ہوتو ترجیح محرم کو ہوتی ہے۔ چہارم یہ کہ حدیث قولی اور فعلی میں تعارض ہوتو ترجیح قولی کو ہوتی ہے۔ پنجم یہ کہ ماءِ زمزم اور فضلِ وضو دونوں مستثنیٰ ہیں۔

اگر مختصر لفظوں میں اس طرح تعبیر کردیا جائے کہ اصل اباحت ہے اور نہی تعبدی نہیں بلکہ طبی ہے، زمزم (میں) شفاء ہے اس میں مضرت نہیں ہے، فضلِ وضو قلیل ہے اس پر مضرت مرتب نہیں ہوگی، جس کو عادت ہو شرب قائماً کی اس کو مضر نہیں تو میرے خیال میں قصرِ مسافت کے ساتھ منزل طے ہوجائے گی۔

"(فصل) وكان من هديه الشرب قاعداً، هذا كان هديه المعتاد، وصح عنه أنه نهى عن الشرب قائماً، وصح عنه أنه أمر الذى يشرب قائماً أن يستقى، وصح عنه أنه شرب قائماً، قالت طائفة: هذا ناسخ للنهى، وقالت طائفة: بل مبين أن النهى ليس للتحريم بل للإرشاد وترك الأولى. وقالت طائفة: لاتعارض بينهما أصلاً، فإنه إنما شرب قائماً للحاجة، فإنه جاء إلى زمزم وهم يسقون منها فاستقى، فنا ولوه الدلو فشرب وهو قائم، وهذا كان موضع حاجة. وللشرب قائماً آفات عديدة: منها أنه لايحصل به الرى التام، ولا يستقر فى المعدة حتى يقسمه الكبد على الأعضاء، ينزل بسرعة وحدة إلى المعدة فيخشى منه أن يبرد حرارتها ويشوشها ويسرع النفوذ إلىٰ أسامل البدن بغير تدريج، وكل هذا يضر بالشارب، وأما إذا فعله نادراً أو لحاجة لم يضره، ولا يعترض بالفوائد على هذا، فإن الفوائد طبائع ثوان، ولها أحكام أخرىٰ، وهو بمنزلة الخارج من القياس عند الفقهاء: ۱۸۹/۳ (۱)"۔

تو یہ شرب کے متعلق گفتگو تھی۔ اکل ماشیاً کے ثبوت کا اثر تو جناب نے نقل کیا مگر نہی نقل نہیں کی تا کہ تعارض کو رفع کیا جائے، تاہم اگر نہی موجود ہوتو اکل ماشیاً کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پلیٹ میں پلاؤ لے کر بازار میں کھاتے ہوئے جائیں یا ایک ہاتھ میں پیالہ اور دوسرے ہاتھ میں روٹی لے کر کھاتے ہوئے جائیں، بلکہ مقصد یہ ہے کہ منہ میں کھجور رکھی اور اس کو کھاتے رہے اور میدانِ جہاد میں تلوار چلاتے رہے جیسے آج کل آپ

---

(۱) (زاد المعاد فى هدى خير العباد لابن قيم الجوزية رحمه الله تعالىٰ، فصل فى الشرب قاعداً وقائماً، ص: ۸۲۷، دار الفكر)

حضرات پان کھاتے ہوئے چلتے رہتے ہیں یا چنے کے دانے منہ میں ڈال لیتے ہیں اور کھاتے چلے گئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

ابن ماجہ کی ایک روایت کا مطلب اور ترجمۃ الباب سے مطابقت

سوال[۱۲۵۵]: ابن ماجہ میں، ص:۱۳ پر "فضل علی ابن أبی طالب" کے ذیل میں یہ روایت درج ہے: "عن عبد الرحمن بن أبی لیلیٰ یسیر مع علیّ، فکان یلبس ثیاب الصیف وثیاب الشتاء، فقلنا: لو سئلته، فقال: إن رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم وأنا الخ". (۱)" یسیر" اور "فکان" کے اوپر نشان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کی ضمیر کا مرجع ایک ہے یعنی ابی لیلیٰ، جو قطعاً غلط ہے، اس لئے کہ ترجمۃ الباب سے مناسبت نہیں ہوتی، دوسرے یہ کہ معنیٰ بھی مختل ہو جاتا ہے۔ میں نے یہ سمجھا ہے کہ دونوں کا مرجع ایک نہیں ہے، "یسیر" کا مرجع ابی لیلیٰ ہے اور "فکان" کا مرجع علی رضی اللہ عنہ ہیں، اور "لو سئلته" کی جزا "سئلت فقال" محذوف ہے، یہ تشریح اس وقت صحیح ہے جبکہ عبدالرحمٰن اور علی کا زمانہ ایک نہ ہو، لیکن اگر دونوں کا زمانہ ایک ہے تو اس کا مطلب یہ بھی ممکن نہیں معلوم ہوتا ہے کہ عبدالرحمٰن اصل اور اول ہیں جو واقعہ سے واقف تھے مگر بغرضِ تائید اپنے باپ ابولیلیٰ کو بھی شریک کیا ہے، اگر میں نے صحیح سمجھا تو فبہا، ورنہ مفہوم صحیح سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

فضل علی ابن ابی طالب والی حدیث میں "یسیر" اور "فکان" پر نشان ضمیر کا مرجع بتانے کے لئے نہیں بلکہ نسخہ کا نشان ہے، چنانچہ "یسیر" میں دوسرا نسخہ "یمر" ہے اور "فکان" میں دوسرا نسخہ "وکان" ہے، حاشیہ میں نسخہ موجود ہے، اس قسم کا نشان کتبِ حدیث بخاری شریف وغیرہ میں بکثرت ہوتا ہے، ان کا یہی مطلب ہوتا ہے۔

عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں ہم نے اپنے والد ابولیلیٰ سے کہا کہ آپ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کر لیتے (واقعہ خیبر کا) تو انھوں نے وہ واقعہ سنا دیا جس سے حر و برد سے عدم تاثیر کی وجہ بھی معلوم ہوگئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (سنن ابن ماجة، ص: ۱۲، مطبوعه قدیمی)

کتاب ''دین ودنیا'' کی ایک حدیث کی تحقیق

سوال[۱۲۵۶]: مفتی شوکت علی صاحب فہمی کی ایک کتاب ''دین ودنیا'' سے ایک عبارت نقل کر کے احقر نے دارالافتاء میں برائے جواب دیا، اس کا جواب صرف یہ دیا گیا کہ یہ حدیث موضوع غیر معتبر ہے، مگر عوام کے لئے یہ تسلی بخش جواب نہیں ہے۔ احقر سے بار بار دریافت کرتے ہیں کہ اگر حدیث ہے تو حضراتِ علمائے دیوبند اس پر عامل کیوں نہیں؟ دلائل عقلیہ ونقلیہ سے جواب دے کر مشکور فرمائیں۔ ریاض المقاصد میں بحوالہ جامع الفقہ مجموع الروایات سے منقول ہے کہ ''آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح کے لئے تیسرے، روز دسویں روز اور بیسویں روز، چالیسویں روز، نیز سالانہ کے روز کھانا پکواتے تھے۔ اور صحابہ کا بھی یہی معمول تھا''۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ بالکل غلط ہے، حدیث شریف کی کتابیں چھپی ہوئی ہیں: بخاری شریف، مسلم شریف، ابوداود شریف، ترمذی شریف، نسائی شریف، ابن ماجہ شریف، طحاوی شریف، مشکوۃ شریف، دارمی شریف، دار قطنی شریف، وغیرہ وغیرہ، کسی کتاب میں یہ باب مذکور نہیں، جو شخص اس چیز کے صحیح ہونے کا دعوی کرتا ہے وہ حدیث شریف میں دکھائے، مطالبہ اس سے کیا جائے۔

''ریاض المقاصد'' ہو یا کوئی اَور ہو جب تک حدیث شریف میں نہ دکھایا جائے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت کو کیسے صحیح مان لیا جائے، اگر حدیث شریف میں یہ واقع ہوتا تو علمائے دیوبند ضرور اختیار کرتے، جب نہیں ہے تو غلط بات پر کیوں عمل کریں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ، العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۹/۱۸ھ۔

کیا کاشتکار ہمیشہ محتاج رہتا ہے؟ اور زراعت سے متعلق ایک حدیث کی تحقیق

سوال[۱۲۵۷]: یہاں ایک مترجم قرآن مجید کے حاشیہ پر ایک حدیث درج ہے، جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''جس گھر میں کھیتی اور اس کا سامان ہوتا ہے اس

---

(۱) کتاب ''دین ودنیا'' اور ''ریاض المقاصد'' دونوں نہیں ملیں۔

4

میں محتاجی اور مسکینی رہتی ہے'' اور یہ اس جگہ درج ہے کہ جہاں حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی امت نے من وسلوی کے عوض لہسن اور پیاز اور ککڑی وغیرہ کو ترجیح دی ہے۔ کیا حدیث مندرجہ بالا کی روشنی میں کھیتی کرنا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محتاجی اور مسکینی لانا ہے؟ حدیث پاک کا حوالہ اس وقت ذہن میں نہیں ہے، ہاں البتہ ترجمہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً:

پیشوں کے کچھ خواص بعض احادیث میں موجود ہیں، جو ناپسند ہوں ان سے بچنے کی ہدایت کی گئی ہے، بعض طبعی خواص ہوتے ہیں ان سے بچنا دشوار ہوتا ہے مگر وہ پیشے بھی ضروری ہوتے ہیں (۱)، کھیتی کرنے والے سال کا اکثر حصہ اس قدر مشغول رہتے ہیں کہ ان کو کسی چیز کی فرصت نہیں رہتی اور چھوٹی چھوٹی چیز ہی ان کی شب و روز کی ایسی ہوتی ہیں کہ ایک چیز مقصود ہوجائے تو وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھے رہ جاتے ہیں اور کام نہیں کر پاتے۔ غرض احتیاج کا ظہور انہیں بے حد ہوتا ہے اور عامۃً ذہن میں ان کے انتشار رہتا ہے سکون نصیب نہیں ہوتا، اس کے باوجود یہ پیشہ ناجائز نہیں ہے اور اس کے برکات بھی ظاہر ہیں کہ تمام روئے زمین میں بسنے والے اسی پیشے کی بدولت روزی کھاتے ہیں۔ اکثر علماء نے فرمایا ہے کہ زراعت افضل ہے تجارت سے:

"وأفضل أسباب الكسب الجهاد، ثم التجارة، ثم الزراعة، ثم الصناعة، كذافي الاختيار". شرح مختار۔

والتجارة أفضل من الزراعة عند البعض، والأكثر على أن الزراعة أفضل، كذافي الوجيز. كردرى". (عالمگیری) (۲)۔

احتیاج کا وہ مطلب نہیں کہ کھیتی کرنے والا ہمیشہ فقیر مسکین رہتا ہے جس سے شبہ کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۱۲/۲۶ھ۔

---

(۱) "قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "رأس الكفر نحو المشرق، والفخر والخيلاء في أهل الخيل والإبل، والفدادين أهل الوبر، والسكينة في أهل الغنم". (مرقاة المفاتيح، كتاب المناقب والفضائل: ۱۰/۲۳۶، رشيديه)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۴۹، الباب الخامس عشر في الكسب، رشيديه)

(وكذافي رد المحتار، كتاب الصيد: ۶/۴۶۲، سعيد)

کالے کپڑے والوں سے متعلق حدیث

سوال[۱۲۵۸]: کیا کوئی ایسی حدیث ہے جس میں شیعوں کے لئے پیشین گوئی ملتی ہو کہ کالے کپڑے والے نکلیں گے لہٰذا جب یہ لوگ آئیں تو ان کو سلام نہ کرنا اوران کے سلام کا جواب نہ دینا، ان سے مقاطعہ کرنا، کیا اس مضمون کی کوئی حدیث ہے؟ براہ کرم مع حوالہ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ایسی کوئی حدیث میرے علم میں نہیں جس میں یہ ہو کہ کالے کپڑے والے نکلیں گے لہٰذا جب یہ لوگ آئیں تو ان کو سلام نہ کرنا اوران کے سلام کا جواب نہ دینا، ان سے مقاطعہ کرنا۔ شیعوں کے فرقے اپنے عقائد کے اعتبار سے مختلف ہیں، ان کا حکم بھی مختلف ہے، "الصواعق المحرقه" میں تفصیل مذکور ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۳/۹۴ھ۔

ثوابِ تلاوت سے متعلق ایک حدیث کی تحقیق

سوال[۱۲۵۹]: مندرجہ ذیل روایت کے بارے میں بتایا جائے کہ صحیح ہے یا نہیں؟

''حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جو شخص قرآن شریف کی تلاوت نماز کے اندر کھڑے ہو کر کرے اس کو ہر حرف کے بدلہ میں سو نیکیوں کا ثواب ہوگا اور جو بیٹھ کر پڑھے ہر حرف پر پچاس پچاس نیکیوں کا ثواب ہوگا، اور جو شخص نماز میں نہ ہو اور باوضو تلاوت کرے اس کو پچیس نیکیوں کا ثواب ہوگا، افضل یہ ہے کہ رات کو اکثر تلاوت کرے کہ اس وقت جمعیت دل کو زیادہ ہوتی ہے''۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جو روایت سوال میں درج ہے اس تفصیل کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول میں نے کہیں نہیں دیکھی، البتہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بحوالہ دیلمی کنز العمال: ۱/ ۱۳۵ میں اس کے کچھ اجزاء موجود ہیں، جس کے الفاظ یہ ہیں: ''من قرأ القرآن فی صلوٰة قائماً، كان له بكل حرف مائة حسنة، ومن قرأه

---

(۱) (الصواعق المحرقه، ص: ۵، الفرق الإسلاميه والاختلاف بين الأمة المحمدية، مكتبه القاهرة بمصر)

قاعداً کان له بکل حرف خمسون حسنةً، ومن قرأه فی غیر صلوٰة کان له بکل حرف عشر حسنات، ومن استمع إلی کتاب اللّٰه کان له بکل حرف حسنة". (الدیلمی عن أنس رضی اللّٰه تعالیٰ عنه) (۱) ممکن ہے کہ روایتِ مسئولہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۲۴/۱۰/۹۵ھ۔

چاروں قل پڑھنے کی روایت

سوال[۱۲۶۰]: صبح وشام یارات میں سوتے وقت چاروں قل پڑھ کر دم کرنے کی روایت نہیں مل رہی ہے، کیا یہ مشائخ سے منقول ہے یا کوئی روایت ہے؟ البتہ قل ثلاثہ کی روایت تو مل گئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"عن عروة بن نوفل عن أبیه رضی اللّٰه تعالیٰ عنه أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم قال: "ماجاء بك"؟ قال: جئت یا رسول اللّٰه تعلمنی شیئاً أقوله عند منامی، قال: "إذا أخذت مضجعك فاقرأ: ﴿قل یاأیها الکافرون﴾ ثم نم علی خاتمها، فإنها برأة من الشرك".

"عن عائشة رضی اللّٰه تعالیٰ عنها أن النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم کا ن إذا أویٰ إلی فراشه کل لیلة جمع کفیه فیهما ﴿قل هواللّٰه أحد﴾ و ﴿قل أعوذ برب الفلق﴾ و﴿قل أعوذ برب الناس﴾ یمسح من جسده یمر بهما علی رأسه ووجهه وما أقبل من جسده، یفعل ذلك ثلاث مرات بهما مااستطاع". عمل الیوم واللیلة، ص:۱۸۷ (۲) ۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) (مسند الدیلمی: ۱/ ۵۴۱، ۵۴۲، مکتبة التراث الاسلامی، حلب)

(وکذا فی اتحاف السادہ المتقین للزبیدی: ۳/ ۲۹۳، بیروت)

(۲) ترجمہ: عروہ بن نوفل اپنے باپ (حضرت نوفل رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضری کی وجہ دریافت فرمائی، انہوں نے عرض کیا (اس لئے حاضر ہوا ہوں) تا کہ آپ مجھ کو کوئی ایسی چیز تعلیم فرمادیں جس کو میں سوتے وقت پڑھ لیا کروں، ارشاد فرمایا: ''جب بستر پر لیٹو تو "قل یا أیها الکافرون" پڑھ کر سو جاؤ اس لئے کہ یہ سورۃ شرک سے برأت ہے''۔ .... =

جنت کے پھل میں سے حور کا نکلنا، کیا حدیث ہے؟

سوال[١٢٦١]: بعض مقررین فرماتے ہیں کہ اہلِ جنت بعض پھلوں کو تراشیں گے تو اس میں سے حور نکلے گی، مزید یہ کہ وہ چھلکا حور کا لباس ہوگا، کیا یہ صحیح ہے؟ کس حدیث میں اس کا تذکرہ ہے؟ برائے مہربانی حوالہ حدیث وصفحہ کے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

مجھے اس مضمون کی حدیث دیکھنا محفوظ نہیں، جن صاحب نے اس کو بیان کیا ہے ان سے حوالہ دریافت کیا جائے، قرآن کریم میں یہ البتہ موجود ہے کہ ﴿ فيها ما تشهيه الأنفس وتلذ الأعين ﴾ (١)۔ جو کچھ بھی جنت میں خواہش کریں گے وہ ان کے لئے وہاں حاصل ہوگا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

= حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جب ہر رات بستر پر تشریف لاتے تو "قل هو الله احد" اور "قل أعوذ برب الفلق" اور "قل أعوذ برب الناس" پڑھ کر دونوں ہاتھوں پر دم فرماتے اور اپنے سر اور چہرہ اور جسم مبارک پر جہاں تک ہاتھ پہونچتا ہاتھ پھیرتے، تین مرتبہ ایسا ہی فرماتے"۔ (عمل الیوم واللیلۃ، ص: ١٨٧)

(والسنن الكبرى، كتاب عمل اليوم والليلة: ١٨٧/٦، إداره تاليفات اشرفيه)

(وكذافي الدر المنثور للسيوطي: ٤٠٦/٦، دارالفكر)

(ومصنف ابن أبي شيبة: ٢٤٩/١٠، دارالفكر)

(١) (سورة الزخرف: ٧١)

وقال الحافظ ابن كثير رحمه الله تعالىٰ: "إن عكرمة مولى ابن عباس رضي الله عنهما أخبره أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "إن أدنى أهل الجنة منزلةً وأسفلهم درجةً لَرجلٌ لايدخل الجنة بعده أحد، يفسح له في بصره مسيرة مائة عام في قصور من ذهب وخيام من لؤلؤ، ليس فيها موضع شبر إلا معمور، يغدى عليه ويراح بسبعين ألف صحفةً من ذهب ليس فيها صحفة إلا فيها لون ليس في الأخرى مثله، إلخ". (تفسير إبن كثير: ١٧١/٤، دار السلام، رياض)

(وكذا في المسند للإمام أحمد: ٤٥٠/٢، دار إحياء التراث العربي)

جنت کی قیمت ادا کر کے سونے کی روایت

سوال[۱۲۶۲]: اکثر مسجدوں میں پرچہ دیکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصیت فرمائی کہ: ''چار ہزار دینار صدقہ کر کے سویا کرو، ایک حج کر کے سویا کرو، جنت کی قیمت ادا کر کے سویا کرو، ایک قرآن شریف پڑھ کر سویا کرو، دولڑنے والوں میں صلح کر کے سویا کرو''۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ تو بہت مشکل ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''چار مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھ لو چار ہزار دینار صدقہ کرنے کا ثواب ہوگا، تین مرتبہ درود شریف پڑھ لو تو جنت کی قیمت ادا ہو جائے گی وغیرہ''، یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس نے پرچہ لگایا ہے اس سے سند اور حدیث دریافت کی جائے، میں نے کسی حدیث کی کتاب میں یہ چیز نہیں دیکھی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۰/ ۷/ ۹۵ھ۔

سوتے وقت کے اعمال کے سلسلہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت

سوال[۱۲۶۳]: حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ ''ہر رات کو پانچ کام کر کے سویا کرو''۔

۱- چار ہزار دینار صدقہ کر کے سویا کرو۔ ۲- ایک قرآن شریف پڑھ کر سویا کرو۔ ۳- جنت کی قیمت دیکر سویا کرو۔ ۴- دولڑنے والوں میں صلح کر کے سویا کرو۔ ۵- ایک حج کر کے سویا کرو''، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ امر تو محال ہے مجھ سے نہ ہو سکے گا۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ۱- ایک مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھ کر سویا کرو اس کا ثواب چار ہزار دینار صدقہ کرنے کے برابر ہے۔ ۲- تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر سویا کرو اس کا ثواب ایک قرآن مجید کے برابر ہے۔ ۳- تین مرتبہ درود شریف پڑھ کر سویا کر اس سے جنت کی قیمت ادا ہوگی۔ ۴- دس مرتبہ استغفار کر کے سویا کرو اس کا ثواب دولڑنے والوں میں صلح کروانے کے برابر ہے۔ ۵- چار مرتبہ تیسرا کلمہ پڑھ کر سویا کرو اس کا

ثواب ایک حج کرنے کے برابر ہے، یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ! یہ عمل میں ہر روز کروں گا۔ یہ حدیث اگر صحیح ہے تو اس میں جو غلطیاں ہوں اس کی اصلاح فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صدقہ (۱)، تلاوتِ قرآن کریم (۲)، لڑنے والوں میں صلح (۳)، حج (۴)، درودشریف (۵)،

---

(۱) "عن جابر رضي الله عنه، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "الصدقة تطفئ الخطيئة كما يطفئ الماء النار اهـ". (مسند الإمام أحمد: ۳/۳۹۹، رقم الحديث: ١٤٨٦٠، دار إحياء التراث العربي)

(۲) "عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من قرأ حرفاً من كتاب الله فله به حسنة، والحسنة بعشرة أمثالها، لا أقول: "الٓم" حرف، ولكن "الف" حرف، و"لام" حرف، و"ميم" حرف". (جامع الترمذي، باب ماجاء من قرأ حرفاً من القرآن فله من الأجر: ۲/۱۱۹، سعيد)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿لا خير في كثير من نجواهم إلا من أمر بصدقة أو معروف أو إصلاح بين الناس، ومن يفعل ذلك ابتغاء مرضات الله، فسوف نؤتيه أجراً عظيماً﴾ (النساء: ١١٤)

"و أيد بما أخرجه البيهقي عن أبي أيوب رضي الله تعالىٰ عنه أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال له: "يا أبا أيوب! ألا أدلك على صدقة يرضى الله تعالىٰ و رسوله موضعها"؟ قال: بلىٰ! قال: "تصلح بين الناس إذا تفاسدوا، و تقرب بينهم إذا تباعدوا".

"و عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالىٰ عنه و قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "أفضل الصدقة إصلاح ذات البين". و هذا الخبر ظاهر في أن الإصلاح أفضل من الصدقة بالمال، و مثله ما أخرجه أحمد وأبو داود والترمذي و صححه عن أبي الدرداء رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ألا أخبركم بأفضل من درجة الصيام والصلوة والصدقة"؟ قالوا: بلىٰ: إصلاح ذات البين". (روح المعاني: ٥/١٤٥، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۴) "قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من حج لله فلم يرفث و لم يفسق، رجع كيوم ولدته أمه". متفق عليه". (مشكوة المصابيح: ١/٢٢١، كتاب المناسك، الفصل الأول، قديمي)

(۵) "عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من صلى عليّ صلوةً واحدةً صلى الله عليه عشر صلوات، و حط عنه عشر خطيئات، و رفعت له عشر درجات". رواه النسائي".
(مشكوة المصابيح: ١/٨٦، كتاب الصلوة، باب الصلوة على النبي و فضلها، الفصل الثاني، قديمي)

استغفار(۱)، کلمہ طیبہ(۲)، سورہ فاتحہ(۳)، سورہ اخلاص(۴) کی فضیلت احادیث میں بہت آئی ہے، لیکن یہ پوری روایت اسی ترتیب کے ساتھ میں نے کسی کتاب میں نہیں دیکھی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۱۲/۲۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۱۲/۲۵ھ۔

جس کا روپیہ برباد کرنا ہو اس کے دل میں تعمیر کا شوق ایک حدیث کی تحقیق

سوال[۱۲۶۴]: میں نے ایک کتاب میں یہ حدیث پڑھی ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں اس کا پیسہ بنیاد میں لگاتا ہے تو وہ کون سی بنیاد ہے؟ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس کا پیسہ تباہ کرنا ہو اس کے دل میں تعمیر کا شوق پیدا ہو جاتا ہے، بلاضرورت کے بھی محض اپنی شان دکھانے کے لئے وہ مٹی گارہ میں روپیہ خرچ کرتا رہتا ہے کہ ایک منزل پر دوسری منزل تعمیر کرتا ہے، ایک مکان

---

(۱) "و عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "من لزم الاستغفار جعل اللہ له من کل ضیق مخرجاً، و من کل هِمّ فرجاً، و رزقه من حیث لا یحتسب". (رواه أحمد وأبوداؤد و ابن ماجه". (مشکوة المصابیح، کتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبة، الفصل الثانی، ص: ۲۰۴، قدیمی)

(۲) "عن أبی بکربن أبی موسی عن أبیه رضی اللہ تعالیٰ عنه أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قال: "أبشروا الناس، من قال: لا إله إلا اللہ صادقاً بها دخل الجنة". الحدیث. (مسند الإمام أحمد: ۴/۴۱۱، حدیث أبی موسی الأشعری، رقم الحدیث: ۱۹۱۰۰، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(۳) "و عن عبد الملک بن عمیر مرسلاً قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "فی فاتحة الکتاب شفاء من کل داء". رواه الدارمی والبیهقی فی شعب الإیمان". (مشکوة المصابیح، کتاب فضائل القرآن، الفصل الثالث، ص: ۱۸۹، قدیمی)

(۴) "عن أبی هریرة رضی اللہ تعالیٰ عنه أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم سمع رجلاً یقرأ: (قل هو اللہ أحد)، فقال: "وجبت"، قلت: و ما وجبت؟ قال: "الجنة". رواه مالک والترمذی والنسائی". (مشکوة المصابیح، کتاب فضائل القرآن، الفصل الثانی، ص: ۱۸۸، قدیمی)

موجود ہے پھر دوسرا امکان بناتا ہے۔فقط۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۳/۹۰ھ۔

نجد میں فتنوں اور زلازل سے متعلق چند احادیث

سوال[۱۲۶۵]: مندرجہ ذیل احادیث صحیح ہیں یا غلط؟ اگر صحیح ہیں تو ان کا ترجمہ تحریر فرمائیں۔

حدیث:۱...... "وإنه سيكون في أمتي كذّابون ثلاثون كلهم يزعم أنه نبي الله وأنا خاتم النبيين، لا نبي بعدي"۔از مشكوة، ص: ٤٦٥۔

حدیث:۲......از مشکوۃ، ص: ٥٥٤۔"إذا رأيتم الذين"، الحديث"۔

حدیث:۳......از مشکوۃ، ص: ۲۸۔"يكون في آخر الزمان دجالون كذابون"۔

حدیث:۴......از مشکوۃ، ص۲۸۔"يتحدثون بالأحاديث"۔

حدیث:۵......از مشکوۃ، ص۲۹۔"لا ألفين أحدكم"۔

حدیث:۶......از مشکوۃ، ص ٥٨٢۔"أللهم بارك لنا في شامنا أللهم بارك لنا في يمننا"۔

حدیث:۷......از مشکوۃ۔"هناك الزلازل والفتن وبها يطلع قرن الشيطان"۔

مذکورہ بالا احادیث علمائے بریلی نے ایک رسالہ میں تحریر کی ہیں اور ان کا ترجمہ بھی تحریر کیا ہے جو کہ علمائے دیوبند کے خلاف کیا ہے، مجھے آپ کے ترجمہ سے ملانا ہے، صحیح ہے یا غلط؟ اور پھر ایک بدعتی کو دکھلانا ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

احادیث مذکورہ فی السوال پوری پوری نہیں ہیں بلکہ وہ پوری حدیث سے ٹکڑے لئے گئے ہیں، پوری حدیث مع ترجمہ اس طرح ہیں:

۱......"عن ثوبان رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم:"إذا وُضع السيف في أمتي لا يرتفع عنها إلى يوم القيامة، ولا تقوم الساعة حتى تلحق قبائل من أمتي بالمشركين حتى يعبد قبائل من أمتي الأوثان، وأنه سيكون في أمتي كذّابون ثلاثون كلهم يزعم أنه نبي الله، وأنا خاتم النبيين لا نبي بعدي، ولا تزال طائفة من أمتي على

الحق ظاهرين، لايضرهم مَن خالفهم حتّى يأتى أمرالله". رواه أبوداؤد(١) والترمذى(٢) (مشكوة، ص: ٤٦٥، كتاب الفتن)(٣)۔

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جب میری امت میں تلوار کھینچی جائیگی تو وہ میری امت سے قیامت تک نہیں اٹھائی جائیگی اور قیامت نہیں آئی گی یہاں تک کہ میری امت کے چند قبائل مشرکین سے جاملیں اور یہاں تک کہ میری امت کے چند قبائل بت پرستی کرنے لگیں، عنقریب میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے، جن میں ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا نبی ہے، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں، اور میری امت میں سے ایک جماعت حق پر ہوگی جو غالب رہے گی اور مخالفین کی مخالفت ان کو کچھ مضر نہ ہوگی۔

٢......"عن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إذا رأيتم الذين يسبون أصحابى، فقولوا: لعنة الله على شركم"۔رواه الترمذى"(٤) (مشكوة، ص: ٥٥٤)(٥)۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے اصحاب کو برا کہتے ہیں تو تم کہو کہ خدا کی لعنت ہو تمہارے فعلِ بد پر"۔

٣...... "عن أبى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "يكون فى آخر الزمان دجّالون كذّابون يأتونكم بالأحاديث بما لم تسمعوا أنتم ولا

(١) (سنن أبى داؤد، كتاب الفتن والملاحم، قبيل باب النهى عن السعى فى الفتنة، رقم: ٤٢٥٢، دار السلام)

(٢) (سنن الترمذى، رقم: ٢٢٠٢، مصطفى الحلبى)

(٣) (مشكوٰة المصابيح، مطبوعه قديمى)

(٤) (سنن الترمذى، كتاب الفتن ماجاء الهرج اهـ، أبواب المناقب، باب فى من سب أصحاب النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ٢/٢٢٥، سعيد)

(٥) (مشكوٰة المصابيح، قديمى)

(وكذافى التاريخ لبغداد: ١٣/١٩٥، بيروت)

(وتهذيب تاريخ بدمشق لعساكر: ٦/٢٣١، بيروت)

اباؤکم، فإیاکم، وإیاهم لایضلونکم ولایفتنونکم"۔ رواه مسلم"(۱) (مشکوۃ،ص: ۲۸، باب الاعتصام بالکتاب والسنة)(۲)۔

٤......حاشیه، ص: ١٤(٣)۔ "بمالم تسمعوا أنتم ولااباؤکم: أی یتحدثون بالأحادیث الکاذبة ویبدعون أحکاماً باطلة واعتقادات فاسدةً" (مرقاة) (٤)۔

ترجمه: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:''آخری زمانہ میں فریب دینے والے جھوٹے ہونگے، جو کہ تمھارے پاس ایسی ایسی حدیثیں لائیں گے جو کہ تم نے اور تمہارے باپ دادا نے نہیں سنی، پس تم ان سے بچو اور اپنے آپ کو بچاؤ، تم کو وہ نہ گمراہ کریں اور نہ فتنے میں ڈالیں''۔ یعنی جھوٹے حدیثیں بیان کریں گے اور احکامِ باطلہ اور اعتقاد فاسدہ بتائیں گے''۔

٥...... "عن أبی رافع رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم: "لألفین أحدکم متکأً علی أریکته، یأتیه الأمر من أمری مماأمرت به أو نهیت عنه، فیقول: لاأدری، ماوجدنا فی کتاب اللّٰه اتبعناه"۔ رواه أحمد(٥)وأبوداؤد(٦)والترمذی(٧)وابن ماجه(٨) والبیهقی فی دلائل النبوة"(٩)

---

(۱) (الصحیح لمسلم،المقدمه باب النهی عن الروایة عن الضعفاء اه، ص: ۱۰، رقم الحدیث: ۱۶، ،قدیمی)

(۲) (مشکوٰة المصابیح، مطبوعه قدیمی)

(۳) (مشکوة المصابیح، ص:۲۸، قدیمی)

(۴) دیکھئے:(مرقاة المفاتیح: ۱/ ۳۹۰،کتاب الإیمان،رشیدیه)

(۵) (مسند الإمام أحمد :۷/ ۱٦ حدیث أبی رافع، رقم الحدیث : ۲۳۳۴۹). البتہ الفاظ میں قدرے اختلاف ہے

(٦) (سنن أبی داؤد، رقم الحدیث: ۴٦۰۵،دار السلام)

(۷) (جامع الترمذی، رقم الحدیث: ۲٦٦۳،مصطفی الحلبی)

(۸) (ابن ماجه، المقدمة، باب اتباع سنة رسول الله ﷺ، ص: ۳، میر محمد)

(۹) (البیهقی فی دلائل النبوة ، باب ماجاء فی إخباره بشبعان علی أریکته اه : ٦/ ۵۴۹، دار الکتب العلمیه)

(مشکوۃ شریف، ص: ۲۹)(۱)۔

ترجمہ: حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''میں تم کو ایسی حالت میں نہ پاؤں کہ تم میں سے کوئی اپنے تخت پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو اور اس کے پاس میرا کوئی حکم آوے جس کا میں نے حکم کیا ہو یا اسے منع کیا ہو اور وہ یوں کہدے کہ میں نہیں جانتا، جو ہم قرآن میں پاتے ہیں اس کا اتباع کرتے ہیں''۔

٦-٧...... "عن ثوبان رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم: أللهم بارك لنا فی شامنا، أللهم بارك لنا فی يمننا"، قالوا :يا رسول اللّٰه! وفی نجدنا، فأظنه قال فی الثالثة: "هناك الزلازل والفتن، وبها يطلع قرن الشيطان"۔ رواه البخاری"(۲)

(مشکوة شریف، ص: ۵۱۲) (۳)۔

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''اے خداوند تعالیٰ! ہم کو ہمارے شام میں برکت دے، اے اللہ! ہم کو ہمارے یمن میں برکت دے''۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یوں بھی فرمایئے کہ ہمارے نجد میں بھی برکت دے، پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''اے اللہ! ہم کو ہمارے شام میں برکت دے، اے اللہ ہم کو ہمارے یمن میں برکت دے''، صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ اے اللہ! کے رسول ہمارے نجد میں بھی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ فرمایا کہ: ''اس جگہ یعنی نجد میں زلزلے اور فتنے ہیں''۔

نوٹ: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ احادیث حضرت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علماء دیوبند کی مذمت

---

(۱) (مشکوة المصابیح، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة: ۱/۲۹، قدیمی)

(۲) (صحیح البخاری: ۲/۱۰۴۱، قدیمی)

(والسنن للترمذی، رقم الحدیث: ۳۹۵۳)

(والمسند للإمام أحمد: ۲/۹۰، ۱۱۸)

(۳) (مشکوة المصابیح، کتاب المناقب، باب ذکر الیمن والشام: ۴/۴۵۹، رقم الحدیث: ۶۲۷۱، دار الکتب العلمیة بیروت)

کے لئے ارشاد فرمائی ہیں تو وہ شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بہتان باندھ کر اپنے لئے جہنم کا سامان کر رہا ہے۔حدیث پاک میں ارشاد ہے:

''من كذب عليّ متعمداً، فليتبوأ مقعده من النار'' (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

زلزلہ کے اسباب حدیث اور قولِ فلاسفہ میں تعارض

سوال[۱۲۶۶]: ۱......زلزلہ کے شرعی نقطہ نظر سے کیا کیا اسباب وعلل ہیں؟ اگر کثرتِ معاصی اس کے اسباب قرار دیئے جائیں تو کوئی صحیح حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی اس کے متعلق منقول ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو مع حوالہ تحریر فرمائیں تو پھر حدیث کے مقابلہ میں فلاسفہ اور سائنسدانوں کے نظریہ کا کیا جواب ہوگا جو اس بات کے مدعی ہیں کہ زمین کے سوراخوں میں ہوا داخل ہوجاتی ہے اور وہ دفعتاً نکلنا چاہتی ہے تو نکل نہیں سکتی، پھر اس کی تیزی کی وجہ سے زمین میں زلزلہ پیدا ہوجاتا ہے۔ نیز سائنسدانوں نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ زمین کے نیچے اجزائے ناریہ ہیں جب وہ متحرک ہوتے ہیں تو زمین میں زلزلہ پیدا ہوجاتا ہے، یہ لوگ آلات کے ذریعہ ان اجزائے ناریہ کو دیکھ کر چند دن پہلے ہی بتا دیتے ہیں کہ فلاں وقت میں زلزلہ ہوگا، ٹھیک اسی وقت پر زلزلہ بھی ہوجاتا ہے۔

نیز شاستر والے بھی جنتریوں میں ایسا ہی لکھ دیتے ہیں اور ہم نے اس سال تجربہ بھی کیا، جو دن یا وقت جنتری میں لکھا تھا ٹھیک اسی وقت پر زلزلہ ہوا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ مفصل بیان فرمائیں۔

چونکہ ہمیں ان لوگوں سے ہمیشہ واسطہ پڑتا رہتا ہے، اس لئے براہ کرم عقلی ونقلی جواب سے تفصیلی طور پر مطلع فرمائیں، شرعی اسباب وعلل اور ان لوگوں کے نظریہ میں تطبیق بھی ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اگر کثرتِ معاصی زلزلہ کی علت ہے تو پھر ان لوگوں کو کیسے معلوم ہوجاتا ہے؟

کیا زمین بیل کے سینگ پر ہے؟

سوال[۱۲۶۷]: ۲......ایک کتاب جس کا نام ''ہزار مسئلہ'' ہے اس میں ایک حدیث بیان کی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''زمین ایک بیل کے سینگ پر ہے، ایک مرتبہ بیل کو شیطان نے بہکایا

(۱) (صحيح البخاري، باب: ۱/۳۸، دار الفكر) (والسنن للدارمي: ۱/۷۶، بيروت)
(والسنن الكبرىٰ للبيهقي باب: ۱/۴۳۶، دار إحياء التراث العربي)

تو بیل نے زمین کو نیچے پھینکنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ایک مچھر کو حکم دیا کہ بیل کی ناک میں گھس جا، چنانچہ وہ گھس گیا اور اس قدر کاٹا کہ بیل تھرا اٹھا، پھر بیل نے وعدہ کیا کہ اب ایسا نہیں کروں گا، چنانچہ وہ مچھر اب بھی بیل کے سامنے ادہر ادہر اڑتا رہتا ہے تو بیل کو جب وہ وقت یاد آتا ہے تو کانپ جاتا ہے اسی وجہ سے زمین میں زلزلہ پیدا ہو جاتا ہے''۔

اب فرمائیں کہ اس حدیث کی کچھ اصل ہے یا نہیں؟ نیز یہ بھی تحریر فرمائیں کہ شرعی حیثیت سے زمین سورج و چاند کی طرح معلق ہے یا کسی چیز پر ٹھہری ہوئی ہے؟ المستفتی غلام حسین کشمیری۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

۱......احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ قیامت کے قریب بکثرت زلزلے آئیں گے (۱)، زلزلۂ قیامت کا تذکرہ قرآن کریم میں بھی ہے: ﴿إذا زلزلت الأرض زلزالها﴾ (۲) ﴿إن زلزلة الساعة شيء عظيم﴾ (۳)۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے بھی زلزلہ آیا جس پر ارشاد فرمایا کہ: ''ابھی وقت نہیں آیا''، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بصراحت اس کا سبب کثرت ذنوب کو فرمایا ہے۔ فتاویٰ عزیزی وغیرہ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے (۴) اس کی صورت خواہ یہ ہو کہ زمین کی رگیں ملائکہ کھینچتے ہیں، خواہ یہ ہو کہ زمین میں ہوا بھرنے سے یا نکالنے میں یا کوئی اَور صورت ہو۔

یہ سب اس عالَم اسباب میں ظاہری صورتیں ہیں جیسے حدیث پاک میں آتا ہے کہ: ''جہنم کا ایک سانس ٹھنڈا ہے جس سے سردی پھیلتی ہے، ایک سانس گرم ہے جس سے گرمی پھیلتی ہے'' (۵) حالانکہ بظاہر

---

(۱) ''عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: ''لا تقوم الساعة حتی يقبض العلم وتكثر الزلازل الخ''. (الصحيح للبخاری، أبواب الإستسقاء، باب ما قيل فی الزلازل والآيات: ۱/۱۴۱، قديمی)

(۲) (الزلزال: ۱)

(۳) (الحج: ۱)

(۴) (فتاویٰ عزیزی (اردو) باب التفسير والتشريح، زلزلہ کی حقیقت، ص: ۷۸، سعيد)

(۵) ''عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه: ''إن جهنم استأذنت ربّها، فنفسها في كل عام مرتين، فشدة =

اسباب موسم کے تغیراور سورج کی شعاعوں سے اس کا ظہور ہوتا ہے جس کو سب جانتے ہیں اور جنتریوں میں چھپا ہوا ہے۔

سائنسدانوں کا قول وحی نہیں ہے جس کے تسلیم کرنے یا وحی کے ساتھ متعارض ہونے کی صورت میں تعارض رفع کرنے کی ذمہ داری عائد ہو، تاہم ہوسکتا ہے کہ جہنم کے سانس کا اثر ابتداءً سورج پر پہونچتا ہو جو لوگوں سے مخفی ہو اور سورج کے واسطے سے زمین پر پھیلتا ہو جس کو اور لوگ بھی دیکھتے ہوں، اس طرح ممکن ہے کہ کثرت معاصی کی بناء پر زمین کے سوراخوں میں ہوا کا داخل یا خارج ہونا سائنس داں معلوم کرکے بتادیتے ہوں کہ زلزلہ آئے گا، ایک چھوٹا سا رسالہ ''اخبار الزلزلہ'' ہے جو اس موضوع پر ہے، اس کو ملاحظہ کیا جائے۔

۲...... یہ سندِ صحیح سے مروی نہیں، محدثین نے اس کو موضوع لکھا ہے، جیسا کہ موضوعات کبیر میں ہے(۱)۔

چاند سورج کے معلق یا غیر معلق ہونے کے متعلق بحث کرنا موضوعِ فقہ وعقائد سے خارج ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۱۳/۱/۹۳ھ۔

عصر کے بعد مطالعہ کے متعلق حدیث کی تحقیق

سوال[۱۲۶۸]: کیا کوئی ایسی حدیث جس میں عصر کے بعد مطالعہ کی ممانعت کی گئی ہو موجود ہے؟ تسلی بخش جواب مطمئن فرمائیں۔ متعلم: حسام الدین رائپوری کمرہ نمبر ۳۹، دار جدید دار العلوم دیوبند۔

= الحَرّ من حر جهنم، و شدة البرد من زمهريرها''. (مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسانيد أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه: ۲/۳۹۴، المكتبة الإسلامي بيروت)

(۱) قال الملا علی القاری: ''فصل: ومنها: أن يكون الحديث مما تقوم الشواهد الصحيحة على بطلانه .... قال بعد ذكر أحاديث: '' ولاريب أن هذا وأمثاله من وضع الزنا دقة أهل الكتاب الذين قصدوا السخرية والاستهزاء بالرسل وأتباعهم .... وذكر بعد صفحةِ الحديث فقال: '' ومن هذا: أى الأحاديث الباطلة حديث: ''إن الأرض على صخرة، والصخرة على قرن ثور، فإذا حرك الثور قرنه تحركت الصخرة، فتحركت الأرض، و هي الزلزلة''. (الموضوعات الكبرىٰ للملا على القاري، ص: ۳۲۱، قديمي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

"من أكرم حبيبتيه، فلايكتب بعد العصر". ليس فى المرفوع، ولكن قد أوصىٰ الإمام أحمد بعض أصحابه أن لا ينظر بعد العصر فى كتاب. أخرجه الخطيب وغيره. وقال الشافعى رحمه الله تعالىٰ فيما رواه حرملة بن يحيىٰ كما أخرجه البيهقى فى مناقبه: الوراق إنما يأكل دية عينيه اه". المقاصد الحسنة، ص: ۳۹۹(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۳/۲۷ھ۔

حدیث میں لفظِ ''جعظری'' کی تشریح

سوال[۱۲۶۹]: نفحۃ العرب،ص:۱۸۱،"ختامه مسك" کےعنوان کےتحت:" لايدخل الجنة الجواظ ولا الجعظرى" مذکور ہے(۲)روایتِ احادیث میں سے کس حدیث کی کتاب میں ہے؟ یہاں صرف مشکوۃ باب الغضب والکبر:"ألا أخبر كم بأهل النار ، هو عتل جواظ متكبر"(۳)میں دیکھا،اس میں جواظ ہے جعظری نہیں ہے۔نیز لفظ جعظری کے کیا معنی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"الجعظرى: الفظّ الغليظ المتكبر". (مجمع البحار)(٤) مشکوۃ شریف،ص:۴۳۳،سے

(۱)(المقاصد الحسنة، ص: ۳۹۹، حرف الميم، مكتبة الخانجى بمصر)

(وكشف الخفا: ۲/۳۰۷، ۳۱۷، دار التراث)

(والفوائد المجموعة للشوكانى، ص:۲۱۷، السنة المحمدية)

(۲) (نفحة العرب، ختامه مسک، ص: ۲۳۶، قديمى)

(۳) "وعن حارثة بن وهب قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " ألا أخبركم بأهل الجنة كل ضعيف ...... ألا أخبركم بأهل النار كل عتل جواظٍ متكبر". (مشكاة المصابيح، باب الغضب والكبر، الفصل الأول: ۴۳۳، قديمى)

(۴) (مجمع بحار الأنوار: ۱/۳۶۴، دائرة المعارف العلمانية هند)

ایک ورق پہلے ص: ۴۳۱، پر دیکھئے۔ یہ روایت موجود ہے(۱)۔اوراس میں لفظ جعظری کی شرح بھی مذکور ہے۔
فقط.واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۳/ ۸/ ۹۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند،۳/ ۸/ ۹۵ھ۔

گناہ معاف ہونے کی ایک روایت

سوال[۱۲۷۰]: ایک شخص نے بعد عصر کے بیان کیا بھائیو! کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوسکتا، مگر جوشخص یہ عمل کرے،اس نے بیان کیا کہ باب جنت میں لکھا ہوا ہے:''إنی أنا اللہ لا إلہ إلا أنا، محمد رسول اللہ''،اس کلمہ کے پڑھنے سے ایک لاکھ چوبیس ہزار گناہ معاف ہوتے ہیں،اور بیان کیا کہ جوشخص جنازہ کے پیچھے چلے اس کے چالیس کبیرہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔کیا یہ احادیث صحیح نہیں،اس کا حوالہ کیا ہے؟

المستفتی احراراحمد پوسٹ موانہ کلاں ضلع میرٹھ۔

الجواب حامداً ومصلياً:

میں نے یہ کتاب نہیں دیکھی،کلمہ طیبہ دل سے اگر کوئی کافرشخص پڑھ لے گا تو گناہ تو کیا اس کا کفر معاف ہوجاتا ہے اوروہ ایسا ہوجاتا ہے جسے ابھی پیدا ہوا ہو(۲)،لیکن قبولِ اسلام کے بعد جوگناہ کئے ہوں ان کے اتنی تعداد معاف ہونے کے لئے محض کلمہ شریف پڑھ لینا میں نے کسی حدیث میں نہیں دیکھا(۳)۔جنازہ کے متعلق

(۱) ''وعن حارثة بن وهب قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " لايدخل الجنة الجوّاظ ولا الجعظری''. قال: والجواظ: الغليظ الفظّ ...... وكذا فی شرح السنة عنه ولفظه: قال: لايدخل الجنة الجواظ الجعظری، يقال: الجعظری الفظّ الغليظ. وفی نسخ المصابيح عن عكرمة بن وهب ولفظه: قال: والجواظ الذی جمع و منع والجعظری الغليظ الفظ''. (مشكاة المصابيح، باب الرفق والحياء وحسن الخلق،الفصل الثانی: ۴۳۱، قديمی)

(۲) قوله تعالىٰ: ﴿قل للذين كفروا إن ينتهوا يغفر لهم ما قد سلف﴾ الآية .... والمعنى أن الكفار إن انتهوا عن الكفر، أسلموا، غفرلهم ما سلف منهم من الكفر والمعاصی، و خرجوا منها كما تنسل الشعرة من العجين''. (روح المعانی : ۹/ ۲۰۶، (الأنفال :۳۸)، دار إحياء التراث العربی، بيروت)

(۳) بلکہ صدق دل سے توبہ کرنا ضروری ہے،كما قال النووی رحمه الله: ''واتفقوا على أن التوبة من =

4 جو روایت بیان کی گئی ہے وہ مراقی الفلاح میں موجود ہے(۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱/۳/۸۹ھ۔

توبہ سے متعلق ایک روایت کی تحقیق

سوال[۱۲۷۱]: ایک کتاب میں ایک حدیث نظر سے گذری مگر لب ولہجہ اور طرز عبارت حدیث سے جداگانہ محسوس ہوتا ہے، دوتین کتابوں میں دیکھا مگر کہیں نہ مل سکی، اگر موقع ہو تو تحریر فرمائیں اس کا ماخذ کیا ہے:

"الشاب التائب التارك بشهوته لاجل بمنزلة ملائكته"۔

الجواب حامداً ومصلياً:

"الشاب التائب" الخ یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ مجھے نہیں ملی۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

استغفار سے متعلق روایت

سوال[۱۲۷۲]: کیا صیغۂ استغفار "أستغفر الله (إلى) وأتوب إليه" حدیث مرفوع میں ہے اور اس کا اپنے معمول کے مطابق پڑھنا صحیح ہے اور کیا یہ استغفار کے تمام صیغوں کا خلاصہ ہے اور کیا طلبِ مغفرت میں یہ سب برابر ہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً:

جی ہاں حدیثِ مرفوع میں موجود ہے، صیغے مختلف آئے ہیں، ہر ایک اپنی ایک شان رکھتا ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۶/۱/۸۵ھ۔

= جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، لا يجوز تأخيرها سواء كانت المعيصة صغيرةً أو كبيرةً، والتوبة من أهمات الإسلام وقواعده المتأكدة". (شرح النووي على مسلم: ۲/۳۵۴، قديمي)

(۱) "قوله عليه الصلوة والسلام: "من حمل جنازةً اَربعين خطوةً، .... كفرت عنه أربعين كبيرةً".

(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۵۷۹، قديمي)

(۲) "استغفر الله وأتوب إليه" (مسند الإمام أحمد: ۵/۲۹۳. رقم الحديث، دارإحياء التراث العربي)

(وسنن النسائي، باب: ۴/۲۷، ۹۴، دارالكتب)

"من استغفر للمؤمنين و المؤمنات الخ" حدیث کی تشریح

سوال[۱۲۷۳]: کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ "من استغفر للمؤمنين والمؤمنات كل يوم سبعاً وعشرين مرةً أو خمساً وعشرين مرةً أحد العددين، كان من الذين يستجاب لهم، ويرزق بهم أهل الأرض"۔

الجواب حامداً ومصلياً:

"من استغفر للمؤمنين والمؤمنات كل يوم سبعاً وعشرين مرةً، كان من الذين يستجاب لهم، ويرزق بهم أهل الأرض". (طب عن أبي الدرداء رضي الله تعالىٰ عنه) كنز العمال، ص: ۱۲۰، الكتاب الثاني من حرف الهمزة في الأذكار من قسم الأقوال"(۱)۔ البتہ یہ حدیث صحاح میں نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۶/ ۹۲/۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۶/ ۹۲/۵ھ۔

تحقیق "أحدث"

سوال[۱۲۷۴]: حدیث شریف میں "أحدث" کی تحقیق مطلوب ہے، میں سمجھتا ہوں کہ "من أحدث" کے معنیٰ "نئی چیز کے نکالنا" یہ سمجھ صحیح ہے یا غلط، کس قاعدے سے یہ معلوم ہو کہ یہ نئی چیز "ماليس منه" میں ہے یا نہیں؟ مثال دے کر سمجھائیے۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

قال في مبارق الأزهار: "من أحدث": أي أتى بأمر جديد في أمرنا الذي تشتغل به "ماليس منه": أي شيئاً لم يكن له سند ظاهر أو خفي من الكتاب والسنة، "فهو رد": أي

---

(۱) (كنز العمال: ۱/۴۷۶، مكتبة التراث الاسلامي)

(وكذا في مجمع الزوائد للهيثمي: ۵/ ۸۱، ۸۲، القدسي)

(والتاريخ الكبير: ۴/۲۱۹، بيروت)

الذی أحدثه مردود اھ" مبارق الأزهار: ۱/۲۷(۱)۔

"للبدعة معنیً لغویٌّ عام هو المحدث مطلقاً عادةً أو عبادةً، ومعنی شرعی خاص هو الزیادة فی الدین أو النقصان، منه الحادثات بعد الصحابة بغیر إذن من الشارع لا قولاً ولا فعلاً، ولا صریحاً ولا إشارةً، فلا تتناول العادات أصلاً، بل تقصر علی بعض الاعتقادات وبعض صور العبادات، فهٰذه هی مراده علیه السلام لقوله علیه السلام: "من أحدث فی أمرنا هٰذا مالیس منه، فهو رد". والبدعة فی الاعتقاد هی المتبادرة من إطلاق البدعة والمبتدع والهویٰ وأهل الهوا، فبعضها کفر وبعضها لیست به، ولکنها أکبز من کل کبیرة فی العمل حتی القتل والزنا، ولیس فوقها إلا الکفر، والبدعة فی العبادة وإن کانت دونها لکنها أیضاً منکر وضلال، لاسیماً إذا صادمت سنةً مؤکدةً اھ". الطریقة المحمدیة(۲)۔

مثلاً: قبر پر چراغ جلانا، غلاف چڑھانا، قبور پر نذر چڑھانا، بزرگانِ دین کی ارواح سے مرادیں مانگنا اوران کو متصرف فی الکون اعتقاد کرنا، وغیرہ وغیرہ۔

براہینِ قاطعہ، اصلاح الرسوم، بہشتی زیور وغیرہ میں بہت جزئیات وامثلہ موجود ہیں، نیز کتاب المدخل اس باب میں بےنظیر ہے، چار جلدوں میں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

"من أحدث فی أمرنا هذا" الحدیث کا مطلب

سوال[۱۲۷۵]: حدیث "من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منه فهو رد" ۔کیا یہ صحیح حدیث ہے؟ "امر" معنی حکم کے ہیں، احداث اس کو کہتے ہیں جو جدید ہو پہلے نہ ہو، "ما لیس منه" کی ضمیر کس کی طرف راجع ہورہی ہے جو موجود نہیں ہے؟

فقط الشیخ غلام مرتضی متوائمہ ضلع الہ آباد۔

---

(۱) (مبارق الأزهار: ۱/۲۷، الباب الأول، دار الطباعة العامرة)

(۲) (الطریقة المحمدیة، ص:۷، الفصل الثانی فی البدع، مطبع دامنکیر لاهور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

''من أحدث فی أمرنا هذا مالیس منه فهو رد'' صحیح ہے، متفق علیہ ہے، بخاری ومسلم میں موجود ہے(۱)۔ ''امر'' سے مرادامرِ دین ہے، جو چیز امر دین سے نہ ہواس کوایجاد کرنا اور دین میں داخل کرنا سخت گناہ ہے اسی کوفرمایا گیاہے کہ یہ ''رد'' یعنی مردود ہے۔

''منه'' کی ضمیر ''أمرنا'' کی طرف راجع ہے اس حدیث سے جملہ بدعات کا مردود ہونا صاف معلوم ہوتا ہے۔ فتح الباری، شرح بخاری: ۲۲۲/۵ میں لکھا ہے:

"هذاالحدیث یصلح أن یسمی نصف أدلة الشرع، وهذا الحدیث معدود من أصول الإسلام وقاعدة من قواعده، فإن معناه: من اخترع فی الدین مالا یشهد له أصلٌ من أصوله فلا یلتفت إلیه، قال النووی رحمه الله تعالیٰ: هذاالحدیث مماینبغی أن یعتنی بحفظه واستعماله فی إبطال المنکرات وإشاعة الاستدلال به کذلك(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/ جمادی الاولیٰ/ ۶۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد، ۲۱/ جمادی الاولیٰ/ ۶۸ھ۔

"اول ما خلق اللّٰه نوری"

سوال[۱۲۷۶]: "أول ما خلق اللّٰه نوری"۔ آیا یہ حدیث ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مجمع البحار کے حاشیہ میں اس کو حدیث کہا ہے(۳) ''الیواقیت والجواہر، ص: ۱۰'' میں بھی اس کو حدیث

(۱)(صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علی صلح جور فهو مردود: ۳۷۱/۳، قدیمی)

(والصحیح لمسلم، کتاب الأقضیة، کراهیة قضاء القاضی و هو غضبان: ۷۷/۲، عیسی الحلبی)

(۲)(فتح الباری، کتاب الصلح، باب إذا صطلحوا علی صلح جور اهـ: ۳۰۱/۵، ۲۵۳، دارالفکر)

(وکذافی السنن الکبری للبیهقی: ۱۱۹/۱۰، بیروت)

(ومسند الإمام أحمد: ۲۴۰/۶، دارإحیاء التراث العربی)

(۳) "وکذلک تأویل قوله صلی الله علیه وسلم: "أول ما خلق الله نوری: أی أول ما خلق الله من الأنوار، کان نوری، مختصره". (مجمع بحار الأنوار، ماده: اول: ۱۱۸/۱، دائرة المعارف العثمانیه، الهند)

لکھا ہے(۱)، فتاویٰ ابن حجر مکی، ص:۴۴ و ص:۲۰۶ (۲) میں اس کے مضمون کو عبد الرزاق سے حدیث نقل کیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

أول ماخلق الله نوری " اور "أول ماخلق الله القلم"

سوال[۱۲۷۷]: ۱...... "أول ماخلق الله نوری"(۳) اور "أول ماخلق الله القلم"(٤) او کما قال یہ دونوں متضاد ہیں۔کون صحیح ہے اور کون غلط ہے؟ اگر دونوں درست ہیں تو پھر تطبیق کیسے؟

ایضاً

سوال[۱۲۷۸]: ۲...... رات ریڈیو میں کہیں سے آواز آرہی تھی،کوئی صوفی صاحب فرمارہے تھے

---

(۱) "فإن قلت: قد ورد فی الحدیث : "أول ما خلق الله نوری" و فی روایة: "أول ماخلق الله العقل"، فما الجمع بینهما؟ (فالجواب) أن معناهما واحد؛ لأن حقیقة محمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم تارة یعبر عنها بالعقل الأول، و تارةً بالنور". (الیواقیت والجواهر للشعرانی : ۲/۲۰، المبحث الثانی والثلاثون فی ثبوت رسالة نبینا محمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم الخ ، مکتبه عباس بن عبد السلام بمصر)

(۲) (الفتاوی الحدیثیة، ص: ۲۱۲، قدیمی)

(وکذا فی مرقاة المفاتیح: ۱/۱٦، امدادیه ملتان)

(وکذا فی شرح الشفاء: ۱/٦، المکتبة العلمیه، بیروت)

(۳) (مجمع بحار الأنوار: ۱/۱۱۸، دائرة المعارف العثمانیة هند)

(وکذا فی الیواقیت والجواهر للشعرانی: ۲/۲۰، البحث الثانی والثلاثون فی ثبوت رسالة نبینا محمد صلی الله علیه وسلم الخ، مکتبه عباس بن عبدالسلام بمصر)

(۴) "وسئل نفع الله به: (اول ماخلق الله القلم) هل ورد؟

فأجاب: نعم، وردبل صح من طرق ...... ورجالها ثقات إلا الضحاک بن مزاحم، فوثقه ابن حبان وقال: لم یسمع من ابن عباس، وضعفه جماعة ...... الخ". (الفتاویٰ الحدیثیه، مطلب هل ورد (أول ماخلق الله القلم) ام لا: ۲۱۲، ۲۱۳، قدیمی)

(وکذا فی مجمع بحار الأنوار: ۱/۱۱۸، دائرة المعارف العلمانیة هند)

(وکذا فی مرقاة المفاتیح، باب الإیمان بالقدر، الفصل الأول: ۱/۲۵۸، رشیدیه)

کہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے نور میں سے میرا نور پیدا کیا اور پھر میرے نور سے تمام کائنات کو پیدا فرمایا‘‘، کیا یہ حدیث درست ہے؟ اگر درست ہے تو (لم یلد ولم یولد) کے خلاف نہیں؟ کیا خدا بھی منقسم ہے؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے جز نہ بن گئے؟ ونعوذ باللہ من ذلك۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱...... یہ دونوں درجہ صحت کو نہیں پہونچی ہیں کما صرح بہ (۱)۔

۲...... کتبِ صحاح میں یہ حدیث موجود نہیں۔ فقط. واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیو بند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دار العلوم دیو بند۔

حدیث ”لولاك لما خلقت الأفلاك“ اور ”أنا من نور الله“ کی تحقیق

سوال [۱۲۷۹]: محترمی جناب مفتی صاحب! سلام مسنون

گذارش یہ ہے کہ براہ کرم ذیل میں لکھی ہوئی حدیثوں کی صحت کے بارے میں تفصیلی جواب مرحمت فرمایئے۔ حدیث: ”لولاك لما خلقت الأفلاك“ دوسری حدیث: ”أنا من نور الله، والخلق كلهم من نوری“۔

راقم محمد اکرام انصاری موتی محال

الجواب حامداً ومصلیاً:

پہلی روایت لفظاً موضوع ہے، معناً صحیح ہے (۲) دوسری روایت مصنف عبد الرزاق میں ہے (۳)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) (راجع، ص: ۸۱، رقم الحاشیہ: ۴)

(۲) قال العلامة الملا علی القاریؒ: ”لولاک لما خلقت الأفلاک“ قال الصنعانی: إنه موضوع، كذا فی الخلاصة، لكن معناه صحيح، فقد روى الديلمی رحمه الله تعالىٰ عن ابن عباس رضی الله عنهما مرفوعاً =

"لولاك لما خلقت الأفلاك" لولاك لما أظهرت الربوبية"، "علماء من أمتی کأنبياء بنی اسرائيل"، "أنا أحمد بلا ميم، وأنا عرب بلا عين" کی تحقیق

سوال[۱۲۸۰]: ۱......حدیث: "لولاك لما خلقت الأفلاك"، "لولاك لما أظهرت الربوبية"۔ "علماء من أمتی کأنبياء بنی اسرائيل"۔ "أنا أحمد بلا ميم، وأنا عرب بلا عين" ۔کیا یہ حدیثیں درست ہیں،ضعیف ہیں یا موضوع؟ جیسا حکم ہوتحریر فرمادیں۔

۲......قضائے عمری جو جمعۃ الوداع کے دن پڑھتے ہیں اس کا پڑھنا کیسا ہے؟ کیا تمام عمر کی نمازیں جو قضاء ہوچکی ہیں معاف ہوجائیں گی؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱......حدیث: "لولاك لما خلقت الأفلاك" قال الصنعاني: "إنه موضوع" كذافي الخلاصة، لكن معنا صحيح، فقد روى الديلمي عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما مرفوعاً: "أتانی جبرئيل عليه الصلاة والسلام فقال:" يا محمد! لولاك لما خلقت الجنة، ولولاك ماخلقت النار". وفی رواية ابن عسا كر: "لولاك ماخلقت الدنيا" الخ اه موضوعات كبير(۱)۔

حديث: "علماء أمتی كأنبياء بنی إسرائيل" قال الدميری والعسقلانی: لاأصل له، وكذا قال الزركشی، وسكت عنه السيوطی، وأما حديث: "العلماء ورثة الأنبياء" فرواه الأربعة عن أبی

= "أتانی جبريل فقال: يا محمد! لولاک ما خلقت الجنة، ولولاک ماخلقت النار". وفی رواية ابن عساكر: "لولاک ما خلقت الدنيا". (الموضوعات الكبرىٰ، ص: ۱۹۴، قديمی)

"روی فی حديث طويل عن سلمان رضی الله عنه: "ولقد خلقت الدنيا وأهلها لأعرفهم كرامتک ومنزلتک عندی، ولولاک ما خلقت الدنيا." (المواهب اللدنية: ۸۳/۱)

(وكذا فی تذكرة الموضوعات للفتنی، ص: ۸۶، بيروت)

(۳) یہ روایت مصنف عبدالرزاق میں تو نہیں ملی البتہ "تذکرۃ الموضوعات" للفتنی، ص: ۸۶، بیروت میں موجود ہے۔

(۱) (الموضوعات الكبرى للقاری، ص: ۱۹۴، قديمی)

(وكذا فی كشف الخفاء: ۲۲۳/۲، مكتبة دار التراث)

الدرداء رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ الخ". موضوعات کبیر(۱)۔

"أنا أحمد بلا میم، وأنا عرب بلا عین" کسی حدیث کی کتاب میں نظر سے نہیں گزری۔ بظاہر یہ دونوں روایت موضوع معلوم ہوتی ہے، واللہ اعلم۔

اور حدیث: "لولاك لما خلقت" الخ "وعلماء أمتی" الخ معنیً صحیح ہیں۔

۲......اس طرح قضائے عمری پڑھنے سے عمر بھر کی قضاء نمازیں معاف نہیں ہوتیں اور یہ قضاء عمری شرعاً بے اصل وبدعت ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۴/۵۵ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

حدیث "لولاك لما خلقت الأفلاك"

سوال[۱۲۸۱]: "لولاك لما خلقت الأفلاك"۔ "لولاك لما خلقت الدنیا"۔ ان دونوں میں سے کس کے الفاظ صحیح ہیں، حدیث پاک کی کس کتاب میں مذکور ہیں اور باب وصفحہ تحریر فرمائیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"لولاك لما خلقت الأفلاك" کو مولانا تھانویؒ نے امداد الفتاویٰ، ص: ۹۰(۳) میں اور مولانا شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے فتاویٰ عزیزی: ۴/۱۲۹ میں (۴) موضوع لکھا ہے، علامہ شوکانیؒ نے الفوائد المجموعة فی الأحادیث الموضوعه، ص: ۱۰۸ میں موضوع بتایا ہے(۵)، لیکن ملا علی قاری رحمہ اللہ

(۱) (الموضوعات الکبری، ص: ۱۵۹، قدیمی)

(۲) (الدرالمختار، باب القضاء الفوائت: ۲/۲۶، سعید)

اور علامہ عبدالحیٔ لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید پر مستقل رسالہ تالیف فرمایا ہے، دیکھئے: (رسالہ ردع الإخوان عن محدثات آخر جمعة رمضان" من مجموعه رسائل اللکنوی: ۲/۳۴۹، إدارة القرآن کراچی)

(۳) (امداد الفتاوی: ۴/۷۹، مکتبه دارالعلوم کراچی)

(۴) (فتاویٰ عزیزی: ۱/۱۲۲، رحیمیه دیوبند)

(۵) (الفوائد المجموعة فی الأحادیث الموضوعة، ص: ۳۲۶، باب فضائل النبی صلی اللہ علیه وسلم، المطبعة السنة المحمدیة)

تعالیٰ نے موضوعات کبیر،ص:۷۰، میں تحریر فرمایا ہے: "لولاك لما خلقت الأفلاك قال الصناني: موضوع، كذا في الخلاصة، لكن معناه صحيح، قد روى الديلمي عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما مرفوعاً: "أتاني جبرئيل فقال: يا محمد صلى الله عليه وسلم! لولاك لما خلقت الجنة، لولاك لما خلقت النار" وفي رواية ابن عساكر: "لولاك لما خلقت الدنيا"(۱) ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس کے الفاظ موضوع ہیں مگر معنی صحیح ہیں، اسی عبارت سے حدیث: "لولاك لماخلقت الدنيا" کا حال بھی معلوم ہوگیا، کہ اس کو ابن عساکر رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

"أنا أحمد الخ" کیا حدیث ہے؟

سوال[۱۲۸۲]: مندرجہ ذیل حدیث کے بارے میں زید اور بکر کا اختلاف ہے، زید کہتا ہے کہ حدیث قدسی ہے، بکر کہتا ہے کہ حدیث قدسی نہیں ہے، حدیث یہ ہے: "أنا أحمد؛ لأنهم أنا فوق العرش أحمد، وفي السماء أحمد، وفي الأرض محمد، وبشرني محمود"۔ براہ کرم جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

کتبِ حدیث میں یہ روایت نہیں ملی، محدثین نے ایک ایک حدیث کو سند کے ساتھ اپنی کتب میں جمع فرمادیا ہے، جو شخص اس کو حدیث قدسی وغیرہ کہتا ہے اس سے پورا حوالہ دریافت کیا جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۱۰/۱۶ھ۔

حدیث "کنت کنزاً مخفیاً" کی تحقیق

سوال[۱۲۸۳]: یہ روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا، میں نے چاہا کہ خود کو ظاہر کروں، پس اس عالم کو پیدا کیا"۔اس کے عربی الفاظ کیا

---

(۱)(الموضوعات الكبرى، ص:۱۹۴، قديمي)

(وكذا في كشف الخفاء: ۲/۲۲۳، دار التراث)

(وكذا في المصنوع في معرفة الحديث الموضوع، ص:۱۴۲. إدارة نشر الثقافة النعمانيه كراچي)

ہیں؟ یہ حدیث کیسی ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

"حدیث: "کنت کنزاًمخفیاً لاأُعرَف، فأحببت أن أعرف، فخلقت خلقاً عرفتهم لی فعرفونی". قال أبو ربیعة: لیس من کلام النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم، ولا یعرف له سند صحیح ولاضعیف، وتبعه الزرکشی والعسقلانی؛ لکن معناه صحیح مستفاد من قوله: ﴿وماخلقت الجن والإنس إلا لیعبدون﴾: أی یعرفون کما فسره ابن عباس رضی اللّٰه تعالی عنهما"۔ (موضوعات کبیر، ص: ٦٤)(١)۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ روایت بلاسند ہے اور حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلام نہیں، البتہ تفسیرِ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کے معنیٰ کی ایک درجہ میں تائید ہوتی ہے(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ۔

"کنت کنزاً مخفیاً" الحدیث

سوال[۱۲۸۴]: ایک مولوی صاحب نے ایک حدیث بیان کی تھی کہ "کنت کنزاًمخفیاً، فأحببت أن أُعرَف فخلقت الخلق الخ" اوراس حدیث کا مطلب یہ بیان کیا تھا کہ تمام اشیاء کے ساتھ اللہ تعالیٰ لگے ہوتے ہیں، کیاایسا مطلب لیناصحیح ہے؟ برائے مہربانی اطلاع فرمائیں۔

نوٹ: حضرت شیخ الہندرحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ترجمہ قرآن میں سورہ طلاق کی آخری آیت ﴿إن اللّٰه قد أحاط بکل شئ علماً﴾ کے بارے میں حاشیہ میں تحریرفرمایاہے کہ:"کنت کنزاً" گویایہ حدیث محدثین کے نزدیک صحیح نہیں ہے، غالباًیہ حدیث اس آیت سے مستفاد ہے، أو کما قال، لیکن میری سمجھ میں نہیں

---

(١) (موضوعات الکبری، ص: ١٧٩، قدیمی)

(وکذافی کشف الخفاء: ٢/١٩١، المکتبة التراث)

(وأیضا فی الموضوع فی معرفة الحدیث الموضوع، ص: ١٤١. إدارةنشر الثقافة النعمانیة کراچی)

(٢)(کشف الخفاء للعجلونی: ٢/١٣٢، المکتبة التراث)

(وکذا سیأتی تخریجه تحت عنوان: "کنت کنزاً مخفیاً" الحدیث)

آتا کہ حدیث اس آیت سے کیسے مستفاد ہے۔ برائے کرم اس حدیث کے ساتھ اس آیت کے تعلق کو سمجھا کر ثواب دارین حاصل کریں۔

سائل: محمد سیف اللہ بردوان مغربی بنگال۔

الجواب حامداًومصلیاً:

اگران مولوی صاحب کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کی معرفت دنیا کی ہر ہرشئ سے ہوسکتی ہے اور ہرشئ سے وجودِ خداوندی اور قدرتِ خداوندی پر استدلال کیا جاسکتا ہے تو یہ معنی لینا درست ہے(۱) لیکن لفظ غیر محتاط ہے۔

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ: "کنت کنزاً مخفیاً" یا اس قسم کی جو چیزیں زبانوں پر یا اوراق میں پائی جاتی ہیں ان کا منشاء اور ماخذ یہ آیت بن سکتی ہے جو عموم علم، عموم قدرت پر نص ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند، ۸۸/۲/۱۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند، ۸۸/۲/۱۶ھ۔

---

(۱) "(كنت كنزاً لاأعرف الخ) وفي لفظ: "فتعرفت إليهم فبي عرفوني" قال ابن تيمية: ليس من كلام النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ولا يعرف له سند صحيح ولا ضعيف. وتبعه الزركشي والحافظ ابن حجر في اللآلي والسيوطي وغيرهم. وقال القاري: لكن معناه صحيح مستفاد من قوله تعالى:﴿وما خلقت الجن والإنس إلا ليعبدون﴾. أي ليعرفوني، كما فسره ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما، والمشهور على الألسنة: "كنت كنزاً مخفياًفأحببت أن أعرف، فخلقت خلقاً فبه عرفوني"، وهو واقع كثيراً في كلام الصوفية، واعتمدوه، وبنواعليه أصولهم". (كشف الخفاء للعجلوني:۲/۱۳۲، إحياء التراث العربي)

(وكذا في المصنوع في معرفةالحديث الموضوع، ص: ۱۴۱،اداره نشر الثقافة النعمانية كراچی)

وقال الإمام المفسر الآلوسي في روح المعاني عندتفسير قوله تعالى :﴿وماخلقت الجن والإنس إلا ليعبدون﴾: "وقد جاء: "كنت كنزاً مخفياً، فأحببت أن أعرف،فخلقت الخلق لا أعرف"، ذكره بهذا اللفظ سعد الدين سعيد الفرغاني في "منتهى المدارك"وذكر غيره كالشيخ الأكبر في (الباب المأة والثمانية والتسعين)من "الفتوحات "بلفظ آخر". (كشف الخفاء: ۲/۱۳۲)

"کنت نبیاً وادم" پر اشکال

سوال[۱۲۸۵]: ''کنت نبیاً وادم بین'' الخ کیا یہ درست ہے؟ حدیث شریف کا مطلب وضاحت سے فرمائیں۔ اگر آپ ازل سے نبی تھے تو پھر حق کی تلاش میں کم وبیش چالیس دن تک غار حرا میں کیوں بیٹھے رہے؟ اور ﴿ووجدك ضالاً﴾ کس لئے ارشاد ہوا؟ پہلی وحی کے بعد کیوں آپ خائف ہوئے اور ''زملونی'' فرماتے ہوئے گھر تشریف لے گئے اور پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تسلی وتشفی دی، حضرت نوفل کے پاس لے گئیں؟ تو یہ باتیں ازلی نبوت کے منافی معلوم ہوتی ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ روایت درست ہے اس کی تشریح اس طرح ہے: ''قد جاء: إن الله تعالی خلق الأرواح قبل الأجساد''. فقد تکون الإشارة بقوله: "کنت نبیاً" إلی روحه الشریفة وإلی حقیقته، والحقائق تقصر عقولنا عن معرفتها، وإنمایعلمها خالقها، ومن أمده بنور إلهی، ثم إن تلك الحقائق یؤتی الله کل حقیقة منها مایشاء فی الوقت الذی یشاء، فحقیقة النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قدتکون من قبل خلق ادم أتاها الله ذلك الوصف بأن یکون خلقها متهیئةً لذلك، وأضافه علیها من ذلك الوقت فصار نبیاً"۔الحاوی للفتاوی (۱)۔ اس تشریح کے بعد کوئی اشکال نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین۔

---

(۱) ترجمہ :اللہ نے ارواح کو اجساد سے قبل پیدا فرمایا، پس ہوگا اشارہ آنحضرت ﷺ کے قول "کنت نبیاً" الخ سے آپ کی روح شریف اور آپ کی حقیقت کی طرف اور حقائق کی معرفت سے ہماری عقلیں قاصر ہیں، بس ان کا علم تو ان کے خالق ہی کو ہے اور جس کی مدد نورِ الٰہی سے ہوئی ہو، پھر ان حقائق میں سے ہر حقیقت کو جو اللہ پاک چاہتے ہیں جس وقت چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں اور حضرت نبی اکرم ﷺ کی حقیقت کو حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت سے قبل ہی یہ وصف (نبوت) عطا فرمادیا، بایں طور کہ اس کو پیدا ہی فرمایا اس کے لئے تیار کرکے (اس کی صلاحیت دے کر) اور اس پر اسی وقت سے اس کا افاضہ فرمایا، پس وہ نبی ہوگئے''۔فقط۔(الحاوی للفتاویٰ ۲/۱۰۰، المکتبة النوریة الرضویة، فیصل آباد)

(وکذا فی کشف الخفاء، للعجلونی : ۲/۱۲۹، ۱۳۰، دارإحیاء التراث العربی)

(وفی الموضوع فی معرفة الحدیث الموضوع :ص: ۱۴۲، ۱۴۳، ادارۃ نشر الثقافة النعمانیة کراچی)

"لیس منی ولست منه" کا مطلب

سوال[۱۲۸۶]: حدیث "لیس منی ولیس منا" کے متعلق کہنے والے کہ "یہ صرف ترہیباً ہے، معناً کچھ نہیں" کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"لیس منی ولیس منا" کے استعمال کو مطلقاً ترہیب کے لئے قرار دینا صحیح نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۰/۲۰ھ۔

"لوکان موسیٰ وعیسیٰ حییّن" کی تحقیق

سوال[۱۲۸۷]: یہاں ایک قادیانی مولوی صاحب کی اور پادری صاحب کی بحث چل کر "لوکان موسی وعیسی حیاً" پر ٹھہر گئی۔ قادیانی مولوی حدیث کی کتب سے یہ الفاظ بتلا دے تو پادری کے جامع مسجد کو پچاس روپیہ دینے پر بات ٹھہری ہے، قادیانی مولوی نے لاہور کی لائبریری سے کتب منگا کر بتلانا قبول کیا ہے اور لائبریری کو لکھا ہے مندرجہ ذیل کتب ارسال کرنے کو لکھا ہے اور لکھا ہے کہ یہ حدیث ان کتب میں ہے۔ آپ تحریر فرمائیں کہ یہ کتب حدیث کی کتب ہیں یا نہیں؟ ۱- زرقانی علی مواہب اللدنیہ۔ ۲- الیواقیت والجواہر۔ ۳- شرح فقہ اکبر۔ ۴- مدارج السالکین۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......زرقانی مواہب لدنیہ کی شرح ہے۔ حدیث شریف میں ہے (۲)۔

---

(۱) "قوله: "فليس منی" إن كانت الرغبة بضرب من التأويل يعذر صاحبه فيه، فمعنی أنه ليس منی: أی ليس علی طريقتی، ولا يلازم أن يخرج، وإن كانت الرغبة إعراضا فمعنی "ليس منی" ليس علی ملتی؛ لأن اعتقاد ذلك نوع من الكفر الخ". (حاشية صحيح البخاری: ۷۵۸/۲، رقمها : ۱، كتاب النكاح، قديمی)

(۲) "المواهب اللدنيه بالمنح المحمدية" فی السيرة النبوية فی مجلد، للشيخ أحمد القسطلانی المصری، وشرح المواهب للعلامة خاتمة المحدثين محمد الزرقانی المصری، المتوفی ۱۱۲۲ھ، وألف شرحاً حافلاً فی أربع مجلدات جمع فيه أكثر الأحاديث المروية فی شمائل المصطفی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم". (كشف الظنون: ۱۸۹۶/۲، ۱۸۹۷، (بتغيير يسير) مكتبة المثنی، بيروت)

۲......الیواقیت والجواہر میں شیخ اکبر کی فتوحاتِ مکیہ کے مغلق مقامات کو حل کیا گیا ہے۔ روایات حدیث جمع کرنے کا اس میں اہتمام نہیں، بلکہ علم الاسرار وعلم التصوف کے مضامین کو بیان کیا ہے(۱)۔

۳......شرح فقہ اکبر علم کلام میں ہے، علم حدیث میں نہیں (۲)۔

۴......مدارج السالکین ہمارے پاس موجود نہیں، اس کے نام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی تصوف میں ہے(۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/ ۸/ ۵۵ھ۔

صحیح: عبداللطیف، یکم/ رمضان/ ۱۳۵۵ھ۔

یہ الفاظ روایاتِ صحیح کے خلاف ہیں، صحیح روایات میں صرف: "لو کان موسیٰ" ہے عیسیٰ نہیں ہے۔ اگر تفصیل اس بحث کی دیکھنی ہو تو "عقیدۃ الاسلام فی حیٰوۃ عیسیٰ علیہ السلام" دیکھو(۴)۔ فقط سعید احمد غفرلہ۔

---

(۱) "الیواقیت والجواهر فی بیان عقائد الأکابر" للشیخ عبد الوهاب الشعرانی، ألفه فی العقائد، حاول فیه المطابقة بین عقائد أهل الکشف و عقائد أهل الفکر لم یسبقه إلیه أحد". (کشف الظنون: ۲/ ۲۰۵۴، مکتبة المثنی بیروت)

(۲) "الفقه الأکبر "فی الکلام للإمام الأعظم أبی حنیفة نعمان بن ثابت الکوفی، وشرحه لمولانا علی القاری فی مجلد وسماه منح الأزهر". (کشف الظنون: ۲/ ۱۲۸۷، مکتبة المثنی بیروت)

(۳) "مدارج السالکین إلی رسوم طریق العارفین" للشیخ عبد الوهاب الشعرانی، رتب علی خمسة أبواب، الأول من ذکر سنده الثانی فی آداب المرید الثالث فی آداب المرید مع شیخه، الرابع فی آدابه مع إخوانه، الخامس فی مقالات الشیوخ". (کشف الظنون: ۲/ ۱۶۴۰ مکتبة المثنی بیروت)

(۴) جاء فی حق موسی علیه السلام: "لو أن موسی کان حیاً ما وسعه إلا اتباعی" .... و حیثما وقع بذکر عیسیٰ أیضاً کما فی نسخة تفسیر ابن کثیر، .... فمن سهو الناسخین قطعاً وبتاً، ولا أصل له فی کتاب من کتب الحدیث، و قد وقع فی بعض المواضع من غیر کتب الحدیث بذکره، و هو کما قلنا من قلم الناسخین الخ". (مجموعة رسائل الکشمیری، لا وجود لحدیث: "لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین لما وسعهما إلا اتباعی" فی کتاب من کتب الحدیث: ۲/ ۸۰، ۸۱، إدارة القرآن کراچی)

"جزَی اللّٰہ عنّا بما ھوا ھلہٗ" کی فضیلت

سوال[۱۲۸۸]: فضائل درودشریف مصنفہ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ میں: ''جزی اللّٰہ عنا بما ھوأھلہ'' کی بڑی فضیلت لکھی ہے، کیا صحیح ہے، اور کب کب کیسے کیسے پڑھا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جی ہاں صحیح ہے(۱) جب جب جیسے جیسے دل چاہے پڑھا جائے، نہ وقت کی تعیین ہے نہ کسی خاص ہیئت کی تعیین ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ۔

"إن للقرآن ظهرًا وبطناً"

سوال[۱۲۸۹]: "إن للقران ظهرًا وبطناً إلى سبعين البطن" وفي رواية: "إلى سبعين بطناً"۔ اس کا ترجمہ کیا ہے اور یہ حدیث ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مجھے اس طرح یہ کسی حدیث کی کتاب میں دیکھنا یاد نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) (كنز العمّال للمتقي الهندي: ۳۹۰۰، التراث الإسلامي)

(۲) البتہ مشکوٰۃ میں ایک حدیث درج ذیل الفاظ میں مذکور ہے:

"وعن ابن مسعود رضي الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أنزل القرآن على سبعة أحرف، لكل آية منها ظهر وبطن، ولكل حد مطلع". رواه في شرح السنة". (مشكوٰة المصابيح: ۳۵، كتاب العلم، الفصل الثاني، قديمي)

(وكذا في اتحاف السادة المتقين: ۶۵/۲، بيروت)

(والمغني للعراقي: ۹۹/۱، عيسى الحلبي)

(ومرقاة المفاتيح: ۴۹۵/۱-۴۹۹، رقم الحديث: ۲۳۸، رشيديه)

"طلب العلم فریضة علی کل مسلم" کی تشریح

سوال[۱۲۹۰]: حدیث شریف میں آیا ہے:''طلب العلم فریضة علی کل مسلم'' اس سے علم دین کی کتنی مقدار مراد ہے؟ مفصل جواب تحریر فرمادیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

جتنی مقدار کے ذریعے سے عقائد حقہ اخلاق فاضلہ، فرائض وواجبات اور محرمات کو سمجھ جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

"من صلیّ خلف عالم تقیّ" کس کتاب میں ہے؟

سوال[۱۲۹۱]: ''جس نے ایک نماز کسی پرہیزگار امام کے پیچھے پڑھی اس نے گویا بنی اسرائیل کے ایک نبی کے پیچھے نماز پڑھی اور جس نے کسی عالم باعمل متقی کے پیچھے نماز پڑھی اس نے گویا میرے پیچھے نماز پڑھی''، یہ کون سی کتاب حدیث میں آیا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

ہدایہ میں یہ روایت ہے:''من صلی خلف عالم تقی فکأنما صلی خلف نبی''(۲) نصب الرایہ: ۲/ ۲٦ (۳) میں اس کو غریب لکھا ہے اور کوئی تخریج نہیں کی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ٦/ ۷/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ۔

---

(۱) قال الحافظ ابن حجر :''والمراد بالعلم العلم الشرعی الذی یفید معرفة ما یجب علی المکلف من أمر دینه فی عباداته ومعاملاته، والعلم بالله وصفاته، وما یجب له من القیام بأمره وتنزیهه عن النقائص الخ''. (فتح الباری : ۱/ ۱۴۱، دارالفکر بیروت)

(وکذا فی رد المحتار :مطلب فرض العین اهـ: ۱/ ۴۲، سعید)

(ومرقاة المفاتیح، کتاب العلم، الفصل: ۱/ ۴۷۷، رشیدیه)

(۲) (الهدایه: کتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۲۸/۲)

(۳) ''الحدیث الحادی والستون : قال علیه السلام : ''من صلی خلف عالم تقی فکأنما صلی خلف نبی''. قلت غریب''. (نصب الرایه، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۲/ ۲۸، مکتبه حقانیه)...................... =

"لا طاعة فی المعصیة" کی ترکیبِ نحوی

سوال[۱۲۹۲]: گزارش ہے کہ حدیث کی عبارت:"لاطاعةلمخلوق فی معصیة الخالق" میں بحث ہے، امیر اللہ وظفیر کا کہنا ہے کہ اس میں "لاطاعة" فعل ماضی منفی ہے باب تفاعل سے اور "لمخلوق" مفعول ہے، "لاطاعة" کا اور دلیل یہ ہے کہ "ۃ" اسم پر داخل نہیں ہوتا۔ لیکن زین العابدین کا کہنا ہے کہ اس میں "لا" مشابه بلیس ہے اور اسم مصدر ہے۔ لہٰذا آپ فیصلہ فرمائیں کہ کس فریق کی بات صحیح ہے؟

عبداللہ خان چمپارن

الجواب حامداًومصلیاً:

حدیث کے الفاظ تو یہ ہیں: "لاطاعةلمخلوق فی المعصیة" اس میں لائے نفی جنس ہے، "لا" مشبہ بلیس نہیں ورنہ اس کا اسم مرفوع ہوتا ہے، جیسے ۔

وكن لی شفیعاًیوم لا ذوشفاعة بمعنٰی قتلا عن سواد بن قارب

اور "لاطاعة" کو باب تفاعل سے ماضی منفی کہنا تو بالکل صریح البطلان ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۱۳/۱/۹۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۱۳/۱/۹۴ھ۔

حدیث "من تزیّا بغیر زیّه الخ" کی تحقیق

سوال[۱۲۹۳]: "من تزیّا بغیر زِیّه فقتل، فدمه هدر"۔ جس کو حضرت شاہ صاحب مرحوم ومغفور نے ایک جن صحابی کی طرف سے روایت کیا ہے اور اکابرِ دیوبند بھی اس روایت کو حضرت شاہ صاحب سے سلسلہ وار نقل کرتے ہیں، اس روایت کا محدثینِ کرام کے نزدیک کیا مقام ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کے متعلق علامہ سخاوی نے "المقاصد الحسنہ، ص:۱۹۲، میں لکھا ہے:" من تزیا بغیر زیه فقتل دمه هدر" لیس له أصل یعتمد، ویحکی فیه حکایات منقطة أن بعض الجان حدث به، إما عن

= (وكذا فی تذكرة الموضوعات: ص: ۴۰/بیروت)

(وفی كشف الخفا للعجلونی: ۲/۱۴۰، ۳۵۵، مكتبه دار التراث)

علی رضی الله عنه مرفوعاً وإما عن النبی صلی الله علیه وسلم بلا واسطة مالم یثبت فیه شیء" (۱) یعنی اس کی کوئی قابلِ اعتماد اصل نہیں، بعض جنات کی حکایات نقل کی جاتی ہیں جو کہ سند کے اعتبار سے منطقع ہیں اور کوئی چیز بھی ثابت نہیں، یہی مضمون ملاعلی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی الموضوعات الکبیر (۲) اور اس فن کی دیگر کتب میں ہے (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیو بند، ۲۶/۴/۱۳۹۹ھ۔

"من قال: لا إله إلا الله دخل الجنة" کا مطلب

سوال [۱۲۹۴]: حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ: "من قال: لا إله إلا الله، فقد دخل الجنة"۔ مدعی نے دعویٰ کیا ہے کہ اگر کسی کافر نے اس حدیث کو پڑھ لیا تو کافرانہ اعمال کی سزا دینے کے بعد ایک نہ ایک دن اس کو جنت میں داخل کیا جائے گا۔ ان کا دعوی ہے کہ حدیث میں لفظ "من" عام ہے اس میں کافر و مسلم سب برابر ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ لفظ "من" کے تحت میں ایمان شرط ہے یا نہیں؟ اگر ایمان شرط ہے تو کافر کو کیسے جنت میں داخل کیا جائے گا؟ اگر ایمان شرط نہ ہو تو اس کی کیا دلیل ہے؟ حدیث وقرآن کی روشنی میں مدلل جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اس قول میں جنت کی بشارت ہے جب کہ تصدیقِ قلبی کے ساتھ ہو، اسی کا نام ایمان ہے، اس کے بعد آدمی کافر نہیں رہے گا۔ کافر جنت میں نہیں جائیگا (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند، ۳/۷/۹۱ھ۔

---

(۱) (المقاصد الحسنة، ص: ۴۰۷، رقم الحديث: ۱۰۹۹، حرف الميم، مكتبة الخانجي، بمصر)

(۲) (الموضوعات الكبير، ص: ۲۲۶، قديمی)

(۳) (المصنوع فی معرفة الحديث الموضوع، ص: ۱۸۱، سعيد)

(وتذكرة الموضوعات ص: ۱۵۸، بيروت)

(وكشف الخفاء: ۲/۳۳۱، مكتبة دار إحياء التراث)

(۴) قال علی القاری: "دخل الجنة (أی من قال: لاإله إلا الله) دخولاً أولياً إن لم يصدر عنه ذنب بعد الإيمان أو ذنب وتاب أو عفاالله عنه أو دخولاً أخروياً، فإن الله لا يضيع أجر من أحسن عملاً، أو معناه =

"من قال لاإله إلاالله الخ "

سوال[۱۲۹۵]: حدیثِ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ پیغمبر خدا حکم اعلان بشارت بہ تہنیت فرمود :"من قال: لا إله إلا الله، دخل الجنة" بعداعلان می گوید :"ضربنی عمر فخررت لاستی" أو كما قال۔

الجواب حامداًومصلیاً:

این حدیث مفصلاً بحوالۂ صحیح مسلم درمشکوٰۃ المصابیح ص:۱۵ مذکوراست (۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۲۱/۲/۹۹ھ۔

"صاحب الورد وتارك الورد" الحديث

سوال[۱۲۹۶]: "من أراد العبادة ويرائى فقد أشرك بالله ومن قال: "لاإله إلا الله محمد رسول الله بعد الفريضة فقد كفربالله، صاحب الورد مامون وتارك الوردملعون"۔

ایک کتاب ہے جناب حاجی محمد زردار خان صاحب کی تالیف شدہ کتاب مذکور چند جزئیات کا مجموعہ ہے۔اس کتاب کے،ص:۱۷۱،مرغوب القلوب،شمس تبریز، جزء میں یہ حدیث شریف قدسی کے عنوان سے مکتوب ہے، ظاہری الفاظ سے حدیث صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ بندہ کا ناقص فہم اسی کا قائل ہے،اگر بالفرض محال حدیث مکتوب صحیح العبارۃ ہوتواس کے کیامعنی ہیں اوراحادیث کی کون سی کتاب میں ہے؟ مدلل جواب مطلوب ہے۔

= استحق دخول الجنة."(مرقاة المفاتيح: ۱/۱۰۲،كتاب الإيمان، حقانيه پيشاور)

(وكذا فى شرح النووى على الصحيح لمسلم : ۱/۴۱، قديمى)

وفى كشف الخفاء للعجلونى :"من قال لااله الا الله مخلصاً دخل الجنة" (۲/۲۷۳) مكتبه دار التراث)

(وكذا فى مجمع الزوائد للهيثمى: ۱/۱۷،۱۸،القدسى)

(۱) (مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، الفصل الثالث، ص: ۱۵،قديمى)

(والصحيح لمسلم ، باب الدليل على من مات على التوحيد: ۱/۴۱،قديمى)

(وكذا فى كشف الخفاء للعجلونى : ۲/۲۷۳،مكتبه دارالتراث)

الجواب حامداًومصلیاً:

میں نے کسی حدیث کی کتاب میں یہ عبارت بعنوان حدیث نہیں دیکھی، ظاہری مفہوم کے لحاظ سے اس کو حدیث کہنا بھی صحیح نہیں، بعض الفاظ بالکل حدیثِ صحیح کے خلاف ہیں:

"عن المغيرة بن شعبة رضى الله تعالىٰ عنه أن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يقول فى دبر كل صلوة مكتوبة: "لاإله إلا الله وحده لا شريك له"۔الحديث مشكوة شريف، ص:۸۸ (۱)۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہ دارالعلوم دیوبند،۱۰/۱/۹۵ھ۔

"نم کنومة العروس" پراشکال

سوال[۱۲۹۷]: "نم کنومة العروس" جس کا خلاصہ یہ ہے کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہوگا قبر کے اندر"پہلی رات کی دلہن کی طرح سوجا، بغیر کسی طرح کے کھٹکے" (۲)۔اب الجھن یہ ہے کہ آج کل کے ماحول کے اندر دلہن کوتقریباً پہلی ہی رات کے اندرخوب بے اطمینانی اور خدشہ رہتا ہے کیونکہ اجنبی واجنبیہ کی ملاقات

---

(۱) (مشكوٰة المصابيح، قديمى)

(وكذا فى صحيح البخارى: ۱/۱۱۴، دارالفكر)

(وفتح البارى: ۲/۳۲۵، دارالفكر بيروت)

(وكشف الخفاء للعجلونى: ۲/۴۹۸، مكتبه دارالتراث)

(۲) "وأخرج جويبر فى تفسيره عن الضحاك عن ابن عباس رضى الله عنه قال: شهد رسول الله صلى الله عليه وسلم جنازة رجل من الأنصار ......(إلى أن قال) "فيقول: مادينک؟ فيقول : دينى الإسلام، فيقول: من نبيک؟ قال: محمد، فيقولان: وما يد ريک ؟ قال : قرأتُ كتاب الله و آمنت به وصدقت، وينتهرانه عندها، وهى أشد فتنة تعرض على المؤمن، فينادى من السماء : قد صدق عبدى، فأفر شوه من فُرش الجنة، وأكسوه من كسوتها، وطيبوه من طيبها، وافسحواله فى قبره مد البصر، وافتحواله باباً من أبواب الجنة عند رأسه، وباباً عند رجليه، ثم يقولان له: نم نومة العروس فى حجلتها، ولم تذق عذاب القبر ...... الخ". (شرح الصدور فى أحوال الموتى والقبور، باب فتنة القبر، وسوال الملكين: ۱۲۷، ۱۲۸، دارالمعرفة، بيروت)

ہے، جہاں گھبراہٹ ہونا فطری ہے۔ اس وجہ سے مذکورہ بالا حدیث کے مفہوم کو سمجھنے میں دشواری ہورہی ہے اس کا حل اور تطابق فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر پہلے سے محبت ہو اور پوری تمنا کے بعد شادی ہو تو پھر بھی گھبراہٹ کا سوال پیدا ہوتا ہے: ''لا یوقظ إلا احب أهله إليه'' سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے(۱) نیز تشبیہ کے لئے ہر جزء سے انطباق (..................) ضروری نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۵/۹۷ھ۔

''طعام المیت یمیت القلب'' حدیث نہیں

سوال[۱۲۹۸]: میت کے ایصال ثواب کے لئے جو شیرنی بنائی جاتی ہے وہ یہاں کے رواج کے مطابق یہاں کے غرباء اور امراء سبھی کھاتے ہیں، پھر ''طعام المیت یمیت القلب'' کا کیا مطلب ہے؟ اور وہ کون سا طعام ہے اور کیا یہ حدیث ہے اور مذکورہ شیرنی کیا سب ہی لوگوں کو کھانا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

میت کے لئے ایصال ثواب کرنا ہو تو کھانا وغیرہ غریبوں کو دیا جائے، مالدار اسکے مستحق نہیں۔ ''طعام المیت یمیت القلب'' حدیث نہیں ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ایصالِ ثواب کا کھانا غیر مستحق کھائے تو اس کا دل مردہ ہوجاتا ہے اس کو خیر وشر کی تمیز نہیں رہتی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۷/۵/۹۰ھ۔

---

(۱) ''وأخرجه الترمذی وحسنه، وابن أبی الدنیا، والآجری فی ''الشریعة'' وابن أبی عاصم فی ''السنة''، والبهیقی فی ''عذاب القبر عن أبی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ''إذا قُبِرَ المیت أتاه ملکان أسودان أرزقان، یقال لأحدهما: منکر، وللآخر: نکیر، فیقولان له: ماکنت تقول فی هذا الرجل؟ ...... فیقول له: نم کنومة العروس الذی لا یوقظه إلا أحب أهله إلیه، حتی یبعثه الله من مضجعه ذالک ...... الخ''. (شرح الصدور فی أحوال الموتی والقبور، باب فتنة القبر وسؤال الملکین: ۱۳۴، ۱۳۵، دارالمعرفة، بیروت)

(۲)(کذا فی فتاوی عزیزی، شاه عبد العزیز محدث دهلوی رحمه الله تعالیٰ، ص: ۱۸۰، سعید)

نکاح کے بعد "ألهم ألّف بينهما كما ألفت بين يوسف وزليخا عليهما السلام" کی تحقیق

سوال[۱۲۹۹]: یہاں کے قاضی صاحبان نکاح کے بعد دعا میں یہ بھی پڑھتے ہیں: "اللهم ألف بينهما كما ألفت بين يوسف وزليخا عليهما السلام"۔ بعض صاحبان فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ دعا میں شریک نہ کرو کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کا زلیخا کے ساتھ نکاح نہیں ہوا تھا۔ کیا ان لوگوں کی بات درست ہے؟ اور کیا اس طرح دعا مانگنا گناہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بعض کتب میں نکاح ہونا مذکور ہے (۱) البتہ قرآن کریم وصحاح کی کتب میں نکاح ہونا مذکور نہیں۔ حدیث شریف میں "اللهم ألف بينهما" کی دعا کے ساتھ "كما ألفت بين يوسف وزليخا عليهما السلام" کو نہیں دیکھا (۲)۔ حدیث پاک میں جو الفاظ آئے ہیں ان میں برکت ہی برکت ہے، دوسرے الفاظ میں وہ بات نہیں۔ کوئی شخص اگر دعا میں ایسا کہے تو اس سے لڑنے کی بھی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۵/۹۰ھ۔

---

(۱) "بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اسی زمانہ میں زلیخا کے شوہر "قطفیر" کا انتقال ہو گیا تو شاہ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام سے ان کی شادی کر دی...... تاریخی روایات کے مطابق دولڑکے بھی پیدا ہوئے جن کا نام افرائیم اور منشا تھا"۔ (معارف القرآن، للمفتی محمد شفیع رحمه الله تعالیٰ، سورة يوسف: ۸۹/۵، إدارة المعارف كراچی)

قال القرطبي: "ثم مات قطفير: أى عزيز مصر، فزوجه الوليد بزوجة قطفير راعيل، فدخل بها يوسف، فوجدها عذراء، وولدت له ولدين ...... الخ". (أحكام القرآن للقرطبي، سوره يوسف: ۱۴۰/۹، دار الكتب العلميه، بيروت)

(وكذا في تفسير ابن كثير: ۶۳۴/۲، دارالاسلام، الرياض)

(وكذا في التفسير المنير لمعالم التنزيل للشيخ محمد نووی الجاوی: ۴۱۰/۱، مصطفىٰ البابي الحلبي)

(۲) "عن ابن عمر رضی الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج وعمر بن خطاب رضي الله عنه معه، فعرضت إمرأة، فقالت ...... ثم قال: "أللهم ألف بينهما وحبب أحدهما إلى صاحبه الخ". (دلائل النبوة، باب ماجاء في دعائه لزوجين أحدهما يبغض الآخر بالألفة واستجابة الله دعائه فيها: ۲۲۹/۶، دار الكتب العلميه، بيروت)

حدیث "من أحییٰ سنتی الخ" کا حوالہ

سوال[۱۳۰۰]: "من أحییٰ سنتی فقد أحیانی" أو کما قال علیه السلام۔ اگر یہ حدیث ہے تو اس کتاب کا نام اور کس باب میں ہے؟ مطلع فرمائیں، بعض مخالف حضرات کو اس کے ثبوت میں تردد ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"عن علی رضی الله عنه رفعه: "من أحییٰ سنة من سنتی أمیتت بعدی، فقد أحیانی، ومن أحیانی کان معی". رزین (جمع الفوائد: ۱/۱۷) (۱)۔ **فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔**

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۱۷/۱۰/۹۵ھ۔

حدیث "من تمسك بسنتی الخ" کا حوالہ

سوال[۱۳۰۱]: "ومن تمسك بسنتی عند فساد أمتی، فله أجر مائة شهید"۔ او کما قال علیه السلام۔ اس کا حوالہ درکار ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "من تمسك بسنتی عند فساد أمتی، فله أجر مائة شهید. رواه مشکوٰة، ص: ۳۰(۲) (البیهقی فی کتاب الزهد من حدیث ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنه)(۳) مرقاة، ص: ۲۵۰(٤)۔ **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔**

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۱۷/۱۰/۹۵ھ۔

---

(۱)(جمع الفوائد، للشیخ محمد المغربی، کتاب الاعتصام: ۱/۲۹، رقم الحدیث: ۱۳۹، المکتبة الإسلامیة، سمندری، پاکستان)

(وکذا فی جامع الأصول: ۹/۲۲۹، دار الفکر)

(۲) (مشکوٰة المصابیح، ص: ۳۰، باب الإعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الثانی، قدیمی)

(۳) کتاب الزهد الکبیر للبیهقی، ص: ۱۱۸، رقم الحدیث: ۲۰۷، مؤسسة الکتاب الثقافیة)

(۴)(مرقاة المفاتیح: ۱/۴۲۲ کتاب الإیمان، باب الإعتصام، الفصل الثانی، رشیدیه)

"لموقف ساعة فی سبیل اللّٰه" کی تحقیق

سوال[۱۳۰۲] : "لموقف ساعة في سبيل الله خير من العبادة في ليلة القدر عند حجر الأسود"۔ أو كما قال عليه السلام۔ مہربانی فرماکر حدیث کا حوالہ عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

دوسرے الفاظ تو فضائل کے بہت اونچے وارد ہوئے ہیں، یہ لفظ دیکھنا مجھے یاد نہیں، ممکن ہے کسی روایت میں ایسا بھی ہو، جن صاحب نے یہ بیان کیا یا لکھا ہوانھوں نے کوئی حوالہ دیا ہوتو وہاں دیکھ لیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۱۰/۱۷ھ۔

"النكاح من سنّتی" اور "من رغب عن سنّتی" کیا یہ ایک حدیث ہے؟

سوال[۱۳۰۳] : ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ: "النكاح من سنتي"، "فمن رغب عن سنتي" یہ مستقل حدیث نہیں ہے، بلکہ الگ الگ جملے ہیں۔ تو کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ان صاحب کا کہنا صحیح ہے، دونوں جملے الگ الگ ہیں، ان کے درمیان "قال" کہہ دیا جائے تاکہ الگ الگ ہونا واضح ہوجائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۱/۱۷ھ۔

"کل قصیرٍ" اور "کل طویلٍ" کی تحقیق

سوال[۱۳۰۴] : حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما میں کس کا قد بڑا تھا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی ایسی حدیث ہے جس میں دونوں کے قد کے متعلق ذکر کیا گیا ہے جس میں "إلا عمر رضي الله عنه

---

(۱) (سنن ابن ماجه، رقم: ۱۸۴۶. عيسى الحلبي، و مطبوعه مير محمد كتب خانه، أبواب النكاح، باب ما جاء في فضل النكاح، ص: ۱۳۴)

(وكذا في المغني للعراقي: ۴۱/۳، عيسى الحلبي)

(وفتح القدير: ۱۱۱/۹، دار الفكر، بيروت)

وإلا علی رضی اللّٰہ عنہ " کہہ کر مذکور ہے، کچھ مضمون حدیث غالباً اس طرح ہے کہ جتنے لمبے وہ سب ایسے "إلا عمر"، جتنے قصیر وہ سب ایسے إلا علی رضی اللّٰہ عنہ.

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قد دراز تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے، کذا فی صبح الأعشی (۱) وتاریخ الخلفاء (۲)۔ جن دو "إلا إلا" کا آپ نے سوال کیا ہے ان کا نام ونشان متونِ حدیث میں نہیں ملا۔ لوگوں کی زبان پر جو چیز آجائے بلاسند اس کو حدیث کہہ دینا درست نہیں (۳)۔ طویل اور قصیر کے بارے میں احمق اور فتنہ ہونا کسی حدیث میں نہیں دیکھا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۲/۱/۸۹ھ۔

حدیث میں دعائے برکت کے الفاظ

سوال [۱۳۰۵]: مشکوۃ شریف میں باب المعجزات میں ایک حدیث ہے، یہ دسویں حدیث ہے، اسی حدیث کے الفاظ کے درمیان میں یہ ہے: " فبصق فیہ وبارك ثم عمدہ اٰخرہ". الی اٰخرہ (٤).

---

(۱) "من کان فی غایة الطویل کان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کأنہ راکب والناس یمشون لطولہ". (صبح الأعشی: ۱/۴۴۷، المقالة الأولی، الباب الأول، الفصل الثانی، النوع السادس عشر، أوصاف جماعة من المشاهیر)

(۲) "عن زرٍ قال: "خرجت مع أهل المدینه فی یوم عید، فرأیت عمر یمشی حافیاً ...... طوالاً مشرفاً علی الناس کأنه علی دابة، ...... عن ابن عمر –رضی اللہ تعالیٰ عنهما– أنه وصف عمر فقال: رجل، أبیض، تعلوه حمرة، طوال ...... عن عبید ابن عمر قال: کان عمر یفوق الناس طولاً ...... عن أبی رجاء العطاردی قال: کان عمر رجلاً طویلاً الخ". (تاریخ الخلفاء للسیوطی، ص: ۱۰۳، عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه، فصل فی صفته رضی اللہ عنه)

"وقال سعید بن المسیب ...... کان علی شیخاً سمیناً ...... ربعة إلی القصر". (تاریخ الخلفاء، المصدرا السابق، ص: ۱۳۲، قدیمی)

(۳) "عن حفص بن عاصم قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: " کفی بالمرأ کذباً أن یحدث بکل ماسمع ". (الصحیح لمسلم: ۱/۹، المقدمه، باب النهی عن الحدیث بکل ماسمع، قدیمی)

(۴) (مشکوٰة المصابیح، باب فی المعجزات، الفصل الأول، ص: ۵۳۲، قدیمی)

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس حصہ میں "وبـــارك" کا لفظ ہے، یعنی آپ نے برکت کی دعا فرمائی، وہ برکت کی کیا دعا تھی؟ دعا کے الفاظ کیا ہوں گے؟ یہ مجھے ملے نہیں، براہِ کرم آپ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ دعا یہ تھی کہ ''یا اللہ! اس تھوڑے کھانے میں برکت دے جو سب کو کافی ہوجائے اور ہم تیری برکت کے محتاج ہیں''۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/ ۸/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/ ۸/ ۹۲ھ۔

حرمت سے پہلے شراب پینے کی روایت

ســـوال[۱۳۰۶]: ''صحیفہ'' نامی ایک پرچہ خانقاہ رحمانی مونگیر سے نکلتا ہے۔ جنوری ۱۹۷۳ء کے پرچہ میں ایک مضمون چھپا ہے، رائٹر غیاث الاسلام رحمانی ہیں، انہوں نے اپنے مضمون میں حرمتِ شراب کے تحت یہ واقعہ درج کیا ہے کہ ''ایک صحابی نے ایک روز حضرت علی اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما کو دعوت دی اور کھانے کے بعد شراب سے ضیافت فرمائی۔ شراب کے نشہ میں قرآن کی آیات نامناسب انداز میں پڑھ گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو انہیں بہت صدمہ ہوا اور بارگاہِ خداوندی میں دعا فرمائی کہ اے اللہ! کوئی واضح حکم شراب کے لئے نازل فرما تاکہ اس قسم کی لغویات سے صاحبِ ایمان محفوظ رہیں۔ اس کے بعد ﴿لا تقـربوا الصلوٰۃ وأنتم سكارى﴾ الاية (۱) نازل ہوئی۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا واقعی تاریخی طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حرمتِ شراب سے پہلے شراب پی تھی؟ یہاں یہ مشہور ہے کہ دو شخص ایسے ہیں جنہوں نے ایمان سے پہلے عالم کفر میں بھی شراب نہیں پی۔ ایک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ ایک صاحب نے ایسے ثبوت میں ''احیاء العلوم'' امام غزالی رحمہ اللہ کا حوالہ دیا ہے اور بتلایا کہ حضرت علی وحضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کبھی شراب نہیں پی: پھر ایمان کے عالم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شراب پینا تو اور بھی مذموم فعل ہے۔

اس علاقہ میں اس مضمون کی وجہ سے ایک ہیجانی کیفیت طاری ہے اور یہ واقعہ موضوعِ بحث بن کر باہم

---

(۱) (سورۃ النساء: ۴۳)

نفاق کا سبب بن گیا ہے، اس لئے اس کی پوری تحقیق کتبِ معتبرہ کے حوالہ کے ساتھ ارقام فرما کر مشکور فرمائیں۔

المستفتی: عبدالودود، داحسن منزل، صاحب گنج، بہار۔

الجواب حامداً ومصلياً:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حرمتِ خمر سے پہلے شراب پی کر نماز پڑھانا اور سورہ "قل يا أيهاالكافرون" کو نامناسب طریقہ پر اس میں پڑھنا حدیث وتفسیر کی کتب میں بسندِ صحیح موجود ہے(۱)۔ جب کہ ایک چیز حرام نہیں تھی تو اس کے استعمال کو اتنا مذموم سمجھ کر صحابہ کرام کی طرف سے بدظن یا تذبذب ہونا غلط ہے، جن کے متعلق شبہات پیدا ہوئے تو آیتِ شریفہ نازل ہوئی: "عن أبی النعمان قال: كنت ساقی القوم فی منزل أبی طلحة، فنزل تحريم الخمر، فأمر منادياً فنادیٰ، فقال أبوطلحة: فاخرج فانظر ما هذا الصوت، قال: فخرجت فقلت: هذا منادينادی: ألا! إن الخمر قد حرمت، فقال لی: اذهب فأهر قها، قال: فجرت فی سكك المدينة، قال: وكانت خمرهم يومئذ الفضح، فقال بعض القوم: قتل قوم وهی فی بطونهم، قال: فأنزل الله: ﴿ليس على الذين امنو وعملوا الصالحات جناح فيما طعموا﴾اه". بخاری، ص: ٦٦٤(٢).

جس کا حاصل یہ ہے کہ تحریم سے پہلے پینے والے گنہگار نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۶/۹۳ھ۔

شہید اور جس کا پہلے انتقال ہوا ان میں افضل کون ہے؟ حدیث کی تحقیق

سوال[۱۳۰۷]: ایک شخص شہید ہوتا ہے دوسرا شخص (نمازی) کا ایک سال کے بعد انتقال ہوتا ہے،

---

(۱) "حدثنا مسدد قال: نا يحيى عن سفيان قال: نا عطاء بن السائب عن أبی عبدالرحمٰن السلمی عن علی بن أبی طالب أن رجلاً من الأنصار دعاه وعبدالرحمن بن عوف فسقاهما قبل أن تحرم الخمر، فأمهم علیٌ فی المغرب، وقرأ ﴿قل يا أيها الكافرون﴾ فخلط فيها، فنزلت: ﴿لاتقربوا الصلوٰة وأنتم سكاریٰ حتى تعلموا ما تقولون﴾. (سنن أبی داؤد: كتاب الأشربة، باب تحريم الخمر: ۲/۱۶۱، سعيد)

(وكذا فی التفسير ابن كثير: ۱/۵۰۰، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(۲) (صحيح البخاری، باب قوله (ليس على الذين أمنوا وعملو الصلحٰت) ...... الی قوله، (والله يحب المحسنين): ۲/۶۶۴، قديمی)

یہ دوسرا شخص شہید سے پہلے جنت میں جائے گا۔کیا یہ حدیث صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جتنے اعمالِ صالحہ شہید نے کئے اوراس کے شہید ہونے پر اس کا سلسلۂ اعمال بند اور ختم ہوگیا، اگر چہ شہادت پر ختم ہوا جو کہ بہت ہی اعلیٰ چیز ہے، لیکن جس شخص نے سال بھر تک اس کے بعد اعمالِ صالحہ کئے (نماز وغیرہ) ظاہر ہے کہ یہ سال بھر کا ذخیرہ معمولی نہیں ہے کہ اس کو نظر انداز کیا جا سکے۔اس میں فرقِ مراتب کو حدیثِ پاک میں بیان کیا گیا ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/ ۷/ ۱۴۰۶ھ۔

لیلۃ القدر کی تعیین کی فراموشی کی روایت

سوال[۱۳۰۸]: مشہور ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلۃ القدر متعین کر کے بتلادی گئی تھی ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو مطلع کرنے کے لئے حجرہ مبارکہ سے باہر تشریف لائے، دو شخصوں میں تنازع ہو رہا تھا، آپ ان کے چکانے میں مشغول ہوگئے، اس جھگڑے میں اس قدر دیر ہوگئی کہ قلبِ مبارکہ سے ذہول ہوگیا۔یہ واقعہ احادیث سے ثابت ہے یا محض زبان زد ہے؟ اگر حدیث شریف سے ثابت ہے تو کس کتاب میں ہے؟ اوراس کے راوی قابلِ اعتبار ہیں یا نہیں؟ اور یہ واقعہ کس سن میں پیش آیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ حدیث جمع الفوائد میں ،ص: ۴، پر بخاری ،مسلم ، ابوداؤد شریف، نسائی، ابن ماجہ کے حوالہ سے

---

(۱) "عن أبی هريرةؓ قال: " كان رجلان من بنی حیّ من قضاعة أسلما مع رسول الله صلى الله عليه وسلم، فاستشهد أحدهما، وأخر الآخر سنةً، قال طلحة بن عبيدالله: فرأيت المؤخر منهما أدخل الجنة قبل الشهيد، فتعجبت لذلک، فذكرت ذلک للنبی صلى الله عليه وسلم ...... فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : "أليس قد صام بعده رمضان، وصلى ستة آلاف ركعةً، وكذا وكذا ركعةً صلاة سنة؟".

(الترغيب والترهيب: ۱/ ۲۴۳، ۲۴۴، كتاب الصلوٰة، رقم الحديث : ۲۸، الترغيب فی الصلوٰت الخمس والمحافظة عليها والايمان موجوبها، احياء التراث العربی بيروت)

(مسندالإمام أحمد: ۲/ ۲۳۳، رقم الحديث: ۸۱۹۴، احياء التراث العربی، بيروت)

(بمعناه فی سنن أبی داؤد: ۱/ ۳۴۹، كتاب الجهاد، باب فی النور يُرى عند قبر الشهيد، امداديه، ملتان)

مذکور ہے(۱)، سن معلوم نہیں، حدیث مستند ومعتبر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱/۹۰ھ۔

قلیل وقت میں کثیر عبادات، ایک روایت پر اشکال کا جواب

سوال[۱۳۰۹]: ''فضائل نماز'' ص:۸۱(۲) پر ایک روایت ''نزہۃ البساتین'' کے حوالہ سے حضرت امام زین العابدین رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق درج ہے، جس میں منقول ہے کہ موصوف روزانہ ایک ہزار رکعات نفل نماز پڑھا کرتے تھے، اس روایت پر ایک ریاضی داں صاحب کا اعتراض ہے، جبکہ وہ اپنے آپ کو اہلِ علم حضرات کی صف میں شامل سمجھتے ہیں۔

اعتراض ان کا یہ ہے کہ حضرت شیخ مدظلہ نے یہ روایت بلا سوچے سمجھے نقل کر دی کیونکہ اگر دو رکعت نماز کیلئے دس منٹ صرف ہوں تو ۲۴/ گھنٹہ میں صرف ایک ہزار رکعت پوری ہو سکے گی، اور اگر اس سے نصف وقت بھی مان لو تو ۲۴ گھنٹہ میں سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ اوقاتِ ممنوعہ اور کچھ وقت ضروریات کا لگا کر پھر بھی اس تعداد کو پورا کرنا قیاس سے باہر ہے، اور ان کا یہ بھی یقین ہے کہ اگر شیخ کو اس طرف توجہ دلائی جائے تو انہیں خود احساس ہو کر وہ اس کو کتاب سے خارج کرا دیتے۔ اس مسئلہ کی توجیہ حضور والا پر ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کے وقت میں برکت عطا فرماتے ہیں جو ریاضی کے حساب سے بالاتر ہے(۳)۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ ''بعض حضرات کا معمول رہا ہے کہ وہ ۲۴/ گھنٹہ میں آٹھ مرتبہ

---

(۱) "عن عبادة بن الصامت قال: خرج النبي صلى الله عليه وسلم ليخبرنا بليلة القدر، فتلاحىٰ رجلان من المسلمين، فقال: "خرجت لأخبركم بليلة القدر، فتلاحى فلان وفلان، وعسى أن يكون خيراً لكم، فالتمسوها في التاسعة والسابعة والخامسة". (صحيح البخاري، كتاب الصوم، باب رفع معرفة ليلة القدر اهـ: ۱/۲۷۱، قديمي)

(۲) (فضائل اعمال، فضائل نماز، ص: ۹۱، کتب خانه فیضی لاهور)

(۳) "فإن قلت: بعض المجاهدات مما لايعقل وقوعها، كثمان ختمات في يوم و ليلة، و كأداء ألف ركعة في ليلة و نحو ذلك. قلت: وقوع مثل هذا وإن استُبعِد من العوام لكن لا يستبعد ذلك من أهل الله تعالىٰ، فإنهم أعطوا من ربهم قوةً ملكيةً وَصَلُوا بها إلى هذه الصفات، لا ينكره إلا من ينكر صدور الكرامات و خوارق العادات". (مجموعه رسائل لكهنوى، إقامة الحجة: ۲/۱۸۴، إدارة القرآن كراچى)

پورا قرآن کریم ختم کرتے تھے(۱)۔عصر کی نماز کے بعد جمنا کے کنارے دہلی میں کھڑے ہوکر شروع سے آخیر تک پڑھ کر مغرب سے پہلے ختم کرنا حضرت مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کے حالات میں بھی درج ہے۔شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتوحاتِ مکیہ کی دس جلدوں کو روزانہ ڈھائی مرتبہ یعنی ۲۵/ جلدوں کا مطالعہ کرنا ''الیواقیت والجواہر'' میں مذکور ہے(۲) اور بے شمار اکابر کے کارنامے تصنیف اور مسافت طے کرنے سے متعلق مشہور ومعروف ہیں۔ریاضی داں صاحب کو اگر اس طرف توجہ ہوجائے تو وہ اپنا اعتراض واپس لے لیں۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ۔



---

(۱) ''و قد كانت للسلف رضي الله عنهم عادات مختلفة في القدر الذي يختمون فيه القرآن .... ختم بعضهم في اليوم والليلة ثماني ختمات : أربعاً في الليل ، و أربعاً في النهار، و ممن ختم أربعاً في الليل وأربعاً في النهار السيد الجليل ابن الكاتب الصوفي رضي الله عنه ''. (كتاب الأذكار للنووي ، كتاب تلاوة القرآن ، ص:۱۳۸ ، مكتبة دار البيان دمشق)

(۲) ''و حكى عبد الوهاب الشعراني في ''اليواقيت والجواهر'' عن نفسه أنه طالع ''الفتوحات'' – و هي عشر مجلدات ضخمة– كل يوم مرتين ''. (مجموعه رسائل لكهنوى، إقامة الحجة: ۲/۱۸۹)

فصل فی متفرقات الحدیث

محدّث کی تعریف

سوال[۱۳۱۰]: محدِّث ومحدِث میں کیا فرق ہے؟ کیا ہندوستان میں اس وقت بھی کوئی محدث حیات ہیں یا نہیں؟ یا حضرت مولانا محمود حسن اسیر مالٹا شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ ہندوستان خاتم المحدثین تھے۔ بعض عالم اب بھی اپنے نام کے ساتھ محدث لکھتے ہیں یہ کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مُحدِث، بے وضو کو کہتے ہیں اور جو شخص حدیث دانی کا مدّعی ہو اور وہ فقہ وحدیث کا ماہر نہ ہو تو استہزاء کے طور پر اس کو بھی کہتے ہیں، یہ "محدّث" وعلمِ حدیث کا ماہر نہیں بلکہ "مُحدِث" (بے وضو) ہے۔

"محدّث" اس شخص کو کہتے ہیں جس نے علمِ حدیث کے متون واسانید وعلل، تواریخ کو اصولاً وفروعاً سنا، پڑھا، لکھا ہو اور اس کے لئے شہروں اور گاؤں کا سفر بھی کیا ہو۔

بعض حضرات علمِ حدیث کا مشغلہ رکھنے والے اب بھی موجود ہیں جن کا اَور کوئی مشغلہ ہی نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حدیث شریف کا ادب

سوال[۱۳۱۱]: زید حدیث کی کتاب سے مسائل خلاف وغیرہ پڑھ رہے تھے سر پر ٹوپی نہیں تھی اور پیر پر پیر ڈالے پڑھ رہے تھے، بکر نے علیحدگی میں ان کو منع کیا کہ اس حالت میں سر پر ٹوپی وغیرہ ہونا چاہیے تو انہوں نے دلیل مانگی۔ براہِ کرم اس طرف اشارہ فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حدیثِ پاک کا احترام لازم ہے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ عمدہ لباس پہن کر، خوشبو لگا، کر قبلہ رُو بیٹھ کر درس دیا کرتے تھے، عمامہ سر پر ہوتا تھا اثنائے درس میں کسی اَور طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے، حتی کہ ایک

دفعہ بچھو کرتہ میں کسی طرح پہنچ گیا اور وہ کاٹتا رہا مگر آپ برابر درس دیتے رہے فارغ ہوکر دیکھا تو کئی جگہ اس نے کاٹ رکھا تھا (۱)۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ غسل کرتے، وضو اور مسواک کرتے، دو رکعت نماز پڑھتے، تب ایک حدیث شریف لکھا کرتے تھے، اس طرح سولہ سال میں بخاری شریف پوری لکھی (۲)۔ مجمع البحار، مقدمۃ الاوجز وغیرہ میں بڑے آداب لکھے ہیں (۳)۔

جو شخص جس قدر بے پروائی کرتا ہے اس قدر علم حدیث کی خیر و برکت سے کم بہرہ یاب ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۶/۸۷ھ۔

حدیث کیلئے وضو

سوال [۱۳۱۲]: احادیث کی کتابیں بلا وضو پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

گنجائش ہے، مگر باوضو مستحب ہے (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) (تذکرہ ائمۂ اربعہ ومشہور محدثین، ص: ۲۸، امام مالک، دار الاشاعت)

(۲) قال البخاری: " والحامل لي على تأليفه أني رأيتني واقفاً بين يدى النبى صلى الله عليه وسلم وبيدى مروحة أذب عنه فعبرلى بأنى أذب عنه الكذب وما وضعت فيه حديثاً إلا بعد الغسل وصلاة ركعتين، وأخرجته من زهاء ستمائة ألف حديث وصنفته فى ستة عشر سنةً، وجعلته حجةً فيما بينى وبين الله، وما أدخلت فيه إلا صحيحاً، وما تركت من الصحيح أكثر لئلا يطول. وصنفته بالمسجد الحرام، وما أدخلت فيه حديثاً حتى استخرت الله وصليت ركعتين وتيقنت صحته اهـ". (مقدمة مرقاة المفاتيح، ترجمة الإمام البخارى ومناقبهٔ: ۱/۵۴، رشيديه)

(۳) (مقدمه أوجز المسالک: ۱/۲۰-۲۴، تاليفات اشرفيه)

(وكذا فى "تذكره ائمۂ اربعه ومشهور محدثين، ص: ۴۱، امام بخارى، دار الاشاعت)

(۴) "ويكره لهم (الجنب والمحدث) مس كتب التفسير والفقه والسنن". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۹، رشيديه)=

4

ننگے سر حدیث شریف پڑھنا

سوال[۱۳۱۳]: زید حدیث کی کتاب سے مسائلِ طلاق وغیرہ پڑھ رہے تھے، سر پر کوئی ٹوپی نہیں ہے اور پیر پر پیر رکھے ہوئے پڑھ رہے تھے، بکر نے علیحدگی میں ان کو منع کیا کہ اس حالت میں سر پر ٹوپی وغیرہ ہونا چاہئے تو انھوں نے دلیل مانگی ہے، براہ کرم اس طرف اشارہ فرمادیں۔فقط

الجواب حامداً ومصلیاً:

حدیث شریف کا احترام لازم ہے، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ عمدہ لباس پہن کر، خوشبو لگا کر، قبلہ رو بیٹھ کر درس دیا کرتے تھے، عمامہ سر پر ہوتا تھا، اثناء درس میں کسی اور طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے حتی کہ ایک دفعہ بچھو کرتہ میں کسی طرح پہونچ گیا اور وہ کاٹتا رہا مگر آپ برابر درس دیتے رہے، فارغ ہونے کے بعد دیکھا تو بچھو نے کئی جگہ کاٹ رکھا تھا۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ غسل کرتے وضو اور مسواک کرتے، دو رکعت نماز پڑھتے تب ایک حدیث شریف لکھا کرتے تھے، اس طرح سولہ سال میں بخاری شریف پوری لکھی۔ مجمع البحار(۱)، مقدمۃ الاوجز(۲) وغیرہ میں بڑے آداب لکھے ہیں، جو شخص جس قدر بے پروائی کرتا ہے اسی قدر علم حدیث کی خیر و برکت سے کم بہرہ یاب ہوتا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۸۷/۶/۲۵ھ۔



=(وکذا فی الحلبی الکبیر: ۵۹، سهیل اکیڈمی)

(والطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الطهارة، باب الحیض والنفاس، ص: ۱۴۴، قدیمی)

(۱) (تذکرہ ائمۂ أربعه ومشهور محدثین، ص: ۲۸، امام مالک، دار الاشاعت)

(۲) (مقدمه أوجز المسالک: ۱/۲۰-۲۴، تالیفات اشرفیه)

(وکذا فی "تذکرہ ائمۂ اربعه ومشهور محدثین، ص: ۴۱، امام بخاری، دار الاشاعت)

باب الکتب المعتمدة وغیرها

(معتبر اور غیر معتبر کتب کا بیان)

چند کتبِ معتبرہ وغیر معتبرہ

سوال[۱۳۱۴]: ۱-کتب فردوس آسیہ۔۲-قصص الانبیاء۔۳-تذکرۃ الاولیا ہند۔۴-سر الشہادتین۔۵-قیامت نامہ۔۶-صبح کا ستارہ۔۷-رکن دین۔۸-کنز الدقائق۔۹-تنبیہ الغافلین۔۱۰-تقویت الایمان۔۱۱-مالابدمنہ۔۱۲-تفسیر سورہ یوسف۔۱۳-گلزار ابراہیم۔۱۴-فتاوی رشیدیہ۔۱۵-نور نامہ کلاں۔۱۶-مجالس الابرار۔آیا یہ کتابیں مستند و معتبر ہیں یا نہیں اور ان میں سے کون سی کتاب پڑھنی چاہیے؟

الجواب حامداًمصلیاً:

۴-حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی تصنیف ہے، بعض روایتیں اس کی ضعیف ہیں۔

۵-حضرت شاہ رفیع الدین صاحب کی تصنیف ہے اسکا اصل نام "علاماتِ قیامت" ہے یہ معتبر ہے۔

۷-کے بعض مسائل غیر معتبر ہیں۔ ۹-ابو اللیث سمرقندی کی تصنیف ہے اس کی بعض روایات کمزور ہیں۔

۸،۱۰،۱۱-معتبر ہیں۔۱۴،۱۶-بھی معتبر ہیں، بقیہ کتب میں نے نہیں دیکھیں (۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

چند مفید وغیر مفید کتابوں کے نام

سوال[۱۳۱۵]: حسبِ ذیل کتابوں میں جو آپ کی دیکھی ہوئی ہوں کون سی معتبر ہیں؟ ۱-قصص الانبیا۔۲-مجالس الابرار۔۳-حکایات صحابہ۔۴-مالابدمنہ۔۵-رکن دین۔۶-کنز الدقائق۔۷-شاہنامۂ

---

(۱) "فردوس آسیہ"، "قصص الانبیاء، صبح کا ستارہ، تفسیر سورۂ یوسف، گلزار ابراہیم" نامی کتب کا حال آئندہ سوال: "چند مفید وغیر مفید کتب کے نام" کے جواب میں ملاحظہ کیجئے۔

(کتابوں کے تعارف اور مطالعہ سے متعلق بہشتی زیور حصہ دہم، ص:۷۰۵، (طبع جدید) کا مطالعہ انتہائی مفید ہے)

اسلام مصنفہ حفیظ جالندھری۔۸-فتح الباری۔۹-گلزار ابرہیم۔۱۰-تفسیر سورہ یوسف۔۱۱-نور نامہ کلاں۔۱۲-تاریخ خیر البشر۔۱۳-معجزہ آل نبی ۔۱۴-قصۂ دردِ سر۔۱۵-قصۂ ہرنی۔۱۶-قصۂ آل جابر۔۱۷-احسن المواعظ۔۱۸-فردوس آسیہ۔

الجواب حامداًمصلیاً:

۱،۲،۳،۴،۵،۶،۸: میری دیکھی ہوئی ہیں، معتبر ہیں، مگر نمبر:۹ بخاری شریف کی شرح ہے جس کے مصنف شافعی المذہب ہیں اس لئے اس کے مسائل فقہیہ اسی وقت تک قابل عمل ہیں جب تک وہ حنفی مذہب کے موافق ہوں۔

۱،۹،۱۷-کومولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مفید فرمایا ہے۔

۱۰،۱۳-غیر مفید بلکہ مضر فرمایا ہے۔بہشتی زیور حصہ دہم:ص۴،۵(۱)۔

۵-کی اصلاح کسی عالم صاحب نے تحریر کی ہے وہ اگر ساتھ ہوتو اس کے مسائل پر عمل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

۱۶-میں اگر آلِ جابر کے مرنے کے بعد زندہ ہونے کا قصہ مذکور ہے تو وہ غلط ہے۔

۱۱،۱۴،۱۵-بچپن میں دیکھی تھیں اب یاد نہیں ان میں کیا ہے، بقیہ کا حال کچھ معلوم نہیں (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/صفر/ ۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/صفر/ ۶۸ھ۔

کتاب ''دواسلام'' کا مطالعہ

سوال[۱۳۱۶]: کتاب ''دواسلام'' غلام جیلانی برق مصنف ہے، یہ کتاب پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ جو حدیثوں کے متعلق لکھا ہے یہ صحیح ہے یا نہیں؟ کتاب دواسلام کے جواب میں مولانا طیب صاحب نے لکھی

---

(۱)(بہشتی زیور،ص:۴۰۷،مطبوعہ دارالاشاعت طبع جدید)

(۲)جن کتب کے نام نہیں آئے ہیں ان کو کسی محقق عالم کو دکھائے بغیر مطالعہ نہیں کرنا چاہئے۔(بہشتی زیور،ص:۴۰۷(طبع جدید)میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس طرح لکھا ہے)

ہے، اگر لکھی ہے تو آگاہ فرمائیں۔

الجواب حامداًو مصلیاً:

ڈاکٹر غلام جیلانی برق کی کتاب ''دواسلام'' میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ سراپا ہدایتِ حدیث کو ناقابلِ اعتبار قرار دے کر مذاق اڑایا گیا ہے جو انتہائی درجہ کی گمراہی اور بد دینی ہے، مسلمانوں کو ہرگز اس کا مطالعہ نہیں کرنا چاہیے، ورنہ اگر اس پر اعتماد کیا تو دین تباہ ہو جائے گا، اس کی ایک اَور کتاب دوقرآن وہ بھی بد دینی پیدا کرنے والی کتاب ہے۔ مولانا طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے اس کی تردید میں ایک کتاب لکھی ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۱۱/۸۸ھ۔

بلاغ المبین

سوال[۱۳۱۷]: جناب مولانا مولوی ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف کردہ کتاب ''بلاغ المبین'' کو جھٹلاتے ہیں، اس کے نزدیک رکھنا پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًو مصلیاً:

اس کتاب کی کونسی بات کو غلط کہتے ہیں اور کس دلیل کی بنا پر کہتے ہیں، تفصیل سے لکھئے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۹/۹۰ھ۔

مولانا محمد اسماعیل شہید دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کی کتابیں

سوال[۱۳۱۸]: مولانا اسماعیل صاحب دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصانیف کا پڑھنا مناسب ہے یا نہیں؟ ان کی مشہور کتاب ''تقویۃ الایمان'' اور ''صراط مستقیم'' پر بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں لہٰذا صحیح حکم سے مطلع کیجیے۔

---

(۱) حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف کہیں نظر سے نہیں گزری، البتہ ترجمان اہل سنت شیخ الحدیث سرفراز خان صفدر صاحب نے اس کے جواب میں ایک کتاب لکھی ہے: ''صرف ایک اسلام بجواب دو اسلام'' اس کا نام ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً:

مولانا محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے متبعِ سنت صاحبِ نسبت عالم اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب محدث دہلوی کے بھتیجے اور شاگرد تھے، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے پوتے تھے، ان کا عقیدہ بالکل قرآن وحدیث کے موافق تھا، اتباعِ سنت پر دل سے فریفتہ تھے، بدعت کے سخت مخالف تھے، رات دن سنت کو پھیلانے اور بدعت کو مٹانے میں مشغول رہتے تھے، خدا کے راستے میں خدا کے دشمنوں سے جہاد کیا اور اسی میں شہید ہوئے۔ ان کی کتابیں معتبر ہیں، ان کو پڑھنے اور ان پر عمل کرنے سے ایمان تازہ ہوتا ہے، اخلاق پاکیزہ ہوتے ہیں، حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت ومحبت دلوں میں سما جاتی ہے، مگر ان کی کتابیں کسی ایسے ماہر عالم سے پڑھنے کی ضرورت ہے جو کہ ان کے مزاج سے واقف ہو اور ان کی اصلاحات کو خوب جانتا ہو۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

''تقویۃ الایمان'' اور ''تذکیرالاخوان'' کی شان

سوال: زید کہتا ہے کہ ''تقویۃ الایمان وتذکیرالاخوان'' کے مسائل مطابقِ اہلِ حق کے ہیں لہٰذا ہر دو کتاب کا رکھنا پڑھنا اور اس پر عمل کرنا عینِ اسلام ہے اور اس کے مسائل سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہیں، ہر دو کتاب ردِ بدعت میں نہایت مدلل ہیں ان کا انکار کرنے والا اہل باطل وبدعتی ہے۔ اور عمر کا کہنا ہے کہ ''تقویۃ الایمان وتذکیرالاخوان'' کا رکھنا پڑھنا اور اس پر عمل کرنا مطابقِ مذہبِ اہل باطل ہے اور ہر دو کتاب خلافِ سنتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید وعمر میں کون حق پر ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداًومصلیاً:

زید کا قول صحیح ہے، عمر کا قول غلط ہے (۱) لیکن ان میں بعض الفاظ سخت ہیں جو کہ اس زمانہ کی جہالت

---

(۱) اس لئے کہ دونوں کتابوں کے مضامین اور مسائل آیاتِ قرآنیہ واحادیثِ نبویہ کے عین مطابق ہیں ملاحظہ ہو (تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، دارالاشاعت کراچی)

کے علاج کے طور پر لکھے گئے ہیں (۱) جیسا کہ ان لوگوں کی تردید کے لئے جو کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو ''الہ'' مانتے تھے، قرآن کریم میں وارد ہوا ہے: ﴿قل فمن يملك من الله شيئا إن أراد أن يهلك المسيح ابن مريم﴾ الخ (۲)۔

مگر ان الفاظ کا مطلب غلط نہیں جو کہ غور کرنے یا سمجھانے سے سمجھ میں آ سکتا ہے، بلاضرورت ان الفاظ کو استعمال کرنا جیسا کہ بعض کی عادت ہوگئی ہے گستاخی ہے اس سے احتیاط چاہیے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۶/۶۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/ جمادی الثانیہ/۶۴ھ۔

''تقویۃ الایمان''، ''ارواحِ ثلاثہ''، ''الشہاب الثاقب'' کا حوالہ دینا

سوال [۱۳۲۰]: کتاب ''تقویۃ الایمان''، ''ارواحِ ثلاثہ''، ''الشہاب الثاقب'' کے حوالے دیئے جا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جو بات جس کتاب میں لکھی ہے اس کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ فلاں بات فلاں کتاب میں لکھی گئی ہے، یہی حال ان کتابوں کا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱/۹۴ھ۔

---

(۱) ''المفتي في الوقائع لا بد له من ضرب اجتهاد و معرفة بأحوال الناس''. (رد المحتار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم: ۲/۳۵۸، سعيد)

(۲) (سورة المائدة: ۱۷)

(۳) ''وفي هذا الحديث من الفوائد: الندب إلى حسن المعاشرة والتواضع''. (فتح الباري: ۱/۴۳۴ باب بول الصبيان، قديمي)

قال الآلوسي رحمه الله تعالىٰ تحت قوله: ﴿يأيها الذين آمنوا لا يسخر قوم من قوم﴾ المعنى لا يحتقرن بعض المؤمنين بعضاً''. (روح المعاني: ۲۶/۱۵۲، سورة الحجرات، بيروت قديم)

''حفظ الایمان، تقویۃ الایمان، صراط مستقیم'' کس کی تصنیف ہیں؟

سوال[۱۳۲۱]: ایک شخص اکابر دیوبند کی کتابوں کو غلط قرار دے رہا ہے، نمبروار جواب دیں۔

۱.....تقویۃ الایمان حضرت اسماعیل صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ دہلوی کی نہیں ہے اور صراط مستقیم بھی ان کی نہیں ہے۔

۲.....حفظ الایمان مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کی نہیں ہے، یہ بھی مت پڑھو۔ ہم تبلیغی جماعت کے آدمی ہیں، ہم اَن پڑھ ہیں اور وہ شخص جو اعتراض کر رہا ہے تعلیم یافتہ ہے۔ یہ کتابیں اپنی جماعت کی ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تبلیغی جماعت والوں کو اس بحث میں نہیں پڑنا چاہیے، جو لوگ تعلیم یافتہ نہیں وہ اپنے چھ نمبروں پر قناعت کریں اور تبلیغی نصاب کی کتابوں کو پڑھیں اور سنیں، ''حفظ الایمان'' حضرت مولانا تھانوی کی ہے اس پر مخالفین نے اعتراض کیا اور ہنگامہ برپا کیا، جس کے جواب میں ''توضیح البیان'' وغیرہ متعدد کتابیں لکھی گئیں ہیں اور اب تک اعتراضات کئے جا رہے ہیں، اس لئے آپ لوگ بالکل ان چیزوں سے علیحدہ رہیں۔ ''تقویۃ الایمان'' اور ''صراط مستقیم'' دونوں کتابیں مولانا محمد اسماعیل رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہیں ان پر بھی مخالفین نے اعتراض کئے ہیں، ان کے جوابات دیئے گئے ہیں(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۵/۹۱ھ۔

''توضیح البیان فی عبارۃ حفظ الإیمان''

سوال[۱۳۲۲]: سیرت کمیٹی ہذا میں ایک درخواست آئی ہے جس کی عبارت ذیل میں درج ہے، کمیٹی نے فیصلہ کیا ہے کہ درخواست کے مضمون کو اپنی شکل میں نقل کر کے دیوبند، بریلی اور جماعتِ اسلامی کے مراکز سے رجوع کیا جائے تا کہ آپ سے اس بات کی تصدیق کرالی جائے کہ آیا درخواست میں مرقومہ عبارت کی صحت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ نیز قرآن وحدیث کی روشنی میں ہمیں بتائیں کہ حضرت مولانا

(۱) ملاحظہ کیجئے: (''عباراتِ اکابر'' مصنفہ ترجمان اہل سنت شیخ الحدیث سرفراز خان صفدر صاحب مدظلہ)

اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کیسا اعتقاد رکھا جائے؟ نقل درخواست حسب ذیل ہے:

بخدمت شریف صدر کمیٹی صاحب

سلام مسنون عرض ہے کہ ایک پیر صاحب پیر غلام محی الدین کے پاس (نام نامعلوم) ایک کتاب میری نظر سے گزری جس میں سرتاجِ علمائے دین ہند و مکہ مکرمہ خصوصاً حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ کو کافر لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ جو شخص ان حضرات کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ اور نیز تحریر ہے کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ''حفظ الایمان'' میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے نعوذ باللہ سور اور کتے کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور ساتھ ہی بہشتی زیور کے حصہ اول میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "لا إلــه إلا الله أشـرف علـى رسول الله'' اور اسی طرح درود شریف بھی "أللهـم صـل عـلـى سيدنـا أشرف على و على آله وأصحابه'' لکھا ہوا ہے۔

اس بات پر میں نے سیرت لائبریری سے مذکورہ کتابیں پیش کرنے کی دعوت دی ہے، اگر واقعی بہشتی زیور وغیرہ کتابوں سے ایسا صریح طوفانِ نوح ثابت ہوجائے تو ایسی کتابیں فوراً تحقیق طلب ہیں۔ اور پیر صاحب کی کتاب کی نشان دہی غلط ثابت ہوئی تو امت محمدی کی نظر میں ان جلیل القدر علمائے دین کی تکفیر کیا درجہ رکھتی ہے۔ سیرت کمیٹی نے پیر صاحب کی کتاب کو دیکھا، کتاب ''ظفر الاسلام'' مصنفہ محمد جمیل الرحمٰن قادری برکاتی رضوی بریلوی جس میں مولوی اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو کافر لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ تھانوی نے کہا ہے کہ میرا کلمہ اور درود پڑھو۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

''حفظ الایمان'' کو چھپے ہوئے زمانہ دراز گزر چکا، بارہا مختلف مقامات میں چھپی ہے اور چھپتی رہتی ہے نایاب نہیں، اس کو منگا کر دیکھ لیا جائے اس میں کتے اور سور کا نام تک نہیں، اس کی شرح خود مصنف نے لکھی ہے جس کا نام ''بسط البنان'' ہے، ایک اَور شرح ہے اس کا نام ہے ''توضیح البیان'' اور سب شرحیں موجود ہیں ان میں

تفصیل مذکور ہے۔ خود مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ سے جو دریافت کیا گیا اور جو کچھ انہوں نے جواب دیا وہ درج ذیل ہے:

سوال: بخدمتِ اقدس حضرت مولانا المولوی الحافظ الحاج الشاہ اشرف علی صاحب مدت فیوضکم العالیہ!

بعد سلام مسنون عرض ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب (بریلوی) یہ بیان کرتے ہیں اور ''حسام الحرمین'' میں آپ کی نسبت لکھتے ہیں کہ آپ نے ''حفظ الایمان'' میں اس کی تصریح کی کہ غیب کی باتوں کا علم جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے ایسا ہر بچہ، ہر پاگل، بلکہ ہر جانور، ہر چار پائے کو حاصل ہے، اس لئے امور ذیل دریافت طلب ہیں:

۱...... آیا آپ نے ''حفظ الایمان'' یا کسی اَور کتاب میں ایسی تصریح کی ہے؟

۲...... اگر تصریح نہیں تو بطریقِ لزوم بھی یہ مضمون آپ کی کسی عبارت سے نکل سکتا ہے یا نہیں؟

۳...... آیا ایسے مضمون سے آپ کی کیا مراد ہے؟

۴...... اگر آپ نے نہ ایسے مضمون کی تصریح فرمائی، نہ اشارہ مفاد عبارت ہے، نہ آپ کی مراد ہے تو ایسے شخص کو جو یہ اعتقاد رکھے اسے آپ مسلمان سمجھتے ہیں یا کافر؟

بندہ: محمد مرتضی حسن عفی عنہ

الجواب از حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ

شفیق مکرم سلمہ اللہ تعالیٰ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے خط کے جواب میں عرض کرتا ہوں:

۱...... میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھنا تو درکنار میرے قلب میں اس مضمون کا خطرہ بھی نہیں گزرا۔

۲...... میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا، چنانچہ اخیر میں عرض

کروں گا۔

۳...... جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں اور میرے دل میں کبھی بھی اس کا خطرہ نہیں گزرا جیسا کہ اوپر معروض ہوا تو میری مراد کیسے ہوسکتا ہے؟

۴...... جو ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوصِ قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی۔

اس کے بعد حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''حفظ الایمان'' کی عبارت کا مطلب وضاحت سے بیان فرمایا، جس میں کسی قسم کا شبہ بھی باقی نہ رہے۔

''بہشتی زیور'' بے شمار مقامات پر چھپی ہے اس میں بھی کہیں ''لا إله إلاالله أشرف علی رسول الله'' اور یہ درود شریف ''أللهم صل علی سیدنا أشرف علی و علی آله وأصحابه'' موجود نہیں، جو لوگ اس قدر صریح غلط الزام لگاتے ہیں اور کفر کا حکم لگاتے ہیں ان کو خدا سے ڈرنا چاہئے کہ اس سے ایمان تباہ ہوتا ہے (۱) اور جن لوگوں کا عقیدہ بگڑے گا ان کا وبال بھی سر رہے گا، خدائے پاک ہدایت دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۱/۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

''بہشتی زیور'' اور ''تقویۃ الایمان'' کیسی کتابیں ہیں؟

سوال [۱۳۲۳]: کتاب ''تقویۃ الایمان''، ''بہشتی زیور'' اور ''اصلاح رسوم'' کیسی کتابیں ہیں؟ ان کو پڑھنا چاہیے یا نہیں؟ جو شخص ان کتب کو برا کہے وہ کیسا ہے؟

---

(۱) ''عن أبي ذرّ أنه سمع النبي صلی الله علیه وسلم یقول: ''لا یرمي رجل رجلاً بالفسوق ولا یرمیه بالکفر، إلا ارتدت علیه إن لم یکن صاحبه کذلک''. (صحیح البخاري، کتاب الأدب، باب ماینهی عن السباب واللعن: ۸۹۳/۲، قدیمي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ کتابیں صحیح اور معتبر ہیں، جو شخص علمائے محققین سے ان کو سمجھ کر پڑھے گا اس کو ان میں کوئی اشکال نہیں ہوگا، جو ان کتابوں کو برا کہے وہ یا تو ناواقف ہے یا معاند ہے، بہرحال غلطی پر ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۵/ ۷/ ۸۷ھ۔

بہشتی زیور

سوال[۱۳۲۴]: جو کہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کی ''بہشتی زیور'' چھپائے ہوئے ہیں، ان کا پڑھنا جائز ہے یا ناجائز بعض کہتے ہیں کہ مولانا اہل سنت نہیں ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ قابل اعتماد، مستند حنفی، اہلسنت والجماعت کے عالم اور بزرگ ہیں جیسا کہ ان کے حالات، تصانیف، مواعظ سے ظاہر ہے، جو شخص یہ کہتا ہے کہ مولانا اہلِ سنت نہیں وہ غلط کہتا ہے، یا اس کو مولانا کے حالات سے واقفیت نہیں، لاعلمی اور جہالت سے کسی مخالف سے سن کر ایسا کہتا ہے، اس کے مسائل مجموعی حیثیت سے قابل اعتماد ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/ ۱۱/ ۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم، ۲۵/ ذیقعدہ/ ۵۴ھ۔

''رکن الدین'' اور ''بہشتی زیور'' میں کون سی کتاب معتبر ہے؟

سوال[۱۳۲۵]: ''رکن الدین'' مولفہ محمد رکن الدین نقشبندیہ ومجددیہ اور ''بہشتی زیور'' مصنفہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ میں کونسی کتاب بلحاظِ قرآن حکیم وسنتِ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ وتابعین وتبع تابعین زیادہ مستند اور انسب، ارجح وارفع ہے؟

درمیانِ مسائل اختلافی مابین ہر'' دو کتاب'' مثلاً لیلۃ الرغائب، شب معراج، ہزاری روزہ، سوئم، دسویں، بیسویں، اور چہلم و برسی و دیگر رسوم و بدعاتِ شنعیہ جن کو کتاب ''رکن الدین'' سنت اور مستحب و مستوجب بتلاتی ہے، لیکن بہشتی زیور ہزاری روزہ، آخری چہار شنبہ، ظہر احتیاطی، چہلم، سوئم اور دیگر رسومات کو

مذموم رسومات قرار دیتی ہے، اس کی پابندی دن اور تعین وقت کو ضروری قرار نہیں دیتی ہے اور ہزاری روزہ کو بدعت قرار دیتی ہے، حدیث نبوی ﷺ اور اسوہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس کا جواز نہیں ملتا، دونوں میں درمیان اختلافی مسائل کس کتاب پر عمل کیا جائے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

کتاب ''رکن الدین'' میں بہت سے مسائل ایسے بھی ہیں جو قرآن کریم، حدیث شریف، آثار صحابہ سے ثابت نہیں، آئمہ مجتہدین خصوصاً امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول نہیں بلکہ وہ بدعت محض ہیں، اس لئے اس کے مطالعہ سے عوام کو اجتناب چاہیے۔

''بہشتی زیور'' کے مسائل صحیح ہیں وہ معتبر کتاب ہے اس کے مسائل مآخذ عربی میں حاشیہ پر درج کر دیئے گئے ہیں، اختری بہشتی زیور سہارنپور مدرسہ مظاہر العلوم کتب خانہ یحیوی سے یہ مکمل مدلل بہشتی زیور شائع ہوا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/ ۷/ ۹۲ھ۔

''رکن الدین'' کی اصلاح

سوال [۱۳۲۶]: میں نے ایک مسئلہ کی کتاب دیکھی ہے جس کا نام ''رکن الدین'' ہے، بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ یہ غیر معتبر ہے، یہ کتاب میرے پاس ہے۔ میرا دل یہ چاہتا ہے کہ آپ اپنے قلم سے اس کی تصحیح کر دیں اگر چہ مولف دوسرے ہیں۔

الجواب حامداًومصلیاً:

''رکن الدین'' کی ایک اصلاح بھی طبع ہوئی ہے، اس کے مصنف بھی ایک دفعہ ملے تھے، اس کا نام ''اصلاح رکن دین'' ہے۔ جو اصلاحات آپ چاہتے ہیں خدا جانے اس میں آ گئی ہیں یا نہیں، اگر آپ بھیجیں گے اور وقت ملے گا تو میں بھی مطالعہ کرلوں گا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/ ۱۲/ ۹۱ھ۔

''انوارالاتقیاء'' کا حال

سوال[۱۳۲۷]: ا......''انوارالاتقیاء'' حضرت فریدالدین عطار رحمہ اللہ تعالیٰ جس کا ترجمہ ''تذکرۃ الاولیاء'' حافظ برکت اللہ صاحب فرنگی محلی نے کیا ہے۔کیا یہ معتبر ہے؟

۲......کیا اس کتاب کے مصنف ولی تھے؟ کیا ان کا شمار صف اول کے اولیاء میں ہوتا ہے؟

۳......کیا ان کے اقوال معتبر وثقہ ہیں کہ ان پر اعتماد اور بھروسہ کیا جائے؟

۴......اگر کوئی اس کتاب کو فضول وغیر معتبر مانے تو وہ کیسا ہے؟

۵......کیا حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی کتاب میں اس کو معتبر فرمایا ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

ا...... مجھے اس کتاب کی زیارت نہیں ہوئی اس لئے کچھ نہیں کہہ سکتا (۱)۔

۲......حضرت فریدالدین عطار مشہور اولیاء میں سے شمار ہوتے ہیں۔

۳......اصلاحِ باطن اور معارف میں ان کا قول خاص وزن رکھتا ہے اور ان کی ہدایت سے روشنی ملتی ہے، چنانچہ ان کا ''پندنامہ عطار'' شائع اور داخل درس ہے، اکابر اس کے مطالعہ کی تاکید فرماتے ہیں (۲)۔

۴......ساری کتاب کو لغو کہتا ہے یا کسی عبارت پر اعتراض کرتا ہے؟

۵......میرے علم میں نہیں (۳)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۳/۹۱ھ۔

---

(۱) انوارالاتقیاء ترجمہ اردو تذکرۃ الاولیاء کے شروع میں مترجم لکھتے ہیں: ''میں نے کتاب مذکور کا با محاورہ سلیس اردو زبان میں ترجمہ کیا اور اپنے ترجمہ کا نام انوارالاتقیاء رکھا''۔ کتاب میں چونکہ بزرگان واولیاء امت کے حالات ہیں، حلال وحرام کے احکام نہیں اور مصنف خود ولی کامل تھے اس لئے دیکھنے اور مطالعہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ شاید اعمال صالحہ میں مدد ومعاون ہو۔

(۲) "پند نامه" فارسی منظوم .... للشيخ فريد الدين محمد بن إبراهيم العطار الهمداني المتوفى سنة سبع و عشرون وستمائة، و هو نظم مفيد مشهور، فيه نصائح بليغة لطيفة، و لهذا يقرأه الصبيان، و شرحه مولانا شمعي بالتركية، وسماه سعادت نامه". (كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون: ۱/۲۵۵، مكتبه المثنى بيروت)

(۳) حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مشہور تالیف ''بہشتی زیور'' میں جہاں کتابوں پر تبصرہ کیا ہے ان میں یہ کتاب نہیں۔ دیکھئے: (بہشتی زیور، ص: ۷۰۴، طبع جدید دارالاشاعت)

فقہ اوزاعی

سوال[۱۳۲۸]: جب کبھی کسی خاص کام میں استفادہ کی ضرورت ہوتی ہے تو آپ ہی یاد آتے ہیں، اس وقت یہ معلوم کرنا کہ امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ جو امام شام کے نام سے مشہور ہیں اور جن کا فقہ تقریباً دوسو سال تک شام میں اور چالیس سال تک اندلس میں رائج رہا اور کچھ لوگ ائمہ اربعہ کی صف میں شمار کرتے ہیں (۱)، ان کے متعلق یہ معلوم کرنا ہے کہ کوئی کتاب آپ نے ایسی بھی ملاحظہ فرمائی ہے کہ جس میں امام اوزاعی کی فقہ کے مسائل یکجا جمع ہوں یا فقہ اوزاعی کے اصول پر کوئی کتاب ہو۔

امام اوزاعی کے حالات میں لکھا ہے کہ تقریباً ستر ہزار مسائل کا جواب دیا، اگر اتنی گنتی مراد نہ ہو تب بھی سات ہزار تو ہوں گے ہی۔

فقہ کی کتب میں متفرق طور پر تو مل جاتے ہیں لیکن یکجا نہیں ملتے، اگر کوئی کتاب ایسی نظر سے گذری ہو کہ جس میں ان کی فقہ بھی ہو تو مہربانی فرما کر ضرور مطلع فرمائیں، میں بہت تلاش کر رہا ہوں لیکن مجھے کوئی کتاب نہیں ملی اس لئے آپ کی رہبری کی ضرورت ہے۔ ایک طالب علم امام اوزاعی پر تحقیقی کام کر رہے ہیں ان کے سلسلہ میں ضرورت ہے، بدرجہ مجبوری اگر کتب فقہ سے ان کی فقہ جمع کی جاوے تو کن کن کتب سے مدد مل سکتی ہے؟ جمع کرنے کا آسان طریقہ کیا ہوگا؟ فقہ کی کن کن کتب میں ان کی آراء کو زیادہ ذکر کیا گیا ہے؟ ویسے تو یہ کام بڑا لمبا نظر آتا ہے اس کو آسان کرنے کا طریقہ تحریر فرمائیں۔ امام اوزاعی کے حالت پر تو بیروت اور تونس سے نو کتابیں شائع ہوئی ہیں لیکن اب تک کسی کتاب میں فقہ اوزاعی کے سو دوسو مسائل بھی یکجا جمع نہیں کئے ہیں، اگر فقہ اوزاعی کا ایک بڑا حصہ جمع ہو گیا تو ایک بڑا کام ہوگا۔

---

(۱) "هو عبد الرحمن بن عمرو بن محمد أبوعمر والأوزاعي، حدث عن عطاء بن أبي رباح، وربيعة بن يزيد .... و ابن المبارك، و يحى القطان وغيرهم، قال الهقل: أجاب الأوزاعي في سبعين ألف مسئلةً، له تصانيف كثيرة مهمة، معظمها مفقودة .... و سكن في آخر عمره بيروت مرابطاً، و توفي بها سنة سبع و خمسين و مائة". (الإجماع لابن المنذر النيسابوري، ص: ۱۳۶، مكتبه الفرقان عجمان)

(انظر ترجمته في طبقات ابن سعد: ۴۸۸/۷، بيروت، تذكرة الحفاظ: ۱۷۸/۱، بيروت)

الجواب حامداًومصلیاً:

فقہ اوزاعی پر کوئی مستقل کتاب میں نے نہیں دیکھی، ویسے بھی کتب فروع میں ان کا مذہب کم ہی ملتا ہے، مبسوط میں نسبتاً زیادہ ہے، ''میزان الکبریٰ'' (۱) میں شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مبسوط سے زائد بیان کیا ہے (۲)۔

امام ابو یوسف نے مستقل کتاب لکھی ہے ''الرد علی سیر الاوزاعی'' (۳) جو کہ لجنۃ احیا المعارف النعمانیہ حیدر آباد دکن نے ۱۳۵۷ھ میں شائع کی ہے۔ امام ابوحنیفہ کی کتاب ''السیر'' پر اعتراضات کئے تھے یہ اس کا جواب ہے، اس میں مستقلاً امام اوزاعی کا مذہب ہے، مگر یہ صرف مسائل سیر کے متعلق ہے دیگر ابواب فقہیہ اس میں موجود نہیں۔

شروح حدیث فتح الباری (۴)، عمدۃ القاری (۵)، بذل المجہود (۶)، اوجز المسالک (۷) وغیرہ میں مختلف ابواب میں اقوال ائمہ کو بیان کرتے ہوئے ان کا قول بھی بہت سے مسائل میں نقل کیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱۰/۹۰ھ۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کا مطالعہ

سوال [۱۳۲۹]: ''کیمیائے سعادت''، بحر الحقائق، إحیاء العلوم'، مولفہ مولانا امام غزالی رحمہ

---

(۱) (المیزان الکبری للشعرانی، ص: ۱۰۵، مصر)

(۲) "فأما إبراهيم النخعي والأوزاعي رحمه الله تعالىٰ، فقد روى عنهما توريث ثلاث جدات".
(المبسوط للسرخسي رحمه الله تعالىٰ، كتاب الفرائض، باب الجدات: ۱۸۲/۲۹، غفاريه كوئٹه)

(۳)(الرد على سير الأوزاعي مع التعليق لأبي الوفاء الأفغاني، مصر)

(۴) "وعن طائفة .... كل فريق من الكفار ملة، فلم يورثوا مجوسياً من وثني، و لايهودياً في نصراني، و هو قول الأوزاعي". (فتح الباري، كتاب الفرائض، باب لايرث المسلم الكافر: ۵۸/۱۲، قديمي)

(۵) دیکھئے: (عمدة القاري: ۲۵۹/۲۳، كتاب الفرائض، باب مولى القوم من أنفسهم)

(۶) (بذل المجهود، كتاب الفرائض، باب هل يرث المسلم الكافر: ۱۱۰/۵، امداديه)

(۷) (أوجز المسالک، كتاب الفرائض، ميراث الجد: ۲۱۲/۵، المكتبة اليحيويه سهارنفور)

اللہ تعالیٰ کو پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جومسائل اصلاح سے متعلق ہیں ان پر عمل کرنا شیخ کی اجازت سے جائز ہے اور مذہب کے خلاف مسائل پر عمل کرنا جائز نہیں اوران کا مطالعہ عالم کے لئے جائز ہے، غیر عالم کو ناواقفیت کی وجہ سے احتیاط چاہیے(۱)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/۱/۵۲ھ۔

صحیح:عبداللطیف عفی اللہ عنہ، مفتی مدرسہ ہذا، ۳۰/محرم/۵۲ھ۔

''فتاوی عالمگیری'' کو غیر مستند کہنا

سوال[۱۳۳۰]: ایک شخص کہتا ہے کہ''فتاوی عالمگیری''غیر مستند ہے اور حضرت اورنگزیب سخت گیر بادشاہ تھا، وہ فتاوی عالمگیری سے منحرف ہوتا ہے اوراس کے مسائل قبول نہیں ہیں۔کیا علمائے دیوبند کا بھی اس پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی مسئلہ''فتاوی عالمگیری'' سے لیا جائے تو قابلِ قبول نہ ہو اور غیر مستند قرار دیا جائے؟ اس کتاب کا اشتہار وسیم بکڈپو دیوبند کی جانب سے دیکھ کر اس کی اہمیت میری سمجھ میں آئی۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے، دیگر اکابرین نے اس کے حوالے پیش کئے ہیں،لیکن مذکورہ شخص کے اس طرح بیان سے لوگوں کا رجحان عالمگیری کی جانب سے ہٹتا ہے،لہذا ایسے شخص کے متعلق ازروئے شریعت کیا حکم ہے؟ جو عالمگیری سے منحرف ہو اور اسے غیر مستند قرار دیتا ہو جبکہ وہ خود بھی عالم نہ ہو اور نہ کہیں سے فارغ التحصیل ہو اس کی اقتداء دینی ودنیاوی معاملہ میں کیسی ہے؟آگاہ فرمائیں نوازش ہوگی۔

الجواب حامداًومصلیاً:

اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ پابند شرع متبع سنت تھے(۲)، انھوں نے''فتاوی عالمگیری''خود

---

(۱)''احیاء علوم الدین میں بعض روایتیں ضعیف اور بعض موضوع ہیں جیسا کہ علامہ عراقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تخریج میں نشاندہی کی ہے،اس لئے عوام کواس کے مطالعہ کرنے کے لئے پہلے کسی محقق عالم سے مشورہ کرنا چاہیے یہی حال کیمیائے سعادت وغیرہ کا بھی ہے۔

(۲) ''أمیر المؤمنین و رئیس المسلمین، إمام الغزاة ورأس المجاهدین أبوالمظفر محي الدین محمد أورنک زیب عالمگیر پادشاه ، غازی أبّد الله تعالیٰ سلطانه الخ''. (الفتاوی العالمکیریه: ۱/۲، رشیدیه)

تفصیل کے لئے دیکھئے:(تاریخ دعوت و عزیمت :۵/۴۲، ۴۳، مجلس نشریات اسلام)

تصنیف نہیں کی بلکہ علماء کی ایک بڑی جماعت کے ذریعے مدون کرائی گئی۔ مجموعی حیثیت سے اس میں بیان کردہ مسائل معتبر اور صحیح ہیں (۱)۔ اتنی بڑی کتاب میں اگر ایک دو یا کچھ زیادہ مسائل غیر مفتی بہ بھی موجود ہوں تو سب کتاب کو غیر معتبر نہیں کہا جائیگا۔

جو شخص خود عالم نہ ہو اس کو معتبر غیر معتبر کی تمیز ہی نہیں ہوتی اس کو ایسی بات کہنے کا حق نہیں، کسی ایک دو مسئلہ کی وجہ سے اگر کسی سے سن کر شخصِ مسئول عنہ نے ایسا کہہ دیا تو اس کو رجوع کر لینا چاہیے، نماز اس کے پیچھے درست ہوگی (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

ذکرِ شہادت کی کتابیں

سوال [۱۳۳۱]: ذکر شہادت میں صحیح کتابیں کونسی ہیں کیونکہ ذکر شہادت میں بہت سی کتابیں شائع ہو چکی ہیں مگر سب میں مختلف فیہ حالات درج ہیں، اس لئے صحیح حالات دیکھنے کے لئے کونسی کتاب دیکھنی چاہیے؟

---

(۱) "الحذاق فی هذا الفن من العلماء الغائصين على فرائده، و كلد الكتب المدونة الجامعة لفوائده فأوعز إليهم بالكدش فی مخايل هذا الفن ودلائله واللمش عن تفاصيله وتنقير وجوه مسائله، وأن يألفوا كتاباً حامشاً لظاهر الروايات التی اتفق عليها، وأفتی بهاالفحول الخ". (الفتاوی العالمكيريه : ۱/۳، رشيديه)

تفصیل کے لئے دیکھئے (: تاریخ دعوت وعزیمت: ۵/۴۳ مجلس نشریات اسلام)

(۲) نماز اس شخص کی اقتداء میں پڑھنا مکروہ ہے جو کہ فاسق ہو، شخص مذکورہ چونکہ اس وجہ سے فاسق نہیں، لہٰذا اس کی اقتداء میں نماز درست ہے: "ويكره تنزيهاً إمامة عبد .... وأعرابی .... وفاسق". (الدر المختار، باب الإمامة: ۱/۵٦٠، سعيد)

(و كذا فی شرح المنية (حلبی كبير) باب الإمامة، ص: ۵۱۳، سهيل اكيڈمی لاهور)

(و كذا فی الفتاوی العالمكيريه، كتاب الصلوة، الباب الخامس فی الإمامة: ۱/۸۴، رشيديه)

"أويظهر سب السلف لظهور فسقه بخلاف من يُخفيه؛ لأنه فاسق مستور .... والأولی أن يقال: سب مسلم لسقوط العدالة بسبب المسلم وإن لم يكن من السلف". (رد المحتار، كتاب الشهادات، باب القبول وعدمه: ۵/۴۸۳، سعيد)

الجواب حامداً ومصلياً:

ذکر شہادت سے کیا مراد ہے، اگر حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا حال دیکھنا ہے تو شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا رسالہ ''سر الشہادتین'' (۱) اس مضمون میں بہتر ہے، روضۃ الصفا (۲) تاریخ الخلفاء وغیرہ میں بھی یہ قصہ تفصیل سے مذکور ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

جنگ نامہ محمد حنیف وغیرہ

سوال [۱۳۳۲]: ''جنگ نامہ محمد حنیف، جنگ نامہ بابل، جنگ نامہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' وغیرہ یہ کتابیں پڑھنے میں کوئی گناہ تو نہیں اور جو ان میں قصے قید دیو اور بیر الامم لکھا ہے آیا یہ صحیح ہے یا غلط اور یہ کتابیں کون سے زمانے میں لکھی گئی تھیں؟ کیونکہ زید نے کسی تاریخ میں ان قصوں کو نہیں دیکھا، آپ ان کی اچھی طرح صحت فرما کر زید کو اطمینان دلا دیجیے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ تینوں کتابیں غیر معتبر ہیں ان کے واقعات جھوٹے ہیں، ان کو ہرگز نہیں پڑھنا چاہیے، بظاہر رافضیوں کی یہ کتابیں لکھی ہوئی ہیں (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

''مناجاتِ مقبول'' اور ''حزب الأعظم'' میں فرق

سوال [۱۳۳۳]: حزب اعظم بہتر ہے یا مناجات مقبول؟

---

(۱) فی أوله: ''اعلم رحمك الله تعالىٰ أن الكمالات الخ''. (سر الشهادتين لمولانا شاه عبد العزيز محدث دهلوی رحمه الله تعالىٰ، مجتبائی دهلی)

(۲) (روضة الصفاء)

(۳) تفصیل کے لئے دیکھئے: (بہشتی زیور، حصہ دہم، ص: ۴۰۷، مطبوعہ دارالاشاعت طبع جدید)

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں بہتر ہیں ان میں تضاد نہیں، طویل ومختصر کا فرق ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۴/۸۷ھ۔

کیا قدوری کا درجہ صحاحِ ستہ سے بڑھا ہوا ہے؟

سوال[۱۳۳۴]: آپ نے میرے فتوی کا جواب: ۴۱/۷۴/۲۹ (ب) بھیجا جس کا شکریہ(۲)، لیکن میرے بزرگ مفتی صاحب نے جواب میں اپنی الٹی گنگا بہا کر اپنے بزرگوں کے بھی خلاف کیا: ''حدیث کی کتابیں ترمذی وغیرہ معتبر ہیں، مگر ایسی حدیثیں ہیں جو منسوخ ہوچکی ہیں وغیرہ وغیرہ اور کتب فقہ قدوری وغیرہ میں ایسے مسائل ہیں جو معتبر حدیثوں سے ثابت ہیں، ان پر عمل کرنے سے کسی منسوخ حدیث پر عمل نہیں ہوگا'' ۔ یہ آپ کا تحریر فرمانا حق بجانب نہیں ہے بلکہ اس کے خلاف امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب ''حجۃ اللہ البالغۃ'' میں لکھتے ہیں:

''تفریعاتِ فقہ کو ہمیشہ کتاب وسنت پر منطبق کرتے رہنا چاہیے، جو مسائل تفریعی کتاب وسنت کے موافق ہوں قبول کئے جاویں جو خلاف ہوں ان کو ترک کردیا جاوے، امتِ محمدی کے واسطے اجتہادی مسائل کو کتاب وسنت کی کسوٹی پر رکھنا نہایت ضروری ہے''(۳)۔

پھر تحریر فرماتے ہیں:

''طبقۂ اولی کی صرف تین کتابیں ہیں: موطا، صحیح بخاری، صحیح مسلم، لیکن صحیح بخاری

---

(۱) ''مناجاتِ مقبول'' مرتبہ حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ دارالاشاعت، اور ''حزب اعظم'' کئی علماء نے مرتب کئے ہیں، ان میں سے ایک ملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ اور ایک شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ کی ترتیب شدہ بھی ہے۔

(۲) اس سے بظاہر آئندہ مسئلہ عنوان: ''موطا کتب حدیث قدوری اھ'' ۔ مراد ہے۔

(۳) "و لا ینبغي أن یرد حدیثاً أو أثراً تطابق علیه القوم لقاعدة استخرجها هو أو أصحابه .... فإن رعایة الحدیث أوجب من رعایة تلک القاعدة المخرجة". (حجة الله البالغة، فصل فی مسائل ضلت فیها الأفهام: ۱/۴۴۹، قدیمی)

وصحیح مسلم پر محدثین متفق ہیں کہ ان میں تمام متصل مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں اور یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک بالتواتر پہنچی ہیں اور جو ان کی عظمت نہ کرے وہ مبتدع ہے، جو مسلمان کی راہ کے خلاف چلتا ہے''(۱)۔

آپ نے شاہ صاحب کے خلاف جرأت کر کے حدیث کا مرتبہ گھٹا دیا، پھر اپنے امام مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بھی خلاف کیا ہے کہاں تک اپنے بزرگوں کو گناؤں، سب ہی نے صحاح ستہ کو قابلِ عمل بتلایا ہے(۲)۔ خان محمد، بہادر گڑھ، میرٹھ۔

الجواب حامداًومصلیاً:

کیا ترمذی شریف میں ضعیف، منسوخ، متعارض حدیث موجود نہیں، حالانکہ امام ترمذی خود جگہ جگہ فرماتے ہیں ''هذا حديث ضعيف'' اس کا انکار تو وہی شخص کرسکتا ہے جس نے ترمذی شریف کا بس نام ہی سنا ہے، پڑھا نہیں، تب ہی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو اپنے استدلال میں پیش کرتا ہے۔ اگر عقد الجید (۳) اسعاف (۴) ازالۃ الخفاء (۵) کا مطالعہ ہی کرلیا ہوتا تو خلجان نہ ہوتا۔ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی سبیل الرشاد (۶)، الکوکب الدری (۷)،

---

(۱) "فالطبقة الأولى : منحصرة الاستقراء فى ثلاثة كتب: الموطأ، وصحيح البخارى، و صحيح مسلم .... وأما الصحيحان فقد اتفق المحدثون على أن جميع ما فيهما من المتصل المرفوع صحيح بالقطع، وأنهما متواتران إلى مصنفيهما ، و أنه كل من يهون أمرهما، فهو مبتدع متبع غير سبيل المؤمنين". (حجة الله البالغة ، باب كيفية فهم المراد من الكلام : ۱/۳۸٦، قديمى)

(۲) دیکھئے: (التعليق الممجد على مؤطأ الإمام محمد للكنوى رحمه الله تعالىٰ، ص: ١٦ ، مير محمد كتب خانه)

(۳) "فيجب أن يعلم من علم الكتاب الناسخ والمنسوخ .... ويعرف منها الصحيح والضعيف والمسند والمرسل الخ". (عقد الجيد فى أدلة الإجتهاد والتقليد، ص: ١١، ١٢، سعيد)

(۴) (لم أطلع على هذا الكتاب)

(۵) دیکھئے: (إزالة الخفاء عن خلافة الخلفاء : ۱/۱۴۳)

(٦) (سبيل الرشاد منسلكه تاليفات رشيديه، ص: ٥٠٦، ادارهٔ اسلاميات)

(۷) "أطلق لفظ الحسن أو الصحيح على الروايات الغربية بل الضعيفة الخ". (الكوكب الدرى: ۱/۳۱، ادارة القرآن)

لامع الدراری (۱) بھی غالباً سائل کی نظر سے نہیں گزریں ورنہ ان کے کلام کو ہمارے فتوی کے خلاف نہ قرار دیتا۔ اسی طرح مولانا عبدالحی رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب کی سعایہ (۲) ہی دیکھ لیتا تو یہ شبہ نہ ہوتا۔ ہم نے صحاح ستہ کو ہرگز ہرگز ناقابلِ اعتماد نہیں کہا، اگر سائل ہمارے فتوی کا یہ مطلب سمجھا تو غلط سمجھا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

موطاء، کتبِ حدیث اور قدوری وغیرہ کتبِ فقہ میں صحیح قابل عمل کون ہے؟

سوال [۱۳۳۵]: صحاح ستہ: موطا امام مالک، بخاری شریف، مسلم شریف، سنن ابوداود شریف، سنن ترمذی، سنن نسائی، قابلِ عمل ہیں یا قدوری، ہدایہ، منیۃ المصلی، کنز الدقائق، شرح وقایہ، درمختار، فتاوی عالمگیری، مالا بدمنہ، بہشتی زیور قابل عمل ہیں؟

ان کتابوں میں کون کون سی کتابیں صحت کے اعتبار سے صحیح ہیں، جن میں صحیح صحیح حدیثیں درج ہیں؟ آپ کے دفتر سے فتاوی عالمگیری پر کس کس مسئلہ پر فتوی ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

حدیث کی کتابیں: موطاء امام مالک، بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی وغیرہ معتبر ہیں (۳) مگر ان میں ایسی حدیثیں بھی ہیں جو منسوخ ہو چکی ہیں، راجح بھی ہیں، مرجوح بھی، متعارض بھی ہیں، اس واسطے جو شخص ان حدیثوں پر عمل کرے گا تو ہوسکتا ہے کہ وہ مرجوح پر عمل کرلے یا منسوخ پر عمل کرلے۔ اور کتبِ فقہ قدوری وغیرہ میں ایسے مسائل ہیں جو معتبر حدیثوں سے ثابت ہیں، ان پر عمل کرنے سے کسی منسوخ حدیث پر عمل نہیں ہوگا اور کوئی معتبر حدیث ترک نہیں ہوگی، اور حدیث میں بصیرت رکھنے والا سمجھتا جائے گا کہ فلاں مسئلہ فلاں حدیث سے ثابت ہے اور فلاں مسئلہ فلاں حدیث سے ثابت ہے (۴)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱/۲ھ۔

---

(۱) "قوله (فاقرع بينهم الخ) والقرعة منسوخة عندنا الخ". (لامع الدراري: ۱۰۴/۳، كتاب الأذان، مكة المكرمة)

(۲) (السعاية في حل شرح الوقاية، أحكام التيمم: ۵۱۲/۱، سهيل اكيڈمی)

(۳) (سيأتي تخريجه تحت عنوان: "کتب صحاح")

(۴) دیکھئے: (شرح المعلل لابن رجب رحمه الله تعالیٰ)

کتبِ صحاح

سوال[۱۳۳۶]: کتبِ حدیث میں اول درجہ پر کون کون کتابیں ہیں اور صحاح ستہ کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

صحت کے اعتبار سے بخاری شریف کا درجہ سب سے اول ہے(۱)۔صحاح ستہ یہ ہیں: بخاری شریف، مسلم شریف، نسائی شریف، ابوداؤدشریف، ترمذی شریف، ابن ماجہ شریف (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

صحاح ستہ اور معتبر وغیر معتبر کتب

سوال[۱۳۳۷]: صحاح ستہ کی حدیث کا کیا مطلب ہے اور حدیث کی کل کتنی کتابیں ہیں اور معتبر و مستند حدیث کی کونسی کتاب ہے؟ موضوع حدیث کی کتاب کا کیا نام ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

صحاح ستہ: بخاری، مسلم، سنن ابو داود شریف، سنن ترمذی، ابن ماجہ، سنن نسائی کا نام ہے(۳) حدیث کی کل کتابیں بے شمار ہیں (۴)، یہ صحاح ستہ معتبر اور مستند ہیں اور ان کے علاوہ اور بھی بہت سی

---

(۱) "صحيح البخاری ولعمری! إنه نال من الشهرة والقبول درجة لاترام فوقها". (حجة الله البالغة: ۱/۴۳۳، باب الفرق بين أهل الحديث وأصحاب الرأى بيان أعلم المضفين واشهرهم.

ثم اتفقت العلماء على تلقى الصحيحين بالقبول وأنهما أصح الكتب المؤلفة، ثم الجمهور على أن صحيح البخاری أرجحهما وأصحهما قيل: ولم يوجد عن أحد التصريح بنقيضه". (مرقاة المفاتيح: ۱/۵۸، شرح مقدمة المشكاة: ترجمة الإمام البخاری ومنا قبه ، بيروت)

(وكذا فى هدى السارى مقدمة فتح البارى: ۱/۱۰، قديمى)

(۲) "المشهور أن أول مراتب الصحاح منزلةً صحيح البخاری ثم صحيح مسلم ثم سنن أبى داؤد ثم سنن النسائى .... ثم جامع الترمذى ثم ابن ماجه للقزوينى". (معارف السنن: ۱/۷۷، بيان سماع البخاری من الترمذی حديثين ومنزلة جامع الترمذى من بين الصحاح)

(وكذا فى مقدمة المشكاة ،ص: ۱۰، قديمى)

(وكذا فى مقدمة بذل المجهود: ۱/۲، مكتبه امدايه ملتان)

(۳) (سيأتى تخريجه تحت عنوان: "کتب صحاح")

(۴) تفصیل کے لئے دیکھئے: (نفحات التنقيح شرح مشكوة المصابيح : ۱/۳۶،۳۷، مکتبہ فاروقیہ کراچی)

معتبر ہیں (۱)۔ موضوعات کی کتابیں تذکرۃ الموضوعات، موضوعات کبیر، اللآلی المصنوعہ (۲)، اللؤلؤ المرصوع وغیرہ ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۴/ شعبان/ ۶۱ھ۔

صحاحِ ستہ کے علاوہ دیگر کتبِ حدیث

سوال [۱۳۳۸]: کتبِ صحاح کے بغیر دوسری کتبِ احادیث مثلاً: بیہقی، دارمی، طبرانی، طحاوی وغیرہ یہ قابلِ قدر اور معتبر کتابیں ہیں کہ نہیں؟ نیز کتبِ صحاح کی حدیث کو ہی حدیث سمجھنا اور ان کے علاوہ دوسری کتبِ حدیث کو احادیث نہ سمجھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

صحاحِ ستہ کے علاوہ دیگر کتب احادیث: بیہقی (۳) طحاوی (۴) دارمی (۵) دارقطنی (۶) موطاء (۷)

---

(۱) "قد ظن أناس أنهما (الشيخان) قد التزما أن يخرجا كل ما صح من الحديث فى كتابهما .... فقد روى عن البخارى أنه قال: ماأدخلت فى كتابى الجامع إلا ما صح، و تركت جملةً من الصحاح خشية أن يطول الكتاب، وروى عن مسلم أنه .... قال :إنما أخرجت هذا الكتاب وقلت: هو صحاح ولم أقل: إن ما لم أخرجه من الحديث فى هذا الكتاب فهو ضعيف .... و بما ذكرنا من عدم التزامهما استيعاب الأحاديث الصحيحة أجمع يظهر لک أن لا وجه لإلزام من ألزمهما إخراج أحاديث لم يخرجاها مع كونها صحيحة .... الأصول الخمسة: هى صحيح البخارى .... السادس: المؤطاء، و تبعه على ذلک المجد بن الأثير فى كتاب جامع الأصول وكذا غيره الخ ".(مقدمه فتح الملهم: ۱/ ۹۵، بيان أن الشيخان لم يستوعبا الصحيح ، كتب خانه محموديه سهارنپور)

(۲) (اللآلى المصنوعة فى الأحاديث الموضوعة لجلال الدين السيوطى رحمه الله تعالىٰ، وهوتلخيص موضوعات ابن الجوزى)

(كشف الظنون من أسامى الكتب والفنون : ۲/ ۱۵۳۴، مكتبه المثنى بغداد)

(۳) (السنن الكبرىٰ للبيهقى لإمام المحدثين الحافظ الجليل أبى بكر أحمد بن الحسين ابن على البيهقى المتوفى سنة: ۴۵۸، مطبوعه تاليفات اشرفيه ملتان)

" المعجم الكبير والصغير والأوسط فى الحديث للإمام أبى القاسم سليمان بن أحمدالطبرانى =

وغیرہ بھی قابل قدر کتابیں ہیں، ان کی احادیث کو احادیث نہ سمجھنا جہالت اور ضلالت ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

صحاح ستہ پر اعتماد نہ کرنا

سوال[۱۳۳۹]: ایک شخص یہ کہتا ہے کہ مرادآباد میں جامعہ قاسمیہ کی صحاحِ ستہ کی کتابیں سراسر غلط ہیں، انہوں نے کچھ حدیثیں اپنی طرف سے بنا کر لکھوادی ہیں۔ اوران کتابوں میں توحید بھی ہے تو توحید کو بھی غلط قرار دیتا ہے، کیونکہ لفظ ''سراسر'' میں سب کچھ آ گیا ہے۔ لیکن وہ شخص کلمہ گو ہے مگر بدعتی خیال کا ہے، اس کا

= الحافظ المتوفى سنة: ۳۶۰، ستين و ثلثمائة. رتب في الكبير الصحابة على الحروف مشتملاً على نحو خمسة وعشرين ألف حديث، و رتب في الأوسط والصغير شيوخه على الحروف أيضاً". (كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون: ۲/۱۴۳۷، مكتبه المثنى بغداد بيروت)

(۴) "معاني الآثار للطحاوي، و هو أبو جعفر أحمد بن محمد الطحاوي، ولد سنة: ۲۲۸، و توفي سنة: ۳۲۱.........في الأحكام التي يتوهم أهل الإلحاد والضعفة أن بعضها ينقض بعضاً لقلة علمهم بناسخها ومنسوخها". (كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون: ۲/۱۴۲۸، مكتبه المثنى بيروت، بغداد)

(۵) "السنن للدارمي و هو الإمام الحافظ عبد الله بن عبد الرحمن الدارمي المتوفى سنة: ۲۵۵، خمس و خمسين و مائتين". (كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون: ۲/۱۰۰۸، مكتبه المثنى بيروت، بغداد)

(۶) "السنن للدارقطني، وهو الإمام الحجة أبو الحسن علي بن عمر الشهير الحافظ البغدادي المتوفى سنة: ۳۸۵". (كشف الظنون، المصدر السابق)

(۷) "مؤطأ في الحديث للإمام مالك بن أنس الحميري الأصبحي المدني إمام دار الهجرة، المتوفى سنة: ۱۷۹، وهو قديم مبارك، قصد فيه جمع الصحيح، لكن إنما جمع الصحيح عنده لا على اصطلاح أهل الحديث؛ لأنه يرى المراسيل والبلاغات صحيحة، كذا في النكت الوفية". (كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون: ۲/۱۹۰۷، مكتبه المثنى بيروت، بغداد)

اعتبار حدیث کی کتابوں پر نہیں ہے تو وہ شخص کافر ہوا یا مشرک یا مرتد؟ جواب باصواب دے کر جزائے دارین حاصل کریں۔ بینوا وتوجروا۔ محمد شریف عفی عنہ، مرادآباد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس شخص سے دریافت کیا جاوے کہ وہ کچھ حدیثیں جو کہ اپنی طرف سے بنا کر لکھوادی ہیں وہ کیا ہیں اور کس نے بنا کر لکھوائی ہیں؟ جامعہ قاسمیہ کی صحاح ستہ کہاں ہیں، کیا وہ صرف جامعہ قاسمیہ میں ہیں یا دوسری جگہ بھی موجود ہیں؟ شخص مذکور کا مقولہ مذکورہ بدعت وجہالت کا نتیجہ ہے (۱)، جس طرح لفظ ''سراسر'' سے سائل کے ذہن میں اس کے کفر وشرک اور ارتداد کا شبہ پیدا ہوتا ہے تو سائل کو لفظ صحاح اور لفظ ''کچھ'' پر بھی توجہ کرنے کی ضرورت ہے کہ ان کو صحاح تسلیم کرتا ہے اور کچھ کو اپنی طرف سے بتاتا ہے، ساتھ ہی ساتھ سائل اس کا بھی مدعی ہے کہ وہ کلمہ گو ہے لہذا اس کی تکفیر سے اجتناب اور اس کی اصلاح کی سعی حتی الوسع لازم ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد، عبد اللطیف غفرلہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۱۰/۶۲ھ۔

''فرمانِ مصطفوی'' نام کا پرچہ اور طبع شدہ پرچہ کی نقل

سوال [۱۳۴۰]: آج کل ایک مضمون پوسٹ کارڈوں کے ذریعے چل رہا ہے جس کی ایک کاپی اس عریضہ کے ہمراہ ارسال خدمت کر رہا ہوں، اب سے قبل حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک اشتہار

---

(۱) ''نفسِ حدیث کے انکار کو فقہاء رحمہ اللہ تعالیٰ نے کفر قرار دیا ہے: فی شرح الفقه الأكبر للقاري رحمه الله تعالى: ''من رد حديثاً، قال بعض مشايخنا: يكفر، وقال المتأخرون: إن كان متواتراً، كفر، أقول: هذا هو الصحيح، إلا إذا كان رد حديث الآحاد من الأخبار على وجه الاستخفاف والاستحقار والإنكار''. (قبيل فصل في القرآءة والصلوة، ص: ۱۶۶، قديمي)

(وكذا في شرح العقيدة الطحاوية، مطلب في حكم من أنكر شيئاً مما جاء به رسول الله صلى الله عليه وسلم، ص: ۱۹۵)

(۲) ''إذا كان في المسئلة وجوه توجب التكفير، ووجه واحد يمنع التكفير، فعلى المفتي أن يميل إلى الوجه الذي يمنع التكفير تحسيناً للظن بالمسلم''. (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۵/۲۱۰، رشيديه)

''فرمان مصطفوی'' کی بابت تردید فرمائی تھی اور یہ ارشاد فرمایا تھا کہ یہ کسی یہودی یا غیر مسلم کی کاروائی ہے۔

''تذکرۃ الخلیل'' ص:۲۰۳(۱) پر تحریر ہے آج کل یہ کارڈوں کا جو سلسلہ چل رہا ہے اس کے مضمون کا چھٹا نمبر بعض کارڈوں میں تحریر ہوتا ہے اور بعض میں نہیں ہوتا، نمونہ مضمون یہ ہے:

تاریخ روانگی	۷۸۶	تاریخ وصولی
۱۷/اپریل ۴۸ھ	اللہ اکبر	۱۷/اپریل ۴۸ھ

اے پروردگار عالم! ہمارے اوپر، اپنی سب مخلوق پر رحم وخوشی اور فارغ البالی عطا فرمایئے تا کہ ہم اطمینان وسکون کے ساتھ تیری بندگی بجالائیں۔

۱-مندرجہ بالا دعا آپ کو تمام دنیا میں شائع کرنی چاہیے۔

۲-مندرجہ بالا دعا کی نو کاپیاں لکھ کر اپنے احبابوں کے نام جو خوشی و فارغ البالی کے خواہشمند ہوں روانہ کریں۔

۳-اس سلسلہ کو قطعی نہ روکیں، کیونکہ نتائج یہاں روانہ کرنے کے نو دن بعد آپ کو ظاہر ہو جاویں گے انشاءاللہ۔

۴-اگر آپ اس سلسلہ کو محض مذاق سمجھیں گے تو نحوست سوار ہو جانے کا احتمال ہے۔

۵-اپنا نام قطعی ظاہر نہ کریں، سوائے تاریخ روانگی ووصولی اَور کچھ نہ لکھیں۔

۶-ملکہ وکٹوریا نے اس دعاء کی نو کاپیاں تقسیم کرنے کے دس دن بعد بیس ہزار روپیہ پایا۔

۷-نپولین نے نو کاپیاں روانہ نہ کرنے کے سبب تین دن کے اندر اندر اپنے لڑکے کو گنوایا۔تمام مضمون پرچہ کا ضرور لکھنا چاہیے فرق نہ پڑے۔تاکید جانو صرف چار کا خرچ ہے۔

حضرت عالی کی اس مضمون کے بارے میں کیا رائے ہے؟

خادم افتخار فریدی بستی نظام الدین اولیاء مدرسہ کاشف العلوم دہلی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

دعائے عافیت بہت مبارک اور بہتر چیز ہے، احادیث میں اس کی ترغیب وتاکید آئی ہے لہٰذا ہر شخص کو

(۱) (تذکرۃ الخلیل، ص:۲۹۶، مکتبۃ الشیخ کراچی)

اس کا اہتمام چاہیے(۱)۔لیکن نو کا پیاں لکھنا کوئی شرعی عمل نہیں جس کے ترک پر کوئی وعید یا نحوست ہو۔ملکہ وکٹوریہ اور نپولین کا کوئی قول وفعل، اعتقاد شرعی حجت نہیں جس سے کوئی مسلم استدلال کرے، بلکہ اس کے لئے ایسی خرافات کو استدلال کے لئے پیش کرنا عار اور بے غیرتی کی بات ہے، اس کے لئے تو قرآن کریم اور حدیث شریف اور اقوالِ سلفِ صالحین کا بیش بہا ذخیرہ ہی سرمایۂ سعادت ہے(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/ رجب/ ۶۷ھ۔

اس خط میں جو نمبر لکھے ہیں سب بے اصل اور خود ساختہ ہیں، مصیبت اور پریشانی کا یہ علاج نہیں ہے بلکہ اس کا مسنون علاج حق تعالیٰ شانہ کی اطاعت اور روزہ نماز کا اہتمام اور کثرت سے اہتمام استغفار کرنا ہے۔ اس خط کے مضمون پر ہرگز عمل نہ کیا جائے، جو لوگ اس سلسلہ پر عمل کر رہے ہیں وہ فضول خرچی کے علاوہ تمام دوسرے مسلمانوں کو تشویش میں بھی مبتلا کرتے ہیں۔

سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔۱۴/ رجب/ ۶۷ھ۔

شیخ احمد نامی کے خواب سے متعلق طبع شدہ پرچہ کی تحقیق پرچہ کی نقل

سوال[۱۳۴۱]: گذارش ہے کہ ایک طبع شدہ پرچہ بھیج رہا ہوں ایسے پرچے بکثرت چھپے اور لکھے

---

(۱) "عن أنس بن مالک رضی الله تعالیٰ عنه قال: أتی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم رجل فقال: یا رسول الله! أیّ الدعاء أفضل ؟ قال: "سل ربک العفو والعافیة فی الدنیا والآخرة". ثم أتاه الیوم الثانی فقال: یا رسول الله! أیّ الدعاء أفضل ؟ قال: "سل ربک العفو والعافیة فی الدنیا والآخرة"، ثم أتاه فی الیوم الثالث ، فقال: یا نبی الله! أیّ الدعاء أفضل؟ قال: "سل ربک العفو والعافیة فی الدنیا والآخرة، فإذا أعطِیت العفو والعافیة فی الدنیا والآخرة فقد أفلحت". (سنن ابن ماجه، أبواب الدعاء، باب الدعاء، بالعفو والعافیة، ص: ۲۷۳، قدیمی)

(وكذا فی سنن الدارمی، أبواب السیر، رقم الباب : ۲، قدیمی)

(وكذا فی مسند أحمد بن حنبل : ۱/ ۳۴۴، دار احیاء التراث العربی)

(۲) "عن عبد الله رضی الله تعالیٰ عنه قال :قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : "خیر الناس قرنی، ثم الذین یلونهم ، ثم الذین یلونهم ، ثم الذین یلونهم، ثم یأتی بعدذلک قوم تسبق شهاداتهم أیمانهم و أیمانهم شهاداتهم". (مسند أحمد بن حنبل ، مسند عبد الله بن مسعود : ۱/ ۲۲۵، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

ہوئے تقسیم ہو رہے ہیں، جیسا کہ پرچہ کے آخیر میں بانٹنے والے کے لئے مالی منفعت اور جھوٹ سمجھنے والے کے لئے تباہی کا اندیشہ ظاہر کیا گیا ہے ٹھیک ہے یا نہیں؟ اور اگر یہ کار خیر ہے تو روپے کے لالچ میں اس کا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ براہ کرم نظام کے باب الاستفسار کے ذریعہ عوام کی رہنمائی فرمایئے مہربانی ہوگی۔ والسلام۔

مشکور علی صدیقی ملیح آباد۔ ضلع لکھنؤ۔

طبع شدہ پرچہ کی نقل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک خادم کو مدینہ منورہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے کہ قیامت آنے والی ہے، توبہ کا دروازہ بند ہونے والا ہے، غافل مت ہو، گناہوں سے توبہ کرو، پیر کے دن سے چار روزے رکھو، نماز پڑھو، زکوۃ دو۔

جو شخص ایسے تیس پرچے بانٹ دے گا، اس کو چودہ دن میں خوشی ہوگی، بمبئی میں ایک شخص نے تیس پرچے بانٹ دئے تھے اس کو ڈھائی ہزار کا فائدہ ہوا اور ایک شخص نے اس پرچہ کو جھوٹ جانا اس کو اپنے بیٹے سے ہاتھ دھونا پڑا، جو شخص تقسیم نہیں کرے گا غم ضرور دیکھے گا۔

بندۂ خدا ایک یا دو پرچے لکھ کر ضرور تقسیم کرے گا، جو زیادہ چھپوا کر بانٹے گا زیادہ فائدہ ہوگا۔

بھائیو! یہ بات یقین جانو اور پہچانو، خدا ہم سب کو نیک ہدایت اور توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

نوٹ: یہ پرچہ پاس رکھنا گناہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

توبہ کا دروازہ بند ہونا اور قیامت کا قریب آنا احادیث میں کثرت سے مذکور ہوا ہے اور جو وقت بھی گذرتا ہے یہ دونوں چیزیں قریب سے قریب تر آرہی ہیں، ان کے لئے کسی کے خواب کی

حاجت نہیں (۱)، گناہوں سے توبہ کرنے کا حکم قرآن پاک میں مذکور ہے اور ہر وقت ہر آدمی کو توبہ کرتے ہی رہنا چاہئے (۲)۔ دنیا میں جس قدر مصائب اور فتنے ہیں اور آخرت میں جو سزائیں ہیں وہ سب گناہوں کی وجہ سے ہیں (۳) اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف فرمائے اور آئندہ کو بچائے۔ نفلی روزہ رکھنے کی بھی فضیلت ثابت ہے (۴)، پیر اور جمعرات کا روزہ بھی روایات میں بکثرت آیا ہے (۵)۔ نماز اور زکوٰۃ دونوں

---

(۱) "عن أبی سعید رضی الله عنه، عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: "لا یأتی مائة سنة وعلی الأرض نفس منفوسة الیوم". (مشکوٰة المصابیح، باب قرب الساعة، ص: ۴۸۰، قدیمی)

"وعن عائشة رضی الله عنها قالت: کان رجال من الأعراب یأتون النبی صلی الله علیه وسلم فیسألونه عن الساعة، فکان ینظر إلی أصغرهم، فیقول: "إن یعش هذا لایدرکه الهرم حتی تقوم علیکم ساعتکم متفق". علیه". (مشکوٰة المصابیح، المصدر السابق)

"لاتنقطع الهجرة حتی تنقطع التوبة، ولا تنقطع التوبة حتی تطلع الشمس من مغربها". (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۶۶/۵ حدیث معاویة بن ابی سفیان ، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

"ان بالمغرب باباً مفتوحاً للتوبة مسیرته سبعون سنةً، لا یغلق حتی تطلع الشمس من نحوه".

(مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۲۸۸/۵ حدیث صفوان بن عسال المرادی، دار احیاء التراث العربی)

(وأبو داؤد، کتاب الجهاد، باب الهجرة هل انقطعت: ۳۳۵/۱ ، دار الحدیث ملتان)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿یایها الذین توبوا إلی الله توبةً نصوحاً﴾ (سورة التحریم : ۸)

تفصیل کے لئے دیکھئے :(شرح النووی علی صحیح مسلم: ۳۵۴/۲، کتاب التوبة، قدیمی)

(۳) قال الله تعالیٰ: ﴿ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت أیدی الناس﴾ (سورة الروم: ۴۱)

(۴)"قال عثمان رضی الله تعالیٰ عنه سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: "الصیام جنة من النار کجنة أحدکم من القتال". (ابن ماجه، أبواب الصیام، باب ماجاء فی فضل الصیام، ص: ۱۱۸،قدیمی)

(۵)عن عائشة رضی الله عنها قالت: "کان النبی صلی الله علیه وسلم یتحری صوم الاثنین والخمیس"

(جامع الترمذی، أبواب الصوم، باب فی صوم یوم الاثنین والخمیس: ۱۵۷/۱ ، سعید)

"عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: تعرض الأعمال یوم الاثنین والخمیس، فأحِبّ أن یعرض عملی و أنا صائم" (حواله بالا) (وایضا فی ابن ماجه، أبواب الصیام، باب صیام یوم الخ، ص: ۱۲۴، قدیمی)

اسلام کے مستحکم ارکان میں سے ہیں (۱)۔

غرض ان میں کوئی ایسی بات نہیں جس کا ثبوت کسی کے خواب سے ہو پیر کے دن سے چار روزوں کا اہتمام کسی روایت سے ثابت نہیں، یہ بالکل بے اصل ہے محض خواب سے اس کو ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ دین کی تبلیغ اور اشاعت امت کا اہم فریضہ ہے اس سے غفلت برتنے پر سخت وعید آئی ہے۔

اب باقی رہا، اس کاغذ کے تیس پرچے تقسیم کرنا اور اس پر چودہ دن میں اس کو خوشی کا ہونا اور جو تقسیم نہ کرے اسکا اپنے بیٹے سے ہاتھ دھونا یا غم دیکھنا اور اس کو اپنے پاس رکھنا گناہ ہونا، یہ سب بے اصل، لغو، ڈھونگ ہے، ایک دو پرچہ لکھ کر تقسیم کرنے کو ضروری قرار دینا بھی جہالت ہے۔

اس سے قبل بھی مدتِ دراز سے ہر سال اس قسم کا اشتہار چھپتا رہا، اس میں خواب دیکھنے والے خادم کا نام بھی شیخ احمد درج ہوتا تھا اور بھی خرافات درج ہوتی تھی مثلاً: یہ کہ امسال اتنے مسلمان مرے جن میں فقط ایک یا دو جنت میں گئے، باقی سب جہنم میں گئے۔ اس وقت اکابر نے تحقیق کی، نہ مدینہ میں شیخ احمد نامی کوئی خادم تھا، نہ وہاں کسی سے اس خواب کا تذکرہ سنا گیا، درحقیقت یہ کسی دشمنِ اسلام کی ایک چال تھی، جس کے ذریعہ وہ اسلام سے بدظن کرتا تھا کہ اتنے مسلمانوں میں سے جب فقط ایک یا دو جنت میں گئے باقی سب جہنم میں گئے تو ایسے اسلام سے کیا فائدہ، تذکرۃ الخلیل (۲) فتاویٰ دارالعلوم (۳) دینی کتب میں ایسا ہی درج ہے (۴)۔

ہم نے ہمیشہ اس اشتہار کو چاک کر دیا ہے، خدا کے فضل سے کوئی غم نہیں ہوا، نہ اپنے سے نہ اپنی اولاد سے ابھی تک ہاتھ دھوئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿اقيموا الصلوة واتوا الزكوة﴾ (سورة البقره، پ: ۱، آیت: ۴۳)

"قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "بني الإسلام على خمس شهادة: أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله و إقام الصلوة وايتاء الزكوة والحج وصوم رمضان". (صحيح البخاري: كتاب الإيمان، باب. قول النبي صلى الله عليه وسلم، بني الاسلام: ۱/۶، قديمي)

(۲) (تذكرة الخليل، ص: ۲۹۶، مكتبة الشيخ)

(۳) لم أجده في فتاوى دارالعلوم)

(۴) (كفايت المفتي، كتاب العقائد، باب المتفرقات: ۱/۳۶۸، مطبوعه دارالاشاعت طبع جديد)

اسی طرح دیکھئے: (فتاوى حقانيه، كتاب الوصية: ۶/۱۱۵، دارالعلوم حقانيه اكوڑه خٹک)

''ھما، ہدیٰ'' وغیرہ پرچوں کا دیکھنا

سوال[۱۳۴۲]: ھدی یا ھمایا اس جیسے پرچوں کا پڑھنا، مطالعہ کرنا، ساتھ رکھنا ازروئے شرع کیسا ہے؟

نوٹ: دو رسالے سوال کے ساتھ نمونۂ پیش ہیں۔

الجواب حامداًومصلیاً:

اس میں کچھ مضامین میں عمدہ نصیحت وعبرت کے ہیں، مقاماتِ مقدسہ کے نقشے اور کچھ نقشے بھی نعت وغیرہ پر مشتمل ہیں مگر کچھ مضامین اخلاق وعقائد کو تباہ کرنے والے بھی ہیں۔ جاندار انسانوں اور جانوروں کے فوٹو بھی ہیں، جب کسی کتاب وغیرہ (کسی شیء میں بھی) منفعت ومضرت دونوں پہلو ہوں تو مضرت سے بچنے کے لئے اس کا ترک کرنا اہم ہوتا ہے(۱)، ایسی چیز جس سے عقائد واخلاق پر غلط اثر پڑے جیسے محرم کے تعزیوں سے متعلق اس میں درج ہے(۲) اور فوٹو بھی دے رکھے ہیں اس سے پورا اجتناب لازم ہے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱/۸۹ھ۔

---

(۱) ''قاعدة: درء المفاسد أولى من جلب المنافع''. قال الشارح: ''فإذا تعارضت مفسدة و مصلحة قدم دفع مفسدة غالباً؛ لأن اعتناء الشرع بالمنهيات أشد من اعتنائه بالمأمورات''. (قواعد الفقه، رقم القاعده: ۱۲۸، ص: ۸۰، الصدف پبلشرز کراچی)

(وكذافي شرح المجلة للبناني المادة: ۳۱، ص: ۳۲، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(وكذافي الأشباه والنظائر مع الشرح (طبع جديد) الفن الأول في القواعد الكلية، قبيل القاعدة السادسة: ۱/۲۶۴، إدارة القرآن)

(۲) ''تعزیه داری در عشرۂ محرم یا غیر آن وساختنِ ضرائح و صورتِ قبور و عَلَم تیار کردن دُلدُل وغیرذالک، این همه امور بدعت است الخ''. (مجموعة الفتاوی علی هامش خلاصة الفتاوی: ۴/۳۴۴، رشیدیه)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (کفایت المفتی: ۱/۲۴۰، دار الاشاعت طبع جدید)

اوراسی طرح دیکھئے: (تالیفات رشیدیه، کتاب الایمان والکفر، ص: ۷۵، اداره اسلامیات)

(۳) ''عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول:=

مسئلہ تقدیر پر کونسی کتاب ہے؟

سوال[۱۳۴۳]: مسئلہ تقدیر کے لئے کس کتاب کا مطالعہ کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ تقدیر پر حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''اکسیر اکبر'' ہے۔اب ''تقدیر کیا ہے'' کے نام سے شائع ہوئی ہے۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۲/۹۱ھ۔

ردِ شیعہ اور ردِ اہلِ ہنود میں کون سی کتاب معتبر ہے؟

سوال[۱۳۴۴]: ردشیعہ اور رداہل ہنود میں کونسی کتاب کا مطالعہ کیا جائے، نام تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً:

ردشیعہ میں تحفہ اثنا عشریہ(۱) ہدیۃ الشیعہ (۲) ہدایۃ الشیعہ (۳) ہدایۃ الرشید کا مطالعہ مفید ہوگا، یہ کتابیں اعلیٰ علمی مضامین پر مشتمل ہیں۔اور ردِ اہل ہنود میں ''قبلہ نما، انتصار الاسلام (۴)، ردتناسخ، کفرتوڑ'' وغیرہ وغیرہ مفید ہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱۰/۹۰ھ۔

= "أشد الناس عذاباً عند الله المصورون". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، باب التصاوير، ص:۳۸۵،قديمى)

"التصاوير جمع التصوير، و هوفعل الصورة ، والمراد به هنا ما يصور مشبهاً بخلق الله من ذوات الروح مما يكون على حائط أو ستر". (مرقاة المفاتيح :۲۶۵/۸ ، رشيديه)

(و كذا فى رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى اللبس : ۳۶۱/۶، سعيد)

(۱)(تحفۂ اثنا عشریہ، مصنفہ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ، سہیل اکیڈمی)

(۲)(ہدیۃ الشیعہ، تصنیف لطیف حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ، نعمانی کتب خانہ)

(۳)(ہدایۃ الشیعہ، مصنفہ امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ، منسلکہ تالیفات رشیدیہ، ص:۵۳۳، ادارہ اسلامیات)

(۴)(انتصار الاسلام، تالیف حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ، ادارہ اسلامیات)

(بقیہ کتب کے مصنفین کا تذکرہ کہیں نظر سے نہیں گزرا)

4

اہلِ حق اور بریلویوں کے متفقہ مسائل کی اشاعت

سوال[۱۳۴۵]: مابین بریلوی اور دیوبندی کے بہت سے مسئلوں میں اتفاق پایا جاتا ہے جو چالیس بدعت ہیں اور فتاوی اعلی حضرت دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے، اب ایسی کتابوں کو کون حضرات خرید سکتے ہیں۔ دیکھا جاتا ہے کہ آج کل مذہبی کتب کی خریداری بہت ہی کم ہوگئی ہے، نیم ملا انھیں متفقہ مسئلوں کو عوام الناس میں مختلف عنوان کو بیان کرکے لوگوں کو یہی سمجھاتے ہیں کہ دیوبندیوں کے نزدیک ناجائز اور بدعت ہے لیکن بریلویوں کے نزدیک مستحب اور کارِثواب ہے۔ اس لئے اگر ان ہی مسئلوں کو دو تین صفحوں میں بہشتی زیور کے مسئلوں کی طرح تحریر کیا جائے تو شاید دو صفحے میں ۷۰/۸۰ مسئلے یا جتنے بھی ہوں آسکتے ہیں اور ہر مسئلہ کے ذیل میں انہی اعلی حضرت کی کتاب کا حوالہ تحریر کیا جائے جیسے بہشتی زیور وغیرہ میں شامی یا درمختار سے اخذ کیا گیا ہے، جہاں متفقہ مسئلہ کے متعلق سوال آئے تو ذیل میں بریلوی کے اعلی حضرت کی کتاب کا بھی حوالہ دیا جائے اور تحریر کر دیا جائے کہ اس مسئلہ میں علماء بریلوی اور دیوبندی کا اتفاق ہے اور اس رسم کے بدعت ہونے میں تو شک نہیں ہے، اور مسئلہ کے ان دو پرچوں کو عام اخباروں کے ذریعے عوام الناس کو بھی باخبر کیا جائے تو نیم ملاؤں کی زبانیں بند ہو جائیں گی۔ بڑے مفتی صاحب انشاالله اختصار کے ساتھ تمام مسئلوں یعنی بدعتوں کو تحریر فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس قسم کے متعدد رسالے شائع بھی ہو چکے ہیں جن میں وہ مسائل بیان کئے گئے ہیں جو دونوں کے نزدیک یکساں ہیں لیکن اگر اختلاف فروعی ہوتو پھر تو یہ تدبیر مفید ہے، احمد رضا خان صاحب تو علمائے دیوبند سے اپنا اختلاف اصولی یعنی کفر واسلام کا اختلاف اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں، اکابر دیوبند کا نام لے لے کر صاف صاف باقاعدہ لکھا ہے کہ یہ کافر ہیں (۱) جو ان کو کافر نہ مانے یا ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے، ان بریلویوں کا شب وروز کا مشغلہ ہی تکفیرِ اکابر ہے۔

تاہم آپ کے نزدیک جن مسائل کی ضرورت ہے ان مسائل کی فہرست بھیج دیجیے تلاش کر کے کتب کے حوالہ کے ساتھ ان کو لکھ دیا جائے گا۔ یہ بھی خیال رہے کہ اس طرح لکھنا اور شائع کرنا گویا کہ دو اہلِ حق علماء

(۱) دیکھئے: (الكوكب الشهابية فی كفريات الوهابية، ص: ۱۰)

کے اختلاف کو پیش کرنا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

صلہ رحمی اور اسکے حدود پر کتاب کی ضرورت

سوال[۱۳۴۶]: میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ صلہ رحمی اور قطع کا معیار، انتخاب اور حدود کیا ہیں؟ صلہ رحمی کے حدود کہاں سے ختم ہوتے ہیں اور قطع رحمی کے کہاں سے شروع ہوتے ہیں؟ جن کو قرآن وحدیث کی روشنی میں جاننا چاہتا ہوں۔

معاشرتی زندگی میں ہر وقت معاملہ داری کرنے میں اس کی ضرورت پڑتی ہے اور بندہ ثواب وعذاب کا مستحق ہوتا ہے، اس اہم موضوع پر اگر آپ مناسب سمجھیں تو ایک کتاب کی شکل میں اشاعت فرمائیں جو بہت بڑی خدمت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صلہ رحمی اور قطع رحمی کے متعلق قرآن کریم (۱) اور حدیث شریف (۲) میں بہت ترغیب وترہیب وارد ہوئی ہے اور مفسرین وشراح نے اس کی تفصیل بھی بیان کی ہے (۳)۔

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿واتقوا الله الذی تساء لون به والأرحام﴾ (النساء، آیت: ۱)

وقال الله تعالیٰ: ﴿وآتِ ذا القربی حقه﴾ (سورة الإسراء، آیت: ۲۶)

(۲) "قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم :"الرحم معلقة بالعرش تقول: من وصلنی وصله الله، ومن قطعنی قطعه الله". (متفق علیه، مشکوة المصابیح، کتاب الآداب، باب البر والصلة، ص: ۴۱۹، قدیمی)

"وعن جبیر بن مطعم رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ: "لا یدخل الجنة قاطع". (مشکوٰة المصابیح، المصدر السابق)

"وعن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لیس الواصل بالمکافئ، و لکن الواصل الذی إذا قطعتَ رحمه، وصلها". (مشکوٰة المصابیح، المصدر السابق)

(۳) قال الآلوسی رحمه الله تعالیٰ: "المراد بالرحم الأقارب، و یقع علی کل من یجمع بینک و بینه نسب وإن بَعُد". (روح المعانی: ۱۸۵/۴، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

قال القاری: "من وصلنی وصله الله": أی بحسن رعایته و بجمیل حمایته. "و من قطعنی قطعه الله": أی عن عین عنایته، و من کمال رحمته و رأفته، فالوصل کنایة عن الإقبال إلیه والقبول منه". (مرقاة المفاتیح: ۶۵۵۸/۸، باب البر والصلة، رشیدیه)

ترجمہ وتفسیر مظہری (۱)، بیان القرآن (۲)، تفسیر حقانی (۳)، مظاہر حق (۴)، معارف الحدیث (۵)، فضل اللہ الصمد (۶) بہشتی زیور (۷)، حقوق اوراسلام (۸) میں تفصیل مذکور ہے۔

مستقل بیان تصنیف کرنے کی ضرورت نہیں، آپ کو جوصورت پیش آئی ہو اس کو ان سب میں دیکھ لیں، اگر پوری طرح سمجھ میں نہ آئے اس کو لکھ کر دریافت کرلیں، ہر ایک کی خواہش پر مستقل کتاب لکھنا دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے، جس چیز کی ضرورت ہو اس پر کتاب لکھی بھی گئی ہے اور آئندہ بھی لکھی جا سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱۲/۹۱ھ۔

دینی معلومات حاصل کرنے کے لئے کون سی کتاب معتبر ہے؟

سوال [۱۳۴۷]: وہ کونسی کتاب ہے جس سے یہ معلوم ہوسکے کہ ہر مسلمان پر اس قدر علم دین سیکھنا فرض ہے، آپ مجھے مشورہ دیجئے، میرے پاس وقت بہت کم ہے لیکن دین کی معلومات حاصل کرنے کا بہت شوق ہے۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ کے جذبات سے دل بہت خوش ہوا کہ آپ اپنی مصروفیت کے باوجود علمِ دین سیکھنے کا فریضہ ادا کرنا چاہتے ہیں اور آپ کے پاس اتنا وقت نہیں کہ علماء کی خدمت میں جا کر پڑھیں۔ بہتر یہ ہے کہ آپ "تعلیم

---

(۱) "والأرحام بالنصب عطفاً على "الله" يعنى واتقوا الأرحام أن تقطعوها الخ". (التفسير المظهرى، سورة النساء: ۲/۳، حافظ كتب خانه)

(۲) (بيان القرآن: ۱/۸۹، مير محمد كتب خانه)

(۳) (تفسير حقانى: ۲/۱۲۳، مير محمد كتب خانه)

(۴) (مظاهر حق كتاب الادب: ۴/۱۲۳، خواجه محمد اسلام)

(۵) (معارف الحديث، كتاب الآداب والمعاشرة عنوان: صلهٔ رحمى: ۲/۵۰، دار الاشاعت كراچى)

(۶) لم اجده

(۷) بهشتى زيور حصه هفتم، باب: ۸۳، طبع جديد دار الاشاعت كراچى)

(۸) لم اجده

الاسلام'' کے سب حصے کسی عالم سے پڑھ لیں، رات دن میں تھوڑا تھوڑا وقت نکال کر اگر کچھ سمجھ کر پڑھ لیں گے تو آپ کو عقائد، عبادات کا ضروری علم حاصل ہو جائے گا، اس کے ساتھ بہشتی زیور کے سب حصے پڑھ لیں تو زیادہ فائدہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۲/۲۸ھ۔

غیر عالم کا مسائل بتانا اور چند معتبر کتابیں

سوال [۱۳۴۸]: ہمارے گاؤں میں بہت سے بدعت کے کام ہوتے ہیں، مثلاً: ایصالِ ثواب میں پیسہ دے کر قرآن شریف پڑھاتے ہیں اور اس کا ثواب مردوں کو بخشتے ہیں، اس کے علاوہ اور بہت سے کام شریعت کے خلاف ہوتے ہیں اس کے اندر ہم شریک نہیں ہوتے ہیں، لوگ ہم سے پوچھتے ہیں تو ہم اس کے ثبوت میں کہتے ہیں کہ ہمارے پاس بہشتی زیور مکمل و مدلل مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہے، اسی طرح فتاوی دارالعلوم دیوبند چہار حصہ، فتاویٰ رشیدیہ اور خطبات و موعظات مکمل جناب مولانا الحاج مفتی ابوالناصر الشہیر بہ ذاکرحسن اور مظاہر حق اردو مطبوعہ دیوبند ہمارے پاس ہے، نیز حکایاتِ صحابہ اور دیگر فقہی کتابیں موجود ہیں۔

ان کتابوں سے ہم ان کو سمجھاتے ہیں اور کچھ لوگ مانتے بھی ہیں اور ہمارا ان کتابوں پر عمل ہے، ہاں اگر کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تو ہم فوراً کسی عالم سے دریافت کر کے پوری تحقیق کرتے ہیں پھر بتلاتے ہیں۔ زید ہم کو کہتا ہے کہ تم کو ایک یا دو کتابیں پڑھ کر آپ کو مسئلہ سنانے کا کیا حق ہے؟ خالی کتابیں پڑھنے سے مسئلہ سمجھ میں نہیں آتا، زید عالم ہے اور مقامی نہیں ہے بلکہ دوسری جگہ کا ہے، اس لئے معلوم نہیں کہ علمائے حق میں سے ہے یا نہیں۔ یہاں پر بہت اچھے اچھے عالم آتے ہیں وہ ہم کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور دعائیں دیتے ہیں۔ اس لیے بندہ دریافت کرنا چاہتا ہے کہ زید کا کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جن کتابوں کا آپ نے نام لکھا ہے وہ مجموعی حیثیت سے معتبر ہیں، ان میں لکھے ہوئے مسائل صحیح ہیں، ان پر عمل کرنا اور دوسروں کو عمل کے لئے آمادہ کرنا درست بلکہ عینِ راہ ہدایت ہے اور ذریعۂ نجات ہے، البتہ ہر مسئلہ کی باریکی کو سمجھنا آسان نہیں جو عالم ان کتابوں کے مسائل کو غلط بتائیں ان سے غلط ہونے کی دلیل لکھوا کر بھیجیں تو انکی دلیل پر غور کیا جائے گا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۱۰/۱۲ھ۔

''عین الہدایہ''

سوال[۱۳۴۹]: ''عین الہدایہ'' یہ کس کی تصنیف ہے اور زمانہ تصنیف کیا ہے؟ اور فقہ میں کس پایہ کی تصنیف مانی گئی ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

عین الہدایہ کو زیادہ عرصہ نہیں گذرا، یہ ہدایہ کا ترجمہ ہے، اس کے مصنف گذشتہ صدی میں گذرے ہیں وہ مترجم تھے کہیں، کچھ تشریح بھی کرتے تھے، مجتہد نہیں تھے(۱)، مجموعی حیثیت سے یہ ترجمہ معتبر ہے، تاہم اگر کوئی چیز خلافِ مذہب اس میں ہو وہ معتبر نہیں اور کسی ایک روایت کی وجہ سے پوری کتاب کو غیر معتبر بھی نہیں کہا جائے گا۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ناسخ ومنسوخ سے متعلق کتابیں

سوال[۱۳۵۰]: آپ کا جواب ۵۸۷(ب) مورخہ ۸۸/۶/۱۷ھ ملا شکریہ، آپ نے تحریر فرمایا کہ ''اس مسئلہ پر مستقل کتابیں تصنیف کی گئی ہیں، جن میں نسخ کی تعریف، منسوخ کے احکام، ناسخ کے اقسام، درج ہیں''۔ براہ کرم ان کتب کے نام جو اردو میں ہوں تحریر فرمائیں۔

---

(۱) ''السيد الفاضل العلامة أمير علي بن معظم علي الحسيني المليح آبادي ثم اللكهنوي أحد العلماء المشهورين في الهند، ولد في سنة أربع و سبعين و مائتين و ألف ، و قرأ الرسائل الفارسية والفنون الرياضية ...... و لما بلغ الخامس عشر من سنه ترك الاشتغال بذلك و أقبل إلى العلوم العربية، و كان مفرط الذكاء جيد القريحة، قوي الحفظ سريع الإدراك، متين الديانة ، شريف النفس ...... غير متصلب في المذهب الحنفي، يتتبع الدليل، و يترك التقليد إذا وجد في مسئلة نصاً صريحاً مخالفاً للمذهب غير منسوخ...... و له مصنفات عديدة، منها مواهب الرحمن في تفسير القرآن بالأردو في ثلاثين مجلداً، و منها عين الهداية شرح هداية الفقه بالأردو، و منها ترجمة الفتاوى العالمگيرية ، و منها شرح صحيح البخاري بالأردو في مجلدات كبار...... مات في شهر رجب سنة سبع و ثلاثين و ثلاثمائة و ألف بلكهنؤ''. (نزهة الخواطر: ۸۵/۸، طيب اكادمي ملتان)

الجواب حامداً ومصلیاً:

کتاب الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار ملا حازمی کی تصنیف عربی میں ہے، حیدرآباد میں طبع ہوئی، إفادة الشيوخ لمقدار الناسخ والمنسوخ نواب صدیق حسن صاحب کی فارسی میں ہے، الفوز الکبیر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی ہے، اصل فارسی میں ہے اس کا ترجمہ عربی میں بھی ہوا ہے اور اردو میں بھی ہوا ہے، اس میں بھی یہ بحث موجود ہے، اگرچہ یہ کتاب مستقلاً محض نسخ کے بیان کے لئے نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/ ۷/ ۸۸ھ۔

اہلِ فرنگ کی رد کے لئے کتابیں اور توریت وانجیل کی زبان

سوال[۱۳۵۱]: گاہے گاہے یہاں اہلِ فرنگ سے بحث ومباحثہ کی نوبت آتی ہے، ان کے عقائد کورد کرنے کے لئے کسی زبردست کتاب کی رہنمائی کی جائے تو بے حد مدد مل سکے گی اور کامیابی کی توقع ہے اور اگر زحمتِ خاطر نہ ہو تو اس سے بھی آگاہی بخشیں کہ انجیل کس زبان میں اور توریت کس زبان میں اور زبور کس زبان میں نازل ہوئی تھی اور صحائف ابراہیمی کس زبان میں تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تقریر دلپذیر(۱)، تفسیر حقانی (۲)، اظہار الحق (۳)، میں کافی سیر حاصل دلائل موجود ہیں، جس زبان میں تورات، انجیل، زبور، صحفِ ابراہیم ہیں اس کو عبری یا عبرانی زبان کہتے ہیں ۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/ ۱/ ۹۳ھ۔

---

(۱) (تقریر دل پذیر، مؤلفہ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ، تالیفات اشرفیہ ملتان)

(۲) تفصیل کے لئے دیکھئے: (تفسير حقانی، (سورۂ نساء آیت: ۱۷۱): ۲/ ۲۳۲، مؤلفه: فخر المفسرين عمدة المتكلمين أبو محمد عبدالحق حقانی دهلوی، میر محمد کتب خانه)

(۳) (اظہار الحق تالیف الإمام العلامہ رحمت اللہ بن خلیل الرحمٰن العثمانی الکیرانوی رحمہ اللہ تعالیٰ) یہ کتاب عربی میں ہے اور اس موضوع پر بہترین کتاب ہے، مطبع قطر۔

اردو میں اس کی تشریح وتحقیق شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے کی ہے کتاب کا نام ''بائبل سے قرآن تک'' ہے۔

''تاریخ ابن خلدون'' کا حال

سوال[۱۳۵۲]: تاریخ ابن خلدون معتبر ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مجموعی حیثیت سے معتبر ہے اگر چہ بہت سی اشیاء اس میں غیر معتبر بھی ہیں جیسا کہ اکثر تواریخ کا حال ہوتا ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

کیا ''تاریخ الخلفاء'' مستند کتاب ہے؟

سوال[۱۳۵۳]: تاریخ الخلفا جو علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تالیف ہے، یہ کتاب مستند ہے یا غیر مستند؟

الجواب حامداً ومصلياً:

تاریخ الخلفاء مستند نہیں ہے بلکہ یہ تاریخ کی کتاب ہے جس میں کچی پکی سب قسم کی باتیں لکھی ہوئی ہیں، حدیث کی جو روایات اس میں موقع موقع سے بیان کی ہیں وہ بھی قوی ضعیف ہر طرح کی ہیں (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۴/۲/۹۰ھ۔

---

(۱) ''تاريخ ابن خلدون ، القاضي عبد الرحمان بن محمد الخضرمي .... وهو كبير عظيم النفع والفائدة رتب على السنوات .... و لعل ذلك الكتاب هو (المعبر و ديوان المبتداء والخبر في أيام العرب والعجم و البربر) .... و هو على مقدمة و ثلاثة كتب، المقدمة في فضل علم التاريخ .... و هذا الكتاب الأول ذهب باسم امقدمة حتى صار عَلَما عليها''. (كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون : ۱/۲۷۸، ۲/۱۱۲۴، مكتبه المثنى بغداد بيروت)

(۲) ''تاريخ الخلفاء لجلال الدين عبد الرحمن أبي بكر السيوطي المتوفى سنة إحدى عشرة و تسعمائة، و هو أحسن ما صنف فيه''. (كشف الظنون، حرف التاء : ۱/۲۹۳، مكتبه المثنى ، بغداد)

کتاب آ ذرجندی کی حقیقت

سوال[۱۳۵۴] : استفتاء:ما قولكم فى هذه المسئلة رحمكم الله تعالىٰ أيها العلماء۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے فتویٰ '' آ ذرجندی'' میں روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے تیسرے دن حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دودھ اور چھوہارے لاکر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا آپ نے اس پر ایک مروجہ طریقہ کے مطابق ہاتھ اٹھا کر چاروں قل اور سورہ فاتحہ پڑھ کر ثواب روح اپنے صاحبزادے کو بخشا۔انتہی ملخصاً۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

یہ کتاب ملا علی قاری کی تصنیف نہیں اور یہ روایت بھی صحیح نہیں، کتبِ حدیث میں اس روایت کا کوئی نشان نہیں (۱) مولانا عبدالحی ء نے اس کوموضوع لکھا ہے۔فتاوی رشیدیہ حصہ اول ص:۱۰۴و۱۰۵و۱۰۶پر اس روایت کے متعلق تفصیلی رد موجود ہے (۲) اور دہلی،لکھنو،مرادآباد، پانی پت وغیرہ کے بہت سے علماء کے دستخط

---

(۱) روایت کوفتاوی رشیدیہ میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے:''قال: كان اليوم الثالث عن وفات إبراهيم بن محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ، جاء أبو ذر رضی الله تعالىٰ عنه عندالنبی صلى الله تعالىٰ عليه وسلم معه تمرة يابسة ولبن الناقة وخبز الشعير، فوضعها عند النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقرأ النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الفاتحة مرةً و سورة الإخلاص ثلاث مرات، و قرأ: ''أللهم صل على محمد أنت لها أهل''، فرفع يديه و مسح وجهه، فأمرأبی ذرأن يقسمهما ، و قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ''ثواب هذه الأطعمة لإبراهيم''. (باب البدعات، ص: ۴۴۶ ،سعید)

(۲) '' نه کتاب آزرجندی از تصانیف ملا علی قاری است، و نه روایتِ مذکوره صحیح و معتبر است، بلکه موضوع است و باطل، برآن اعتماد نشاید، در کتبِ حدیث نشانے از همچو روایت یافته نمی شود '' حرره .... أبو الحسنات، مهر (أبو الحسنات محمدعبد الحیء)

یہ حدیث وضعی ہے اور بنانے والا اس کا کاذب اور مفتری ہے اور آزرجندی کوئی کتاب ملا علی قاری کی تصنیف سے نہیں ہے'۔انتہی بلفظہ۔محمد صدرالدین صدر صدور دہلی۔

(فتاوی رشیدیه ، باب البدعات، ص: ۴۴۶ ،سعید)

اس پر متفقہ ہیں (۱) اس روایت سے فاتحہ مروجہ پر استدلال کس طرح ہوا کیا فاتحہ پڑھی ہے یا کچھ پڑھ کر پانی پر دم کیا ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ ۳/ ذیقعدہ ۵۷ھ

ضروری مستند مسائل کی اشاعت

سوال [۱۳۵۵]: سائل نے کچھ ضروری مسائل کتب فقہ سے لے کر مستند علماء سے تصدیق کرا کر شائع کئے ہیں، وہ دارالافتاء کو روانہ کئے ہیں کہ میرا یہ طریقہ درست ہے یا نہیں؟ مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

آپ کا یہ طریقہ کہ مستند و معتبر کتب فقہ سے ضروری مسائل لے کر اور ان پر قابلِ اعتماد علماء کی تصدیق حاصل کر کے شائع فرماتے ہیں جس سے عامۃ المسلمین کو واقفیت حاصل ہوتی ہے، بہت بہتر اور انشاء اللہ تعالیٰ موجب اجر و ثواب ہے۔ حق تعالیٰ قبول فرمائے۔ فقط. واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/ ۷/ ۹۱ھ۔

بوسیدہ کتب کا حکم

سوال [۱۳۵۶]: درمختار میں ہے کہ اگر کتب پرانی ہو جائیں اور قابلِ استفادہ نہ رہیں تو اللہ جل شانہ اور انبیاء، ملائکہ کے اسماء محو کر کے بقیہ کو جلا دیا جائے (۳) اور شامی میں جو قرآن مجید قابل تلاوت نہ ہو اس کے متعلق لکھا ہے: "لا يحرق وبه نأخذ" (٤)۔ پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اگر قرآن کو جلانے کی

---

(۱) جن حضرات کے دستخط اور مہر موجود ہیں ان کو: (فتاویٰ رشیدیہ، باب البدعات، ص: ۴۴۶، سعید) میں ملاحظہ کیجئے۔

(۲) اور قاعدہ مسلمہ ہے کہ کسی دلیل میں کئی احتمالات ہوں تو اس سے استدلال درست نہیں ہوتا ہے۔

(۳) "الكتب التي لا ينتفع بها يمحى عنها اسم الله وملائكة ورسله ويحرق الباقي". (الدر المختار، كتاب الخطر والإباحة، فصل في البيع: ۶/ ۴۲۲، سعيد)

(۴) قال العلامة الشامي رحمه الله تعالیٰ: "والمصحف إذا صار خلقاً وتعذر القرآة منه، لايحرق بالنار، إليه أشار محمد، وبه نأخذ". (ردالمحتار، فصل في البيع: ۶/ ۴۲۲، سعيد)

روایت صحیح ہے تو اس کا کیا جواب ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

شرح سیر کبیر: ۲/۲۷۷، میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اس امر کے متعلق لکھا ہے: "لا يكاد يصح" اور "لا أصل لذلك الحديث اهـ"(۱)۔ لیکن یہ قصہ بخاری شریف میں مذکور ہے، اس لئے سند کے اعتبار سے اس کو بے اصل کہنا دشوار ہے: "وأمر بما سواه من القرآن في كل صحيفة أو مصحف أن يحرق اهـ" (۲) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "في رواية الأكثر أن يحرق بالحاء المعجمة، وللمروزي بالمهملة، ورواية الأصيلي بالوجهين، والمعجمةُ أثبتُ (إلى قوله) وفي رواية سويد بن غفلة عن علي رضي الله عنه قال: لاتقولوا لعثمان في إحراق المصاحف إلاخيراً (إلى قوله) وقد جزم عياض بأنهم غسلوها بالماء ثم أحرقوها مبالغةً في إذهابها. قال ابن بطال: في هذا الحديث جواز تحريق الكتب التي فيها اسم الله بالنار، وأن ذلك إكرام لها وصون عن وطئها بالأقدام (إلى قوله) وكرهه إبراهيم، وقال ابن عطية: الرواية بالحاء المهلمة أصح، وهذا الحكم هو الذي وقع في ذلك الوقت، وأما الآن فالغسل أولىٰ لمادعت الحاجة إلى إزالته اهـ" فتح الباری: ۹/۱۸(۳).

حافظ عینی رحمہ اللہ نے متعدد توجیہات بحوالہ کرمانی رحمہ اللہ نقل کر کے روایتِ احراق کو تسلیم کیا ہے اور حنفیہ کا مذہب وہی نقل کیا ہے جو شامی میں ہے(۴)۔

---

(۱) "والذي يروى أن عثمانؓ فعل ذلك بالمصاحف المختلقة حين أراد جمع الناس على مصحف واحد، لايكاد يصح، فالذي ظهر منه من تعظيم الحرمة لكتاب الله تعالىٰ، والمداومة على تلاوته آناء الليل والنهار دليل على أنه لاأصل لذلك الحديث"۔ (شرح السير الكبير، الجزء:۳، ص: ۱۴۱، باب مايحمل عليه الفئى وما يركبه الرجل من الدواب الخ، عباس احمد الباز، مكة المكرمة)

(۲) (صحيح البخاري: ۲/۷۴۶، كتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، قديمي)

(۳) (فتح الباري: ۹/۲۰، ۲۱، كتاب فضائل القرآن، دارالفكر، بيروت)

(۴) "وقال الكرماني: فإن قلت كيف جاز إحراق القرآن؟ قلت: المحروق هوالقرآن المنسوخ أو المختلط بغيره من التفسير أو بلُغة غيرقريش أو القراءات الشاذة، وفائدته أن لايقع الاختلاف فيه =

فیض الباری: ۴/۲۶۴ میں ہے:

"والإحراق ههنا لدفع الاختلاف، وهو جائز، قلت: وهذا حاصل ماقال ابن عطية"۔ فقط. واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔



= .... عن علی، رضی الله عنه قال: لا تقولوا لعثمان فی إحراق المصاحف إلاخيراً ...... ومن طريق مصعب بن سعد قال: أدركت الناس متوافرين حين أحرق عثمان المصاحف، فأعجبهم ذلك، أو قال: لم ينكر ذلك منهم أحد. وقال ابن بطال : فی هذالحديث جواز تحريق الكتب التی فيها اسم الله عزوجل، بالنار وإن ذلك إكرام لها وصون عن وطئها بالأقدام ...... وقال أصحابنا الحنفية: إن المصحف إذا بلی بحيث لاينتفع به يُدفن فی مكان طاهر بعيد من وطء الناس". (عمدة القاری: ۲۰/۲۶، ۲۷، كتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، رقم الحديث: ۴۹۸۷، دارالكتب العلميه، بيروت)

"المصحف إذا صاربحال لايقرأ فيه يدفن كالمسلم" . وفی الرد "(قوله: يدفن): أی يجعل فی خرقة طاهر ة، ويدفن فی محل غير ممتهن لايوطاء الخ". (ردالمحتار علی الدر المختار: ۱/۱۷۷، كتاب الطهارة، (فروع) قبيل باب المياه، سعيد)

باب فی تذکرۃ الرجال

(رجال کا بیان)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مرجیہ کہنے والا

سوال[۱۳۵۷]: حضرت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کے مقلدین مرجیہ ہیں، ایسا کہنے والا، لکھنے والا علمائے حق کے نزدیک پیر یا ولی، قطب یا غوث کہلانے کا حقدار ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اس کے متعلق پوری عبارت مع حوالہ نقل کریں، اگر حضرت سید عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز کی ''غنیۃ الطالبین'' کے متعلق یہ سوال ہے تو اس کی توضیح شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہما نے کی ہے(۱)، اس کو دیکھیں اشکال رفع ہوجائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۶/۶/۲ھ۔

---

(۱) قال الشيخ اللكنوى رحمة الله عليه في الرفع والتكميل في الجرح والتعديل: "و قد طال البحث قديماً و حديثاً بين علماء المذاهب الأربعة في عبارة الغنية، و استشكلوا وقوعها من مثل هذا الشيخ الجليل، و الصوفي النبيل(أي عبد القادر الجيلاني) ، و ذلك لوجهين : الأول : أن كتب الإمام أبي حنيفة "كالفقه الأكبر "و "كتاب الوصية" تُنادىٰ بأعلى النداء على أنه ليس مذهبه في باب الإيمان و فروعه ما ذهبت إليه المرجئة أصحاب الإغوا ، و كذلك كتب الحنفية تشهد ببطلان مذهب المرجئة ، و أن الحنفية و إمامهم ليسوا منهم ، فهذه النسبة الواقعة فِرِيَةٌ بلا مرية ،و صدورها من مثل هذا الشيخ الذي هو سيد الطائفة الرضية : بلية أيّ بلية.

والثاني : أن غوث الثقلين بنفسه ذكر في "الغنية " أبا حنيفة بلفظ الإمام ، و أورد قوله عند ذكر خلاف الأئمة الأعلام .... الخ ". (مجموعة رسائل للكنوى :۵/۱۸۵ ، رسالہ: الرفع والتكميل في الجرح والتعديل ، ص:۵۳، تحت عنوان: نافع لكل وجيه ، إدارة القرآن كراچی) ....=

امام مالک، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ پر گمراہ ہونے کا الزام

سوال[۱۳۵۸]: سائل کا بیان ہے کہ رسالہ ''نشیمن'' میں شائع ہوا ہے کہ ''تجلی'' دیوبند میں مضمون شائع ہوا ہے کہ مفتیانِ دارالعلوم دیوبند نے یہ فتوی دیا ہے کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ گمراہ ہیں۔ کیا واقعی یہ بات صحیح ہے؟ اس کے بارے میں مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

علمائے دیوبند حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقلد ہیں، ان کے مذہب کی کتابیں: ''نور الإیضاح، قدوری، کنز، شرح وقایہ، ہدایہ'' پڑھاتے ہیں اور ان کتابوں کے موافق عمل کرتے ہیں اور یہاں کے مفتی بھی امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب پر فتویٰ دیتے ہیں اور ان کے ہر ہر مسئلہ کو پختہ دلائل کے ذریعہ سمجھاتے ہیں۔ حدیث شریف میں امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے خاص شاگرد امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''مؤطا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ'' پڑھاتے ہیں، جس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی سند سے حدیثیں موجود ہیں، نیز ''طحاوی شریف'' پڑھاتے ہیں جس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب پر دلائل قائم کئے گئے ہیں۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کو بھی علمائے دیوبند بہت بڑا محدث اور امام اور فقیہ مانتے ہیں، ہرگز ہرگز ان دونوں بزرگ اماموں کو یہاں کے مفتیوں نے گمراہ نہیں کہا، جو شخص بھی دارالعلوم دیوبند کے مفتیوں کے متعلق یہ کہتا ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے گمراہ ہونے کا فتوی دیا ہے وہ غلط اور سراسر بہتان ہے، خدائے قہار کے سامنے اس کو میدانِ حشر میں اس کا جواب دینا ہوگا، دارالعلوم کے مفتی اس الزام سے بالکل بری ہیں، آئے دن قسم قسم کے الزامات لگائے جاتے ہیں، ہم معاملہ خدا کے سپرد کرتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

= مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (مجموعہ رسائلِ علمائے ھند، ج: ۱ میں رسالہ: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر إرجاء کی تھمت)

(ومقدمة إعلاء السنن، أبوحنيفة وأصحابه المحدثون، الفصل الثامن: ۳/۴۳، ادارة القرآن)

تنبیہ: دارالافتاء میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق کوئی سوال آیا ہی نہیں کہ جوان کو گمراہ بتلا دیا جائے۔ نعوذباللّٰہ من ذلک فقط۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۴/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۴/۹۲ھ۔

عبدالرحمٰن قاریؔ کا حال

سوال[۱۳۵۹]: مولانا احمد رضا خان کے ملفوظ میں ہے کہ "ایک بار عبدالرحمٰن قاریؔ کہ کافر تھا (اے ناظرین! قرأت سے قاری نہ سمجھیں بلکہ قارہ سے ہے) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اونٹوں پر آپڑا، اونٹ ہانک کرلے گیا، چرواہے کو قتل کردیا، اسے حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا"۔ اس پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ عبدالرحمٰن قاریؔ صحابی تھے، ان کو مولانا احمد رضا خان نے کافر کہا۔ کیا یہ اعتراض درست ہے؟ کیا عبدالرحمٰن قاری نام کے کوئی صحابی ہیں؟ اگر کوئی خاص دِقت نہ ہو تو جس کتاب میں ان کا تذکرہ ہو اس کتاب کا نام مع سنِ پیدائش اور وفات اور کب ایمان لائے تحریر کریں۔ فقط۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

عبدالرحمٰن قاریؔ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں پیدا ہوئے تھے، لیکن صغرسنی کی وجہ سے روایت سننے کی نوبت نہیں آئی، اس وجہ سے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے اور اصطلاحِ محدثین میں یہ صحابہ میں شمار نہیں بلکہ مدینہ پاک کے تابعین میں داخل ہیں۔ ۸۱ھ میں ان کی وفات ہے، اس وقت ان کی عمر ۷۸/ سال تھی۔ "اکمال" میں ان کا ترجمہ موجود ہے(۱) یہ مشکوۃ شریف کے آخر میں ہے دیگر کتب رجال

---

(۱) " عبد الرحمن بن عبد القاريّ : هو عبد الرحمن بن عبد القاريّ ، يقال : إنه ولد على عهد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ، و ليس له منه سماع ولا رواية، و عدّه الواقدی من الصحابة فيمن وُلد على عهد النبی صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ، والمشهور أنه تابعی، هو من جملة تابعی المدينة و علمآئها، سمع عمر بن الخطاب رضی الله تعالىٰ عنه، مات سنة إحدى و ثمانين ، وله ثمان و سبعون سنةً ، القاريّ بفتح القاف والرآء و تشديد اليآء بغير همزة". (الإكمال فی أسماء الرجال لصاحب المشكوة الملحق بمشكوة المصابيح، حرف العين ، فصل فی التابعين ص: ۶۰۹ ، قديمی) .... =

میں زیادہ تفصیل ہے۔

''الملفوظ'' کے حوالہ سے جو کچھ ان کی طرف منسوب کیا گیا ہے وہ بالکل غلط ہے اور ان کو کافر کہنا تو انتہائی جرأت ہے اور ایک مؤمن کے لئے بہت خطرناک ہے(۱)۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی کو کافر کہنا کیا معنی، ادنیٰ بے ادبی اور خلافِ شان بات کہنا بھی مومن کی شان نہیں۔ جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برے قسم کے لفظ کہے وہ ملعون ہے، حدیث پاک میں ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۲۱/ ۸/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند۔

کیا امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ کے استاد ہیں؟

سوال[۱۳۶۰]: صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں کونسی کتاب صحیح ہے؟

= (وكذا في المرقاة شرح المشكوة مختصراً، كتاب الصلوة، باب قيام شهر رمضان، الفصل الثالث: ۳/۳۷۷، رشيديه)

قلت: وقد روى عنه الإمام البخاري رحمه الله تعالىٰ في صحيحه فقال: "و عن ابن شهاب عن عروة بن الزبير، عن عبد الرحمن بن عبدٍ القاريّ أنه قال: خرجت مع عمر بن الخطاب ليلةً في رمضان إلى المسجد، فإذا الناس أوزاع متفرقون .... (إلى أن قال): قال عمر: "نعم البدعة هذه، والتي تنامون عنها أفضل من التي تقومون" يريد آخر الليل، و كان الناس يقومون أوّله". (صحيح البخاري، كتاب الصوم، باب فضل من قام رمضان: ۱/۲۶۹، قديمي)

(۱) "عن أبي ذر رضي الله تعالىٰ عنه أنه سمع النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "لا يرمي رجل رجلاً بالفسوق، و لا يرميه بالكفر، إلا ارتدت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ما ينهى عن السباب واللعن: ۲/۸۹۳، قديمي)

(۲) "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إذا رأيتم الذين يسبّون أصحابي، فقولوا: لعنة الله على شركم". رواه الترمذي". (مشكوة المصابيح، كتاب المناقب والفضائل، باب مناقب الصحابة رضي الله تعالىٰ عنه، الفصل الثالث، ص: ۵۵۴، قديمي)

الجواب حامداًومصلیاً:

دونوں ہی ٹھیک ہیں، بخاری استاذ ہیں، امام مسلم شاگرد ہیں (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ،العبدمحمودغفرلہ،دارلعلوم دیوبند،۲۸/۶/ ۱۴۰۶ھ۔

سحبان الہند

سوال[۱۳۶۱]: سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب کا کیا مقام ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

بہت عمدہ خوش بیان واعظ تھے، چند کتابوں کے مصنف تھے(۲)، جمعیۃ العلماء کے ناظم تھے(۳)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہ دارالعلوم دیوبند،۲۰/ ۹۲/۵ھ۔

پالن حقانی

سوال[۱۳۶۲]: ہمارے یہاں ایک صاحب محمد پالن حقانی صاحب آئے اور وعظ کہا جس سے سامعین پر بہت اثر ہوا، اور دوسرے مقامات پر بھی وعظ کی درخواست کی گئی، چنانچہ متعدد بیانات ہوئے، سامعین کی بہت بڑی تعداد نے بدعات سے توبہ کی، نماز کا جذبہ پیدا ہوا، مساجدِ کثیرہ آباد ہوگئیں، قلوب میں خدا کا خوف اور دین کی طلب کا ولولہ ان کی تقاریر سے پیدا ہوا، وہ خود عالم نہیں اس کا بھی اقرار کرتے ہیں۔

---

(۱)"ومسلم مع أنه أخذ عن البخاري فإنه يشارك البخاري في كثير من شيوخه". (هدي السارى مقدمة فتح البارى: ۱/۱۰، الفصل الثانى فى بيان موضوعه والكشف عن مغزاه فيه: ۱/۱۰، قديمى)

"وقد صح أن مسلماً كان ممن يستفيد من البخارى، ويعترف بأنه ليس له نظير فى علم الحديث". (مقدمة شرح الإمام النووى على صحيح مسلم: ۱/۱۳، قديمى)

(وكذا فى مقدمة فتح الملهم: ۱/۱۰۰، ترجمه الإمام مسلم بن الحجاج رحمه الله تعالىٰ، كتب خانه يحيويه سهارنپور)

(۲) مثلاً: "جنت کی کنجی"، "دوزخ کا کھٹکا" وغیرہ۔

(۳) دیکھئے: (دہلی میں دفن خزینے، ص:۲۶۷، طیب پبلشرز لاہور)

4 ایک کتاب بھی انہوں نے تصنیف کی ہے اس کا نام ''شریعت یا جہالت'' بعض لوگ ان کی تقریر سننے سے منع کرتے ہیں اوران کی کتاب دیکھنے سے روکتے ہیں، کہتے ہیں کہ ان کی کتاب میں مسائل غلط ہیں۔ مثلاً: قبروں پر پھول ڈالنا انھوں نے جائز بتایا ہے اور تمبا کو کو حرام لکھا ہے اس لئے دیوبند سے دریافت کیا گیا، جواب میں دو فتوے آئے ایک موافق ایک مخالف، تو آپ رہنمائی کریں کہ ان کی کتب دیکھی جائے یا نہیں، یہ دونوں بھی ارسال ہیں اوران کی تقریر سننا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محمد پالن حقانی کے متعلق آپ کا مرسلہ دو مطبوعہ اشتہار پہونچے جن میں موافق ومخالف دیوبند کے دو فتوے درج ہیں، جب سوال یہ کیا جاوے کہ وہ اپنی تقریر میں ہر مسئلہ کو قرآن پاک کی آیات اور حدیث شریف اور فقہ کے مکمل حوالہ کے ساتھ مبرہن کرکے بیان فرماتے ہیں تو لامحالہ جواب وہی ہوگا جو کہ بذیل نمبر:۱۸۔ ۸۶/۱/۶ھ کو دیا گیا ہے۔ اور جب سوال یہ کیا جائے کہ وہ ان پڑھ جاہل ہیں اوران کی تقریروں میں بہت سے مسائل غلط ہیں تو ظاہر ہے کہ جواب وہ ہوگا جو کہ نمبر:۶۶ کے ذیل میں ۸۶/۱/۲۶ھ کو دیا گیا ہے لہٰذا اختلافِ جواب اختلاف سوال پر مبنی ہے، دیوبند ہی کے دونوں فتوے ہیں، لیکن جو فتویٰ حقانی صاحب کے خلاف ہے اس کے حاشیہ والی عبارت یہاں کے فتوے کی نہیں ہے وہ کسی اَور صاحب کا اضافہ ہے، ہم نہیں جانتے کہ وہ کن صاحب کا اضافہ ہے۔

اب آپ نے کتاب ''شریعت یا جہالت'' بھی روانہ کی ہے، اس کو دیکھ کر معلوم ہوا کہ مخالف صاحبان نے دونوں مسئلوں میں احتیاط سے کام نہیں لیا، یا خود غلط فہمی میں مبتلا ہوکے دوسروں کو مغالطہ دینا چاہا، قبر پر پھول ڈالنے کے متعلق حقانی صاحب نے ایک یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ قبروں پر پھول ڈالنا اور خوشبو ڈالنا درست ہے اوراس کا حوالہ بھی دیا ہے لیکن اس قول کو پسند نہیں کیا، نہ اس کی ترغیب دی بلکہ اس کے خلاف کو پسند کیا ہے جس عقیدہ سے اولیاء کرام کی قبروں پر لوگ پھول ڈالتے ہیں اول اس عقیدہ کی جڑ کاٹی ہے، لکھا ہے:

''اس میں کسی دوسرے قسم کی نیت نہ ہو یعنی یہ میری مشکل حل کردیں گے، یا مجھے بیٹا، بیٹی دیں گے، یا مجھے قرض سے نجات دلائیں گے، یا مجھے نوکری یا بیوپار دھندا مل جائے گا، اس نیت سے قبروں پر جانا قطعاً حرام ہے، کیونکہ یہ شرک ہے اور شرک

کرنے والا اگر بے توبہ کے مرگیا تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنمی ہے''۔

پھر اخیر میں لکھا ہے کہ ''رقم کو خیرات کرکے اس کا ثواب اس قبر والے کو بخش دے

یہ پھولوں سے زیادہ اچھا ہے''۔

اب دیکھئے عوام کا کیا حال ہے، پھول قبر پر عامۂ تقرب کے لئے چڑھائے جاتے ہیں اور نیت وہی ہوتی ہے جو حقانی صاحب نے لکھی ہے، اس نیت سے پھول چڑھانا کیا معنی، قبر پر جانا بھی حرام لکھا ہے، پھر یہ کہنا کہ حقانی صاحب نے قبر پر پھول ڈالنے کو جائز لکھا ہے، صحیح نہیں بلکہ مغالطہ ہے۔

دوسرا مسئلہ آپ نے تمباکو کے متعلق لکھا ہے کہ حقانی صاحب نے اس کو حرام لکھا ہے، واقعہ یہ ہے کہ بعض علماء نے اس کو حرام فرمایا ہے، ان کی کتابوں سے حقانی صاحب نے نقل کیا ہے، اس کا مدار اس بات پر ہے کہ تمباکو مسکر (نشہ آور) ہے یا نہیں، جن حضرات کے نزدیک یہ مُسکر ہے انھوں نے ناجائز لکھا ہے اور جن کے نزدیک مسکر نہیں انھوں نے اجازت دی ہے یا بدبو کی وجہ سے مکروہ تنزیہی لکھا ہے، چنانچہ دوسرا قول بھی حقانی صاحب نے نقل کیا ہے، اس کی حرمت پر ان کو اصرار نہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

''میرے عزیز دوست! بعض مولوی صاحبان تمباکو کو مکروہ تنزیہی سمجھ کر کھاتے پیتے ہیں، میرے دوست! تو جو سمجھ رہا ہے، وہی سمجھ لے پھر بھی آپ کو چھوٹے سے چھوٹے مکروہات کو چھوڑنا ہوگا، کیونکہ جنت کی جو خاص خاص نعمتیں ہیں وہ ان کی آڑ میں ہیں یعنی ان کاموں کے ترک کرنے سے ہی حاصل ہوتی ہیں، ص: ۴۹۳۔

یہ بات حدیث شریف میں بھی ہے کہ مقام تقویٰ کو حاصل کرنے کے لئے بعض مباحات کو بھی ترک کرنا ہوتا ہے(۱)، کیونکہ اگر ہر مباح کو اپنی خواہش کے موافق کرنے لگے تو نوبت غیر مباح تک پہونچ

(۱)"عن عامر قال: سمعت النعمان بن بشير يقول: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "الحلال بين والحرام بين وبينهما مشتبهات، لا يعلمها كثير من الناس، فمن اتقى المشبهات، استبرأ لدينه وعرضه، ومن وقع في الشبهات، كراع يرعى حول الحمى، يوشك أن يواقعه، ألا! وإن لكل ملك حمى، ألا! إن حمى الله في الأرض محارمه". الحديث. (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب فضل من استبرأ لدينه: ۱/۱۳، قديمي)

جاتی ہے(۱)، یہ ان دونوں مسئلوں کی حقیقت ہے جس کو حقانی صاحب نے لکھا ہے، اصل کتاب گجراتی زبان میں تھی جس میں قرآن حدیث فقہ کے تراجم سے مدد لی گئی ہے، پھر اس کا اردو ترجمہ کر دیا گیا ہے۔ حقانی صاحب نہ عربی سے واقف، نہ اردو میں تصنیف کر سکتے ہیں، ان کی مخالفتوں کا زور ہے، یہ زور اب سنبھل میں بھی شروع ہو گیا اگر بہ نظرِ انصاف مطالعہ کیا جائے تو ان کی کتاب مجموعی حیثیت سے بہت مفید ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق تفصیل

سوال[۱۳۶۳]: ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ پرانے حضرات تو کچھ فرمائیں اور اب کے نئے ان کے خلاف تحقیق کچھ اور لکھیں، نہ معلوم کیوں ان کے مقابلہ میں اپنے آپ کو قابل سمجھا جاتا ہے اور اگلوں کی تحقیق کو غلط سمجھا جاتا ہے کیوں اپنی بڑائی مقصود ہے اور اپنا کمال وتحقیق ظاہر کیا جاتا ہے، چاہے اگلوں کی توہین ہو جائے؟ سائل گمراہ ہو جائے کچھ خیال نہیں، اب تک تو ہم نے یہ عقیدہ رکھا کہ قطب الارشاد امام ربانی صاحب گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ فرمایا حق وصحیح ہے، اب ان کو غلط وجھوٹا اور صحیح نہ لکھنے والا سمجھیں اور اب آپ یہ عقیدہ رکھیں کہ جو آپ قطب الارشاد عالم ربانی کے خلاف لکھ رہے ہیں وہ صحیح ہے اور آپ سچے ہیں اور انہوں نے جو لکھا غلط لکھا ہے، عجیب مذاق ہے، معاف کیجئے گا۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ اتنا زبردست وقطب الارشاد امام ربانی تو غلط لکھ دے اور ان کو معلوم نہ ہو اور آپ کو ساری تحقیق ہوگئی اب تو فتاوی رشیدیہ کا کوئی مسئلہ ہی صحیح نہیں رہا، نہ معلوم کون سا صحیح اور کون سا غلط ہے، ہوسکتا ہے کہ امام ربانی نے اور دوسرے مسائل میں بھی غلطی کی ہوگی، تحقیق نہ ہوئی ہوگی، اب آپ اپنے فتوے شائع کرائیے، امام ربانی کے فتوے شائع کرانا بند کرائیے، ورنہ سب گمراہ ہو جائیں گے، ہم تو یہی سمجھتے تھے کہ جیسا کہ امام ربانی کی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ "مؤلف آپ کے یعنی (امام ربانی) کے کمالات علمیہ وعملیہ کا حق ادا نہیں کرسکتا، خلاصہ یہ ہے کہ ملت محمدیہ کو اگر آسمان کہا جائے تو آپ کو اس کا کوکب دری کہا جائے گا"۔ اب یہ

---

(۱) "الإصرار على أمر مندوب يبلغه إلى حد الكراهة". (السعاية، باب صفة الصلوٰة، قبيل فصل في القراءة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيڈمی لاهور)

تعریف غلط یا پہلی ہی غلط یا جھوٹ لکھی گئی، ہم تو لوگوں کو حضرت امام ربانی کا معتقد بناتے ہیں اور آپ ان سے برگشتہ کرتے ہیں اور ان کی کمالات علمی کی شان کو بالکل بیکار کردینا چاہتے ہیں۔

آج آپ نے یہ لکھا کل کو کل فتاویٰ رشیدیہ ہی کو غلط اور بغیر تحقیق سے لکھا ہوا بتادیجئے گا، آپ خود بھی سوچئے اور خدا کے لئے غور فرمائیے کہ اس کے بعد فتاوی کا کیا ویلیو باقی رہ جاتا ہے، امام ربانی کی شان تو یہ ہے کہ جیسا کہ ''ارواح ثلاثہ'' میں تحریر ہے کہ:

''خاں صاحب نے فرمایا کہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مولوی صاحب محمد یحیی صاحب کاندھلوی سے فرمایا کہ فلاں مسئلہ شامی میں دیکھو، مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مسئلہ شامی میں تو نہیں ہے۔ فرمایا کہ: یہ کیسے ہوسکتا ہے، لاؤ شامی، شامی لائی گئی، حضرت ایک آنکھ سے معذور ہو چکے تھے، شامی کے دوثلث اوراق دائیں جانب کرکے اور ایک ثلث بائیں جانب کرکے اندازہ سے کتاب ایک دم کھولی کہ بائیں صفحہ پر نیچے کی جانب دیکھو، دیکھا تو وہ مسئلہ اسی صفحہ پر موجود تھا، سب کو حیرت ہوئی، حضرت نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میری زبان سے غلط نہیں نکلوائے گا''۔

اب بتائیے کہ کیا اتنے بڑے امام نے غلط لکھا، بھول ہوئی، معلوم نہ ہوا، کہنے والا تو کہتا ہے کہ اگر آپ نے اس ''فتاویٰ رشیدیہ'' کے موافق دیوبند سے جواب منگوادیا تو وہ مان لوں گا، ورنہ فتاوی رشیدیہ غلط ماننے اور عمل کرنے کے لائق نہیں۔ اب آپ ہی غور فرمائیے کہ جب اس کو آپ کا یہ جواب دکھایا جائے گا تو وہ امام ربانی گنگوہی کی طرف سے کس قدر بدظن ہوگا، معتقد ہونے کے بجائے مخالف ہوگا، غلط بیانی کرنے والا سمجھے گا، اس کی نظر میں بلکہ اَوروں کی نظر میں بھی فتاوی رشیدیہ کی کتنی وقعت رہ جائے گی اور یہ سب آپ کی وجہ سے ہوگا، امام ربانی کی ساری زندگی کی محنت اور سرمایہ زندگی بے کار ہوکر رہ جاتا ہے یا نہیں؟ بلکہ یہ مسئلہ یہیں تک ہی ختم نہیں ہوجاتا، آگے بڑھے گا، اپنے بھی بدظن ہی نہیں بلکہ ان کی نظروں میں بھی امام ربانی کی کوئی وقعت نہیں رہ جاتی، ان کی تحریر پر کسی کو اعتماد نہیں رہتا۔

ہم تو امام ربانی کی سوانح عمری اور فتاوی سناسنا کر ان کا معتقد بناتے ہیں اور آپ جدائی قائم کرتے، بدظن بناتے اور عزت کھوتے ہیں، اتنے بڑے امام کی شامی پر اس قدر گہری نظر ہو تو کیا وہ غلط کہے گا، معلوم نہ

ہوگا، یا یہ تعریف یا اس قسم کی کتابیں غلط وجھوٹ ہیں، دونوں طرح مشکل ہے، یا فتاوی بالکل غلط، اور جب فتاویٰ رشیدیہ غلط تو اب آپ ہی غور فرمایئے کہ امام ربانی کی کیا عزت باقی رہ جاتی ہے یا امام کی تعریف میں بھری یہ کتابیں غلط ہیں تو لکھنے والے اکابر غلط اور جھوٹے اور من گھڑت تعریف اور غلط اور جھوٹی کتابیں صرف روپیہ حاصل کرنے کی خاطر اس قسم کے غلط افسانے لکھنے اور تعریف میں زمین وآسمان کے قلابے ملانے والے سمجھے جاتے ہیں۔

افسوس صد افسوس! ہم نہیں سمجھتے، ہم تو صرف فتاویٰ رشیدیہ ہی کو سمجھتے ہیں، اب آپ کا کیا کہنا ہے، آپ تو مفتی صاحب ہیں، میں تو اس قابل نہیں کہ آپ کو کچھ مشورہ دے سکوں، ان مشکلوں سے حل کا صرف یہی طریقہ ہے، اگر آپ مناسب سمجھیں تو اسی طرح جواب تحریر فرمانے کی زحمت گوارا فرمائیں اور فتاویٰ رشیدیہ کے اس فتوے کے مطابق کیا یہ جواب نہیں ہوسکتا کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے حالات پہلے مخفی اور پوشیدہ سے تھے، اب تو ان کی بہت سی کتابیں سامنے آچکی ہیں، عربی اردو اخبارات وغیرہ میں ان کے حالات شائع ہوچکے اور ہوتے رہتے ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد بن عبدالوہاب صاحب نجدی کے متعلق اکثر الزامات بالکل غلط ہیں، ان کے ہم خیال آج کل حرمین شریفین کے فرمانرواں ہیں، سب ہی جانتے ہیں کہ وہ اہل سنت کا ایک فرقہ ہیں، برا کہنا سخت بری بات ہے، توبہ کرنی چاہیئے۔ لہذا امام ربانی نے صحیح تحریر فرمایا، اس صورت میں تو فتاویٰ رشیدیہ کی لاج وعزت اور امام ربانی گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شان رہ جاتی ہے، اگر یہ صورت اختیار نہ کی گئی تو پھر آپ جانیئے، عرض کردینا خادم کا کام تھا، کہدیا۔

ہم تو آپ کے الٹ پلٹ لکھ دینے سے خود بھی الٹ پلٹ ہوکر رہ گئے، لہذا مہربانی فرمائیں اور توجہ کریں کہ اپنا بنانا مقصود ہے، لہذا اس بار پھر سوال آپ کی خدمت میں ارسال کررہا ہوں، اگر اس گذارش کی بناء پر جواب لکھ دیا تو اپنی بھی بات رہ جاتی ہے اور امام ربانی کی شان بھی اور فتاویٰ رشیدیہ کی لاج بھی، ویسے پھر میں زحمت نہیں دوں گا، سائل سے جس طرح ہوگا نمٹ ہی لوں گا، جھوٹا بن کرہی نمٹ لوں گا، مگر جب میں دیوبند پہنچ گیا اس وقت میں پھر جو کچھ کہنا ہوگا کہہ ہی لوں گا۔ فقط خادم خیراندیش عبدالرزاق۔

الجواب حامداًومصلیاً:

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے وقت کے بہت بڑے محدث، فقیہ، مفسر،

عارف، متبع سنت بزرگ تھے، تمام عمر حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنے اور ان کی تعلیم دینے، ان کی اشاعت میں گذار دی، ان کمالات کے باوجود وہ عالم الغیب نہیں تھے، ان کو کشف بھی ہوتا تھا مگر یہ ضروری نہیں کہ ہر چیز کا اور ہر وقت ہوتا ہو۔

ایک مرتبہ ایک مسئلہ بیان فرمایا، مولانا محمد یحییٰ کو اس کا حوالہ مطلوب تھا وہ ان کو نہیں مل رہا تھا، تلاش کرتے تھے، حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا، حضرت نے شامی کا حوالہ دیا، مولانا موصوف نے کہا کہ شامی میں تلاش کرلیا ہے، نہیں ملا، حضرت نے فرمایا کہ فلاں جلد لاؤ، وہ جلد لائی گئی، حضرت نے اندازے سے اس کو کھول کر دیا تو وہاں وہ مسئلہ مل گیا، اس پر حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے وہ جملہ فرمایا جو آپ نے نقل کیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ جو مسئلہ بتادیا وہ صحیح تھا، غلط نہیں تھا، چنانچہ وہ شامی ہی میں مل گیا، اہل علم حضرات جب حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے بیان فرمودہ مسائل کو جانچتے ہیں تو صحیح پاتے ہیں۔

عبدالوہاب نجدی کے ابتدائی حالات جو مشہور تھے وہ یہی تھے وہ بدعات کو مٹا کر سنت کو قائم کرنا چاہتے ہیں، یہی شہرت ہندوستان میں بھی پہنچی، اس شہرت کی بناء پر نیز ہر مسلمان سے حسنِ ظن رکھنے کا حکم ہے، اس بناء پر حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے رائے تحریر کی جو فتاویٰ رشیدیہ میں درج ہے(۱)۔ پھر شامی حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھجوائی، اس میں علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے وہ حالات درج کئے ہیں جو انھوں نے بچشم خود دیکھے تھے(۲)، اگر حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس وہ حالات پہنچ جاتے

---

(۱)(فتاویٰ رشیدیہ ازتالیفات رشیدیہ، مسائل منثورہ، محمد عبدالوہاب نجدی کا مذہب، ص: ۲۴۱، ۲۴۲، ادارہ اسلامیات لاهور)

فرمایا: ''محمد عبدالوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں، وہ اچھا آدمی تھا، سنا ہے کہ مذہب حنبلی رکھتا تھا اور عامل بالحدیث تھا، بدعت وشرک سے روکتا تھا، مگر تشدد اس کے مزاج میں تھی، واللہ تعالیٰ اعلم۔'' (فتاویٰ رشیدیہ، المصدر السابق)

(۲)''وقع في زماننافي أتباع عبد الوهاب الذين خرجوا من نجد، وتغلّبوا على الحرمين، وكانوا ينتحلون مذهب الحنابلة، لكنهم اعتقدوا أنهم هم المسلمون وأن من خالف اعتقادهم مشركون، واستباحوا بذلك قتل أهل السنة وقتل علمائهم، حتى كسر الله شوكتهم وخرب بلادهم، وظفربهم عساكر المسلمين عام ثلاث وثلاثين ومأتين وألف. ''(ردالمحتار، كتاب الجهاد، باب البغاة، مطلب في أتباع عبدالوهاب الخوارج في زماننا: ۱۶۲/۴، سعيد)

جو شامی میں درج ہیں تو ظاہر ہے کہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ ایسی رائے قائم نہ فرماتے جو فتاوی رشیدیہ میں ہے، اس کی وجہ سے نہ فتاوی رشیدیہ کے مسائل غلط ثابت ہوتے ہیں اور نہ حضرت کی شان میں فرق آتا ہے، نہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ کے مقابلہ میں ہمارے فتاوی کی ترجیح ثابت ہوتی ہے، نہ حضرت کی شان کے مقابلے میں ہماری شان کچھ بلند ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں آپ نے جو کچھ لکھا ہے وہ توہمات ہیں جو کم علمی اور کم فہمی سے بھی پیدا ہوسکتے ہیں، بہت ممکن ہے کہ کسی شخص کے متعلق تاریخی ونجی معاملات وحالات حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے علم میں نہ ہوں یا ناتمام ہوں اور اس شخص کے قریب رہنے والوں کو حالات زیادہ معلوم ہوں، علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات ۱۲۵۲ھ میں ہے، اور حضرت گنگوہی کی وفات ۱۳۲۳ھ میں ہے۔

شخص مذکور کے متعلق ہم نے جو کچھ لکھا ہے وہ اپنی رائے نہیں لکھی اور نہ یہ بات محض رائے سے لکھنے کی ہے، نہ یہ فقہی مسئلہ ہے کہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے پر ہماری رائے فائق ہوجائے، یا حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے تحریر فرمودہ فقہی مسئلہ پر ہمارا لکھا ہوا مسئلہ فائق ہوجائے بلکہ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے قریب سے بچشمِ خود حالات دیکھے ان کی بنا پر ہم نے لکھا ہے، علاوہ ازیں مولانا حسین احمد صاحب مدنی حمہ اللہ تعالیٰ نے تفصیل سے ان کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور "الشہاب الثاقب "(۱) میں ان مسائل کی فہرست درج کی ہے جس میں وہابی نجدی مسائل سے علماء دیوبند کا مسلک بالکل جداگانہ ہے اور اختلاف شدید ہے۔

حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بالاتر ہے کہ کوئی فتاویٰ رشیدیہ سنا سنا کر لوگوں کو ان کا معتقد بنائے یا غیر معتقد بنائے اور گالیاں دے، جسے اپنی عاقبت درست کرنا ہو حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ اور دیگر تالیفات سے فائدہ حاصل کرکے اپنا ایمان مستحکم کرلے، اعمال درست کرے، اخلاق درست کرے، حضرت مولانا پر اس کا کوئی احسان نہیں بلکہ خود اس کا نفع ہے۔ جسے اپنی عاقبت برباد کرنا ہو وہ حضرت کے فتاوی اور دیگر تالیفات بلکہ ان کے مخالف گروہ کی گالیوں سے بھری ہوئی تصنیفات سنا سنا کر دوسروں کو بدعقیدہ کرے اور حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام کا مطلب بگاڑ بگاڑ کر اپنا دین تباہ کرے، اخلاق خراب کرے، چنانچہ دونوں قسم کے لوگ دنیا میں اپنی اپنی اختیار کردہ راہ پر چل رہے ہیں اور سرگرم عمل ہیں۔

خدا وہ دن لائے کہ آپ کی دیوبند تشریف آوری ہو اور ملاقات پر زبانی گفتگو ہوکر آپ کے پوشیدہ دلی

(۱) (الشہاب الثاقب، ص: ۲۲-۲۶-۲۳۸-۲۴۶، انجمن ارشاد المسلمین لاہور)

خلجانات سب سامنے آئیں اور اللہ پاک آپ کو تشفی بخش جوابات کے ذریعہ مطمئن فرمادے۔

ضروری گذارش یہ ہے کہ جھوٹ بولنا حرام ہے، حضرت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے(۱) اس لئے کسی مخالف سے نمٹنے کے لئے نہ جھوٹ بولنے کی ضرورت ہے اور نہ اجازت ہے، اہل حق کبھی اس کو اختیار نہیں کرتے نہ اس سے خوش ہوتے ہیں، حضرت مولانا رشید احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا کسی کو معتقد بنانے کے لئے ہرگز ہرگز جھوٹ بولنے کی جرأت نہ کریں، یہ شیوہ اہلِ باطل کا ہے کہ وہ جھوٹ بول بول کر اپنے بڑوں کی عقیدت کا سکہ جماتے ہیں اور اہل حق اس سے بے نیاز بلکہ متنفر ہیں۔ فقط و ماعلینا الا البلاغ۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲/ ۵/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی

سوال[۱۳۶۴]: دارالعلوم دیوبند کے سابق شیخ الحدیث جناب مولانا مولوی محمد انور شاہ صاحب کشمیری کی مندرجہ ذیل عبارت سے علمائے حق متفق اور ان کی یہ رائے درست ہے یا نہیں اور: ''امام محمد بن عبدالوهاب النجدی، فإنه كان رجلاً بليداً قليل العلم، فكان يتسارع إلى الحكم بالكفر''. (مقدمہ فیض الباری)'' ان کی مندرجہ بالا رائے درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے بھی اسی کے قریب ہے جیسا کہ ردالمحتار: ۳/ ۴۲۷، باب البغاۃ میں

---

(۱) ''عن عبدالله رضی الله تعالیٰ عنه قال(فی حديث طويل): قال رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: ''عليكم بالصدق ......وإياكم والكذب، فإن الكذب يهدی إلى الفجور، وإن الفجور يهدی إلى النار، ومايزال الرجل يكذب، ويتحرى الكذب حتى يُكتب عندالله كذاباً.'' (الصحيح لمسلم، كتاب البر والصلة، باب قبح الكذب وحسن الصدق وفضله: ۲/ ۳۲۶، قديمی)

قال النووی رحمه الله تعالىٰ: ''وقال آخرون منهم الطبری: لايجوز الكذب فی شئ أصلاً، قالوا: وماجآء من الإباحة فی هذا المراد به التورية واستعمال المعاريض، لاصريح الكذب.'' (النووی على مسلم، كتاب البر الخ، باب تحريم الكذب اهـ: ۲/ ۳۲۵)

ہے کہ زمانہ بھی دونوں کا ایک ہے(١)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند،١٥/٩/٨٥ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

اورنگ زیب عالمگیر کو ولد الحرام کہنا

سوال[١٣٦٥]: ایک شخص کہتا ہے کہ اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ کے جدّ امجد جلال الدین اکبر نے جودھابائی سے شادی کی تھی تو نکاح نہیں ہوا، ایسی صورت میں عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ کو ولد الحرام کہتا ہے -نعوذ باللہ- اس کی بابت مسئلہ قطعی طور پر صاف کردیں کہ واقعہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ کو جلال الدین اکبر کا بیٹا ولد الحرام کہنا تاریخ سے ناواقفیت پر مبنی ہے(٢)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند،٢/٦/٩٦ھ۔

علامہ فضل حق خیرآبادی اور مولانا اسماعیل شہید رحمہما اللہ تعالیٰ

سوال[١٣٦٦]: زید کہتا ہے کہ علامہ فضل حق خیرآبادی حضرت شیخ عبدالوہاب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگرد تھے، انہوں نے صاحب "تقویۃ الایمان" پر کفر کا فتویٰ دیا ہے کہ: "قائلِ این کلام لا طائل از روئے شرع مبین بلا شبہ کافر و بے ایمان است، ہرگز مومن و مسلمان نیست" فضل حق خیرآبادی (تحقیق الفتویٰ، ص:٧،٨)(٣)۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا واقعی علامہ موصوف نے کفر کا فتویٰ دیا ہے، زید کا حوالہ صحیح ہے یا نہیں؟

---

(١) (قد تقدم تخریجہ تحت عنوان: "عبدالوہاب نجدی کے متعلق تفصیل"۔(ردالمحتار، کتاب الجهاد، باب البغاة. مطلب فی اتباع عبدالوهاب الخوارج فی زماننا: ٢٦٢/٤، سعید)

(٢) "حضرت اورنگ زیب صاحب قِران اعظم شہاب الدین شاہ جہاں کے تیسرے لڑکے تھے"۔(تاریخ ملت: ١٩/٣، ادارہ اسلامیات لاہور)

(٣) لم أظفر علی هذا الکتاب

جواب مستحکم مدلل عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

اس کے جواب کے لئے ارواحِ ثلاثہ، ص: ۳۷۰ سے حکایت نمبر: ۴۰۰ نقل کرتا ہوں، امید ہے کہ رہنمائی میسر ہوگی۔

خان صاحب نے فرمایا کہ:

''مولوی عبدالرشید صاحب غازی پوری رام پور میں مولوی فضل حق سے پڑھتے تھے، یہ ایک مرتبہ کہیں جارہے تھے، اتفاق سے ان کے ایک دوست مل گئے ان دوست نے ان سے کہا کہ چلو مولوی فضل حق کے یہاں چلیں تم ان کے (مولانا اسماعیل صاحب کے) معتمد ہو، آج تمہیں تمہارے استاذ سے تبرے سنوائیں گے، انہوں نے کہا چلو، جب دونوں وہاں جاکر بیٹھے تو مولوی عبدالرشید صاحب نے کہا کہ حضرت! یہ مجھے یہ کہہ کر لائے ہیں کہ مولوی صاحب سے تمہیں مولوی اسماعیل پر تبرے سنواؤں گا، مولوی فضل حق صاحب نے کہا: ''اچھا! اس غرض سے لائے ہیں'' اور یہ کہہ کر ان پر بہت ناخوش ہوئے اور فرمایا: ''میں اور مولوی اسماعیل پر تبرا کروں، یہ نہیں ہوسکتا، جو جو کچھ مجھ سے ہو چکا ہے وہ بھی بہکانے اور سکھانے سے ہوا تھا اور اب تو وہ بھی نہیں ہوسکتا'' اور یہ کہہ کر ان کو اپنی مجلس سے اٹھادیا اور فرمایا کہ ''میرے یہاں کبھی نہ آنا اھ'' (۱)۔

خط کشیدہ عبارت کو بغور پڑھئے تو مولانا فضل حق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ حضرت مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق معلوم ہوگا۔ حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف ''عقباتِ منصبِ امامت''، ''ایضاح الحق'' وغیرہ مطالعہ کرنے سے ان کی جلالتِ قدر معلوم ہوتی ہے، ان کے جہاد کے کارنامے بھی بہت بلند ہیں ''ارواح ثلاثہ'' میں، ص: ۵۷ سے لے کر، ص: ۱۰۲، تک ان کے واقعات مذکور ہیں۔ ''تقویۃ الایمان'' کی تصنیف اور اس کی اشاعت وافادیت کا تذکرہ بھی اس میں ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (أرواح ثلاثه يعنى حكايات أولياء، ص: ۳۵۰، رحمانيه لاهور)

(۲) (أرواح ثلاثه يعنى حكايات أولياء، ص: ۶۰ - ۱۰۶، رحمانيه لاهور)

علمائے دیوبندکو بدنام کرنے کی سازش

سوال[۱۳۶۷]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ راقم الحروف (عبدالغفور مکینک) سے قادر صاحب نے کہا کہ ایک دیوبندی کی کتاب میں میں نے پڑھا ہے کہ اگر نماز میں سرکاردوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال آجائے تو نماز نہ ہوگی اور اگر گدھے کا خیال آجائے تو نماز ہوجائے گی، اس کے جواب میں راقم الحروف نے عرض کیا کہ یہ بات تو عالم کے سمجھانے کی ہے، مگر اصرار کرنے پر میں نے عرض کیا کہ چونکہ سرکاردوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال شریف کوئی وسوسہ نہیں بلکہ ایک عالی مقام ہے ممکن ہے شرک ہوجائے اور وسوسہ معاف ہے جس سے نماز ہوجائے گی۔

اس کے کچھ عرصہ بعد ڈاکٹر محمد یوسف نے مجھ سے فرمایا کہ سرکاردوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب تھا، میں نے عرض کیا کہ قرآن سے ثابت نہیں، دیکھئے پارہ سات رکوع تیرہ (۱) اور پارہ سولہ رکوع تین میں (۲)۔ اس پر ڈاکٹر یوسف صاحب نے فرمایا کہ وہ قرآن مجید دیوبندی قرآن مجید ہوگا۔ تب میں نے عرض کیا کہ توبہ کیجئے قرآن نہ بدلا ہے اور نہ بدلے گا اور اس کے بعد ڈاکٹر یوسف نے نماز میں تصور سرکاردوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والی بات دریافت کی تو میں نے عرض کیا کہ یہ مسئلہ حضرت علامہ مجدد شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تحریر فرمایا ہے، ایسا مجھے معلوم ہوا ہے مگر میں نے پڑھا نہیں، چندلوگوں کی ضد پر میں نے کہا کہ علامہ شہید دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس بات پر مجھے ایمان ہے۔

مفتیانِ دین سے گزارش ہے کہ کتاب وسنت سے واضح فرماویں کہ:

۱...... حالتِ نماز میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال یا تصور کرنے سے نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟ اور نماز میں سرکاردوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال یا تصور نہ کرنے والے کو کافر ومشرک اور وہابی کہنا شریعتِ محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علی صاحبہا وسلم کی رو سے کیسا ہے؟

۲...... قرآن مجید کو دیوبندی قرآن کہنا قرآن وسنت کی رو سے کیسا ہے؟

۳...... بریلی شریف کے ایک مولوی صاحب کے فتوی پر راقم الحروف کا مسلمانوں سے سوشل

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وعنده مفاتح الغيب لا يعلمها إلا هو﴾ (سورة الأنعام: ۶۰)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿قل إنما أنا بشر مثلكم يوحى إليّ أنما إلهكم إله واحد﴾ (سورة الكهف: ۱۱۰)

بائیکاٹ کرنا، تجدید ایمان اور تجدید نکاح کا حکم لگانا اور راقم الحروف سے سلام وکلام کرنے والے مسلمان کو کافر اور وہابی کہہ کر نکاح سے خارج کرنا، انہیں ذلیل کرنا اور مولوی صاحب بریلوی کے تحریر کردہ احکام پر بالجبر تمام مسلمانوں سے عمل کرانا اور عمل نہ کرنے پر یا مولوی صاحب بریلوی کے احکام کو نہ ماننے پر کافر، وہابی اور خارج از اسلام کا حکم صادر کرنا شریعتِ محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علی صاحبہا وسلم کی رو سے کیسا ہے؟

برائے کرم جواب سے جلد مطلع فرمائیں، اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ فقط والسلام

عبدالغفور مکینک، ۲۲/ جون/ ۱۹۷۰ء۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

ایک صدی سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے، منظّم سوچی سمجھی اسکیم کے ماتحت علمائے دیوبند کو بدنام کرنے اور ان سے عوام کو متنفر کرنے کے لئے ان کی طرف بے بنیاد غلط باتیں منسوب کی جارہی ہیں اور ان کی عبارتوں کو توڑ مروڑ کر ان کے غلط اور مکروہ معنی عوام کو بتلائے جارہے ہیں جن کی صفائی بارہا کی جاچکی ہے۔ بریلی کے اعلیٰ حضرت احمد رضا خان نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ جا کر وہاں کے علماء کو بتلایا کہ علمائے دیوبند نے اپنی کتابوں میں ایسا ایسا لکھا ہے (جس کو علماء دیوبند نہ زبان پر لاسکتے ہیں، نہ قلم سے لکھ سکتے ہیں، نہ ان کے قلب و دماغ میں وہ موجود ہے، نہ ان کا عقیدہ ہے، نہ ان کی مراد ہے) لہذا یہ حضرات اسلام سے خارج اور کافر ہیں۔ اس پر علماء حرمین شریفین نے کہا کہ یہ علماء دیوبند کی کتابیں جس زبان میں ہیں (یعنی اردو یا فارسی میں) ہم اس زبان کو نہیں جانتے اور نہیں سمجھتے، ہم کو کیا خبر ہے کہ ان کتابوں میں کیا لکھا ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی نے کہا کہ میں ان کا ترجمہ آپ کو عربی میں بتلاتا ہوں، پھر جو چاہا ترجمہ عربی میں بتلایا اور وہاں کے علماء سے اس پر دستخط کرائے، اس کتاب کا نام ''حسام الحرمین'' رکھا۔

پھر مدینہ منورہ سے ان مسائل و عبارات کے متعلق عربی میں سوالات ہندوستان آئے جن کے جوابات یہاں سے عربی میں بھیجے گئے اور بہت سے علماء نے اس پر دستخط کردیئے، ان کو بہت صدمہ ہوا کہ افسوس ہم کو دھوکہ دیا گیا انہوں نے رجوع کیا اور اعلان کیا کہ یہ علمائے دیوبند کافر نہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کے سچے مسلمان اور قرآن و حدیث کے سچے متبع اور سلف صالحین کے طریقہ پر ہیں۔ اس سوال و جواب کے مجموعہ کا نام ''التصدیقات لدفع التلبیسات'' ہے، پھر اس کو خالص اردو میں شائع کردیا گیا اس کا نام ''عقائدِ علمائے

دیوبند'' ہے، اس کو منگوا کر ملاحظہ کریں اور انصاف سے دیکھیں کہ جب مصنف خود برأت کررہے ہیں کہ ہماری یہ مراد نہیں اور ہمارا یہ عقیدہ نہیں تو پھر اس پر زبردستی کفر کا فتویٰ لگانا کون سی دیانت ہے؟ ''حسام الحرمین'' میں جو کچھ کہا گیا ہے اس کے متعلق ''الشهاب الثاقب'' کا مطالعہ کیا جائے اس میں تفصیل مذکور ہے۔

۱......نماز کو سمجھ سمجھ کر پڑھنے کا حدیث شریف میں حکم آیا ہے، یعنی جو کچھ پڑھا جائے اس کو سمجھ کر پڑھا جائے (۱)۔ جب نماز میں حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام مبارک آئے گا مثلاً: ﴿محمد رسول الله والذين معه﴾ الاية (۲) ﴿و ما كان محمد أبا أحد من رجالكم و لكن رسول الله و خاتم النبيين﴾ (۳) وغیرہ پڑھے گا تو حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ضرور تصور آئے گا، اسی طرح جب التحیات میں پڑھے گا ''السلام عليك أيها النبي و رحمة الله و بركاته'' اور جب درود شریف میں پڑھے گا: ''أللهم صل على سيدنا محمد'' تب بھی تصور آئے گا اس سے تو نماز کا درجہ بہت بلند ہو جائے گا، نہ اس سے نماز فاسد ہوگی، نہ اس سے آدمی کافر ومشرک ہوگا، یہ ہی علماء دیوبند کا عقیدہ ہے جو شخص اس کے خلاف علماء دیوبند کی طرف منسوب کرتا ہے وہ بہتان لگاتا ہے، اس کو میدانِ حشر میں خدائے قہار کے سامنے جواب دینا ہوگا۔

۲......قرآن کریم تو اللہ پاک نے نبی آخر الزماں سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے، دیوبندیوں کا تصنیف کردہ نہیں ہے، یہ کہنا کہ قرآن کریم دیوبندی ہے، نہایت خطرناک ہے، مسلمان کے کلام

---

(۱) ''عن عبادة بن الصامت رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ''خمس صلوٰات افترضهن الله تعالىٰ، من أحسن وضوء هن، و صلاهن لو قتهن، و أتم ركوعهن وخشوعهن، كان له على الله عهد أن يغفر له''. الحديث. (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، الفصل الثاني، ص: ۵۸، قديمي)

قال الملا على القاري: ''والمراد بخشوعهن سكون الجوارح عن العبث، والقلب عن أن يشتغل بغير ما هو فيه من صلاته بأن متأملاً لمعاني قرآءته و أذكاره''. (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلوة، الفصل الثاني: ۲/۲۷۳، رشيديه)

(۲) (الفتح: ۲۹)

(۳) (الأحزاب: ۴۰)

میں جہاں تک ہو سکے تاویل کر کے کفر سے بچانے کا حکم ہے، ورنہ اس مقولہ کے کفر ہونے میں کیا شبہ ہے؟ تاویل یہ ہو سکتی ہے کہ دیوبندی قرآن سے ان کا مقصد یہ ہوگا کہ دیوبندی علماء نے جو ترجمہ کیا ہے وہ قرآن مراد ہوگا، حالانکہ علم غیب کے متعلق تو خود قرآن کریم میں اعلان کا حکم ہے کہ آپ فرمادیں: ﴿قل لا أقول لکم عندی خزائن اللہ و لا أعلم الغیب﴾ (۱) ''میں غیب نہیں جانتا'' یہ ارشادِ خداوندی ہے، دیوبندیوں کی تصنیف نہیں ہے۔

۳......ان حضرات بریلوی، رضاخانی صاحبان کا شب وروز کا مشغلہ ہی یہ ہے، ان کی کتابیں ان کی تقریریں، ان کے فتوے کفر سے بھرے پڑے ہیں، ''تکفیر کا افسانہ'' دیکھئے کہ انہوں نے کس طرح کفر تقسیم کیا ہے، جو چیز جس کے پاس ہوتی ہے، وہی تقسیم کیا کرتا ہے ان کا اس طرح کفر کا فتویٰ دینا اتنا خطرناک ہے کہ آخری منزل جہنم ہے اس لئے کہ بلا دلیلِ شرعی کفر کا فتویٰ دینے سے وہ کفر اسی فتویٰ دینے والے پر لوٹ کر آتا ہے، جیسا کہ حدیث پاک میں تصریح فرمائی گئی ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (الأنعام: ۵۰)

وکذا قوله تعالیٰ: ﴿قل لا یعلم من فی السموات والأرض الغیب إلا الله﴾. الاية، (النمل: ٦٥)

(۲) ''عن أبی ذر رضی الله تعالیٰ عنه أنه سمع النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یقول: ''لا یرمی رجل رجلاً بالفسوق، ولا یرمیه بالکفر، إلا ارتدت علیه إن لم یکن صاحبه کذلک''. (صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب ما ینهی عن السباب واللعن: ۸۹۳/۲، قدیمی)

''وعنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: '' من دعا رجلاً بالکفر، أو قال: عدوّ الله!، ولیس کذلک، إلاّ حار علیه''. (الصحیح لمسلم، کتاب الإیمان، باب بیان حال إیمان من قال لأخیه المسلم: یا کافر: ۵۷/۱، قدیمی)

لأنه إذا قال القائل لصاحبه: یا کافر! مثلاً، فإن صدق رجع إلیه کلمة الکفر الصادر منه مقتضاها، وإن کذب واعتقد بطلان دین الإسلام، رجعت إلیه (أی إلی القائل) هذه الکلمة .... وقال النووی: .... فی تاویل الحدیث أوجه: أحدها أنه محمول علی المستحل لذلک، فعلی هذا معنی ''باء بها'': =

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض کا جواب

سوال [۱۳۶۸]: کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین حسب ذیل مسائل میں:

۱......زید کا یہ کہنا ہے کہ امریکہ کے لوگ راکٹ کے ذریعہ چاند پر پہونچ گئے۔

۲......نئی تعلیم کے دو ایک شخص جو شریعت کے احکام سے ناواقف ہیں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ مولانا حکیم الامت کو علم شریعت بعض علم شریعت تھا جس میں مولانا حکیم الامت کی کیا خصوصیت کوئی تخصیص نہیں ہے، مولانا اشرف علی صاحب کو اتنا علم بھی نہ تھا جتنا علم حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کو حاصل تھا اور اتنا علم شریعت جتنا حکیم الامت کو تھا، اتنا اور ایسا علم شریعت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کے محلّہ وگلی کوچوں میں پڑے رہنے والے جانوروں، گائے، بیل، بھینس اور کتوں کو بھی حاصل ہے، کوئی خصوصیت نہیں۔ جب اس پر اعتراض کیا گیا تو وہ شخص کہتا ہے اگر یہ توہین اور کفر ہے تو ہم توبہ کرنے کو تیار ہیں، فتوی منگوالیجئے۔

اب سوال یہ ہے کہ اس بکواس میں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور علم شریعت مطہرہ کی توہین اور کفر ہے یا نہیں اور ان پر کفر لازم آتا ہے کہ نہیں؟

۳......اور اس صورت میں ان کو توبہ کرنا چاہئے یا نہیں، خدا اجر عطا فرمائے گا۔

جواب جلد اور مکمل اور مدلل عنایت فرمایئے گا۔

المستفتی: صادق حسن صاحب فاضل دیوبند، وانعام الٰہی عفی عنہ سہوانی۔

= أی بكلمة الكفر: أی رجع عليه الكفر اهـ". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان: ۸/۵۶۲، رشيديه)

"والمختار للفتوىٰ فی جنس هذه المسائل أن القائل بمثل هذه المقالات (أی قوله: يا كافر وغيره) إن كان أراد الشتم ولا يعتقده كافراً، لايكفر، وإن كان يعتقده كافراً فخاطبه بهذا بناءً على اعتقاده أنه كافر، يكفر". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع، ومنها مايتعلق بتلقين الكفر الخ: ۲/۲۷۸، رشيديه)

(وكذا فی البزازيه، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً، الفصل الثانی، النوع الخامس فی الإقرار الخ: ۶/۳۳۱، رشيديه)

(وكذا فی التاتار خانيه، كتاب أحكام المرتدين، فصل فی الرجل يقول لغيره: ياكافر: ۵/۵۱۴، إدارة القرآن)

الجواب حامداً و مصلیاً :

۱...... یہ بات فی نفسہ مُحال نہیں۔

۲، ۳...... اگران دونوں کی یہ گفتگو واقعی ہے بناوٹی نہیں ہے تو جس شخص کا یہ عقیدہ ہے اس سے اس کی دلیل دریافت کر کے اطلاع دیں، کیونکہ کفر کا فتوی لگانا بہت بڑی ذمہ داری ہے، اگر کسی شخص کو کافر کہہ دیا جائے اور وہ واقعۃً کافر نہ ہوتو یہ کفرلوٹ کراس پرآتا ہے، جس نے کافر کہا ہے(۱)-العیاذ باللہ-

اس کا ایک واقعہ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں، حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہ سے کسی نے مسئلہ دریافت کیا: زید کا عقیدہ ہے اور وہ کہتا ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم الغیب تھے اوراس کی مراد یہ ہے کہ عالم الغیب بواسطہ تھے (بلا واسطہ عالم الغیب خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں)اس کا یہ عقیدہ کیسا ہے؟ حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ:

''کتب شریعت (قرآن وحدیث) میں جہاں لفظِ علم غیب آتا ہے اس سے مراد وہی غیب ہے جو بلا واسطہ ہو، پس عالم الغیب خدائے پاک کے سوا کسی اَور کو کہنا اوراس سے غیب بواسطہ مراد لینا اطلاقاتِ شرع کے خلاف ہے اورشرک ہے(۲)اس لئے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عالم الغیب کا اطلاق جائز نہ ہوگا ورنہ اس تاویل سے (یعنی بواسطہ) خالق ورازق وغیرہ کہنا بھی درست ہوگا، کیونکہ آپ ایجادِ عالم اور بقائے عالم کے سبب ہیں بلکہ خدا بھی ایک تاویل سے اورمعبود بھی ایک تاویل سے کہنا درست ہوگا اور جب معنی کے اعتبار سے آپ کو عالم الغیب، خالق، رازق،

---

(۱) ''عن أبی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنه أنه سمع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یقول: ''لا یرمی رجل رجلاً بالفسوق، ولا یرمیه بالکفر، إلا ارتدت علیه إن لم یکن صاحبه کذلک''.(صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب ما ینهی عن السباب واللعن : ۸۹۳/۲، قدیمی)

''عن ابن عمر رضی اللہ عنهما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم :''أیما رجل مسلم أکفر رجلاً مسلماً، فإن کان کافراً، وإلا کان هو الکافر''. (سنن أبی داؤد، کتاب السنة، باب الدلیل علی الزیادة والنقصان : ۲۲۸/۲، سعید)

(۲) (شرح الفقه الأکبر للقاری، ص: ۱۵۱، قدیمی)

خدا، معبود کہنا درست ہوگا اس کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ سے اس کی نفی بھی درست ہوگی یعنی یہ کہنا بھی درست ہوگا کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب نہیں، یعنی بواسطہ عالم الغیب نہیں، غرض ایسی تاویلات کی بنا پر دین ایک کھلونا بن جائے گا"۔

آگے فرماتے ہیں:

"حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زید عالم الغیب کس بنا پر کہتا ہے اس میں دو احتمال ہیں: ایک یہ ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم اور اللہ تعالیٰ کا علم بالکل برابر مانتا ہے کہ جس طرح کوئی چیز عالم الغیب والشہادۃ سے مخفی نہیں، اسی طرح ذات مقدسہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مخفی نہیں، اگر زید کی مراد یہ ہے تو نصوص قطعیہ کے اور واقعات کے خلاف ہے، مثلاً اللہ پاک نے فرمایا: ﴿و عنده مفاتح الغيب لا يعلمها إلا هو﴾. الاية (۱) اور مثلاً حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ آپ فرما دیجئے اور اعلان کر دیجئے کہ میں عالم الغیب نہیں: ﴿قل لا أقول لكم عندي خزائن الله و لا أعلم الغيب﴾ الاية (۲)۔

تعیین قیامت وغیرہ کے علم کی نفی قرآن کریم میں موجود ہے (۳) تابیر نخل، واقعہ افک (۴) بیر معونہ (۵) وغیرہ کا ذکر احادیث میں موجود ہے، غرض حضور اکرم صلی اللہ

---

(۱) (الأنعام: ۵۹)

(۲) (الأنعام: ۵۰)

(۳) " قال الله تعالىٰ: ﴿يسئلونك عن الساعة أيان مرسٰها. قل إنما علمها عند ربى، لا يجلّيها لوقتها إلا هو، ثقلت في السموات والأرض، لا تأتيكم إلا بغتةً. يسئلونك كأنك حفى عنها، قل إنما علمها عند الله و لكن أكثر الناس لا يعلمون . قل لا أملك لنفسى نفعاً و لا ضراً إلا ما شاء الله، و لو كنت أعلم الغيب لاستكثرت من الخير﴾ الاية. (الأعراف: ۱۸۷، ۱۸۸)

(۴) " وهي الواقعة التي وقعت لعائشة رضي الله تعالىٰ عنها، واتّهمها بها المنافقون الأشقياء، وقد ذكرها الإمام البخاري رحمه الله تعالىٰ في باب حديث الإفك من كتاب المغازي بطولها: ۲/۵۹۳، ۵۹۴، وأيضاً ذكرها في تفسير سورة النور من كتاب التفسير، في باب ﴿إن الذين جآء وا بالإفك﴾ الخ: ۲/۶۹۲، قديمي)

(۵) (راجع صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الرجيع و رعل و ذكوان و بير معونة: ۲/۵۸۵، ۵۸۶، قديمي)

تعالیٰ علیہ وسلم کو زید کا اس معنی کے لحاظ سے عالم الغیب کہنا اس وجہ سے غلط ہے کہ یہ نصوص کے خلاف ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برابری ہوتی ہے۔

اگر زید کی مراد عالم الغیب کہنے سے یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم برابر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کو تو پورا پورا ہر شے کا علم ہے اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم کم ہے یعنی غیب کی بعض چیزوں کا علم ہے بعض کا نہیں تو یہ چیز کمالاتِ نبوت میں سے نہیں کیونکہ ہر ایک کو کسی ایسی چیز کا علم ہوتا ہے کہ دوسروں کو اس کا علم نہیں۔

زید ایک خاص نصاب ڈاکٹری پڑھا ہوا ہے، محکمۂ ڈاکخانہ کی اصطلاحات نہیں پڑھا ہوا ہے، ڈاکخانہ کے محکمہ کی اصطلاحات اور قواعد کا علم معمولی ڈاکیہ کو حاصل ہے اور بہت بڑے ڈاکٹر کو نہیں، اسی طرح بہت سے جانوروں کو کسی بات کا علم حاصل ہوجاتا ہے جو کہ بڑے عالم انسان کو نہیں ہوتا، مثلاً خنزیر کو پاخانہ کا ذائقہ جس قدر معلوم ہے اس قدر کسی تعلیم یافتہ کو نہیں معلوم تو تعلیم یافتہ کے حق میں یہ عیب ہے جس کا علم خنزیر کو حاصل ہے تعلیم یافتہ کو نہیں، جب کسی عیب کی چیز کا علم جو کہ بواسطہ ہو کمالاتِ نبوت سے نہیں تو زید کا حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے اس کو ثابت مان کر آپ کو عالم الغیب کہنا غلط ہے اور وجہ غلطی کی یہی ہے کہ زید ایسی بات ثابت کررہا ہے جو کہ سید الرسل فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے کمالات میں سے نہیں، اس صورت میں زید شانِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کررہا ہے۔

یہ دو احتمال ہیں زید کے عقیدہ اور کلام میں کہ ایک صورت میں وہ جب کہ کل علمِ غیب ذاتِ مقدسہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ثابت کررہا ہے تو وہ ایک شرک ثابت کر رہا ہے، دوسری صورت میں جب کہ وہ علم غیب جزئی ثابت کررہا ہے تو کمالاتِ نبوت سے بہت کم درجہ کی چیز ثابت کررہا ہے، جس سے شانِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین

کررہا ہے لہذا زید کو اپنے عقیدہ اور قول کی اصلاح لازم ہے''۔

اس پر بریلی کے اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب کو خدا جانے کیا شبہ پیدا ہوا کہ انہوں نے حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا کہ مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا عقیدہ ہے کہ جیسا علم حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تھا ایسا علم تو زید، عمر، بکر، بچوں اور چوپایوں کو بھی تھا اس وجہ سے اس پر کفر کا فتویٰ لگادیا اور بہت علماء کو دھوکا دے کر ان کے دستخط کرائے، حالانکہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نہ یہ لکھا اور نہ یہ ان کی مراد ہے، بلکہ یہ تو جو کچھ لازم آیا وہ زید کے عقیدہ پر لازم آیا جو کہ علم غیب کا معتقد ہے۔ اگر اعلیٰ حضرت نے دیدہ ودانستہ ایسا کیا ہے جیسا کہ ان کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے تو یہ انتہائی خطرناک ہے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شریک کرنا بھی ان کے عقیدہ پر لازم آتا ہے اور جانوروں اور پاگلوں کے ساتھ تشبیہ دینا بھی ان کے عقیدہ پر لازم آتا ہے جو کہ علم غیب کے قائل ومعتقد ہیں اور جو کفر کا فتویٰ انہوں نے مرتب کیا ہے وہ ان کی طرف لوٹتا ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

اعلیٰ حضرت کی فصاحت

سوال[۱۳۶۹]: بعض رضاخانی کہتے ہیں کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نوراللہ مرقدہ نے لفظِ ''آہو'' جو گوجروں کی زبان کا لفظ ہے استعمال فرمایا ہے اور یہ فصیح نہیں اور اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی نے کبھی کوئی اس قسم کا لفظ استعمال نہیں کیا تو مولانا احمد رضا خان صاحب زیادہ فصیح ہوئے حضرت والا سے؟ درخواست ہے کہ کیا لفظِ ''آہو'' استعمال کرنا فصاحت کے خلاف ہے اور عوام کی دلجوئی کے خیال سے ان کی زبان میں ان کے انداز پر ان سے گفتگو کرنا کیا فصاحت کے خلاف ہے؟ نیز کیا واقعی مولانا احمد رضا خان صاحب نے کبھی کوئی لفظ فصاحت کے خلاف استعمال نہیں کیا۔ بینوا وتوجروا۔ فقط محمد فاروق غفرلہ ۱۴۱۰/۱/۷ھ۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

مخاطب کی زبان اور اس کے محاورہ میں اگر کوئی لفظ بولدیا جائے تو اس پر اعتراض بے کار ہے، نیز اگر ایک دو لفظ غیر زبان کا بولدیا جائے تو اس پر بھی اعتراض بے کار ہے، بستان العارفین میں فقیہ ابواللیث سمرقندی

(۱) (راجع، ص: ۱۷۴، رقم الحاشیة: ۱)

رحمۃ اللہ علیہ نے بعض ایسے الفاظ لکھے ہیں جو عربی زبان کے نہیں، حدیث شریف میں موجود ہیں جیسے "تـمـرُیَكُ یَكُ، عنب دو دو" اور "اشكم درد" اور "كلّم الناس على قدر عقولهم" تو بہت مشہور و معروف ہے۔ آپ کے سوال کے نکتۂ نظر سے اگر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی تحریرات کا جائزہ لیا جائے تو آپ سخت تعجب میں پڑ جائیں گے، "خالص الاعتقاد اور فتاویٰ رضويه، الكوكبة الشهابية" وغیرہ میں کیسے کیسے گندے غیر مہذب گرے پڑے الفاظ تحریر فرمائے ہیں۔ بطورِ نمونہ چند اشعار نقل کرتا ہوں جو کہ علمائے دیوبند سے متعلق لکھے ہیں ۔

مجتہد العصران کا ہے جس کو — بن سے پکڑ کر لاتے یہ ہیں
ترجمی مِسکاۃ اور بُکھاری — گھول کر اس کو پلاتے یہ ہیں
سَاپھی حَنپھی کے سکھے کھوٹے — جھنجنی اپنی بھناتے یہ ہیں
سارے سرّک بدّت پۓ بیٹھے — اب کیا دیدا لچاتے یہ ہیں
الحاصل قرآن کو ہر دم — جھٹلاتے مکراتے یہ ہیں

پڑھیے اور فصاحت کی داد دیجئے، حدیث شریف کی کتابوں کو کس طرح بگاڑا ہے، ترمذی، مشکوۃ، بخاری، شافعی، حنفی ان الفاظ کی کیسی گت بنائی؟ اعلیٰ حضرت خان صاحب کا یہ قصیدہ تین سو ساٹھ اشعار کا ہے جو اپنے انتقال سے تین سال پہلے انہوں نے لکھا جب کہ سارے علوم کی منزلیں طے کر چکے تھے، اس کا نام ہے "الاستمداد على اجيال الارتداد" ساتھ ساتھ اس کی شرح بھی ہے جس کا نام ہے "كشف ضلال ديوبند" اور یہ دونوں تاریخی نام ہیں ۱۳۳۷ھ اور اس قصیدے کے متعلق ٹائیٹل پر درج ہے، یہ تین سو ساٹھ شعر کا مبارک قصیدہ اردو زبان سلیس بیان میں ہے، آپ بھی اس زبان کی داد دیں گے۔ فقط واللہ الهادی الی صراط مستقیم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، چھتہ مسجد دارالعلوم دیوبند، ۸/۹/۱۴۱۰ھ۔



باب الفلکیات

(فلکیات کا بیان)

زمین متحرک ہے یا ساکن؟

سوال[۱۳۷۰]: زمین متحرک ہے یا ساکن؟ کیا سورج ساکن ہے یا متحرک؟ کیا زمین وسورج دونوں متحرک ہو سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زمین، سورج کے متحرک یا ساکن ہونے سے شریعت نے صراحۃً کوئی بحث نہیں کی، نہ اس سے اعتقادی یا فرعی مسئلہ متعلق ہے، ان میں سے کوئی متحرک ہو یا ساکن ہو شریعت کے کسی مسئلہ پر اس کی زد نہیں پڑتی، ان بحثوں میں پڑنا وقت کو ضائع کرنا ہے، ایک ایک سانس قیمتی ہے:

تیرا ہر سانس نخلِ موسوی ہے یہ جزرومد جواہر کی لڑی ہے

یہاں کی ہر مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے پیدا فرمایا اور انسان کو اپنے لیے پیدا فرمایا کہ اپنے مالک کو راضی کرے اور آخرت میں کام آنے والی اشیاء یہاں سے حاصل کرے: "إنما الدنيا خلقت لكم وإنكم خلقتم للآخرة"(۱) اصل مقصدِ خلقت سے صَرفِ نظر کرنا بہت بڑی غفلت ہے۔ فقط واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حررہ العبد محمود غفر لہ دار العلوم دیوبند، ۲۱/۱۱/۹۴ھ۔

---

(۱) "قال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في بعض خطبته: "المؤمن بين مخافتين: بين أجل قد مضى لا يدرى ما الله صانع فيه .... فإن الدنيا خلقت لكم و أنتم خلقتم للآخرة ...... الخ". (إحياء علوم الدين للغزالي، كتاب ذم الدنيا: ۳/۲۲۴، رشيديه)

قال العلامة العراقي: "حديث: "المؤمن بين مخافتين ......". أخرجه البيهقي في شعب من حديث الحسن عن رجل من أصحاب النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و فيه انقطاع. (المغني عن حمل الأنصار في الأسفار في تخريج ما في الإحياء من الأخبار، كتاب ذم الدنيا: ۳/۲۲۴، رشيديه)

کیا چاند سورج آسمان میں ہیں؟

سوال[۱۳۷۱]: چاند اور سورج کہاں ہیں، ساکن ہیں یا متحرک، اگر آسمان میں ہیں تو کس آسمان میں؟ قرآن کی کونسی آیت میں بیان کیا گیا ہے، انسان، چاند، سورج اور ستاروں پر پہنچ سکتا ہے یا نہیں، اگر نہیں پہنچ سکتا ہے تو امریکہ کے چاند پر جانے کی دعوی کی تردید کیا ہے؟ اور اگر جاسکتا ہے تو قرآن وحدیث سے اس کا مستدل کیا ہے، نیز تسخیر ما فی السمٰوٰت والأرض کا مفہوم کیا ہے، اس کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا مسلک کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ دونوں آسمان سے نیچے ہیں، متحرک ہیں کذا فی العرائس (۱) اگر انسان چاند میں پہنچ جائے تو قرآن پاک یا حدیث شریف کے خلاف لازم نہیں آتا۔ شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے گلستان میں لکھا ہے ؎

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک درکارند
تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمانبردار
شرطِ انصاف نباشد کہ توفرماں نبری(۲)

---

(۱) فی روایة طویلةعن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما ...... "ثم خلق اللہ تعالیٰ بحراً دون سماء الدنیافهو موج مکفوف قائم فی الهواء باذن اللہ تعالیٰ لایقطر منه قطرة والنجوم کلهاساکنة فی ذلک البحر، وهوجار فی سرعة السهم وإطلاقه، فهوفی الهواء مستوٍ کأنه جبل ممدودمابین المشرق والمغرب، وتجری الشمس والقمروالخنس فی سرعةدوران الرحی من أهوال یوم القیامةوزلازلهافی ذلک البحر، فذلک لقوله تعالیٰ: ﴿کل فی فلک یسبحون﴾ وفی روایة عليٍّ رضی اللہ تعالیٰ عنه:فقال علیه الصلاة والسلام: "یاعلی! الکواکب الخمسة: البرجیس، وهوالمشتری، وزحل، وعطارد، وبهرام والزهرة". فهوالکواکب الخمسة الطالعات الجاریات مع الشمس والقمر فی الفلک، و أما سائر الکواکب فکلهامعلقات فی السموات کتعلیق القنادیل فی المساجد". (العرائس للثعلبی، ص: ۱۶، ۱۷)

(۲) **ترجمہ**: بادل، ہوا، چاند، سورج اور آسمان ہمہ وقت مصروف ہیں، تاکہ تُو ان کے ذریعے کما کر کھائے اور غفلت سے نہ کھائے، یہ سارے تیرے کام میں مصروف ہیں اور تیرے فرمانبردار ہیں پس یہ تو بعید ہے کہ تو اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمانبردار نہ رہے۔ (گلستان سعدی، ص: ۲، قدیمی)

آیتِ تسخیر کے مفہوم پر اس سے بھی روشنی پڑتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ نے یہ سب اشیاء انسان کی منفعت کے لیے پیدا کی ہیں اور انسان خدائے پاک کی عطا فرمائی ہوئی صلاحیت وقوت کے موافق ان سے منتفع ہوتا ہے جس کی بے شمار صورتیں ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

چاند، سورج کہاں ہیں؟

سوال [۱۳۷۲]: آسمان کی تعریف کیا ہے؟ آسمان حاوی ہے یا نہیں؟ نیز یہ کہ چاند سورج کا جائے وقوع کس مقام پر ہے؟ چاند پر یا آسمان پر حاوی جسم پہنچ سکتا ہے نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ امور (آسمان کی تعریف، اس کا حاوی یا غیر حاوی ہونا، چاند سورج کا جائے وقوع) نہ اعتقادیات میں سے ہیں کہ ان پر تکمیلِ ایمان موقوف ہو، نہ فروع میں سے ہیں کہ ان پر اعمال مکلّف موقوف ہوں، پھر ان پر بحث کرنا امر زائد ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

چاند، سورج، ستارے کہاں ہیں؟

سوال [۱۳۷۳]: زمین وآسمان کے جو سات درجہ ہیں ان کی نوعیت کیا ہے؟ کیا چاند اور سورج ایک ایک کے علاوہ دوسرے درجوں میں بھی ہے یا نہیں؟ نیز زمین کے سات درجے ہیں، تو کیا آسمان کے اوپر بھی کوئی زمین کا درجہ ہے یا نہیں؟

نیز عوام میں جو مشہور ہے کہ زمین کا نیچے کا درجہ تحت الثریٰ ہے اور وہ ایک گائے کے قرن پر رکھا ہوا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ شریعت کیا فیصلہ فرماتی ہے؟ نیز چاند، سورج آسمان سے پیوست ہیں یا زنجیر سے لٹکے ہوئے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

چاند، سورج، ستارے سب آسمان سے نیچے اپنے مدار میں ہیں، نہ آسمان میں جڑے ہوئے ہیں نہ زنجیر میں لٹکے ہوئے ہیں بلکہ قدرتی کشش کے تحت ان کا نظم قائم ہے (۱)۔ زمین نیچے ہے آسمان کے اوپر نہیں۔

---

(۱) "قال العلامة الآلوسي رحمه الله تعالىٰ: وجاء في بعض الآثار أن الكواكب جميعها معلقة بسلاسل من =

گائے کی قرن پر زمین کا ہونا موضوعات میں سے ہے، مستند صحیح روایت میں نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۶/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۶/۹۲ھ۔

قیامت میں بعد حساب چاند، سورج کہاں رہیں گے؟

سوال[۱۳۷۴]: قیامت میں بعد حساب کے چاند سورج کہاں رہیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ ان کی پرستش کرتے ہیں، ان کی تذلیل وتوبیخ کے لئے ان

= نور تحت سماء الدنیا بأیدی ملائکة یجرونها حیث شاء الله تعالیٰ". (روح المعانی: ۱۷، ۴۲، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

"عنه أیضاً (ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنه) أن النجوم قنادیل معلقة بین السماء والأرض بسلاسل من نور بأیدی ملائکة من نور، فإذا مات من فی السموات والأرض تساقطت من أیدیهم". وظاهر هذا أن النجوم لیست فی جرم أفلاک لها کما یقول الفلاسفة المتقدمون، بل معلقة فی فضاء، ویقرب منه من وجه قول الفلاسفة المحدثین، فإنهم یقولون بکونها فی فضاء أیضاً، لکن بقُویٰ متجاذبة معلقة بسلاسل بأیدی ملائکة...... وإن صح خبر الجر وهو فی حکم المرفوع، لم نعدل عن ظاهره إلا أن ظهر استحالته". (روح المعانی: ۳۰/۵۰، تحت قوله تعالیٰ: سورة التکویر، تحت قوله تعالیٰ: ﴿وإذا النجوم انکدرت﴾ الآیة، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

"لم یقم دلیل علی أن شیئاً من الکواکب مغروزٌ فی شئ من السموات کالفص فی الخاتم". (روح المعانی: ۲۸/۴۵، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی تفسیر القرطبی: ۱۹/۱۴۹، دار الکتب العلمیه بیروت)

(وکذا فی هیئة الوسطیٰ، ص: ۱۷، ادارة التصنیف والتالیف لاهور)

(۱) ومن هذا [أی الموضوعات] "ان الأرض صخرة والصخرة علی قرن ثور، فإذا حرک الثور قرنه تحرکت الصخرة، فتحرکت الأرض، و هی الزلزلة". (الموضوعات الکبریٰ لملا علی القاری، ص: ۳۲۱، قدیمی)

کو بھی دوزخ میں ڈال دیا جائے گا(۱) اس پر لوگ بہت نادم ہوں گے کہ افسوس ہمارے معبود بھی ہماری طرح دوزخ میں بے یارومددگار ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۶/۱۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۶/۱۸ھ۔

چاند پر پہنچ جانا

سوال[۱۳۷۵]: اگر کوئی شخص پورا یقین کرے کہ چاند پر آدمی جاسکتا ہے وہاں رہنا بھی ممکن ہے۔ اس مسئلہ پر قرآن پاک سے کیا معلوم ہوتا ہے، ہم سب مسلمانوں کو پورا یقین کرنا چاہئے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کے متعلق قرآنِ پاک نے کوئی بات نہیں فرمائی کہ چاند پر آدمی جاسکتا ہے یا نہیں، اس لیے اگر کوئی وہاں چلا جائے تو قرآن کے خلاف نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

خلائی سفر، چاند پر پہنچنا

سوال[۱۳۷۶]: ۱...... کیا چاند سورج تک انسان پہنچ سکتا ہے؟ سورج تک پہنچنا انسانی عقل کے بھی

---

(۱) "أخرج ابن حاتم عن ابن أبي مريم: أن النبي صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قال في قوله تعالیٰ: ﴿إذا الشمس كورت﴾: "في جهنم" ﴿وإذا النجوم انكدرت﴾، قال: "انكدرت في جهنم، وكل من عبدمن دون الله فهوفي جهنم إلاما كان من عيسیٰ وأمه". (التفسير المظهري: ۱۰/۲۰۴، حافظ كتب خانه كوئٹه)

"عن ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنه: ﴿إذا الشمس كوّرت﴾ قال: يكور الله الشمس والقمر والنجوم يوم القيامة في البحر، ويبعث الله ريحاً دَبوراً فتضرمها ناراً......ثم قال ابن أبي حاتم......عن ابن يزيد بن أبي مريم عن أبيه أن رسول صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال في قول الله: ﴿إذا الشمس كورت﴾ قال: "كورت في جهنم". (تفسير ابن كثير: ۴/۶۱۱، دار الفيحاء دمشق)

(۲) دیکھئے: (فتاویٰ حقانیه: ۱/۳۳۰-۳۷۸)

خلاف ہوگا، کیوں کہ اس قدر شدتِ حرارت میں زندہ رہنا ناممکن ہے، پھر ﴿سخر الشمس والقمر﴾ (۱) سے انسان کے چاند تک پہنچنے کا مطلب کیسے لیا جاسکتا ہے؟

۲...... کیا خلاء نوردی (خلائی سفر) فضول خرچی میں شامل ہے؟

۳...... کیا چاند پہاڑوں، غاروں اور گہری کھائیوں کا مجموعہ ہے؟ کیا ہماری زمین سے اوپر فضاء میں کوئی زمین ہے؟

۴...... مادّی وسائل کے ذریعہ چاند تک پہنچنے سے کیا معراجِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق ہوتی ہے؟

۵...... شیاطین پہلے آسمان کے قریب جاتے ہیں تو ان پر شہاب پڑتے ہیں، پھر یہ شیطان کیسے چاند پر پہنچ گئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... چاند سورج تک پہنچ جانا نہ شرعاً ممنوع ہے، نہ عقلاً محال ہے، یہ دونوں چیزیں آسمان پر نہیں ہیں بلکہ فلک میں ہیں، فلک آسمان سے بہت نیچے ہے جو کہ ان سیاروں کا مدار ہے اس میں یہ گردش کرتے ہیں: ﴿کل فی فلک یسبحون﴾ (۲) جس طرح سورج ایک مخلوق ہے جس میں زبردست تمازت ہے، یہ جسد عنصری اپنی اسی حالت میں اس کو برداشت نہیں کرسکتا جیسے کہ آگ کو برداشت نہیں کرسکتا مگر آگ سے بڑی سرعت کے ساتھ عبور کرسکتا ہے جس کا مشاہدہ شب وروز باورچیوں سے ہوتا ہے کہ پھرتی سے آگ کا انگارہ بھی پکڑ کر ادھر ادھر کردیتے ہیں اور ڈال دیتے ہیں اور لپٹ میں کو ہاتھ بھی گذار دیتے ہیں، یہ سب کچھ بغیر کسی دوا کے استعمال کئے ہوئے کرتے ہیں۔

سورج کی تمازت بظاہر آگ سے بہت زیادہ ہے، مگر ممکن ہے کہ قدرت نے ایسی اشیاء بھی پیدا فرمادی ہوں جو اس تمازت کے لئے حجاب بن سکیں، یہ عقلاً کچھ بعید نہیں، آخر حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(۱) (سورة الرعد، پ: ۱۳/ ۲)

(۲) (الانبیاء: ۱۷، آیة: ۶۹)

تفصیل کے لئے دیکھیے: (فتاویٰ حقانیہ: ۱/ ۳۳۰ تا ۳۷۸، دار العلوم حقانیہ)

معراج میں تشریف لے گئے، کرۂ نار اور کرۂ زمہریر کو عبور فرمایا، جبرئیل امین بھی ساتھ تھے، براق بھی ساتھ تھا، ان دونوں کرّوں سے ان تینوں کو تکلیف نہیں ہوئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کتنی زبردست آگ میں ڈالا گیا مگر جس ذات نے آگ میں جلانے کی خاصیت رکھی اسی ذات نے آگ کو خطاب فرمایا قولہ تعالیٰ: ﴿یا نار کونی برداً وسلاماً علی إبراهیم﴾ (الآیۃ) (۱) اگر سورج کی تمازت کو بھی کسی کے حق میں ختم یا کم کر دیا جائے تو کیا بعید ہے کہ ایسا بھی ایک وقت آئے گا جس کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے ﴿إذا الشمس كورت﴾ (۲)۔

ہر چیز میں جو بھی تاثیر ہے وہ خدائے پاک کی عطا فرمودہ ہے، وہ جب چاہے اپنی دی ہوئی تاثیر واپس لے لے۔ ابو مسلم خولانی کو بھی آگ میں ڈال دیا گیا تھا مگر آگ نے انہیں نہیں جلایا (۳)۔

۲..... خلاء نوردوں سے دریافت کیا جائے کہ ان کا مقصد کیا ہے؟ پھر غور کیا جائے کہ وہ مقصد کیا حیثیت رکھتا ہے؟

۳..... سات زمینوں کا تذکرہ بعض روایات میں آیا ہے (۴)، ہماری زمین سے اوپر فضا میں کوئی زمین

---

(۱) (الأنبیاء، پ: ۱۷، الآیۃ: ۶۹)

(۲) (التکویر، پ: ۳۰، آیت: ۱)

(۳) "سید التابعین و زاهد العصر، اسمه على الأصح: عبد الله بن ثوب ...... قال إسماعيل بن عياش: حدثنا شرحبيل ابن مسلم، قال: أتى أبو مسلم الخولاني المدينة و قد قبض النبي ﷺ واستخلف أبوبكر".

فحدثنا شرحبيل: أن الأسود تنبأ باليمن، فبعث إلىٰ أبي مسلم، فأتاه بنارٍ عظيمة، ثم إنه ألقىٰ ابا مسلم فيها، فلم تضره، فقيل للأسود .... فبصر عمر رضي الله عنه فقام إليه ...... فقال: "الحمد لله الذي لم يمتني أراني في أمة محمد من صنع به كما صنع بإبراهيم الخليل". (سير أعلام النبلاء: ۴/۸، ۹، مؤسسة الرسالة بيروت)

(۴) قال الله تعالىٰ: ﴿الله الذي خلق سبع سموٰت ومن الأرض مثلهن﴾. (الطلاق، پ: ۲۸، آية: ۱۲)

"(ومن الأرض مثلهن): أي سبعاً أيضاً". (تفسير ابن كثير: ۴/۴۹۴، دار الفيحاء دمشق)

"قال الجمهور: هي ههنا في كونها سبعاً و كونها طباقاً بعضها فوق بعض بين كل أرض وأرض =

ہے یانہیں، اس کا تذکرہ صاف نہیں۔ چاند، پہاڑوں، غاروں، گہری کھائیوں کا مجموعہ ہے، اس کا تذکرہ روایات میں نہیں۔

۴...... معراجِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو قرآن کریم، حدیث شریف، اجماع، سلف صالحین سے ثابت ہے، چاند تک مادّی وسائل سے پہنچ جانا اس کے مقابل میں بہت ہی معمولی بات ہے۔

۵...... یہ آسمان تک نہیں پہنچے بلکہ اس سے بہت نیچے اسی فضاء میں پہنچنے کے مدعی ہیں، چیل، چکور، کبوتر جیسے اڑتے ہیں ان سے کچھ اوپر تک یہ اڑ کر پہنچ گئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم و علمہ أتم وأحکم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱۱/۹۴ھ۔

کیا چاند پر پہنچ جانا کوئی کمال ہے؟

سوال [۱۳۷۷]: آج کل یہ خبریں بہت چل رہی ہیں کہ یہود و نصاریٰ چاند پر پہنچ گئے ہیں تو چاند آسمان سے نیچے ہے، قرآن پاک میں اس بات کی خبر دی گئی ہے یا نہیں؟ کیا ہم مسلمانوں کو ان کی باتوں پر یقین کرنا چاہیئے؟ ہمارے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آسمان، زمین، چاند، سورج، ستارے، بادل، ہوا، پانی، آگ، برف، بجلی، پہاڑ، درخت، غرض سب چیزیں اللہ کی پیدا کی ہوئی ہیں، انسان کو اللہ تعالیٰ نے قوت دی ہے، انسان خدا کی دی ہوئی قوت کے موافق ان چیزوں سے نفع اٹھائے۔ چاند پر پہنچنے یا نہ پہنچنے کے متعلق قرآن پاک نے کچھ نہیں بیان کیا، نہ قرآن پاک ایسی چیزوں کے بیان کرنے کے لیے نازل ہوا ہے، قرآن پاک تو انسان کو فرائض بتانے اور صحیح زندگی سکھلانے

= مسافة كمابين السماء والأرض، وفي كل أرض سكان من خلق الله عزوجل، لايعلم حقيقتهم إلاالله". (روح المعاني: ۲۸/۱۴۲، إحياء التراث بيروت)

في رواية طويلة "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه: "هل تدرون ماالذي تحتكم"؟ قالوا: الله ورسوله أعلم، قال: "إن تحتها أرضاً أخرى بينهمامسيرة خمسمائة سنة". (مشكوة المصابيح: ۲/۵۱۰، باب بدء الخلق، الفصل الثالث، قديمي)

کے لیے نازل ہوا ہے تاکہ اس کو ابدی راحت مل سکے، محض چاند پر پہنچنے سے ابدی راحت نہیں ہوگی۔ اگر کوئی شخص چاند پر پہنچ جائے تو اس کی وجہ سے قرآن پاک کی مخالفت نہیں ہوتی اور اس کا یقین کر لینے سے ایمان میں فرق نہیں آتا۔

آسمان پر فرشتے رہتے ہیں، ہمیشہ سے آتے جاتے ہیں، انسان کے نیک اعمال آسمان پر چڑھتے ہیں، رزق آسمان سے اترتا ہے، انبیاء علیہم السلام کا آسمانوں پر تشریف فرما ہونا حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شبِ معراج میں ملاحظہ فرمایا ہے، خود بھی آپ آسمان پر اور اس سے بھی آگے خدا جانے کہاں کہاں تک تشریف لے گئے ہیں اور پہلے شیاطین بھی آسمان پر جاتے تھے اور اب بھی جانے کی کوشش کرتے ہیں مگر ملائکہ ان کو بھگا دیتے ہیں، جو کام شیطان کرتے تھے وہ کام یہود و نصاریٰ کرنے کی کوشش کریں تو کون سا کمال ہے، ان چیزوں پر بحث کرنا بے کار ہے، کام وہ کرنا چاہیے جو آخرت میں کارآمد ہو۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۵/۸۹ھ۔

ستارے، بروج اور چاند تک پہنچنا

الاستفتاء[۱۳۷۸] : کیا فرماتے ہیں علمائے دین راہنمایان امت مسئلہ ذیل میں:

اس وقت روز بروز جو خبریں شائع ہو رہی ہیں کہ چاند پر پہنچنے کے مدعی اپنے برسوں کی کوشش میں کامیاب ہو گئے ہیں اس کے متعلق احق الادیان کا کیا فیصلہ ہے؟

۱...... چاند من حیث ھو ھو کیا ہے اور اس کے اجزائے ترکیبیہ کیا ہیں؟

۲...... قمر و ارض میں کونسا بڑا ہے اور چاند کی وسعت اور طول و عمق کی کیا مقدار ہے؟

۳...... ارض کو قمر سے کیا فصل ہے اور کتنی مسافت ہے اور جو ہر آسمان کے درمیان پانچ سو برس کی مسافت آتی ہے وہ کس رفتار سے ہے، آیا پیادہ یا گھوڑے یا اونٹ کے اعتبار سے؟

۴...... چاند کا وقوع کس جگہ پر ہے اور اگر آسمان پر ہے تو کون سے آسمان پر ہے؟ اور نہیں ہے تو پھر کہاں ہے اور قیام کا کیا انتظام ہے؟

۵...... اس کی گردش اختلاف مشارق و مغارب کے ساتھ ایک ہی برج میں ہوتی رہتی ہے یا مختلف برجوں میں اور ان برجوں کے نام کیا ہیں؟

۶......تاریخوں کے اختلاف سے چاند کا بڑا چھوٹا ہونا نظر آتا ہے، اس کی کیا حقیقت ہے، آیا چاند ہی کم وبیش ہوکر کبھی ختم ہوتا (جیسے ماہ کے ختم پر) اور کبھی وجود میں آتا (جیسے چاندرات میں) یا اور کوئی چیز حائل ہوتی ہے اور حائل ہونے والی چیز کیا ہے؟

۷......شمس وقمر، مریخ، زحل وغیرہ سبع سیارہ ایک سطح پر ہیں یا مختلف سطحوں میں اور ان سطحوں کے نام کیا ہیں؟

۸......سبع سیارہ جو آسمان پر ہیں تو کون سے آسمان پر اور ہر ایک کو اوپر نیچے ہونے کے اعتبار سے کتنا فاصلہ ہے؟

۹......مابین السماء والأرض ایسی کتنی سنگین گھاٹیاں ہیں، جیسے: طبقہ باردوحار اور وہ طبقہ جہاں ہوا کا نام ونشان نہیں، یہ طبقات وکرّات زمین سے کتنے فاصلے سے شروع ہوجاتے ہیں؟

۱۰......ان تمام گھاٹیوں سے گذر کر چاند پر پہنچنے کا دعوی کرنے والے کے حق میں قرآن وحدیث واقوالِ علماء کا تصدیق وتکذیب میں کیا فیصلہ ہے اور ان کے اس دعوی کی تصدیق صاحب ایمان کو کرنا کیسا ہے، معراج کی اطلاع پر ملحدین کا سب سے پہلے یہ کہنا تھا کہ ان تمام کرات سے گذرنا انسان کے بس سے باہر ہے؟

۱۱......مسلمانوں کے عقیدہ کے موافق صرف ایک سواری (براق) پر سوار ہوکر جنت، دوزخ، عرش وکرسی تک کی خبر دی جاسکتی ہے تو ہمارا مدعیان (برسیدن چاند) کے آلات کے ذریعے صرف چاند کی اور اس میں پہاڑوں، بخاروں اور زمینوں وغیرہ اشیاء کی خبر دینے میں کونسا استحالہ ہے، اس کے بارے میں آپ کا کیا فیصلہ ہے؟ اگر یہ بھی دعوہائے ماضیہ باطلہ کی طرح بالکل باطل ہے تو پھر بمصداق "لکل فرعون موسی"، اس کی تردید کا آپ حضرات نے کیا انتظام کیا ہے، کیونکہ ہر روز کے معمہ کے حل کا میں ہی نہیں بلکہ پوری امتِ مسلمہ شدت سے انتظار کررہی ہے، اگر باضابطہ انتظام ہوجائے اور گاہ بگاہ اخبارات میں بھی اشاعت ہوتی رہے تو کروڑوں ایمان کے تحفظ کا ذریعہ بن کر عندالناس مشکور وعنداللہ ماجور ہوں گے۔

۱۲......جو ضمیمہ ہے نمبر: ۶ کا، یہ چاند مہینہ کے ختم ہونے پر جو گم رہتا ہے تو اس کی کیا حقیقت ہے، اگر گم رہتا ہے تو کہاں رہتا ہے اس کا کیا نام ہے؟ قرآن وحدیث واقوالِ علمائے حق بحوالۂ کتب مدلل ومفصل

تحریر فرمائیں، جتنا جلدی ہو بہتر ہے والسلام۔

محمد ابراہیم کھیڑہ افغان، حال مقیم مدرسہ اشرف العلوم، قصبہ گنگوہ، سہارنپور، ۹/ جمادی الاولیٰ/ ۸۹ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... "القمر کوکب .... یستمدنوره من الشمس، فینعکس علی الأرض، فیرفع ظلمة اللیل، وهوقمر بعد ثلاث لیال إلیٰ آخر الشهر، وأماقبل ذلك فهوهلال ١ هـ"۔ المنجد، ص: ٦٩٢ (١)۔ اجزائے ترکیبیہ کا علم نہیں۔

۲......چاند چھوٹا ہے، چاند کی وسعت طول، عمق کا علم نہیں (۲)۔

۳......ارض وقمر کے درمیان کی مسافت کا علم نہیں (۳)، آسمانوں کے درمیانی مسافت سے مراد بظاہر وہ مسافت ہے جو کہ سفر شرعی میں مراد ہے، بعض روایات میں اس کے علاوہ بہت تیز رفتار کا ذکر بھی آیا ہے۔

۴......آسمان سے نیچے فلک میں ہے کماسیأتی فی رقم: ۸۔

۵......مختلف بروج میں ان کے نام یہ ہیں: "الشرطین، والبطین، والثریا، والدبران، والهقعة والنشرة، والطرفة، والجبهة، والزیرة، والصرفة، والعواء، والسماك، والفغر، والزبانی، والاکلیل، والقلب، والشولة، والنعائم، والبلدة، وسعدالذابح، سعدبلع، وسعدالسعود، وسعدالأخبیة، وفرغ الدلوالمقدم، وفرغ الدلو المؤخر، و بطن الحوت ١ هـ" ان کو منازل سے قرآن پاک میں تعبیر کیا گیا ہے، کذافی تبصیر الرحمن: ١/ ٢٢١ (٤)۔

---

(١) (المنجد: ٦٥٣، المطبع الکاثولیکه بیروت)

(٢) "حجم الأرض أکبر من حجم القمر: ٤٩ مرةً، فلو جمعت ٤٩ کرةً مثل القمر، وفرضت کرة واحدة ساوی حجم مجموع هذه الکرات حجم الأرض". (الهیئة الوسطی، ص: ٣٩٣، إدارة التصنیف والأدب، لاهور)

(۳) "زمین سے چاند کا زیادہ سے زیادہ فاصلہ ۲۵۲۷۱۰/ میل اور کم سے کم فاصلہ ۲۲۱۴۶۳/ میل ہوتا ہے، اس حساب سے اس کا اوسط فاصلہ ۲۳۷۰۵۸ میل بنتا ہے"۔ (فہم الفلکیات، ص: ۱۰۸، مکتبہ دار العلوم کراچی)

(٤) (تفسیر القرآن المسمیٰ بتبصیر الرحمن للعلامة علی بن أحمد بن ابراهیم المهایهی: ١/ ٣٥٧،]یوسف: ٤]، عالم الکتب، بیروت) .... =

۶......ان منازل میں مقررہ تاریخوں میں رہنے کی وجہ سے ان کے نور میں تفاوت رہتا ہے، کذا فی تفسیر ابن کثیر: ۵۷۲/۳(۱)۔

۷...... یہ سب (ایک ہی) فلک میں ہیں، کما سیجیئ۔

۸......آسمان سے نیچے ہیں: "فی روایة طویلة" عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما: "ثم خلق اللّٰہ تعالیٰ بحراً دون سماء الدنیا، فهو موج مکفوف قائم فی الهواء بإذن اللّٰہ تعالیٰ، لا یقطر منه قطرة، والنجوم کلها ساکنة فی ذلك البحر، وهو جار فی سرعة السهم وإطلاقه، فهو فی الهواء مستوٍ کأنه جبل ممدود ما بین المشرق والمغرب، وتجری الشمس والقمر والخنّس فی سرعة دوران الرحیٰ من أهوال یوم القیٰمة وزلازلها فی ذلك البحر، فذلك لقوله تعالیٰ: ﴿کل فی فلك یسبحون﴾۔ وفی روایة عليّ فقال علیه الصلوٰة والسلام: "یا علی! الکواکب الخمسة: البرجیس وهو المشتری، وزحل، وعطارد، وبهرام، والزهرة". فهو الکواکب الخمسة الطالعات الجاریات مع الشمس والقمر فی الفلك، وأما سائر الکواکب فکلها معلقات فی السموات کتعلیق القنادیل فی المساجد اھ"۔ (العرائس للثعلبی، ص: ۱۶، ۱۷)(۲)۔

= علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ ان بروج کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "وهی مقسمة علی البروج الإثنی عشر المشهورة، فیکون لکل برج منزلان وثلث". (روح المعانی: ۷۰/۱۱، (تحت قوله تعالیٰ: ﴿وهو الذی جعل الشمس ضیآء والقمر نور اوقدرهٗ﴾. الآیة، (سورہ یونس)، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(۱) "(والقمر قدّرنا منازل)، فأول ما یبدو صغیراً ثم یتزاید نوره وجرمه حتی یستوسق ویکمل أبداره، ثم یشرع فی النقص حتی یرجع إلی حالته الأولیٰ فی تمام الشهر". (تفسیر ابن کثیر: ۵۳۶/۲، دار الفیحاء دمشق)

(۲) "إن النجوم قنادیل معلقة بین السماء والأرض بسلاسل من نور بأیدی ملئکة من نور اھ". (روح المعانی: ۵۰/۳۰، دار احیاء التراث العربی بیروت)

"لم یقم دلیل علی أن شیئاً من الکواکب مغروز فی شئ من السموات کالفصّ فی الخاتم". (روح المعانی: ۴۵/۲۸)

تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں رسالہ: (چاند تک انسان کی رسائی اور اسلام، فتاوی حقانیہ: ۳۳۰/۱، ۳۷۴/۱، جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

۹......ان کی تعداد اور فاصلہ کا علم نہیں۔

۱۰......یہ مسئلہ ایمانیات میں سے نہیں، قرآن کریم اور حدیث شریف نے ثبوتاً یا نفیاً اس پر ایمان لانے کا مکلّف نہیں کیا، اگر چاند پر کوئی پہنچ جائے تو اس سے ایمان میں فرق نہیں آتا، ملحدین مکہ نے جو اشکال کیا تھا اس کی بنیاد قرآن وحدیث سے استدلال پر نہیں تھی کیونکہ ایمان کی دولت سے محروم تھے۔

۱۱......جنت اور عرش کرسی تک پہنچنے کے لیے براق کی سواری لائی گئی تھی (۱) وہاں تک یہ لوگ نہیں پہنچے، نہ ان کا ان چیزوں پر ایمان ہے کیونکہ یہ چیزیں مغیبات میں سے ہیں اور ان کو صرف محسوسات کا اعتراف ہے، چاند محسوسات میں ہے اس تک پہنچنے کے لئے براق کی ضرورت نہیں، لہٰذا اگر چاند تک بغیر براق کے پہنچ بھی جائیں تو ایمان میں فرق نہیں آئے گا، پھر تردید کی کیا ضرورت ہے، دو عادل متدین مقبول الشہادۃ عند الشرع اگر پہنچنے کی گواہی دیں تو قبول کرنے میں اشکال نہیں (۲)۔

۱۲......اس کا جواب نمبر:۶ میں آ گیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

چاند پر نشان کیسا ہے؟

سوال[۱۳۷۹]: چاند میں بادل کے ٹکڑے جیسا کچھ نشان معلوم ہوتا ہے یہ نشان کس چیز کا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس میں ایک قول تو یہ ہے کہ اللہ پاک نے چاند اور سورج کو یکساں بنایا تھا پھر چاند کے نور کے ستر اجزاء میں سے ایک جز چاند میں باقی رہا اور ۶۹/ اجزاء حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بامر خداوندی اپنے

---

(۱) "عن أنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "أتیتُ بالبراق وھو دابة أبیض فوق الحمار دون البغل". (تفسیر ابن کثیر: ۳/۷، ۸، مکتبہ دار الفیحاء دمشق)

(وکذا فی روح المعانی: ۱۵/۵، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(۲) فی الھدایة: "وماسوی ذلک من الحقوق یقبل فیھا شھادة رجلین أو رجل وامرأتین، سواء کان الحق مالاً أو غیر مال، مثل النکاح والطلاق والوکالة والوصیة ونحو ذلک". (الھدایہ: ۳/۱۵۳، کتاب الشھادۃ، مکتبہ امدادیہ ملتان)

بازو سے رگڑ کر چاند سے نکال کر سورج کی طرف منتقل کردیئے، یہ اس رگڑ کا نشان ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں حروف جمیل لکھے ہوئے ہیں، فتاوی ابن حجر مکی، ص:۱۳۱(۱)، میں دونوں قول درج ہیں، تفسیر مفاتیح الغیب میں ﴿فمحونا اٰية الليل﴾ کے ذیل میں، :۵/۳۷۳(۲) میں پہلے قول کے ساتھ ایک قول یہ بھی لکھا ہے کہ جس طرح کواکب اجرام فلکیہ میں مرتکز ہیں اسی طرح اجسام قلیلۃ الضوء وجہ قمر میں مرتکز ہیں۔ قول اول کی کچھ تائیدات تفسیر ابن کثیر (۳) اور فتاویٰ ابن حجر میں ذکر کی ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۴/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: عبداللطیف۔

---

(۱) قال ابن الحجر الهيثمي رحمه الله تعالىٰ: "و سئل نفع الله به عن السواد بالقمر؟ فأجاب بقوله: قيل: إن علياً كرم الله وجهه سئل عن ذلك، فقال: "هو أثر مسح جناح جبريل؛ لأن الله تعالىٰ خلق .... حوّلها إلى الشمس، فأذهب منه الضوء، و أبقى فيه النور، فذلك قوله تعالىٰ: ﴿فمحونا إية الليل و جعلنا آية النهار مبصرة﴾ (الاسراء: ۱۲) ..... اهـ". (الفتاوى الحديثية، مطلب في السواد الذي في القمر، ص: ۲۴۸، قديمى)

قال النيسابوري رحمه الله تعالىٰ: "وسببه في الشرع ماروي أن الشمس والقمر كاناسواء في النوروالضوء، فأرسل الله تعالىٰ جبرئيل، فأمَرّ جناحه على وجه القمر، فأذهب عنه أثر الضياء، وسببه عندالفلاسفة أنه ارتكزفي وجه القمرأجسام قليلة الضوء كارتكازالكواكب في أجرام الأفلاك، ولماكانت تلك الأجرام أقل ضوء من جرم القمرلاجرم، شوهدت تلك الأجرام في وجه القمر كالكلف في وجه الإنسان". (تفسيرغرائب القرآن على هامش الطبرى: ۱۳/۸، ۱۴، دارالمعرفه، بيروت)

(۲) "وأحسن ما ذكره الفلاسفة في الاعتذار عنه أنه ارتكز في وجه القمر أجسام قليلة الضوء، مثل ارتكاز الكواكب في إجرام الأفلاك .....اهـ". (تفسير مفاتيح الغيب المعروف بالتفسير الكبير للرازي: ۱۶۵/۲۰ أ، (الإسراء: ۱۲)، دار الكتب العلمية، طهران)

(كذافي روح المعاني: ۱۵/۱۸، داراحياء التراث العربي، بيروت)

(۳) "(فمحونا آية الليل) قال: السوادالذي في القمر، وكذلك خلقه الله تعالىٰ: وقال ابن جريج: قال ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما: كان القمريضئ كماتضئ الشمس، والقمر آية الليل، والشمس آية النهار، (فمحونا آية الليل) السوادالذي في القمر". (تفسيرابن كثير: ۳/۴۰، دارالفيحاء بيروت) .... =

چاند کے اوپر اور زمین کے نیچے آبادی

سوال[۱۳۸۰]: چاند پر اور زمین کے نیچے اور آسمان پر آبادی ہے یا نہیں، اگر ہے تو کس کی امت میں سے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

آسمان کے اوپر سب جگہ ملائکہ ہیں وہ خود مطیع ہیں ان کے لیے کسی نبی کی ضرورت نہیں، چاند بھی آسمان پر ہے اس میں کسی مخلوق کا وجود معلوم نہیں، زمین کے سات طبقات ہیں ہر طبقہ میں جداگانہ مخلوق آباد ہے اور ہر مخلوق کی طرف نبی اس کی جنس سے بھیجا جاتا ہے:

"قال وهب ابن منبه: لماخلق الله تعالىٰ الأرض كانت طبقةً واحدةً، ففتقها، فصيرها سبعاً كما فعل بالسماء، وجعل بين الطبقة والطبقة مسيرة خمس مائة عام وهوقوله تعالىٰ ﴿ففتقناهما﴾ وجعلهماسبعاً،فكان اسم الطبقة الأولى: أديماً، والثانية: بسيطاً ،والثالثة: ثقيلاً، والرابعة: بطيحاً، والخامسة: جيناً، والسادسة: ماسكة، والسابعة: الثرىٰ۔ وسكان الأرض الثانية: أممٌ يقال لهم: الطمس، وطعامهم من لحومهم، وشرابهم من دمهم۔

والطبقة الثالثة: سكانها أممٌ وجوههم كوجوه بني ادم، وأفواههم كأفواه الكلاب، وأيديهم كأيدي بني ادم، وأرجلهم كأرجل البقر........... وعلىٰ أبدانهم شعر كصوف الغنم، وهولهم ثياب. والطبقة الرابعة: سكانهاأممٌ يقال لهم: الحلهام، ليس لهم أعين ولاأقدام، بل لهم أجنحة كأجنحةالقطا۔

والطبقة الخامسة: بهاأمم يقال: الخشن، وهم كأمثال البغال، ولهم أذناب، كل ذنب نحوثلث مائة ذراع ....../ والطبقة السادسة: بهاأمم يقال: الحثوم، وهم سودالأبدان، ولهم مخالب كمخالب السباع، ويقال: إن اللهتعالىٰ يسلطهم على يأجوج ومأجوج حين يخرجون فتهلكهم. والطبقة السابعة: فيهامسكن إبليس وجنوده من المردة الشياطين ١هـ". بدائع

= مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (الهيئة الوسطى)، ص: ۳۸۸، ۳۹۳، للشيخ البازی رحمه الله تعالىٰ، ادارة التصنيف والتاليف لاهور)

الذهور في وقائع الدهور (۱).

﴿الله الذي خلق سبع سمٰوٰت ومن الأرض مثلهن﴾ يعني سبع أرضين، ينزل الأرض الوحي بينهن بين السمٰوٰت والأرض، ينزل به جبرتيل من السماء السابعة إلى الأرض السابعة، انتهى". جلالین شریف مجموعہ فتاویٰ، ص: ۱۲٦ (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کہکشاں

سوال [۱۳۸۱]: رات کو آسمان پر جو سفیدی لمبی نظر آتی ہے اس کو بعض لوگ پل صراط کہتے ہیں وہ کیا چیز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کا نام کہکشاں ہے، قیامت کو آسمان اس جگہ سے پھٹے گا، فتح العزیز (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ماہ عروج کی ابتداء وانتہاء

سوال [۱۳۸۲]: ا...... ماہ عروج سے فلاں کام شروع کرو، تو ماہ عروج سے کیا مطلب ہے؟

ماہ ثابت یا ذوالجد

سوال [۱۳۸۳]: ۲...... عروج ماہ ہو اور ثابت یا ذوالجد ہو، ماہ منقلب نہ ہو، جمعرات سے شروع کیا جائے، پوچھنا یہ ہے کہ ماہ ثابت یا ذوالجد کس کو کہتے ہیں؟

---

(۱) (بدائع الذهور في وقائع الدهور، ذكر مبدأ خلق الأرض، ص: ۷، ۸، مكتبه إسلاميه، ميزان ماركيٹ، كوئٹه)

(۲) (جلالين: ۲/۴٦۴، قديمي كتب خانه كراچي)

(۳) وقال الشيخ موسى الروحاني رحمه الله تعالىٰ: "مجرہ کہکشاں، اسے "الطريق اللّبني ودربة التبّانه" کہتے ہیں، ام النجوم بھی اس کا ایک نام ہے، رات کو جنوباً وشمالاً آسمان میں ایک سفید پٹی نظر آتی ہے اسے کہکشاں کہتے ہیں، اس کی شکل پہئے کی طرح ہے بلکہ چکی کے گول پاٹ کی طرح ہے"۔ (الهيئة الوسطی، ص: ۷۷، ادارۃ التصنیف والتألیف لاہور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ا...... یکم سے۱۴/تک عروج ہے۔

۲...... ماہ ثابت اور ذوالجد میں نہیں جانتا کس کو کہتے ہیں۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبدمحمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح :بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

محکمہ موسمیات کے فلکیاتی اعلانات

سوال[۱۳۸۴]: ہماری گورنمنٹ کا محکمۂ موسمیات جو بارش یا آندھی،طوفان وغیرہ کی خبریں بذریعۂ ریڈیونشر کرتا ہےان پر یقین رکھنا شرعی حیثیت سے کیا ہے؟اوروہ محکمہ کیسے اندازہ لگاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ آثاروعلامات پر اعلان کیا جاتا ہے،کبھی صحیح ہوتا ہے کبھی غلط، یہ شرعی دلیل نہیں جس پر یقین واجب ہو(۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبدمحمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند،۲۴/۶/۹۱ھ۔

دفینہ معلوم کرنے کا طریقہ

سوال[۱۳۸۵]: اگر کوئی شخص اپنے گھر کا دفینہ معلوم کرنا چاہےتو معلوم ہوسکتا ہے یا نہیں؟ کیا طریقہ ہے،کہاں نقشہ بھیجنا پڑے گا؟پرانے آدمی بتاتے ہیں کہ روپیہ ضرور ہےمگر ثابت نہیں ہے کہاں پر ہے،اگر مل جائےتو ضرور آپ کی محنت ادا کروں گا،ورنہ آخرت میں معلوم کروں گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

دفینہ معلوم کرنے کا طریقہ یا نقش مَیں نہیں جانتا،آپ خدا کے سامنے جا کر دعویٰ کریں گےتو میں وہاں

---

(۱)قال اللہ تعالیٰ: ﴿إن اللہ عندہ علم الساعة وینزل الغیث﴾ (سورۂ لقمان: ۳۴، پ: ۲۱)

"کون المراد اختصاص علم ہذہ الخمس بہ عز وجل ہو الذی تدل علیہ الأحادیث والآثار".

(روح المعانی ۱۱۱/۲۱ ، دار إحیاء التراث العربی)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (معارف القرآن: ۵۲/۷ ، إدارة المعارف کراچی)

بھی عرض کردوں گا کہ میں نے اس کا طریقہ نہ قرآن میں پڑھا ہے نہ حدیث میں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

سات زمینوں کا پتہ

سوال[۱۳۸۶] : ۱.....قرآن کریم کی بیان کردہ سات زمین، سات آسمان صحیح قول کے لحاظ سے سب الگ الگ ہیں اور ایک دوسرے کا فاصلہ اتنا ہی ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک (۲) تو وہ زمین کہاں ہے اور ہم کو نظر آتی ہے یا نہیں؟

۲.....ان زمینوں کے باشندوں تک اگر شریعت محمدیہ پہونچ سکے تو ان پر اس کا ماننا واجب ہوگا یا نہیں؟

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿لایکلف اللہ نفسا إلا وسعها﴾. (البقرہ: ۲۸۶، پ:۳)

قال العلامة الآلوسی رحمہ اللہ: "الوسع ما تسعه قدرة الإنسان أو ما یسهل علیه من المقدور، وهو ما دون مدی طاقته: أی سنته تعالیٰ أنه ما لایتکلف نفساً من النفوس إلا ما تطیق". (روح المعانی، قبیل سورة آل عمران: ۳/۹۶، دار إحیاء التراث)

وقال ابن کثیر رحمہ اللہ: "أی لا یکلف أحداً فوق طاقته، وهذا من لطفه تعالیٰ بخلقه ورأفته بهم وإحسانه إلیهم". (تفسیر ابن کثیر: ۱/۳۴۲، سهیل اکیڈمی)

(۲) "قال (علیه الصلوة والسلام) : "فإن فوق ذلک سماء بعد ما بینهما سیرة خمس مائة سنةً"، حتی عدّسبع سماوات مابین کل سمائین کما بین السماء والأرض الخ". (تفسیر ابن کثیر : ۴/۳۸۸، (الحدید، الجزء السابع والعشرون) تحت رقم الآیة: ۳، دارالفیحاء دمشق)

"وقیل : بین کل أرض وأرض خمس مائة عام مثل مابین کل سماء وسماء". (عمدة القاری: ۱۲/۴۱۹، کتاب المظالم والغضب، باب إثم من ظلم شیأ من الأرض، دارالکتب العلمیة، بیروت)

قوله تعالی: ﴿اللہ الذی خلق سبع سموات ومن الأرض مثلهن﴾ یعنی سبع أرضین". وفی الحاشیة: رقم : ۲۰، "قوله: یعنی سبع أرضین فالجمهور علی أنها سبع أرضین طباقًا بعضها فوق بعض، تبین کل أرض وأرض مسافة کمابین السماء والأرض". (تفسیر جلالین کلاں: ۲/۴۶۴، الطلاق: ۱۲، ۲/۲۸، قدیمی)

ان تینوں چیزوں کے بارے میں اشارہ قرآن پاک میں ہے یا نہیں؟ ورنہ اصول کے لحاظ سے تحریر فرمائیں۔ نوازش ہوگی۔

۳...... خلا میں نظر آنے والے ستارے وہ زمین قرار پاسکتے ہیں یا نہیں؟ المستفتی: محمد عبداللہ، مکتبہ نور نئی دہلی نمبر ۱۳۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... ابن کثیر (۱)، ابن حجر (۲)، عینی (۳)، ثعلبی (۴) وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی کتب میں سبع ارضین سے متعلق احادیث وآثار خاص تعداد میں مذکور ہیں، مگر راجح ومنقح طور پر ان سے یہ متعین نہیں ہوسکا کہ وہ کہاں ہیں اور ہم کو نظر آتی ہیں یا نہیں۔

۲...... وحی کا ان سب زمینوں میں پہونچنا تو بعض آثار میں مروی ہے جن کا انداز یہ ہے کہ احکام سب کے لئے ان زمینوں کے رہنماؤں کے ذریعہ پہونچتے ہیں (۵)۔

---

(۱) "(ومن الأرض مثلهن): أی سبعاً أيضاً كماثبت فی الصحيحين: "من ظلم قيد شبر من الأرض طوقه من سبع أرضين" وفی صحيح البخاری: " حسف به إلى سبع أرضين" ...... وكذا فی الحديث الآخر: "ما السموات السبع ومافيهن ومابينهن، والأرضون السبع ومافيهن وما بينهم فی الكرسی إلا كحلقة ملقاة بأرض فلا ة" ...... عن ابن عباس -رضی الله تعالیٰ عنهما- ...... قال: سبع أرضين فی كل أرض نبی كنبيكم، وآدم ونوح كنوح، وإبراهيم كإبراهيم، وعيسى كعيسى الخ". (تفسير ابن كثير: ۳۹۴/۴، ۳۹۵، الجزء الثامن والعشرون، الطلاق: ۱۲، دارالفيحاء، دمشق)

(۲) (فتح الباری: ۱۳۱/۵، ۱۳۲، كتاب المظالم، باب إثم من ظلم شيأ من الأرض، قديمی)

(۳) (عمدة القاری: ۴۱۸/۱۲ - ۴۲۱، كتاب المظالم والغضب، باب إثم من ظلم شيأ من الارض، رقم الحديث: ۲۴۵۲، ۲۴۵۳، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۴) (تفسير الثعالبی: ۳۱۳/۴، تفسير سورة الطلاق وهی مدنية، قبيل تفسير سورة التحريم، مؤسسة الأعلمی بيروت، لبنان)

(۵) (راجع رقم الحاشية: ۱)

شریعتِ محمدیہ سے متعلق مخصوص طور پر کوئی چیز نہیں دیکھی کہ وہ لوگ اس کے مکلف ہیں یا نہیں؟

۳...... ایک قول یہ بھی ہے جیسا کہ فیض الباری: ۴/۴ میں ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱۰/ ۸۹ھ۔



(۱) "انه يمكن أن يكون لامرادمنه السبع السيارات". (فيض الباری، کتاب المظالم، باب إثم من ظلم شيئاً من الأرض: ۳۳۴/۳، حضر راه بکڈپو دیوبند)

باب التبلیغ

(تبلیغ کا بیان)

موجودہ تبلیغ کا شرعی ثبوت

سوال[۱۳۸۷]: ۱......آج کل جو تبلیغی جماعت کام کررہی ہے اس جماعت کا طریقہ یہ ہے کہ اس میں ایک امیر جماعت متکلم اور رہبر مقرر کیے جاتے ہیں امیر کے ماتحت جماعت قریہ بقریہ شہر بشہر کام کررہی ہے، یہ طریقہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں تھا یا نہیں؟ اگر اس زمانہ میں یہ طریقہ تبلیغ موجودہ زمانہ کی تبلیغ کے مطابق نہ ہو تو یہ کام جو نیا ایجاد کیا گیا ہے کس امر میں داخل ہے یعنی بدعت ہے یا بدعت حسنہ ہے؟ آیا ہم لوگوں کو صرف امت مسلمہ ہی کو اسلام کی تبلیغ کرنا چاہیئے یا غیر اقوام میں بھی اسلام کی تبلیغ کرنا لازم ہے یا نہیں؟

۲...... مذہب اسلام میں کتنی عیدیں پائی جاتی ہیں موجودہ زمانہ میں میلا دالنبی، میلا د محبوب سبحانی منایا جارہا ہے اور بہت سے لوگوں کو کھانا بھی کھلا رہے ہیں ایسی دعوتوں میں جا کر کھانا نوش فرمانا شریعت کے مطابق جائز ہے یا نہیں؟ تفصیل سے معلوم کریں۔

۳......دنیاوی زندگی سے پہلے کی حالت موت سے تعبیر کی گئی ہے جس کے بعد یہ زندگی ملی ہے، پھر موت آئے گی پھر اس کے بعد دوسری زندگی ملے گی جس کے لئے موت نہیں، یہ زندگی حشر کے دن ملے گی، اب رہی یہ بات کہ زندگی عالم برزخ میں مل رہی ہے، یہ تیسری زندگی کہلائے گی، آیا یہ تیسری زندگی ہم لوگ تسلیم کریں گے، تو قرآن شریف کی آیتوں کے مطلب کے خلاف ہوگا، تو ہم لوگ اس زندگی کو تیسری زندگی میں شمار کر سکتے ہیں یا نہیں؟ خلاصہ معلوم کیجئے۔

۴......غیر اقوام کو حالت سکرات سے ہی عذاب شروع ہونے کے متعلق دلیل حدیث سے اس کا ثبوت ہے یا نہیں؟ فقط، شیخ نبی صاحب ۲۱/۶/۱۷ھ۔

محترمی زیدا حترامہ! السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ،الحمدللہ خیریت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... نفس تبلیغ کا حکم تو کتاب وسنت میں موجود ہے اور ہر زمانہ میں اس پر عمل بھی ہوتا رہا البتہ ہر زمانہ کے حالات کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کے قلوب میں مفید طریقے القاء فرماتے رہے ہیں، حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہفتہ میں ایک یا دو دفعہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لوگ جمع ہوتے اور وہ احادیث سناتے، مسائل بتایا کرتے تھے(۱)، حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہفتہ میں ایک دفعہ مسجد نبوی میں ممبر کے قریب کھڑے ہوکر احادیث سنایا کرتے تھے۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر جمعہ کو خطبہ شروع ہونے سے پہلے احادیث سنایا کرتے تھے(۲)، حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ(۳)۔ حضرت

---

(۱)"عن أبی وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: کان عبداللہ یذکرالناس فی کل خمیس، فقال لہ رجل: یاأبا عبدالرحمٰن! لوددت أنک ذکرتنا کل یوم، قال: أماإنہ یمنعنی من ذلک أنی أکرہ ان أملکم، وأنی أتخولکم بالموعظة کماکان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتخولنابھامخافة السامة علینا". (صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من جعل لأهل العلم أیاماً معلومةً : ۱/۱۶، قدیمی)

(وکذافی بستان الفقیہ أبی اللیث، باب إباحة المجلس للعظة ، ص: ۲۲، مطبع فاروقی، دھلی)

(۲)"أخرج ابن عساکرعن حمید بن عبدالرحمن أن تمیماالداری استاذن عمررضی اللہ تعالیٰ عنہ فی القصص سنین، فأبی أن یأذن لہ، فاستاذنہ فی یوم واحد، فلماأکثر علیہ، قال لہ: ماتقول ؟قال: أقرأعلیهم القرآن، وآمرهم بالخیر وأنهاهم عن الشر، قال عمر: ذلک الذبح، ثم قال: عظ قبل أن أخرج فی الجمعة، فکان یفعل ذلک یوماً واحداً فی الجمعة". (موضوعات الکبیر لملاعلی القاریؒ، المقدمة، فصل ولماکان أکثر القصاص والوعاظ الخ، ص: ۲۰، نورمحمد کتب خانہ)

(**تنبیہ**) لایغتررأحدٌبأن الروایة المذکورة موضوعة لذکرہ إیاھافی الموضوعات، بل ھی صحیحة وقد ذکرھامستدلاً بھاعلی عدم جوازبیان القصص الطویلة، لالأنھاموضوعة، فلیتأمل .

(۳)"وکان عبادة یعلّم أھل الصفة القرآن، ولمافتح المسلمون الشام، أرسلہ عمربن خطاب، وأرسل معہ معاذبن جبل وأباالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنهم، لیعلمواالناس القرآن بالشام ویفقهوهم فی الدین، وأقام عبادة بحمص، وأقام أبوالدرداء بدمشق، ومضی معاذ –رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنهم– إلی فلسطین الخ". (أسدالغابة فی معرفة الصحابة: ۳/۵۵، رقم: ۲۷۸۹، دارالفکر)

ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ مستقلاً تبلیغ کیا کرتے تھے(۱)۔

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس خط لکھا کہ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہاں بھیج دیجئے تبلیغ کے لئے، اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھیجا تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ڈیڑھ ہزار کے قریب اپنے تلامذہ کو لے کر تشریف لے گئے (۲) پھر ایک وقت آیا کہ احادیث کو لکھا گیا اور کتابی شکل دی گئی (۳)، جگہ جگہ حدیث سنانے کے حلقے ہوتے تھے، بعض محدثین کے حلقہ میں ایک لاکھ یا اس سے بھی زائد آدمی موجود رہتے تھے (۴) (یہ سب مخاطبین مسلمان ہی تھے) پھر ایک وقت آیا کہ مشائخ نے تصوف اور توجہ باطن کے ذریعہ تبلیغ کی، علماء نے مدارس قائم کئے، واعظین

---

(۱) (راجع، ص: ۱۹۸، رقم الحاشیة: ۳)

(۲) "ومن مناقبه (أی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنه): منها: أنه شهد الیرموک بالشام، وکان علی النفل، وسیّره عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنه إلی الکوفة، وکتب إلی أهل الکوفة: "إنی قد بعثت عمار بن یاسر أمیراً، وعبداللہ بن مسعود معلماً ووزیراً، وهما من النجبآء من أصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم من أهل بدر، فاقتدوا بهما، وأطیعوا واسمعوا قولهما، وقد آثرتکم بعبداللہ علی نفسی".

(أسد الغابة فی معرفة الصحابة: ۳/۲۸۳، رقم: ۳۱۷۷، دار الفکر بیروت)

(وکذا فی الإصابة فی تمییز الصحابة: ۴/۲۰۱، رقم: ۴۹۷۰، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۳) "فظهر فی آخر عصر التابعین تدوین الأحادیث والأخبار، وتصنیف السنن والآثار، وتصدّوا لهذا الأمر الشریف کالزهری ...... فصنف الإمام مالک مقدم أهل المدینة مؤطاه ...... وصنف من أهل مکة أبو حامد عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج، ومن أهل الشام أبو عمرو عبدالرحمن بن عمرو الأوزاعی، ومن أهل الکوفة سفیان الثوری، ومن البصریین أبو سلمة حماد بن سلمة، وبعدهم کل واحد من أعیان العلماء المجتهدین ألف کتاباً الخ". (مرقاة المفاتیح، المقدمة، ترجمة الإمام البخاری رحمه اللہ تعالیٰ: ۱/۵۷، رشیدیه)

(۴) قال القاری رحمه اللہ تعالیٰ فی ترجمة الإمام البخاری رحمه اللہ تعالیٰ: "قیل: روی عنه مائة ألف محدث". (مرقاة المفاتیح، المصدر السابق: ۱/۵۹)

وقال فی ترجمة الإمام أبی حنیفة رحمه اللہ تعالیٰ: "روی عنه عبداللہ بن المبارک ووکیع بن الجراح، وخلائق لایحصون". (مرقاة المفاتیح: ۱/۵۷)

نے وعظ کہے۔

غرض یہ امت کسی وقت بھی مجموعی حیثیت سے نفس تبلیغ سے کلیۃً غافل نہیں رہی اور ہر ہر طریقۂ تبلیغ نہایت مؤثر ومفید ثابت ہوا، ان میں کوئی طریقہ غلط نہیں، آج کے دور میں تبلیغی جماعت کا طریقہ اصول کی پابندی کے ساتھ نہایت مؤثر ومفید ہے، جس طرح مدارس کے عمل کو نیا طریقہ کہہ کر غلط نہیں کہا جاسکتا اسی طرح تبلیغ کے اس طریقہ کو نیا کہہ کر غلط نہیں کہا جاسکتا، مسلمان کا اپنے اسلام میں پختہ ہونا لازم ہے پھر اس کی غیر مسلموں میں بھی فی الجملہ تبلیغ ہوتی ہے، ورنہ اندیشہ ہے کہ وہ خود ہی اس طرف مائل ہوجائے، موجودہ جملہ طرقِ تبلیغ سے غیر مسلموں میں بھی فی الجملہ تبلیغ ہوتی ہے اور مستقلاً بھی ان میں تبلیغ کی ضرورت ہے اور اس کا سلسلہ بھی جاری ہے۔

۲...... یہ عیدیں لوگوں کی گھڑی ہوئی عیدیں ہیں، شریعت نے نہیں کہا کہ اس دن میں اس طرح جمع کر کے لوگوں کو کھانا کھلانا، اس لئے ان کو ترک کرنا چاہئے۔ شریعت میں دوعیدیں ہیں: عید الفطر اور عید الاضحیٰ، ان کے مخصوص احکام بھی موجود ہیں ان کے علاوہ کوئی عید نہیں ہے(۱)۔

۳......قرآن کریم کی ایک آیت: ﴿من عمل صالحاً من ذكر أو أنثى وهومؤمن، فلنحيينه حيــا ةً طيبةً﴾ (الآية)(۲) میں حیات طیبہ کا مصداق حیات برزخی بھی ہے جیسا کہ تفسیر ''مفاتیح الغیب''(۳)

---

(۱) ''وسئل نفع الله بعلومه: عن الموالد والأذكار التي يفعلها كثير من الناس في هذا الزمان هل هي سنة أم فضيلة أم بدعة؟ .... فأجاب بقوله: الموالد والأذكار التي تفعل عندنا أكثرها مشتملة على خير .... وعلى شر بل شرور، لو لم يكن منها إلا رؤية النساء للرجال الأجانب، .... ولا شك أن القسم الأول (أي مايكون فيه شر) ممنوع للقاعدة المشهورة المقررة أن درء المفاسد مقدم على جلب المصالح اهـ''. (الفتاوىٰ الحديثية مطلب: الاجتماع للموالد اهـ، ص: ۲۰۲، قديمي)

(۲)(النحل: ۹۷)

(۳)علامہ قرطبی نے: (تفسیر القرطبی) میں مندرجہ ذیل معانی بیان کئے ہیں۔

''وفي الحياة الطيبة خمسة أقوال: الأول: أنه الرزق الحلال، قاله ابن عباس وسعيدبن جبير وعطاء والضحاك. والثاني: القناعة، قاله الحسن البصري وزيد ووهب الخ......الثالث: توفيقه إلى الطاعات، فإنهاتؤديه إلى رضوان الله تعالى، قال معناه الضحاك، وقال أيضاً: من عمل صالحاً وهو مؤمن في فاقة وميسرة، فحياته طيبة الخ......وقال مجاهد وقتادة وابن زيد: هي الجنة......وقيل: هي السعادة.........=

میں مذکور ہے۔

۴.....عبادہ ابن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مرفوع میں ہے کہ جس کو مشکوٰۃ شریف، ص: ۱۳۹(۱) میں نقل کیا ہے کہ: "إن الكافر إذاأحضر بشر بعذاب الله وعقوبته، فليس شيئ أكره إليه مماأمامه، فكره لقاء الله، وكره الله لقاءه". متفق عليه"(۲). یہ مستقل عذاب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۹/۵/۹۱ھ۔

مسلمانوں میں تبلیغ کا ثبوت

سوال[۱۳۸۸]: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفار کے پاس تبلیغ کے لئے جاتے تھے اور آج کل لوگ مسلمانوں کو تبلیغ کرتے ہیں، کیا حدیث سے یہ ثابت ہے کہ حضور نے مسلمانوں میں اس طرح چل کر تبلیغ کی ہے جیسے کہ آج کل تبلیغ کرتے ہیں؟ اس قسم کی روایتیں اگر مشکوٰۃ شریف یا بخاری شریف میں ہوں تو مع باب وصفحہ مطلع فرمائیں

الجواب حامداً ومصلياً:

کوفہ اور قرقیسیہ میں جماعت صحابہ کا تبلیغ کے لئے جانا فتح القدیر، کتاب الزکوٰۃ میں مذکور ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک جماعت کے ساتھ

= وقال أبوبكر الوراق: هي حلاوة الطاعة. وقال سهل بن عبدالله التستري: هي أن ينزع عن العبدتدبيره، ويردتدبيره إلى الحق، وقال جعفر الصادق: هي المعرفة بالله، وصدق المقام بين يدي الله، وقيل: الاستغنآء عن الخلق والافتقارإلى الحق، وقيل: الرضاء بالقضاء". (۱۰/۱۱۴، ۱۱۵، دارالكتب العلمية، بيروت)

"وقال شريك: هي حياة تكون في البرزخ الخ." (روح المعاني: ۱۴/۲۲۶، دارإحياء التراث العربي، بيروت)

(۱) (مشكوة المصابيح، كتاب الجنائز، باب تمني الموت، الفصل الأول، ص: ۱۳۹، قديمي)

(۲) (صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب من أحب لقاء الله احب الله لقاءه: ۲/۹۶۳، قديمي)

(والصحيح لمسلم، كتاب الذكر والدعا، باب من أحب لقاء الله تعالى الخ: ۲/۳۴۳، قديمي)

کوفہ بھیجا(۱)اور معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ(۲)،عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ(۳)،عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ(۴) کی جماعت کو بصرہ اور عبادہ ابن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ وابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ(۵) کی جماعت کو شام بھیجا۔ یہ جماعتیں مسلمانوں کے پاس گئیں جیسا کہ ازالۃ الخفاء:۲/۲(۶) میں مذکور ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

---

(۱)لم أجده في زكوٰة فتح القدير، وقال العلامة محمديوسف الكاندهلوى فى حياة الصحابة :"أخرج ابن سعد عن حارثة بن مضرب قال:قرأت كتاب عمر الخطاب رضى الله تعالىٰ عنه إلى أهل الكوفة: "أمابعد! فإنى بعثت إليكم عماراً أميراً وعبدالله معلماً ووزيراً، وهمامن النجبآ من أصحاب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فاسمعوالهما، واقتدوابهما، وإنى قدآثرتكم بعبدالله على نفسى أثرةً".
(الباب الثالث عشرفى رغبة الصحابة فى العلم الخ:۳/۱۹۵،دارالقلم بيروت)

(۲) (سياتى فى الحاشية رقمها :۶)

(۳)"وكان (أى عبدالله بن مغفل رضى الله تعالىٰ عنه)أحد العشرة الذين بعثهم عمررضى الله تعالىٰ عنه إلى البصرة يفقّهون الناس." (أسدالغابة، ذكرعبدالله بن مغفل رضى الله تعالىٰ عنه: ۳/۲۹۴، رقم:۳۱۹۷،دارالفكر)

(وكذا فى الإصابة :۴/۲۰۷،رقم :۴۹۸۸،دارالكتب العلميه)

(۴)"عمران بن حصين ......بعثه عمربن الخطاب رضى الله تعالىٰ عنه إلى البصرة، ليفقه أهلها،وكان من فضلاء الصحابة."(أسد الغابة :۳/۷۷۷،رقم :۴۰۴۲،دارالفكر، بيروت)

(وكذافى الإصابة :۴/۵۸۵،رقم:۶۰۲۴،دارالكتب)

(۵)(تقدم تخريجه تحت عنوان :"موجودہ تبلیغ کا شرعی ثبوت")

(۶)"علمائے صحابه رادرآفاق فرستند،وايشان راامرنمايندبروايتِ حديث،ومردمان راحمل كنندبراخذِ ايشان،چنانچه فاروق اعظم عبدالله بن مسعود راباجمعى باكوفه فرستاد،ومعقل بن يساروعبدالله بن مغفل وعمران بن حصين رابصره،وعباده بن صامت وأبودرداء رابشام، ومعاويه بن أبى سفيان كه امير شام بود قدعن بليغ نوشت كه از حديث ايشان تجاوز نكند."(ازالة الخفاء،نكتهٔ سوم دربيان كيفيت توسط خلفائے راشدين:۲/۲،سهيل اكيڈمى لاهور)

تبلیغ کب تک فرض تھی؟

سوال[۱۳۸۹]: تبلیغ کس زمانہ تک فرض تھی اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے کتنے دنوں پر فرضیت جاتی رہی اوراب تبلیغ کا شرع شریف میں کیا درجہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا حکم قرآن میں ہے(۱) اوروہ منسوخ نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے ہے، اس کے شروط وآداب اتحاف(۲)، نہایۃ الامل(۳) وغیرہ میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۷/۸۹ھ۔

کیا تبلیغ فرض ہے؟

سوال[۱۳۹۰]: تبلیغ دین اس زمانہ میں واجب ہے یا کچھ اَور؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تبلیغِ دین ہر زمانہ میں فرض ہے، اس زمانہ میں بھی فرض ہے لیکن فرض علی الکفایہ ہے، جہاں جتنی ضرورت ہو اسی قدر اس کی اہمیت ہوگی اور جس جس میں جیسی اہلیت ہو اس کے حق میں اسی قدر

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر، وأولئك هم المفلحون﴾. (آل عمران: ۱۰۴)

وقال تعالیٰ: ﴿قل هذه سبيلى أدعوإلى الله على بصيرة أناومن اتبعنى، وسبحان الله، وماأنامن المشركين﴾ (يوسف: ۱۰۸)

"أى أدعوالناس إلى معرفته سبحانه بصفات كماله ونعوت جلاله ومن جملتهاالتوحيد." (روح المعانى: ۱۳/۶۷، دار إحياء التراث العربى)

(۲) (اتحاف السعادة المتقين، كتاب الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر، الباب الثانى فى أركان الأمر بالمعروف وشروطه: ۸/۲۷، ۱۰۸، دار الكتب العلميه بيروت)

(۳) لم أجده

ذمہ داری ہوگی (۱)، امر بالمعروف اورنہی عن المنکر کی صراحت قرآن کریم میں ہے (۲)، سب سے بڑامعروف ایمان ہے اورسب سے بڑامنکر کفر ہے، ہرمؤمن اپنی اپنی حیثیت کے موافق مکلّف ہے کہ خدائے پاک کے نازل فرمائے ہوئے دین کوحضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہدایت کے موافق پہنچاتا رہے (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱)"ثم اعلم أنه إذاكان المنكر حراماً، وجب الزجر عنه، وإذاكان مكروهاً ندب، والأمر بالمعروف أيضاً تبع لمايؤمر به، فإن وجب فواجب وإن ندب فمندوب، ولم يتعرض له في الحديث؛ لأن النهي عن المنكر شامل له، إذ النهي عن الشئ أمر بضده، وضدالمنهي إماواجب أومندوب أومباح، والكل معروف، ولفظ "من" لعمومه شمل كل أحد: رجلاً أوامرئةً، عبداً أوفاسقاأوصبياً مميزاًإذاكان." (المرقاة، كتاب الأدب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول: ۸/ ۸۲۲، رشيديه)

(۲)قال الله تعالىٰ: ﴿كنتم خير أمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر، وتؤمنون بالله﴾ .الآية (آل عمران: ۱۱۰)

قال العلامة الآلوسي تحتها: "وأخرج ابن المنذروغيره عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهمافي الآية: أن المعنى تأمرونهم أن يشهدوا أن لاإله إلاالله، ويقرّوابماأنزل الله تعالىٰ، وتقاتلونهم عليهم، و "لاإله إلاالله" هو أعظم المعروف. وتنهون عن المنكر، والمنكرهوالتكذيب، وهوأنكرالمنكر." (روح المعاني: ۲۸/۴، دارإحياء التراث العربي، بيروت)

وقال تعالىٰ: ﴿ولتكن منكم أمة يدعون الى الخير، ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر، أولئك هم المفلحون﴾ . (آل عمران: ۱۰۴)

قال العلامة الآلوسي تحتها: "والخطاب...... قيل: متوجه إلى أصحاب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم خاصةً، وهم الرواة. والأكثرون على جعله عاماً، ويدخل فيه من ذكر دخولاً أوّلياً...... العلماء اتفقوا على أن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر من فروض الكفايات". (روح المعاني: ۴/ ۲۱، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذافي المرقاة للملاعلي القاري رحمه الله تعالىٰ كتاب الأدب، باب الأمربالمعروف، الفصل الأول: ۸/ ۸۲۰، ۸۲۲، رشيديه)

(۳)قال الله تعالىٰ: ﴿لايكلف الله نفساً إلاوسعها، لهاماكسبت وعليهامااكتسبت﴾ . (البقرة: ۲۸۶) ...... =

4

کیا تبلیغ نبیوں والا کام ہے؟

سوال[۱۳۹۱]: آنجناب کو بخوبی علم ہوگا کہ مدتِ مدید سے تبلیغی جماعت کے نام سے ایک جماعت ہندوستان وبیرون ہندوستان میں تبلیغ کا کام کررہی ہے اور اب تو اس کا حلقہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جارہا ہے بفضلہ غالباً شاید ہی دنیا کا کوئی ایسا گوشہ ہوگا، جہاں یہ کام نہ ہورہا ہو، بفضلہ تعالیٰ احقر کا بھی بارہا اس سلسلہ میں کئی مقامات پر جانا ہوا ہے مگر عینی مشاہدہ ہوا ہے کہ جن لوگوں کو تبلیغی جماعت سے وابستگی ۲۰/۲۰، ۲۵/۲۵/ ۲۵/ سال ہوگئے، ان کے اندر نماز جیسی اہم ترین عبادت کے آداب ولوازمات خشوع وخضوع کی بات ذرا نہیں پائی گئی، ان کا محور چھ نمبر ہیں جو کہ زبانی سنادیئے جاتے ہیں اور لوگوں سے اصرار کیا جاتا ہے کہ تم بھی زبانی یاد کرو اور عملی طور پر بس!!!

اور ایک خاص بات یہ کہ یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ یہ نبیوں والا کام ہے، کیا اس طریقہ پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام نے تبلیغ کا کام کیا ہے؟ اگر ایسا ہے جیسا کہ یہ لوگ فرماتے ہیں تو ہمارے اسلاف کرام، علمائے سابقین رحمہم اللہ علیہم اجمعین اس طریقہ تبلیغ کے تارک رہے ہیں اور تارکِ سنت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی رہے اور ایسا ہونا بعید از فہم اور ناممکن ہے، براہ کرام جواب بالتفصیل دیجئے کہ کیا واقعی یہ نبیوں والا کام ہے؟

فقط والسلام۔ المستفتی: خادم العلماء پُر معاصی: اشفاق الرحمٰن۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

چھ نمبروں کو زبانی سنادینے اور دوسروں کو یاد کرادینے پر کفایت کرلینا اور بقایا اعمال وافعال سے صرف

= ”عن أبی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنه عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قال: ”من رأی منكم منكراً، فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان.“ (مشكوة المصابيح، كتاب الأدب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول، ص: ۴۳۶، قديمی)

قال القاری تحته: ”(أضعف الإيمان)“...... وقد قال بعض علمائنا: الأمر الأول للامرآء، والثانی للعلماء، والثالث لعامة المسلمين.“ (المرقاة، كتاب الأدب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول: ۸/ ۸۶۱، رشيديه)

نظر کرنا بڑی کوتاہی ہے، تبلیغ کا مقصد یہیں تک محدود نہیں، ہر عملِ صالح میں اخلاص پیدا کرنا ضروری ہے جو کہ تمام اعمالِ صالحہ کی جان ہے، اعمالِ صالحہ کا سکھانا بھی ضروری ہے، ان پر پابندی بھی ضروری ہے، ان میں اخلاص کی کوشش بھی ضروری ہے، بہت سے اللہ کے بندوں کو یہ دولت بھی نصیب ہو جاتی ہے، جو محروم رہتے ہیں وہ اپنی کوتاہی کی بناء پر محروم رہتے ہیں ان کو اس طرف توجہ اور اس میں محنت کی ضرورت ہے، انشاء اللہ تعالیٰ وہ بھی محروم نہیں رہیں گے۔

ان چھ نمبروں کی کوشش کے ساتھ دیگر امورِ ضروریہ کی طرف بھی ان کو توجہ دلانے کی ضرورت ہے اور اس کا بہترین طریقہ یہ کہ آپ ان کے ساتھ تشریف لے جاتے ہی ہیں، آپ ان کو متوجہ کیا کریں اس طرح دیگر اخلاص والے جائیں تو وہ بھی متوجہ کیا کریں۔ جو شخص شریک کار ہوتا ہے اس کی بات زیادہ مؤثر ہوتی ہے، خدا نے چاہا تو آپ کا اجر بہت زیادہ ہو جائے گا، جتنے آدمیوں میں آپ کی کوشش سے اخلاص خشوع وخضوع پیدا ہوگا، آپ کے نامہ اعمال میں بھی لکھا جائے گا۔ ہر جماعت کے امیر کو اگر توجہ دلائی جائے کہ وہ بار بار تنبیہ کرتے رہا کریں تو جلد نفع کی توقع ہے۔

انبیاء علیہم السلام عموماً اور ہمارے آقائے نامدار حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خصوصاً معلم بنا کر بھیجے گئے (۱) اور دین سیکھنے اور سکھلانے کی ذمہ داری سب پر ڈالی گئی (۲)، پھر اس کے طریقے مختلف رہے شروع میں نہ آج کل کی طرح مدارس تھے، نہ خانقاہیں تھیں، نہ کتابیں تصنیف کرنے کا سلسلہ تھا نہ وعظ

---

(۱) "عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: خرج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذات یوم من بعض حجرتہ، فدخل المسجد، فإذا ھو بحلقتین :إحداھما یقرء ون القرآن ویدعون اللہ، والأخری یتعلّمون ویعلّمون، فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "کل علی خیر، ھؤلاء یقرء ون القرآن ویدعون اللہ، فإن شاء أعطاھم وإن شآء منعھم، وھؤلاء یتعلمون ویعلمون وإنما بعثت معلّما"، فجلس معھم." (سنن ابن ماجۃ، المقدمۃ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، ص: ۲۱، قدیمی)

(۲) "عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال لی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "تعلّموا العلم وعلّموہ الناس، تعلموا الفرائض وعلموہ الناس، تعلموا القرآن وعلموہ الناس، فإنی امرء مقبوض، والعلم سینقبض، وتظھر الفتن حتی یختلف اثنان فی فریضۃ لایجد أحداً یفصل بینھما." رواہ الدارمی والدارقطنی." (مشکوۃ المصابیح، کتاب العلم، آخر الفصل الثالث، ص: ۳۸، قدیمی)

وتقریر کے جلسے ہوئے تھے، نہ انجمنیں بنانے کا دستور تھا بلکہ زبانی ہی سیکھنے اور سکھانے کا عموماً معمول تھا۔ اصحاب صفہ نے بھی اسی طرح سیکھا(۱) اور جہاں جہاں آدمی بھیجے گئے، مثلاً: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب اسی طرح سکھاتے تھے(۲)۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درخواست پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ بھیجا، وہ ڈیڑھ ہزار آدمیوں کی بڑی جماعت کو ساتھ لے کر گئے اور تمام علاقہ کوفہ میں دین سکھانے کا انتظام فرمایا، پھر احادیث جمع کرنے اور سیکھنے کا رواج ہوگیا تو ان کے ذریعہ سے دین سیکھا گیا(۳) پھر مدارس قائم کئے گئے، ان کے ذریعہ سے سیکھا گیا اور اس جیسے طریقے سب جائز ہیں اور مفید ثابت ہوئے، لیکن اول اول جو طریقہ تھا وہ بلا کتاب کے ہی تھا اور ہر زمانہ میں بلا کتاب ہی سیکھنے اور سیکھانے کا دستور باقی رہا اگرچہ قرن اولیٰ کی طرح نہیں تھا مگر فنا کبھی نہیں ہوا، اب تبلیغی جماعت کی مساعی سے اللہ پاک نے پھر اس طریقہ کو رواج عام دے دیا۔

لہٰذا یہ کہنا بھی درست ہے کہ نبیوں والا کام ہے یعنی بغیر مدرسہ وکتاب کے زبانی دین سیکھنے اور سکھانے کی کوشش کرنا اور اپنی زندگی کو اس کے لئے وقف کر دینا طریقۂ انبیاء ہے، مگر دین سیکھنے کے جو دوسرے طریق ہیں ان کو ناجائز کہنا جائز نہیں اور اصول تبلیغ کے بھی خلاف ہے، اس سے پورا پرہیز لازم ہے اور ہر مسلم کا اکرام اور علمی اور دینی خدمت کرنے والوں کا اکرام بھی لازم ہے۔ فقط واللہ الموفق لما یحب ویرضی۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۴/۹۰ھ۔

---

(۱) "عن عبادة الصامت قال: علّمت ناساً من أهل الصفة الكتابة والقرآن." الحديث. (مسند أحمد بن حنبل: ۶/۳۰۴، رقم الحديث: ۲۲۱۸۱، دار إحياء التراث العربي)

"عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالىٰ عنه قال: أتى علينا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ونحن أناس من ضعفة المسلمين ورجل يقرأ علينا القرآن ويدعولنا." الحديث. (حلية الأولياء، ذكر أهل الصفة: ۱/۳۴۲، دار الكتاب العربي بيروت)

(۲) (تقدم تخرجه تحت عنوان. "موجودہ تبلیغ کا شرعی ثبوت")

(۳) (تقدم تخرجه تحت عنوان. "موجودہ تبلیغ کا شرعی ثبوت")

کیا تبلیغی جماعت میں جانا فرضِ عین ہے؟

سوال[۱۳۹۲] : تبلیغی جماعت میں جانا فرضِ عین ہے یا فرضِ کفایہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تبلیغی جماعت میں جانا تو فرض عین نہیں (۱)، البتہ دین سیکھنا فرض عین ہے (۲)، خواہ مدرسہ میں داخل ہوکر ہو یا خارجِ مدرسہ پڑھ کر ہو، خواہ اہل علم اور اہل دین کی خدمت میں جا کر ہو، خواہ تبلیغی جماعت ساتھ ہو۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند۔

کیا تبلیغ میں نکلنا فرض ہے؟

سوال[۱۳۹۳] : تبلیغی جماعت والے جو یہ کہتے ہیں کہ گھر بار بچوں کو چھوڑ کر تبلیغی جماعت کے ساتھ چلو اور اس تبلیغی کام کو ہر خاص وعام کیلئے فرض بتلایا ہے، آیا انکا کہنا درست ہے یا نہیں؟ یہ تبلیغ والے میلاد

---

(۱) مروجہ تبلیغ من جملہ امر بالمعروف میں سے ہے اور اس کا فرض کفایہ ہونا متفق علیہ ہے۔

قال العلامة الآلوسي هذا الآية: ﴿ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير، ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر، أولئك هم المفلحون﴾. (آل عمران: ۱۰۴): "إن العلماء اتفقوا على أن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر من فروض الكفايات." (روح المعاني: ۲۱/۴، دار احياء التراث العربي، بيروت)

(وكذا في المرقاة شرح مشكوة المصابيح، كتاب الأدب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول: ۸۶۰/۸، رشيديه)

(۲) "واعلم أن تعلم العلم يكون فرض عين، وهو بقدر ما يحتاج إليه، وفرض كفاية، وهو ما زاد عليه لنفع غير." (الدر المختار)

وفي رد المحتار: "قال العلامة في فصوله: من فرائض الإسلام تعلم ما يحتاج إليه العبد في إقامة دينه وإخلاص عمله لله تعالىٰ ومعاشرة عباده، وفرض على كل مكلف ومكلفة بعد تعلمه علم الدين والهداية تعلم علم الوضوء والغسل والصلوة والصوم الخ...... وفي تبيين المحارم: لاشك في فرضية علم الفرائض الخمس وعلم الإخلاص الخ." (المقدمة: ۴۲/۱، سعيد)

مروجہ اور قیام وسلام بھی کرلیا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے جوڑ پیدا ہوتا ہے اور جوڑ بہت ضروری ہے، ایسا کہنا اور کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عقائد (۱) اخلاق، اعمال کی اصلاح ضروری ہے خواہ وہ تبلیغی جماعت کی صورت سے ہو یا کسی دوسری صورت سے (۲)، تبلیغی جماعت میں یہ چیز سہولت سے حاصل ہوسکتی ہے، بشرطیکہ جماعت خود غلط طریقہ اختیار نہ کرے، جوڑ پیدا کرنے کیلئے غلط کام کرنا یا غلط کام میں شرکت کرنا خود ہی غلط ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "الذی صرح به أئمتنا أنه يجب على كل أحد وجوباً عيناً أن يعرف صحيح الاعتقاد من فاسده". (الفتاوی الحديثية، باب فی أصول الدين، مطلب يتعين على ولاة الأمور منع من يشتهر، ص: ۲۷۵، قديمی)

(۲) جیسے کہ تصوف کو اصلاحِ اعمال واخلاق میں بڑا دخل ہے:

"تزكيه الأخلاق من أهم الأمور عند القوم، ومن أمعن النظر فی الكتاب والسنة، عرف موضع الأخلاق من الدين كموضع الآس من البناء، ولايتيسر ذلك إلابالمجاهدة على يدشيخ كامل قد جاهد نفسه وخالفه هواه، وتخلى عن الأخلاق الذميمة، وتحلى بالأخلاق الحميدة". (إعلاء السنن، كتاب الأدب والتصوف والإحسان، باب الترهيب عن مساوی الأخلاق: ۱۸/۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ادارۃ القرآن)

اسی طرح عقائد کی اصلاح کا ذریعہ علم بھی ہے: "وأماقوة العلم، فحسنهاوصلاحهافی أن تصير بحيث يسهل بهادون الفرق بين الصدق والكذب فی الأقوال، وبين الحق والباطل فی الاعتقادات، وبين الجميل والقبيح فی الافعال، اهـ". (إعلاء السنن، المصدر السابق: ۱۸/۴۴۲)

(۳) "عن أبی موسی رضی الله تعالىٰ عنه قال :قال صلى الله عليه وسلم: "مثل الجليس الصالح والسوء، كحامل المسك ونافخ الكير، (إلى ان قال): ونافخ الكير إماأن يحرق ثيابك، وإماأن تجد منه ريحاً خبيثةً". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الحب فی الله ومن الله، الفصل الاول، ص: ۴۲۶، قديمی)

قال الملاعلى القاری، "قيل :فيه إرشاد إلى الرغبة فی صحبة الصلحاء والعلماء ومجالستهم، فإنهاتنفع فی الدنياوالآخرة، وإلى الاجتناب عن صحبة الأشرار والفساق، فإنهاتضر ديناً ودنيا، قيل : مصاحبة =

کیا تبلیغ ہر شخص کے ذمہ واجب ہے؟

[۱۳۹۴]: کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں:

۱..... قرآن کریم اور حدیث شریف کی روشنی میں موجودہ "تبلیغی جماعت" کی حیثیت کیا ہے؟

۲..... جو مسلمان تبلیغی جماعت میں داخل نہیں ہوتا اور نہ گشت وچلہ کشی کرتا ہے اس کے لئے شرع کا کیا حکم ہے؟

۳..... جو اصطلاحی عالم دینی مدرسہ یا حکومت سے منظور شدہ مدارس میں درس نظامی کی تعلیم وتعلم یا خطابت یا قرآن وحدیث خیر الانام کی نشر واشاعت کرتا ہو یا عالم باعمل مجاز یا خلیفہ سلاسل ہر چہار میں منسلک ہوکر خانقاہ میں متوسلین ومسترشدین کی تعلیم وتربیت کرتا ہوا اور موجودہ تبلیغی جماعت سے کوئی واسطہ نہ رکھتا ہو، ایسے اشخاص وافراد کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کر رہے ہیں یا دین واسلام کے مخالف شمار ہو سکتے ہیں؟

۴..... تبلیغی جماعت میں شامل ہوکر امریکہ، انگلینڈ، ایشیا، یورپ، وغیرہ ممالک کی سیر وسیاحت کے مقصد کو گشت میں پنہاں کر کے اور ﴿انفروا خفافاً وثقالاً﴾ الایۃ کے تحت نکلنا کیسا ہے، یہ گشت از روئے شرع واجب یا سنت یا مستحب ہے؟

۵..... جو شخص عربی زبان سے واقف نہ ہو اور کسی مستند درسگاہ یا درسِ نظامی کا فارغ التحصیل بھی نہ ہو ایسے شخص کا مذہبی مجامع ومجالس میں عالمانہ، فقیہانہ، قائدانہ ومصلحانہ حیثیت سے قرآن وحدیث بیان کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۶..... ایسا شخص یا ایسے افراد جو عام طور پر تبلیغی جماعت میں داخل ہوجاتے ہیں اور پھر علماء اصطلاحی کی شان میں گستاخانہ، حاکمانہ پیرایہ میں یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ مولوی کیلئے "سات چلے ہیں" اور عوام کیلئے

= الأخيار تورث الخير، ومصاحبة الأشرار تورث الشر..... وقيل: إذاجالست الحمقى علّق بک من حماقتهم مالايعلق بک من العقل إذاجالست العقلاء؛ لأن الفساد أسرع إلى الناس وأشد اقتحاماً مافى الطبائع، والحاصل أن الصحبة تؤثر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب الحب فى الله اهـ، الفصل الأول: ۷۴۲/۸، رقم الحديث: ۵۰۱۰، رشيديه)

صرف تین چلے ہیں، عوام کے سامنے ایسا بیان کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

السائل: شیخ غلام محمد، ۳۲ چاندنی چوک اسٹریٹ کلکتہ ۲۱/ شعبان المعظم/۹۰ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... یہ دین سیکھنے، پختہ کرنے، اشاعت کا ایک ذریعہ ہے، اصول کے ساتھ کیا جائے تو تجربہ سے ثابت ہوا کہ بے حد مفید ہے۔

۲...... اس کا جو فائدہ ہے اس کو حاصل نہیں ہوگا۔

۳...... نہ وہ مخالف ہیں، نہ مخالف اسلام ہیں۔

۴...... اگر نیت سیر وسیاحت کی ہو اور تبلیغ کو پردہ بنایا ہے تو یہ بنیادی غلطی ہے (۱)، تبلیغ کے نمبروں میں سے ایک بہت اہم نمبر تصحیحِ نیت ہے اس سیر وسیاحت کے سفر پر: ﴿انفروا خفافاً وثقالاً﴾ الآیۃ (۲) پڑھ کر آمادہ کرنا غلط ہے آیت کا محمل دوسرا ہے (۳)۔

---

(۱) "عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "إنما الأعمال بالنیات، وإنما لامرئ مانوی، فمن کانت هجرته إلی الله ورسوله فهجرته إلی الله ورسوله، ومن کانت هجرته إلی دنیا یصیبها أو امرأة یتزوجها، فهجرته إلی ماهاجر إلیه". (صحیح البخاری، باب کیف کان بدء الوحی الخ، ۱/ ۲، قدیمی)

قال القاری رحمه الله تعالیٰ تحته: "أی منصرفة إلی الغرض الذی هاجر إلیه فلاثواب له لقوله تعال: ﴿من کان یرید حرث الآخرة نَزِد له فی حرثه، ومن کان یرید حرث الدنیا نؤته منها وماله فی الآخرة من نصیب﴾ (الشوری، ۱۰) أو المعنی: فهجرته مردودة أو قبیحة، قیل: إنما ذم؛ لأنه طلب الدنیا فی صورة الهجرة، فأظهر العبادة للعقبی، ومقصوده الحقیقی ماکان إلا الدنیا، فاستحق الذم لمشابهته أهل النفاق".

(مرقاة المفاتیح، شرح مشکوة المصابیح، المقدمة، حدیث النیة الخ: ۱/ ۱۰۳، رشیدیه)

(۲) (التوبه: ۴۱)

(۳) قال العلامة الآلوسی رحمه الله تعالیٰ: ﴿انفروا خفافاً وثقالاً وجاهدوا بأموالکم وأنفسکم فی سبیل الله﴾ الآیة (التوبة: ۴۱): أی بما أمکن لکم منهما کلیهما أو أحدهما، والجهاد بالمال إنفاقه علی السلاح، وتزوید الغزاة ونحو ذلک". (روح المعانی، ۱۰/ ۱۰۴، دار إحیاء التراث العربی)

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ آیتِ مذکورہ کا محمل جہاد ہے، جیسے کہ آیتِ کریمہ میں خود صراحت ہے اور حضرت مفتی صاحب قدس اللہ سرہ العزیز نے اس طرف اشارہ کیا ہے۔

۵......اگر وہ صحیح مضامین بیان کرتا ہے، حدود سے تجاوز نہیں کرتا تو مضائقہ نہیں، اہلِ علم حضرات ایسے شخص کی تقریر میں جو غلطی دیکھیں اصلاح فرمائیں اور اس مقرر کو لازم ہے کہ شکریہ کیساتھ اصلاح کو قبول فرمالے، لیکن ایسا کم ہوتا ہے کہ ایسا شخص پورے حدود کی رعایت کر سکے اس لئے عامۂ تبلیغی جماعت کو چھ نمبروں میں مقید کر دیا جانا اور جو شخص جس قدر ترقی کرتا جاتا ہے مضمون میں اضافہ کرتا جاتا ہے یہاں تک کہ بعض آدمی عربی سے ناواقف ہونے کے باوجود کئی گھنٹہ تقریر کرلیتا ہے اور آیات واحادیث کے مطالب کو بھی پورے طور پر صحیح صحیح بیان کر دیتا ہے اور کبھی ہمارے درس نظامی کے بعض فارغ شدہ پرانے مقرر جن کا کام ہی شب وروز سفر کرنا اور تقریر کرنا ہے، اپنی تقریر میں موضوع روایات اور غلط حکایات بیان کر جاتے ہیں، وقت ضرورت ان کی نشان دہی بھی کی جاتی ہے اور ان کیلئے سوالات بھی آتے رہتے تھے کہ فلاں واعظ صاحب نے فلاں آیت یا فلاں روایات کا یہ مطلب بیان کیا اور فلاں بات کو حدیث کہہ کر بیان کیا ہے اور فلاں مسئلہ اس طرح بیان کیا ہے، مگر اس کی وجہ سے تمام فارغ شدہ مقررین سے کلیۃً اعتماد ختم نہیں کیا جا سکتا اور ہر ناواقف تبلیغی آدمی کی تقریر پر کلیۃً اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

۶......گستاخانہ، وحاکمانہ پیرایہ اختیار کرنا تبلیغ کے بنیادی اصول ''اکرام مسلم'' کے بھی خلاف ہے، جو ایسا کرتے ہیں وہ تبلیغ کی روح کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

''عوام کیلئے تین چلے اور مولوی کیلئے سات چلے'' یہ گستاخی نہیں بلکہ بلندی مقام کیلئے ہے، عوام کیلئے معمولی مسائل ضروری دینی کا سیکھ لینا کافی ہے، مگر مولوی کو دس سال درس نظامی میں صرف کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، عوام کیلئے بہشتی زیور کا پڑھنا کافی ہے اور مولوی کیلئے ''ہدایہ'' اور ''بخاری'' کا پڑھنا بھی ضروری ہے اور عمر بھر کتابوں میں لگا رہنا ضروری ہے۔ اس لئے کہ مولوی کی ذمہ داری بڑی ہے اس کیلئے مدت بھی زیادہ چاہئے، اس قسم کی چیزیں مشائخ کی خانقاہوں میں بھی سنی ہیں کہ مولوی کیلئے معمولی مجاہدہ کافی نہیں، بنسبت عوام کے اس کو بہت زیادہ مجاہدہ کرنا ہوتا ہے، اس فقرہ کو بلا وجہ ہمیشہ گستاخی پر حمل کرنا بھی نہیں چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۸/۹۰ھ۔

تبلیغ مستحب ہے یا فرض؟

سوال [۱۳۹۵]: ایک صاحب تبلیغی جماعت میں جانے کو فرض عین فرماتے ہیں اور حضرت تھانوی

رحمہ اللہ تعالیٰ تبلیغ عام کومندوب فرماتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصل یہ ہے کہ دین سیکھنا فرض عین ہے(۱) اس کی ایک صورت مدارس میں پڑھنا ہے اور ایک صورت تبلیغ میں جانا ہے اَور بھی صورتیں ہیں۔ میوات کے لوگوں کو بتایا گیا تھا کہ دین سیکھنا فرض ہے، اس لئے یا مدارس قائم کرو، یا دوسری صورتیں اختیار کرو، اگر تم کوئی دوسری صورت اختیار نہ کرسکو تو متعین طور پر تبلیغ ہی میں نکلو، اس لئے وہاں یہی کہہ کر لوگ نکلتے ہیں کہ دین سیکھنے کیلئے چلو، اتنی بات میں کسی کو اختلاف نہیں۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کومندوب فرمایا ہے اس تبلیغ کے یہ معنی نہیں، بلکہ وہاں تبلیغ سے مراد دوسروں کو دین سیکھانے کیلئے نکلنا ہے، ظاہر ہے کہ یہ کام عوام کا نہیں بلکہ خواص اہل علم کا کام ہے(۲) پھر فرض عین کیسے کہا جاسکتا ہے، لہٰذا دونوں کا محمل الگ الگ ہے اور دونوں صحیح ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

تبلیغی جماعت کی حیثیت

سوال[۱۳۹۶]: موجودہ تبلیغ جس کا مرکز نظام الدین دہلی میں ہے، اس تبلیغ کا کیا درجہ ہے، فرض، سنت، یا مستحب؟

جولوگ اس میں نہیں جاتے ان سے مواخذہ ہوگا یانہیں؟ اور جولوگ مدرسہ میں پڑھاتے ہیں، ان کومدرسہ چھوڑ کر تبلیغ میں جانا ضروری یانہیں؟ اور جولوگ اس میں نہیں لگتے ہیں ان کولعن اورطعن کرنا کیسا ہے؟ اس کوفرض اور واجب قرار دینا کیسا ہے؟ اور اگر فرض یا واجب اور سنت ہے تو اس سے پہلے علماء

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان: "کیا تبلیغی جماعت میں جانا فرض ہے"؟)

(۲) قال الملاعلی القاری تحت حدیث: "من رأی منکم منکراً فلیغیره بیده، فإن لم یستطع فبلسانه، وإن لم یستطع فبقلبه". الحدیث: "وقد قال بعض علمائنا: الأمر الأول للأمراء، والثانی للعلماء، والثالث لعامة المسلمین، ثم اعلم أنه إذا کان المنکر حراماً، وجب الزجر عنه، وإذا کان مکروهاً ندب، والأمر بالمعروف أیضاً تبع لمایؤمر به، فإن وجب فواجب، وإن ندب فمندوب". (مرقاة المفاتیح شرح مشکوة المصابیح، کتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول: ۸/۸۶۱، ۸۶۲، رشیدیه)

وصلحاء ومشائخ حضرات سے ضرور واجب اور سنت ترک ہوئی ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین سیکھنا، اس پر عمل کرنا، اس کو دوسروں تک پہونچانا نہایت اہم اور ضروری ہے، امت نے اس کی اہمیت کو محسوس کیا ہے، البتہ طریقہ اس کا یکساں اختیار نہیں کیا، کسی ایک طریقہ کو سب کیلئے لازم قرار نہیں دیا، وعظ وتقریر، درس وتدریس، تصنیف وتالیف، ارشاد وتلقین حسب استعداد مناسب طرق سے کام لیا گیا، جس طرح سے مدارس کا نصاب ونظم ہے کہ وہ نہایت مفید ہے اور اس کو برقرار رکھنا ضروری ہے، مگر قرون اولی میں یہ طریقہ موجود نہیں تھا محض اس بناء پر اس کو غلط نہیں کہا جائے گا اور متقدمین پر یہ الزام نہیں ہوگا کہ انہوں نے اس کو کیوں نہیں اختیار کیا، اس نصاب ونظم کی ترغیب دی جائے گی، اس کی افادیت کو ثابت کیا جائے گا، لیکن جو شخص مدرسہ میں داخل نہ ہو اس کو مطعون وملعون نہیں قرار دیا جائے گا، بہت سے بہت کہا جائے گا کہ وہ اس نصاب کے فوائد سے بے بہرہ ہے۔

اس دور میں بے علمی، بے عملی عام ہے، مدارس میں اگر پڑھنے والوں کی تعداد قلیل ہے تو عوام تک دین پہونچانے اور ان کے دین کو پختہ کرنے کا ذریعہ موجودہ تبلیغی کام ہے جو کہ بے حد مفید ہے اور اس کا مشاہدہ ہے، لیکن جو شخص دوسرے طریقے سے دین حاصل کرے اور دوسروں تک پہونچائے اس کو مطعون اور ملعون کرنا ہرگز جائز نہیں۔

جو حضرات تدریس میں مشغول ہیں وہ ہرگز اپنا مبارک مشغلہ ترک نہ کریں، البتہ فارغ اوقات میں تبلیغی جماعت کے ساتھ تعاون کرتے رہیں اور مقامی کام میں حصہ لیتے رہیں، طلبہ کو اس سے باخبر کرتے رہیں، وہاں جو اہل علم حضرات تدریس کے مشاغل میں نہیں لگے ہوئے ہیں بلکہ ان کی ذمہ داری زیادہ ہے وہ اس میں شرکت کریں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲۷/ ۹۱ھ۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تبلیغ کرنا

سوال [۱۳۹۷]: صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین نے تبلیغ کا یہ طریقہ اختیار کیا ہے یا نہیں

؟اگر نہیں کیا تو اس قسم کی تبلیغ کو کیا کہیں گے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

ان حضرات نے بھی دین سیکھنے اور اس کو پھیلانے کا فریضہ انجام دیا ہے، وہ بڑے انہماک سے یہ کام کرتے تھے، جماعتیں بھی نکلتی تھیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی انتظام فرمایا کرتے تھے، ازالۃ الخفاء (۱) اور حیات الصحابہ (۲) میں تفصیلات مذکور ہیں، فتح القدیر میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ڈیڑھ ہزار کی جماعت لے کر کوفہ تشریف لے گئے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۰/۲۲ھ۔

تبلیغی جماعت میں تقریر کی حیثیت

سوال [۱۳۹۸]: قرآن وحدیث کی روشنی میں بات کرنے کیلئے صرف تبلیغی جماعتوں والوں ہی کو حق ہے یا کسی اور کو بھی، مثلاً: کوئی عالم حافظ یا اور کسی بھی مسلک کا جیسے حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی ان لوگوں کو قرآن وحدیث کی روشنی میں تبلیغی مرکز کے اندر وقتاً فوقتاً بیان کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اسی طرح بعض تبلیغی جماعت والے یہ کہتے ہیں کہ یہاں مرکز میں اَور کوئی بیان نہیں کرسکتا تبلیغی جماعت کے علاوہ، اگر کوئی قرآن وحدیث کی روشنی بیان کرنا چاہتا ہے تو اسے روکنا کیسا ہے؟ روکنے والے کو گناہ ہوگا یا ثواب؟

---

(۱) (قد سبق تخريجه تحت عنوان: "مسلمانوں میں تبلیغ کا ثبوت")

(۲) "أخرجه ابن سعد عن حارثه المضرب قال: قرأت كتاب عمر بن الخطاب رضى الله تعالىٰ عنه إلى أهل كوفة: "أمابعد! فإني بعثت إليكم عماراً أميراً وعبد الله معلماًو وزيراً وهمامن النجباء من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، فاسمعو الهما، واقتدوابهما، وإني قد أثرتكم بعبد الله على نفسى إثرةً".

"وأخرج ابن سعد عن أبي الأسود الدؤلي قال: قدمت البصرة، وبهاعمران بن حصين وأبو النجيد رضى الله تعالىٰ عنه عنهما، وكان عمر الخطاب رضى الله تعالىٰ عنه بعثه يفقه أهل البصرة".

(حياة الصحابة للكاندهلوي، الباب الثالث في رغبة الصحابة في العلم وترغيبهم به، إرسال عمر عماراً وابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنهم إلى الكوفة.........الخ: ۱۹۵/۳، دارالقلم دمشق)

(۳) (لم أجد ه في فتح القدير، وقد مر تخريجه تحت عنوان: "مسلمانوں میں تبلیغ کا ثبوت")

الجواب حامداً ومصلیاً:

تبلیغی جماعت میں حنفی، شافعی، مالکی، ہر مسلک کے آدمی کام کرتے ہیں، کتاب بھی سناتے ہیں گشت بھی کرتے ہیں، یہ تبلیغ کسی ایک مسلک کے لئے مخصوص نہیں، جس کو بھی دین سیکھنا اور دین پھیلانا مقصود ہو وہ اس جماعت میں کام کرتا ہے، جس مقصد کیلئے کوئی اجتماع کیا جائے اس میں اس مقصد کی بات کی جاتی ہے۔

دوسرا مقصد اگرچہ وہ درست اور شرعی مقصد ہو اس کو وہاں بیان کرنا مناسب نہیں، مثلاً: ایک جگہ ''بخاری شریف'' کا درس ہو اور اس کیلئے طلباء اور اساتذہ جمع ہوئے ہوں اور احادیث کا بیان ہو رہا ہو تو کوئی شخص وہاں اگر قرآن شریف کی تفسیر بیان کرنا شروع کردے یا تبلیغی تقریر کرنے لگے تو اس کو روکا جائے گا کہ یہاں اس وقت یہ مجمع ''بخاری شریف'' کے درس کیلئے جمع ہوا ہے، آپ تفسیر یا تبلیغ دوسرے وقت کریں، اسی طرح اگر تبلیغ کیلئے مجمع ہے تو وہاں تبلیغ ہی کی بات کی جائے گی، کوئی اگر تفسیر یا بخاری کا درس دینے لگے تو اس سے کہا جائے گا کہ اس وقت یہ مجمع تبلیغ کی بات کیلئے جمع ہوا ہے، آپ اپنا کام دوسرے وقت کریں، اور یہ بات نہایت نرمی اور شفقت سے کی جائے جس سے کہ سمجھ آجائے اور کوئی فتنہ بھی نہ ہو، اور یہ بات بالکل کھلی ہوئی ہے سب جانتے ہیں کہ تبلیغی جماعتوں میں عام تقریر تجربہ کار علماء ہی کو کرنی چاہئے، جو ایسے نہ ہوں ان کو چھ نمبر یا کوئی تبلیغی نصاب کی کتاب پڑھ کر سنانی چاہئے وہ عام تقریر نہ کریں۔ فقط واللہ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۱۴۰۶ھ۔

مسجد سے باہر تبلیغی تقریر

سوال [۱۳۹۹]: دہرہ دون میں تبلیغی جماعت آتی رہتی ہے، جو مساجد میں تقریر کر کے دیہات کا دورہ کرتی ہے، ایسی تقاریر محض نمازی ہی سن پاتے ہیں، بے نمازی جن کے لئے تبلیغ ضروری ہے نہیں سن پاتے، حالانکہ گشت کر کے بے نمازی کو ہی لایا جاتا ہے کیا ایسی تقاریر مجمع عام میں نہیں کی جاسکتی جس سے ہر ایک پر اثر ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جلسہ عام کے لئے اجتماعات کئے جاتے ہیں جن میں ہر قسم کے آدمی شریک ہوتے ہیں، بعض مقامات پر ہفتہ وار بھی مسجد کے علاوہ دوسری جگہ انتظام کیا جاتا ہے، مسجد میں اجتماع کرنے پر کچھ ایسے فوائد بھی ہیں

جو دوسری جگہ حاصل نہیں ہوتے، مثلاً: شریک ہونے والوں کو ایک دو نماز کا تو موقع مل ہی جاتا ہے، نیز نماز کا مذاکرہ اور اس کی عملی مشق کے لئے بھی مسجد ہی موزوں ہے، ویسے بھی وضو وغسل وطہارت کی سہولت مسجد میں ہوتی ہیں، جس کا عامۂ نمازی عذر کردیا کرتے ہیں، قرآن پاک بھی مسجد میں بہ آسانی مل جاتا ہے۔

الغرض! تبلیغ ہی نہیں بلکہ عملی نظام مستقل ہے، جس کے لئے مسجد کو تجویز کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ شب گزاری کی بھی دعوت ہوتی ہے تاکہ رات میں اٹھ کر خدا کے سامنے روئے اور دعاء کرنے، استغفار وتوبہ کرنے کا موقع بھی نصیب ہوجائے، علاوہ ازیں مسجدوں کی طرف سے جس طرح بے توجہی ہے وہ ظاہر ہے نہ ان کی ضروریات کا احساس ہے، نہ ان کے آباد کرنے کی فکر ہے، ویسے اگر ترغیب دی جائے یا تحریک کی جائے تو کچھ زیادہ مؤثر نہیں ہوتی، جب اجتماعات اور شب گزاری کا مسجد میں انتظام ہوتا ہے تو پھر توجہ خود بخود ہوجاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۸/ ۹/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

ایک تبلیغی کی تقریر: ”نبوت ختم کارِ نبوت باقی“

سوال [۱۴۰۰]: یہاں پر ایک تبلیغی صاحب نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی کہ: ”نبوت ختم ہوچکی ہے لیکن کارِ نبوت باقی ہے اس کی تکمیل سارے مسلمانوں پر ضروری ہے“۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اتنی بات تو صحیح ہے کہ نبوت کا دروازہ بند ہوگیا ہے اب کسی نئے نبی کے آنے کی گنجائش نہیں (۱) اور

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿ما كان محمد أبا أحد من رجالكم، ولكن رسول الله وخاتم النبيين﴾ الآية، (الأحزاب: ۴۰)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال: "فضلت على الأنبياء بست: أعطيت جوامع الكلم .... وأرسلت إلى الخلق كآفةً، وختم بي النبيون". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح، كتاب الفضائل، باب فضائل سيد المرسلين صلوات الله تعالیٰ وسلامه عليه، الفصل الأول، ص: ۵۱۲، قديمی)

جس مقصد کے لئے انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ جاری فرمایا گیا تھا وہ مقصد باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گا، اس کو پورا کرنا حسب استعداد وصلاحیت امت کے ذمہ لازم ہے جس کے لئے آیات واحادیث بکثرت شاہد ہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۰/ ۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

کیا نصرت مدینہ طیبہ سے ہوئی، وہیں سے دین پھیلا، مکہ مکرمہ سے نہیں؟

محترم المقام، زیدمجدکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

[۱۴۰۱]: امابعد! عرض یہ ہے کہ ہمارے گاؤں میں بروز جمعرات تبلیغی جماعت آئی اور بعد نماز مغرب ان میں سے ایک صاحب نے تقریر کی جس میں گاؤں کے بہت سے لوگ شریک اور میں بھی موجود تھا، لائق مقرر نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ ’’مکہ معظمہ میں نصرت نہیں ہوئی، جب نصرت اور ہجرت جمع ہوئی تب دین پھیلا، دین دراصل مدینہ منورہ ہی سے پھیلا ہے‘‘۔ لائق مقرر کی اس بات کو سن کو مجھ کو بہت رنج ہوا کیونکہ میرے ذہن میں حضرات مہاجرین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے کچھ واقعات ہیں مثلاً: جناب سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کمزور مسلمانوں کو اپنے روپے سے آزاد کرانا، یا خانہ کعبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن میں کپڑا ڈال کر بیٹھنے والوں کو ہٹاتے ہوئے بری طرح مار کھانا اور بوقت ہجرت سردار دوجہاں کے آگے پیچھے

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولتکن منکم أمة یدعون إلی الخیر، ویأمرون بالمعروف وینهون عن المنکر، أولئک هم المفلحون﴾. (آل عمران: ۱۰۴)

”عن أبی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنه عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قال: ”من رأی منکم منکراً، فلیغیره بیده، فإن لم یستطع فبلسانه، فإن لم یستطع فبقلبه، وذلک أضعف الإیمان.“ (مشکوة المصابیح، کتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول، ص: ۴۳۶، قدیمی)

”عن حذیفة رضی اللہ تعالیٰ عنه أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قال: والذی نفسی بیده! لتأمرنّ بالمعروف ولتنهون عن المنکر، أو لیوشکن اللہ أن یبعث علیکم عذاباً من عنده، ثم لتدعنّه ولایستجاب لکم“. رواه الترمذی“. (مشکوة المصابیح المصدر السابق، الفصل الثانی، ص: ۴۳۶، قدیمی)

اور دائیں بائیں چلنا اور پشت مبارک پر جناب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بٹھلا کر پنجوں سے چلنا وغیرہ۔

جناب سید نا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و جناب سید نا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلمانوں کو لے کر خانہ کعبہ میں نماز پڑھنا اور دوسرے حضرات سے بھی اس قسم کے افعال سرزد ہوئے ہوں گے، میں تو ان واقعات کو نصرت ہی سمجھتا ہوں۔ درخواست یہ ہے کہ میری رہبری فرمائی جائے کہ کیا میں غلط سمجھتا ہوں، ایسے بھی واقعات میرے ذہن میں ہیں کہ مکہ معظمہ میں ان لوگوں نے بھی مسلمانوں کی اور جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد کی ہے جو اس وقت تک مشرف باسلام نہ ہوئے تھے، مثلاً: طائف سے لوٹتے وقت مطعم بن عدی نے کی، یا ترک تعلقات کے وقت وہ پانچ اشخاص، یہ ضروری ہے کہ وہ امداد حمایت اسلام نہ سہی رشتہ داری یا اَور کسی بناء پر مبنی ہوگی، حالانکہ مدینہ منورہ میں تو شاید ہی کوئی ایسی مثال ہو کہ دل میں اسلام کا داعیہ نہ ہو اور امداد کی ہو۔

رہا دین کا پھیلنا، لائق مقرر نے فرمایا: ''دین مکہ سے نہیں پھیلا بلکہ مدینہ منورہ سے پھیلا'' تو میں یہ سمجھتا ہوں واقعی دین امداد اور گنتی کے لحاظ سے مدینہ منورہ سے پھیلا اور جناب انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بہت امداد کی اور تن من دھن سے ساتھ دیا، لیکن ہم کتابوں میں دیکھتے ہیں کہ جناب مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے رشتہ دار لڑائیوں میں سامنے ہوتے تھے اور وہ حضرات ان سے لڑتے تھے جیسا کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کا سر کاٹ دیا تھا اور دوسرے حضرات نے بھی بہت کچھ کیا ہوگا، اس سے میرا مطلب جناب مہاجرین حضرات کی فضیلت ہے اور انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنی جگہ بہت بڑے ہیں اور ان کے کارنامے رہتی دنیا تک بے مثال ہیں۔

دین کی اشاعت مکہ معظمہ میں رہتے ہوئے بھی جناب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوشش سے ایک جماعت مشرف باسلام ہوئی اور دوسرے حضرات نے بھی کوشش کی ہوگی، یہ ضرور ہے کہ مکہ معظمہ میں مخالفوں کا بہت زور تھا اور وہ ان کے عزیز ورشتہ دار تھے، حالانکہ مدینہ منورہ میں شاید کوئی ایسی مثال نہ ہو کہ کوئی مشرف باسلام ہوا ہو اور عزیز رشتہ داروں نے اس پر سختی کی ہو، وہاں باہر کے دشمنوں کا بہت زور تھا اندر منافقوں وغیرہ سے ہر وقت بے اطمینانی تھی۔

مجھے اس بات کا بہت رنج ہے کہ عام مجمع میں کھڑے ہو کر یہ کہنا کہ مکہ معظمہ میں نصرت نہیں ہوئی، جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرات مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نصرت نہیں کی اور دین بھی مکہ معظمہ سے نہیں پھیلا،

لہٰذا درخواست یہ ہے کہ میری وجہ سے تکلیف کو گوارہ فرما کر میری رہبری فرمائی جائے، فقط۔

محمد یاسین، ساکن موضع نگلہ، تحصیل موانہ، ضلع میرٹھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر آپ ذرا وسعت حوصلہ سے کام لیں اور ان مقرر صاحب کے کلام کا وہ محمل تجویز کریں جو آپ کے نظریہ کے خلاف بھی نہ ہو تو آپ کا رنج سب ختم ہو جائے، مقامی حضرات جو کچھ جد وجہد اور دینی خدمت کرتے ہیں وہ ایسا ہے جیسا کہ ان کا اپنا اصلی کام، فرض منصبی، ڈیوٹی، ان کی محنت بہت وزنی اور قیمتی ہوگی، اگر ایسے لوگ باہر جائیں اور وہاں کے آدمی ان کا استقبال کریں اور ان کے کام میں نصرت کریں تو وہ نصرت بھی کام کو بہت آگے بڑھائے گی۔

مہاجرین نے دین کی خاطر وہ مشقتیں برداشت کی ہیں، جو دوسروں کے بس کی نہیں، ان کو درجات بھی وہ ملے جہاں تک دوسرے لوگ نہیں پہونچ سکتے، ان حضرات کے مدینہ منورہ پہنچنے پر وہاں کے حضرات نے جو اُن کا ساتھ دیا اس کا نام نصرت ہے (۱)، اس اصطلاح کے اعتبار سے یہ کہنا کہ نصرت مدینہ پاک سے ہوئی یعنی ان حضرات کی خدمت دین واعانت کا نام نصرت ہے اور دین کی جس قدر اشاعت بصورت وفود وبصورتِ غزوات وسرایا مدینہ طیبہ سے ہوئی ہے وہ مکہ مکرمہ سے نہیں ہوئی حتی کہ اس نصرت کی بدولت مکہ مکرمہ فتح ہوگیا، ان نصرتوں میں بھی مہاجرین کی ہدایات کے ماتحت اور بکثرت ان کی سرکردگی وامارت میں خدمات انجام دی گئی ہیں یعنی مدینہ پاک میں جو دین کی خدمات ہوئی ہیں وہ تنہا انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نہیں ہیں اس میں بھی مہاجرین پیش پیش تھے، ہاں مہاجرین کو قوت اور کام میں سہولت زیادہ تر انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی

---

(۱) "قال القاری تحت حدیث: "آیة الإیمان حب الأنصار". الحدیث:

" وهو (أی أنصار) جمع ناصر أونصیر، والمراد أنصار رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من الأوس والخزرج...... فسماهم النبی صلی الله علیه وسلم الأنصار، فصار عَلَماً لهم...... وإنما فازوا بهذه المنقبة لأجل إیوائهم النبی صلی الله علیه وسلم ونصرته حیث تبوّؤا الدار والإیمان، وجعلوه مستقراً ومتوطناً لهم لتمكنهم منه واستقامتهم علیه". (مرقاة المفاتیح، کتاب المناقب، باب جامع المناقب، الفصل الأول: ۱۰/ ۵۸۶، رشیدیه)

4

نصرت واعانت سے حاصل ہوئی۔

مکہ مکرمہ میں تیرہ سال کی مدت میں چند حضرات ایمان لائے، اگر چہ وہ اس قدر بلند مرتبہ ہیں کہ دوسرے لوگ وہاں تک نہیں پہنچ سکتے، لیکن مدینہ منورہ پہونچ کر دس سال کی مدت میں سارا جزیرہ عرب اسلام سے مالا مال ہوگیا اور مکہ شریف کے وہ ازلی دشمن جو سدّ راہ بنے ہوئے تھے وہ مختلف غزوات میں مغلوب وختم ہوگئے، اور جن کے ہدایت مقدر تھی انہوں نے اسلام قبول کرلیا اور جزیرہ عرب ہمیشہ کفر سے محفوظ ہوگیا، اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جاسکتا اس کے باجود مہاجرین، مہاجرین ہیں -رضی اللہ عنہم- اور انصار انصار ہیں- رضی اللہ عنہم-۔

علاوہ اس اصطلاحی مفہوم نصرت کے دوسری بات یہ ہے کہ مقرر صاحب کے کلام کا مطلب یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ اکابر صحابہ ومہاجرین نے دین کی خدمت اور نصرت نہیں کی، معاذ اللہ، ان کی خدمت ونصرت کا تو قرآن پاک میں اعتراف ہے (۱)، احادیث میں صراحۃً ذکر ہے، تاریخ کی کتابیں بھری ہوئی ہیں، یہ تو ہو نہیں سکتا کہ کوئی ادنی مسلم بھی ان کی خدمت ونصرت کا انکار کرے بلکہ کوئی غیر مسلم تاریخ دان بھی انکار نہیں کرسکتا، پھر آپ ایسا مطلب کیوں مراد لیتے ہیں؟ کم ازکم اتنا تو دیکھیں، مقرر جب ان کی ہجرت کا معترف ہے تو یہ ہجرت خود اتنی بڑی خدمت ونصرت ہے کہ جس کی تعریف قرآن کریم میں بار بار آئی ہے (۲)، اور مقرر بھی یہی کہتا ہے کہ جب نصرت اور ہجرت جمع ہوئی تب دین پھیلا، لامحالہ اس کی یہ مراد نہیں جو آپ کیلئے رنجیدہ ہے۔

---

(۱) قال اللہ تعالی: ﴿الذین آمنوا وهاجروا وجاهدوا فی سبیل الله بأموالهم وأنفسهم أعظم درجةً عند الله وأولئک هم الفائزون، یبشّر هم ربهم برحمة منه ورضوان وجنات لهم فیها نعیم مقیم خالدین فیها أبداً، إن الله عنده أجر عظیم﴾. (التوبة: ۲۰، ۲۱، ۲۲)

"ابن مسعود رضی الله تعالی عنه، عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: "اقتدوا بالذین من بعدی من أصحابی أبی بکر وعمر". الحدیث. (مشکوة المصابیح، کتاب المناقب، باب جامع المناقب، الفصل الثانی، ص: ۵۷۸، قدیمی)

(۲) قال الله تعالی: ﴿والسابقون الأولون من المهاجرین والأنصار والذین اتبعوهم بإحسان رضی الله عنهم ورضوا عنه، وأعدلهم جنٰت تجری تحتها الأنهٰر خالدین فیها أبداً، ذلک الفوز العظیم﴾. (التوبة، ۱۰۰)

آپ یہ مطلب مراد لیجئے کہ مکہ مکرمہ کے عام باشندوں نے نصرت نہیں کی بلکہ دین کی راہ میں رکاوٹیں ڈالیں، چند مخصوص مقبول صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم خدمت کرنیوالے تھے اور دشمن ان کو ہر طرح ستاتے اور اذیت دیتے تھے، مدینہ پاک کا یہ ماحول نہیں تھا وہاں پہنچ کر یہ رکاٹیں نہیں رہیں اور آزادی کیساتھ دین پھیلا۔

اس کا حاصل یہ نکلا کہ مکہ مکرمہ میں نصرت نہ کرنیوالوں کے مصداق مشرکین اور اعدائے دین ہیں، نہ کہ مہاجرین رضی اللہ عنھم اجمعین، نصرت حقیقی اللہ پاک کی طرف سے ہوتی ہے اور اس عالم اسباب میں اشاعت دین کیلئے یہ تدبیر تجربہ سے بہت مفید ومؤثر ثابت ہوئی ہے کہ لوگ اپنے مقام سے دین کی خاطر سفر کریں، جیسے مہاجرین نے سفر کیا اور مدینہ طیبہ گئے اور جہاں جائیں وہاں کے لوگ ان کے ساتھ اس کام میں پورا تعاون کریں جیسے کہ انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا تھا، اس سے انشاء اللہ اپنا دین بھی پختہ ہوگا اور اشاعت بھی زیادہ ہوگی مگر اصول کی پابندی بہر حال ضروری ہے، اصول چھوڑنے میں منفعت کم اور مفسدہ زیادہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند۔

تبلیغی چلہ کا حکم

سوال [۱۴۰۲]: مروجہ تبلیغی جماعت جس کے بانی حضرت مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب ہیں، لوگوں کو چلہ یعنی چالیس دنوں کا انتظام کر کے تربیت دیتی ہے۔ آیا یہ چلہ رسم بدعت ہے یا مستحسن؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس نیک کام پر چالیس روز پابندی کی جائے اس پر بہت اچھے ثمرات ونتائج مرتب ہوتے ہیں اور اس کام سے خاصی قلبی لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے، یہ بات حدیث شریف سے ثابت ہے(۱) اور بہت سے اکابر ومشائخ کا تجربہ بھی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸۸/۴/۱۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۸۸/۴/۱۹ھ۔

(۱) "عن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: حدثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو الصادق المصدوق. "إن =

تبلیغی چلہ وغیرہ کا ماخذ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الاستفسار [۱٤۰۳] : ماقول العلماء من أهل السنة والجماعه فى المسائل الآتية:

(الف)الجماعة التبليغية المتعارفة كيف ذاك على أصول الشريعة الغرآء الملة البيضآء ؟

(ب)الأربعينة التى فى الجماعة هل لهاأصل ثابت فى الدين المتين؟

(ج)جرت عادة أولئك المبلغين البيتوتة فى المساجد، والمآكل والمشارب فيها، وهم يقولون: نحن معتكفاً نفلاً، هل لهم فيه سعة أم حرام ؟

(د)ماحكم من يكفّر الجماعة المذكورة بأسرها حتى حُماتها ومؤسّسها؟

نرجومن جنابكم الجواب مع غراء الأدلة والكتاب، كى تيسر لناإرسال الفتوى إلى الممالك العربية للتصديقات، فليكتب خلاصة الأجوبة بالبلاغة مختصراً، وليزين كلاالعبارتين بالإمضاء والمهر الخاص۔فقط توجرواعند الله۔

المستفتی :عبدالجبار،۳/۲/۷۷ھ۔محمد نظام الدین عفاعنہ، بندہ محمد مفیض اللہ عفاعنہ۔

باسمه سبحانه وتعالى،الجواب وبيده أزمة الحق والصواب:

دین کا سیکھنا سکھانا اوراس پرعمل کرنا فرض ہے(۱)، دین سیکھنے کیلئے جس کوسہولت ہے کہ مدارس دینیہ میں داخل ہوکر باقاعدہ پورانصاب پڑھے تو یہی صورت اختیار کرلے،جس کے پاس اتناوقت نہیں یااتنی مالی وسعت نہیں یاعمر زائد ہوچکی ہو یاحافظہ وذہن ایسانہیں تو خواہ وہ خود آہستہ آہستہ اہل دین سے زبانی سیکھے یاکتاب کے ذریعہ سیکھے یااہل دین کی تقریر سے سیکھے،غرض جوصورت اس کے قابو کی ہواس کواختیار کرے۔

اس مقصد کیلئے تبلیغی جماعتیں نکلتی ہیں دہلی نظام الدین بڑا مرکز ہے، ان جماعتوں میں: اَن پڑھ کاشتکار، مزدور، تاجر، ملازمت پیشہ، اہل صنعت ، کارخانہ دار، اہل علم گریجویٹ، ہر طبقے کے لوگ ہوتے ہیں،

= أحدكم يجمع خلقه فى بطن أمه أربعين يوماً، ثم يكون فى ذلک علقةً مثل ذلک،ثم يكون فى ذلک مضغةً مثل ذلک". الحديث، (الصحيح لمسلم، كتاب القدر، باب كيفية خلق الآدمى اهـ: ۲/۳۳۲، قديمى)

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "کیا تبلیغی جماعت میں جانا فرض عین ہے"؟)

اپنے مصارف سے سفر کرتے ہیں، کوئی ایک دن کیلئے، کوئی دو دن، تین دن، دس دن، بیس دن، چالیس دن، چار مہینے، سال بھر، تین سال کیلئے، جس کو جتنا وقت ملا وہ نکلا، ہر فرد اپنے سے بڑے سے سیکھتا ہے اور چھوٹے کو سکھاتا ہے، کسی نے کلمہ نماز سیکھا، کسی نے قرآن کریم کی سورتیں سیکھیں، کسی نے ترجمہ ومطلب سیکھا، کسی نے حدیثیں سیکھیں، پھر یہ لوگ گشت کے لئے نکلتے ہیں اور اپنے بھائیوں کے پاس جاکر نہایت ہمدردی ودلسوزی سے ان کی خوشامد کر کے ان کو مسجد لاتے ہیں دین کی اہمیت بتلاتے ہیں، نماز کی طرف توجہ دلاتے ہیں، کوئی وضوء کراتا ہے، کوئی الحمدللہ یاد کراتا ہے، کوئی قل هوالله أحد یاد کراتا ہے، کوئی تشہد یاد کراتا ہے۔

مسجد میں عموماً رات گذارتے ہیں اعتکاف کی نیت کرتے ہیں، نوافل پڑھتے ہیں، تہجد کا سب کو عادی بناتے ہیں، دعاء میں روتے ہیں، پیدل سفر کرتے ہیں، گاؤں در گاؤں پھرتے ہیں، بس اور ٹرین پر سفر کرتے ہیں، ہر جگہ اپنا مشغلہ (سیکھنا سکھانا) جاری رکھتے ہیں، جہازوں میں حجاج میں بھی کام کرتے ہیں، بندرگاہ پر، جدہ میں، مکہ مکرمہ، منی میں، عرفات، مدینہ منورہ میں سب جگہ یہ جماعتیں کام کرتی ہیں، بیرون ہند، دیگر ممالک اسلامیہ وغیر اسلامیہ میں بھی جاتی ہیں۔

ان جماعتوں کی مساعی سے بہت بڑی تعداد نے پورا علم دین حاصل کیا، بہت بڑی تعداد نمازی بن گئی، روزہ رکھنے لگی، باقاعدہ زکوۃ دینے لگی، صحیح طریقہ پر حج ادا کرنے لگی۔ اس جماعت کی بدولت بہت سی بدعات ختم ہوگئیں، سنت پر لوگوں کا عمل شروع ہوگیا، بہت سے ان پڑھوں کو دیکھا کہ ہزاروں حدیثوں کے مطالب ان کو یاد ہوگئے، عالم نہ ہونے کی باوجود ان کی طویل طویل تقریر وگفتگو حدیث شریف کے مضامین ہوتے ہیں۔

صحیح بخاری شریف میں مذکور ہے کہ:

''نطفہ رحم میں چالیس روز گذرنے پر علقہ بنتا ہے، پھر چالیس روز گذرنے پر مضغہ بنتا ہے، پھر چالیس روز گذرنے پر اس کی روزی، عمر، وغیرہ لکھدی جاتی ہیں''۔

اس سے معلوم ہوا کہ تبدیل طبیعت میں چلہ کو بڑا دخل ہے، نیز چالیس روز نماز میں جماعت کے ساتھ مکمل طور پر ادا کرنے سے نار ونفاق سے برات کی بشارت بھی وارد ہوئی ہے، اور چالیس روز تک مسلسل عمل صالح کرنے پر علم عطاء ہونے کی بھی بشارت ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما شادی سے قبل مسجد میں

سویا کرتے تھے، معتکف کیلئے کھانے پینے اور سونے کی فقہانے اجازت دی ہے۔

اس جماعت کو چھ نمبر یاد کرائے جاتے ہیں، کلمہ طیبہ "لا إلـه إلا الله محمد رسول الله" اس کے الفاظ کو صحیح یاد کریں اس کا ترجمہ سیکھیں، اس کا مطلب وضاحت سے سمجھیں، اس کے مطالبہ کو پورا کریں۔ نماز، علم وذکر، اکرام مسلم، تصحیح نیت، ترک مالایعنی، ان جملہ امور کو سمجھنے، ذہن نشین کرنے، عملی مشق کرنے اور دوسرے بھائیوں تک پہنچانے کیلئے جماعتیں نکلتی ہیں کیونکہ اپنی جگہ اور اپنے مشاغل: زراعت وحرفت وغیرہ میں رہتے ہوئے ان امور کی تکمیل دشوار ہوتی ہے۔

اسی طرح جماعت بنا کر نکلنے میں ناموافق لوگوں کے اخلاق وافعال پر صبر وتحمل، رفقاء کیلئے ایثار وہمدردی، عامۂ مخلوق کیلئے خیر خواہی واحسان، بڑوں کا اعزاز واحترام، چھوٹوں پر شفقت ومہربانی، امیر کی اطاعت وفرمانبرداری، ماتحتوں کی نگرانی وغمگساری، باہمی مشورہ کی اہمیت وعادت وغیرہ وغیرہ بے شمار اخلاق وتعلیمات نبویہ کی آہستہ آہستہ مشق ہوجاتی ہے، اور رفتہ رفتہ تمام دین کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنیکی توفیق ہوتی ہے، اور دین کی خاطر سر کھپانے، محنت کرنیکا جذبہ مستحکم ہوتا ہے، ایسی جماعتوں اور ان کے بانیوں کو کافر کہنا نہایت خطرناک ہے، جولوگ ان کو کافر کہتے ہیں وہ اپنے ایمان کی فکر کریں کیونکہ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ "جو شخص کسی کو کافر کہتا ہے وہ کافر نہیں ہے، تو اس کو کافر کہنے کا وبال اسی کافر کہنے والے کی طرف لوٹتا ہے"۔

۱-"عن عبدالله رضي الله عنه قال: حدثنا رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو الصادق المصدوق: "إن أحدكم يجمع فى بطن أمه أربعين يوماً، ثم يكون علقةً مثل ذلك، ثم يكون مضغةً مثل ذلك، ثم يبعث الله ملكاً فيؤمر بأربع: برزقه وأجله وشقى أوسعيد". الحديث. صحيح البخارى، ص:۹۷۶(۱)-

۲-"أنس رضي الله تعالىٰ عنه رفعه من صلى أربعين يوماً جماعةً لم تَفُته التكبيرة الأولى، كتب الله له برأتين: براء ة من النار، وبراء ة من النفاق". للترمذى". (جمع الفوائد: ۳٤/۲)(۲)-

---

(۱) (صحيح البخارى، كتاب القدر: ۹۷٦/۲، قديمى)

(والصحيح لمسلم. كتاب القدر، باب كيفية خلق الآدمى الخ: ۳۳۲/۲، قديمى)

(۲) (جامع الترمذى، كتاب الصلوة، باب فضل التكبيرة الأولى: ٥٦/۱، سعيد)

۳- "ومن أخلص لله أربعين يوماً ،ظهرت ينابيع الحكمة من قلبه على لسانه". رواه أبونعيم بسند ضعيف عن أبى أيوب". (كشف الكفاف: ۲/۲۳۴، باب نوم الرجل فى المسجد)(۱)۔

۴- "وقال أبوقلابة: "عن أنس بن مالك رضى الله تعالىٰ عنه: "قدم رهط من عكل على النبى صلى الله عليه وسلم وكانوا فى الصفة"، وقال عبد الرحمٰن بن أبى بكر: "كان أصحاب الصفة الفقراء"۔

"أخبرنى عبدالله بن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما: "كان ينام -وهو شاب أعزب لاأهل له- فى مسجدالنبى صلى الله عليه وسلم"۔

۵- "عن سهل بن سعد رضى الله تعالىٰ عنه قال: جاء رسول الله صلى الله عليه وسلم بيت فاطمة، فلم يجدعلياً فى البيت، فقال: "أين ابن عمك"؟ قالت: كان بينى وبينه شئ، فغاضبى فخرج فلم يقل عندى، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لإنسان: "أنظر أين هو"؟ فجاء فقال: يارسول الله (صلى الله عليه وسلم)! هوفى المسجد راقد، فجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم وهويضجع قد سقط ردآءه عن شقه وأصابه تراب، فجعل رسول الله صلى الله عليه وسلم يمسحه عنه ويقول: "قم ياأباتراب، قم ياأباتراب"۔

۶- "عن أبى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال: لقد رأيت سبعين من أصحاب الصفة مامنهم رجل عليه رداء، إماإزاروإماكساء، قد ربطوافى أعناقهم، فمنهامايبلغ نصف الساقين، ومنهامايبلغ الكعبين، فيجمعه بيده كراهية أن ترىٰ عورته"۔ (بخارى، ص: ۶۳)(۲)۔

۷- "وخص المعتكف بأكل وشرب ونوم"۔(در مختار)۔ "أى فى المسجد يكره النوم والأكل فى المسجد لغير المعتكف، وإذاأراد ذلك ينبغى أن ينوى الاعتكاف، فيد خل فيذكر

---

(۱) (فيض القدير: ۱۱/۵۶۱۱، رقم الحديث: ۸۳۶۱، مكتبه نزار مصطفى الباز)

(۲)(صحيح البخارى، كتاب الصلوة، باب نوم الرجال فى المسجد: ۱/۶۳،قديمى)

الله بقدره مانوی أویصلی، ثم یفعل ماشاء"۔(ردالمحتار: ۲/ ۱۳٤)(۱)۔

۸- "عن أبی ذر رضی الله تعالیٰ عنه أنه سمع النبی صلی الله علیه وسلم یقول:

"لایرمی رجل رجلاً بالفسوق، ولایرمیه بالکفر، إلاارتدت علیه إن لم یکن صاحبه کذلك"۔

(بخاری شریف:۸۹۳)(۲)۔

تنبیہ: ایک دفعہ کسی صاحب نے عربی میں سوالات کئے اور جوابات بھی عربی میں لکھے گئے، وہ خط مخدوش سمجھ کر مصر بھیجا گیا، خدا جانے اس میں کیا سیاسی باتیں ہونگیں حالانکہ صرف مذہبی مسائل کے متعلق وہ خط تھا اسلئے جوابات اردو میں لکھے گئے ہیں، آپ چاہیں تو ان کو عربی میں لکھ کر حسب صوابدید بھیج دیں، نیز اگر کوئی فرد اس کے خلاف تقریر کرے تو اس کی اطلاع مرکز کو کی جائے تا کہ اس کو تنبیہ کی جا سکے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ۲/۴۴۸،سعید)

(وکذافی البحرالرائق،کتاب الصوم، باب الاعتکاف: ۲/ ۵۳۰،رشیدیه)

(وکذافی الهدایه، کتاب الصوم، باب الاعتکاف: ۱/ ۲۳۰،مکتبه شرکت علمیه ملتان)

(۲)(صحیح البخاری، کتاب الأدب،باب ماینهی عن السباب واللعن، ۲/ ۸۹۳،قدیمی)

ترجمہ عربی عبارت:

ترجمہ سوال: علماء اہل سنت والجماعت مسائل ذیل میں کیا فرماتے ہیں:

(الف) متعارف تبلیغی جماعت کے اصول شریعت کے مطابق کیا حکم رکھتے ہیں؟

(ب) جماعت میں جو چلہ ہوتا ہے دین میں اس کی کوئی اصل ہے؟

(ج) ان مبلغین کی عادت نفلی اعتکاف کر کے مسجد میں رات گزارنے، کھانے پینے کی ہے، کیا اس کی گنجائش ہے یا حرام ہے؟

(د) جو جماعت مذکورہ کی بالکلیہ تکفیر کرے حتی کہ اس کے معاونین اور بانیین کی بھی، اس کا کیا حکم ہے؟ فقط۔

ترجمہ جواب:

۱۔"حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے ہم کو بیان فرمایا اور آپ صادق ومصدوق ہیں کہ:"تم میں سے ہر ایک اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس روز تک رہتا ہے، پھر اسی طرح چالیس روز تک علقہ کی صورت میں رہتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو بھیجتا ہے جس کو چار چیزوں کے لکھنے کا حکم ہوتا ہے: رزق کا اور موت کا اور اس بات کا کہ وہ بد بخت ہوگا یا نیک بخت"۔ .... =

تبلیغ پہلے گھر میں پھر باہر

سوال[۱۴۰۴]: زید پنجگانہ نماز ادا کرتا ہے، گاہ بگاہ تبلیغی جماعت میں چلّہ لگاتا ہے، مسجد کے امام جو مستند عالم ہیں اس سے کہتے ہیں تمہارے لئے ضروری ہے کہ پہلے تبلیغ اپنی بستی و گھرانہ کی کرو جب کہ گھر میں بے نمازی ہوں اور بستی میں کس قدر بے نمازی ہیں، گھر گھر تبلیغ کرو اس کے بعد باہر دوسری جگہ تبلیغ کیلئے جاؤ اور استدلال میں: ﴿وأمر أهلك بالصلوة واصطبر عليها﴾. الآية (۱) بیان کرتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟ اور کس کا قول انسب ہے؟

=

۲- حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ: ''جس نے چالیس روز تک نماز باجماعت اسطرح ادا کی کہ تکبیر اولیٰ بھی فوت نہ ہوئی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے دو براءتیں لکھدیتے ہیں: ایک براءۃ آگ سے، ایک نفاق سے''۔

۳- ''جس شخص نے چالیس روز تک اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص کا معاملہ کیا تو اس کے دل میں سے اس کی زبان پر حکمت کے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں''۔

۴- ''حضرت ابوقلابہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ عکل کے کچھ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور وہ اصحاب صفہ میں سے تھے''، اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے فرمایا کہ ''اصحاب صفہ فقراء میں سے تھے''۔

''خبر دی مجھ کو عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہ ''وہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سویا کرتے تھے اور وہ بے شادی شدہ جوان تھے، ان کے اہل وعیال نہ تھے''۔

۵- ''حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لائے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گھر میں نہیں پایا، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ: ''تمہارے ابن عم کہاں ہیں''؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ میری ان کی کچھ بات ہوگئی وہ مجھ سے غصہ ہوئے اور یہاں سے چلے گئے اور میرے پاس قیلولہ نہیں کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے فرمایا کہ: ''دیکھنا وہ کہاں ہیں''؟ وہ صاحب آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ تو مسجد میں سو رہے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور وہ لیٹے ہوئے تھے، ان کی طرف سے چادر ہٹی ہوئی تھی اور اس حصہ کو مٹی لگ گئی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اوپر سے مٹی صاف کرنے لگے اور آپ یہ فرما رہے تھے کہ: ''اے ابوتراب! اٹھ، اے ابوتراب! اٹھ''۔

۶- ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ستر اصحاب صفہ کو دیکھا ان میں سے کسی آدمی کے پاس چادر نہیں تھی یا تو ازار ہوتا تھا یا اور کوئی کپڑا، وہ اپنی گردنوں میں اس کو باندھ لیا کرتے تھے بعض کپڑا ان کی آدھی پنڈلیوں تک اور بعض ٹخنوں تک پہونچتا تھا تو پھر ستر کھل جانے کے اندیشہ سے اس کو اپنے ہاتھ سے روکے رہا کرتے تھے''۔

(۱) (طٰہ: ۱۳۲)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اپنے گھر اور بستی کا حق دوسروں پر مقدم ہے(۱) لیکن اس کا یہ طلب نہیں کہ گھر یا بستی والے جب تک پورے پابند نہ ہو جائیں دوسروں تک پیغام نہ پہونچانا چاہئے، مثلاً: کسی جگہ دینی مدرسہ جیسے دار العلوم دیوبند ہی ہے، یہاں اس کی پابندی نہیں کی گئی کہ دیوبند کے ایک ایک آدمی کو پورا عالم دین بنایا جائے تب دوسری جگہ کے طالب علم کو داخلہ کی ترغیب دی جائے، نہ کسی بزرگ کے متعلق یہ معلوم ہوا کہ اپنے گھر اور بستی والوں کی اصلاح تام کئے بغیر باہر کے آدمیوں کی بیعت نہ کی ہو، نہ کسی حافظ عالم نے باہر کے لڑکوں کو پڑھانے کیلئے اس کا اہتمام کیا، بلکہ بکثرت یہی دیکھا جاتا ہے کہ گھر اور بستی والے فیض حاصل نہیں کرتے باہر والے کر لیتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف وغیرہ تشریف لے جانے سے پہلے کیا مکہ کے سب لوگوں کو مسلمان کر لیا تھا؟ یہ جواب اس وقت ہے جبکہ تبلیغ کا مقصد بھی یہی ہو، لیکن اگر تبلیغ کا مقصد محنت اور مجاہدہ کر کے اپنے دین کو پختہ کرنا ہو تو یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

نماز کے فوراً بعد تبلیغ

سوال[۱۴۰۵]: ا...... ہماری مسجد میں بعد نماز فجر تبلیغی نصاب کی تعلیم ہوتی ہے، کیسا ہے؟ علیحدہ گوشہ میں بیٹھ کر تلاوت کلام پاک، درود شریف، کلمہ طیبہ پڑھنا بہتر ہے، یا کتاب سننا؟

---

(۱) "عن المقدام بن معديكرب رضى الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "إن الله يوصيكم بأمهاتكم ثلاثاً، إن الله يوصيكم بآبائكم، إن الله يوصيكم بالأقرب فالأقرب". (سنن ابن ماجة، كتاب الأدب، باب بر الوالدين ، ص: ۲۶ ،قديمى)

قال العلامه الآلوسى رحمه الله تعالىٰ تحت قوله تعالى: ﴿و أنذر عشيرتك الأقربين﴾. (الشورى، ۲۱۴): "ووجه تخصيص عشيرته صلى الله عليه وسلم الأقربين بالذكر مع عموم رسالته عليه الصلوة والسلام دفع توهم المحاباة، أن الاهتمام بشانهم أهم، وأن البدائة تكون بمن يلى ثم من بعده". (روح المعانى: ۱۹/۱۳۴، دار إحياء التراث العربى)

۲...... پڑھنے والے اتنی زور سے پڑھتے ہیں کہ نماز میں انتشار پیدا ہوتا ہے، اس ہیئت سے پڑھنا کیسا ہے؟

۳...... تبلیغی جماعت نے ہفتہ میں ایک دن مقرر کر رکھا ہے اور وہ عشاء کے نماز کے فوراً بعد اعلان کرتے ہیں جس کو سنن نوافل پڑھنے ہیں وہ علیحدہ گوشہ میں پڑھ لیں اور فوراً اپنی تقریر شروع کر دیتے ہیں۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... قرآن پاک کی تلاوت (۱)، دورد شریف (۲)، کلمہ طیبہ (۳) کی فضلیت تو اس قدر عام ہے کہ اس میں کلام کرنے کی گنجائش ہی نہیں، لیکن ان چیزوں کیلئے دوسرا وقت نکالا جا سکتا ہے، اگر کوئی حافظ ہے تو وہ ایک گوشہ میں بیٹھنے کا محتاج نہیں، دورد شریف، کلمہ طیبہ بہر حال ہر شخص چلتے پھرتے بھی پڑھ سکتا ہے، اس لئے اگر اس معین وقت کتاب سنے جس سے دینی معلومات میں اضافہ ہو اور نام مبارک سنتے وقت درود شریف بھی

---

(۱) "عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: "لاحسد إلافی اثنین: رجل علمه الله القرآن، فهویتلوه آناء اللیل وآناء النهار، فسمعه جارله، فقال: لیتنی أوتیت مثل ماأوتی فلان، فعملت مثل مایعمل". الحدیث. (صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب اغتباط صاحب القرآن: ۲/ ۷۵۱، قدیمی)

(۲) "عن أنس رضی الله تعالی عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "من صلی علیَّ، صلی الله علیه عشر صلوات، وحطت عنه عشر خطیئات، ورفعت له عشر درجات".

"وعن ابن مسعود رضی الله تعالی عنه قال: قال رسول صلی الله علیه وسلم: "أولی الناس بی یوم القیامة أکثرهم علیَّ صلاةً". رواه الترمذی". (مشکوة المصابیح، کتاب الصلاة، باب الصلاة علی النبی صلی الله علیه وسلم، ص: ۸۶، قدیمی)

(۳) "عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: "من قال: "لاإله إلا الله وحده لاشریک له، له الملک وله الحمد، وهوعلی کل شی قدیر" فی یوم مائة مرة، کان له عِدل عشر رقاب، وکتب له مائة حسنة، ومحیت عنه مائة سیئة، وکان حرزاً من الشیطان یومه ذلک حتی یمسی، ولم یأت أحد بأفضل مما جاء به إلارجل عمل أکثر منه". (صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب التهلیل، ۲/ ۹۴۷، قدیمی)

پڑھتا رہے اور دوسرے وقت مسجد میں یا مکان میں دوسری چیز بھی پڑھتا رہے تو دونوں کا فائدہ مستقل ہوگا۔

۲......قاری کو اس کی رعایت چاہئے کہ کسی کی نماز میں اس کی قراءت سے تشویش نہ ہو(۱)، اگر سب مجمع ایک جگہ کتاب سننے یا سنانے میں مشغول ہو اور کوئی ایک دو نمازی اپنی نماز پڑھنا چاہیں تو اس کو خود ہی خیال کرنا چاہئے کہ وہ اس مجمع سے الگ دور پڑھے، بہر حال طرفین اگر ایک دوسرے کی رعایت کریں تو نزاع پیدا نہ ہو۔

۳......جماعت کو چاہئے کہ لوگوں کو سنن پڑھنے کا موقع دے، سنن پڑھنے سے ہرگز نہ روکے، ہاں نوافل میں توسع ہے، تاہم تبلیغی جماعت کو حاکمانہ لہجہ اختیار نہیں کرنا چاہیے جس سے دوسروں کے اعمال صالحہ کی تحقیر ہو اور بد دلی پیدا ہو یہ سخت مذموم ہے اور طریقہ تبلیغ کے بھی خلاف ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۶/ ۷/ ۸۸ھ۔

الجواب: صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ۔ ۲۷/ ۷/ ۸۸ھ۔

تبلیغ کا صحیح طریقہ

سوال[۱۴۰۶]: تبلیغ کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو لوگ براہ راست تبلیغ کا طریقہ نہیں جانتے ہیں، ان کیلئے بہتر صورت یہ ہے کہ دہلی نظام الدین میں تبلیغ کا مرکز ہے وہاں چلے جائیں اور وہاں کی ہدایت کے موافق کام میں لگ جائیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱۲/ ۸۸ھ۔

تبلیغ بھی دین سیکھنے کا ذریعہ ہے

سوال[۱۴۰۷]: تبلیغی جماعت کے لوگ کہتے ہیں کہ مسلمانوں پر یہ ضروری ہے کہ اس کی ہر ایک

(۱)"وأجمع العلماء سلفاً وخلفاً على استحباب ذكر الله تعالى جماعةً في المساجد...... إلا أن يشوّش جهرهم بالذكر على نائم أومصل...... وفي الحلبي: الأفضل الجهر بالقرآء ة إن لم يكن عند قوم مشغولين مالم يخالطه رياء". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في صفة الأذكار الواردة من باب الإمامة، ص: ۳۱۸،قديمي)

بات کو مان کر عمل کرے حالانکہ ان میں وہ لوگ بھی ہوتے ہیں جو دینی تعلیم سے بہت ہی کم واقف ہوتے ہیں اور منبر پر کھڑے ہو کر بعض غیر ضروری امور چلہ وغیرہ پر زور دیتے ہیں، کیا یہ درست ہے جبکہ غالباً حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا واقعہ ہے کہ کوفہ کی جامع مسجد میں ایک عالم تقریر کر رہے تھے، ان سے جب دریافت کیا گیا کہ تم کو ناسخ ومنسوخ کا علم ہے تو انہوں نے انکار کیا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کو مسجد سے باہر کر دیا، تو یہ تبلیغی جماعت کے لوگ کس طرح وعظ کیلئے کھڑے ہو جاتے ہیں، ان سے جب دریافت کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم خود سیکھنے آئے ہیں، کیا سیکھنے کیلئے دار العلوم نا کافی ہے؟ بہر صورت اس بارے میں تسلی بخش جواب تحریر فرما دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تبلیغی جماعت جس کا مرکز نظام الدین دہلی ہے اچھی اور صحیح العقیدہ جماعت ہے، اس جماعت میں جو معتمد اہل علم ہیں ان کی تقریروں میں تو کوئی اشکال نہیں، جو غیر عالم ہیں ان کو ہدایت ہے کہ چھ نمبروں سے زائد کوئی بات بیان نہ کرے، یا تو چھ نمبروں کو بیان کرے تاکہ پکا ہو جائے، باقی کتاب پڑھ کر سنانے اور کتاب بھی قابل اعتماد تجویز ہے (۱) اس کے علاوہ غیر اہلِ علم کو اجازت نہیں۔ چھ نمبروں میں کوئی بات قرآن پاک اور حدیث شریف کے خلاف نہیں ہے (۲)، ان کو بیان کرنے اور سننے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ نفع ہی نفع ہے۔

---

(۱) کتاب سے مراد بظاہر ''فضائل اعمال'' ہے۔

(۲) النكات الستة التي هي من جملة أصول جماعة التبليغ ثابتة بنص القرآن الكريم والحديث المبارك:
أما النكتة الأولى: وهي: ''لا إله إلا الله محمد رسول الله''، فهي أصل الإيمان، وعليها مدار الإسلام، قال الله تعالى: ﴿فاعلم أنه لا إله إلا الله، واستغفر لذنبك وللمؤمنين والمؤمنات﴾. الاية، (سورة محمد: ۱۹)

''عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى عليه وسلم: ''بني الإسلام على خمس: شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله، وإقام الصلوة، وإيتاء الزكوة، والحج وصوم رمضان''. (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم بني الإسلام على خمس: ۱/۶، قديمي)

وأما أصحاب التبليغ فهم يتكلمون عن مقصودها، والمقصود بها توافق الحياة بالأحكام المنزّلة توافقاً تاماً لقوله تعالى: ﴿يأيها الذين آمنوا ادخلوا في السلم كآفة﴾ ويتكلمون عن فضائلها، وهي كثيرة، منها ما قاله صلى الله عليه وسلم: ''من قال: لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير في يوم مائة مرة، كان له عدل عشر رقاب، وكتب له مائة حسنة، =

....

= ومحيت عنه مائة سيئة، وكان له حرزاً من الشيطان يومه ذلك حتى يمسى، ولايأتى أحد بأفضل مماجاء به إلارجل عمل أكثر منه". (صحيح البخارى، كتاب الدعوات، باب الفضل التهليل: ۲/ ۹۴۷، قديمى)

وأماالنكتة الثانية: وهى "الصلوة" فهى من مبانى الإسلام وبهايقام الدين، قال الله تعالى: ﴿وأقيموا الصلوة واتوا الزكوة، واركعوا مع الراكعين﴾ (البقرة: ۴۳) ، وفيهاأحاديث كثيرة، منهاماسبق فى النكتة الأولى حديث البخارى، من كتاب الإيمان، باب قول النبى صلى الله عليه وسلم، بنى الإسلام على خمس: ۱/ ۶، وفضائلها كثيرة. منهاقاله النبى صلى الله عليه وسلم: "الصلوة الخمس، والجمعة إلى الجمعة، ورمضان إلى رمضان مكفرات لمابينهن إذااجتنب الكبائر". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، الفصل الأول، ص: ۵۷، قديمى)

وأماالنكتة الثالثة، فمشتملةٌ على شقين: الأول: "العلم" فهوأيضاً من أهم أمور الدين؛ لأن به معرفة الأحكام وهومأمور به ومرغب فيه. قال الله تعالى: ﴿قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لايعلمون﴾. (الزمر: ۹) وقال تعالى: ﴿إنمايخشى الله عباده العلماء﴾. الآية (الفاطر: ۲۸)

قال النبى صلى الله عليه وسلم: "من سلك طريقاً يطلب فيه علماً سلك الله به طريقاً من طرق الجنة، وإن الملئكة لتضع أجنحتهارضىً لطالب العلم، وإن العالم يستغفر له من فى السموات ومن فى الأرض، والحيتان فى جوف الماء، وإن فضل العالم على العابد كفضل القمر ليلة البدر على سائر الكواكب". الحديث. (مشكوة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الثانى، ص: ۳۳، ۳۴، قديمى)

والشق الثانى: "الذكر"، وله أيضاً ثبوت وفضائل، أماالثبوت فقد قال الله تعالى: ﴿ياأيهاالذين آمنوااذكروالله ذكراً كثيراً، وسبحوه بكرةً وأصيلاً﴾. (الأحزاب: ۴۱، ۴۲)

وأماالفضائل فمنهاماتقدم فى النكتة الأولى من صحيح البخارى، باب فضل التهليل من كتاب الدعوات، فليراجع.

وأماالنكتة الرابعة: وهى إكرام المسلمين، فثبوتهامن الحديث وعن ابن عمر رضى الله تعالى عنهماأن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "المسلم أخوالمسلم، لايظلمه ولايسلِمه، ومن كان فى حاجة أخيه كان الله فى حاجته، ومن فرج عن مسلم كربات فرج الله عنه كربةً من كربات يوم القيامة، ومن ستر مسلماً ستره الله يوم القيامة". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب =

علمِ دین سیکھنے کا یہ ایک سادہ طریقہ ہے اور دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوکر سیکھ لیا جائے، مگر یہ ظاہر ہے کہ کروڑوں مسلمان سب کے سب دارالعلوم دیوبند میں نہ سیکھنے کیلئے آسکتے ہیں، نہ سما سکتے ہیں، نہ سب کے پاس وقت ہے، نہ سب کو شرعاً اس پر مجبور کیا جاسکتا ہے، نہ سب میں اس کی صلاحیت ہے، نہ مدرسہ سب کا صرفہ برداشت کرسکتا ہے، اس لئے جگہ جگہ مدارس ومکاتب بھی قائم کئے جاسکتے ہیں، اور کتابیں بھی تصنیف کی جاتی ہیں، رسالے اور اخبار بھی شائع کئے جاتے ہیں، فتوی کا انتظام بھی کیا جاتا ہے، انجمنیں بھی بنائی جاتی ہیں، وعظ کا بھی انتظام کیا جاتا ہے، یہ سب ہی طریقے دین سیکھنے اور سکھانے کے ہیں اسی طرح تبلیغی جماعت کا جو طریقہ ہے یہ بھی دین سیکھنے کا بہت مفید طریقہ ہے۔

جس شخص کو نماز، کلمہ، وضوء کچھ نہیں آتا وہ چالیس روز کیلئے جماعت کیساتھ نکل جاتا ہے، تو اس مدت میں اچھا خاصہ سیکھ لیتا ہے، اور پابند ہوجاتا ہے اور پھر آگے ترقی کرتا جاتا ہے، تجربہ اس کا شاہد ہے۔

جو شخص براہ راست قرآن پاک سے مسائل استنباط کرکے بیان کرے اس کیلئے ناسخ ومنسوخ کا علم ہونا ضروری ہے، اور بھی بہت سی چیزوں کا علم ضروری ہے(۱) اور جو شخص ائمہ دین کے بیان فرمودہ منقح مسائل

= الشفقة والرحمة، الفصل الأول، ص: ۴۲۲، قديمى)

وأماالنكتة الخامسة: وهى "الخلوص فى العمل"، فمأموربه ومرغَب فيه، قال الله تعالىٰ: ﴿وما أمروا إلاليعبدوا الله مخلصين له الدين حنفاء ويقيموا الصلوة ويؤ تواالزكوة، وذلك دين القيّمة﴾. (البينة: ۵)

أماالنكتة السادسه: وهى فى "الدعوة إلى الله"، فهى مأموربها، أمر بهاالله تعالى فقال: ﴿ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر، وأولئک هم المفلحون﴾، (آل عمران ۱۰۴)

وقال عليه السلام: "من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلک أضعف الإيمان". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول ص: ۴۳۶، قديمى)

(۱) قال العلامة الآلوسى رحمه الله فى مقدمة تفسيره: "(الفائدة الثانيه): فيمايحتاجه التفسير...... الأول: علم اللغة. والثانى: معرفة الأحكام التى للكلم العربية من جهة إفرادهاوتركيبها...... الثالث: علم المعانى، =

کونقل کرے اس کیلئے علم ناسخ ومنسوخ کا ماہر ہونا ضروری نہیں، اس لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کی بناء پر تبلیغی جماعت کو یا کسی اور کو وعظ وتقریر سے روکنا غلط و بے محل ہے، البتہ جو بات خواہ روایت ہو یا مسئلہ ہو غلط بیان کرے اس پر ضرور تنبیہ کی جائے اور غلطی کو واضح کیا جائے اس میں بھی شفقت اور اصلاح کا جذبہ پورا چاہئے، تحقیر وتذلیل کا ہرگز شائبہ نہ ہو، یہی معاملہ تبلیغی جماعت کے ساتھ کیا جائے یہی دوسرے دینی خدمت کرنیوالوں کے ساتھ کیا جائے، خواہ تقریر وعمل سے کی جائے یا تحریر وتصنیف سے یا افتاء وتدریس یا گشت واجتماع سے وغیرہ وغیرہ۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۶/ ۹/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

تبلیغی جماعت میں دین سیکھنا

سوال[۱۴۰۸]: اگر کسی شخص کو نماز جنازہ بھی پڑھنا نہ آتی ہو اور قرآن پاک کی کسی آیت کا مطلب بھی نہیں سمجھتا ہو تو کیا ایسا شخص بھی تبلیغی کام کرسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تبلیغی کام کرنے اور جماعت کا مقصود دین سیکھنا اور سکھانا ہے، بہت بڑی تعداد مسلمانوں کی ایسی ہے جو دین سے بالکل ناواقف تھے، تبلیغی جماعت کے ساتھ ایک دو چلے کیلئے نکل گئے، وہاں وضوء، غسل، نماز، قرآن پاک، نماز جنازہ بہت کچھ انہوں نے سیکھا، مکان پر رہتے تو اپنے دھندوں میں لگے رہنے کی وجہ سے برسوں بلکہ شاید عمر بھر بھی اس کی نوبت نہ آتی، بعضوں کو بہت سی حدیث یاد ہوگئیں کہ اہل علم کی طرح دین کی معلومات کو بہت سلجھا کر تقریر کر لیتے ہیں، تبلیغی جماعت دین سیکھنے کیلئے مدرسہ کا کام بھی دیتی ہے، جن لوگوں کے پاس اتنا وقت نہ ہو کہ مدرسہ میں داخل ہو کر باقاعدہ پڑھیں ان کیلئے تبلیغی جماعت میں رہ کر دین سیکھنا بہت آسان ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/ ۱/ ۸۸ھ۔

= والبيان والبديع. الرابع: تعيين مبهم وتبيين مجمل، وسبب نزول ونسخ، يؤخذ ذلك من علم الحديث. الخامس: معرفة الإجمال والتبيين والعموم والخصوص الخ.....إذ الطريق الرجوع في تفسير الفاظه إلى أهل اللغة، وفي نحو الناسخ والمنسوخ إلى الأخبار في بيان المراد إلى صاحب الشرع".

(روح المعاني: ۱/ ۵، ۶، دار إحياء التراث العربي)

تعلیم وتبلیغ کی ضرورت

سوال[۱۴۰۹]: ۱...... دنیا میں ایک لاکھ چوبیس یا پچیس ہزار کم وبیش انبیاء علیھم السلام آئے اور سب نے دینِ حق کی دعوت دی اور گشت کیا، یہ گشت کرنا سنت ہے یا نہیں؟ مبلغین حضرات اکثر اپنے گشت کی فضیلت بیان کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ گشت کرنا تمام انبیاء کی سنت ہے، اور اس گشت کو کرنے کے بعد جو نماز پڑھی جائے گی، اس کی فضیلت سات لاکھ ہوجائے گی، لفظ ''گشت کرنا سنت ہے''، یہ کیسے ثابت کیا جائے؟ حوالہ حدیث سے دیں۔

۲...... اللہ کے راستے میں نکل کر ہر نیک عمل سات لاکھ بن جاتا ہے، نماز، ذکر، قرآن اور ہر نیکی سات لاکھ بن جاتی ہے، نظام الدین مرکز کے اکابرین کہتے ہیں کہ یہ چودہ روایتوں سے منقول ہے، مسند احمد، مشکوۃ شریف، ترغیب وترھیب کا حوالہ دیتے ہیں۔

۳...... کچھ لوگوں کا اعتراض ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ، نماز کی دعوت ودینِ حق کی دعوت مسلمانوں کو دی تھی یا کفار کو، اور یہ تبلیغی مسلمانوں کو کلمہ اور نماز پڑھاتے پھرتے ہیں، کیا مبلغین اور مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھتے، یہ شک کرتے ہیں اور صرف اپنے آپ کو ہی مسلمان سمجھتے ہیں، تو اس کا کیا جواب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱، ۲، ۳...... اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کاموں میں تبلیغ بھی ہے اور تعلیم بھی ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿یأیھا الرسول بلّغ ما أنزل إلیك من ربك وإن لم تفعل فما بلغت رسالته﴾ (الأیه)(سورۃ المائدہ)(۱)۔

﴿لقد منّ اللّٰه علی المؤمنین إذ بعث فیھم رسولاً من أنفسھم یتلوا علیھم آیاته ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمة﴾. (الایة)(سورۃ آل عمران)(۲)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہی کام کئے ہیں، تبلیغ کیلئے دوسروں کے پاس تشریف لے گئے ہیں

(۱) (المائدہ: ۶۷)

(۲)(آل عمران: ۱۶۴)

4

اور تعلیم کیلئے دوسرے لوگ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے ہیں: تبلیغ کے معنی ہیں پہونچانا، اس کیلئے مبلغ کو جانا بھی ہوتا ہے، تعلیم کے معنی ہے علم سکھانا، اس کیلئے سیکھنے والے کو معلم کے پاس آنا ہوتا ہے، یہ دوسرے کام امت کے سپرد فرمائے: "بلغوا عنی ولو آیة" (۱)، اخیر خطبہ میں ارشاد فرمایا: "ألا فليبلغ الشاهد الغائب". (الحدیث) (۲) یعنی جو شخص حاضر ہے، جس نے براہ راست مجھ سے دین سیکھا ہے وہ غائب تک پہونچادے، دین کے ہر ہر جزء اور حکم کی تبلیغ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے کی ہے، اس لئے کہ دین کا ہر حکم امانت ہے، اس کا پہونچانا ضروری ہے، بعض چیزیں ایسی بھی تھیں کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بالکل اپنی اخیر حیات میں بیان فرمائی ہیں کہ کہیں یہ امانت ہمارے ذمہ باقی نہ رہ جائے (۳)۔

حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر جس نے ایک دفعہ صدقِ دل سے کلمہ پڑھ لیا وہ مومن کامل ہوگیا، اس کا درجہ اتنا بلند ہے کہ بعد والوں کو میسر نہیں (۴) پھر اس کے دل میں ایسی

---

(۱) الحديث بأسره: "عن عبد الله بن عمر وأن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "بلّغوا عني ولو آيةً، وحدّثوا عن بني إسرائيل ولا حرج، ومن كذب على متعمداً فليتبوا مقعده من النار". (صحيح البخاري، كتاب الأنبياء، باب ماذكر عن بني اسرائيل: ۱/۴۹۱، قديمي)

(۲) "عن أبي شريح أنه قال لعمر وبن سعيد وهو يبعث البعوث إلى مكة: ائذن لي أيها الأمير أحدّثك قولاً قام به رسول الله صلى الله عليه وسلم الغد من يوم الفتح، سمِعَته أذناي، ووعاه قلبي، وأبصر ته عيناي، حين تكلم به، حمد الله وأثنى عليه، ثم قال: "إن مكة حرّمها الله ولم يحرمها الناس، (إلى أن روى): وليبلغ الشاهد الغائب". الحديث. (صحيح البخاري، كتاب العلم، باب ليبلغ الشاهد الغائب: ۱/۲۱، قديمي)

(۳) "عن قتادة قال: حدثنا أنس بن مالك رضي الله تعالىٰ عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم ومعاذ رديفه على الرحل قال: "يامعاذ بن جبل"! قال: لبيك يارسول الله، وسعديك، ثلاثاً، قال: "مامن أحد يشهد أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله صدقاً من قلبه إلا حرمه الله على النار"، قال: يارسول الله. أفلا أخبر به الناس فيستبشرون؟ قال: "إذاً يتكلوا"، وأخبر بها معاذ عند موته تأثماً". (صحيح البخاري، كتاب العلم، باب من خص بالعلم قوماً دون قوم: ۱/۲۴۸، قديمي)

(۴) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: "لا تسبوا أصحابي، فلو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهباً، ما بلغ مدّ أحد ولا نصيفه". (مشكوة المصابيح، كتاب الفضائل والمناقب، باب فضائل أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، ص: ۵۵۳، قديمي)

لگن پیدا ہوجاتی تھی کہ وہ سارا دین سیکھنے کیلئے تیار ہوجاتا تھا اور بے چین رہتا تھا اور خود حاضر ہوکر یا جس طرح سے بھی اس کو ممکن ہو دین سیکھتا تھا (۱)، ایک ایک حکم بتانے اور پہونچانے کیلئے اس کے پاس جانے کی نوبت آتی تھی، تاہم بعض احکام دوسروں تک پہونچانے کے انتظامات بھی کئے کبھی کسی کو متعین کیا کہ گشت کرکے فلاں حکم پہونچادو (۲) کبھی لوگوں کو بلاکر جمع کرلیا گیا پھر حکم سنادیا گیا (۳)، کبھی حج کے موقعہ پر آدمی بھیجے گئے کہ فلاں حکم اعلان کردو (۴) وغیرہ وغیرہ۔ اس کے علاوہ کلمہ طیبہ پڑھنے کا حکم سب ہی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دیا گیا،

---

(۱) "عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه أن الناس یقولون: أکثَرَ أبوهریرة، ولولا آیتان فی کتاب الله، ماحدثت حدیثاً ثم یتلوا: ﴿إن الذین یکتمون ماأنز لنامن البینات والهدی (إلی قوله) الرحیم﴾ إن إخواننامن المهاجرین کان یشغلهم الصفق بالأسواق، و إن إخواننا من الأنصار کان یشغلهم العمل فی أموالهم، وإن أباهریرة کان یلزم رسول الله صلی الله علیه وسلم بشبع بطنه، ویحضر مالایحضر ون، ویحفظ مالایحفظون". (صحیح البخاری، کتاب العلم: ۱/ ۲۲،قدیمی)

(۲) "أخرج ابن جریر عن علی رضی الله تعالی عنه قال: أتی النبیَّ صلی الله علیه وسلم ناسٌ من الیمن فقالوا: ابْعَث فینا مَن یفقّهنا فی الدین، ویعلّمناالسنن، ویحکم فینابکتاب الله، فقال النبی صلی الله علیه وسلم: "انطلق یاعلی إلی أهل الیمن،ففقّههم فی الدین، وعلّمهم السنن، واحکم فیهم بکتاب الله". فقلت: إن أهل الیمن قوم طغام یأتونی من القضاء بمالاعلم لی به، فضرب النبی صلی الله علیه وسلم علی صدری، ثم قال: "اذهب فإن الله سیهد ی قلبک،ویثبّت لسانک"، فماشککتُ فی قضاء بین اثنین حتی الساعة". (حیاة الصحابة، الباب الثالث عشر فی رغبة الصحابة فی العلم ، إرسال الصحابة إلی البلدان، إرساله علیه السلام علیاً الخ: ۳/ ۱۹۳ ،دار القلم دمشق)

(۳) "عن أبی سعید الخدری رضی الله تعالی عنه قال: قام فینارسول الله صلی الله علیه وسلم خطیباً بعد العصر، فلم یدع شیئاً یکون إلی قیام الساعة إلاذکر ہ، وکان فیماقال: "إن الدنیاحلوة خضرة، وإن الله مستخلفکم فیها، فناظرٌ کیف تعملون، ألا! فاتقوا الدنیا، النسآء". الحدیث(مشکوة المصابیح، کتاب الآداب،باب الأمر بالمعروف، الفصل الثانی، ص: ۴۳۷، قدیمی)

(۴) "قال ابن شهاب: حدثنی حمید بن عبد الرحمن أن أباهریرة أخبره أن أبابکر الصدیق بعثه فی الحَجّة التی أمّره علیهارسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قبل حجة الوداع یوم النحر فی رهط یؤذّن فی الناس أن لایحج بعد العام مشرک ولایطوفن بالبیت عریان". (صحیح البخاری، کتاب المناسک، باب لایطوف بالبیت عریان الخ، ۱/ ۲۲۰ ،قدیمی)

اور فرمایا گیا کہ اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہا کرو(۱)۔ ''لا إلــــه إلا اللّٰہ'' پڑھ کر اس کا یہ مطلب نہیں کہ (معاذ اللہ) ان حضرات میں ایمان موجود نہیں تھا۔

یہاں دارالعلوم میں بھی بعض حضرات معلم ہیں، ان کی درسگاہ میں علم سیکھنے کیلئے طلبہ حاضر ہوتے ہیں، اور بعض حضرات مبلغ ہیں کہ وہ مختلف مقامات پر خود سفر کر کے جاتے ہیں اور دین پہونچاتے ہیں۔ آج یہ بات نہیں کہ جس نے کلمہ پڑھ لیا اس میں دین سیکھنے کی لگن پیدا ہو جائے یا وہ خود اپنی جگہ ایمان کی تجدید میں لگا رہے، عربی مدارس جگہ جگہ خدا کے فضل سے قائم ہیں تعلیم کا انتظام ہے مگر دین کی لگن نہ ہونے کی وجہ سے بہت کم آدمی اپنے بچوں کو علم سیکھنے کیلئے بھیجتے ہیں۔

مسجدیں ویراں ہیں، مسلمانوں کا محلّہ ہونے کے باوجود کتنی مساجد ایسی ہیں جن میں اذان وجماعت کا اہتمام نہیں، کسی مسجد میں تنہا ایک شخص اذان کہتا ہے اور نماز پڑھ لیتا ہے، کسی میں دو تین نمازی ہو جاتے ہیں، ضلع کے ضلع ایسے ملیں گے جن میں کوئی عالم نہیں، حافظ نہیں، بہت علاقے ایسے ہیں جن میں بسنے والے مسلمانوں کو دین کی بنیادی چیزیں کلمہ وغیرہ بھی معلوم نہیں، صورت شکل، چال چلن، رسم ورواج کسی چیز سے بھی اسلام ظاہر نہیں ہوتا۔ رمضان المبارک کا مہینہ آتا ہے اور وہاں خبر تک نہیں ہوتی، پانچ وقت کی نماز ہی غائب ہے تو تراویح کا کیا ذکر ہے، ہوٹل کھلے ہوئے ہیں اور خدا کے قانون روزہ کو علی الاعلان توڑا جارہا ہے۔

ان سب حالات کے پیش نظر دین حاصل کرنیکی لگن کا پیدا ہونا ضروری ہے اس تبلیغ کا حاصل یہی ہے کہ دین سیکھنے کا جذبہ پیدا ہو جائے، کلمہ پڑھنے اور پڑھانے سے یہ ہرگز تصور نہ کرے کہ مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھا جاتا کلمہ پڑھ کر اور پڑھا کر اس کا مطلب اور مطالبہ سمجھایا جاتا ہے، اور جن کو کلمہ یاد نہیں ان کا کلمہ صحیح کرایا جاتا ہے، جن کو نماز یاد نہیں ان کو نماز یاد کرائی جاتی ہے، جن کو مطلب یاد نہیں ان کو مطلب سمجھایا جاتا ہے، اس کی بدولت بے شمار آدمی کلمہ سیکھ گئے، نمازیں سیکھ گئے، نمازیں پڑھنے لگے، حج میں کام کرنے کی وجہ سے بہت

(۱) ''عن أبی ذر رضی اللہ تعالی عنه قال: قلت: یارسول! أوصنی قال: ''إذا عملت سیئةً، فاتبعها حسنةً تمحها'' :قال: قلت: یارسول اللہ! أمن الحسنات لاإله إلا اللہ؟ قال: ''هی أفضل الحسنات''. (حیاة الصحابة، الباب الرابع عشر فی رغبة الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنه فی الذکر الخ، کفارة المجلس، ذکر الکلمة الطیبة الخ، قوله علیه الصلاة والسلام فی ''لاإله إلا اللہ'': هو أفضل الحسنات: ۳/۲۹۴، دار القلم دمشق)

سے لوگوں کا حج صحیح طریقہ پرادا ہونے لگا، لوگوں میں دین کا عام چرچا ہوگیا، جگہ جگہ دینی مکتب ومدرسے قائم ہوگئے، بڑی عمر کے لوگوں میں دین سیکھنے کیلئے سفر کا رواج ہوگیا، بکثرت لوگ زکوۃ دینے لگے، حرام معاملات سے پرہیز کرنے لگے، خدا کے راستے میں جدوجہد کیلئے جو شخص نکلے اس کے واسطہ ہر نیکی کا ثواب سات لاکھ والی حدیث حضرت علی، ابوالدرداء، ابوہریرۃ، ابوامامہ، ابن عمر، عمر بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہیں:

"ومن أرسل بنفقة فی سبیل اللہ وأقام فی بیتہ، فلہ بکل درھم سبع مائة درھم، ومن غزا بنفسہ فی سبیل اللہ وأنفق فی وجہ ذلك، فلہ بکل درھم سبع مائة ألف درھم، ثم تلا ھذہ الآیة: ﴿واللہ یضاعف لمن یشاء﴾(۱)۔

اس مضمون کی اَور حدیثیں بھی ہیں، جمع الفوئد (۲) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ص: ۲۸۲ (۳)، میں ملاحظہ فرمائیں، یہ روایات اصالۃً غزوہ اور جہاد سے متعلق ہیں، مگر جہاد کا مفہوم قتال سے عام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱/۱۲/۸۹ھ۔

کیا تبلیغ تعلیم سے افضل ہے؟

سوال[۱۴۱۰]: یہاں ایک مسئلہ بہت عام ہوگیا ہے، وہ یہ کہ تبلیغی کام تعلیم دین سے (ناظرہ قرآن ہی کیوں نہ ہو) زیادہ افضل (فرض) ہے، گذارش یہ ہے کہ تبلیغی کام تعلیم علم دین سے (ناظرہ قرآن ہی کیوں نہ ہو) کیا افضل ہے؟ بیان فرمائیں۔

---

(۱) "عن عليّ و أبی الدرداء و أبی ھریرة و أبی أمامة و عبد اللہ بن عمرو و جابر بن عبد اللہ و عمران بن حصین رضی اللہ عنھم أجمعین کلھم یحدث عن رسول اللہ ﷺ أنہ قال: "من أرسل نفقةً فی سبیل اللہ و أقام فی بیتہ فلہ بکل درھم سبعمائة ألف درھم، ثم تلا ھذہ الآیة: ﴿واللہ یضاعف لمن یشاء﴾ رواہ ابن ماجہ". (مشکوۃ المصابیح، کتاب الجھاد، الفصل الثالث، ص: ۳۳۵، قدیمی)

(۲) (جمع الفوائد: ۸/۳، کتاب الجھاد، باب فضل الرباط والجھاد فی سبیل اللہ، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة، کراچی)

(۳) (مجمع الزوائد: ۲۸۲/۵، باب فی المجاھدین و نفقتھم، دار الفکر)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ خیال اصول تبلیغ کے بھی خلاف ہے، یعنی علم چھوڑ کر تبلیغ میں جانا غلط ہے، البتہ تعطیل اور فارغ اوقات میں جانا بہتر ہے، نیز کسی مدرس کو مجاہدہ کی مشق کیلئے یا کسی اَور مصلحت کے تحت اگر کبھی تبلیغ کیلئے بھیجا جائے اسطرح کہ اس کے متعلق تعلیم میں حرج بھی نہ ہوتو یہ دوسری بات ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۲/۲۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۲/۲۶ھ۔

مدارس اور تبلیغی کام

حضرت اقدس، دامت برکاتھم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گذارش خدمت اقدس میں یہ ہے کہ ایک استفتاء بسلسلہ موجودہ تبلیغی جماعت آیا ہے دو کا جواب اپنی سمجھ کے مطابق لکھ دیا ہے تیسرے کے جواب میں تردد ہے، حضرت والا تینوں کی بابت اپنی تحقیق فرمائیں، کیونکہ وقتی اعتبار سے بہت اہمیت رکھتا ہے، ہم لوگوں سے لوگ مشورہ بھی کرتے ہیں اس کی شرعی حد اگر معلوم ہو جائے تو اس کی رعایت کرتے ہوئے مشورہ دیں گے۔

سوال[۱۴۱۱]: ۱......بعض فارغ مولوی موجودہ صورتِ تبلیغ میں شریک ہونے کو فرض کہتے ہیں، اس کی کوئی فقہی اصل تحریر فرمائیں۔

۲...... مدرسہ اور خانقاہ سے موجودہ صورتِ تبلیغ افضل ومندوب ہے یانہیں؟ ان کا کہنا درست ہے یانہیں؟

۳......اہل علم حضرات کا تبلیغی کام میں لگنا زیادہ بہتر ہے یا تعلیم میں؟ دینی رجحانات پامال ہو چکے ہیں، مدارس جو چل رہے تھے وہ ٹوٹ رہے ہیں، خانقاہیں ویران ہورہی ہیں، دینی رجحانات اگر عام ہو جاویں تو سب زندہ ہو جائیں گے، اس اعتبار سے وقتی طور پر اہلِ علم حضرات کا تبلیغ میں لگ کر دینی رجحانات پیدا کر کے ہزارہا مدارس وخانقاہوں کو آباد کردینا زیادہ بہتر ہے یا تعلیم میں لگنا؟ المستفتی محمد انصار۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عقائدِ حقہ، اخلاقِ فاضلہ، اعمالِ صالحہ کی تحصیل فرض ہے(۱) اور حسب حیثیت اس کی تبلیغ واشاعت بھی لازم ہے(۲) مگر تحصیل وتبلیغ کی کوئی معین ومشخص صورت علی الاطلاق لازم نہیں کہ سب کو اس کا مکلّف قرار دیا جائے۔ مدارس، خانقاہوں، انجمنوں، کتابوں، رسالوں، اخباروں، مواعظ، مذاکرے، تقاریر، مجالس تعلیمات، توجہات اور اس کے علاوہ بھی جو جو صورتیں مفید ومعین ہوں اور ان کو اختیار کیا جاسکتا ہے، جب تک ان میں کوئی قبح ومفسدہ نہ ہو، مختلف استعداد رکھنے والوں کے لئے کوئی خاص صورت اَسہل واَنفع ہو اس کا انکار بھی مکابرہ ہے، اور اس خاص صورت کو ہر شخص کے لئے لازم قرار دینا بھی تضییق وتحجیر ہے۔

اگر کسی فرد یا جماعت کیلئے اسبابِ خاصہ کی بناء پر دیگر طرق مسدود ومتعذر رہوں اور کوئی ایک طریقہ ہی متعین ہو تو ظاہر ہے کہ اس صورت کو لازم کہا جائے گا اور تخییر میں تحجیر ہوگی مثلاً: کفارۂ یمین میں اشیائے ثلاثہ: "تحریر رقبه، إطعام عشرة مساكين، أو كسوتهم" میں تخییر ہے، لیکن اگر کسی پر ان میں سے دو کا راستہ مسدود ہو تو ایک کی تعین خود بخود لازم ہو جائے گی۔ اور جیسے اضحیہ میں اشیائے ثلاثہ: شاۃ، بقر، ابل میں تخییر ہے مگر دو کے مفقود ہونے سے ایک کی تعین لازم ہوگی، "التقرير والتخيير" میں اس کی تفصیل مذکور ہے(۳)۔

تبلیغی جماعت کا اصل مقصد دین کی طلب کا عام کرنا ہے، جس سے مدارس کو طلباء بھی کثرت سے ملیں اور خانقاہوں کو ذاکر بھی کثرت سے ملیں، اور ہر مسلمان کے دل میں دین کی اہمیت پیدا ہو، اہل علم، اہل مدارس حضرات کو حسبِ موقع تعاون فرمائیں۔ اگر اس میں کوتاہی اور خلافِ اصول چیزیں دیکھیں تو خیر خواہی اور ہمدردی سے ان کی تصحیح کریں، اصلاح فرمائیں اور جماعتوں کے ذمہ ضروری ہے کہ خانقاہ اور مدارس کا پورا احترام

---

(۱) "واعلم أن تعلم العلم يكون فرض عين، وهو بقدر مايحتاج لدينه". (الدر المختار) وفي رد المحتار: "قال العلامي في فصوله: من فرائض الإسلام تعلم مايحتاج إليه العبد، في إقامة دينه وإخلاص عمله لله تعالى ومعاشرة عباده". (المقدمه: ۱/۴۲، سعيد)

(۲) "عن عبدالله بن عمر وأن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "بلّغوا عني ولو آيةً". الحديث. (صحيح البخاري، كتاب الأنبياء، باب ماذكر عن بني اسرائيل: ۱/۴۹۱، قديمي)

(۳) (التقرير والتحبير لم أظفر عليه)

کریں اور اپنی اصلاح کیلئے ان حضرات سے مشورہ لیں اور ان کی ہدایات کو دل وجان سے قبول کریں، ان کو ہرگز ہرگز یہ دعوت نہ دیں کہ یہ حضرات اپنے دینی مشغلہ کو ترک کردیں، اور مدارس وخانقاہ ہوں کو بند کرکے تبلیغ کرنے کیلئے اٹھ کھڑے ہوں۔

دینی مدارس کا قیام از حد ضروری ہے، اس لئے کہ محض کتابیں پڑھنے سے تزکیۂ باطن نہیں ہوتا، اور بغیر اخلاقِ رذیلہ کی اصلاح کے اخلاص پیدا نہیں ہوتا جو کہ روح ہے جمیع اعمال صالحہ کی، تمام اعمال بغیر اخلاص کے ایسے ہیں جیسے بے جان ڈھانچہ، اخلاص اکابرِ اہل اللہ کی صحبت اور ہدایات پر عمل کرنے کی برکت سے حاصل ہوتا ہے، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت مرفوع ہے: "لكل شئى معدن ومعدن التقوى قلوب العارفين" جمع الفوائد "(۱) امید ہے کہ اس تحریر سے ہر سہ سوالات کے جوابات نکل آئیں گے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۳/۸۸ھ۔

تبلیغی جماعت کا تعلق اساتذہ دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سے

سوال[۱۴۱۲]: ۱..... تبلیغی جماعت جس کا مرکز بستی نظام الدین دہلی ہے، از روئے شرع شریف کیسی ہے؟

۲..... دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا علمائے دیوبند بھی اس کے خلاف ہیں؟

۳..... کیا متذکرہ بالا تبلیغی جماعت اصولِ اسلام اور قوانینِ تبلیغ کے خلاف کام کر رہی ہے؟

۴..... کیا مندرجہ بالا تبلیغی جماعت دیوبندی مسلک اور حضرت مجددِ الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور علمائے حق کے مسلک کے خلاف ہے؟

۵..... یہاں پر عوام الناس میں مشہور ہو رہا ہے کہ ذیل کے علماء دیوبند۔ ۱- مولانا فخر الحسن صاحب، صدر مدرس دارالعلوم دیوبند۔ ۲- مولانا عبدالاحد صاحب محدث دارالعلوم دیوبند۔ ۳- حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب مبلغ دارالعلوم دیوبند۔ ۴- حضرت مولانا انظر شاہ صاحب کشمیری استاذ دارالعلوم دیوبند۔ ۵- حضرت مولانا ابوالکلام مبلغ دارالعلوم دیوبند۔ ۶- حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب مظاہر العلوم سہارن پور۔

---

(۱) (جمع الفوائد، كتاب الزهد والفقر والأمل والرجاء والحرص: ۴/۴۰۷، إدارة القرآن كراچی)

۷-مولانا عبد الرحیم ۔ ۸- حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند نے بھی اور دیگر علمائے دیوبند نے اس تبلیغی جماعت کے خلاف اپنی اپنی رائے دی ہیں ۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......اس جماعت کے اصول شریعت کے مطابق اور بہت اہم ہیں، ''چھ باتیں'' (۱) کے نام سے چھپے ہوئے ہیں، ان پر عمل کرنے سے اعتقادی، اخلاقی، عملی اصلاح ہوتی ہے۔

۲......اس جماعت کے پہلے بزرگ اور بانی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تھے جو کہ دیوبند کے پڑھے ہوئے اور حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ کے بہت قابل اعتماد شاگرد تھے، دار العلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے ممبر بھی رہے ہیں، دار العلوم دیوبند کے صدر مہتمم حضرت قاری محمد طیب صاحب مدظلہ اہتمام سے تبلیغی اجتماعات میں شریک ہوتے ہیں، سہارنپور کے اجتماع میں ان ''چھ نمبروں'' پر ہی تقریر فرمائی اور ہر نمبر کو قرآن کریم اور حدیث شریف سے ثابت کر کے فرمایا کہ اس دور میں یہ طریقہ نہایت جامع ہے، ہمہ گیر ہے، انتہائی مفید ہے، متعدد تقریریں ان کی طبع بھی ہو چکی ہیں۔

دہلی نظام الدین خط لکھ کر خود بھی اجتماعات میں شرکت کی خواہش کی اور دار العلوم میں جماعتیں بھیجنے کی فرمائش کی، اب بھی جماعتیں آتی ہیں، اور آج بھی ایک جماعت آئی اور اس نے ایک مسجد میں قیام کیا، خبر ملنے پر اس جماعت کو دار العلوم کے مہمان خانہ میں بلا کر قیام کرایا اور تمام طلبہ میں اس جماعت نے کام کیا، بقرعید کی تعطیل میں یہاں سے طلبہ کی جماعت کے نکلنے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔

حضرت مولانا فخر الحسن صاحب صدر مدرس دار العلوم دیوبند بھی شرکت فرما رہے ہیں، مستقل سفر کر کے مدراس کے اجتماع میں بھی تشریف لے گئے تھے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ بارہا میوات وغیرہ کے علاقہ میں تشریف لے گئے۔

حضرت مولانا عبد الاحد صاحب مدظلہ اس جماعت سے محبت کرتے ہیں اور جماعت کو اپنے مکان پر لے جا کر دعوت کا اہتمام فرماتے ہیں، حضرت مولانا ارشاد صاحب نے مستقل جماعت کی مدافعت کیلئے مناظرے کئے اور بارہا اس مقصد کیلئے طویل طویل سفر کیا۔ سہ ماہی، ششماہی، سالانہ امتحان کے موقع پر یہاں

---

(۱) (''چھ باتیں'' للشیخ مولانا عاشق إلهی بلند شهری صاحب رحمة الله، مطبوعة قدیمی)

طلبہ کو جمع کر کے باہر نکلنے پر آمادہ کیا جاتا ہے اور اجتماع کے موقع پر عامۃً حضرت مولانا انظر شاہ صاحب تقریر فرماتے ہیں اور ترغیب دیتے ہیں۔

مدرسہ مظاہر العلوم تو پورے طور پر ہمیشہ ہی اس جماعت کی نصرت کیلئے اپنے آدمی بھیجتا اور سعی کرتا رہتا ہے، مولانا محمد یعقوب صاحب مدرس مظاہر العلوم بھی اجتماعات میں شرکت کرتے ہیں۔ مولانا عبدالرحیم صاحب نہ دارالعلوم کے مدرس ہیں نہ مظاہر العلوم کے، ممکن ہے کہ اس نام کے کوئی اور صاحب مخالف جماعت ہوں، مگر ان کی مخالفت کی وجہ سے نہ یہ کہنا صحیح ہے کہ علمائے دارالعلوم دیوبند اس جماعت کے مخالف ہیں، نہ یہ کہنا صحیح ہے کہ علمائے مظاہر علوم سہارنپور اس کے مخالف ہیں، بلکہ یہ کہا جائیگا کہ مولانا صاحب موصوف خود ہی علماء دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم کی رائے سے اختلاف یا مخالفت رکھتے ہیں، یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے کچھ تنبیہ کی ہو جس سے ان کو مخالف تصور کیا گیا ہے۔

۳......اس کا جواب نمبر:۱، اور:۲، سے واضح ہے۔

۴:......جو کام قرآن وحدیث کے موافق ہو، ان حضرات کے مسلک کے خلاف کیسے ہوسکتا ہے، کیونکہ یہ اکابر قرآن وحدیث سے جداگانہ کوئی مسلک نہیں رکھتے تھے بلکہ اعلیٰ درجہ کے متبع تھے (۱)۔

---

(۱) موجودہ تبلیغ نصوصِ قرآن کریم اور نصوصِ احادیث مبارکہ سے ثابت ہونے کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زندگی میں نظائر کثیرہ کا حامل بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر، وأولئك هم المفلحون﴾. (آل عمران: ۱۰۴)

"عن حذيفه رضی الله تعالى عنه أن النبی صلی الله عليه وسلم قال: "والذی نفسی بيده! لتأمرن بالمعروف ولتنهون عن المنكر، أوليوشكن الله أن يبعث عليكم عذاباً من عنده، ثم لتدعنه ولا يستجاب لكم". رواه الترمذی". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الثانی، ص: ۴۳۶، قديمی)

اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو مختلف مواقع پر مختلف قوموں کے پاس تعلیم کی غرض سے بھیجا ہے، كما فی قصة القراء السبعين من الصحابة، ذكرها الإمام البخاری رحمه الله تعالىٰ من حديث أنس رضی الله عنه فی المغازی، باب غزوة الرجيع ورعل وذكوان: ۵۸۶/۲ قديمی) ...... =

۵......اس کا جواب اوپر آ گیا، مزید تفصیل مطلوب ہوتو حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کی تقریر مطبوعہ ''کیا تبلیغی کام ضروری ہے''، اور ''تبلیغی جماعت پر اعتراضات اور ان کے جوابات'' مطالعہ فرمائیں۔کوئی ایک فرد یا چند افراد کوئی غلطی اور کوتاہی کریں اور اس پر اہل علم حضرات تنبیہ فرمائیں تو یہ اصلاح کیلئے ہے اور اس کی ہمیشہ ہر جگہ ضرورت رہتی ہے، کیونکہ کوتاہی سے کوئی خالی نہیں، ہر جماعت اور ہر ادارہ میں ہوتی ہے اور اکابر اصلاح وتنبیہ فرماتے رہتے ہیں، اس کو مخالفت سمجھنا اور کہنا قصور فہم ہے یا عناد ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۱/۲۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۹۲/۱۱/۲۹ھ۔

امام کے علاوہ کسی دوسرے شخص کا تبلیغ کرنا

سوال[۱۴۱۳]: یہاں کی جامع مسجد کا امام نیم ملا ہے، اگر کوئی شخص اس کے بغیر تبلیغ کرے گا تو امام صاحب کو ناگوار گذرتا ہے، حالانکہ خود تبلیغ کرنے کا طریقہ نہیں رکھتا ہے، کیا یہ طریقہ جو امام صاحب نے اختیار کر رکھا ہے قرآن پاک وحدیث کی رو سے جائز ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

جس میں تبلیغ کی اہلیت ہو امام صاحب کو چاہئے کہ خود ہی اس کو تبلیغ کے لئے فرمادیں وقت ضرورت ہرگز اس کو منع نہ کریں، ان کا منع کرنا غلط ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

= قال ابن حجر رحمه الله تعالىٰ:" ويحتمل أنه لم يكن استمدادهم لهم لقتال عدو، وإنماهو للدعاء لى الإسلام، وقد أوضح ذلك ابن اسحاق قال: حدثني أبي قال: قدم أبوبراء عامر بن مالك (وساق حديث، وقال فيه) قال: يامحمد! لوبعثت رجالاً من أصحابك إلى أهل نجد، رجوت أن يستجيبوا لك، أناجارٌلهم، فبعث المنذر بن عمرو في أربعين رجلاً، منهم: الحارث بن الصمّة وحرام بن ملحان". (فتح لباری، كتاب المغازي، باب غزوة الرجيع: ۷/۱ ۴۹،تحت حديث رقم: ۴۰۸۸، قديمي)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿ ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر﴾. (سوره ال عمران: ۱۰۴) ....=

تبلیغی جماعت کے نقائص

سوال[۱۴۱۴]: ۱...... موجودہ فسادِ دین کے زمانہ میں عمومی تبلیغ کا صحیح طریقہ کیا ہونا چاہیے؟ آج کل جو تبلیغی نہج پر کام ہو رہا ہے، وہ بظاہر بہت نافع نظر آتا ہے، لیکن اکثر وبیشتر جگہ یہ دیکھا گیا کہ جو تبلیغی کارکن ہیں اسی نہج پر کام کرتے ہوئے جن کو عرصہ گذر رہا ہے اور اس کام میں جوڑنے کی برکت سے بہت سے فرائض سے آشنا ہوئے اور عملی حیثیت سے حج وزکوۃ وغیرہ جیسے فرائض کو انجام دے چکے ہیں۔ آج برسوں کے بعد ان کو دیکھا جا رہا ہے کہ وہ علانیہ جن شادیوں میں منکرات ہیں شرکت کرتے ہیں، مسجد میں نمازِ جنازہ ادا کرتے ہیں، چھوٹے چھوٹے قریوں میں جہاں شرائطِ جمعہ نہیں پائے جاتے جمعہ ادا کرتے ہیں، اور بوقتِ عیدین بعد نماز مصافحہ ومعانقہ کرتے ہیں۔

اور جن تبلیغی کارکن حضرات کو دینی مدارس میں چندہ دینے کا شرف بھی حاصل ہے وہاں باوجود بتلانے کے پردہ سے طالبات کی تعلیم کا نظم نہیں کرتے ہیں اور یومیہ مروجہ فاتحہ وغیرہ جیسی رسومات میں شریک ہوتے ہیں، بعض کارکن حضرات کی خدمت میں یہ بھی گذارش کی جاتی ہے، کہ بھائی! دیکھو فلاں محقق بزرگ خلیفۂ تھانوی وغیرہ ہمارے مقام پر ہماری طلب پر آنے کا ارادہ رکھتے ہیں اس سلسلہ میں کوشش کریں گے، مگر باوجود اطلاع ہونے کے شریک نہیں ہوتے۔

برخلاف اس کے اگر کوئی بزرگ یا عالم ان کی موجودہ جماعت کا حامی ساعی وداعی آنا چاہے وہ ان بزرگ سے مرتبہ میں اور علم میں کتنا ہی گھٹیا کیوں نہ ہو، مگر اس کیلئے اہتمام سے اسٹیشن میں آدمی بھیجے جائیں گے اور ان کا ادب واحترام کرکے ان کے آدمی کو اطلاع بھی کی جاوے گی اور جگہ جگہ بیانات بھی ہونگے، مگر اس کے برخلاف ایک محقق عالم اور مصلحِ زمانہ کی آمد کی اطلاع دی جاتی ہے اس وقت منہ غم سے سکڑ جاتا ہے اور اس سلسلہ میں کوئی اہتمام نہیں ہوتا۔

= وقال الله تعالى: ﴿كنتم خير أمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر﴾. (سورة ال عمران: ۱۱۰)

وقال الله تعالىٰ: ﴿لعن الذين كفروا من بني إسرائيل على لسان داود وعيسى ابن مريم. ذلك بما عصوا وكانوا يعتدون، كانوا لا يتناهون عن منكر فعلوه، لبئس ما كانوا يفعلون﴾. (سورة المائدة: ۷۸، ۷۹)

اور بعضوں کی یہ حالت ہے کہ روز مرہ کی تعلیم کے سلسلہ میں جو کوئی تبلیغی لگاؤ کا آدمی ہو وہ کتاب سناتا ہے اور وہ نہ ہو تو ان میں ایک آدمی جو لگاؤ رکھتا ہے، مگر کتاب وغیرہ پڑھنے سے معذور ہو تو وہ کسی ایسے شخص کو کتاب پڑھنے کیلئے دیگا جس کو دیکھ کر اردو صحیح نہیں پڑھنا آتا مگر ایسا شخص یا بعض اوقات علماء حضرات بھی موجود ہوتے ہیں جو زیادہ اچھے طریقہ سے انشاء اللہ کتاب پڑھ سکتے ہیں، مگر بدقسمتی سے ان کا حال یہاں یہ ہے کہ وہ اس کام سے والہانہ لگاؤ نہیں رکھتے، ان کا طریقہ ایسا ہے کہ وہ بوقت ضرورت مسائل کے خلاف ہونے پر بعض وقت ان لوگوں کو مسئلہ بتلانے پر نہیں مانتے، بلکہ خود عملی علیحدگی اختیار کرتے ہیں ایسے عالم کو بھی کتاب نہیں دیتے ہیں، اس کو چھوڑ کر دوسرے اناڑی کو کتاب سنانے کیلئے دیتے ہیں جس کی بنیاد اردو کے جملہ غلط ہونے کی بناء پر جہلاء میں ہنسی مذاق کا ذریعہ بن رہا ہے اور بعض اہل علم نے بھی اس کمی کو دیکھ کر ٹوکا، مگر پھر بھی اس کے باوجود جاہلوں کو کتاب سنانے کا موقع دیتے ہیں۔

غرض مندرجہ بالا منکرات کا جو درجہ ہے اس کو بتلا کر منکرات سے اجتناب کرنے کی گذارش عمومی اور خصوصی طور سے کی جاتی ہے تو کہتے ہیں ایسا کرنا مصلحت کے خلاف ہے، اس لئے کہ آج وہ زمانہ کہاں رہا کہ لوگوں سے ہم چھوٹی چھوٹی منکرات کی خاطر علیحدگی اور ناراضگی کا اظہار کرسکیں، اس لئے کہ لوگ آج فرائض سے بھی ناآشنا ہیں، ایمان ان کا بہت کمزور ہوگیا ہے، کیا ان حضرات کا ایسا کہنا بجا اور درست ہے، کیا اس زمانہ کے فساد کی خاطر عوام وخواص کے اتحاد واجتماعی کام کی انجام دہی کی خاطر مکروہ تحریمی اور بعض بدعات والے اعمال کو اختیار کرلیا جائے اور ان کی ہاں میں ہاں ملا کر ان کی دل شکنی نہ ہو؟ اور وہ کہیں اتنے سخت احکامات دیکھیں تو بھاگ نہ جائیں اس لئے ہم سابق اور پرانے کارکن حضرات کو ان کی اصلاح کی خاطر خصوصاً غیر عالم یا عالم تھوڑی دیر کیلئے ان کی تالیف قلوب کی خاطر منکرات میں مبتلا ہوجانا درست ہے؟ اس سے کہیں ایسا تو نہیں ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی خاطر جو منکر کو دل سے برا سمجھ کر کیا ہے تو وہ عندالشرع معصیت کے عذاب وپرسش سے بری ہوتا ہے یا کیا حکم ہے؟

۲...... آج کل کے تبلیغی کارکن حضرات میں بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ آج عمومی لوگوں میں دین کی احیاء کا صرف یہی ایک واحد ذریعہ ہے اور یہ کام منہاجِ نبوت ہے، اس کے سواء دوسرے طریقہ تبلیغ کو جس میں مشائخ حضرات وغیرہ لگے ہوئے ہیں کم نافع بلکہ بے سود کے درجہ میں سمجھتے ہیں۔ یہ خیالات واقوال ان حضرات کے

کہاں تک صحیح ہیں؟

۳...... جب کوئی شخص ہر منکرات سے بچنے کی سعی کرتا ہے اور ہمارے امی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی کار منصبی عمومی تبلیغ ہے، سمجھ کر ان جماعتوں کے ساتھ باوجود معصیت نکل جائے تو کیا عمومی اور جماعتی مصلحت کی خاطر دل سے برا سمجھتے ہوئے جماعت کا ساتھ دے یا اس وقت بھی ادباً عرض کر کے معصیت سے اجتناب کیا جائے، جب ان میں رہ کر ایسا کرتے ہیں تو کہتے ہیں بہت متشدد ہے اور اس کی وجہ سے جماعتی کام متاثر ہوتا ہے، تو اب ایسا خیال ہے تو پھر ایسے شخص کو صرف مقامی اجتماعات اور گشت کی حد تک ساتھ دے کر پھر خاموش رہنا یا بالکل شرکت ہی کرنا چاہیے یا کیا کرے؟ رہبری چاہتا ہوں جملہ مقاصد کیلئے چاہتا ہوں فقط۔

العارض احقر عبدالحمید عفی عنہ۔ مدرس مدرسہ باب العلوم منڈی بازار، ایم، پی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

۱...... جو چیزیں شرعی منکرات ہیں ان کو منکر سمجھنا اور حسب حیثیت ان پر نکیر کرنا ضروری ہے، ان میں شرکت جائز نہیں، اگر تبلیغی کارکن منکرات میں شرکت کرتے ہیں تو وہ غلطی کرتے ہیں، ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ منکر پر نکیر سے پہلے ذہن کو کچھ ہموار کیا جائے تا کہ وہ نکیر کو قبول کرلے اور اس سے باز آجائے، نیز ذہن کو ہموار کئے بغیر نکیر بے تاثیر ہوتی ہے۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ ان کا ایمان بہت ضعیف ہے، علم بھی ان کو حاصل نہیں، ان کے لئے پہلے ایمان کی چیزوں کا پیش کرنا ضروری ہے ان پر نکیر منکرات متعلقہ اعمال کا وقت دیر میں آتا ہے۔ حضرت اقدس تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے خلفاء کے اقوال واحوال سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

کسی محقق عالم مصلح کی تشریف آوری پر منہ چڑھانا اور ان سے استفادہ نہ کرنا بڑی محرومی ہے، تبلیغی جماعت کو اس کی ہدایت نہیں بلکہ ان کو تاکید کی جاتی ہے کہ جس بستی میں جانا ہو وہاں کے اہل علم کی خدمت میں ضرور حاضر ہوں اور ان سے دعاء کی درخواست کرو، خواہ تبلیغی کام سے ان کو والہانہ تعلق ہو یا نہ ہو۔ بعض اہل علم اور تعلیم یافتہ حضرات کے متعلق اس کا بھی تجربہ ہوا کہ اعزاز کی خاطر ان سے تقریر یا کتاب سنانے کی درخواست کی گئی تو انہوں نے پھر تبلیغ اور تبلیغی جماعت کو اصلاح کے نام پر بہت کچھ نازیبا الفاظ فرمائے، یا موضوع سے ہٹ کر مروجہ پیشہ ور واعظوں کی طرح قصے اور چٹکلے سنا کر سامعین کا وقت ضائع کیا، مگر سب ایسے نہیں، جن کے متعلق اطمینان ہو یہ کام سے والہانہ تعلق نہ رکھنے کے باوجود کام اور جماعت کے متعلق مفید باتیں بتائیں گے ان سے

استفادہ کرنا چاہئے، لیکن مقدر سے یہ چیزیں مرض کے درجہ تک پہونچ گئی ہے، دیگر جماعتیں اور ادارے بھی اس مرض سے خالی نہیں۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعض مجازین کے مریدوں کو بھی دیکھا ہے کہ وہ اپنے پیر کے علاوہ دوسرے مجاز سے نہ عقیدت رکھتے ہیں، نہ استفادہ کرتے ہیں، نہ کشادہ روئی سے ملاقات کرتے ہیں، کہیں موقعہ ہوتا ہے تو کترا جاتے ہیں، بعض مرتبہ زبانی یا تحریری الفاظ بھی ناشائستہ کہتے ہیں اور لکھ دیتے ہیں، مگر یہ خود ان کی غلطی ہے، یہ نہیں کہا جائے گا کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم ہے یا ان کے خلفاء کی تعلیم ہے- استغفر اللہ-۔

۲...... خانقاہوں اور مدارس کا کام بہت اہم ہے، اس کو بے سود کہنا گمراہی ہے، اتنا ضرور ہے کہ مدارس وخانقاہوں میں وہ آتے ہیں جن کے دل میں طلب ہو، جن کے دل میں طلب نہیں وہ نہیں آتے اور اکثریت ایسے ہی لوگوں کی ہے۔

تبلیغی جماعت بے طلب لوگوں کے پاس جاتی ہے، جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بے طلب لوگوں کے پاس تشریف لے گئے، اس اعتبار سے تبلیغی جماعت کا کام زیادہ پھیلا ہوا ہے اور اس کا نفع بھی ظاہر ہے، لیکن یہ تقابل کا طریقہ ہرگز اختیار نہ کیا جائے، اس میں فتنہ ہے، اپنی اپنی جگہ پر سب حضرات کا کام بہت اہم اور ضروری ہے، کسی سے استغناء نہیں، ہر ایک کو دوسرے کے کام کو قدر کی نگاہ سے دیکھنا چاہیئے، تخریبی تنقید سے بچنا چاہئے ورنہ اس تخریبی تنقید کا عمومی دروازہ کھل گیا تو بس تنقید، تحمیق، تجہیل، تفسیق، تضلیل کا بازار گرم ہوکر تکفیر تک نہ پہونچ جائے، کوتاہیوں سے کون خالی ہے۔

۳...... منکر ومعصیت میں شرکت نہ کرے (۱) اگر جماعت میں نکلے اور وہاں شرکتِ معصیت پر مجبور کیا جائے تو ان سے کہہ دے کہ میں معذور ہوں، اس پر وہ مجبور کریں تو ان سے رخصت ہوکر چلا آئے، آئندہ اگر وہ جانے کیلئے کہیں تو شرط کرلے کہ میں معصیت میں شریک نہ ہوں گا، یہ شرط منظور ہو تو میں چلتا ہوں ورنہ

---

(۱) "وعن أبي قلابة: لاتجالسوا أهل الأهواء، ولاتجادلوهم، فإني لاآمن أن يغمسوكم في ضلالتهم، ويلبسوا عليكم ماكنتم تعرفون، قال أيوب: كان- والله- من الفقهاء ذوي الألباب. وعن عمر بن عبد العزيز رحمه الله، كان يكتب في كتبه: إني أحذركم مامالت إليه الأهواء، والزيغ البعيدة". (الاعتصام للشاطبي رحمه الله تعالیٰ، باب ذم البدع الخ، فصل: الوجه الثالث من النقل، ص: ٦٧، دار المعرفة بيروت)

مجھے معاف کیا جائے، ہر جماعت میں تو شاید یہ بات نہ ہو کہ معصیت میں ضرور شرکت کرتی ہو، ایسی جماعت کے ساتھ چلا جایا کرے جس میں معصیت میں شرکت نہ ہوتی ہو، ورنہ مقامی گشت واجتماع پر کفایت کرلیا کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۶/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

تبلیغی جماعت کی کوتاہی اوراس کا علاج

سوال [۱۴۱۵]: تبلیغی جماعت کے امیر نیز شرکت کرنیوالے افراد اپنی چندروزہ کلمہ ونماز کی تحریکی گشت پر اتنا نازاں ہیں کہ علمائے حقہ کی قدر تو درکنار بلکہ ان کی توہین وتذلیل کرتے ہیں اور سر بازار عوام میں کہتے ہیں، یہ لوگ مدارس سے تنخواہ لیتے ہیں، نذرانے وصول کرتے ہیں، لیکن عوام کو صحیح معنی میں دین سکھانا تو درکنار کلمہ ونماز کی تحریک میں بھی شامل نہیں ہوتے۔ علماء کی مجبوریوں سے آپ اچھی طرح واقف ہونگے، علماء کثیر تعداد میں مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیتے ہیں اور مساجد کی امامت کی ذمہ داری بھی ان کا خاص مشغلہ ہے۔ مدارس اور مساجد تعلیم وتبلیغ کے اہم مراکز ہیں جنہیں چندروزہ نمازی دین کی کوئی خدمت ہی تصور نہیں کرتے، علماء پر آوازیں کستے ہیں۔

تبلیغی جماعت کے امراء دینی تعلیم سے ناواقف اکثر وبیشتر قرآن کو بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے، بلکہ جہلاء کی تعداد زیادہ رہتی ہے، انہیں میں سے کسی معمولی اردو خواں کو امیر بنادیا جاتا ہے وہ عوام کے سامنے نیابتِ رسول کے فرائض قال اللہ قال رسول کے ذریعہ دودو گھنٹے تین تین گھنٹے جھوم جھوم کر تقریریں کرتے رہتے ہیں لیکن کوئی خوف نہیں ہوتا، اللہ پر افتراء ہوگا، یا رسول پر۔ مسائل تو قیاسی بھی ہیں، اجماعی بھی، لیکن عوام کو دین کی طرف مائل کرنے کیلئے ''اللہ فرماتے ہیں، رسول فرماتے ہیں'' کو نہیں چھوڑ سکتے حالانکہ تجربہ سے ثابت ہے کہ مدارس کے طلبہ کی جب انجمنیں ہوتی ہیں اور ہمارے علماء کی جماعت ان کی نگرانی کرتی ہے، تو مبتدی اور متوسط تو درکنار، دورہ حدیث کے طلبہ بھی ایک آدھ گھنٹہ صحیح نہیں بول پاتے۔

مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اکابرین پر ایسا ناروا حملہ محض مخالفت کیوجہ سے نہیں کرتے ہیں ورنہ عام طور پر علماء کی حجامت بنائی جارہی ہے، ہندوستان کے کونے کونے سے آپ حضرات کے کان تک یہ صدائیں پہونچی

ہونگی۔ ایک میری بات ہوتو ضرور شکایت ہے، لیکن جب اس کا ہیضہ ہی شروع ہو جائے تو ٹیکہ لگانا اور انجکشن دلانا لازمی ہے، لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ علماء کی تذلیل وتوہین وطعن وتشنیع شرعاً جائز ہے، جب کہ وہ اپنے فرائض کوانجام دینے کیوجہ سے ان کی جماعت میں شریک ہونے سے مجبور ہیں؟ اور ہمارے اکابرین میں سے کون کون حضرات کتنے دنوں کا چلہ کر چکے ہیں؟ اس سے بھی باخبر کیا جائے تا کہ تبلیغی جماعت کو عبرت ہو، اور آوازیں کسنا برا بھلا کہنا چھوڑ دیں، ورنہ آپ حضرات تک بھی یہ وبا پہونچ سکتی ہے۔ فقط۔

السائل: مولانا رستم علی قاسمی، صدر المدرسین مدرسہ رشیدیہ محلّہ اشرف جک، موضع ضلع دربھنگہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کلمہ، نماز وغیرہ کو اللہ تعالی پاک کی نعمتِ عظیمہ تصور کرتے ہوئے شکرِ حق ادا کرنا تو واجب ہے کہ اس سے مزید توفیق ہوگی: ﴿لئن شکر تم لأزیدنّکم﴾ .الآیة ،(۱) لیکن اس پر ناز کر کے دوسروں کو حقیر وذلیل سمجھنا سخت معصیت ہے کہ یہ تکبر ہے، جس کی سزا جہنم ہے (۲) اللہ پاک حفاظت فرمائے۔ اس تبلیغی کام کے نمبروں میں ایک اہم نمبر "اکرام مسلم" کا بھی ہے، مذکورہ روش اس نمبر کے بھی خلاف ہے، اس غلط طریقہ کو تبلیغی کام کی طرف منسوب کرنا اصل کام کو بدنام کرنا ہے، ان کی پوری نگرانی کی ضرورت ہے، کام چونکہ زیادہ پھیل چکا ہے اس لئے ہر جماعت کو عالم اس میں میسر بھی نہیں آسکتا، جو واقعی علمائے حق ہیں وہ جن مشاغل کو اختیار کئے ہوئے ہیں (تدریس، تذکیر، تصنیف وغیرہ) ان کے اوقات میں اتنی گنجائش نہیں کہ جماعتوں کے ساتھ جائیں اور ہر جماعت کی امارت کے فرائض انجام دیں۔

اور جو علماء نام کے علماء ہیں کہ محض فارغ ہو گئے، نہ ان کو صحیح تذکیر ووعظ کا سلیقہ ہے، نہ تصنیف وتالیف کی صلاحیت رکھتے ہیں، نہ تدریس کے اہل ہیں، ان سے توقع ہی کیا کی جاسکتی ہے کہ وہ اصلاح کریں گے کتابوں کی عبارتیں بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے، آیات وروایات ومسائل کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ اس مجبوری کیوجہ سے جماعت ہی میں سے کسی کو امیر بنا دیا جاتا ہے، پھر جماعتوں کو مقید کیا جاتا ہے، کہ وہ چھ نمبروں سے زائد بات نہ کہیں، جو مستقل وعظ کی شکل میں ہو جائے، اگر کچھ کہنا ہے تو زبانی نہ کہے بلکہ کتاب کو سنا دیں تا کہ ان کی اپنے

(۱) (سورة ابراهيم: ۷)

(۲) قال الله تعالى: ﴿قيل ادخلوا أبواب جهنم خالدين فيها، فبس مثوى المتكبرين﴾. (الزمر: ۷۲)

4 ذمہ داری کچھ نہ رہے، پھر جو شخص اس میں زیادہ محنت کرتا ہے حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے اس کو ملتا بھی ہے، چنانچہ بعض ایسے آدمی بھی ہیں، جو جماعت میں کام کرنے اور اصول کی پابندی کی وجہ سے کئی کئی گھنٹے تقریر کرتے ہیں اور ان کی تقریر صحیح ہوتی ہے، مگر جماعتوں کے تناسب سے ایسے آدمی خال خال ہیں۔

جو لوگ آیات واحادیث بکثرت بیان کرتے ہیں اگر ان کا مقصود فقہی اجتہادی مسائل کا استخفاف ہے (معاذ اللہ) تو نہایت خطرناک پہلو ہے (۱) اس کا پوری طرح سدِ باب ضروری ہے، اگر ان کا مقصود یہ ہے کہ فقہی اجتہادی مسائل میں ائمہ علماء کا اختلاف بھی ہوتا ہے، مفتی بہ اور غیر مفتی بہ، راجح مرجوح اقوال بھی ہوتے ہیں اور صورتِ مسئلہ کچھ بدل جائے تو حکم بدل جاتا ہے، نیز مسائل میں قیود وشروط بھی ہوتے ہیں جو پورے طور پر مستحضر نہیں ہوتے اس لئے ایسے مسائل کا بیان فرمانا علمائے حق ہی کا منصب ہے اس لئے تبلیغی جماعت کے عام لوگ ان مسائل کو بیان نہیں کرتے ہیں تو یہ پہلو قابلِ قدر اور لائقِ تحسین ہے۔

تبلیغی جماعت کے اصول میں سے ہے کہ جو حضرات علماء ومشائخ دینی مشاغل ہی میں لگے ہوئے ہیں ان کو باہر نکلنے کی دعوت ہرگز نہ دیجائے، جیسا کہ ''چھ باتیں'' میں تصریح ہے (۲)، البتہ اس کام کو پسند کرنے والے اور بغیر چلہ ہی کے وقتاً فوقتاً اس میں شرکت کرنیوالے بہت علماء ہیں، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی سوانح حیات میں بہت تفصیل ملے گی۔

خود دارالعلوم دیوبند کے صدر مہتمم حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ نے میرے سامنے فرمایا کہ ''میں بھی چلہ میں جاتا ہوں مگر وقت میں گنجائش نہیں''۔

اور اپنے سامنے طلباء کے زمانہ تعطیل میں جانے کیلئے کوشش فرمائی اور چلہ کو بہت اہمیت دی، جہاں جہاں جماعت جائے وہاں کے علمائے کرام نگرانی فرما کر غلطیوں پر تنبیہ فرمائیں، انشاء اللہ تعالیٰ نفع ہوگا۔ فقط۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) قرآن کریم اور دیگر شعائر دینیہ معظمہ کا استخفاف فقہاء کرامؒ نے جملہ کفریات میں شمار کیا ہے: قال القاریؒ فی شرح الفقه الأكبر: "وفي تتمة الفتاوى: من استخف بالقرآن أو بالمسجد، أو بنحوه مما يعظم في الشرع كفر". (فصل في القراءة والصلوة، ص: ۱۶۷، قديمی)

(۲) (کتاب ''چھ باتیں''، تبلیغی کام کرنیوالے کو ہدایات، رقم: ۹)

والد کی مرضی کے بغیر جماعت میں جانا

سوال[۱۴۱۶]: زید نے تبلیغی جماعت میں جانے کیلئے چار ماہ لکھوار کھے ہیں، زید کے باپ نے معلوم ہونے پر زید کو جماعت میں جانے سے منع کیا کہ میرے اوپر خرچ کا بار پڑھے گا، اور زید کچھ رقم اپنے باپ کو ماہانہ دیتا ہے، جب وہ جماعت میں جائے گا تو وہ رقم باپ کو نہیں ملے گی۔ زید یہ کہتا ہے کہ میں نے وعدہ کرلیا ہے مجھے جھوٹا ہونا پڑے گا، دوسرے یہ بھی کہتا ہے کہ تبلیغی جماعت میں جانا چونکہ فرض عین ہے، لہذا باپ کی مرضی کے بغیر جماعت میں جاسکتے ہیں؟

ایضاً

سوال[۱۴۱۷]: ۲.....اگر باپ کے اوپر خرچ کا بار نہ پڑے، یعنی زید خرچہ دیدے اور باپ پھر بھی اجازت نہ دے تو کیا بلا اجازت جماعت میں جاسکتے ہیں؟

ایضاً

سوال[۱۴۱۸]: ۳..... کیا باپ کو ناراض کر کے جماعت میں جاسکتے ہیں اور قرض لے کر جماعت میں جاسکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱.....تبلیغی جماعت میں جانا تو فرض عین نہیں (۱)، البتہ دین سیکھنا فرض عین ہے (۲) خواہ مدرسہ میں داخل ہوکر یا خارج مدرسہ پڑھ کر ہو، خواہ اہل علم اور اہل دین کی خدمت میں جا کر ہو، خواہ تبلیغی جماعت کے ساتھ ہو۔ بلا وجہ قوی کے وعدہ خلافی کرنا گناہ ہے (۳)، جہاں تک ہوسکے وعدہ پورا کرنا چاہیئے، جس وعدہ کے

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان: ''کیا تبلیغی جماعت میں جانا فرض عین ہے'')

(۲) (تقدم تخریجه تحت عنوان: ''کیا تبلیغی جماعت میں جانا فرض عین ہے''؟)

(۳) "عن زید بن أرقم رضی الله تعالیٰ عنه، عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: "إذا وعد الرجل أخاه، ومن نیته أن یفی له، فلم یف ولم یجئ للمیعاد، فلا إثم علیه". رواه أبو داؤد والترمذی". (مشکوة المصابیح، کتاب الآداب. باب الوعد، الفصل الثانی، ص: ۴۱۶، قدیمی)

قال القاریؒ: "ومفهومه أن من وعد، ولیس من نیته أن یفی، فعلیه الإثم سواء وفیٰ به أو لم یف،=

لئے وقت مقرر نہیں کیا اس کے پورا کرنے میں کچھ تاخیر ہو جائے تو یہ وعدہ خلافی اور جھوٹ نہیں۔

۲......اگر باپ بلاوجہ تبلیغی جماعت میں جانے سے روکے تو اس کی اطاعت لازم نہیں، جیسے کہ علم دین حاصل کرنے سے روکنے میں اس کی اطاعت لازم نہیں (۱)۔ اگر قرض کے ادا کرنے کا بھی انتظام ہو جائے تو جس طرح دیگر ضروریات کے لئے قرض لینے کی اجازت ہے۔اسی طرح تبلیغ میں جانے کیلئے بھی قرض لینے کی اجازت ہے۔

۳......حقوقِ واجبہ کو تلف کر کے تبلیغ میں جانے کی اجازت نہیں، بیوی بچوں اور ماں باپ کا نفقہ بھی اگر اس کے ذمہ ہو تو اس کا انتظام کرنا واجب ہے، اس کو ترک کرے گا تو گنا گار ہوگا۔اسی طرح اگر ماں باپ ضعیف یا بیمار ہوں یا جسمانی خدمت کے محتاج ہوں تو ان کی جسمانی خدمت بھی لازم ہے، اس کو ترک کر کے بھی تبلیغی جماعت میں جانے کی اجازت نہیں، اگر حقوقِ واجبہ کا بھی انتظام ہو اور جسمانی خدمت کی بھی حاجت نہ ہو تو پھر ان کو خود ہی منع کرنے کا حق نہیں، منع کرنے پر بھی اگر چلہ میں چلا گیا تو گناہ گار نہیں ہوگا (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

تبلیغی گشت میں ناپاک اور مشتبہ کپڑے والوں کو نماز کیلئے کہنا

سوال[۱۴۱۹]: ہم لوگ نماز کی تبلیغ کرتے ہیں اور جن کو کلمہ یاد نہیں ان کو کلمہ یاد کراتے ہیں اور بعض اوقات ان کا مطلب بھی بتلاتے ہیں، اس پر چند امور معلوم کرنے ہیں، ہر نمبر کا جواب مختصر و عام فہم عنایت

= فإنه من أخلاق المنافقين، ولاتعرض فيه لمن وعد ونيته أن يفي ولم يف بغير عذر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، الفصل الثاني: ۸/۲۱۵، رشيديه)

(۱)"وله الخروج لطلب العلم الشرعي بلاإذن والديه لوملتحياً". (الدرالمختار)

وفي رد المحتار: "أي إن لم يخف على والديه الضيعة إن كانا مؤسّرين،ولم تكن نفقتهماعليه، وفي الخانيه:لوأرادالخروج إلى الحج، وكره ذلک قالوا: إن استغنى الأب عن خدمته فلابأس، وإلافلايسعه الخروج، وفي بعض الروايات: لايخرج إلى الجهاد إلاباذنهما، ولوأذن أحدهمافقط، لاينبغي له الخروج؛ لأن مراعاة حقهمافرض عين والجهاد فرض كفايه". (كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۰۸، سعيد)

(۲) (ردالمحتار، المصدر السابق)

ہو، اللہ تعالیٰ اجر عنایت فرمائے۔

۱......بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہم کو کپڑے پاک ہونے میں شبہ ہے یا کچھ معمولی ناپاک چھینٹ کپڑوں پر آگئیں ہیں تو ایسے آدمیوں سے ہم کہہ دیتے ہیں کہ اس وقت انہیں کپڑوں میں نماز پڑھو، آئندہ احتیاط کرو۔

۲......بعض آدمی کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے کپڑے بالکل ناپاک ہیں ان سے ہم یہ کہہ دیتے ہیں کہ اس وقت جماعت میں برابر ملکر کھڑے ہو جاؤ، آئندہ کپڑے پاک کرو اور نماز پڑھو۔

۳......جو نماز جماعت سے نہ پڑھے ان پر رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے کیا حکم فریا ہے؟

۴......کوئی کہہ دیتا ہے کہ میں ناپاک ہوں، اس کو ہم غسل کرا دیتے ہیں۔

۵......بے نمازیوں کی بعض اوقات ہم بہت خوشامد کرتے ہیں۔

۶......بعض آدمی کہہ دیتے ہیں کہ ہم تم کو کلمہ نہیں سناتے اس پر ہم کہتے ہیں کہ تم ہمارا سنو اور ہم تمہارا سنیں تا کہ ایمان تازہ ہو اور جو غلطی ہو، وہ نکل جائے۔

۷......اگر ہماری جماعت کا کوئی آدمی اتفاقیہ کسی بے نمازی پر کسی وقت سختی کرتا ہے اور زبان سے برا کہتا ہے تو ہم اس آدمی کو تنبیہ کرتے ہیں اور توبہ کراتے ہیں اور اگر وہ پھر بھی سختی کرتا ہے تو اس کو اپنی جماعت سے علیحدہ کر دیتے ہیں۔

۸......بعض لوگ ہماری اس تبلیغ کی مخالفت کرتے ہیں تو آیا اس میں ہمارا قصور ہے یا مخالفین کا قصور ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱،۲......محض شبہ سے کچھ نہیں ہوتا، البتہ اگر صحیح علم یا ظنِ غالب ہو تو پھر اس کی مقدار معلوم کی جائے، اگر نجاستِ غلیظہ ہے تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ ایک درہم سے کم معاف ہے، اس کا دھونا افضل ہے نہ دھونے سے بھی نماز صحیح ہو جاتی ہے، اور ایک درہم مقدار کا دھونا واجب ہے نہ دھونے سے نماز مکروہ تحریمی ہے اور ایک درہم سے زائد دھونا فرض ہے(۱)، بغیر دھوئے نماز صحیح نہیں ہوتی اور پیشاب وغیرہ کی بہت چھوٹی چھوٹی سوئی کے سرے

(۱)"وعفاالشارع عن قدر درهم، وإن كره تحريماً، فيجب غسله، ومادونه تنزيهاً، فيسن، وفوقه مبطل فيفرض". (الدر المختار) ......=

کے برابر چھینٹیں معاف ہیں، بغیر دھوئے نماز درست ہے(۱)۔

اور اگر نجاستِ خفیفہ ہو تو جب تک ایک چوتھائی کپڑے سے کم پر لگی ہو تو اس کا دھونا فرض نہیں، بغیر دھوئے ہوئے بھی نماز صحیح ہو جاتی ہے، تاہم دھونا بہتر ہے اور جب ایک چوتھائی پر یا اس زائد پر لگی ہو تو اس کا دھونا ضروری ہے(۲)۔ یہ تو نفسِ مسئلہ کا حکم ہے، لیکن آپ حضرات اگر لنگیوں کا انتظام کرلیں تو اچھا ہو، کیونکہ زیادہ تر لوگ پائجامہ کی ناپاکی کا عذر کیا کرتے ہیں۔

۳..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ترک جماعت منافق کی علامت تھی (۳)، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "میں نے ارادہ کیا تھا کہ ایسے لوگوں کے گھروں میں آگ لگا دوں" (۴)۔

فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر اہلِ شہر ترک جماعت کے عادی ہو جائیں اور باوجود کہنے سننے کے نہ مانیں

= وفی رد المحتار: "وفی النتف مانصّه: فالواجبة إذاكانت النجاسة أكثر من قدر الدرهم، والنافلة إذاكانت مقدار الدرهم ومادونه". (كتاب الطهارة، باب الأنجاس: ۱/۳۱۶،۳۱۷، سعيد)

(۱) "ولانزح فی بول فارة فی الأصح .... ولابتقاطر بول كرؤوس الإبروغبار نجس للعفوعنهما".

(الدرالمختار، كتاب الطهارة، فصل فی البئر: ۱/۲۲۰،سعيد)

وفی باب الأنجاس: "وعفی دم سمک، وبول انتضح كرؤوس إبر". (الدر المختار: ۱/۳۲۲)

(۲) "وعفی دون ربع جميع بدن وثوب ولوكبيراً...... من نجاسة مخففة كبول مأكول". (الدرالمختار، المصدر السابق: ۱/۳۲۱، ۳۲۲، سعيد)

(وكذافی البحرالرائق، كتاب الطهارة، باب الأنجاس: ۱/۳۹۶،۴۰۵،۴۰۸، رشيديه)

(۳) "عن أبی الأحوص قال :قال عبد الله: لقد رأيتناومايتخلف عن الصلوة إلامنافق قد علم نفاقه". الحديث. (الصحيح لمسلم، كتاب الصلوة، باب فضل صلوة الجماعة الخ: ۱/۲۳۲،قديمی)

(۴) "عن أبی هريرة رضی الله تعالىٰ عنه قال:قال النبی صلی الله عليه وسلم: "ليس صلوة أثقل على المنافقين من الفجر والعشاء، ولويعلمون مافيها، لأتوهماولوحبواً، لقد هممت أن آمر مؤذناً، فيقيم، ثم آمر رجلاً فيؤم الناس، ثم آخذ شعلاًمن نار، فأحرق على من لايخرج إلى الصلوة بعد". (صحيح البخاری، كتاب الأذان، باب فضل صلوة العشاء فی الجماعة: ۱/۹۰، قديمی)

(والصحيح لمسلم، كتاب الصلوة، باب فضل صلاة الجماعة الخ: ۱/۲۳۲،قديمی)

تو حاکم وقت کو ان سے قتال کرنا چاہئے (۱) اور جو شخص بلا عذر جماعت ترک کرے تعزیر اس پر واجب (۲)۔

۴......ایسا ہی کرنا چاہئے۔

۵......اس کا اثر اچھا ہوتا ہے، اول ایسا ہی کرنا چاہئے، کلمہ سے ایمان تازہ ہوتا ہے ثواب ملتا ہے، الفاظ کا صحیح کرنا مطلب سمجھ کر دل سے صحیح یقین کرنا ضروری ہے۔

۷...... بے محل سختی کرنے کا نتیجہ خراب ہوتا ہے اول نرمی سے سمجھانا چاہئے (۳) اگر کوئی نہ مانے اور نماز کا یا اس کی فرضیت کا انکار کرنے لگے تو اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو تبلیغ کرنا چاہئے، البتہ اگر کسی پر اپنا اثر اور قدرت ہو اور اس پر سختی کرنے سے کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو پھر شریعت نے قابل برداشت سختی کا بھی حکم فرمایا ہے (۴)، تاہم زبان سے برا کہنے اور لڑنے سے اجتناب کیا جائے کیوں کہ مقصود کام ہے، لڑائی اور

---

(۱) "وصرح في المحيط بأنه لايرخص لأحد في تركها بغير عذر حتى لوتركها أهل مصر يؤمرون بها، فإن ائتمروا، وإلايحل مقاتلتهم". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۰۳، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلوة، الفصل السابع عشر، فصل في الحث على الجماعة: ۱/۴۸۹، المكتبه الغفارية)

(۲) "وفي القنية وغيرها: بأنه يجب التعزير على تاركها (أي الجماعة) بغير عذر". (البحر الرائق، المصدر السابق)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۲، سعيد)

(۳) "وينبغي للآمر والناهي أن يرفق، ليكون أقرب إلى تحصيل المطلوب، فقد قال الإمام الشافعي: من وعظ أخاه سراً فقد نصحه، ومن وعظه علانيةً فقد فضحه وشانه". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول: ۸/۸۶۳، رشيديه)

(۴) قال الإمام الغزالي رحمه الله تعالىٰ في إحياء العلوم في كتاب الأمر بالمعروف: "الركن الرابع: نفس الاحتساب، وله درجات وآداب، الدرجة الرابعة: السب والتعفيف بالقول الغليظ الخشن، وذلك يعدل إليه عند العجز عن المنع باللطف وظهور مبادي الإصرار والاستهزاء بالوعظ والنصح، ولسنانعني بالسب والفحش بمافيه نسبة إلى الزنا ومقدماته ولاالكذب، بل أن يخاطبه بمافيه ممالايعد من جملة الفحش، كقوله: يافاسق، ياأحمق، ياجاهل! ألاتخاف الله، فإن كل فاسق فهوجاهل، ولولاحمقه لماعصى الله تعالى". (الباب الثاني في أركان الأمر بالمعروف، الخ: ۲/۳۳۰، دارإحياء التراث بيروت)

برا کہنا نہیں۔

۸......طریق مذکورہ بالا پر تبلیغ کرنا ہرگز اسلام کے مخالف نہیں بلکہ مامور بہ ہے(۱)، اس کی مخالفت کرنے والا یا ناواقف ہے یا مخالف ہے۔ فقط واللہ اعلم الصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/۴/ ۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ ہذا، صحیح: عبداللطیف، ۱۵/ ربیع الاول/ ۵۷ھ۔

نماز کیلئے زبردستی کرنا

سوال[۱۴۲۰]: دورِ حاضر میں جب مسلمانوں نے فرائض مذہبی کو قطعی پسِ پشت ڈال رکھا ہے اور ان کو فرائضِ مذہبی کو انجام دینے کی تنبیہ کی جاوے تو برا مانتے ہیں اگر کسی محلّہ میں سمجھوتہ ہوجائے اور اتفاق ہوجائے کہ جو شخص نماز روزہ ادا نہیں کریگا اس کو اول سمجھانے کی کوشش کی جائے، اس پر بھی نہ مانے تو زدوکوب کرکے ادا کرایا جائے اور زبردستی نماز پڑھائی جائے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زبردستی نماز پڑھوانیوالے پر شرعاً گناہ تو صادر نہیں ہوتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز فرض عین ہے اس کا منکر کافر ہے اور تارک فاسق ہے(۲)، یہی حکم روزہ کا ہے(۳) اور احکام

---

(۱) قال تعالیٰ: ﴿ولتكن منكم أمة يد عون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر، وأولئك هم المفلحون﴾.(آل عمران. ۱۰۴)

(۲)"هي (أى الصلوة) فرض عين على كل مكلف بالإجماع .... ويكفر جاحدها، لثبوتها بدليل قطعي، وتاركها عمداً مجانةً: أى تكاسلاً فاسق". (الدرالمختار، كتاب الصلوة، ۱/ ۳۵۱، ۳۵۲، سعيد)

(وكذافي العناية على هامش فتح القدير، قبيل باب المواقيت: ۱/ ۲۱۷، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذافي المرقاة شرح المشكوة، كتاب الصلوة، الفصل الثاني: ۲/ ۲۷۲، رشيديه)

(۳)"ولم يتكلم على فرضية رمضان لما أنها من الاعتقادات لاالفقه، لثبوتها بالقطعي المتأيد بالإجماع، ولهذا يحكم بكفر جاحده". (البحرالرائق، كتاب الصوم، تحت قوله: وصح صوم رمضان والنذر المعين والنفل الخ: ۲/ ۴۵۲، رشيديه)

(وكذافي الهدايه، كتاب الصوم: ۱/ ۲۱۱، مكتبه شركت علميه ملتان) .... =

شرعیہ کی تبلیغ بھی ضروری ہے، پس بے نمازی کو اولاً مسئلہ بتا کر نرمی سے سمجھانا ضروری ہے(۱) اگر وہ مان جائے اور نماز پڑھنے لگے تو اس پر سختی کی حاجت ہی نہیں اور جو شخص نہ مانے اور اس پر اپنا اثر اور قدرت بھی ہو تو حسب استطاعت شریعت نے اس پر سختی کا بھی حکم فرمایا ہے، بشرطیکہ کوئی فتنہ نہ ہو(۲)، اگر کوئی اور فتنہ ہو مثلاً وہ نماز کی فرضیت کا انکار کردے اور اہلِ محلہ کو اتنی قدرت نہ ہو کہ زبردستی نماز پڑھا سکیں، یا اس سختی کی بناء پر وہ مقدمہ کرے اور اس میں ناقابلِ برداشت مضرت پہونچے جس سے آئندہ تبلیغ کا سلسلہ ہی بند ہو جائے یا اس کشاکش کو دیکھ کر دوسرے لوگ تبلیغ کرنا چھوڑ دیں اور آپس میں منافرت وکشیدگی پیدا ہو جائے کہ ایک دوسرے سے حسد کرے اور درپئے آزار ہو جائے تو پھر سختی نہیں چاہیئے، نہایت نرمی اور خوش اخلاقی سے کام کرنا چاہیئے: قال اللّٰہ تعالیٰ:

﴿ولو كنت فظاً غليظ القلب لانفضوا من حولك﴾ ـ الاية (۳)۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ: ''اولاد کو جب وہ دس برس کی ہو جائے اور نماز نہ پڑھے تو مار کر نماز پڑھاؤ''، نیز یہ بھی آیا ہے کہ: ''تم میں سے جب کوئی معصیت کو دیکھے تو اسے چاہیئے کہ ہاتھ سے روک دے، اگر ہاتھ سے روکنے کی قدرت نہ ہو تو زبان سے روک دے، اگر زبان سے بھی روکنے کی قدرت نہ ہو تو مجبوراً دل سے برا سمجھے اور یہ ایمان کا سب سے کم درجہ ہے'':

"قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "مروا أولادكم بالصلوة وهم أبناء سبع سنين، واضربوهم عليها وهم أبناء عشر سنين، وفرّقوا بينهم في المضاجع". رواه أبوداؤد"(٤)۔

"عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان". رواه مسلم"(٥)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر العلوم، ۱۵/۴/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف مفتی مدرسہ ہذا۔

= (وكذا في العناية على الهداية على هامش فتح القدير: ۲/۳۰۱، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۱، ۲) (قد مضى تخريجه تحت، عنوان: ''تبلیغی گشت میں ناپاک ومشتبہ کپڑا والوں کو نماز کیلئے بلانا'')

(۳) (آل عمران: ۱۵۹)

(۴) (سنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب متى يؤمر الغلام بالصلوة: ۱/۷۷، مكتبه امداديه ملتان)

(۵) (الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان الخ: ۱/۵۱، قديمي)

بغیر انتظام اہل وعیال تبلیغی چلہ میں نکلنا

سوال[۱۴۲۱]: مجھ ناچیز کو ناگ پور میں ہونے والے اجتماع میں تبلیغی جماعت بمبئی کے حضرات دس روز کے لئے ناگ پور لے گئے، گذشتہ ماہ کی ۲۶، ۲۷، ۲۸/ تاریخ کو وہاں اجتماع شروع ہوا اور ان تاریخوں میں تقریروں کے بعد مقرر صاحب یہ کہتے ہیں کہ اس اجتماع کے بعد تین چلے یا کم از کم ایک چلہ کے لئے آپ لوگ ضرور نکلیں اور نام لکھوائیں، بہت مجبور کرتے تھے اور کہتے تھے کہ بیوی بچوں کو چھوڑو، کاروبار بند کرو اور ضرور تبلیغ کیلئے نکلو اور چلو، کوئی اگر معذرت چاہے کہ اس کی ایسی مجبوریاں ہیں جس کی وجہ سے وہ نہیں آسکتا تو وہ بیان کرتے تھے کہ بس تم سب چھوڑ دو، ضرور نکلو، سب اللہ پر چھوڑ دو۔ اب یہاں مجھے حقوق العباد کے بارے میں کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم سب چھوڑ دیں اور ان کے ساتھ نکل جائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص بیوی بچوں کیلئے روزانہ کماتا ہے اور ان کے حقوقِ واجبہ ادا کرتا ہے تو وہ تبلیغی جماعت کیلئے اس وقت جائے جب نفقہ واجبہ کے ادا کرنے کا انتظام کر دے، ان کو بھوکا روتا چھوڑ کر نہ جائے (۱)، تبلیغی جماعت کے لوگ جس قدر بھی اصرار کریں ان کے اصرار کی وجہ سے بغیر انتظام کئے ہرگز نہ جائے، نہ ان سے بحث کرے بلکہ یہ کہہ دے کہ میں مقامی کام میں بھی حصہ لیتا ہوں، چلہ کیلئے نکلنے کا بھی ارادہ رکھتا ہوں اور کوشش کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انتظام کردے تو نکلوں گا اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ انتظام کر ہی دے گا، پھر نکلوں گا، آپ بھی دعا کریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہے اور کوشش میں لگا رہے۔

چلّوں کا موقع نہ ہو تو تین روز یا ایک روز کیلئے انتظام کر کے نکل جایا کرے، اس کا بھی موقعہ نہ ہو تو ہفتہ میں جس جگہ کام ہوتا ہو وہاں شرکت کرلیا کرے، اس سے وہ لوگ بھی اصرار نہیں کریں گے اور کام سے بھی تعلق رہے گا، اس کا فائدہ بھی معلوم ہوگا اور بحث کرنے کا نتیجہ کچھ اچھا نہیں ہوتا، تبلیغی جماعت کے جو لوگ اس طرح مجبور کرتے ہیں وہ اچھا نہیں کرتے، ان کے متعلق مرکز نظام الدین دہلی میں اطلاع کرنی چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۲۷/ ۷/ ۸۹ھ۔

---

(۱) (سیاتی تخریجه تحت عنوان: "قرض لے کر بچوں کو بھوکا چھوڑ کر تبلیغ میں جانا")

قرض لیکر بچوں کو بھوکا چھوڑ کر تبلیغ میں جانا

سوال[۱۴۲۲]: ہمارا علاقہ پہاڑی ہے یہاں پر زیادہ تر جولائی کے مہینہ میں تبلیغی جماعتیں آتی ہیں، کیا یہ طریقِ تبلیغ درست ہے جبکہ بہت سے تبلیغی حضرات کہتے ہیں کہ تم بچوں کے نفقہ کا فکر نہ کرو، اللہ مالک ہے، بس ہمارے ساتھ چلو اور بہت مجبور کرتے ہیں۔ حضرت والا اس سلسلہ میں وضاحت تحریر فرمادیں کہ قرضہ لے کر تبلیغ کریں یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

دین سیکھنا فرض ہے(۱) خواہ مدرسہ میں رہ کر ہو، خواہ دینی کتابوں کا مطالعہ کر کے ہو، خواہ اہلِ دین کی صحبت میں رہ کر ہو۔ آج کل دین سے جس قدر غفلت وجہالت اور بے پرواہی ہے وہ ظاہر ہے محتاجِ بیان نہیں، اگر علاقہ ایسا ہے کہ نہ وہاں مدارس ہیں، نہ وہاں اہل علم علماء ہیں، نہ دینی کتابوں کے دیکھنے کا شوق ہے، نہ قابلیت ہے، اس کیلئے تبلیغی کام کا یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ کچھ وقت نکال کر ہر قسم کے فکر سے خالی ہو کر دین سیکھنے کیلئے نکل جائیں، تجربہ سے ثابت ہے کہ اس سے بہت فائدہ ہوتا ہے، کتنے آدمی اس طرح نماز وغیرہ کے پابند ہوگئے، کتنوں نے بہت سے ضروری مسائل سیکھ لئے۔

ان جماعتوں کے ساتھ تعاون کرنا چاہئے، لیکن بعض آدمی جوش میں آکر واقعۃً حدود کی رعایت نہیں کرتے، اس سے نقصان پہونچتا ہے، یہ ان کی غلطی ہے، ان کو تبلیغی علماء کے ذریعہ سے تنبیہ کرائی جائے اور ان کے اصرار کیوجہ سے ہرگز حقوقِ واجبہ کو ضائع نہ کیا جائے، بیوی بچوں کے نفقہ کا ادا کرنا ضروری ہے(۲)، بلانفقہ

---

(۱)(تقدم تخریجه تحت عنوان: ''کیا تبلیغی جماعت میں جانا فرض عین ہے'')

(۲)''ونفقة الغير تجب على الغير بأسباب ثلاثة: زوجية، وقرابة، وملك........ فتجب للزوجة على زوجها؛ لأنها جزاء الاحتباس، وكل محبوس لمنفعة غيره يلزمه نفقته''.(الدرالمختار، كتاب النكاح، باب النفقة، ۵۷۲/۳، سعيد)

''وتجب النفقة بأنواعها على الحر لطفله الفقير الحر''.(الدرالمختار، المصدر السابق: ۶۱۲/۳)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۲۹۳/۴، ۲۹۴، ۳۳۲، رشيديه)

کے ان کو بھوکا چھوڑ کر ہرگز نہ جائیں، اگر اپنے پاس پیسہ نہ ہوتو ان کے کہنے کی وجہ سے قرض نہ لیں، اگر جلدی ادا کرنے کی صورت ہوتو پھر حسبِ حیثیت قرض لینے کی بھی گنجائش ہے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں باقاعدہ مدارس نہیں تھے، ایسے ہی لوگ دین سیکھا کرتے تھے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/ ۸/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۱۶/ ۸/ ۸۷ھ۔

بچوں کے خرچ کا انتظام کئے بغیر تبلیغ میں نکل جانا

سوال [۱۴۲۳]: ایک شخص تبلیغ میں رہتا ہے، گھر پر اس کے چھوٹے چھوٹے بچے کھانا وغیرہ سے پریشان رہتے ہیں، کیا اس کیلئے اس طریقہ کی تبلیغ جائز ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

بچوں کا خرچ نہ دینا جس سے وہ پریشان رہیں اور ان سے بےفکر ہوکر تبلیغ میں نکل جانا جائز نہیں (۱)، اس کو لازم ہے کہ بچوں کے خرچ کا انتظام پہلے کرلے، پھر اگر موقع ملے تب تبلیغ میں جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲/۹۰ھ۔

عورتوں کا تبلیغ کیلئے سفر کرنا

سوال [۱۴۲۴]: ۱...... عورتوں کو تبلیغ کیلئے سفر کرنا کیسا ہے؟ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتیں تبلیغ کیا کریں اور ازواجِ مطہرات میں سے کسی کو تبلیغ کیلئے بھیجا ہے؟

۲...... کچھ عورتوں کا تنہا دنیاوی یا دینی کسی کام کی وجہ سے ایک ساتھ مل سفر کرنا کیسا ہے؟ جیسا کہ عورتیں عموماً اجتماع میں باہر جاتی ہیں اگر خدانخواستہ اس سفر میں کسی گناہ کی جیسا کہ غیر محرم پر نظر پڑنا وغیرہ مرتکب ہوتی ہیں پھر اس کی ذمہ داری کس پر ہے؟

۳...... کچھ عورتیں اپنے مردوں کی ناراضگی کی وجہ سے منع کرنے کے باوجود تبلیغ میں جاتی ہیں ان کو کس

---

(۱) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: ''قرض لے کر بچوں کو بھوکا چھوڑ کر تبلیغ میں جانا'')

طرح روکا جائے؟ شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

۱......تبلیغ یا کسی بھی مقصد کیلئے عورت کو شرعی سفر کی اجازت نہیں جب تک شوہر یا محرم ساتھ نہ ہو(۱)، بلاسفر کے ان کا اجتماع ثابت ہے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کو کسی مکان میں اجتماع کیلئے جمع فرمایا ہے(۲)۔

۲......مسافت سفر ۴۹/میل سے کم میں جانے کی گنجائش ہے(۳) لیکن پوری احتیاط کے ساتھ کوئی

---

(۱) قال في الهداية: "ولايجوز لهاأن تحج بغير هما(أي الزوج والمحرم) إذاكان بينهاوبين مكة ثلاثة أيام......... بخلاف ماإذاكان بينهاوبين مكة أقل من ثلاثةأيام؛ لأنه يباح لهاالخروج إلى مادون السفر بغير محرم". (كتاب الحج، ۱/۲۳۳، مكتبه شركت علميه ملتان)

"كمافي الصحيحين، "لاتسافر امرءة ثلاثاً إلاومعهاذومحرم". وفي لفظ لهما: "فوق ثلاث"، وفي لفظ للبخاري: "ثلاثة أيام". (فتح القدير، كتاب الحج: ۲/۴۲۰، مصطفى الجلبي مصر)

(وكذافي البحرالرائق، كتاب الحج، ۲/۵۵۱، رشيديه)

البحر أيضاً: "وقيّد بالسفر وهوثلاثة أيام بلياليها؛ لأنه يباح لهاالخروج إلى مادون ذلك لحاجة بغير محرم". (المصدر السابق: ۲/۵۵۲)

(وكذافي المرقاة شرح المشكوة، كتاب الحج، الفصل الأول: ۵/۳۸۶، رشيديه)

(وكذافي رد المحتار على الدر المختار، كتاب الحج: ۲/۴۶۴، ۴۶۵، سعيد)

(۲) "ابن الأصبهاني قال: سمعت أباصالح ذكوان يحدث من أبي سعيد الخدري رضي الله تعالىٰ عنه، قالت النساء للنبي صلى الله عليه وسلم: غلَبَناعليك الرجال، فاجعل لنايوماً من نفسك، فوعدهن يوماً لقيهن فيه، فوعظهن وأمرهن، فكان فيماقال لهن: "مامنكن امرءة تقدم ثلاثةً من ولدهاإلاكان لهاحجاباًمن نار"، فقالت امرءة: واثنين، فقال: "واثنين". (صحيح البخاري، كتاب العلم، باب هل يجعل للنساء يوم عليحدة في العلم، ۱/۲۰، قديمي)

قال ابن حجر رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: فوعظهن)......ووقع في رواية سهل بن أبي صالح عن أبيه عن أبي هريرة –رضي الله تعالىٰ عنه– بنحوهذه القصة، فقال: "موعد كن بيت فلانة، فأتاهن فحدثهن". (فتح الباري، كتاب العلم، باب هل يجعل للنساء يوم على حدة في العلم: ۱/۲۶۱، قديمي)

(۳) (تقدم في الحاشيه الأولى)

قبیح واقعہ پیش آنے کا اندیشہ نہ ہو، نظر کی حفاظت لازم ہے، مکان میں بھی باہر بھی (۱)۔ چچازاد، خالہ زاد، ماموں زاد، پھوپھی زاد بھائی، دیور، بہنوئی وغیرہ بھی سب نامحرم ہیں، ان سے بھی پردہ لازم ہے، جوعموماً مکانات میں نہیں ہوتا اوراہل خاندان اس کو برداشت کرتے ہیں بلکہ ان سے پردہ کو معیوب اور تنگ نظری سمجھتے ہیں اور نظر سے آگے بڑھ کر ان سے ہنسی مذاق، بے تکلفی، تنہائی کی باتیں ہوکر خراب نتائج بھی پیدا ہوتے ہیں، بقول اکبر مرحوم ؎

آج کل پردہ دری کا یہ نتیجہ نکلا
جسکو سمجھے تھے کہ بیٹا ہے، بھتیجا نکلا

۳......عورتوں میں تبلیغ کی بے حد ضرورت ہے، اگر اپنے مکان پر ان کو دین سکھانے اور کتاب سنانے کا انتظام کردیں تو بہتر ہے، یا پھر اپنے ہی شہر میں ہفتہ میں ایک دن ان کے اجتماع کا مقرر کردیا جائے، یہاں سب پردہ کے ساتھ جمع ہوجایا کریں، اگر کہیں سفر کرنا ہو تو شوہر یا کسی محرم کے ساتھ جانے کا انتظام کیا جائے تاکہ دینی نقصان بھی نہ ہو، فتنہ سے بھی امن رہے، عورتوں کی تربیت کا مقصد بھی حاصل ہوجائے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۱/۱۶ھ۔

عورتوں کیلئے تبلیغی سفر

سوال[۱۴۲۵]: زید کی والدہ تبلیغی جماعت میں بمبئی میں کام کرتی ہیں، اب تبلیغی جماعت کے

---

(۱) قال تعالى: ﴿وقل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن ويحفظن فروجهن إلاماظهر منها﴾ الاية (النور: ۳۱)

قال العلامه الآلوسی رحمه الله تعالى: "وفي الزواجر لابن حجر المكي: كمايحرم نظر الرجل للمرءة، يحرم نظرها إليه ولوبلاشهوة ولاخوف فتنة، نعم! إن كان بينهمامحرمية نسب أورضاع أومصاهرة نظر كل إلى ماعدا مابين سرة الأخر وركبته.......... نعم! غض بصرهامن الأجانب أصلاً أولى بها وأحسن، فقد أخرج أبوداود ....من أم سلمة أنها كانت عند رسول الله صلى عليه وسلم وميمونة قالت: فبينمانحن عنده أقبل ابن مكتوم ....فدخل عليه -عليه الصلاة والسلام- فقال رسول الله ﷺ: "احتجبامنه". فقلت: يارسول! هوأعمى لايبصر. قال: "أفَعَمياوانِ أنتما، ألستما تبصرانه"؟ واستدل به من قال بحرمة نظر المرأة إلى شئى من الرجل الأجنبي مطلقاً". (روح المعاني، ۱۸/ ۱۴۰، دارإحياء التراث العربي)

اکابرین نے چند مستورات کی جماعت محرموں کے ساتھ لندن بھیجنے کا ارادہ کیا ہے، اس مذکورہ جماعت میں زید کی والدہ کا نام بھی ہے، زید کی والدہ اپنے شوہر کے ساتھ لندن جائیں گی، مگر گھر میں چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہیں، ایک پندرہ سالہ لڑکی بھی ہے، والدین کی عدم موجودگی میں بچوں کی نانی بچوں کی دیکھ بھال کرنے کے لئے تیار ہے، تو ان حالات میں یہ سفر، جائز ہے یا نہیں؟ اور مستورات کا جماعت کی شکل میں دور دراز کا سفر بغرضِ تبلیغ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

تبلیغی جماعت کا مقصد دین سیکھنا، اس کو پختہ کرنا اور دوسروں کو دین سیکھنے، پختہ کرنے کے لئے آمادہ کرنا ہے اور اس جذبہ کو عام کرنے کے لئے طویل طویل سفر بھی اختیار کئے جاتے ہیں، جس طرح مرد اپنے دین کو سمجھنے اور پختہ کرنے کے محتاج ہیں عورتیں بھی محتاج ہیں اور گھروں میں عامۃً اس کا انتظام نہیں ہے، اس لئے اگر لندن یا کسی بھی دور دراز مقام پر محرم کے ساتھ حدودِ شرع کی پابندی کا لحاظ رکھتے ہوئے جائیں اور کسی کے حقوق تلف نہ ہوں تو شرعاً اس کی اجازت ہے، بلکہ دینی اعتبار سے مفید اور اہم ہے۔ اگر بچے اتنے چھوٹے نہیں کہ بغیر والدہ کے تڑپیں گے اور ان کی پرورش نہیں ہو سکے گی اور بچوں کی نانی ان کی دیکھ بھال اطمینان بخش طریقہ پر کرلیں گی تو پھر اجازت ہے۔ خدائے پاک اس سفر میں برکت دے، نصرت فرمائے اور کامیاب واپس لائے، بچوں کو عافیت سے رکھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۲/۱۲/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۱۲/۹۱ھ۔

عورتوں کی تبلیغ

سوال [۱۴۲۶]: ہمارے یہاں عورتوں کی جماعتِ تبلیغ بھی شروع ہوگئی ہے، کیا اس پُرفتن زمانہ میں شرعاً اس کی اجازت ہے؟ کیا حدیث شریف یا آثارِ صحابہ میں اس کی اجازت ہے؟ کیا اس میں شرکت کرنے والی عورتیں گنہگار ہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مستورات کی درخواست پر ان کے لئے اجتماع کا دن اور

مکان مقرر فرمایا(۱)، پھر ازواجِ مطہرات کے پاس کثرت سے مستورات دین سیکھنے اور مسائل معلوم کرنے کے لئے آیا کرتی تھیں، یہ تو حدیث شریف میں موجود ہے۔اب جبکہ دین سے بے خبری بلکہ بے حیائی غالب آچکی ہے اور مستورات کے باپ، دادا، بھائی، شوہر وغیرہ ان کو دین نہیں سکھلاتے اور نہ مردوں کی طرف سے دین سیکھنے کا کوئی انتظام ہے تو اس حالت میں ضروری ہے کہ مستورات کے لئے دین سکھلانے کا انتظام کیا جائے، مگر اس میں بھی حدودِ شرعیہ کی پابندی لازم ہے، مثلاً: یہ کہ اپنے محلّہ یا اپنی بستی میں پردہ کے ساتھ جائے، نامحرم کے ساتھ نہ جائے (۲)۔اگر کوئی عورت کتاب سنائے، یا تقریر کرے تو اس کی آواز نامحرم تک نہ پہونچے، لاؤڈ اسپیکر نہ ہو اور بے ضرورت جمع نہ ہو اور اگر دوسری بستی میں جانا ہو تو شوہر یا کسی محرم کے ساتھ جائے۔اگر حدودِ شرعیہ کی رعایت نہ کی گئی تو فتنے پیدا ہوں گے، اللہ پاک محفوظ رکھے۔آمین! فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۱۳/ ۸/ ۸۸ھ۔

عورتوں کے لئے تبلیغی اجتماع

سوال[۷۱۴۲۷]: تبلیغی اجتماع جو عورتوں کا ہوتا ہے اس میں عورت کا اپنے شوہر کی اجازت سے شرکت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دین سیکھنا مردوں اور عورتوں سب کے ذمہ ضروری ہے، عورت کے لئے اگر ہر مکان میں ان کے شوہر باپ بھائی وغیرہ دین سیکھنے کا انتظام کردیں تو پھر کہیں جانے کی ضرورت نہیں، لیکن جب اس کا انتظام نہ ہو تو ان کے اجتماع کو منع نہ کیا جائے، البتہ اس کا اہتمام کیا جائے کہ پردہ کا پورا انتظام ہو، بلا محرم کے عورتیں سفر نہ کریں، تقریر میں ان کی آواز نامحرموں تک نہ پہونچے۔حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عورتوں کا اجتماع فرمایا اور اس میں خود تشریف لے جاکر دین سکھایا ہے (۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۴/۹۱ھ۔

---

(۱) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: ''عورتوں کا تبلیغ کے لئے سفر کرنا'')

(۲) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: ''عورتوں کا تبلیغ کے لئے سفر کرنا''

(۳) (قد مضی تخریجہ تحت عنوان: ''عورتوں کا تبلیغ کے لئے سفر کرنا'') ....=

عورتوں کا اجتماع اور تقریر

سوال[۱۴۲۸]: عورتوں کا اجتماع کرنا اور عورتوں کا عورتوں میں تقریر کرنا، مما لک وغیر مما لک، محلّہ وغیر محلّہ کا سفر کرنا درست ہے یا نہیں؟ کیا اسلاف میں اس کی نظیر ملتی ہے؟ اگر درست نہیں ہے تو ان امور پر عیاناً وحقیقۃً تنقید وتبصرہ کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دین سیکھنا اور سکھانا حسبِ حیثیت سب کے ذمہ ضروری ہے(۱)۔ گھر کے آدمی: باپ، دادا، نانا، چچا، ماموں، بھائی اگر مستورات کو دین سکھایا کریں تو یہ ضرورت پوری ہو جائے، اگر وہ نہ سکھائیں یا ان کے پاس خود ہی دین نہ ہو تو ضروری مسائلِ اعتقادیہ وعملیہ سیکھنے کے لئے ان کو دوسری مستورات کے پاس جانے کی ضرورت پیش آئے گی کہ وہ اپنے مردوں سے دریافت کر کے بتلائیں، لیکن پردہ کا لحاظ ضروری ہوگا۔

= اس کے علاوہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عورتوں کی انفرادی اور اجتماعی تعلیم مختلف موقعوں پر ثابت ہے:

"عن عبد الرحمن بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت ابن عباس قال: خرجت مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم فطر أو أضحی، فصلی، ثم خطب، ثم أتی النسآء، فوعظهن وذکّرهن وأمرهن بالصدقة." (صحیح البخاری، کتاب العیدین، باب خروج الصبیان إلی المصلی: ۱/۱۳۳، قدیمی)

(۱) "عن أنس رضی اللہ تعالی عنه قال: قال رسول اللہ صلی علیه وسلم: "طلب العلم فریضة علی کل مسلم". الحدیث. (المقدمه من سنن ابن ماجة، باب فضل العلماء، والحث علی طلب العلم، ص: ۲۰، قدیمی)

قال الشیخ عبدالغنی المجددی رحمه اللہ تعالی علیه: "قال البیضاوی: المراد من العلم هنامالامندوحة للعبد عن تعلمه کمعرفة الصانع، والعلم بواحدانیته، و نبوة رسوله، و کیفیة الصلوة، فإن تعلمه فرض عین". (إنجاح الحاجة هامش سنن ماجة، ص: ۲۰، حاشیة رقم: ۴، قدیمی)

وکذافی المرقاة شرح المشکوة، کتاب العلم، الفصل الثانی: ۱/۴۷۷، رقم: ۲۱۸، رشیدیه)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں مستورات دین سیکھنے کے لئے آیا کرتی تھیں (۱)، نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مستورات کا اجتماع فرمایا (۲) اور خود تشریف لے جا کر ان کو دین سکھایا (۳)۔

اگر اپنے محرم یا شوہر کے ساتھ جائیں اور مستورات میں تقریر کریں اس طرح کہ نامحرم آواز نہ سنیں اور پردہ کا پورا لحاظ رکھیں، نیز اَور کسی فتنہ کا بھی مظنہ نہ ہو تو گنجائش ہے۔ بغیر شوہر یا بغیر محرم کے شرعی سفر کرنا یا بے پردہ جانا (۴) یا اس طرح تقریر کرنا کہ غیر محرم بھی آواز سنیں مثلاً لاؤڈ اسپیکر پر یا کوئی اَور فتنہ ہو تو

---

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دیگر صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنھن نے مختلف طریقوں سے دین سیکھا ہے، بعض اوقات کسی کو کوئی مسئلہ پیش یا تو وہ آپ کی خدمت میں بھیجتی، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جواب ارسال فرماتی، مثلاً: امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے باب باندھا ہے: ''باب إقبال المحيض وإدباره'' اس میں صحابیات کا عمل نقل کر کے فرماتے ہیں: ''وكنّ نساء يبعثن إلى عائشه بالدُرجة فيها الكرسف، فيه الصفرة، فتقول: ''لاتعجلن حتى ترين القصّة البيضاء''. تريد بذلك الطهر من الحيضة''. (كتاب الحيض، ۱/۴۶، قديمی)

بعض اوقات کسی نے مسئلہ پیش آنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، سمجھ نہیں آیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سمجھایا: ''عن عائشه رضي الله تعالى عنها أن امرأةً سالت النبي ﷺ عن غسلها من المحيض فأمرها كيف تغتسل، قال: ''خذي فرصةً من مسك، فتطهري بها''، قالت: كيف أتطهر بها؟ قال: ''تطهري بها''، قالت: كيف؟ قال: ''سبحان الله، تطهري'' فاجتذبتُها إليّ، فقلت: تتبعي بها أثر الدم''. (صحيح البخاری، كتاب الحيض، باب دلك المرأة نفسها: ۱/۴۵، قديمی)

قال ابن حجر: ''وفهمت عائشه رضي الله تعالى عنها ذلك عنه، فتولّت تعليمها''. (فتح الباری، كتاب الحيض، باب ذلك المرأة: ۱/۵۴۸، قديمی)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان: ''عورتوں کا تبلیغ کیلئے سفر کرنا'')

(۳) ''ابن عباس أن النبي صلى الله عليه وسلم خرج ومعه بلال رضى الله تعالىٰ عنه، فظن أنه لم يسمّع النساء فوعظهن، وأمرهن بالصدقة''. الحديث. (صحيح البخاری، كتاب العلم، باب عظة الإمام النساء: ۱/۲۰، قديمی)

(۴) (تقدم تخريجه تحت عنوان: ''عورتوں کا تبلیغ کے لئے سفر کرنا'')

پھر اجازت نہیں (۱)۔عموماً عورتوں کے اجتماع میں فتنہ پیدا ہو ہی جاتا ہے اس لئے اس سے بچنے کی ازحد ضرورت ہے۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ،۹/۴/۹۵ھ۔

عورتوں کی اجتماعات میں شرکت

سوال: مروجہ طریقہ پر جو دینی اور تبلیغی جلسے ہوتے ہیں اس میں وعظ وتقریریں اور نصائح بیان کئے جاتے ہیں، ایسی مجلسیں یقیناً بابرکت ہیں، مگر سوال یہ ہے کہ ایسے جلسوں میں عورتوں کا شریک ہونا عند الشرع کیا حکم رکھتا ہے؟ جبکہ صوم وصلوۃ وغیرہ اور ضروری مسائل وفضائل سے واقف ہوں، اور بہشتی زیور یا اس جیسی دینی کتابیں پڑھ کر سمجھ بھی لیتی ہوں اور دوسرے کو بھی سمجھا سکتی ہوں، اور کسی قدر عمل بھی ہو، اگر مسئلہ سمجھ میں نہ آئے تو پڑوسی سے سمجھ سکتی ہوں۔

مختصر یہ کہ ضروری علم ان کو حاصل ہو، تو ایسی صورت میں جلسوں کی مجلس میں آمدورفت کیسا ہے، جبکہ زیادہ تر رات ہی میں ہوتا ہے اور جلسہ میں کم ازکم چار پانچ سو مرد ہو جاتے ہیں اور عورتوں کا یہ کہنا کہ نیک کام میں جارہی ہوں صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور یہ طریقہ عورتوں میں عام ہو رہا ہے۔

الجواب حامداً و مصلياً:

عورت کے لئے اعلیٰ بات یہ ہے کہ گھر میں رہے، دینی مسائل کی ضرورت ہو تو شوہر، باپ، بھائی وغیرہ سے معلوم کریں، کتاب سمجھ سکے تو کتاب میں دیکھ لے، جو شوہر وغیرہ سے بھی معلوم نہ ہو سکے اور کتاب بھی نہ ملے یا سمجھ میں نہ آوے تو وہ شوہر، باپ وغیرہ کے ذریعہ سے کسی عالم سے دریافت کرے، نہ خود باہر جائے، نہ کسی کے پاس خط لکھے جبکہ فتنہ کا اندیشہ ہو، لیکن مسلمانوں میں بے علمی اور بے دینی کی فضاء عام ہے، ہزاروں میں ایک

---

(۱) قال العلامة الحصكفيؒ: "و(العورة) للحرة جميع بدنها خلا الوجه والكفين والقدمين.......... وصوتها على الراجح". (الدر المختار)

"قال عليه السلام: "التسبيح للرجال والتصفيق للنساء"، فلايحسن أن يسمعها الرجل، وفي الكافي: ولا تلبّي جهراً؛ لأن صوتها عورة الخ". (ردالمحتار، باب شروط الصلوة، قبيل مطلب في النظر إلى وجه الأمرد: ۱/۴۰۶، سعيد)

آدھ ہی مشکل سے ملے گا جو علم اور عمل میں پختہ ہو، یا اس کو علم وعمل کی لگن ہو، اس لئے علم کو عام کرنے کی ضرورت ہے اور عمل کو بھی، دین سیکھنے کا جذبہ بھی ہونا چاہئے، پھر یہ کہ چند مسائل میں دین محدود نہیں۔

اجتماعات میں شرکت کرنے سے دینی جذبہ قوی ہوتا ہے، اس جذبہ کے اثر سے دوسروں کو فائدہ ہوتا ہے، گھر کے ماحول کو درست کرنے کی بھی فکر پیدا ہوتی ہے، علم میں بھی اضافہ ہوتا ہے، ایمان میں پختگی آتی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ زندگی کو سن کر قلب میں اصلاح کا ولولہ پیدا ہوتا ہے۔ ان فوائد کے پیشِ نظر پورے پردہ کے ساتھ جانا ہو اور کوئی فتنہ نہ ہو تو بلا مجبوری کے ان کو شرکت سے روکنا نہیں چاہئے، بلکہ شوہر یا کوئی محرم اپنے ساتھ لے جائے، وہاں خود بھی منتفع ہو اور ان کو بھی محروم نہ رکھے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۷/۹۲ھ۔

عورتوں کی تبلیغ اور نظم ترنم سے پڑھنا

سوال [۱۴۳۰]: ۱...... عوتوں کا کسی کے گھر جا کر تبلیغ کا ذکر کرنا اور ایسا معمول بنانا کہ روزانہ تبلیغ کا کام ہو سکے، کہاں تک مناسب ہے اور اس میں کیا کوئی حرج ہے؟

۲...... اگر ذکر کے دوران نظم آجائے تو اس کو ترنم کے ساتھ پڑھنا کیا عورتوں کے لئے جائز ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

پردہ کیساتھ کسی ایک مکان میں جمع ہو کر دین کی باتیں کریں، سیکھیں سکھائیں، کتاب پڑھیں، سنیں جس سے دینی معلومات حاصل ہوں، عمل پر پابندی ہو، ایمان تازہ ہو، شرعاً درست ہے مفید ہے، (۱) لیکن کوئی تقریر کسی عورت کی ایسی نہ ہو جس کی آواز نامحرموں تک پہونچے، لاؤڈ اسپیکر اس میں استعمال نہ کیا جائے (۲)۔ ترنم اور گانا ہرگز نہ ہو اس سے پورا پرہیز کیا جائے (۳)، ایسا نہ ہو کہ دین کی خاطر کام کیا جائے اور اس میں شیطان کا بھی حصہ ہو جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۴/۱۳۹۶ھ۔

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان: ''عورتوں کا تبلیغ کے لئے سفر کرنا'')

(۲) (تقدم تخریجه تحت عنوان: ''عورتوں کا تبلیغ کے لئے سفر کرنا'')

(۳)''و(العورة) للحرة جميع بدنها خلا الوجه، و الكفين .... وصوتها على الراجح''. (الدر المختار) =

صرف عورتوں کی مجلس میں وعظ کے بجائے کتابی تعلیم مناسب ہے

سوال[۱۴۳۱]: جب صرف عورتوں کی مجلس ہواور عورتیں ہی وعظ کرنے والی ہوں توان کے وعظ کا کیا طریقہ ہونا چاہئے، ؟معتبر کتاب پڑھ کر سنائیں یا مقررین کی طرح لچھے دار اشعار وغیرہ پڑھ کر تقریر کریں، یا مذاکرہ کریں؟ کونسی صورت میں عورتیں وعظ ونصیحت کریں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

مذاکرہ کرلیں، کتاب سنادیں، حسبِ موقع دونوں صورتیں مناسب اور مفید ہیں،تقریر سے احتراز مناسب ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۹۶/۴/۲۶ھ۔

تبلیغی گشت والوں کے سامنے عذر بیان کرنا

سوال[۱۴۳۲]: ۱...... جیسا کہ آج کل تبلیغی جماعت اپنے کام تبلیغِ دین میں گاؤں در گاؤں لگی ہوئی ہے اور سنتِ رسول کو زندہ کررہی ہے، لیکن وہ حضرات اپنی تقریر کے بعد جماعت میں شامل ہونے کے لئے بہت ہی زیادہ تشدد اختیار کرتے ہیں اور چلّہ میں جانے کے لئے مجبور کرتے ہیں اور مقامی جماعت گاؤں میں گشت کرتے وقت لوگوں کو اپنے پاس بلانے میں مجبور کرتے ہیں۔ اگر کوئی یہ عذر کرے کہ میں اس وقت کھانا کھارہا ہوں، یا کوئی بیماری کی وجہ سے دوالگا کر آرام کررہا ہوں اور اپنے یہ اعذار بیان کرنے پر کیا وہ آدمی جو حقیقت میں ان کاموں میں مشغول ہے گناہ گار ہوگا؟ خلاصہ یہ ہے دینی کاموں میں مجبور کرنے کا کیا حکم ہے؟

= وفی رد المحتار: "ومقابله مافی النوازل، نغمة المرء ة عورة.......... وفی الکافی: لاتلبّی جهرا؛ لأن صوتها عورة، ولانجیز لهن رفع أصواتهن ولاتمطیطها، ولاتلیینها وتقطیعها، لمافی ذلک من استمالة الرجال إلیهن، وتحریک الشهوات منهم، ومن هذالم یجز أن تؤذّن المرأة. قلت: ویشیر إلی هذاتعبیر النوازل بالنغمة". (باب شروط الصلوٰة، قبیل مطلب فی النظر إلی وجه الأمرد: ۱/ ۴۰۶، سعید)

(۱) تقریر میں آواز کے بلند ہونے کا قوی احتمال ہے، جو کہ ممنوع ہے: "کما تقدم تحت عنوان: "عورتوں کا اجتماع اور تقریر")

تبلیغی پروگرام کی وجہ سے عشاء کو موخر کرنا

سوال[۱۴۳۳] : ۲......اور مغرب کی نماز کے بعد وہ حضرات اپنی تقریروں کا پروگرام رکھتے ہیں اور عشاء کی نماز کو اپنے مقررہ وقت سے ۱۱/ بجے تک مؤخر کرتے ہیں اس میں وہ حضرات جو کہ گیارہ بجے تک کا ٹائم نہیں دے سکتے، وہ بغیر عشاء کی جماعت میں شرکت کئے گھر واپس آجاتے ہیں، کیا تقریر کی وجہ سے عشاء کو موخر کرنا یہاں تک کہ دوسرے لوگ جماعت کے ثواب سے محروم ہو جائیں شرعاً جائز ہے؟

الجواب حامداًو مصلیاً:

۱......جو شخص واقعی کسی قوی عذر کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے وہ اللہ کے نزدیک مجرم اور گنہگار نہیں (۱)، لیکن معمولی عذر کو بہانا نہیں بنانا چاہئے، چونکہ لوگوں کے ذہن میں آج کل دنیا کے کاموں کی عموماً جو اہمیت ہے، اس کے مقابلہ میں دین کی اہمیت نہ ہونے کے برابر ہے، اسی لئے تبلیغی کام کرنے والے زیادہ زور دیتے ہیں اور بعض ناواقف جوشیلے مبلغ حدود کو پہچانتے بھی نہیں۔

۲......مسجد کی جماعت اپنے وقت پر کی جائے، اپنے تقریری پروگرام کی وجہ سے جماعت کو زیادہ مؤخر نہ کیا جائے جس سے وہاں کے پابندِ جماعت نمازی بلا جماعت نماز پڑھیں (جماعت سے محروم رہ جائیں) یا کسی دوسری مسجد میں جائیں (۲)، ہاں اگر وہاں کے سب ہی آدمی اس دینی کام کی قدر کرتے ہوں اور ایک دو آدمی

(۱)"الضرورات تبیح المحظورات، الضرورات تتقدر بقدر ها". (قواعد الفقه، ص: ۸۹، الصدف پبلیشرز)

"الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامةً أو خاصةً". (قواعد الفقه، ص: ۷۵)

(۲)"چونکہ نماز باجماعت کی اہمیت کے پیشِ نظر ترکِ جماعت پر احادیث شریفہ میں بہت سخت وعیدیں آئی ہیں، بناء برایں بعض فقہاء کرامؒ نے جماعت کو فرض عین قرار دیا ہے اور مذکورہ وجہ ان اعذار میں سے بھی نہیں جن کی وجہ سے ترکِ جماعت جائز ہے اس لئے بر بنائے احتیاط ترکِ جماعت کیلئے سبب بھی نہیں بننا چاہئے، ایک دو آدمیوں کی بات الگ ہے جیسے کہ حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا ہے۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے:

"عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی علیه وسلم: "والذی نفسی بیده! لقد هممت أن آمر بحطب فیحطب، ثم آمر بالصلوة فیؤذن لها، ثم آمر رجلاً فیؤمّ الناس، ثم أخالف إلی رجال"، وفی روایة: "لایشهدون الصلوة، فأحرق علیهم بیوتهم". الحدیث. (مشکوة المصابیح، کتاب الصلوة، باب الجماعة وفضلها. الفصل الأول، ص: ۹۵، قدیمی) .... =

شریک نہ ہوتا ہوتو پھر ۱۱/ بجے تک تاخیر کرنے میں بھی مضائقہ نہیں، ایک دوآدمی کوخود بھی ایثار سے کام لینا چاہیئے، یعنی یہ سمجھے کہ میری وجہ سے اس سب بڑے مجمع کے پروگرام میں تغیر ہونا مناسب نہیں، مخالفت کرکے یا شکوہ شکایت کرکے نہ اپناوقار کھوئیں نہ اجر ضائع کریں، معمولی بات کی وجہ سے زیادہ اثر نہ لینا چاہیئے، تبلیغی جماعت کوبھی اکرام مسلم کے تحت کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہیئے جس سے مسلم کے وقار کوصدمہ پہونچے، اس سے ان کے کام میں کھنڈت پڑتی ہے جوکہ دینی نقصان ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۴/۶/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۶/۹۰ھ۔

تبلیغی جماعت سے متعلق حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے

سوال [۱۴۳۴]: تبلیغی جماعت کے متعلق حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خیالات کیا تھے؟ اگر وہ خیالات کسی کتاب میں شائع ہوئے ہوں تو اس کتاب کا نام کیا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

مستقلاً کسی کتاب میں ان کی رائے میں نے نہیں دیکھی، البتہ دوسرے حضرات نے خود ان سے سن کر جو نقل کیا ہے وہ متعدد جگہ دیکھی ہے، ایک چھوٹا سا رسالہ "چشمہ آفتاب" ہے اس میں متعدد اکابر کے خطوط تبلیغی کام سے متعلق شائع ہوئے ہیں، اس میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی رائے بھی منقول ہے، یہ

= قال القاری رحمه الله: "قال ابن الهمام: وحاصل المسئلة أنها (أی الجماعة) فرض عين إلامن عذر، وهوقول أحمد وداؤد وعطاء، وأبی ثور. وعن ابن مسعود وأبی موسی الأشعری وغيرهما- رضی الله تعالی عنهم-: "من سمع النداء، ثم لم يجب فلاصلوة له". وقيل: علی الكفاية. وفی الغاية: قال عامة مشايخنا: إنهاواجبة .... وفی البدائع: تجب علی العقلاء البالغين الأحرار القادرين علی الجماعة من غير حرج، .... فمن الأعذار المرض الذی يبيح التيمم، وكونه مقطوع اليد والرجل من خلاف، أومفلوجاً، أومستخفياً من السلطان أومن غريم وهومعسر، أولايستطيع المشی كالشيخ العاجز وغيره. وفی شرح الكنز: والأعمی، عند أبی حنيفة". (المرقاة شرح المشكوة، كتاب الصلاة، باب الجماعة وفضلها، الفصل الأول: ۱۴۵/۳، رشيديه)

(وكذافی الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۵۵۵/۱، ۵۵۶، سعيد)

رسالہ ماہنامہ دفتر ''نظام'' کرنیل گنج کانپور یو پی سے شائع ہوا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

تبلیغی جماعت پر اعتراضات اور جوابات

سوال [۱۴۳۵]: ۱...... دور حاضر میں دعوت وتبلیغ یا تبلیغی جماعت کے نام سے جو محنت چل رہی ہے اور گشتوں، ذکر واذکار وغیرہ اعمال کی دعوت دیتی ہے، یہ جماعت قرآن وحدیث اور سلف صالحین کے طریقہ پر ہے یا نہیں؟

۲...... کیا یہ کہنا صحیح ہے کہ یہ جماعت ایمان کو مردہ بناتی ہے اور جذبۂ جہاد کو ختم کرتی ہے اور اسلام کے خلاف کام کرتی ہے یا غیر مسلموں کی اسلام کے خلاف سازش ہے؟

۳...... شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی جمع کردہ کتب فضائل ''تبلیغی نصاب'' یا ''فضائل اعمال'' کے بارے میں حضرات علماء کی کیا رائے ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... حضرت مولانا الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ نے نظام الدین دہلی سے تبلیغی جماعت کا جو کام شروع فرمایا ہے، جس کے چھ نمبر ہیں اور وہ کام اللہ کے فضل سے بڑھتے بڑھتے آج تمام دنیا میں عرب وعجم میں پھیل چکا ہے جس کی بدولت بے شمار بد دین، فاسق اب متبعِ سنت اور پابندِ شریعت ہو گئے، بے نمازی بڑی تعداد میں نمازی بن گئے، جو لوگ کبھی زکوۃ نہیں دیتے تھے وہ باقاعدہ زکوۃ دینے لگے، کتنے ہی لوگ ایسے ہیں کہ مالدار ہونے کے باوجود ان کو حج کا خیال تک نہیں آتا تھا انہوں نے حج کیا اور بار بار حج کرتے ہیں، کتنی مسجدیں ویراں پڑی ہوئی تھیں وہ نمازیوں سے آباد ہو گئیں، کتنی بستیوں میں دینی مدارس قائم ہو گئے جن میں قرآن کریم، حدیث، تفسیر کی تعلیم ہوتی ہے، کتنے اَن پڑھ اور جاہل آدمی عالم ہو گئے اور تمام دنیا میں دین کی خدمت واشاعت کے لئے پھر رہیں ہے، کتنے لوگوں کے ایمان نہایت پختہ ہو گئے جب کہ وہ پہلے سے مشرکانہ عقائد میں مبتلا تھے۔ ان چیزوں کو دیکھ کر بھی کیا اس کے دینی کام ہونے میں شبہ ہو سکتا ہے، قرآنِ کریم اور حدیث شریف (۱) کا بھی یہی حکم ہے اور سلف صالحین نے اپنی زندگیاں اسی کام کے لئے تو وقف کی ہیں۔

---

(۱) قال تعالیٰ: ﴿کنتم خیر أمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف، وتنهون عن المنكر، وتؤمنون بالله﴾ .الاية (آل عمران: ۱۱۰) .... =

۲......اس جماعت کے نصاب میں ایک کتاب ''حکایاتِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم'' بھی ہے جس میں جذبۂ جہاد اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بہادری، ورشجاعت اور دین کی خاطر جان کی قربانی اور صحابی بچوں اور صحابی عورتوں کے واقعات بھی اس سلسلہ میں ترغیب اور اتباع کے لئے مذکور ہیں، کم سے کم اسی کا مطالعہ کرلیا جائے تو معترض کے اعتراضات خود بخود ختم ہوجائیں گے۔

اگر کوئی شخص ایمان کے زندہ ہونے کا نام ہی ایمان کا مردہ ہونا رکھدے اور قرآن کریم اور حدیث شریف کے امر کو جو کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے ہے(۱) دشمنانِ اسلام کی سازش

= ''عن أبی سعید الخدری رضی اللہ تعالی عنه عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال: '' من رأی منکم منکراً فلیغیر بیده، فإن لم یستطع فلبسانه، فإن لم یستطع فبقلبه، وذلک أضعف الإیمان''. رواه مسلم''. (مشکوة المصابیح، کتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف. الفصل الأول، ص: ۴۳۶، قدیمی)

(وأیضاً راجع للتفصیل عنوان: ''کیا تبلیغ فرض ہے'')

(۱)''وعن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنهما قال: قال صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: ''من قال فی القرآن برأیه، فلیتبوأ مقعده من النار''، رواه الترمذی.

''وعن جندب رضی اللہ تعالی عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: ''من قال فی القرآن برأیه فأصاب فقد أخطاء''. رواه أبوداؤد والترمذی''. (مشکوة المصابیح، کتاب العلم، الفصل الثانی، ص: ۳۵، قدیمی)

قال القاری: ''(من قال): أی تکلم (فی القرآن): أی فی معناه أو قرآءته (برأیه): أی من تلقاء نفس من غیر تتبع أقوال الأئمة، من أهل اللغة والعربیة المطابقه للقواعد الشرعیة، بل بحسب مایقتضیه عقله ......قال البیقهی: المراد رأی غلب من غیر دلیل قام علیه، أمامایشهده برهان فلامحذور فیه. فعلم أن علم التفسیر إنمایتلقی من النقل أومن أقوال الأئمة، أومن المقاییس العربیة، أوالقواعد الأصولیة المبحوث عنهافی علم أصول الفقة أوأصول الدین.......... (بغیر علم): أی دلیل یقینی أو ظنی، نقلی أوعقلی مطابق للشرعی (فلیتبوأ مقعده من النار) قیل: یخشی علیه الکفر.......... (فقد أخطاء): أی فهومخطی بحسب الحکم الشرعی. قال ابن حجر: أی أخطأ طریق الاستقامة بخوضه فی کتاب اللہ بالتخمین والحدس لتعدیه بهذا الخوض مع عدم استجماعه لشروطه، فکان آثمابه مطلقاً، ولم یعتد بموافقته للصواب؛ لأنهالیست من قصد ولاتحرّ، بخلاف من کَمُلت فیه آلات التفسیر، وهی خمسة =

قرار دینے لگے وہ اپنے کام کا خود ذمہ دار ہے یا اس کی اصطلاح ہی کچھ اَور ہو کہ وہ ایمان واسلام کے معنی ایسے بیان کرتا ہو جو کہ قرآن وحدیث کے خلاف ہوں اور سلفِ صالحین نے بھی کبھی ایسے معنی بیان نہ کئے ہوں تو وہ اپنی جداگانہ اصطلاح میں مسلم ومومن ہے۔

۳...... بہت مفید ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۲۹/ ۷/ ۱۴۰۶ھ۔

تبلیغی جماعت پر اعتراض

سوال[۱۴۳۶]: تبلیغی جماعت کیسی ہے؟ کیا مسلمانوں پر ضروری ہے کہ اس کی ہر بات کو مان کر عمل کریں، حالانکہ ان میں وہ لوگ بھی ہوتے ہیں جو دینی تعلیم سے بہت ہی کم واقف ہوتے ہیں اور ممبر پر کھڑے ہو کر وعظ ودیگر ضروری امور کلیہ وغیرہ پر زور دیتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟ جبکہ غالباً حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ ہے کہ کوفہ کی جامع مسجد میں ایک عالم تقریر کررہے تھے، ان سے جب دریافت کیا گیا کہ تم کو ناسخ ومنسوخ کا علم ہے تو انہوں نے انکار کیا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کو مسجد سے باہر کردیا۔ تو یہ تبلیغی جماعت والے کس طرح وعظ کیلئے کھڑے ہوجاتے ہیں، ان سے جب کہا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم خود سیکھنے کیلئے کھڑے ہوتے ہیں، کیا سیکھنے کیلئے دارالعلوم دیوبند نا کافی ہے؟ بہرصورت اس بارے میں تشفی بخش جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تبلیغی جماعت جس کا مرکز نظام الدین دہلی ہے اچھی اور صحیح العقیدہ جماعت ہے، اس جماعت میں جو معتمد اہلِ علم ہیں ان کی تقریروں میں تو کوئی اشکال نہیں، جو غیر عالم ہیں ان کو ہدایت ہے کہ چھ نمبر سے زائد کوئی بات بیان نہ کریں، یا تو چھ نمبروں کو بیان کریں تاکہ وہ پختہ ہوجائیں یا کتاب پڑھ کر سنائیں اور کتابیں بھی قابل اعتماد تجویز ہیں، اس کے علاوہ غیر اہل علم کو اجازت نہیں۔ چھ نمبروں میں کوئی بات قرآن کریم اور حدیث شریف اور فقہ کے خلاف نہیں ہے(۱)، ان کو بیان کرنے اور سننے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ نفع ہی نفع ہے۔

= عشر علماً: اللغة والنحو الخ". (مرقاة المفاتيح، كتاب العلم، الفصل الثاني، ۱/ ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، رشيديه)

(۱) (قد سبق تخريجه تحت عنوان: "تبلیغ بھی دین سیکھنے کا ذریعہ ہے")

علم دین سیکھنے کا یہ طریقہ بھی ہے کہ دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوکر سیکھا جائے مگر یہ ظاہر ہے کہ کروڑوں مسلمان سب کے سب دارالعلوم دیوبند میں نہ سیکھنے کیلئے آسکتے ہیں نہ سما سکتے ہیں، نہ سب کے پاس اتنا وقت ہے، نہ سب کو شرعاً اس پر مجبور کیا جا سکتا ہے، نہ سب میں اس کی صلاحیت ہے، نہ مدارس ان سب کا صرفہ برداشت کر سکتا ہے۔ اس کے لئے جگہ جگہ مدارس ومکاتب قائم کئے جاتے ہیں اور کتابیں تصنیف کی جاتی ہیں اور رسالے اوراخبار شائع کئے جاتے ہیں، فتاوی کا انتظام بھی کیا جاتا ہے، انجمن بھی بنائی جاتی ہے، وعظ کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے، یہ سب ہی طریقے دین سیکھنے اور سکھانے کے لئے ہیں، اسی طرح تبلیغی جماعت کا جو طریقہ ہے وہ بھی دین سیکھنے کا بہت مفید طریقہ ہے۔

جس شخص کو نماز، کلمہ، وضوء، کچھ نہیں آتا ہے وہ چالیس روز کے لئے جماعت کے ساتھ نکل جاتا ہے تو اسی طرح اسی مدت میں اچھا خاصا وہ سیکھ لیتا اور پابند ہوجاتا ہے اور پھر آگے ترقی کرتا جاتا ہے، تجربہ اس کا شاہد ہے۔

جو شخص براہ راست قرآن پاک سے مسائل استنباط کر کے بیان کرے اس کے لئے ناسخ منسوخ کا علم ہونا ضروری ہے اور بھی بہت سی چیزوں کا علم ہونا ضروری ہے(۱) اور جو شخص ائمہ دین کے بیان فرمودہ منقح مسائل کو نقل کرے اس کے لئے علم ناسخ منسوخ کا ماہر ہونا ضروری نہیں، اس لئے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے اس ارشاد کی بناء پر تبلیغی جماعت کو یا کسی اَور کو وعظ اور تقریر سے روکنا غلط اور بے محل ہے، البتہ جو بات خواہ روایت ہو یا مسئلہ غلط بیان کریں اس پر ضرور تنبیہ کی جائے اور غلطی کو واضح کردیا جائے اس میں بھی شفقت اوراصلاح

---

(۱) قال الملاعلی القاری رحمه الله تعالیٰ: "علم أن علم التفسير إنمايلتقى من النقل، أومن أقوال الأئمه، أومن المقاييس العربية، أوالقواعد الأصولية المبحوث عنهافي علم أصول الفقه أوأصول الدين..........قال ابن حجر: أي أخطاء(أي من قال في القرآ ن برأيه)طريق الاستقامة بخوضه في كتاب الله بالتخمين...... بخلاف من كملت فيه آلات التفسير، وهي خمسة عشر علماً: اللغةً والنحو، والتصريف، والاشتقاق، والمعاني، والبيان، والبديع، والقراء ة، والأصلين، وأسباب النزول، والقصص، والناسخ والمنسوخ، والفقه.......... والأحاديث ....لتفسير المجمل والمبهم، وعلم الموهبة، وهوعلم يورّثه الله لمن عمل بماعلم". (المرقاه، كتاب العلم، الفصل الثاني: ۱/ ۴۹۰، ۴۹۱، رشيديه)

(وكذافي روح المعاني، المقدمة، الفائدة الثانيه: ۱/ ۵، ۶، دارإحياء التراث العربي، بيروت)

کا جذبہ ہونا چاہیے، تحقیر اور تذلیل کا جذبہ ہرگز نہ ہو، یہی معاملہ تبلیغی جماعت کے ساتھ کیا جائے، یہی دوسرے دینی خدمت کرنے والوں کے ساتھ کیا جائے خواہ تقریر وعمل سے خدمت کی جائے، یا تحریر وتصنیف سے یا افتاء وتدریس سے یا گشت واجتماع وغیرہ سے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۶/ ۹/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۱۸/ ۹/ ۸۷ھ۔

مرتکب منہیات کا تبلیغ کرنا

سوال [۱۴۳۷]: زید نہ داڑھی رکھتا ہے نہ سر کے انگریزی بال کٹواتا ہے، نماز بھی نہیں پڑھتا لیکن کبھی کبھی نماز پڑھ لیتا ہے اور قوم کو تبلیغ بھی کرتا ہے، لیکن پھر وہی حال ہوجاتا ہے کہ نماز نہیں پڑھتا اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

تبلیغ کے اجر کا مستحق ہے (۱)، ترکِ واجبات اور ارتکابِ منہیات کی وجہ سے گنہ گار ہے (۲)۔ اپنی

---

(۱) "قرأ القرآن ولم يعمل بموجبه يثات على قراء ته". وفى رد المحتار: "قوله: (يُثاب على قرأته) وإن كان يأ ثم بترك العمل، فالثواب من جهةٍ والإثم من أخرى". (الدرا لمختار مع ردالمحتار: ۶/ ۳۹۷، فصل في البيع، سعيد)

"قوله عليه الصلاة والسلام: "نضر الله امرأً سمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه غير". (الحديث)

"(قوله : نضر الله امرأً) ...... قال التور بشتي: الحسن والرونق ...... وقال الحافظ ...... معناه ألبسه النضرة وخلوص اللون : يعنى جمّله الله وزينه، أو معناه أو صله الله إلى نضرة الجنة وهى نعيمهاالخ". (فيض القدير: ۱۲/ ۶۱۵۳، ۶۱۵۴، رقم الحديث: ۹۲۶۴، نزار مصفطیٰ الباز مكة المكرمة)

(مرقاة المفاتيح: ۱/ ۴۸۶، كتاب العلم، رقم: ۲۲۸، ۲۲۹، رشيديه)

(۲) "والإثم في اللغة الذنب ...... وفي الاصطلاح عند أهل السنة استحقاق العقوبة". (ردالمحتار: ۳/ ۷۰۶، مطلب في معنى الإثم، كتاب الايمان، سعيد)

"وحكمه (أى الواجب) أنه يثاب بفعله ويستحق بتركه عقوبةً لولا العذر حتى يضل جاحده".

(قواعد الفقه حرف الواو، ص: ۵۳۹، الواجب، الصدق پبلشر)

"الحظر: مايثاب بتركه ويعاقب على فعله، في المغرب: "الحظر المنع الخ" (قواعد الفقه: =

حالت کوشریعت کے مطابق بنانا فرض ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

تبلیغی جماعت کے متعلق اہلِ بدعت کی پھیلائی ہوئی بدگمانیوں کا ازالہ

سوال[۱۴۳۸] : چند دن پہلے ملک ویتنام کے صدر مقام سائیگون شہر میں ہندوستان سے ایک تبلیغی جماعت آئی اور چند دن یہاں قیام کر کے تبلیغی اشاعتِ دین کا اہم فریضہ انجام دیتی رہی، کچھ دن بعد یہ جماعت یہاں سے چلی گئی۔ اس کے بعد شہر کی جامع مسجد کے امام وخطیب نے لوگوں میں یہ بات پھیلانا شروع کردی کہ تبلیغ والے وہابی ہیں، اہلسنت والجماعت میں سے نہیں ہیں۔ اس سے اہل شہر میں ایک قسم کا اضطراب اور بے چینی پھیل گئی ہے، اور امام صاحب نے سیلون سے چند پمفلٹ منگوا کر لوگوں میں پھیلانا شروع کر دیا، جس میں مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ اور مولانا اسماعیل رحمہ اللہ کے خلاف یہ تأثر پیش کیا گیا کہ یہ لوگ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں اور اہل سنت کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں۔ یہاں پر ان تمام واقعات نے بہت برا اثر پیدا کر دیا ہے، اس لئے ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ اس کا مدلل جواب قرآن وحدیث میں کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔

نیز مولانا محمد الیاس، مولانا تھانوی رحمہما اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ لوگ اہل سنت والجماعت میں سے نہیں، ان کی کتابوں میں بہت غلط باتیں ہیں۔ آپ سے درخواست ہے کہ مذکورہ علمائے کرام کی حقانیت کے بارے میں مدلل جواب دیں، اگر دارالعلوم دیوبند سے یا کسی اَور جگہ سے تبلیغی جماعت اور ان اکابر کی براءت میں کتابیں شائع ہوئی ہوں تو اس کی نشاندہی فرمادیں تاکہ ان پر یہ کتاب بطور حجت پیش کرسکیں۔

نیز ان حالات میں تبلیغی جماعت کا کام یہاں سائیگون میں ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں حقانی علماء کرام کی ایک کانفرنس ۱۰/ اکتوبر/ ۷۱ء کو ہونا طے پائی ہے، جس میں اس بارے میں مشورہ ہوگا۔ آپ براہ کرم

= حرف الحاء، ص: ۲۶۶، الحظر، الصدق پبلشرز)

(۱) "بل الواجب متابعة الرسول صلی الله علیه وسلم ظاهراً وباطناً". (مهذب شرح العقیدة الطحاویة، ص: ۴۲۶، تحت قول: الماتن: ولا تصدق من یدعی شیئاً یخالف الکتاب والسنة، مکتبه الغرباء الجامعة الستاریة، کراچی)

ممکن حد تک جواب جلد عنایت فرمادیں تاکہ ہم اس کو جماعت کے سامنے پیش کرسکیں۔

مختصراً یہ کہ ہمارے یہاں تبلیغی جماعت کے خلاف لوگ ایک محاذ بنا چکے ہیں جس کے لئے آئندہ ایک رکاوٹ پیدا ہوگئی ہے، مدلل جواب عنایت فرمادیں تو بڑی نوازش ہوگی۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

تبلیغی جماعت کا مقصد دینِ برحق کی اشاعت ہے یعنی رسول مقبول سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ رب العزت نے جو دین عطاء فرمایا اور اس کے کامل فرمان کی بشارت اس آیت شریفہ میں دی ہے: ﴿الیوم أکملت لکم دینکم﴾ الایة (۱) اس دین کو دنیا کے تمام لوگوں کو پہونچادیں اور ان کو سکھادیں۔ اس مقصد کیلئے حدیث شریف کی روشنی میں جو ہدایات ملتی ہیں، ان کے تحت اور حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے جو جو صورتیں اختیار فرمائی ہیں ان کے تحت اپنے اپنے مکان سے نکلیں، جماعتیں بنا کر بستی بستی میں گشت کریں اور اپنے بھائیوں کو انتہائی شفقت و محبت کے ساتھ مسجد میں لائیں، دین کی اہمیت سمجھائیں، حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق بتائیں، اور یہ ذہن نشین کرائیں کہ نجات کا راستہ صرف یہ ہے کہ اپنی پوری زندگی کو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور ہدایات کے موافق بنایا جائے، کوئی کام خلاف سنت نہ کیا جائے، جس قدر اس میں پختگی حاصل ہوگی، اسی قدر دنیا میں بھی فتنوں سے حفاظت رہے گی اور آخرت میں بھی حضرت فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب نصیب ہوگا (۲)، جس قدر سنت سے بُعد ہوگا اسی قدر دنیا میں بھی

---

(۱) (المائدة:۳)

(۲) "وعن عبدالله بن عمر رضی الله تعالی عنهما قال: قال رسول صلی الله علیه وسلم: "لایؤمن أحد کم حتی یکون هواه تبعاً لما جئت به". رواه فی شرح السنة". (مشکواة المصابیح، کتاب الإیمان، باب الاعتصام ص: ۳۰، قدیمی)

قال القاری رحمه الله: "والمحبوب الاتباع تبعاً لما جئت به من السنة الزهراء، والملة النقیة البیضاء، حتی تصیر همومه المختلفة وخواطره المتفرقة التی تنبعث عن هوی النفس، ومیل الطبع هماً واحداً یتعلق بأمر ربّه واتباع شرعه تعظیماً له.......... فلایمیل إلابحکم الدین، ولایهوی إلابأمر الشرع، فهو المؤمن الفرید الکامل الوحید الذی یقبل منه التوحید". (المرقاة، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الثانی: ۱/۲۱۴، رقم الحدیث: ۱۶۷، رشیدیه)

فتنے بڑھیں گے اور آخرت میں بھی دوری رہے گی۔اس کے اصول ایسے مضبوط اور پختہ ہیں جن میں کسی کا اختلاف نہیں، ایک چھوٹی سی کتاب ہے جس کا نام ''چھ باتیں'' ہے اس کو دیکھ لیا جائے (۱)۔

اس جماعت کا کام صرف ہندوستان میں نہیں بلکہ ساری دنیا میں ہورہا ہے، بے شمار آدمیوں کا حج اس کی وجہ سے سنت کے موافق ادا ہورہا ہے، ہر جہاز میں جماعت کے آدمی کام کرتے ہیں، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ-زادہما اللہ شرفاً وکرامۃً-صفا، عرفات، بندرگاہ، سب جگہ کام کرنے والے موجود ہیں۔انگریزی ممالک لندن، امریکہ وغیرہ میں بھی بحمداللہ کام ہورہا ہے۔کروڑوں آدمی اس جماعت کی کوشش کی بدولت نمازی ہوگئے، روزہ رکھنے لگے، حرام کمائی سے تائب ہوگئے، شراب پینے سے، زنا کرنے سے توبہ کرچکے، زکوٰۃ ادا کرنے لگے، جہاں دینی مدارس نہیں تھے، وہاں دینی مدارس کھل گئے، عام دینی بیداری پیدا ہوگئی۔اس جماعت کا عمومی کام زبانی ہے، تحریری لٹریچر زیادہ نہیں، ایک چلہ ساتھ رہ کر اصول کی پابندی سے آدمی کام کرے، انشاءاللہ تعالیٰ اس کے حالات میں کافی تغیر ہوگا اور سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی رغبت اور محبت میں اضافہ ہوگا، بدعات اور معاصی سے نفرت ہوگی۔

حضرت مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ تعالیٰ کے ملفوظات اور خطوط اور حالات بھی کسی حد تک شائع ہو چکے ہیں، ان کے پڑھنے سے قلب میں نور پیدا ہوتا ہے اور تعلق مع اللہ ومع الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ترقی ہوتی ہے۔مخالفین ان سب چیزوں کو برداشت نہیں کرپاتے تو مخالفت کرتے ہیں، حق تعالیٰ ان کو ہدایت دے اور صراطِ مستقیم پر چلائے، افسوس کہ وہ مخالفت کی وجہ سے بہت بڑی نعمت سے محروم ہیں۔

ایک مختصر رسالہ ''غلط فہمیوں کا ازالہ'' ہے جس میں اکابر دیوبند کی پوری عبارتیں نقل کرنے کے بعد ان پر جو اعتراضات کرکے قوم کو بدظن کیا جاتا ہے، ان اعتراضات کا جواب دیا گیا، اس کا مطالعہ بھی مفید ہوگا، اس سے بڑی بھی ایک کتاب ہے، جس کا نام "الجُنة لأهل السنة" ہے (۲)، اس میں تفصیل سے اعتراضات کو نقل کرکے جوابات دیئے گئے ہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/ ۷/ ۹۱ھ۔

---

(۱)(للشيخ عاشق إلهي بلند شهري رحمه الله تعالى عليه)

(۲) (الجنة أهل السنة، للشيخ محمد عبد الغنى خان، صدر المدرس، مدرسه عين العلوم، المكتبة البنورية، كراچى)

تبلیغی جماعتوں اور کتابوں پر اعتراضات کے جوابات

سوال [۱۴۳۹]: ۱......آج کل تبلیغی جماعت کا رویہ زور پکڑتا جا رہا ہے، کہ ہر محلّہ کی مسجد میں تبلیغی نصاب کی کتابیں پڑھتے ہیں لوگوں کو زبردستی روکتے ہیں، اگر کوئی شخص نہ بیٹھے تو اس پر نکیر کرتے ہیں، یہ التزام شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

۲......تبلیغی نصاب میں صرف عبادات کے فضائل کا بیان ہوتا ہے، مسائلِ ضروریہ کا حصہ نہیں اور اگر کوئی عالم سمجھائے کہ مسائل کی کتاب بھی پڑھو تو ہرگز نہیں پڑھتے، اگر کوئی شخص پڑھے تو پڑھنے نہیں دیتے ہیں، ان کا یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟

۳......ان فضائل کی کتابوں میں بہت سی ایسی احادیث ہیں، جو موضوع ہیں، مگر مرتب کتاب نے عربی عبارت میں تو ان کا موضوع ہونا واضح کر دیا، لیکن اردو ترجمہ میں نظر انداز کر دیا، اب وہ احادیثِ موضوعہ اردو میں پڑھی جاتی ہیں۔ کیا ایسی حدیثوں کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

۴......کیا مصنف کو ایسی حدیثیں (جن کا وضع ہونا خود ان پر واضح تھا) درج کرنا اور بطورِ نصاب ان کی اشاعت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱......اصل یہ ہے کہ دین کا سیکھنا ہر ایک کے لیے ضروری ہے(۱)، اس مقصد کیلئے کتابیں تصنیف اور شائع کی جاتی ہیں، مدارس قائم کئے جاتے ہیں، ان کے لئے مستقل نصاب تجویز کیا جاتا ہے، جماعتوں اور درجوں کا نظام بنایا جاتا ہے، خانقاہیں قائم کی جاتی ہیں، مبلغ واعظ رکھے جاتے ہیں، ان کے لئے تقریریں ہوتی ہیں، انجمنیں بنائی جاتی ہیں، کتب خانے بنائے جاتے ہیں، غرض جس جس طریقہ پر دین حاصل کرنا آسان ہوجائے، وہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے، بشرطیکہ وہ شرعاً ممنوع نہ ہو، اسی طریقہ پر تبلیغی جماعت کا حال ہے۔

مدارس میں نہ سب دین حاصل کرنے کیلئے جاتے ہیں، نہ سب کے پاس اتنا وقت ہے کہ پورا نصاب پڑھیں، نہ مدارس میں اتنی گنجائش ہے، نہ سب میں نصاب کے پڑھنے اور سمجھنے کی صلاحیت ہے، یہی حال

---

(۱) "وعن أنس رضی اللہ تعالی عنہ قال: قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم طلب العلم فریضة علی کل مسلم". الحدیث (مشکوة المصابیح، کتاب العلم، الفصل الثانی، ص: ۳۴، قدیمی)

خانقاہوں کا ہے۔خود کتابیں دیکھ کر بھی دین حاصل کرنے کی صلاحیت عموماً نہیں، واقعہ تو یہ ہے کہ عمومی طور پر دین کی طلب ہی اس قدر قلیل ہے کہ جس کو شمار میں لانا ہی محلِ تامل ہے۔

کتنے کروڑوں کی مسلم آبادی ہے اور کتنے مدارس وخانقاہوں سے استفادہ کرنے والے ہیں، انجمنوں اور واعظوں سے استفادہ اس سے بھی کماً وکیفاً کم ہے، بے دینی جس قدر عام ہے اس کو دور کرنے کیلئے بھی ایسے طریقے کی ضرورت تھی، جو عام اور سہل ہو۔ اللہ تبارک وتعالی نے یہ تبلیغی جماعت کا طریقہ جاری فرمایا، خدائے پاک کے فضل وکرم سے اس کا نفع بہت ہی عام ہوا، کتنے لوگوں کا کلمہ درست ہوا، نماز درست ہوئی، بے نمازیوں نے نماز کی پابندی کی۔ کتنے تاجر زکوٰۃ نہیں دیتے تھے، سودی معاملہ کرتے تھے، انہوں نے باقاعدہ زکوۃ دینی شروع کردی، سودی معاملات سے پرہیز کرنے لگے، کتنے لوگوں نے حج کیا۔

یہ جماعت بندرگاہ پر، جہازوں پر، جدہ میں، مکہ مکرمہ میں، منی میں، عرفات میں، مدینہ طیبہ میں غرض سب جگہ کام کرتی ہے، جس کی بدولت بہت سے لوگوں کا حج صحیح طور پر ادا ہوتا ہے، انگریزی ممالک میں مساجد کی تعمیر ہوئی، قرآن کریم تراویح میں پڑھا جانے لگا، مکاتب قائم ہوئے۔ چونکہ یہ جماعت کوئی منظم جماعت نہیں بلکہ دین سیکھنے والے ہر چھوٹے بڑے طبقہ کے لوگ ہیں، اس لئے بے عنوانیاں بھی ہوتی ہیں، بعض جوش میں تقریر کرتے ہوئے اپنی حد سے بڑھ کر باتیں کہہ دیتے ہیں، حالانکہ ان کو یہ ہدایت دی جاتی ہے، کہ وہ چھ نمبروں سے زائد بات نہ کہیں، شکایات معلوم ہونے پر تنبیہ بھی کی جاتی ہے، کبھی تقریر سے ہی بالکل روک دیا جاتا ہے۔

مقامی علماء اگر سرپرستی فرمائیں اور غلطیوں پر تنبیہ کریں، تو اس جماعت کو قدردانی کرنی چاہیئے، ان مخلص علماء کو تبلیغ کا مخالف سمجھنا غلطی اور سخت غلطی ہے، اس جماعت کو ان کی شفقت اور خیر خواہی کا تجربہ نہیں، اس لئے اہلِ علم حضرات اگر ان کے حلقوں میں تھوڑی سی شرکت بطور نگرانی فرمائیں تو ان کی غلطی کی اصلاح بھی ہوجائے اور قلوب میں ہمدردی اور شفقت کا احساس بھی ہوجائے۔ بعد نماز جو شخص اپنی ضرورت کی خاطر جانا چاہتا ہے اس کو زبردستی روکنا بھی نہیں چاہئے۔ غالبًا اس سے بھی آپ کو انکار نہ ہوگا کہ قلوب میں دین کی طلب نہ ہونے کی وجہ سے لوگ بکثرت ضرورت کا حیلہ کرکے بھی چلے جاتے ہیں۔ اہلِ مدارس غیر حاضر طلباء، ناکام طلباء کا کھانا و وظیفہ بند کردیتے ہیں اور دوسری سزائیں بھی دیتے ہیں، یہ جماعت اس قسم کا کوئی کام نہیں

4

کرسکتی، بلکہ خوشامد کا طریقہ استعمال کرتی ہے، تاہم خوشامد سے آگے بڑھ کر کسی کو مجبور کرنا غلط ہے، اس سے پرہیز لازم ہے، چہ جائیکہ اس پر نکیر کیجائے۔

۲......اس جماعت کے اصول میں علم کی تحصیل بھی ہے، لیکن جس طرح مدارس میں کتابیں ''ہدایہ'' وغیرہ پڑھائی جاتی ہیں، اس طرح یہاں تعلیم نہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ ہدایہ، شرح وقایہ وغیرہ پڑھانے کے لئے پہلے کتنی کتابوں کا پڑھانا ضروری ہے، مدارس میں ''میزان'' سے جماعت پڑھنا شروع کرتی ہے، شروح، حواشی، تراجم دیکھتی ہے، مطالعہ کرتی ہے، استاذ کی تقریر سنتی ہے، پھر ہدایہ وغیرہ میں کیا پوری جماعت ایسی ہوتی ہے کہ اس کی عبارت کو حل کرے اور مسائل صحیح سمجھ جائے، نہیں ہرگز نہیں۔

پھر تبلیغی جماعت میں کوئی تین دن کیلئے نکلا، کوئی دس بیس چالیس دن کیلئے نکلا، نہ امیر ایک رہتا ہے، نہ جماعت ایک رہتی ہیں، ایسی حالت میں اگر مسائل کی کتابیں ان کو سنائی جائیں تو غلطی کا احتمال کس قدر غالب ہوگا، البتہ ان کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ اپنے طور پر اپنی استعداد اور حالت کے مطابق ضروریاتِ دین کا علم حاصل کریں اور وہ اس پر عمل کرتے ہیں، مسائل پوچھ کر، کوئی اہل علم کی صحبت میں جاکر، کوئی مطالعۂ کتب سے، کوئی مدارس میں داخل ہوکر، جو شخص حاصل نہیں کرتا وہ کوتاہی کرتا ہے، اصول کا پابند نہیں۔ امام عالم اگر مسائل کی کتاب سنانا چاہیں تو ضرور سنائیں جماعت نہ روکے، البتہ باہمی مصالحت سے وقت متعین کرلیا جائے کہ فلاں وقت مسائل کی کتاب ہوگی۔

۳......ایسی حدیث تو شاید کوئی نہ ہو جس کے موضوع ہونے پر اتفاق ہو، ہاں یہ کہ بعض حدیثیں ضعیف ہیں اور ایسی بھی ہیں کہ بعض محدثین نے ان کو موضوع کہا ہے، اس کو مصنف مدظلہ نے بیان بھی کردیا، فضائل اعمال میں ضعیف احادیث کا بیان کرنا تدریب الراوی (۱) وغیرہ کتب میں جائز لکھا ہے۔ آخر ابن ماجہ کے متعلق

---

(۱) ''قالوا: إذاروينافي الحلال والحرام شدّدنا، وإذاروينافي الفضائل ونحوهاتساهلنا''.

''تنبيه: لم يذكر إبن الصلاح والمصنف هناوفي سائر كتبه لماذكر سوى هذاالشرط، وهو كونه في الفضائل ونحوها، وذكر شيخ الإسلام له ثلاثة شروط: أحدها، أن يكون الضعف غير شديد...... والثاني: أن يندرج تحت أصل معمول به، الثالث: أن لايعتقد عند العمل به ثبوته، بل يعتقد الاحتياط''. (تدريب الراوي. قبيل النوع الثالث والعشرون، صفة من تقبل روايته: ۲۹۸/۱، ۲۹۹، المكتبه العلميه بالمدينه)

آپ کیا کہیں گے، جس کی نصف سے زائد احادیث کو ابن جوزی نے موضوع قرار دیا ہے(۱)، ابن ماجہ داخلِ درس ہے بلکہ صحاح ستہ میں شمار ہے(۲) اور مصنف قدس سرہ نے کسی حدیث کے متعلق یہ نہیں بتایا کہ یہ حدیث موضوع ہے، بلانکیر اس کا درس دیا جاتا ہے۔

۴...... مصنف مدظلہ نے تو بہت احتیاط سے کام لیا کہ جس حدیث کو بعض حضرات نے موضوع قرار دیا اس کو واضح کردیا، اگر وہ حدیث بالاتفاق موضوع ہوتی تو ہرگز اس کو لکھ کر اس سے استدلال نہ کرتے، اب رہ گیا عوام کا حال تو ان کیلئے حدیث کی قوت وضعف کا بیان کرنا ہی کچھ مفید نہیں، اس لئے ترجمہ میں اس کا ذکر نہیں آیا، اہل علم حضرات کے لئے عربی عبارت میں موجود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۳/۱۳۹۵ھ۔

تبلیغی جماعت والے کیا وہابی ہیں؟

سوال[۱۴۴۰]: ہم لوگ ہندوستان سے بہت دور ساؤتھ افریقہ کے ایک ملک سریتام میں رہتے ہیں، ہمارے یہاں ۱۹۵۰ء سے پاکستان وغیرہ سے بریلوی حضرات آتے رہتے تھے۔ ۱۹۶۸ء کے بعد سے تبلیغی

= (وكذا في ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الطهارة، أركان الوضوء أربعة قبيل: مطلب في بيان ارتقاء الحديث الضعيف: ۱/۱۲۸، سعيد)

(۱) لم أطلع عليه من ابن الجوزي على هذه اللفظ، وقد وجدت لغيره بمعناه بلفظ: "وقال الشيخ أبوالحسن السندي في تعليقه: وقد اشتمل هذاالكتاب من بين الكتب الستة على شئون كثيرة، انفرد بهاعن غيره، والمشهور أن ماانفردبه، يكون ضعيفاً، وليس بكلي، لكن الغالب كذلك، وقد ألّف الحافظ الحجة العلامه أحمد بن أبي بكر البوصيري رحمه الله في زوائده تاليفاً، نبّه على غالبها.......... أماماأورده ابن الجوزي في الموضاعات من أحاديث ابن ماجة، فنحوأربع وثلاثين حديثاً .... الخ". (ماتمس إليه الحاجة لمن يطالع سنن ابن ماجه للشيخ عبد الرشيد النعماني رحمه الله، ص: ۸۷، قديمي)

(۲) "قال السيد صديق حسن خان في "الحطة بذكر الصحاح الستة": قال الشيخ عبد الحق الدهلوي رحمه الله: كتابه واحد من الكتب الإسلامية التي يقال لهاالأصول الستة، والكتب الستة، والصحاح الستة،.......... وإذاقال المحدثون: رواه الجماعة يريدون به هذه الرجال الستة في تلك الكتب الستة اهـ". (ماتمس إليه الحاجة، ص: ۳۵، قديمي)

جماعت کا سلسلہ جاری ہوا، ہمارے قریب ملک بار بادوس سے، پھر لندن اور افریقہ سے جماعتیں آتی رہیں، اس کے بعد گذشتہ سال امریکہ کے اجتماع سے پہلے ہندوستان میں سورت اور بمبئی سے وہاں کے سات حضرات جماعت میں آئے تھے، کافی ووافی کام کیا تھا جس سے ہم لوگ متاثر ہوکر اجتماع میں شریک ہوئے تھے اور ہمارا پورا یقین ہے۔

لیکن پاکستان سے بریلوی اشرف القادری آ کے یہاں رہتا ہے، جس کے پاس ایک بڑی مسجد اور بڑی جماعت ہے، وہی زیادہ شور مچاتا ہے اور کہتا ہے کہ مولوی الیاس-رحمہ اللہ تعالیٰ- وہابی ہے، وہابی مدرسہ کا پڑھا ہوا ہے، وہابی کا شاگرد ہے، وہابی عقیدہ پھیلاتا ہے اور مولانا اشرف علی کی تعلیم کو دنیا میں عام کرنا چاہتا ہے، ایسا ایک پرچہ بمبئی سے منگوا کر لوگوں مین تقسیم کیا ہے، اور لوگوں کو بتایا ہے کہ سب دیوبندی اور تبلیغی جماعت والے وہابی اور کافر ہیں، لہٰذا زبردستی مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ اور مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ اور مولانا اسماعیل دہلوی رحمہ اللہ وغیرہ کو کافر کہلواتا ہے اور مجھ کو کہتا ہے کہ تم لوگ تبلیغی جماعت والوں کا ساتھ چھوڑ دو، ان کو مسجدوں میں گھسنے نہ دو، لات مار کے نکالو، یہ لوگ پہلے پہلے نماز، کلمہ کی دعوت دیتے ہیں پھر اپنا رسوخ ہونے کے بعد اپنا وہابی عقیدہ ظاہر کریں گے۔

لہذا مفتی صاحب! آپ تفصیل سے نقل شدہ پرچہ کا جواب دیں تاکہ ہم دوسرے حضرات کو دکھا سکیں اور مفتیان کرام کے دستخط اور مدرسہ کی مہر کے ساتھ جواب جلدی سے روانہ فرمائیں۔

الجواب حامداًو مصلیاً:

تبلیغی جماعت والے چاہے پرانے ہوں یا نئے ہوں، یا عالم ہو یا عامی ہوں، اسی طرح سے دیوبند سے تعلق رکھنے والے اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ صاحب اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ صاحب سے عقیدت اور تعلق والے (ان کے شاگرد، مرید اور معتقد) لاکھوں موجود ہیں جنہوں نے ہزاروں دینی مدارس قائم کئے جن میں قرآن کریم، حدیث شریف، تفسیر، فقہ کی تعلیم ہوتی ہے اور تبلیغی جماعت تو خدا کے فضل سے تمام دنیا میں دینی کام کر رہی ہے۔

اس کام کی برکت سے فرائض زندہ ہو رہے ہیں، سنتیں زندہ ہو رہی ہیں، مسلمانون کی زندگی سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق درست ہو رہی ہے، جو لوگ کبھی زکوۃ نہیں دیتے تھے وہ باقاعدہ زکوۃ دے رہے

ہیں، جن کے ذمہ حج فرض تھا اوران کو حج کرنے کا خیال بھی نہ ہوتا تھا، وہ حج کررہے ہیں، بے نمازی نماز کے پابند ہورہے ہیں، غلط رسوم میں جولوگ مبتلا تھے وہ ان کو چھوڑ رہے ہیں، بدعات سے توبہ کررہے ہیں پکے پکے پرانے بدعتیوں اور بریلویوں کے عزیز بھی تبلیغی جماعت میں آرہے ہیں۔

اس عملی انقلاب کو دیکھ دیکھ کر بریلوی رہنما پریشان ہیں ان کو اس کی توفیق نہیں ہوتی کہ وہ بے نمازیوں کو مسجد میں لائیں، جس کی تاکید قرآن وحدیث سے ثابت ہے(۱) اور جس کے لئے اللہ پاک نے ایک لاکھ سے زیادہ پیغمبر بھیجے (۲) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اوران کے اصحابہ کرام اورامت کے اکابر نے اپنی زندگیاں صرف کردیں، ہاں ان بریلویوں کا کام صرف یہی رہ گیا ہے کہ نماز کے لئے مسلمانوں کو مسجد میں بلانے والوں کو گالیاں دے کر کافر بنا کر سیدھے سادے مسلمانوں کو ان سے دور رکھیں تا کہ وہ اصل دین سے بے خبر رہیں اور بریلویوں کے معتقد بنے رہیں اور نذرانہ ان سے لیتے رہیں۔ قیامت آنے والی ہے اس وقت سب کچھ سامنے آجائے گا اوراپنے اعمال وعقائد کی حقیقت کھل جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۴/۱۴۰۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۴/۱۴۰۱ھ۔

چلہ کے فوائد

سوال[۱۴۴۱]: تبلیغی جماعت کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ یہ جماعت لوگوں کو باہر نکلنے پر کیوں مجبور کرتی ہیں، کیا باہر نکلنا اور چلہ دینا ضروری چیز ہے؟ اس جماعت کے بانی کیا اس تحریک کے ذریعہ کوئی

---

(۱) قال الله تعالی: ﴿ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير، ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر، وأولئک هم المفلحون﴾. (آل عمران: ۱۰۴)

"وعن حذيفه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: والذي نفسي بيده، لتأمرن بالمعروف ولتنهونّ عن المنكر، أوليوشكنّ الله أن يبعث عليكم عذاباًمن عنده، ثم لَتَدْ عُنّه ولايستجاب لكم". رواه الترمذي". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الأمربالمعروف، الفصل الثاني، ص: ۴۳۶، قديمي)

(۲) "وقد ورد أنه عليه الصلوة والسلام سئل عن عدد الأنبياء عليهم الصلوة والسلام، فقال: "مائة ألف وأربعة وعشرون ألفاً"، وفي رواية: "مائتاألف وأربعة وعشرون ألفاً". (شرح الفقه الأكبر للقاري، ص: ۵۶، قديمي)

نئی قوم تیار کرنا چاہتے تھے اس سے کیا ان کی مراد کیا تھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دہلی نظام الدین مرکز تبلیغی مسجد بنگلہ سے جو جماعتیں تبلیغ کیلئے جاتی ہیں، ان کے لئے ایک دستور العمل موجود ہے، ایک چھوٹا سا کتابچہ چھپا ہوا ہے جس کا نام ''چھ باتیں'' ان چھ باتوں کو سیکھنے، سمجھنے صحیح کرنے، دل میں جمانے، زندگی میں جاری کرنے کے لئے لوگ نکلتے ہیں، اپنے اپنے خرچ کا ہر شخص خود ذمہ دار ہوتا ہے، کوئی ایک روز کے لئے، کوئی سال بھر کیلئے نکلتا ہے، بعضوں نے پوری زندگی ہی اسی مقصد کیلئے دیدی۔

اس طریقہ پر نکلنے سے عقائد بھی درست ہوتے ہیں، اخلاق واعمال کی بھی اصلاح ہوتی ہیں، اس سے دین پختہ ہوتا ہے، غلط چیزیں چھوٹتی ہیں، مثلاً جو شخص ایک چلہ کیلئے نکلا وہ اس مدت میں نماز باجماعت کا پابند ہوگا، قرآن کریم کا بھی حسب حیثیت کچھ نہ کچھ حصہ حاصل کرلے گا، گالی گلوچ، لڑائی جھگڑا، شراب نوشی، جھوٹ، غیبت، بہتان، حسد وغیرہ برائیوں سے محفوظ رہے گا، چلہ سے واپسی پر بھی امید ہے کہ دیر تک اثرات باقی رہیں گے، پھر کچھ مدت بعد دوبارہ چلہ کیلئے نکلا تو پہلے چلہ کی باتوں میں پختگی آئیگی، تبلیغی نصاب سن کر اپنی زندگی کو اس کے مطابق درست کرنے کا اچھا خاصا جذبہ پیدا ہوگا، غرض اس طرح جتنا زیادہ سے زیادہ وقت دے گا اسی قدر زیادہ اصلاح ہوگی، دین قائم ہوگا، غلط باتوں سے بچے گا۔

جو لوگ مالدار تاجر وغیرہ زکوۃ نہیں دیا کرتے تھے وہ تبلیغ کی برکت سے باقاعدہ پورا پورا حساب کرکے زکوۃ ادا کرنے لگے ہیں، جن پر حج فرض تھا مگر ارادہ نہیں کرتے تھے، وہ فضائلِ حج سن کر حج کے لئے آمادہ ہوگئے، بلکہ عمرہ کرنے کیلئے بھی مستقل سفر کرنے لگے، جگہ جگہ مکاتب ومدارس قائم ہوگئے جن سے قرآن کریم اور دینی تعلیم کو فروغ ہوا ہے۔

اچھی خاصی بڑی عمر والوں کو بھی جب تعلیمی حلقوں میں نماز سننے اور سنانے کی نوبت آئی اور اپنی غلطی پر اطلاع ہوئی تو وہ اصلاح کی فکر میں لگ گئے، نمازیں درست کرنے لگے، جو صرف الفاظ جانتے تھے انہوں نے معانی ومطالب کو بھی سیکھنا شروع کردیا، جن لوگوں نے کسی مدرسہ میں تعلیم نہیں پائی اس تبلیغ کی بدولت بہت سی احادیث کا مطلب یاد کرلیا، الغرض اس کے بیشمار منافع ہیں۔ ریلوں میں، بسوں میں، جہازوں میں جماعتیں جاتی ہیں، ہر بندرگاہ پر حاجیوں میں کام کرتی ہیں، بلکہ مکہ مکرمہ، عرفات، مزدلفہ، منی، میں کام کرتی ہیں، بے شمار

لوگوں کا حج اس تبلیغی کام کی بدولت صحیح اور شریعت کے مطابق ہونے لگا۔ مختلف ممالک کے لوگ اس میں شامل ہوتے ہیں، عرب میں اجتماعات ہوتے ہیں، ترکی، سوڈانی، یمنی، شامی، عراقی، ہر جگہ کے لوگ آتے ہیں اور جماعتیں بنا کر نکلتے ہیں۔ الغرض کوئی خطہ ایسا نہیں جہاں یہ کام نہ پہونچا ہو، اس کی بدولت بہت بڑی مخلوق کی اصلاح ہوئی اور ہو رہی ہے۔

جو لوگ جماعت کے مخالف ہیں انہوں نے مستقل گروہ بنا کر بڑے بڑے جماعات میں مخالفت اور فتنہ پردازی کے لئے بھیجے، اس گروہ نے جب دینِ حق کی باتیں سنی اور عملی زندگی کو دیکھا تو وہ گروہ رو پڑا اور بہت ندامت کے ساتھ اپنے غلط ارادوں سے توبہ کی اور جن لوگوں کو بھیجا تھا ان پر بہت زیادہ اظہار افسوس کیا کہ ہمیں ان لوگوں نے اندھیرے میں رکھا اور غلط باتیں بتائیں، إنالله وإناإليه راجعون۔

اگر یہی چیز وہابیت، دیوبندیت ہے تو اس پر کیا اعتراض ہے۔ حضرت مولانا محمد الیاسؒ ایک بے نفس بزرگ تھے، جن کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق تھا اور آپ کے لائے ہوئے دین کی اشاعت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا اور چاہتے تھے کہ ایک مستقل جماعت ہر علاقہ میں ایسی ہونی چاہیے جن کا مقصدِ زندگی ہی دین اسلام اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ واشاعت ہو، صرف کلمہ ونماز پر کفایت نہ کرے بلکہ تمام دین کو لے کر دنیا میں پھیلے، یہی وہ چیز ہے جس کو فرمایا تھا ''ایک نئی قوم پیدا کرنا'' جو سارے دین کو لے کر پوری دنیا میں پھیلے اور اس کی زندگی اسی مقصد کے لئے وقف ہو۔ چنانچہ کتابچہ ''چھ باتیں'' کے آخیر میں جو جو ہدایت دی ہیں کہ:

> ''ہمارا مقصد یہ ہے کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین مسلمانوں تک پہونچا دیں اور ان کو سکھا دیں اور یہ کلمہ ونماز اس کی الف، ب، ت، ہے''۔

اس پر کیا اعتراض ہے کیونکہ صرف نماز کے لئے تو وعظ بھی ہوتے رہتے ہیں مگر یہاں صرف نماز پر کفایت کرنا نہیں ہے بلکہ پورے دین کو لے کر مستقلاً مقصد بنانا ہے۔

ایک تبلیغی کی تقریر: ''مولانا الیاس صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ الہامی نبی تھے''

سوال [۱۶۴۲]: یہاں پر ایک تبلیغی صاحب نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی:

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دراصل الہامی نبی تھے، انبیاء پر وحی آتی تھی لیکن مولانا ایسے نبی تھے

جن کو ہر آنے والے واقعہ کا الہام ہوتا تھا گویا الہامی نبی تھے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ کو نبی کہنا درست نہیں نہ الہامی نبی نہ کسی اَور قسم کا نبی، ایسے عنوانات سے بہت غلط فہمی پیدا ہوتی ہے اس لئے کلی احتراز واجب ہے(۱)، اس پر بھی کوئی دلیل شرعی قائم نہیں کہ حضرت مولانا مرحوم کو ہر آنے والے واقعہ کا الہام ہوتا تھا، اگر حضرت مولانا مرحوم حیات ہوتے تو ہرگز ہرگز ایسی ایسی باتوں کی اجازت نہ دیتے، بلکہ سختی سے روک دیتے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم، دیوبند، ۳۰/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۰/۸۵ھ۔

مولانا علی میاں کی عبارت سے مولانا الیاس صاحب پر اعتراضات

سوال[۱۴۴۳]: ’’مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ صاحب اوران کی دینی دعوت‘‘ مرتبہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، باب ہفتم، ص:۲۰۵ پر ہے:

’’مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ اپنے عزیز مولوی ظہیر الحسن صاحب ایم، اے علیگ سے فرمایا جو ایک وسیع النظر عالم ہیں: ’’ظہیر! اصل میں میرا مدعا کوئی پاتا نہیں، لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ تحریکِ صلوۃ ہے، میں قسم سے کہتا ہوں کہ ہرگز تحریک صلوۃ نہیں‘‘۔

ایک روز بڑی حسرت سے فرمایا کہ:

’’ظہیر الحسن! ایک نئی قوم پیدا کرنی ہے‘‘۔

ص:۲۰۶ پر ہے:

’’منشی نصر اللہ راوی ہیں کہ ایک روز میں نے عرض کیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ:

’’آپ مجدّدِ وقت ہیں، فرمایا: ’’تم سے کون کہتا تھا، میں نے کہا لوگوں میں چرچا ہے، فرمایا: ’’نہیں! میری جماعت مجدد ہے‘‘۔

---

(۱) ’’وعن معاویة رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: إن النبی صلی اللہ علیه وسلم نهی عن الأغلوطات‘‘. رواہ أبوداود‘‘. (مشکوۃ المصابیح، کتاب العلم، الفصل الثانی، ص: ۳۵، قدیمی)

ص:۲۰۹اورص:۲۱۰پر ہے:

''اگرکوئی کوئی شخص ان جگہوں سے غیرِمسلم اہلِ شوکت کے مقامات ومرکزوں سے قنوت نازلہ پڑھے بغیر گذرے توسلبِ ایمان کا خطرہ ہے''۔

ص:۱۸۵پر ہے:

''فرمایا: میں مشغول بہت ہوں، میں محسوس کررہاہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت ہے، میں کسی اَور چیز کی طرف متوجہ نہیں ہوسکتا''۔(نعوذ باللہ)۔

دریافت طلب یہ امور ہیں:

۱......بانیٔ تبلیغ کا اعلان کھلا اورصاف ہے کہ تحریکِ نماز نہیں اور پھر اس بات کو وہ قسم سے کہتے ہیں تو کیا یہ دھوکا نہیں ہے؟

۲......مجدّد کی کیا تعریف ہے؟ مجدد کتنے عرصہ بعد پیدا ہوتا ہے، کیا پوری جماعت مجدد ہوسکتی ہے؟

۳......کیا یہ صحیح ہے کہ اگر بغیر قنوتِ نازلہ پڑھے غیرمسلم کے مقامات سے کوئی گذر گیا تو ایمان سلب ہونے کا اندیشہ ہے؟

۴......کیا یہ صحیح ہے کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت ہوئی-نعوذ باللہ- کیا یہ ہوسکتی ہے؟ ایسے سننے والے اورسوچنے والے اور لکھنے والے کے متعلق ازروئے شریعت کیا حکم ہے، مسلمان ہے یانہیں، توبہ وتجدیدایمان لازم ہے یانہیں؟

۵......مجدّد ایک وقت میں ایک ہوتا ہے، کیا ایک وقت میں پوری جماعت کے افراد جوذمہ دار ہیں اورکل افرادشریکِ تبلیغ مجددوقت کہلائیں گے؟ برائے کرم مفصل حکم شرع مع حوالہ ودلیل سے تحریرفرمائیں۔

محمد حنیف قادری، دھولوی، مظفرنگر۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تبلیغی جماعت اوراس کی خدمتِ دین، نقل وحرکت اس قدرپھیل چکی ہے کہ محتاجِ تعارف نہیں، تبلیغی جماعت کیلئے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نوراللہ مرقدہ نے کچھ ہدایات دی ہیں ان میں ایک نمبر یہ بھی ہے:

''ہماری جماعت کا اصل مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کوحضور صلی اللہ علیہ وسلم

کالایا ہوا دین پورا پورا سکھا دیں، یہ تو ہمارا اصل مقصد ہے، رہی قافلوں کی چلت پھرت تو یہ اس مقصد کے لئے ابتدائی ذریعہ ہے اور کلمہ و نماز کی تلقین گویا ہمارے پورے نصاب کی ''الف، ب، ت'' ہے''(۱)۔

مولانا محمد منظور احمد صاحب نعمانی نے نظام الدین دہلی میں کچھ مدت قیام کر کے ملفوظات کو جمع کیا تھا، اس مجموعہ میں یہ ملفوظ بھی ہے اور ایک چھوٹی سی کتاب ''چھ باتیں'' ہے، اس کے اخیر میں بھی نمبر:۳ پر یہ ملفوظ ہے، اس میں غور کرنے سے یہ اشکال خود رفع ہو جائے گا، مثلاً ایک استاد ایک جماعت کو قاعدہ بغدادی شروع کراتا ہے جس کی ابتداء میں ہے کہ ''الف، ب، ت'' اور سب کو تاکید کرتا ہے کہ اس کو پڑھو، دوسری طرف سے توجہ ہٹالو، جو وقت سبق یاد کرنے کا ہے اسی میں خرچ کرو، اس کے بعد پھر وہ پارۂ عم اور قرآن کریم پڑھاتا ہے، پھر فارسی، عربی، حدیث، تفسیر ایک طویل نصاب پڑھاتا ہے اور اس جماعت کو ترتیب دے کر ہمہ تن علم دین کی خدمت و اشاعت کے لئے مشغول کر دیتا ہے۔ اس جماعت کا مقصد یہی ہوتا ہے، کہ جس طرح خود (الف، ب، ت) سے ابتداء کر کے تمام علوم دینیہ کو پڑھا اور اس کا یقین دل میں قائم کیا ہے، اپنے ظاہر و باطن کو دین کے تابع کیا، اعمالِ صالحہ، اخلاقِ فاضلہ، غرض حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی ہر بات کو اختیار کیا۔ اسی طرح تمام دنیا میں یہ جماعت اسی کو لے کر پھرتی ہے اور اپنا مقصدِ حیات بتاتی ہے، کیونکہ اس مقصدِ عظیم پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی خوشنودی مرتب ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی بھی۔ اب اگر وہ شخص معلم یہ کہے کہ میرا مقصد صرف قاعدہ بغدادی پڑھانا نہیں، حالانکہ ابتداء اسی سے کی ہے بلکہ یہ تو میرے مقصد کیلئے الف، ب، ت، ہے، میرا مقصد ایسی جماعت کو تیار کرنا ہے کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو پوری طرح پڑھے، سمجھے، اس پر یقین کرے، عمل کرے، اس کو پڑھائے، پھیلائے تو کوئی دانشور اس کی اس بات کو دھوکہ نہیں کہے گا، تاہم نمبر وار جوابات بھی عرض ہیں۔

۱...... یہ بالکل دھوکہ نہیں، ایسی جماعت میں شریک ہونا عینِ سعادت اور اِکمالِ دین کا ذریعہ ہے اور بعثتِ انبیاء کرام علیہم السلام کے عین مطابق ہے۔

۲...... ابوداؤد شریف کی روایت میں ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ اس امت میں ہر رأس مأۃ سنۃ پر ایسے شخص

(۱) (''چھ باتیں'' مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ تبلیغی کام کرنیوالوں کو ھدایات، ملفوظات نمبر:۳، ص:۷۹، قدیمی)

کو بھیجتے ہیں جو دین کی تجدید کرتا ہے''(۱)۔ ملاعلی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ ایک جماعت بھی مجدد ہوسکتی ہے(۲)۔

۲......کفر کی شوکت اور اہل کی وجاہت کو دیکھ کر قلب کے اندر ضرور خدشہ ہونا چاہئیے اس کا تقاضہ وہی ہے جو حضرت مولانا رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ حدیث پاک میں ایک مضمون ہے کہ:

''بستی پر عذاب نازل کرنے کا ملائکہ کو حکم ہوا، ملائکہ نے عرض کیا بہت اچھا، ہم تعمیل ارشاد کے لئے جارہے ہیں مگر وہاں ایک شخص ایسا بھی ہے جو ہمیشہ عبادت میں مشغول رہتا ہے کبھی نافرمانی نہیں کرتا، کیا اس کو بھی تباہ کردیں؟ حکم ہوا کہ ہاں اس کو بھی تباہ کردو، اس لئے کہ وہ ہماری نافرمانی کو دیکھتا رہا اور اس کے چہرہ پر تغیر تک نہیں آیا''(۳)۔

کفر کے برابر کیا نافرمانی ہوگی، اس کی مثال ایسے سمجھئے جیسے کوئی نظیف الطبع آدمی کسی مکان میں جائے اور وہاں غلاظت پڑی ہو، کیا اسے ناگواری نہیں ہوگی اور ناگواری کا اثر چہرہ پر ظاہر نہیں ہوگا، کیا اس کا طبعی تقاضہ نہ ہوگا کہ یہ غلاظت یہاں نہ ہوتی، کیا وہ اس کی کوشش نہیں کرے گا کہ یہ غلاظت یہاں نہ رہے، اگر اس کے

---

(۱) ''عن أبی هريرة رضی الله تعالى عنه فيما أعلم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:''إن الله تعالى يبعث لهذه الأمة على رأس كل مائة سنة من يجدّد لها دينها''. (سنن أبی داءود، كتاب الملاحم، باب مايذكر فی قرن المأة: ۲/۲۴۱، مكتبه امداديه ملتان)

(۲) قال الملاعلى القاری رحمه الله تعالىٰ: ''وقد تكلم العلماء فی تأويله (أی الحديث المذكور)، والأولى الحمل على العموم، فإن لفظة ''من'' تقع على الواحد والجمع، والأظهر عندی -والله أعلم- أن المراد بمن يجدّد ليس شخصاً واحداً، بل المراد به جماعة يجدّد كل أحد فی بلد، فی فن أوفنون من العلوم الشرعية ماتيسر له من الأمور التقريرية أوالتحريرية، ويكون سبباً لبقائه وعدم اندراسه وانقضائه إلى أن يأتی أمرالله''. (مرقاة المفاتيح، كتاب العلم، قبيل الفصل الثالث: ۱/۵۰۷، رشيديه)

(۳)''عن جابر رضی الله تعالى عنه قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ''أوحى الله عزوجل إلى جبريل عليه السلام أن أقلِب مدينة كذاوكذابأهلها،قال: يارب! إن فيهم عبدک فلان، لم يعصک طرفة عين، قال: فقال: أقلبها عليه وعليهم، فإن وجهه لم يتمعّر فیَّ ساعةً قط''. رواه البيقهی فی شعب الإيمان''. (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف. الفصل الثالث،ص:۴۳۸، ۴۳۹، قديمی)

قابو میں نہ ہوتو کیا وہ اس کی فکر نہ کرے گا کہ وہ وہاں سے دور ہٹ جائے، قنوتِ نازلہ اسی فکرِ عظیم کو دور کرنے کی ایک کوشش ہے۔

۴......امت کے اعمال حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں(۱)، بداعمالیوں سے اذیت بھی ہوتی ہے، روایاتِ حدیث میں موجود ہے کہ ظاہر حیات طیبہ میں بھی ہے، اذیت کی چیزوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت ہوتی تھی، خود حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنھا میرا ٹکڑا ہے جس نے اس کو اذیت دی اس نے مجھ کو اذیت دی ہے''(۲)۔ نیز قرآن کریم میں ہے:

﴿إن الذين يؤذون الله ورسوله، لعنهم الله في الدنيا والآخرة، وأعدلهم عذاباً مهيناً﴾ (۳) بے شک جو لوگ اللہ تعالی اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں، اللہ تعالی ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے ذلیل کرنیوالا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (بیان القرآن)۔

اور حیاتِ برزخی تو زیادہ قوی ہے اس کے احساسات بھی زیادہ ہیں، اس کی وجہ سے ایمان میں شک کرنا اور توبہ وتجدید ایمان کا سوال کرنا آیات واحادیث سے عدم واقفیت یا عدم استحضار کی بناء پر ہے۔

۵......اس کا جواب نمبر: ۲ میں آچکا ہے، لیکن کسی شخص کے متعین طور پر مجدد ہونے کے لئے کوئی نص نہیں ہوتی ہے، یہاں قرائن واحوال سے ہر زمانہ کے ''اصحابِ علم واصحابِ عرفان'' سمجھتے ہیں۔

مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب بفضلہ تعالی حیات ہیں اگر براہ راست ان سے دریافت کریں تو ممکن ہے وہ کوئی اور جواب تشفی بخش تحریر فرمادیں، میرا یہ جواب ان کے پاس بھیجنا چاہیں تو اس کی بھی اجازت ہے، اس

---

(۱) ''عن عبد الله بن مسعود قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ''حياتي خيرلكم، تحدثون ويحدث لكم، ووفاتي خير لكم، تعرض عليَّ أعمالكم، فما رأيت من خير حمدت الله عليه، ومارأيت من شر استغفر الله لكم''. رواه البزارو رجاله رجال الصحيح''. (مجمع الزوائد: ۹/۲۴، بحواله تسكين الصدور، ص: ۳۳۴)

(۲) ''عن المسور بن مخرمة قال: قال رسول صلى الله عليه وسلم: ''إنمافاطمة بضعة مني، يؤذيني ماآذها''. (الصحيح لمسلم، كتاب الفضائل، باب من فضائل فاطمة رضي الله تعالى عنها: ۲/۲۹۰، قديمي)

(۳) (الأحزاب، ۵۷)

سے یہ بھی معلوم بھی ہوجائے گا کہ ان کے نزدیک یہ جواب صحیح ہے یاغلط اوراگر مجھ کوبھی اطلاع کردیں تومزید احسان ہوگا۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہٗ دارلعلوم دیوبند۔

مستقل قوم کا مطلب

سوال[۱۴۴۴] : عرصہ ہواتبلیغی جماعت کے متعلق آپ سے سوال کیا گیا تھا آپ نے نہایت اطمینان بخش جواب دیا تھا، پھرمیں کتابوں کے مطالعہ میں مصروف ہوا، بریلویوں کی ضد سامنے آئی اوریہی خیال کرتارہا کہ یہ لوگ ضدی ہوتے ہیں مگرحضرت مولانامحمدالیاس صاحب رحمہ اللہ کاارشادکتاب مسمی ''دینی دعوت'' نظر کے سامنے ہے،جس کے ص:۲۲۶، پر یہ تحریر ہے کہ:

> ''ایک مرتبہ حضرت موصوف نے اپنے عزیز مولوی ظہیرالحسن ایم، اے، علیگ سے فرمایاجوایک وسیع النظر عالم بھی ہیں۔
>
> ظہیرالحسن! میرامدعاکوئی پاتانہیں،لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ تحریک تحریکِ صلوۃ ہے، میں قسم سے کہتاہوں کہ یہ ہرگزتحریک صلوۃ نہیں۔
>
> ایک روز بڑے حسرت سے فرمایا: میاں ظہیرالحسن! ایک نئی قوم پیدا کرنی ہے''۔

دوسال پیشتر جواستفسار کیا گیا تھااورموجودتحریرکردہ عبارت میں بہت بڑافرق ہے،دماغ پریشانیوں سے دوچارہورہاہے۔علاوہ ازیں کتاب مسمی''اصول دعوت تبلیغ'' بھی سامنے ہے جوحضرت مولاناعبدالرحیم شاہ رحمہ اللہ قبلہ کی تقریرکامجموعہ ہے:

> ''وہ آیات واحادیث جوجہاد سے متعلق ہیں ان کوموجودہ تبلیغ پر چسپاں کیا جاتاہے،اس عبارت پرمولاناموصوف نے تبلیغی جماعت کےلوگوں سے دلیل بھی طلب کی ہے کہ جہادکی آیتوں اوراحادیث کوموجودہ تبلیغ پرچسپاں کرنے سے پہلے دلیل دیں''۔

دیکھئے! کس قدرتضادہے،امیدکہ شافی جواب دےکربےچینی کودورفرمائیں گے۔

محمدحبیب الرحمٰن، مدرس مدرسہ انجمن اسلامیہ۔نیاصرافہ بازاراودےپورراجستھان۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس خط کشیدہ عبارت اور گذشتہ فتوی جس کی عبارت میں بڑا فرق آپ کو محسوس ہوتا ہے بہتر یہ تھا کہ اس فتوی کو بھی ساتھ بھیج دیتے تا کہ دونوں کو دیکھ کر فرق سمجھ لیا جاتا اور جواب دیا جاتا، مگر آپ نے ایسا نہیں کیا، اس فتوی کا نمبر لکھا نہ تاریخ تا کہ رجسٹر نقولِ فتاوی میں اس کو تلاش کر لیا جاتا (۱)۔

یہ بات صحیح ہے کہ اس تبلیغی کام کا مقصد تحریکِ صلوۃ تک محدود نہیں ہے بلکہ مقصد کی توضیح وتشریح ہے، خود حضرت مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ صاحب نے جو کچھ فرمائی ہے وہ یہ ہے:

''ہماری جماعت کا اصل مقصد ہے کہ مسلمانوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین پورا پورا سکھا دیا جائے یہ تو ہمارا اصل مقصود ہے، رہی قافلوں کی چلت پھرت تو یہ اس مقصد کے لئے ابتدائی ذریعہ ہے اور کلمہ اور نماز کی تلقین گویا ہمارے پورے نصاب کی الف، ب، ت، ہے'' (۲)۔

یہ عبارت کتاب ''چھ باتیں'' کے آخر میں تبلیغی کام کرنیوالوں کو ہدایات کے تحت نمبر:۳ پر منقول ہے اس پر کوئی اعتراض ہو تو لکھئے۔

شاید نئی قوم پر آپ کو اشکال ہو تو سنئے کہ دنیا میں ایک قوم شب و روز تجارت کی جدو جہد میں لگی ہوئی ہے، اس کی تمام قوتیں اور صلاحیتیں اس میں خرچ ہوتی ہیں، مکان میں ہے تو یہی تذکرہ ہے، مسجد میں ہے تب بھی ذہن اس فکر سے خالی نہیں، سفر ہے تو اسی لئے ہے، غرض مقصدِ حیات خواہ عملی طور پر سہی، یہی قرار دے رکھا ہے۔

ایک قوم زراعت میں مشغول ہے، اس کا بھی یہی حال ہے کہ ہر وقت اسی کی فکر دامن گیر ہے، حضرت مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ صاحب کا مقصد یہ ہے کہ ایک قوم ایسی پیدا ہو جس کا مقصدِ حیات دینی جدو جہد ہو اس کی ہر قوت اور صلاحیت اسی لئے ہو، ایک روز، تین روز، چلے، برس، عمر، اس کے لئے وہ طلب فرماتے تھے اور چاہتے

---

(۱) اس سے مراد بظاہر ماقبل والا سوال وجواب ہے جو کہ عنوان مولانا علی میاں کی عبارت سے مولانا الیاسؒ صاحب پر اعتراضات کے نام سے گزرا۔ واللہ اعلم۔

(۲) (کتاب ''چھ باتیں''، مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری، تبلیغی کام کرنے والوں کیلئے ھدایات، ملفوظ نمبر:۳، ص:۷۹، قدیمی)

تھے کہ تمام دنیا میں اسی مقصد کو اصل قرار دے کر دوسرے مقاصد ضمنی ہوجائیں، اس پر کیا اعتراض ہے۔

کتاب ''اصول دعوت تبلیغ'' میرے پاس نہیں، میں نے نہیں پڑھی، اس کا اعتراض آپ نے نقل کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ دو چیزیں ہیں: ایک خدا کے راستہ میں قتل ہوجانا، اس کا جو اجر وثواب ہے وہ تو اسی سے حاصل ہوگا اور دوسری چیز ہے جہاد، تو اس کا مفہوم قرآن وحدیث کی روشنی میں بہت عام ہے، دین کے لئے جو کچھ جدوجہد ہو وہ جہاد ہے حتی کہ دین کی تعلیم دینا، کتاب تصنیف کرنا، وعظ کرنا، مخالفین کے اعتراضات کا جواب دینا، مسئلہ بتانا، سب ہی جہاد ہے، وہ قتل ہونے کے ساتھ مخصوص نہیں، اسلئے امام نووی رحمہ اللہ نے جہاد کی تیرہ قسمیں لکھی ہیں۔

قرآن کریم میں ہے: ﴿والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا﴾ (۱) اور: ﴿یا أیها النبی جاهد الکفار والمنافقین﴾ (۲) اور حدیث شریف میں ہے: "رجعنا من الجهاد الأصغر إلی الجهاد الأکبر" (۳)۔

آپ چونکہ عالم ہیں اس لئے ترجمہ کی ضرورت نہیں سمجھی، آپ خود سمجھتے ہیں کہ یہاں جہاد سے کیا مراد ہے۔

لہذا جہاد کو تلوار کے ساتھ خاص کردینا قرآن وحدیث کی رو سے غلط اور بالکل غلط ہے بلکہ جہاد کی آیات واحادیث عام ہیں، سب قسموں کو شامل ہیں، اسی طرح خروج فی سبیل اللہ کا مفہوم بھی عام ہے۔ حدیث: ''من اغبرّت قدماه فی سبیل الله، حرّمه الله علی النار'' (۴) کو حضرت بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الجہاد، ص: ۳۹۴ میں بھی بیان کیا ہے اور جمعہ کی نماز کے بیان میں بھی لیا ہے، یعنی جمعہ کی نماز کیلئے جانے

---

(۱) (العنکبوت: ۶۹)

(۲) (التوبه: ۷۳)

(۳) (المرقاة شرح المشکوة، کتاب الجهاد، قبیل الفصل الأول: ۳۴۸/۷، رشیدیه)

(۴) ذکره الإمام البخاری رحمه الله فی الجمعة باللفظ المذکور، باب المشی إلی الجمعة: ۱/۱۲۴، وقد ذکره فی الجهاد بلفظ: عبدالرحمٰن بن جبیر أن رسول الله علیه وسلم: قال: ما اغبرت قدما عبد فی سبیل الله فتمسه النار". (باب من اغبرت قدماه فی سبیل الله: ۱/۳۹۴، قدیمی)

پر وہی اجر ہے جو کہ قتال فی سبیل اللہ کے لئے جانے پر ہے، کیا آپ امام بخاری رحمہ اللہ پر بھی اعتراض فرمائیں گے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۔

تبلیغ کا ثواب

سوال[۱۴۴۵]: کہا جاتا ہے کہ تبلیغ میں نکل کر عمل کرنے سے ایک کو ساٹھ لاکھ نیکیاں ملیں گی اور ایک ساعت تبلیغ میں نکلنا ستر سال گھر بیٹھے عبادت کرنے سے بھی افضل ہے اور ان کی دعائیں پیغمبروں کی دعائیں جیسی قبول ہوتی ہیں اور ایک روپیہ اس راہ میں خرچ کرنے سے سات لاکھ روپیہ اس راہ میں خرچ کرنے کی مقدار ثواب ملتا ہے۔ آیا یہ مفہوم بعینہ حدیث سے ثابت ہے اور بات کہاں تک صحیح ہے، اگر حدیث میں ہے تو کیا وہ حدیث صحیح بھی ہے۔؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خروج فی سبیل اللہ میں ہر نیکی سات لاکھ نیکی کا درجہ رکھتی ہے، یہ حدیث شریف ''الترغیب والترھیب'' میں حافظ عبدالعظیم منذری نے بیان کی ہے اور اس کو معتبر ومعتمد قرار دیا ہے(۱)۔

خروج فی سبیل اللہ سے عامۃً یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس سے مراد فقط فی سبیل اللہ ہے لیکن یہ لفظ خروج فی سبیل اللہ بہت عام ہے دین کی ہر جدوجہد کیلئے نکلنا خروج فی سبیل اللہ ہے، مثلاً علمِ دین سیکھنے کے لیے، وعظ کہنے کے لئے، اصلاحِ نفس کی خاطر کسی بزرگ کی خدمت میں جانے کیلئے، تبلیغ کے واسطے جماعت بنا کر نکلنے

---

(۱) "و عن الحسن بن علی بن أبی طالب،و أبی الدرداء ، و أبی هريرة و أبی أمامة الباهلی ، و عبد الله بن عمر ، و جابر بن عبد الله ، و عمران بن حصين –رضی الله عنهم أجمعين– كلهم يحدث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: "من أرسل نفقةً فی سبيل، و أقام في بيته فله بكل درهم سبع مائة درهم، و من غزا بنفسه فی سبيل الله، وأنفق فی وجهه ذلک، فله بكل درهم سبع مائة ألف درهم، ثم تلا هذه الآية: ﴿والله يضاعف لمن يشآء﴾. (الترغيب والترهيب للمنذری ، الترغيب فی النفقة في سبيل الله الخ: ۲/۲۵۳، دار إحياء التراث العربی بيروت)

(و مشكوٰة المصابيح، كتاب الجهاد، الفصل الثالث ، ص: ۳۳۵، قديمی)

کیلئے، کہیں فساد ہوگیا ہو تو مظلوموں کی امداد کے لئے، اہل باطل کے فتنہ سے مسلمانوں کی حفاظت کی خاطر مناظرہ کرنے کیلئے یہ سب خروج فی سبیل اللہ ہے، حتی کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صحیح بخاری رحمہ اللہ میں جمعہ کے واسطے جانے کو بھی خروج فی سبیل اللہ تجویز فرمایا ہے، جیسا کہ: ۱/۱۲۴ میں ہے(۱)۔

اپنے گھر بیٹھ کر دعا اور عبادت کرنے اور خدا کی راہ میں نکل کر دعاء اور عبادت کرنے میں بھی بڑا فرق ہے اور یہ ظاہر ہے کہ حضرات انبیاء کرام -علیہم السلام- کی بعثت کا مقصود اسی دین حق کی تبلیغ واشاعت ہے، لہذا جس کی زندگی اس راہ سے زیادہ قریب ہوگی اس کو اسی قدر انبیاء کرام -علیہم السلام- سے دعاء وعبادت میں زیادہ قرب ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم، دیوبند، ۲۴/۵/۸۹ھ۔

تبلیغ میں ہر نماز کا ثواب سات لاکھ

سوال[۱۴۴۶]: موجودہ تبلیغی جماعت میں بارہا سنا گیا ہے کہ اس جماعت میں نکلنے سے جو عمل کیا جاتا ہے وہ سات لاکھ گناہ زیادہ ہوتا ہے، یعنی ایک عمل گھر پر کیا گیا مثلاً ایک نماز گھر پر ادا کی گئی تو ایک ہی نماز کے اجر کا استحقاق ہے اور اگر وہی نماز تبلیغی جماعت میں نکل کر ادا کی جائے تو سات لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔ یہ کہاں تک درست ہے اور اس کی کیا اصل ہے؟ اور جو فضائل احادیث شریف میں مجاہدین کے سلسلے میں وارد ہیں کیا تبلیغ جماعت میں کام کرنے والوں کو وہ فضائل حاصل ہوں گے؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً:

تبلیغ بھی ایک قسم کا جہاد ہے اور جہاد کے متعلق یہ بات ثابت ہے کہ کوئی شخص اس راہ میں نکل کر ایک روپیہ صرف کرے گا تو اس کو سات لاکھ روپے کا ثواب ملے گا بلکہ ہر نیکی کا ثواب اسی طرح ہے اور خدا کی راہ میں

---

(۱) (وقد مضی تخریجه تحت عنوان: ''مستقل قوم کا مطلب'')

قال الحافظ ابن حجر: ''قال (أی ابن بطال) المراد فی سبیل الله جمیع طاعاته اهـ .... وقدأورده المصنف فی فضل المشی إلی الجمعة استعمالاً للفظ فی عمومه. ولفظه هناک: ''حرمه الله علی النار''، وقال ابن المنیر، مطابقة الآیة من جهة أن الله أثابهم بخُطُواتهم وإن لم یباشروا قتالاً''. (فتح الباری، کتاب الجهاد. باب من اغبرت قدماه فی سبیل الله: ۶/ ۳۶، ۳۷، قدیمی)

4

جو جان دے گا اس کا ثواب الگ مستقل ہے۔

"عن عليّ، وأبي الدرداء، وأبي هرير، وأبي أمامة، وعن عبد الله بن عمر، وعبدالله بن عمرو، وجابر بن عبدالله، وعمران بن حصين رضي الله تعالى عنهم أجمعين كلهم يحدّث عن رسول صلى الله عليه وسلم أنه قال: "من أرسل نفقةً في سبيل الله، وأقام في بيته، فله بكل درهم سبع مائة درهم، ومن غزابنفسه في سبيل الله، وأنفق في وجهه ذلك، فله بكل درهم سبع مائة دراهم، ثم تلاهذه الآية: ﴿والله يضاعف لمن يشاء﴾۔ مشكوة شريف، ص: ٣٣٥ (١)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم، دیوبند، ۲۲/ ۵/ ۸۸ھ۔

تبلیغ میں ایک قدم پر سات لاکھ کا ثواب

سوال: تبلیغی لوگ فرماتے ہیں کہ ہماری جماعت کیساتھ چل کر مسلمانوں کو نماز کی دعوت دینے سے اللہ پاک ایک ایک قدم پر سات لاکھ نیکیاں لکھ دیتا ہے، یہ بات قرآن پاک یا حدیث پاک سے کہیں ثابت ہو تو ہمیں ضرور مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اس مضمون کی حدیث "الترغیب والترهیب" میں حافظ عبدالعظیم بن المنذر -رحمہ اللہ تعالیٰ- نے روایت کی ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۶/ ۱/ ۸۹ھ۔

---

(١) (مشكوٰة المصابيح، كتاب الجهاد، الفصل الثالث، ص: ٣٣٥، قديمى)

(ورواه أيضاً عبد العظيم المنذر في الترغيب والترهيب، الترغيب في النفقة في سبيل الله الخ: ٢/٢٥٣، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(٢) "و عن الحسن بن على بن أبي طالب، و أبي الدرداء، و أبي هريرة، و أبي أمامة الباهلي، و عبد الله بن عمر، و جابر بن عبد الله، و عمران بن حصين -رضى الله عنهم أجمعين- كلهم يحدث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: "من أرسل نفقةً في سبيل الله، وأقام في بيته، فله بكل درهم سبع مائة درهم، =

تبلیغ میں ایک نیکی کا ثواب سات لاکھ

سوال[۱۴۴۸]: تبلیغی جماعت والوں کا کہنا ہے کہ اگر عید کی نماز اپنے گاؤں اور بستی سے باہر جماعت کے ساتھ کسی دوسری جگہ عیدگاہ میں نماز پڑھیں تو اس کا ثواب سات لاکھ عید کا ثواب ملے گا۔ کیا واقعی احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے؟ اگر ثابت ہے تو مجھے حوالہ کتب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

''الترغیب والترھیب'' میں حافظ عبدالعظیم منذری نے حدیث نقل کی ہے کہ راہ خدا میں نکل کر ایک حسنہ کا ثواب سات لاکھ ہوجاتا ہے (۱)، جب آدمی خدا کے راستے میں نکلتا ہے تو جتنا بھی اللہ تعالیٰ ثواب دیں تو اس کے خزانہ میں کمی تو نہیں آئے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۔

کیا تبلیغی جماعت کے ساتھ جانا جہاد ہے؟

سوال[۱۴۴۹]: کیا تبلیغی جماعت کے ہمراہ جا کر لوگوں کو صرف نماز کی دعوت دینا جہاد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جہاد کہتے ہیں کہ خدا کے دین کی خاطر محنت ومشقت جدوجہد کرنے کو، اس کی بہت سی صورتیں ہیں،

= و من غزا بنفسه في سبيل الله، و أنفق في وجهه ذلک فله بكل درهم سبع مائة ألف درهم، ثم تلا هذه الآية: ﴿والله يضاعف لمن يشآء﴾. (الترغيب والترهيب للمنذری ، الترغيب في النفقة في سبيل الله و تجهيز الغزاة و خلفهم في أهلهم: ۲/۲۵۳، دار إحياء التراث العربی بيروت)

(۱) (الترغيب والترهيب لعبد العظيم المنذری -رحمه الله تعالىٰ- ، الترغيب في النفقة في سبيل الله و تجهيز الغزاة و خلفهم في أهلهم: ۲/۲۵۳، دار احياء التراث العربی بيروت)

(وراجع للحديث، ص: ۳۰۱، رقم الحاشية: ۲)

(ومشكوة المصابيح، كتاب الجهاد، الفصل الثالث، ص: ۳۳۵، قديمی)

اس حدیث میں لفظ: ''سبیل'' عام ہے، جس طرح یہ لفظ جہاد بالسیف کو شامل ہے اسی طرح تصنیف وتالیف، وعظ ونصیحت، درس وتدریس اور قلم وقدم کو بھی شامل ہے، لہٰذا صرف جہاد بالسیف کے ساتھ اس کی تخصیص بے محل ہوگی۔

ایک صورت یہ بھی ہے جو تبلیغی جماعت کرتی ہے اور خدا کے راستے میں جان دیدینا، یعنی دشمنوں سے لڑتے ہوئے اللہ تعالیٰ کیلئے مقبول ہوجانا، یہ جہاد کا بڑا درجہ ہے جو کہ قتال سے ہی حاصل ہوتا ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۴/۹۰ھ۔

تبلیغی جماعت سے مولانا احتشام الحسن صاحب کا اختلاف

جہاد فی سبیل اللہ کی تشریح

سوال[۱۴۵۰]: مکرمی محترمی جناب حضرت قبلہ مفتی صاحب، مدظلہ!

السلام علیکم ورحمہ اللہ وبرکاتہ

واضح ہو کہ جناب کا تحریر کردہ ملفوف بنام جناب اشفاق الرحمٰن موصول ہوا اور احقر نے بھی اس کا مطالعہ کیا، بڑی مسرت ہوئی، مگر احقر کو کچھ اشکال تھا اس لئے یہ تحریر کرنے پر مجبور ہوا، آنجناب نے تحریر فرمایا ہے کہ ''تبلیغ والوں کا یہ کہنا بھی بجا اور درست ہے کہ یہ نبیوں والا کام ہے'' اور اس کی وجہ بھی جناب والا نے تحریر کی ہے۔

اول تو وہ حضرات اس توجیہ سے خالی ہیں بلکہ وہ حضرات اس کو حقیقت پر محمول کرتے ہیں، لیکن آپ نے حسنِ ظن رکھتے ہوئے توجیہ فرمائی ہے تو آپ ہی فرمائیں کیا ادنی مناسبت پر کلی حکم لگایا جاسکتا ہے؟ اگر زید گوشت آگ پر سینک کر کھائے اور کہے کہ یہ نبیوں والا کام ہے تو آیا یہ درست ہوگا اگر چہ یہ ایک بعید مثال ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ایک ہوتی ہے عقیدہ کی غلطی اور دوسری عملی غلطی، میں سمجھتا ہوں عملی غلطی بہتر ہے عقیدہ کی غلطی سے، یہ حضرات بے شک عملی غلطی کی اصلاح کرتے ہیں مگر اس میں عقیدہ کی غلطی ضرور پیدا ہوجاتی ہے جو

---

(۱) "والجهاد بكسر الجيم، أصله لغةً المشقة، .... وشرعاً بذل الجهد في قتال الكفار، ويطلق على مجاهدة النفس والشيطان والفساد. فأمامجاهدةالنفس، فعلى تعلّم أمور الدين، ثم على العمل بها، ثم على تعليمها، وأما مجاهدة الشيطان، فعلى دفع مايأتي به من الشبهات ومايزيّنه من الشهوات، وأما مجاهدة الكفار فتقع باليد والمال، ثم اللسان، ثم القلب، وأما مجاهدة الفساق فباليد ثم اللسان ثم القلب". (فتح الباري. كتاب الجهاد: ٦/٣، قديمي)

زیادہ مضر ہے۔ اول یہ مستحب کو فرض سمجھتے ہیں، فضائلِ جہاد کو محمول کرتے ہیں فضائلِ تبلیغ پر۔ آپ کی توجیہ سے زیادہ سے زیادہ استحباب کا درجہ دیا جا سکتا ہے، مگر وہ حضرات اس کو سنتِ موکدہ کا درجہ دیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ وہ تارکِ تبلیغ کو مبغوض اور تارکِ سنت کہتے ہیں، اگر یہ سنت ہے تو کیا تمام علمائے کرام خود زیادہ گنہ گار ہیں اور کیا انہوں نے کتمانِ علم کیا اور قیامت میں جواب دہ ہوں گے؟

احقر نے جمعہ ایڈیشن میں پڑھا تھا کہ:

''حضرت مولانا محمد طیب صاحب نے فرمایا کہ بعض لوگ تبلیغ کے نام پر کچھ دین کا کام کر رہے ہیں، مگر وہ تبلیغ نہیں تحریف ہے''۔ اور حضرت مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی نے فرمایا (جو حضرت مولانا الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ) کے خلیفہ ہیں: ''نظام الدین کی موجودہ تبلیغ نہ قرآن وحدیث کے موافق اور نہ علمائے حق اور حضرت مجددِ الف ثانی کے مسلک کے مطابق''۔

بلکہ آگے فرماتے ہیں:

''بے انتہا اصولوں کے بعد جو کام مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے بدعتِ حسنہ کی حیثیت رکھتا تھا اب بے انتہا بے اصولیوں کے باوجود اس کو بدعت حسنہ بھی نہیں کہا جا سکتا ہے، نام کتاب ''بندگی کی صراط مستقیم''۔

امید کہ جناب بلا رورعایت کے جواب قرآن وحدیث کے موافق عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں گے۔ ''قل الحق ولو کان مرا''۔ فقط۔ والسلام۔

محتاجِ دعاء وخاکپائے بزرگان: مولوی محمد حارث دہلوی، خطیب مسجد املی والی نمبر: ۱۰۴، گلی مسجد تہور خان، نیا بانس، شہر دہلی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

محترمی زیدَ مجدکم! السلام علیکم ورحمہ اللہ وبرکاتہ

آپ نے جس بے تکلفی سے اپنا اشکال تحریر فرمایا اس سے بہت مسرت ہوئی، دین کے جس کام یا جس مسئلہ میں بھی شبہ پیدا ہو، اس کو ضرور حل کر لینا چاہئے دل میں نہیں رکھنا چاہیے، اگر نفس الامر میں وہ مسئلہ غلط چل

رہا ہے تو اصلاح کی جائے گی، اگر اپنے سمجھنے میں غلطی ہے تو اس کی اصلاح ہو جائے گی یعنی غلط روی اور غلط فہمی دونوں ہی کی اصلاح ضروری ہے۔

احقر نے اس کام کو نبیوں والا کام قرار دینے کی جو توجیہ کی ہے اس پر آپ کا اشکال ہے: ''گوشت آگ پر سینک کر کھانا بھی نبیوں والا کام ہے'' اس کا جواب بغیر رَورعایت کے یہ ہے کہ نبیوں نے دو قسم کے کام کئے ہیں: ایک وہ جو طبعی بشری تقاضہ کے تحت ہیں جیسے کھانا، پینا، سونا، چلنا، بیٹھنا، خریدنا، فروخت کرنا وغیرہ کہ چاہے وحی آئے یا نہ آئے نبی غیر نبی اپنی اپنی ضرورت کے موافق یہ سب کام کرتے ہیں (۱)، ایسے کاموں کے متعلق تو نبیوں نے ان کے طریقوں کی اصلاح کی ہے، مثلاً فلاں فلاں چیز کا کھانا پینا درست ہے اور فلاں فلاں چیز کا کھانا پینا درست نہیں۔ نیز کھانے پینے کا طریقہ یہ ہے، فلاں فلاں چیز کی خرید وفروخت درست ہے اور فلاں فلاں چیز کی خرید فروخت درست نہیں، نیز خرید وفروخت کا طریقہ یہ ہے۔ ایسے کاموں کے متعلق یہ نہیں کہا جائے گا کہ نبی ان کاموں کے لئے بھیجے گئے ہیں کیونکہ یہ کام تو دنیا میں پہلے ہی سے ہو رہے ہیں اور سب لوگ کر رہے تھے خواہ نبی پر ایمان لائے یا نہ لائے، ہاں نبیوں نے ایسے کاموں کے طرق وحدود کو متعین فرما دیا۔

دوسرے کام نبیوں نے وہ کئے جن کے لئے نبی اصالۃً مبعوث ہوئے، انکا خلاصہ اجمالی اور کلی طور پر یہی ہے کہ بندوں کو بندگی کی زندگی سکھائی جائے (۲)، جس کی بنیاد توحید ورسالت پر ہے یعنی کلمہ طیبہ اس کے

---

(۱) ''أنس بن مالک یقول: ''جاء ثلثة رهط إلى بيوت أزواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم، یسئلون عن عبادة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم، فلماأخبروا، کأنهم تقالوها، فقالوا: وأین نحن من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم، قد غفر له ماتقدم من ذنبه وماتأخر، قال أحدهم: أماأنا، فأناأصلی اللیل أبداً ...... (إلی أن قال): فجآء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فقال: ''أنتم الذین قلتم کذاو کذا؟أماو اللہ! إنی لأخشاکم للہ وأتقاکم له، لکنی أصوم وأفطر وأصلی وأرقد، وأتزوج''. الحدیث. (صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح: ۲/۷۵۷، قدیمی)

(۲) 'وعن مالک رضی اللہ عنه بلغه أن رسول اللہ ﷺ قال: ''بُعثتُ لأتمّم حسن الأخلاق'' رواه فی المؤطا''. (مشکوة المصابیح، کتاب الآداب، باب الرفق والحیاء وحسن الخلق، الفصل الثالث، ص: قدیمی)

قال القاری رحمه اللہ تعالیٰ: ''أی لأن أجعل حسنهاأحسنها، قال البیضاوی: وکانت العرب أحسن أخلاقاً بمابقی عندهم شریعة إبراهیم علیه السلام، وکانوا ضلوابالکفر عن کثیر منها، فبعث ﷺ لیتمّم ......=

الفاظ سکھائے جائیں (۱)۔ مطلب بتایا جائے، مطالبہ سمجھایا جائے مطالبہ میں، نماز، ذکر، علم، اکرام مسلم، تصحیح نیت، تفریغِ وقت سب چیزیں آجائیں گی، ان پر پابندیٔ اصول کے ساتھ محنت کی جائے تو دین کا ہر ہر دروازہ کھلتا چلا جائے گا اور عملی مشق ہوتی چلی جائیگی، یہاں تک کہ پورے دین کے ساتھ تعلق قوی ہوجائے گا اور جس قدر بھی دنیا میں یہ جماعتیں دین کو لے کر نکلیں گی ان کا دین پختہ ہوگا اور دوسروں تک دین کی اشاعت ہوکر کارِ نبوت پورا ہوگا۔ درحقیقت اسی کام کے لئے انبیائے کرام علیہم السلام کی بعثت ہوئی اور یہی نبیوں والا کام ہے، باقی کام ضمناً وطبعاً عمل میں آئے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کی خود ہی وضاحت فرمادی ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

> ''ہماری جماعت کا اصل مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین پورا پورا سکھادیں، یہ تو ہمارا اصل مقصد ہے، رہی قافلوں کی چلت پھرت تو یہ اس مقصد کیلئے ابتدائی ذریعہ ہے اور کلمہ، نماز کی تلقین گویا ہمارے پورے نصاب کی الف، ب، ت، ہے'' (۲)۔

= محاسن الأخلاق". (مرقاة المفاتيح ، كتاب الآداب ، باب الرفق والحياء وحسن الخلق، الفصل الثالث : ۸/ ۸۱۹،رشيديه)

وقال : "مَثَلي ومثل الأنبياء كمثل قصر أحسن بنيانه، ترك منه موضع لِبنة". الحديث قال الطيبي: هذا من التشبيه التمثيلي ، شبّه الأنبيآء ومابعثوا من الهدى والعلم ، وإرشاد الناس إلى مكارم الأخلاق بقصر شيّد بنيانه وأحسن بناء ه ، لكن ترك منه مايصلحه ، ومايسد خَلَله من اللِبنة، فبعث نبينا لسد ذلك الخلل مع مشاركته إياهم في تأسيس القواعد ورفع البنيان". (المرقاة ، كتاب الفضائل، باب فضائل سيد المرسلين صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، الفصل الأول : ۱۰/ ۱۰ ،رشيديه)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿قل هذه سبيلي أدعوا إلى الله أنا ومن اتبعني﴾ الاية(يوسف :۱۰۸)

قال العلامة الآلوسي :"أي هذه السبيل التي هي الدعوة إلى الإيمان، والتوحيد سبيلي .... أي أدعو الناس إلى معرفته سبحانه بصفات كماله ونعوت جلاله، ومن جملتها التوحيد". (روح المعاني: ۶۷/۳ ، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) (کتاب ''چھ باتیں'' تبلیغی کام کرنے والوں کو ہدایات، رقم:۳، ص:۷۹، قدیمی)

مثال کے طور پر سمجھئے کہ ایک طالب علم مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے آتا ہے تو کہا جائے گا کہ اس کا مقصد تحصیلِ علم ہے، اگرچہ وہ کھانا، پینا، سونا، جاگنا، سب ہی کام کرتا ہے مگر اس کا سفر اور مدرسہ میں قیام ان کاموں کے لئے نہیں، یہ کام تو وہ پہلے بھی کرتا تھا اور ہر جگہ کرتا تھا اور جو لوگ مدرسہ میں داخل نہیں وہ بھی یہ کام کرتے ہیں، لہذا اس کا اصل کام جس کیلئے مدرسہ آیا ہے پڑھنا ہے۔

تنبیہ: اس مقصدِ عظیم (تبلیغ) نبیوں والے کام کے لئے بڑی اہلیت اور بڑے اوصافِ جلیلہ کی ضرورت ہے ورنہ نااہلیت اور پست اوصاف کی وجہ سے یہ کام نظروں سے گر جائے گا، اسی لئے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب اس کام کی ابتداء میوات کے غیر تعلیم یافتہ طبقہ سے کی تو ان کو یہ ذہن نشین کرایا کہ ''دین سیکھنے کیلئے چلو''۔ اپنے اپنے مکانات پر رہتے ہوئے شب وروز کے مسائل، کھیتی، لڑائی، چوری اور دیگر جرائم کیوجہ سے نہ ذہنوں میں دین سیکھنے کا داعیہ پیدا ہوتا ہے، نہ اس کے اسباب موجود ہیں، لہذا وقت کو فارغ کرکے اپنے کھانے کے سامان لیکر چلوں کے لئے نکلو۔ ایک چلہ گذار کر واپسی پر ان میں اتنا تغیر ہوگیا کہ کسی کا ایک پارہ ہوگیا، کسی نے نماز سیکھ لی، کسی کو استنجاء وضوء کا صحیح طریقہ آگیا، کسی کو ستر ڈھانکنے کا اہتمام ہوگیا، کسی کو مسجد میں داخل ہونے نکلنے اور دیگر اوقات کی کچھ دعائیں یاد ہوگئیں، کسی نے گالی دینا چھوڑ دیا، کسی نے شراب اور کسی نے دوسری برائیوں سے توبہ کرلی۔ إلی غیر ذلك۔

پھر دوسرے چلہ میں اَور تغیر ہوا، غرض حسبِ استعداد وطلب دین سیکھنے گئے اور اصلاح ہوتی گئی اور کارِ نبوت انجام پاتا گیا، اس اعتبار سے یہ تمرین بھی ہے۔

اصول کی پابندی نہ کرنے اور اپنی حد سے بڑھ کر تقریر کرنے سے خرابیاں بھی پیدا ہوتی ہیں اور بعضوں کے ذہن میں یہ بھی آجاتا ہے کہ اصل کام تو ہمارا ہی ہے باقی دوسرے طریقوں پر، مدارس، خانقاہیں، وعظ وتذکیر، تصنیف وغیرہ کے ذریعہ جو دینی کام کیا جاتا ہے اس کو وہ لوگ معمولی کام بلکہ نااہل تو حقیر کام سمجھنے لگتے ہیں، یہ ان کی غلطی اور فتنہ کی چیز ہے، اہلِ علم ودانش کو ان کی نگرانی اور اصلاح ضروری ہے ورنہ یہ فتنہ متعدی ہوجائے گا۔

حضرت مولانا احتشام الحسن صاحب رحمہ اللہ کے متعلق اتنا عرض ہے کہ یہ تبلیغ کے ''چھ نمبر'' ان کے ہی قلم سے لکھے گئے ہیں اور دیر تک وہ خود بھی اس کام کو بہت جدوجہد سے کرتے رہے۔ انہوں نے ایک کتاب لکھی: ''مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج'' اس پر اکابر کے دستخط کرائے، اس میں بھی اس کام کو بہت سراہا اور اس

پر لوگوں کو ابھارا۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے انتقال کے بعد جوان کی سوانح لکھی گئی اس پر مولانا نے مقدمہ لکھا اور اس کام کی تعریف لکھی۔

مولانا نے ''بندگی کی صراط مستقیم'' لکھی اور چھپنے سے پہلے مجھے بھی دکھلائی، پھر میرے دیکھنے کے بعد جب وہ چھپ کر آئی تو اس کے اخیر میں ''نہایت ضروری انتباہ'' کو لوگوں نے پڑھا اور میرے پاس خطوط آئے کہ میرے نزدیک کیا یہ تبلیغ ملت کی تباہی اور بربادی کا سبب ہے اور کیا یہ قرآن وحدیث اور طریقۂ سلف کے موافق نہیں وغیرہ وغیرہ، تب میں نے بھی ایک نسخہ منگا کر اس کو پڑھا اور حیرت میں پڑ گیا کہ یا اللہ! اس خطرناک بات کو میری طرف منسوب کیا جا رہا ہے، یہ ہوسکتا ہے کہ چالیس بیالیس سال کے بعد مولانا موصوف کی رائے بدل گئی ہو اور جس چیز کو انہوں نے مسلمانوں کے حق میں علاج تجویز کیا تھا اور اس پر قرآن کریم اور حدیث شریف اور عملِ اسلاف سے قوی دلائل پیش کئے تھے اور اس کو وہ اپنے لئے بہت مایہ ناز فخر تصور کرتے تھے، آج وہ چیز تباہی وبربادی بن گئی ہو، یا انہوں نے اپنی پہلی رائے کو غلط سمجھا ہو اور آج محسوس ہوا ہو کہ جس چیز کو علاج بنا کر پیش کیا تھا اور اس پر اکابر کی تصدیق بھی تھی وہ تباہی اور بربادی تھی اور جن آیات اور احادیث کو بطورِ دلیل پیش کیا تھا ان کے متعلق بھی آج ان کو محسوس ہوا ہو کہ ان کا مطلب وہ غلط سمجھتے تھے اور اب صحیح سمجھتے ہیں۔

غرض! اللہ ہی کے علم میں ہے کہ اصل حقیقت کیا ہے، تاہم میں نے ان کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ برائے خدا دو لفظ لکھ کر مجھے دیدیجئے یا خود شائع کر دیجئے کہ محمود کی رائے اصل کتاب کے بارے میں تو موافق ہے، مگر نہایت ضروری انتباہ کے ذیل میں جو تبلیغی کام کو ملت کی تباہی کا ذریعہ بتایا گیا ہے یہ مضمون محمود نے نہیں دیکھا بلکہ یہ اضافہ بعد میں کیا گیا ہے، اس کی رائے اس سے متفق نہیں، مگر مولانا اس کے لئے آمادہ نہیں ہوئے، کئی بار خط لکھا، مگر مولانا نے درخواست منظور نہیں فرمائی اور آخیر میں میں نے اپنا وہ خط شائع کر دیا جو ان کی خدمت میں لکھا تھا اور اس میں قدرے تفصیل بھی تھی۔

ادھر حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے ان کی خدمت میں مدرسہ کے مبلغ مولانا ارشاد احمد صاحب کو بھیجا کہ اس غلط نسبت سے عوام میں غلط فہمی پھیلے گی، میری طرف اس کی نسبت نہیں ہونی چاہئے مگر مولانا احتشام الحسن صاحب نے اس غلط فہمی کے زائل کرنے کے لیے کوئی تحریر شائع نہیں فرمائی، حالانکہ اس وقت جہاں جہاں وہ کتاب ''بندگی کی صراط مستقیم'' پہونچی اور خوب پہونچی اس کی وجہ سے بہت فتنے

پیدا ہوئے، بعض جگہ کشیدگی کی نوبت بھی آئی، مولانا کے پاس بھی ان کے قدیم احباب متعارفین: مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب، مولانا منظور احمد نعمانی، مولانا جمیل احمد حیدرآبادی، مولانا عامر انصاری وغیرہ کے خطوط آئے، حتی کہ حجاز مقدس سے مولانا کے خاندانی عزیز مولانا سلیم صاحب مہتمم مدرسہ صولتیہ مکہ معظّمہ کے پاس سے تو بہت سخت قسم کا خط آیا جس نے مولانا کے نفسیات کو بہت کھول کر رکھدیا (وہ خاندانی عزیز اور بے تکلف ہیں ان کو حق ہوگا) سب نے ہی مولانا کی اس تحریر کو نامناسب، مضر، غلط قرار دیا اور مشورہ دیا کہ آپ اس سے رجوع کرلیں۔

میں نے اپنا خط شائع کرنے کیلئے کانپور بھیجا، وہاں اس کے ساتھ چند اکابر کے خطوط بھی شائع کردیئے گئے، جس سے تبلیغ کے متعلق ان کا نظریہ معلوم ہوتا ہے اور ان سب کو ایک رسالہ کتابچہ کی شکل میں دے کر ایک پیش لفظ بھی ناشر نے لکھدیا، اس میں مولانا احتشام الحسن صاحب کے متعلق بعض ایسے لفظ بھی آگئے جن سے مجھے دکھ ہوا، میں نہیں چاہتا تھا کہ مولانا کے احترام کے خلاف ایسے گرے پڑے الفاظ استعمال کئے جائیں، ان کی رائے اگر بدل گئی اور مجھے اس سے اتفاق نہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان سے لڑائی کی جائے، یا ان کا احترام نہ کیا جائے۔ وہ کتابچہ بھی آپ کی خدمت میں ارسال ہے، آئندہ بھی جو اصلاحی مشورہ دیں گے، شکر گذار رہوں گا۔

ہاں! ایک بات رہ گئی وہ یہ کہ فضائلِ جہاد کی حدیثوں کو تبلیغ پر چسپاں کیا جاتا ہے تو یہ بات صحیح ہے اور اس کی وجہ جو عام فہم ہے وہ یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں ہیں: ایک تو یہ ہے خدا کی راہ میں دشمنانِ اسلام سے قتال کرنا، عامۃً اسی کو جہاد کہا جاتا ہے (۱)، اس کی فضیلتیں مستقل ہیں اور وہ بہت ہی اعلیٰ ہیں (۲)۔

---

(۱) "والجهاد بكسر الجيم، أصله لغةً المشقة ...... وشرعاً بذل الجهد في قتال الكفار، ويطلق أيضاً على مجاهدة النفس والشيطان والفساق، فأمامجاهدة النفس فعلى تعلم أمور الدين، ثم على العمل بها، ثم على تعليمها، وأمامجاهدة الشيطان فعلى دفع مايأتي به من الشبهات، ومايزيّنه من الشهوات، وأمامجاهدة الكفار فتقع باليد والمال واللسان والقلب، وأمامجاهدة الفساق فباليد، ثم اللسان، ثم القلب". (فتح الباری، کتاب الجهاد والسیر: ۶/۳، قدیمی)

(وكذافي المرقاة شرح مشكوة المصابيح، كتاب الجهاد، قبيل الفصل الأول: ۳۴۸/۷، رشيديه)

(۲) "وفضل الجهاد عظيم، وكيف وحاصله بذل أعز المحبوبات، وإدخال أعظم المشقات عليه، وهو نفس الإنسان إبتغاء مرضاة الله وتقرباً بذلك إليه تعالىٰ .... وقد جآء أنه جعله أفضل بعد الإيمان في حديث أبي هريرةؓ قال: سئل رسول الله ﷺ أيّ الأعمال أفضل؟ قال: "إيمان بالله ورسوله" =

دوسری چیز ہے خدا کے دین کے لئے کوشش کرنا اگر چہ اس میں قتال کی نوبت نہ آئے، قرآن کریم اور حدیث شریف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی جہاد ہے، چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری شرح بخاری میں لکھا ہے کہ امور دین کا علم حاصل کرنا (پڑھنا) تعلیم دین (پڑھانا) امر بالمعروف نہی عن المنکر سب جہاد ہے(۱)۔اسی طرح دینی کتابیں تصنیف کرنا، مسائل بتانا، مخالفین کے اعتراضات کا جواب دینا، ان سے مناظرہ کرنا بھی سب جہاد ہے، حتی کہ امام نووی نے غالباً تیرہ قسمیں جہاد کی لکھی ہیں۔

قرآن کریم میں ہے:﴿یاأیها النبی جاهد الکفار والمنافقین﴾ (۲)اس آیت میں کفاراور منافقین سے جہاد کا حکم دیا گیا ہے مگر منافقین سے جہاد بالسیف کی نوبت نہیں آئی، دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿والذین جاهدوافینالنهدینهم سبلنا﴾ (۳) یہاں بھی قتال بالسیف مراد نہیں، نیز "خروج فی سبیل اللّٰہ " کا لفظ بھی قتال بالسیف کے ساتھ مخصوص نہیں۔

حضرت امام بخاری نے کتاب الجہاد، ص:۳۹۴ میں حدیث نقل کی ہے: "مااغبرّت قدما عبد فی سبیل اللّٰه فتمسه النار الخ "(٤) اور اسی مضمون کی حدیث کتاب الجمعہ، ص:۱۲۴ میں بیان کیا ہے: "من اغبرت قدماه فی سبیل اللّٰه حرمه اللّٰه علی النار"(٥)۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہاد کو قتال بالسیف کے

= قیل: ثم ماذا؟ قال : "الجهاد فی سبیل الله " قیل: ثم ماذا؟ قال : "حج مبرور". متفق علیه". (المرقاة، کتاب الجهاد ، قبیل الفصل الأول :۳۴۸/۷)

(۱) (راجع الحاشیة رقم: ۵)

(۲) (التوبة :۷۳)

قال العلامة الآلوسی رحمه الله تعالیٰ :"وروی عن الحسن وقتادة أن جهاد المنافقین بإقامة الحدود علیهم، واستشکل بأن إقامتهاواجبة علی غیرهم أیضاً، فلایختص ذلک بهم، وأشار فی الأحکام إلی رفعه بأن أسباب الحد فی زمنه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم أکثر ماصدرت عنهم". (روح المعانی : ۱۰/۱۳۷، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

(۳) (العنکبوت : ۶۹)

(۴) "عبد الرحمان بن جبر أن رسول الله ﷺ قال: "ماغبرت قدماعبد فی سبیل الله فتمسه النار".

(صحیح البخاری ، کتاب الجهاد ، باب من اغبرت قدماه فی سبیل الله تعالیٰ: ۳۹۴/۱، قدیمی)

(۵) (صحیح البخاری، کتاب الجمعة ، باب المشی إلی الجمعة : ۱۲۴/۱ ، قدیمی)

ساتھ مخصوص کرنا درست نہیں ہے(۱)۔

دوسرے غور کیا جائے کہ قتال سے مقصودِ اصلی خون ریزی نہیں بلکہ دین کا فروغ مقصود ہے اور قتال بالسیف کی وہاں نوبت پیش آتی ہے جہاں دین کے فروغ میں ایسی رکاوٹ پیش آجائے جو بغیر قتال بالسیف کے دور نہ ہوسکے، اسی لئے ابتداءً دین کی دعوت دیجائے، اگر وہ قبول ہوجائے تو سیف کی ضرورت نہیں، اگر دعوت قبول نہ ہوتو پھر جزیہ کا حکم ہے، اگر اس کو منظور کرلیا جائے تب بھی سیف کی ضرورت نہیں ورنہ مجبوراً اتنی مقدار میں سیف کی ضرورت ہے کہ رکاوٹ دور ہو اور اصل مقصود (فروغِ دین) حاصل ہوجائے (۲)۔ جواجر وثواب

---

(۱) "قال(أی ابن بطال) :المراد فی سبیل الله جمیع طاعاته". (فتح الباری، کتاب الجهاد والسیر، باب من اغبرت قدماه فی سبیل الله :۳۶/۶، قدیمی)

وقال القاری رحمه الله تعالیٰ تحت قوله علیه الصلوة والسلام :"إن فی الجنة مأة درجة أعدهاللمجاهدین فی سبیل الله" الحدیث : "هم الغزاة أوالحجاج أوالذین جاهدوا أنفسهم فی مرضاة الله تعالیٰ". (المرقاة، کتاب الجهاد، الفصل الأول :۳۵۱/۷، رشیدیه)

وقال القاری رحمه الله تعالیٰ أیضاً تحت حدیث البخاری المتقدم : "(فی سبیل الله) هوفی الحقیقة کل سبیل یطلب فیه رضاه، فیتناول سبیل طلب العلم ،وحضور صلاة الجماعة، وعیادة مریض، وشهود جنازة ونحوها" (المرقاة، المصدر السابق:۳۵۹/۷، رشیدیه)

(۲) "عن سلیمان بن بریدة عن أبیه رضی الله تعالیٰ عنه قال: کان رسول الله ﷺ إذا أمّر أمیراً علی جیش أوسریة، أوصاه فی خاصته بتقوی الله ومن معه من المسلمین خیراً، ثم قال ...... (إلی أن قال): "وإذالقیت عدوک من المشرکین فادعهم إلی ثلاث خصال أوخلال، فأیتهن ماأجابوک فاقبل منهم، وکف عنهم : ثم ادعهم إلی الإسلام، فإن أجابوک فاقبل منهم، وکف عنهم، ثم ادعهم إلی التحول من دارهم إلی دار المهاجرین، وأخبرهم أنهم إن فعلواذلک، فلهم ماللمهاجرین، وعلیهم ماعلی المهاجرین، فإن أبوا أن یتحولوا منها، فأخبرهم أنهم یکونون کأعراب المسلمین .... فإن أبوافسلهم الجزیة، فإن هم أجابوک، فاقبل منهم وکف عنهم، فإن هم أبوا، فاستعن بالله وقاتلهم". الحدیث. (الصحیح لمسلم، کتاب الجهاد، باب تأمیر الإمام الأمراء علی البعوث الخ :۸۲/۲، قدیمی)

قال الحصکفی رحمه الله : "فإن حاصرناهم، دعوناهم إلی الإسلام، فإن أسلموافبها، وإلافإلی الجزیة لومحلاً لها...... فإن قَبلواذلک فلهم مالنامن الإنصاف وعلیهم ماعلینامن الإنتصاف ...... ولایحل لناأن =

وسیلہ پر ہے اس سے زیادہ اجر وثواب اصل مقصود پر ہونا بالکل ظاہر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفی عنہ۔

تبلیغی جماعت کے متعلق سیدی ومولائی حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی مدظلہ کا مکتوب گرامی، مولانا احتشام الحسن کاندھلوی کے نام

مکرم ومحترم زیدت مکارمکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے مزاج گرامی بعافیت ہوگا...... باعث تحریر آنکہ آپ کا رسالہ ''بندگی کی صراط مستقیم''ملا، چھپنے سے پہلے بھی اس کا مطالعہ کیا تھا اور آپ کے دیگر رسائل کی طرح اس کو بحیثیتِ مجموعی نافع سمجھا تھا، اختتامی دستخط کے بعد جہاں تک میں نے دیکھا تھا، اب بطور ضمیمہ بعنوان ''نہایت ضروری انتباہ'' اضافہ کرکے اس کو شائع کیا گیا ہے، اس میں میرا نام بطورِ گواہ تصدیق پیش کیا گیا ہے جس سے یہ غلط فہمی پیدا ہوسکتی ہے کہ مجھے اس ضمیمہ سے بھی اتفاق ہے، حالانکہ نہ میں نے اس کو دیکھا تھا، نہ اس وقت تک اس کو لکھا گیا تھا، نہ مجھے اس سے اتفاق ہے اس لئے اسی کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے۔

حضرت اقدس مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ نے جس نہج پر نظام الدین سے تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا تھا اس سے تو آپ کو پورا اتفاق ہے کیونکہ بقولِ خود آپ اس کے روح رواں تھے اور آپ کے خیال میں آپ کے اب تک کے رسائل سے موجودہ تبلیغ کی حمایت مقصود نہیں اور آپ کے نزدیک حضرت کے وقت میں وہ تبلیغ بدعتِ حسنہ کے درجہ میں تھی اور اب اس میں منکرات شامل ہیں اور یہ ایک غلط چیز ہے جو دین کے نام پر پھیل رہی ہے اور اس کی وجہ سے ملت تباہی وبربادی میں مبتلا ہورہی ہے اس لئے اب یہ بدعتِ حسنہ بھی نہیں (جس کا ماحصل یہ ہے کہ یہ بدعتِ سیئہ اور بدعتِ ضلالت ہے)۔اب جو علماء تبلیغ میں شریک ہیں ان کی ذمہ داری ہے کہ اس کو قرآن وحدیث، ائمہ سلف اور علمائے حق کے مطابق کریں (جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ تبلیغ نہ قرآن

= نقاتل من لاتبلغه الدعوة إلى الإسلام ...... وندعو ندباً من بلغته إلا إذاتضمن ذلك ضرراً، ...... وإلايقبلوا الجزية، نستعين بالله، ونحاربهم بنصب المجانيق وحرقهم وغرقهم وقطع أشجارهم ولومثمرةً ...... ورميهم بنبل ونحوه''. (الدرالمختار، كتاب الجهاد: ۱۲۸/۴، ۱۲۹، سعيد)
(وكذافي البحر الرائق، كتاب السير: ۱۲۵/۵، ۱۲۸، رشيديه)

کے مطابق ہے، نہ حدیث کے، نہ ائمہ سلف کے، نہ علماء حق کے)۔

آپ نے مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند کا نام بھی لکھا ہے کہ ان کو یہ رسالہ دیکھنے اور تصدیق کرنے کے لئے بھیجا اور آپ نے ان سے بھی اس کی صحت کا اطمینان کرلیا حالانکہ مولانا موصوف نے سہارنپور کے بڑے تبلیغی اجتماع میں کئی گھنٹے تقریر فرمائی اور اس موجودہ تبلیغ کے جملہ اصول کو قرآن پاک وحدیث شریف سے مؤید ومؤکد فرمایا۔ اب قریب ہی مظفرنگر کے اجتماع میں انہوں نے شرکت اور تقریر فرمائی اور یہاں دیوبند کے مقامی اجتماعات میں بھی شرکت فرماتے رہتے ہیں اور نظام الدین جانے کی ترغیب بھی دیتے ہیں اور خود اپنی خواہش بھی ظاہر فرمائی، جن لوگوں نے حضرت مہتمم صاحب کی براہ راست تقریر سنی اور سنتے رہتے ہیں وہ آپ کے رسالہ کا یہ ضمیمہ دیکھ کر کیا رائے قائم کریں گے؟

آپ اس تبلیغ کو قرآن پاک اور حدیث شریف کے خلاف فرما کر اس کو ملت کی تباہی کا ذریعہ تحریر فرمارہے ہیں اور حضرت مہتمم صاحب سے اپنے رسالہ کی صحت کا اطمینان بھی کر چکے ہیں، اگر حضرت مہتمم صاحب اس کو قرآن پاک اور حدیث شریف کے موافق بیشمار رحمتوں کے نزول کا باعث اور آفات وبلیات سے حفاظت کا ذریعہ قرار دے رہے ہیں تو پھر اس کی جوز دفطرۃً پڑنی چاہئے وہ پڑے گی۔ آپ نے واضح طور پر یہ نہیں فرمایا کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ کی وفات کے کتنے عرصہ بعد یہ تبلیغ بدعتِ حسنہ کی حد سے خارج ہوکر بدعتِ ضلالت اور ملت کی تباہی کا ذریعہ بن گئی تھی، کیا متصلاً ہی ایسا ہوا۔

خدانکردہ یہ ایسی بات نہ ہو جیسی ایک گروہ کہتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہی چند اہل بیت کے سواسب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین صراط مستقیم سے ہٹ گئے اور گمراہی میں مبتلا ہوگئے تھے۔ نعوذ باللہ۔ لیکن وہاں تو منشاء یہ تھا کہ وہ گروہ خلافت کو بزعمِ خود حق اہلِ بیت تصور کرتا تھا اور جن کو بمشورۂ اربابِ حل وعقد خلیفہ بنایا گیا اور باجماع خلیفہ تسلیم کیا گیا ان کو معاذ اللہ غاصب کہتا تھا مگر یہاں کا تو معاملہ برعکس ہے۔

میں اب تک یہی سمجھتا رہا کہ خرابی صحت کی وجہ سے آپ نے کاندھلہ مستقل قیام فرمایا اور نظام الدین کا قیام ترک کردیا اور اسی وجہ سے تبلیغی کام میں حصہ نہیں لے سکتے مگر اس ضمیمہ سے معلوم ہوا کہ حصہ نہ لینے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے نزدیک یہ تبلیغ دینی کام نہیں بلکہ مخرّبِ دین ہے، مگر تعجب ہے کہ جس کام سے آپ کو گہرا تعلق تھا اور جس پر آپ نے محنت بھی کی تھی اس کو خراب ہوتے اور اجڑتے ہوئے بیسیوں برس صبر وسکون سے کیسے

دیکھتے رہے اور کوئی تحریر اس کے خلاف شائع نہیں کی اور لطف یہ کہ قوم آپ کے رسائل کو اس کا مؤید سمجھتی رہی۔

کام میں اگر خرابی آئی تھی تو اس کی اصلاح کچھ دشوار نہیں تھی، حضرت اقدس رائے پوری قدس سرہ حضرت حافظ فخر الدین صاحب، حضرت مولانا ظفر احمد صاحب مدظلہ، حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کے متحدہ مشورہ سے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہ کو اس کام کا ذمہ دار بنایا گیا تھا، یہ سب حضرات ان پر مطمئن تھے اور ان کی فطری صلاحیتوں سے واقف تھے اور وہ مرحوم اپنے علوِ مرتبت کے باوجود عمر و رشتہ کے اعتبار سے آپ کے خورد بلکہ آپ کے پروردہ تھے، ان پر آپ کا حق تھا، فہمائش سے کام نہ چلتا تو آپ قوت کے ساتھ بھی کہہ سکتے تھے اور وہ اپنی غایتِ سعادت اور مرتبہ کی رعایت کے پیش نظر آپ کی بات کو ہرگز ناقابلِ التفات نہ قرار دیتے بلکہ اس پر غور فرماتے اور دلائل کی روشنی میں جو چیز قابل اصلاح سمجھتے وہ ضرور اصلاح فرمالیتے، وہ تو مشورہ کے بہت عادی تھے، معمولی معمولی آدمیوں کے مشورہ کی بھی بہت قدر فرمایا کرتے تھے، کام سے تعلق رکھنے والے خاص کر نظام الدین کے حاضر باش سب ہی اس چیز سے واقف ہیں کہ ﴿أمرهم شورى بينهم﴾ پر کس مضبوطی سے عامل تھے؟

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ کے وقت سے برابر یہ طرز چلا آرہا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم سے مشورہ ہوتا ہے اور اسی سابق طرز پر اجتماعات، تعلیمی حلقے، علمی مذاکرے، تشکیلیں، شب گزاری، جماعتوں کی چلت پھرت وغیرہ سب اجزاء اسی طرح جاری ہیں۔ اصل کام کرنے والے بڑی تعداد میں وہی ہیں جن اکابر کے مشورہ سے ان کے سر ذمہ داری عائد ہوئی تھی، ان کے علاوہ حضرت مدنی، مفتی کفایت اللہ صاحب، حضرت مولانا عبداللطیف صاحب وغیرہ رحمہم اللہ بھی برابر تائید و نصرت فرماتے رہے، کسی کو خیال نہ آیا کہ دین کے نام پر غلط چیز پھیل رہی ہے اور اس سے ملت تباہ و برباد ہو رہی ہے، کیا یہ سارے حضرات قرآن وحدیث اور سارے دین سے ناآشنا اور بے خبر تھے؟ پھر بھی آپ نے کبھی ان کو متنبہ نہیں کیا حالانکہ یہ خود آپ کے بھی اکابر تھے، آپ کی بڑی ذمہ داری تھی کہ اگر یہ سب اکابر غلط چیز کی تائید فرمارہے تھے تو آپ ان کو متنبہ فرماتے، آپ کے دو بھائی اس میں پوری قوت سے لگے ہوئے ہیں ان کا بھی آپ کے ذمہ حق تھا۔

غرض! آپ کا علمی خاندان، نسبتی خاندان .... جن میں آپ کے بڑے بھی ہیں اور چھوٹے بھی ہیں یہ سب ہی آپ کے نزدیک غلط راستہ پر چلتے رہے اور غلط چیز کو دین کے نام پر پھیلاتے اور اس کی تائید و

نصرت کرتے رہے مگر آپ نے ان کو توجہ نہ دلائی، اگر آپ ان کو توجہ دلاتے اور اپنی بات کو دلائل کے ساتھ پیش کرتے اور وہ بات ان کے نزدیک صحیح ہوتی تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ قادیانیت، خاکساریت، مودودیت، رضاخانیت کی طرح اس کی بھی تردید نہ فرماتے، ان سب حضرات کے ایک طرف ہونے اور آپ کے دوسری طرف ہونے سے شبہ ہوتا ہے کہ کبھی معاملہ برعکس ہو۔

غرض! آپ کی تحریر سے سخت حیرت ہے کہ اساتذہ متحد، مشائخ متحد، مشرب متحد، مذہب متحد، تربیت متحد پھر بھی آپ ان سب سے بعید۔

تبلیغی کام کسی خاص طبقہ کی ہی اصلاح کا ذریعہ نہیں بلکہ تمام دین کے اِحیاء اور تمام مسلمانوں کی اصلاح اور پختگی کا ذریعہ ہے اور دائرہ اسلام کی بیش از بیش وسعت کا ذریعہ ہے اور دیگر اقوام کے مطالعہ کا ذریعہ ہے کہ جو غلط چیزیں غلط ماحول اور جہالت کی وجہ سے لوگوں میں پھیل گئی ہیں ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، چونکہ یہ کام بہت عمومی حیثیت رکھتا ہے ہر قسم کے آدمی اس میں آتے اور کام کرتے ہیں اور ہر ایک کی اصلاح اس کے حوصلہ کے موافق ہوتی ہے، اس لئے بے علم اور باعلم، ذہین اور غبی، نئے اور پرانے، تجربہ کار اور بے تجربہ، متقی اور غیر متقی، ذاکر اور غافل، نستعلیق اور شکستہ، شہری اور دیہاتی، شستہ زبان اور اکھڑ، سب کو تنقید کرتے وقت ایک معیار پر جا پہنچانا اور ایک وزن سے تولنا صحیح نہیں بلکہ اصولاً غلط ہے، کسی سے اگر کوتاہی ہو جائے تو اس کو اصول نہیں قرار دیا جاسکتا بلکہ اصلاح کی طرف متوجہ کیا جائے گا۔

آپ کی اس تحریر سے انشاء اللہ کام کرنے والوں کے بددل ہوجانے کا اندیشہ تو نہیں، کیونکہ ان میں جو اہلِ علم ہیں وہ دلائلِ حقہ کی روشنی میں علی وجہ البصیرت کام کر رہے ہیں، آپ کی مجمل تحریر سے ان کے دلائل میں اضمحلال پیدا نہیں ہوگا اور جو بے علم ہیں وہ اپنی عملی اور اخلاقی حالت کو بہتر سے بہتر ترقی پر دیکھتے ہیں اور ان کے ایمان میں قوت پیدا ہوتی ہے جس سے یقین میں پختگی آتی ہے اور اللہ پاک کی رحمتیں ان پر نازل ہوتی ہیں، بے علم ہونے کے باوجود ان کو یہ چیزیں روزانہ زیادہ سے زیادہ اس کام پر مستعد کرتی ہیں۔

لیکن یہ اندیشہ ضرور ہے کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ نے جس کام کی خاطر زندگی قربان کردی ہے اور اپنے زمانہ کے اکابر، عرفاء، اہلِ نسبت، اہلِ علم حضرات سے اس کی صحت وحقانیت اور مقبولیت کو تسلیم کرالیا اور اس کو حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہ کے سپرد فرمایا، اس کے متعلق جب

یہ رائے قائم کی جائے کہ یہ دین کے نام پر ایک غلط چیز پھیل رہی ہے اور اس سے ملت تباہی اور بربادی میں مبتلا ہورہی ہے تو ان کی روح کو کتنا زبردست صدمہ پہونچے گا اور جو روحانی رابطہ ان کے ساتھ تھا وہ کیسے قائم رہ سکے گا؟ میرے کہنے کی بات نہیں کہ چھوٹا منہ بڑی بات ہے مگر آپ کی تحریر نے مجبور کیا۔

آپ کا ایک مضمون رسالہ ''تذکرہ'' میں بھی دیکھا جس میں جماعتِ اسلامی کی ابتدائی داستان آپ نے بیان کی ہے اور اس کے دستور واصول کا ماخذ اپنی ہی تحریرات کو قرار دیا ہے اور اس میں اپنی مودودی صاحب کی ملاقات اور ملاقات کی محویت میں ہر دو کا نماز سے بے ہوش ہوجانا بھی مذکور ہے اور یہ مقامِ مدح میں ہے، یاللعجب !!!

بہر حال اس کے متعلق اس خط میں کچھ عرض کرنا نہیں، ضرورت ہوئی تو پھر سہی، جواب کے لئے لفافہ ارسال ہے۔ احقر محمود غفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۳/ ربیع الآخر/ ۱۳۸۷ھ۔

کتابی تعلیم شروع ہونے کے بعد آنے والے نمازیوں کی پریشانی کا حل

سوال[۱۴۵۱]: ۱...... تبلیغی جماعت کی کوشش سے ہماری مسجد میں بعد نماز عشاء تعلیم ہوتی ہے ایک دو آدمی تو نمازیں لمبی پڑھتے ہیں اور کسی کی تو جماعت کام کی وجہ سے چھوٹ جاتی ہے، کچھ حضرات حقہ اور ریڈیو کی مجلس میں بیٹھ کر جماعت ترک کردیتے ہیں بعد میں آنے والے حضرات پریشان ہوتے ہیں، کتاب پڑھنے سے منع کرتے ہیں ان کی رعایت ضروری ہے یا نہیں؟

۲...... مسجد کی بغل میں ایک کمرہ ہے جس میں بچے پڑھتے ہیں دوسری منزل پر ہے، اگر بعد میں آنے والے حضرات وہاں اپنی نمازیں ادا کرلیں تو کچھ حرج تو نہیں؟

۳...... بعد میں آنے والے حضرات تعلیم ہوتے وقت تعلیم میں شرکت فرمالیں اور بعد میں اپنی نماز پڑھ لیں، اس میں کچھ حرج تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... جماعتی کام کرنے سے جماعتی فائدہ ہے، یعنی اس سے دینی معلومات حاصل ہوتی ہے ایک دو آدمی لمبی نماز پڑھتے ہیں اس میں ان کا شخصی فائدہ ہے اگر وہ ایثار کریں کہ شخصی فائدے پر جماعتی فائدے کو مقدم رکھیں تو یہ اعلیٰ مقام ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ فرض کے بعد سنت پڑھ کر وہ تعلیم میں شریک ہوجائیں

ان کو بھی تعلیم سے فائدہ پہونچے گا، پھر تعلیم کے بعد اپنی لمبی لمبی نماز جب تک دل لگے پڑھتے رہیں۔

۲...... مسجد کے بغل میں جو کمرہ ہے وہاں بھی نماز پڑھ سکتے ہیں، جن حضرات کی جماعت چھوٹ جاتی ہے اور وہ بعد میں آتے ہیں، تو ان کے لئے بھی دونوں صورتیں ہیں، ایک یہ کہ اول تعلیم میں شرکت کرلیں پھر اپنی نماز پڑھیں، دوسرے یہ کہ بغل والے کمرہ میں اپنی نماز پڑھ لیں، غرض معاملہ صلح اور سمجھوتہ سے کرلیا جائے خلفشار پیدا نہ ہو، تکبیرِ اولی سے جماعت میں شرکت کا سب کو اہتمام کرنا چاہیے، اپنے کسی کام میں مشغول رہنا یا حقہ پیتے رہنا اور جماعت ترک کردینا بڑے نقصان کی بات ہے۔

۳...... وہاں ادا کرلیں بلکہ وہاں جماعت کرنے کا بھی موقع مل جائے گا، لیکن مسجد کی جماعت ترک نہ کریں اور اس کی عادت نہ ڈالیں کہ بعد میں آکر جماعت بغل والے کمرہ میں کرلیا کریں گے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/ ۸/ ۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۹/ ۸/ ۹۱ھ۔

کتابی تعلیم میں مسبوق حضرات کا خیال

سوال[۱۴۵۲]: ۱...... ہمارے یہاں کی جامع مسجد میں روزانہ تبلیغی جماعت کے افراد صبح کی فرض نماز کے فوراً بعد مصلے پر بیٹھ کر کتابی تعلیم کے نام پر احادیث شریف پڑھ کر سناتے ہیں، فرض نماز کی آخری رکعت میں شامل نمازیوں اور دیگر فرض نماز ادا کرنے والوں کا خیال تک نہیں کرتے اور ان کی تعلیم سے دوسروں کی نمازوں میں خلل واقع ہورہا ہے، باوجود انہیں ٹوکنے کے وہ برابر اپنی ضد پوری کئے بغیر اس تعلیم کو ختم نہیں کرتے

---

(۱)"ویکره تكرار الجماعة بأذان وإقامة فی مسجد محلة لافی مسجد طريق الخ" (الدر المختار)

وفي الرد:" ولنا،أنه عليه الصلوٰة والسلام كان إذا خرج، (إلى أن قال) فرجع إلى منزله، فجمع أهله وصلى، ولأن فی الإطلاق هكذا(أی تكرير الجماعة فی المسجد مطلقاً)تقليل الجماعة معنى، فإنهم لايجتمعون إذا علموا أنهم لاتفوتهم، وقدمناعن أبی يوسف أنه إذالم تكن الجماعة على الهيئة الأولى، لاتكره وإلاتكره، وهوالصحيح،وبالعدول عن المحراب تختلف الهيئة الخ". (باب الإمامة، مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد: ۱/ ۵۵۲،۵۵۳، سعيد)

ہیں، کیا انکا یہ فعل شرعاً درست ہے؟

۲......یہی تبلیغی حضرات دیگر مساجد میں بعد نماز عصر مصلے پر بیٹھ کر حدیث شریف پڑھتے ہیں اور اہلِ جماعت کو تاکیداً کہہ دیا گیا ہے وہ کہ ان کی آواز میں آواز ملا کر بلند آواز میں چلایا کریں، پوچھنے پر جواب ملتا ہے کہ وہ حدیث شریف سکھا رہے ہیں، ان کی اس آواز سے نمازوں میں خلل ہوتا جا رہا ہے، یہ حرکات بدعات ہیں، فتنہ ہیں یا مستحب ہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

تکبیر اولی سے جماعت میں شرکت کا اہتمام شرعاً مطلوب ہے، اس کی پابندی کی جائے (۱)۔ جماعت سے کچھ دیر پہلے آیا کریں تا کہ کوئی رکعت فوت نہ ہو، اگر اتفاق سے کوئی شخص کچھ دیر میں آیا اور اس کی رکعت رہ گئی جو کہ وہ سلام امام کے بعد پوری کریگا، تبلیغ والوں کو چاہئے کہ وہ اس کا لحاظ رکھیں کہ اس کی رہی ہوئی نماز میں خلل نہ آئے، اس کو تشویش لاحق نہ ہو، اگر کسی کی پوری نماز رہ گئی وہ علیحدہ فاصلہ پر اپنی نماز ادا کر لے۔ غرض! طرفین ایک دوسرے کا خیال رکھیں، انشاء اللہ تعالیٰ اس میں خیر و برکت ہے، تبلیغ کا کام بھی بہت اہم ہے اور نماز کو خلل سے بچانا بھی بہت اہم ہے۔ اہل علم حضرات حدود کو پہنچانتے ہیں کوئی حرکت دوسروں کو اذیت پہونچانے کے لئے نہیں کی جاتی، نہ نمازی قصداً رکعت چھوڑتا ہے تا کہ بعد میں پوری کرے اور تبلیغ والوں سے لڑے، نہ تبلیغ والے اس لئے تعلیم و تبلیغ کرتے ہیں کہ کسی کی نماز خراب کریں، سوء ظن سے سب کو احتراز لازم ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۴/۹۶ھ۔

---

(۱) "عن أنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول صلی اللہ علیه وسلم: "من صلی لله أربعین یوماً فی جماعة یدرک التکبیرة الأولی کتب له برأتان: براء ة من النار، وبراء ة من النفاق". (جامع الترمذی، کتاب الصلوة. باب فی فضل التکبیرة الأولی، ۱/۵۶، ایچ، ایم، سعید)

(۲) قال اللہ تعالی: ﴿یاأیها الذین آمنوا اجتنبوا کثیراً من الظن إن بعض الظن إثم﴾. الایة. (الحجرات. ۱۲)

"عن أبی هریرة رضی اللہ تعالی عنه أن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال: "إیاکم والظن، فإن الظن أکذب الحدیث، ولاتجسسوا، ولاتحسسوا، ولاتناجشوا، ولاتحاسدوا، ولاتباغضوا، ولاتدابروا،=

جماعت سے پہلے حدیث کی کتاب سنانا

سوال[۱۴۵۳]: ہم طلبہ کی جماعت نے یہ طے کیا ہے کہ مسلمانوں کو مذہبی معلومات سکھلانے کے لئے قبل نماز فجر (رمضان المبارک میں) فجر کی اذان کے بعد سے اور جماعت کھڑی ہونے سے ۱۰ منٹ پہلے تک حدیث کی کوئی کتاب پڑھ کر سنائی جائے، ہم طلبہ کے لئے وقت کی کمی ہے ہم نے نمازِ فجر سے پہلے اور اذان کے بعد اس لئے وقت رکھا ہے تاکہ زیادہ لوگ شرکت کر سکیں۔ کیا یہ وقت تبلیغ کے لئے مناسب ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

آپ کا پروگرام مناسب اور بابرکت ہے(۱) اللہ تعالیٰ مزید اخلاص و استقامت عطاء فرمائے۔ آمین۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۶/ ۹/ ۸۸ھ

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/ ۹/ ۸۸ھ

جمعہ سے پہلے اور فجر کے بعد مسجد میں کتاب سنانا

سوال[۱۴۵۴]: میرا معمول ہے کہ بعد نماز فجر متصلاً و بعد اذان اول جمعہ کتاب مسجد میں سناتا

= وكونوا عباد الله اخوانا". (صحيح البخاری كتاب الأدب، باب قوله تعالى: ﴿ يأيها الذين آمنوا اجتنبوا كثيرا من الظن ﴾: ۲/ ۸۹۶، قديمی)

(وسنن أبی داؤد، كتاب الأدب، باب فی الظن: ۲/ ۳۲۵، مكتبه امداديه ملتان).

قال القاری: "قال بعض المحققين: أی لاتشغلوا بأسباب العداوة ؛ إذ العداوة والمحبة مما لااختيار فيه، فإن البغض من نفار النفس عما يرغب عنه، وأوله الكراهة، وأوسطه النفرة، وآخره العداوة، كما أن الحب من انجذاب النفس إلى ما يرغب فيه، ومبدء ه الميل، ثم الإرادة، ثم المودة، وهما من غرائز الطبع، والله تعالى أعلم". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الأول: ۸/ ۷۲۱، رقم: ۵۰۲۸، رشيديه)

(۱) "لقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم:" الدال على الخير كفاعله". (كنز العمال: ۶/ ۳۵۹، رقم الحديث: ۱۶۰۵۲، منشورات مكتبة التراث الإسلامی)

(وكذا فی الأدب المفرد، باب الدال على الخير: ۱/ ۱۲۷، مكتبة المعارف الرياض)

رہتا ہوں، ایک نمازی نے اعتراض کیا کہ نماز پڑھنے والوں کو خلل ہوتا ہے، میں نے اس کو کچھ جواب نہیں دیا اور یہ استفتاء جناب کی خدمت میں ارسال کررہا ہوں، آج کل تبلیغی جماعت اور علماء کا جو معمول ہے وہ بھی دیکھنے میں آتا ہے اور آداب المساجد میں بھی جو دیکھا تو قول فیصل یہی نظر آیا کہ اگر نمازی اور نائم وغیرہ کو خلل انداز ہو تو ذکر جہری وغیرہ ممنوع ہے، یہاں تک کہ قرآن کریم بھی جہراً پڑھنا ممنوع لکھا ہے، اس کو مفصل تحریر فرمائیں۔ نیز ہماری مسجد بہت تنگ ہے باہر برآمدہ پر بھی جگہ نہیں ہے اس لئے مسجد کے اندر کے سوا نماز پڑھنا مشکل ہے اور مسجد چھوٹی ہے کتنی ہی آہستہ سے پڑھیں آواز تو پہونچتی ہی ہے اور فجر میں بعد نماز لوگ نماز پڑھتے ہیں وہ بھی اعتراض کرتے ہیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

جمعہ کے لئے مشورہ سے طے کر کے سب نمازیوں کو اطلاع کردیں کہ اذانِ اول کے بعد کتاب سنائی جائے گی لوگ اکثر شریک ہوتے رہیں جب اذان ثانی یعنی خطبہ میں ۵/ منٹ باقی رہ جائیں تو کتاب بند کردی جائے اور اس وقت سب لوگ سنتیں پڑھ لیں اس سے کتاب بھی ہوجائے گی اور کسی کی سنتوں میں بھی خلل نہیں آئے گا یہ تو سہل ہے، لیکن فجر کے بعد جو لوگ آئیں ان کی نماز کو خلل سے بچانے کی آپ کی چھوٹی مسجد میں کوئی صورت معلوم نہیں ہوتی الا یہ کہ طلوع شمس کے قریب تک تسبیح وتلاوت میں مشغول رہیں پھر کتاب سنائیں جب نماز کا وقت نہ رہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

نمازیوں کی فراغت سے پہلے جہراً کتاب پڑھنا

سوال [۱۴۵۵] : جماعتیں مرکز وغیرہ سے آتی جاتی رہتی ہیں، اکثر وبیشتر یہ دیکھا گیا ہے کہ امیر جماعت وغیرہ رکوع وسجود وقیام خلاف سنت ادا کر کے اس خیال سے کہ کہیں نمازی چلے نہ جائیں فارغ ہوجاتے ہیں، نمازی ابھی سنن ونوافل وتر ہی پڑھ رہے ہیں اور امیرِ جماعت وغیرہ اپنی تقریر یا کتاب کا پڑھنا جہراً شروع کردیتے ہیں جس سے غریب نمازیوں کا باطمینانِ قلب نماز پڑھنا دشوار ہوجاتا ہے آیاتِ قرآنیہ میں منازعت ہونے لگتی ہے، کیا یہ فعل اور طریقۂ اصلاح عندالشرع جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً :

ان کوتاکید کی جائے کہ نماز سنت کے مطابق ادا کریں، نیز نمازیوں کی فراغت کا انتظار کریں، لیکن اگر سب کی فراغت کا انتظار کرنے تک نمازی چلے جائیں اور جو شخص سب سے اخیر میں فارغ ہوبس وہی رہ جائے، تو پھر کام کرنے کی کیا صورت ہوگی، اسلئے بہتر یہ ہے کہ فرض کے بعد سنت مؤکدہ تو سب باطمینان ادا کرلیں پھر بیٹھ جائیں اور کتاب وتقریر کوسنیں اس کے بعد وتر ونوافل پڑھ لیں تاکہ سب کا کام ہوجائے اور کسی کو شکایت کا موقع نہ ملے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۴/۹۶ھ۔

کیا روزانہ تعلیم کرنا حدیث کے خلاف نہیں؟

سوال [۱۴۵۶]: مشکوٰۃ کے اندر حدیث سے ثابت ہے کہ روازنہ تعلیم نہ کرنا چاہئے، ایک صحابی جمعرات کے روز تعلیم فرماتے تو اس سے غالباً منع فرمایا گیا (۱)، اب لوگ ہر روز تعلیم دیتے ہیں، حالانکہ دین کی بات سننے میں جتنی دلچسپی اس وقت تھی اب اس کا عشر عشیر بھی نہیں، پھر روزانہ تعلیم کے بارے میں کیا مسئلہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دین کی ضرورت کا احساس کرایا جائے جس قدر دین سے بے رغبتی ہو اسی کے اندر تعلیم کی زیادہ ضرورت ہے، دینی مدارس قائم کئے جائیں، یہاں دارالعلوم دیوبند میں بعد فجر سے تعلیم شروع ہوجاتی ہے، چھٹی کے بعد بھی تعلیم ہوتی ہے، مغرب کے بعد بھی عشاء کے بعد جمعہ کے روز بھی، اصحابِ صفہ تو سب کاموں سے فارغ ہوکر دین ہی حاصل کرنے کے لئے خدمت اقدس میں آپڑے تھے (۲)۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ

---

(۱) "عن شقيق قال: كان عبد الله بن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه يذكر الناس في كل خميس فقال له رجل: يا أبا عبد الرحمن لوددت أنك ذكّرتنا في كل يوم، قال: اما إنه يمنعني من ذلك إني أكره أن أملكم، وأني أتخولكم بالموعظة كما كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يتخولنا بها مخافة السامّة علينا". متفق عليه". (مشكاة المصابيح: ص۳۳، كتاب العلم، قديمي)

(۲) (مجمع بحار الأنوار: ۳/ ۳۳۱، مجلس دائرة انمعارف العثمانيه، حيدر آباد، دكن، الهند)
(وكذا في "راحت القلوب" ص: ۱۰۸، مدينه پبلشنگ كراچی)

عنہ کے حلقۂ درس میں سولہ سو طلباء تھے اور محدثین نے شب و روز علم حاصل کیا اور پھیلایا حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ سے نوے ہزار لوگوں نے بخاری شریف پڑھی (۱)۔ مشکوۃ شریف کا آپ نے حوالہ دیا ہے وہ وعظ تذکیر کی صورت ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۹۵/۵/۲۶ھ۔

اجتماع سے سامان بچ گیا اس کا کیا کیا جائے؟

سوال [۷۱۴۱]: ۱۶/ شعبان/ ۱۳۹۲ھ کو ہمارے یہاں ایک تبلیغی اجتماع ہوا تھا، جس میں گاؤں والوں نے اجتماع کے اخراجات کا ذمہ لیا تھا، باہر کے آنے والے مہمانوں کے کھانے کا انتظام وغیرہ کا ذمہ گاؤں والوں نے ہی لیا تھا، الحمد للہ اجتماع خوب کامیاب رہا، لیکن گاؤں والوں نے اجتماع کیلئے جو غلہ وغیرہ جمع کیا تھا اس میں سے کچھ تو اجتماع میں خرچ ہوگیا اور کچھ بچ گیا، اب کچھ لوگوں کی رائے تو یہ ہے کہ جو کچھ بچا ہوا ہے اس کو مسجد میں دیدیا جائے اور کچھ لوگوں کی رائے یہ ہے کہ یہ سب کچھ عیدگاہ میں دیدیا جائے، لوگوں میں اختلاف چل رہا ہے، لہذا آپ بتائیں کہ وہ غلہ کہاں دیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسے اختلاف کی حالت میں بہتر یہ ہے کہ دوسرا جلسہ (اجتماع) کرلیا جائے اس میں یہ غلہ خرچ ہو جائے، اگر عیدگاہ یا مسجد میں دینے پر سب کا اتفاق ہو جائے تو وہاں دیدیا جائے، اس طرح اعلان کیا جائے کہ سب کو خبر ہو جائے اور جو چاہے اپنی رائے دے سکے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند

تبلیغ و مدرسہ کی رقم کا مصرف

سوال [۱۴۵۸]: ہم نے تبلیغی اجتماع کے لئے چندہ کیا تھا، کچھ چندہ بچ گیا، تو وہ مدرسہ میں دیدیا، اب جو دوسرا اجتماع ہوا تو مدرسہ میں سے وہ چندہ نکال کر پھر اجتماع میں لگادیا، از روئے شرع ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۱) "قال الحافظ: و ذكر الفربري أنه سمعه منه تسعون ألفاً". (هدى الساري مقدمة فتح الباري، ص: ۶۷۸، ذكر تصانيفه والرواة عنه، قديمى)

(۲) (انظر، ص: ۳۲۱، الحاشية رقم: ۱)

الجواب حامداً ومصلیاً :

چندہ جس کام کے لئے لیا جائے اس کا اسی کام میں خرچ کرنا لازم ہے، دوسرے کام میں ازخود خرچ کرنا درست نہیں، اگر تبلیغی اجتماع کے نام سے لیا گیا ہے تو اس کو تبلیغی اجتماع میں خرچ کیا جائے (۱) جو کچھ بچ گیا اس کو مدرسہ میں خرچ نہ کریں، بلکہ چندہ دینے والوں کو واپس کردیں یا ان کی اجازت سے کسی دوسرے تبلیغی اجتماع میں خرچ کردیں یا اپنے ہی دوسرے اجتماع کے لئے محفوظ رکھیں، ہاں! اگر وہ بخوشی مدرسہ میں دیدیں تو مدرسہ میں صرف کرنا بھی درست ہوگا، لیکن مدرسہ میں اگر بطور حفاظت رکھا ہو تو جب وہ مدرسہ سے طلب کیا جائے تو مدرسہ والوں کو چاہئے کہ وہ دیدیں، مدرسہ کا پیسہ تبلیغی اجتماع میں خرچ نہ کریں، اگر مدرسہ کا پیسہ تبلیغی اجتماع میں خرچ کیا ہو تو اس کا ضمان لازم ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۷/۱۴ھ۔

تبلیغی اجتماع میں کھانے کی قیمت بغیر وزن کے مقرر کرنا

سوال [۱۴۵۹]: ہمارے یہاں اکثر تبلیغی اجتماعات میں کھانے خوراک پر کچھ پیسے رکھ دیئے جاتے ہیں اس کا وزن کچھ نہیں ہوتا، یہ طریقہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً :

کھانے کی قیمت متعین کرنا بغیر وزن کئے ہوئے بھی درست ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۲/۳ھ۔

---

(۱) "والواقف لو عيّن إنساناً للصرف تعيّن، حتى لو صرف الناظر لغيره، كان ضامناً .... الخ". (البحر الرائق كتاب الوقف: ۵/ ۳۸۱، رشيديه)

(۲) "وصح بيع الطعام كيلاً وجزافاً إذا كان بخلاف جنسه ...... الخ" (الدر المختار)

وفي الرد: "وحاصله مافي المغرب: من أنه (أي المجازفة) البيع والشرآء بلا كيل ولا وزن، ونقل أن شرط جوازه أن يكون مميزاً مشاراً إليه". (كتاب البيوع، بعد مطلب مهم في حكم الشرآء بالقروش في زماننا: ۴/۵۳۸، سعيد)

مسجد کی چٹائی تبلیغی اجتماع میں لے جانا

سوال[۱۴۶۰]: تبلیغی اجتماع کے موقع پر مسجد یا عیدگاہ کی جانماز یا دری یا چٹائی وغیرہ بچھا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

مسجد کی جانماز، دری، یا چٹائی نماز کے لئے مسجد میں استعمال کی جائے، وہاں تبلیغی اجتماع بھی درست ہے وہ سب لوگ اس پر نماز پڑھیں گے، مسجد سے باہر اجتماع کے واسطے لے جانے کی اجازت نہیں عیدگاہ میں بھی نہ لے جائیں (۱) فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

تبلیغی جماعت کو دُرّہ رکھنا

سوال[۱۴۶۱]: تبلیغی کو درّہ رکھنے کی اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

درہ سے پٹائی کرنا تبلیغ کے وقت تبلیغی جماعت کے اصول کے خلاف اور غلط ہے، لاٹھی ہاتھ میں رکھنا درست ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۱/۱۴ھ۔

---

(۱) چونکہ عام طور پر اس طرح کی چٹائیاں اور مصلے وقف ہوتے ہیں اور وقف اشیاء کا مصرف وہی ہوتا ہے جو کہ واقف نے متعین کیا ہو:

"وماخالف شرط الواقف، فهومخالف للنص وهوحكم لادليل عليه سواء كان نصه فى الوقف نصاًأوظاهراً اهـ، وهذاموافق لقول مشايخنا كغيرهم: شرط الواقف كنص الشارع فيجب اتباعه". (ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب ماخالف شرط الواقف فهومخالف للنص، ۴/۴۹۵، سعيد)

(۲) "وسئل رضى الله تعالى عنه: عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما أنه قال: التوكؤ على العصامن أخلاق الأنبياء (عليهم الصلوة والسلام)، وكان النبى صلى الله تعالى عليه وسلم يتوكأ عليها". من رواه؟ فأجاب بقوله: رواه ابن عدى، وروى الديلمى بسنده حديث: "حمل العصاعلامة المؤمن وسنة الأنبياء". وروى أيضاً حديث، "كانت الأنبياء يفتخرون بهاتواضعاًلله عزوجل". .... وأخرج ابن ماجه "خرج =

امتحان میں کامیابی پر تبلیغی جماعت میں وقت لگانا

سوال[۱۴۶۲]: ایک شخص نے دعاء کی کہ اگر میں امتحان میں پاس ہوجاؤں تو پندرہ دن تبلیغی جماعت میں وقت دونگا، وہ پاس ہوگیا اب اسے کیا کرنا چاہیے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

تبلیغی جماعت میں پندرہ دن دینے کی امتحان میں کامیاب ہونے پر جونذر مانی ہے اور اللہ تعالیٰ نے کامیاب فرمادیا ہے اگرچہ یہ شرعی نذر نہیں ہے(۱) لیکن حق تعالیٰ سے ایک وعدہ ہے اس کو پورا کرنا چاہئے، وعدہ خلافی نہ کی جائے کہ یہ شرعاً مذموم ہے(۲) اور بعض صورتوں میں منافق کی علامت بھی ہے(۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱/۹۳ھ۔

= إلينا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، وهو متكئ على عصاه". (الفتاوى الحديثية لابن حجر الهيثمي، مطلب: التوكأ على العصا من أخلاق الأنبيآء، ص: ۲۲۶، قديمي)

(۱) قال في الدرالمختار: ولم يلزم الناذر ماليس من جنسه فرضٌ، كعيادة المريض وتشييع جنازة ودخول مسجد". وقال في رد المحتار: "(قوله: كعيادة مريض) هذا يفيد أن مرادهم بالفرض هنا فرض العين دون مايشمل فرض الكفاية اهـ: أى فإن هذه (أى العيادة) فرض كفاية....وقد مناعن البدائع خروج هذه المذكورات بقوله: عبادة مقصودة على أنه يرد عليه دخول المسجد للطواف....فإن الدخول حينئذ فرض لكنه ليس مقصوداً لذاته...الخ". (كتاب الأيمان، بعد مطلب في أحكام النذر: ۳/۷۳۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصوم، فصل في النذر: ۲/۵۱۴.۵۱۵، رشيديه).

(۲) قال الله تعالى: ﴿وأوفوا بالعهد إن العهد كان مسئولا﴾. (الاسراء: ۳۴)

قال العلامة الآلوسي (وأوفوا بالعهد) ماعاهدتم الله تعالى من التزام تكاليفه....والإيفاء بالعهد والوفاء به هو القيام بمقتضاه، والمحافظة عليه، وعدم نقضه....الخ". (روح المعاني: ۵/۷۱، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۳) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "آية المنافق ثلاث: إذا حدّث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا ائتمن خان". (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، ۸باب علامة المنافق: ۱/۱۰، قديمي)

جماعت میں نکل کر دوسرے کام میں مشغول ہونا

سوال [۱۴۶۳]: راقم الحروف تبلیغی جماعت مرکز دہلی میں حاضر ہوا، جماعت میں کام کرنے کے واسطے مرکز سے ایک جماعت ناگپور روانہ ہوئی، بندہ کو اس میں جانے کا اتفاق ہوا، ناگپور آنے کے بعد ناگپور کے ایک صاحب نے جماعت کے نمبر اس جماعت کو تعلیم کئے، آخر میں پرہیز بتلایا کہ لایعنی باتوں سے بچنا ایسی باتیں جن میں نہ دین کا فائدہ ہو نہ دنیا کا، البتہ دنیا کا فائدہ ہو تو جماعت کے خالی اوقات میں کر لینا کچھ حرج نہیں ہے۔ بندہ نے اپنی جماعت کے امیر صاحب سے مسئلہ معلوم کیا کہ میں کپڑے کا تاجر ہوں، ناگپوری لنگیاں ہمارے یہاں پر فروخت ہوتی ہیں، کیا خالی اوقات میں میرے لئے ان کا خریدنا جائز ہے؟ امیر صاحب نے فرمایا کہ جائز ہے، لہذا میں نے مال خرید لیا، بعدہ ناگپور سے جماعت کامٹی آ گئی، اتفاق سے کامٹی کی لنگیاں بھی ہمارے یہاں بکتی ہیں، چنانچہ بندہ نے کامٹی سے بھی مال خرید لیا، لہذا از روئے شریعت مطہرہ جواب دیں کہ میرا یہ عمل جائز ہے یا ناجائز؟

۲...... اگر یہ عمل ناجائز ہے تو بندہ کو معافی کے لئے طریقہ تحریر فرمائیں۔

۳...... اگر کسی شخص نے جماعت میں کام کرنے کا وعدہ کیا کہ اتنے روز کروں گا، اگر یہ شخص پورے روز کام نہ کرے بلکہ پختہ ارادہ کر لے کہ اب اپنے مشاغل میں لگ جاؤں، بقیہ دن ان شاء اللہ تعالیٰ بعد کو پورے کرلوں گا، لہذا یہ عمل جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... فی نفسہ لنگیاں خریدنا اور تجارت کرنا بلاشبہ جائز ہے، جماعتی نظام کے تحت جب آپ نے امیر جماعت سے اجازت لے لی تو اس حیثیت سے بھی آپ پر گرفت نہیں۔

۲...... ناجائز تو بالکل نہیں، لیکن جب آپ جماعت میں نکلے ہیں تو ذہن کو ہر طرف سے فارغ کر کے جماعتی کام میں لگنے سے زیادہ فائدہ ہوگا اور ذہن جس قدر تجارت وغیرہ میں رہے گا اسی قدر جماعتی کام میں کم متوجہ ہوگا اور وقت بھی کم رہ جائے گا۔

۳...... جب وعدہ کیا ہے تو اعلیٰ بات یہ ہے کہ جلد از جلد بلکہ فوراً ہی وعدہ پورا کرنے میں لگ جائے

مؤخر نہ کرے(۱) خدا جانے کیا بات پیش آ جائے اور وعدہ پورا نہ ہو سکے، لیکن اگر کسی عذر کی وجہ سے فوراً نہ لگ سکے اور امیر بھی اجازت دے دے تو بعد میں وعدہ پورا کرنے سے بھی وعدہ خلافی نہیں ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند۔

ایک تبلیغی کی تقریر کہ مشورہ وحی کا بدل ہے

سوال[۱۴۶۴]: یہاں پر ایک تبلیغی صاحب نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی کہ: مشورہ دراصل وحی کا بدل ہے، جس طرح انبیاء کے مسائل وحی سے اللہ تعالیٰ شانہ حل فرما دیتے تھے اسی طرح مشورہ بمنزلہ وحی کے ہے یعنی وحی کا بدل ہے۔ آپ ان باتوں کی تشریح فرماویں تاکہ مغالطے دور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مشورہ شریعتِ اسلامیہ میں بہت مفید اور اہم ہے، قرآن وحدیث میں اس کی تاکید آئی ہے(۲)، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی آتی تھی لیکن مشورہ کا وہاں بھی حکم تھا، مشورہ سے اگر کوئی بات طے ہو جائے تو اس میں خیر و برکت ہے، اگر مشورہ میں کچھ کوتاہی رہی تو اس کی اصلاح وحی سے ہو جاتی تھی، اب وحی بند ہے(۳) اشاعت وحفاظت دین کے لئے کسی ایک شخص کی رائے پر اعتماد نہیں ہوتا(۴) اس لئے مشورہ سے

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان: ''امتحان میں کامیابی پر تبلیغی جماعت میں وقت دینا'')

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿فاعف عنهم واستغفر لهم وشاورهم في الأمر، فإذا عزمت فتوكل على الله﴾''. الاية (آل عمران: ۱۵۹)

وقال الله تعالىٰ: ﴿والذين استجابوا لربهم وأقاموا الصلوة، وأمرهم شورى بينهم﴾ الاية (الشورى: ۳۸)

''وأخرج عبد بن حميد، والبخاري في الأدب، وابن المنذر عن الحسن قال: ماتشاور قوم قط إلاهدوا، وأرشد أمرهم ثم تلا﴿ وأمرهم شورى بينهم﴾. (روح المعاني: ۲۵/۴۶، آية الشورى رقم: ۳۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) ''وكانت الشورى بين النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وأصحابه فيمايتعلق بأحكام الحروب .... وكانت بينهم أيضافي الأحكام كقتال أهل الردة اهـ .... والمراد بالأحكام مالم يكن لهم فيه نص شرعي، وإلافالشورى لامعنى لها'' (روح المعاني المصدر السابق.)

(۴) ''عن علي كرم الله وجهه قال: قلت: يارسول الله! الأمر ينزل بنا بعدك لم ينزل فيه قرآن، ولم =

کرنا بہتر ہے، وحی قطعی چیز ہے جس میں شبہ اور غلطی کا احتمال نہیں (۱) مشورہ میں غلطی اور شبہ کا احتمال رہتا ہے، اس لئے مشورہ وحی کا پورا بدل نہیں۔ ہاں خدائے پاک کی رحمت ضرور مشورہ میں شامل رہتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

علماء پر تبلیغ نہ کرنے کا اعتراض

سوال[۱۴۶۵]: مسلمان نہ صرف علوم دینی سے بے بہرہ ہیں، بلکہ ان کے دنیوی اور دینی لیڈر بھی مسلمانوں کا علوم دین سے مستفید ہونا پسند نہیں کرتے۔ اب سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کے دینی لیڈر تو علمائے کرام ہیں اور دنیوی غیر متقی اور مسلمان ہیں تو کیا یہ دونوں رہبران دینی علوم حاصل کرنا پسند نہیں کرتے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

علماء نے تو مدارس قائم کئے، کتابیں جمع کیں، اساتذہ کو مقرر کیا، طلبہ کو اکٹھا کر کے تعلیم کا انتظام کیا، جگہ جگہ وعظ کہتے ہیں، جلسے کرتے ہیں، تبلیغ کرتے ہیں، کتابیں تصنیف کرتے ہیں، پھر اس کا مشاہدہ کرلیا جائے، پھر ان کے متعلق یہ بات کیسے صحیح ہوسکتی ہے کہ یہ مسلمانوں کا دینی علوم سے مستفیض ہونا پسند نہیں کرتے، اس بات کا غلط ہونا تو آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۵/۱۱/۸۹ھ۔



= يسمع منك فيه شيء، قال: أجمعواله العابد من أمتي، واجعلوه بينكم شورى، ولاتقضوه برأى واحد". (روح المعاني المصدر السابق)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿قرآناً عربياً غير ذى عوج لعلهم يتقون﴾. (الزمر: ۲۸)

"(غير ذى عوج) .... وقد يقال: مراد من قال: أى لالبس فيه ولاشك نفى بعض أنواع الاختلال، وعلى ذلك ماروى عن عثمان بن عفان رضى الله تعالىٰ عنه من أنه قال: أى غير مضطرب ولامتناقض اهـ". (روح المعاني: ۲۳/۲۶۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

ما يتعلق بالمواعظ والنصح

(وعظ ونصیحت کا بیان)

کرسی پر بیٹھ کر وعظ کہنا

محترمی حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم!

سوال[۱۴۶۶]: اکثر علماء مسجد کے اندر کرسی کے پائے دھلوا کر اور مسجد کے اندر کرسی پر بیٹھ کر وعظ کہتے ہیں، بعض لوگ کہتے ہیں کہ کرسی پر بیٹھ کر وعظ کہنا ناجائز ہے، لہذا ان لوگوں کو شریعت کی روشنی میں مطلع فرمائیے کہ کرسی پر بیٹھ کر مسجد کے اندر علماؤں کا وعظ کہنا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

مسلم شریف: ۱/ ۲۸۷ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مسجد میں کرسی پر تشریف فرما کر دین کی باتیں ارشاد فرمانا مذکور ہے، کرسی کے پائے لوہے کے معلوم ہوتے تھے(۱)۔

الادب المفرد، ص: ۲۱۰ میں بھی امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ذکر فرمایا ہے(۲)۔ جو چیز حدیث شریف سے ثابت ہے اس پر اعتراض کرنا عدم واقفیت کی وجہ سے ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

وعظ میں خطاب کا طریقہ

سوال[۱۴۶۷]: اکثر علماء مخاطب تم سے کرتے ہیں کہ تم نے ایسا کیا، تم نے ایسا کیا تو عذاب نازل

---

(۱) "قال أبو رفاعة رضي الله تعالىٰ عنه انتهيت إلى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وهو يخطب قال: فقلت: يا رسول الله! رجل غريب جاء يسئل عن دينه لا يدرى ما دينه قال: فأقبل عليّ رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و ترك خطبته حتى انتهى إلي. فأتي بكرسي حسبت قوائمه حديداً". (الصحيح لمسلم: ۱/۲۸۷، كتاب الجمعة، قديمى)

(۲) (الأدب المفرد، باب الجلوس على السرير: ۲/۶۵۸، رقم الحديث: ۱۱۶۴، مكتبة المعارف الرياض)

ہوا تو کیا ان کو مغفرت کا پرمٹ مل چکا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

اس طرح مجمع کو خطاب کرنا جس سے تمام قصور اور گناہ سامعین کا معلوم ہو اور واعظ صاحب اپنے آپ کو بے قصور اور سب سے اعلیٰ بے گناہ سمجھتے ہوں درست نہیں، ایسے وعظ کا اچھا اثر نہیں ہوتا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۱۰/۱۰/۸۵ھ۔

بے عمل واعظ کا حکم

سوال [۱۴۶۸]: جو خود امر و نہی پر عامل نہ ہو دوسروں کو تلقین و ترغیب دے اس کے بارے میں کیا وعید ہے؟

---

(۱) قال الله عزوجل: ﴿ألم تر إلى الذين يزكّون أنفسهم بل الله يزكى من يشآء و لا يُظلمون فتيلاً﴾.

"نزلت في رجال من اليهود أتوا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بأطفالهم، فقالوا: يا محمد! هل على أولادنا هؤلاء من ذنب؟ فقال: "لا". فقالوا: والذي يحلف به ما نحن فيه إلا كهيئتهم، ما من ذنب نعمله بالنهار إلا كفر عنا بالليل، ومامن ذنب نعمله بالليل إلا كفر عنا بالنهار، فهذا الذي زكوا به أنفسهم. و أخرج ابن جرير عن الحسن: أنها نزلت في اليهود والنصارىٰ حيث قالوا: نحن أبنآء الله و أحبآء ه، وقالوا: لن يدخل الجنة إلا من كان هوداً أو نصارى: والمعنى: انظر إليهم فتعجَبُ من ادعائهم أنهم أزكياء عند الله تعالىٰ مع ما هم عليه من الكفر والإثم العظيم، أو من ادعائهم أن الله تعالىٰ يكفر ذنوبهم الليلية والنهارية مع استحالة أن يغفر لكافر شيء من كفره أو معاصيه، و في معناهم من زكى نفسه و أثنى عليها". (روح المعاني: ۵/۵۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تفسير ابن كثير: ۱/۶۸۱، دار الفيحاء دمشق)

و قال تعالى: ﴿فلا تزكوا أنفسكم هو أعلم بمن اتقى﴾. آلاية.

قال ابن كثير: عن محمد بن عمرو بن عطاء قال: سميت ابنتي برة، فقالت لي زينب بنت أبي سلمة: إن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم نهى عن هذا الاسم و سميت برة، فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "فلا تزكوا أنفسكم، إن الله أعلم بأهل البر منكم". (تفسير ابن كثير: ۴/۳۲۹، دار الفيحاء دمشق) (وكذا في روح المعاني: ۲۷/۶۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

عباراتِ مذکورہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے تزکیہ کے شائبہ سے بھی منع کیا گیا ہے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

وہ عمل نہ کرنے کی وجہ سے گنہگار ہے حق تعالیٰ عمل کی توفیق دے، جو واعظ وعظ کہتے ہیں خود عمل نہیں کرتے آگ کی قینچی سے ان کے ہونٹ کاٹے جائیں گے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

بے عمل کا وعظ کہنا اور چھوٹے بھائی کا اس کو ٹوکنا

سوال[۱۴۶۹]: ایک شخص عالم دین ہیں مگر بے عمل اور اکثر برائیاں اس کے اندر پائی جاتی ہیں، یہ شخص کبھی کبھی وعظ وتقریر بھی کرتا رہتا ہے، بعد نماز جمعہ بھی وعظ کہتا ہے۔ ایک مرتبہ اس نے وعظ کا اعلان کیا مگر اس کا چھوٹا بھائی مقابلہ کے لئے کھڑا ہوگیا اور کہا کہ کیا تم اس قابل ہو کہ وعظ کہو۔ تو کیا اس حالت میں وہ وعظ سے رک جائے؟ اگر خدا تعالیٰ نے قیامت میں پوچھ لیا کہ جب تم کو علم دین دیا تھا تم نے کیوں نہیں پہونچایا تو اس کا کیا جواب دے گا اور اس روکنے والے بھائی کو کیا کہا جائے گا جو کہ دین کی بات عوام الناس کے سامنے بیان کرنے سے روکے، اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

بڑے بھائی جب کہ عالم بھی ہیں تو چھوٹے بھائی کو ان کا دوہرا احترام لازم ہے، جو طریقہ چھوٹے بھائی نے استعمال کیا ہے نہایت غلط اور مذموم ہے، لازم ہے کہ بڑے بھائی سے معافی مانگے اور آئندہ ایسی حرکت سے اجتناب کرے(۲)۔ بڑے بھائی کو جہاں اس کا خیال ہے کہ اپنے علم سے مخلوق کو نفع نہ پہونچانے کی

---

(۱) "عن ثمامة عن أنس رضی الله تعالیٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یقول: "مررت لیلة أسری بي علی أناس تُقرض شفاههم و ألسنتهم بمقاریض من نار، قلت: من هؤلاء یا جبریل!؟ قال: هؤلاء خطباء أمتک الذین یأمرون الناس بالبر و ینسون أنفسهم". (تفسیر ابن کثیر: ۱۲۶/۱، دار الفیحاء، دمشق)

(۲) "عن سعید بن العاص رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "حق کبیر الإخوة علی صغیرهم حق الوالد علی ولده" (مشکوة المصابیح: ۴۲۱/۲، باب البر والصلة، الفصل الثالث، قدیمی) .... =

صورت میں جواب طلب کیا جائے گا وہاں اپنی اصلاح کی بھی فکر وکوشش لازم ہے۔ انسان کتنا ہی بڑا عالم ہوجائے کبھی بھی اپنی اصلاح سے غافل نہیں رہنا چاہئے اور جس کو وعظ کہنا ہو اس کو تو زیادہ فکر کی ضرورت ہے(۱) کیونکہ بقول شخصے ؎

کہا اس کا ہرگز نہ مانے گی دنیا
جو اپنی نصیحت پر عامل نہ ہوگا

وعظ جب ہی مؤثر ہوتا ہے جب خود بھی واعظ باعمل ہو جتنے لوگ وعظ پر عمل کریں گے اتنا ہی واعظ کے اجر میں اضافہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۱/۲ھ۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

اپنی نصیحت پر خود عمل

سوال[۱۴۷۰]: مندرجہ ذیل واقعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے یا کسی امام یا بزرگ کا کہ ایک

= "و عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لیس منا من لم یرحم صغیرنا و لم یوقر کبیرنا". (مشکوة المصابیح: ۲/۴۲۳، باب الشفقة و الرحمة علی الخلق، الفصل الثانی ، قدیمی)

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿أتأمرون الناس بالبر و تنسون أنفسکم﴾ (البقرة: ۴۴)

و قال تعالیٰ: ﴿ یا أیها الذین اٰمنوا لِمَ تقولون ما لا تفعلون ﴾. (الصف: ۲)

"عن علی بن زید بن ثمامة عن أنس رضی الله تعالیٰ عنه: قال سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یقول: "مررت لیلة أسری بی علی أناس تُقرَض شفاههم و ألسنتهم بمقاریض من نار، قلت: من هؤلاء یا جبریل!؟ قال: هؤلاء خطباء أمتک الذین یأمرون الناس بالبر و ینسون أنفسهم ...... اهـ".

"عن أبی وائل ، قال: قیل لأسامة و أنا ردیفه .... قال: سمعته یقول : یجاء بالرجل یوم القیامة فیلقی فی النار فتندلق به أقتابه، فیدور بها فی النار کما یدور الحمار برحاه، فیطیف به أهل النار فیقولون : یا فلان! ما أصابک ، ألم تکن تأمرنا بالمعروف و تنهانا عن المنکر؟ فیقول : کنت آمرکم بالمعروف و لا آتیه، و أنهاکم عن المنکر و آتیه". (ابن کثیر : ۱/۱۲۶ ، دار الفیحاء دمشق)

بڑھیا ان کے پاس آئی اور کہا کہ میرا لڑکا گڑ بہت کھاتا ہے، نصیحت فرمادیجئے، جواب میں فرمایا: ''میں بھی گڑ کھاتا ہوں، پہلے میں کھانا ترک کردوں تب نصیحت کروں گا''۔ پہلے انہوں نے کھانا چھوڑا، پھر نصیحت فرمائی، جن صاحب کا واقعہ ہو تفصیل سے بیان کردیجئے۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

یہ واقعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نہیں، اور کسی بزرگ کا ہوگا، فی نفسہ یہ بات صحیح ہے کہ دوسرے کے حق میں نصیحت کارگر جب ہوتی ہے کہ ناصح خود بھی اس پر عامل ہو(۱)۔

کہا اس کا ہرگز نہ مانے گی دنیا
جو اپنی نصیحت پہ عامل نہ ہوگا

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۵/۹۰ھ۔

غیر عالم کا تقریر کرنا

سوال[۱۴۷۱] : غیر عالم کے لئے تقریر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

غیر عالم کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ کتاب پڑھ کر سنادے مستقل تقریر نہ کرے، کیونکہ عامۃً حدود کی رعایت نہیں کرپاتا، اگر حدود کی رعایت کرے اور جو بات کہے مستند کہے تو اس کو اجازت ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿أتأمرون الناس بالبر و تنسون أنفسكم﴾. (البقرة: ۴۴)

ابن كثير: "عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه: قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: مررت ليلة أسري بي على أناس تقرض شفاههم و ألسنتهم بمقاريض من نار، قلت: من هؤلاء يا جبريل!؟ قال: هؤلاء خطباء أمتک الذين يأمرون الناس بالبر و ينسون أنفسهم، وهم يتلون الكتاب أفلا يعقلون". (ابن كثير : ۱/۱۲۶، دار الفيحاء، دمشق)

(۲) ''البتہ غیر عالم کے لئے درس قرآن یا درس حدیث دینا جائز نہیں''۔ (احسن الفتاوىٰ : ۸/۱۸۳، سعيد)

غیر تعلیم یافتہ شخص کی تقریر

سوال[۱۴۷۲]: ایک شخص تعلیم یافتہ نہیں ہے، اس شخص کی تقریر معتبر ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

بغیر تقریر سنے کیسے بتایا جائے کہ ان کی تقریر سننا کیسا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۸/ ۷/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/ ۷/ ۹۲ھ۔

وعظ کہہ کر چندہ مانگنا

سوال[۱۴۷۳]: مسجد میں وعظ وتقریر فرما کر بعد میں جو چندہ کی وصولی کی جاتی ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

وعظ کہہ کر مسجد میں چندہ مانگنا اچھی بات نہیں، یہ پیشہ وروں کا کام ہے اس سے وعظ کا اثر نہیں ہوگا، لوگ سمجھتے ہیں کہ اصل مقصود چندہ مانگنا اور پیشہ کی خاطر وعظ کو اس کا ذریعہ بنا رکھا ہے (۱) اس لئے ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲/ ۱/ ۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/ ۱/ ۹۰ھ۔

تقریر میں سونے والوں کو جگانا

سوال[۱۴۷۴]: علمائے کرام تقریر کے لئے اٹھے، سامعین کی طرف نگاہ ڈالی، سب کے سب نیند میں اونگھ رہے تھے، نیند اڑانے کے لئے کچھ ایسی بات بولے کہ سب کی نیند ٹوٹ گئی، حدیث وقرآن کی طرف دل رجوع ہوا اور قرآن وحدیث سنانے لگے۔ اس پر کیا فتویٰ ہے؟

---

(۱) "الواعظ إذا سأل الناس شيئاً في المجلس لنفسه، لا يحل له ذلک؛ لأنه اكتساب الدنيا بالعلم، كذا في التاتارخانية نقلاً عن الخلاصة". (الفتاوى العالمكيرية: ۵/ ۳۱۹، الباب الرابع في الصلوة والتسبيح، مكتبه رشيديه كوئٹه)

الجواب حامداً و مصلیاً :

نیند سے جگانا اور جگا کر حاضرین وسامعین کو وعظ سنانا درست ہے مگر اس مقصد کے لئے غلط اور خلافِ شرع بات نہ کہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ ۲۱/۹/۹۰ھ

مقرر کو نبی پر قیاس کرنا

سوال[۱۴۷۵]: بار بار تقریر سے لوگ فائدہ نہ اٹھائیں تو اگر کوئی مقتدی یہ کہے کہ کہنے والوں میں اخلاص نہیں، اس کے جواب میں امام مسجد یہ کہے کہ ایسا کہنے سے حضرت نوح علیہ السلام اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اعتراض ہوگا کہ ان میں بھی اخلاص نہیں تھا جس کی وجہ سے ابوجہل اور دیگر کفار ایمان نہیں لائے تو مقتدی کا یہ کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

ہر مقرر کو نبی پر قیاس کرنا صحیح نہیں، نہ ہر مقرر کو غیر مخلص کہا جاسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند۔

تحریر یا تقریر کے ختم پر واللہ اعلم

سوال[۱۴۷۶]: زید کی عادت ہے کہ خط لکھتے وقت نیز مسئلہ کا جواب لکھتے وقت خط کے ختم پر لکھتا ہے: ''واللہ اعلم'' اور یہ کلمہ بطورِ ختم کی نشانی کے لکھتا ہے کہ اس کلمہ کو دیکھ کر سمجھ لیا جائے کہ بات ختم ہوگئی۔ تو زید کا یہ طریقہ شرعاً کیسا ہے؟ اسی طرح سبق کے ختم پر کہتا ہے: ''واللہ اعلم''۔ جواب مع حوالہ عنایت ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس نیت سے یہ کلمہ کہنا اور لکھنا مکروہ ہے۔ درمختار میں کتاب الحظر والاباحۃ کے ختم پر منظومۂ ابن وہبان سے نقل کیا ہے:

"وقد کرهوا والله تعالی أعلم ونحوه لإعلام ختم الدرس حین یقرر"۔

اس کی شرح کرتے ہوئے علامہ شامی نے لکھا ہے: ''أما إذا لم یکن إعلاماً بإنتهائه

لایکره؛ لأنه ذکر وتفویض، بخلاف الأول فإنه استعمله آلةً لإعلام". ردالمحتار: ۲۷۷/۵ (۱)-

یعنی اگر واللہ اعلم اس لئے کہتا ہے کہ دیکھنے والے کو بات کا ختم ہونا معلوم ہو جائے تو مکروہ ہے کیونکہ اس کلمہ مبارکہ کو اپنے اس مقصد کا آلہ بنا کر استعمال کرنا اسکے علوِ شان کے خلاف ہے اور اگر اس سے مقصد اللہ پاک کے علم پر حوالہ کرنا ہے تو مکروہ نہیں، بلکہ درست اور بہتر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

وعظ سنتے وقت وظیفہ میں مشغول ہونا

سوال[۱۴۷۷]: کسی عالم کی تقریر کے وقت یا درسِ حدیث یا کسی دینی کتاب پڑھنے کے وقت اپنے وظیفہ یا کلمہ سوم، استغفار، درود شریف میں مصروف رہنا خلافِ اولیٰ تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح نہ تو تقریر کا پورا فائدہ حاصل کرسکتا ہے، نہ وظیفہ کی طرف پوری توجہ ہوسکتی ہے، بلکہ دونوں کام ادھورے رہتے ہیں۔ فقط۔

بغیر سامعین کے لاؤڈ اسپیکر پر وعظ کہنا

سوال[۱۴۷۸]: ہمارے یہاں ایک امام صاحب فجر کی اذان کے بعد اور نماز سے قبل لاؤڈ اسپیکر میں اپنے کمرہ میں بیٹھ کر جب کہ سامعین بھی ان کے سامنے نہیں ہوتے وعظ کہتے ہیں۔ ایسے ہی کبھی عشاء کے بعد بھی لوگ اپنے اپنے گھروں اور اپنی اپنی جگہ سے سنتے رہتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

وعظ کا یہ طریقہ غیر موزوں ہے، اس میں نہ وعظ کا احترام ہے نہ واعظ کا، نہ ہی وعظ وتذکیر کے فوائد مرتب ہوتے ہیں جو کہ سامعین کے قلوب کو قلبِ واعظ سے ربط کی بناء پر مرتب ہونے چاہیں۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۴/۱۳۹۵ھ۔

---

(۱) (ردالمحتار مع الدر المختار، آخر کتاب الحظر والإباحة: ۴۳۱/۶، سعید)

(وکذا فی حاشیه الطحطاوی علی الدر المختار، قبیل إحیاء الموات: ۲۱۳/۴، دارالمعرفة، بیروت)

وعظ ریڈیواورلاؤڈاسپیکر سے

سوال[۱۴۷۹] : ریڈیومیں وعظ کہنا شریعت میں کیاحکم رکھتا ہے؟ بینواتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

وعظ سے مقصود چونکہ صرف اعلان وافہام ہی ہوتا ہے اس لئے اگردوروالے نہ سن سکیں تومقصودفوت ہوجائے گا،اس لئے ان کوعربی میں کوئی تغیرکرنا مثلاً عربی زبان چھوڑکرحاضرین کی زبان میں کہنا، یالاؤڈاسپیکر کے ذریعہ سے آواز بلند کرنا موجبِ کراہت نہ ہوگا۔زیادہ تفصیل کی ضرورت ہوتومفتی شفیع صاحب دیوبندی کے رسالہ جس میں اس کی تفصیل وتحقیق مذکورہے۔دیکھے(۱)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہٗ مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور،۱۹/۵/۶۰ھ۔

الجواب صحیح:سعیداحمدسہارنپور۔



(۱)(آلات جدید،حکم آلہ مکبر الصوت،ص:۱۶دارالمعارف)

تفصیل کے لئے دیکھے:(کفایت المفتی،کتاب الحظر والاباحۃ،باب ریڈیولاوڈاسپیکر:۹/۲۰۶،دارالاشاعت)

كتاب السلوك والإحسان

ولی کی تعریف اور ایک پیر کے حالات

[۱۴۸۰]: أيها العلماء الكرام والفضلاء العظام والمفتيون لشرع المتين والمحققون فى أمور الدين! أنتم لنا سادا تنا ومركز علوم ديننا، أفتونا فى هذه المسئلة المندرجة الذيل، توجروا بالأجر الجزيل، واستخلصونا من أفواه المخالفين والمعاندين استخلصكم الله تعالىٰ فى الدارين، امين! يارب العالمين!!!

الواقعة: رجل مفسدٌ ذوثروةٍ لا يتميز بين الحلال والحرام، والحق وغير الحق، ولا يجتنب من الفسق والفجور حتى الكبائر، ويوالى بكل نوع من الرجال لتحصيل عزة الدنيا، وهو مريد شيخ سنذكر أحواله وأحوال اذنابه، وكانت تأتى بين قوم المفسد وقوم الإمام الذى من........ أحواله أيضا عداوة أبويه، وقدجا دل هو بنفسه وإخوانه فى أمور الدين مع إخوان العالم بكلام لايجوز قبيل صلوة الجمعة أيضاً، ولكن العالم برئ من العداوة والجدال، ويخالفه دائماً فى كل أمر شرعى من أىّ جهة كان ظلماً وعناداً، وما يشاء أن يصلى خلفه إلا بالكراهة، ويوسوس فى قلوب المؤمنين لا نتشار الفسادو النفاق على الدوام ما دام يبغض لعامل نفى قرى حقانى محقق عمل بالسنة والكتاب، ولا يضع القدم خلاف المذهب. ويجتنب من المسائل المخالفة لحديدة كالقيام لمروج والفاتحة المروجة وغير هما، ولا يعمل على المسائل التى لم تذكر فى الكتب المعتبرة المتداوله صراحةً اتباعاً بخير القرون وإن كان بعض الناس يعمل بهااستحساناً، ولا يتبع أهل الهواء بالقول والفعل، ويخالف شيخه وأذناب شيخه بترديد أقوالهم وأفعالهم على الدوام

أحوال شيخه: شيخه تارك الصلوٰة والصوم، ولا يحاجب بينه وبين الأجنبية،

ويستخدم منها خلاف الشرع كالا غسال وغيره، ولا يقيم إلا في بيت الأجنبية، ويدعى الصوفية ولا فيه رائحة الصوفية الذين هم من أهل الطرق الأربعة بل ينكر الشريعة الغرة بالكلية، يقول: إنا نحن من أهل الطريقة لا تعلق منابالشريعة، وختم زمان النبوة بعد ثلث مائة وألف من الهجرية، وبعده جاء زمان الولاية، فالولى ما يفعل ويقول هوقابل للعمل والا عتقاد، وليس وراء ذلك شيئ يعبأ به. ويقول: إن الله تعالى ورسوله ووليه شيئى واحد لافرق بينهم شيئاً. ويعتقد أن الله تعالىٰ يظهر من وجه المرشد كا لصورة فى المرأة، ويكفى تصور الشيخ للمريد، ولا ضرورة لعبادة فرضاً كانت أو سنةً أونفلاً. ويعتقد أن كل شئى مباح، ويكفر جميع المعاصى بالحلقة والرقص وضرب الدهول والغناء مع المزامير والصفقة يوم الخميس. وكتب فى تعريف شيخه:

مصدر رأنوار رب العالمين قبلة التوحيد لأهل اليقين

وجهه مثل المراة للورى فيه وجه الله تعالى يُرىٰ

ہر مریدے پیررا آئینہ میساز دداں وجہ باری بنگر دپس سجدہ ساز ددریں زماں

الحاصل فى شيخه لايوافق بجزء من أجزاء الشرع من الأصول، والفروع، ويضل الناس يوماً فيوماً بالوساوس والخداع، وأيضاً أحوال اتباع شيخه كأحوال شيخه الذين لايبالون أحداً، ينكرون الشريعة حرفاً حرفاً علانيةً حتى القران. يقولون فى شانه: إنه ليس بكلام الله تعالى، ولو كان هذا كلام الله لَماحرق فى النار، ولعل شيخنا لايحرق فى النار. و نحوه من الهديان خارج من البيان. ويقولون من الرسول: ألا يكذب الرسول انتم ترون الله تعالى يوم الحشرونحن نرون كل يوم فى الدنيا . هكذا لا تحصى خرافا تهم أيضا، فلما اخذوا باقوالهم فى كل محلة من الأطراف كفوا السنتهم من الهذيان والخرافات علانية، ولكن منهم من لا يبالى احداً لا يقرب الصلوة والصوم، ولا يبالى بين الحلال والحرام قط حال شيخهم. والضعفاء منهم من يفعل شيئاً من احكام الشرع اما لخوف او لتحصيل مرامه بلا مبالاة، لا يفهم من الضروريات والرحل المفسد وان كان مريد هذا الشيخ لكنه يصلى ويصوم الى الآن لكونه مريداً جديداً، فافهم، والا أكسر صلوة وتلاوةً وورد أمه الف درجة ضل وغاب ويكسر احكام الشرع كما يكسر الكلب

العظام، ويريد ان يطفئ نورا اللّٰه بفوهه بالوساوس الشيطانية، فلهٰذه الوجوه أظهر المفسدعداوته بحيث اذا جلس الإمام على منبر لخطبة الجمعة فقام المؤذن للاذان الثانى قدام الامام عند المنبر فى الصف الأول فقال له الإمام أذن شيئا منحرفاً إلى خلفك، وفيه أفيد للحاضرين والغائبين، وأيضاً هكذا السنة متوارثة فوثب المفسد على الفور، و قال: أنت وهابى الخيال لا نصلى خلفك وأنزل من المنبر واترك الخطبة، وجعل يأخذها من يدالإمام ويقول: أنت تبين أمراً جديداً دائماً مالم يكن من ابائنا وأجدادنا، وكان يأتى عمل ابائنا وأجد ادنا أن يؤذن الأذان الثانى فى الصف الأول عند المنبر وأنت تقول منحرفاً إلى الباب، وكان يأتى عمل ابائنا واجدادنا أن يناجى الإمام مع القوم برفع اليدين فى كل ترويحة صلوٰة التراويح وأنت لا تفعل إلا فى اخر الترويحة، فأقام فساداً كبيراً على هذين الأمرين أعنى الأذان الثانى والمناجات فى كل ترويحة التراويح برفع اليدين، فلما لم يفز على فساده خرج من بطن المسجد إلى صحنه مع أتباعه وأدى صلوٰة الجمعة برجل آخر، والإمام أدى مع المصلين الصادقين فى موضعه، وقام من ذلك الوقت فى انتشار الجماعات للصلوات الخمس بالوسوسة والإفذار، فانتشرت الجماعات التى قامت من مدة طويلة لشرارته (إنا للّٰه وإنا إليه راجعون)۔

من الولى، ماتعريفه، هل تجوز البيعة على يدالشيخ تارك الصلوٰة والصوم ومنكر الشريعة أم لا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

”الولى هو العارف باللّٰه وصفاته حسب مايمكن، المواظب على الطاعات، المجتنب عن المعاصى، المعرض عن الإنهماك فى اللذات والشهوات“ شرح العقائد النسفية ص:١٠٤(١)، وهكذا فى المنهج الأطهر (٢)شرح فقه الأكبر، ص: ٩٥(٣)۔

(١) (شرح العقائد، ص: ٢٢٠، سعيد)

(٢) (لم أجدهذا الكتاب)

(٣) (شرح الفقه الأكبر لملا على القارى، ص: ٧٩، قديمى)

ولا تجوز البيعة على من يترك الفرائض من غير عذر شرعى، فإنّه ضال مضل، والشيخ لابد أن يكون هادياً مرشداً(۱)۔

نبی اورولی میں فرق، کیا ولی سے عبادت ساقط ہوجاتی ہے؟

السوال[۱۴۸۱]: ماهوا الفرق بين نبى وولىّ؟ وهل تسقط العبادة عن الولى؟ بينوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

"الولى لايبلغ درجة الأنبياء؛ لأن الأنبياء عليهم السلام معصومون، مأمونون عن خوف الخاتمة، مكرمون بالوحى حتى فى المنام، ولمشاهدة الملائكة الكرام، مأمورون بتبليغ الأحكام وإرشاد الأنام بعد الاتصاف بكمالات الأولياء العظام، فما نُقِل عن بعض الكرامية من جواز كون الولى أفضلَ من النبى كفرٌ وضلالةٌ وإلحادٌ وجهالةٌ اه". شرح الفقه الأكبر، ص:۱٤۸ (۲)، وقال فى، ص: ۱٤۹: "إن العبد مادام عاقلاً بالغاً لا يصل إلى مقام يسقط عنه

---

(۱) "فشرط من يأخذ البيعة أمور: أحدها: علم الكتاب والسنة ...... وإنما شرطنا العلم؛ لأن الغرض من البيعة أمره بالمعروف ونهيه عن المنكر وإرشاده إلى تحصيل السكينة الباطنة وإزالة الرذائل واتصال الحمائد، ثم امتثال المسترشد به فى كل ذلك، فمن لم يكن عالماً كيف يتصور منه هذا .... والشرط الثانى: العدالة والتقوى، فيجب أن يكون مجتنباً عن الكبائر وغير مصرٍّ على الصغائر، فائده .... سوجومرشد کہ اعمال خیر سے متصف نہ ہو............) فقط زبانی تقریروں پر کفایت کرتا ہووہ شخص حکمت بیعت کا برہم زن ہے"۔

(شفاء العليل ترجمة القول الجميل (للشاه ولى الله) شرائط مرشد، ص: ۲۳- ۲۵، فوائد، فصل دوسری کے، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی)

اول یہ دیکھے کہ شریعت پر مستقیم ہے یا نہیں، اگر نہیں تو اس سے علیحدہ ہوجائے گوخوارق وغیرہ بھی اس سے صادر ہوتے ہوں، حق تعالیٰ کا حکم ہے کہ: (ولا تطع من أغفلنا قلبه عن ذكرنا واتبع هواه وكان أمره فرطاً) الاية، الكهف: ۲۸) .... (ولا تطع منهم آثما أو كفوراً) الاية". (جامع المجددين، ص: ۵۳۷، ۵۳۸، پیر کی تلاش)

(۲) (شرح الفقة الأكبر لملا على القارى، ص: ۱۲۱، قديمى)

الأمروا النهی لقوله تعالیٰ: ﴿واعبدربك حتیٰ یأتیك الیقین﴾ فقد أجمع المفسرون علی أن المرادبه الموت. وذهب بعض أهل الإباحة إلی أن العبد إذا بلغ غایة المحبة وصَفَا قلبه من الغفلة، واختار الإیمان علی الکفر والکفران، سقط عنه الأمر والنهی، ولایدخله اللّٰه النار بارتکاب الکبائر، وذهب بعضهم إلی أنه تسقط عنه العبادات الظاهرة، وتکون عباداته التفکر و تحسین الأخلاق الباطنة، وهذا کفروزندقة وضلالة وجهالة، فقد قال حجة الإسلام: إن قتل هذا أولیٰ من قتل مائة کافراه"(۱)۔ "قال الدمیری: نقل القرطبی عن أبی بکر الطرطوسی أنه سئل عن قوم یجتمعون فی مکان یقرؤون شیئاً من القراٰن، ثم ینشد لهم منشد شیئاً من الشعر، فیرقصون ویطربون ویضربون بالدف والشبابة، هل الحضور معهم حلال أم لا؟ فأجاب: مذهب السادات الصوفیة أن هٰذا بطالة وجهالة وضلالة، وماالإسلام إلاکتاب اللّٰه وسنة رسوله صلی اللّٰه علیه وسلم، وأما الرقص والتواجد فأول من أحدثه أصحاب السامری لمّا اتخذ لهم عجلاً جسداً له خوار، قاموا یرقصون حوله ویتواجدون، فهو دین الکفار وعبادة العجل، وإنما کان مجلس النبی صلی اللّٰه علیه وسلم مع أصحابه کأنما علی رؤوسهم الطیر من الوقار، فینبغی للسلطان ونوابه أن یمنعوهم من الحضور فی المساجد وغیرها، ولا یحل لأحد یؤمن باللّٰه والیوم الآخر أن یحضر معهم ولا یعینهم علی باطلهم، هذا مذهب مالك والشاقعی وأبی حنیفة وأحمد وغیرهم من أئمة المسلمین اه"(۲)۔ "وألف الحافظ ابن تیمیة الحرانی رسالةً وجیزةً لطیفةً سماها "الفرقان بین أولیاء الرحمٰن وأولیاء الشیطان" بیّن فیها علامات ممیزةً بین الحق والباطل،

---

(۱) (شرح الفقة الأکبر لملا علی القاری، ص: ۱۲۲، قدیمی)

(۲) قال العلامة القرطبی: "وسئل الإمام أبو بکر الطرطوسی رحمه الله: مایقول سیدنا الفقیه فی مذهب الصوفیة؟ واعلم– حرس الله مدته – أنه اجتمع جماعةً من رجال، فیکثرون من ذکر الله تعالیٰ، وذکر محمد صلی الله علیه وسلم، ثم ألهم یوقعون بالقضیب علی شئی من الأدیم، ویقوم بعضهم یرقص ویتواجد حتی یقع مغشیاً علیه، ویحضرون شیئاً یأکلونه هل الحضور معهم جائز أم لا؟ ....الجواب: مذهب الصوفیة .... الخ". (تفسیر القرطبی: ۱۱/۱۵۸، سورة طه: ۹۳، دارالکتب العلمیة، بیروت)

وحاصلها أن الولاية لاتحصل إلا باتباع الشريعة، ومن خالف في هذا فليس من أولياء الله الذين أمر الله باتباعهم، بل إما أن يكون كافراً وإما أن يكون مفرطاً في الجهل اه"(۱)۔

مجدد کے شرائط

سوال[۱۴۸۲]: مجدد ہونے کے لئے کیا کیا شرائط ہیں؟ نیز مجدد کو اپنا مجدد ہونا معلوم ہوجاتا ہے یا نہیں؟ ہندوستان میں اب تک کتنے مجدد گزرے ہیں؟ حدیث شریف میں ہے کہ میری امت میں سو سال میں ایک مجدد پیدا ہوگا تو اس اعتبار سے کافی مجدد ہونے چاہئیں۔

الجواب حامداً و مصلياً:

مجدد کو الہامی طریق پر اور علامات کے ذریعہ سے استدلالی طریق پر اپنے مجدد ہونے کا علم ہوتا ہے گو کہ وہ علمِ وحی کے برابر نہیں ہوتا، مجدد احکامِ سنت پر بڑی قوت سے عامل ہوتا ہے، بدعات سے سخت تنفر اور مخالفت کی پرواہ نہیں کرتا۔ اب چودہویں صدی ہے اب تک کافی مجدد ہو چکے(۲)، سب سے پہلے مجدد عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ شمار کئے جاتے ہیں(۳)۔ ہندوستان میں بھی مجدد ہوتے رہے ہیں، رسالہ "الفرقان" کے مجدد نمبر میں زیادہ تفصیل مذکور ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱۱/۸۸ھ۔

---

(۱) لم أجد رسالة ابن تيمية الحراني.

(۲) "فلا يخلو زمان من رسول يكون فيه، و ذلك هو القطب الذى هو محل نظر الحق تعالىٰ من العالم كما يليق بجلاله، و من هذا القطب يتفرع جميع الأمراد الإلٰهية على جميع العالم العلوى والسفلى، قال الشيخ محى الدين: و من شرطه أن يكون ذا جسم طبيعي و روح، ويكون موجوداً فى هذه الدار الدنيا بجسده وروحه الخ" (الفتوحات المكية، باب: ٧٣)

(وكذا فى إتمام البرهان، ص: ١٦)

(والكبريت الأحمر على هامش اليواقيت والجواهر: ١/١٠)

(۳) "إن الله يبعث لهذه الأمة على رأس كل مائة سنة من يجدّد لها دينها" .... و قد اعتمد الأئمة هذا الحديث، قال البيهقى فى المدخل بسنده إلى الإمام أحمد: إنه كان فى المائة الأولىٰ عمر بن عبدالعزيز، =

تحقیق مجدد

مصدرِ فیض وکرم جناب مہتمم صاحب مدرسہ مظاہر علوم دام فیضہ، !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

[۱۴۸۳]:ا...... حدیثِ مجدد کہ صرف ابوداؤد میں آئی ہے، کیا اس کو علمائے حدیث نے لفظاً صحیح سمجھا ہے؟

۲...... کیا ہر صدی کے ابتداء یا آخر ہی میں مجدد کا ہونا ضروری ہے؟ کیا مجدد.......... صدی کے درمیان میں نہیں آسکتا؟

۳...... کیا یہ ضروری ہے کہ مجدد ہر صدی میں ضرور ہی ہو؟ کیا مجدد خدائی عہدہ ہے؟ کیا یہ ضروری ہے کہ مجدد اپنے دعویٰ کا اظہار کرے؟

۴...... کیا حدیث شریف کے الفاظ سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ تجدید کا کام ایک جماعت کرسکتی ہے، یہ ضروری نہیں کہ مجدد صرف ایک شخص ہو؟

۵...... علاوہ مندرجہ بالا سوالات کے اگر اَور کوئی خاص بات آپ کے علم میں ہو تو وہ بھی ضرور تحریر فرماویں۔ والسلام۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ا...... حدیث "إن اللّٰہ تعالیٰ یبعث لھٰذہ الأمة علی رأس کل مأة سنة من یجدّد لھا دینھا". کی حاکم نے مستدرک میں (۱) اور بیہقی نے مدخل میں تصحیح کی ہے (۲)۔ علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے: "اتفق الحُفّاظ علی أنه حدیث صحیح"۔ ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں: ا/ ۲۴۸، میں فرماتے ہیں: "وسندہ صحیح، ورجالہ کلھم ثقات" (۳).

= وفی الثانیة الشافعی الخ". (کشف الخفاء و مزیل الألباس، للعجلونی: ۱/۲۴۳، دار إحیاء التراث العربی)

(۱) (المستدرک: ۴/۵۲۲، ۵۲۳، کتاب الفتن والملاحم، دارالفکر، بیروت)

(۲) "لم یوجد ھذا الحدیث فی المدخل للبیھقی بل وجد فی کتابه: معرفة السنن والآثار: ۱/۲۰۸، رقم الحدیث: ۴۲۲، باب ذکر مولود الشافعیؒ وتاریخ وفاته، دارالوعی ودارالوفاء، دارقتیبه)

(۳) (مرقاۃ المفاتیح: ۱/۵۰۸، کتاب العلم، الفصل الثانی، رقم الحدیث: ۲۴۷، رشیدیه)

۲......مجدد کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کی تجدیدِ شریعت اور تبلیغ احکام کی شہرت ایک صدی کے اخیر اور دوسری صدی کے شروع میں ہو اور جو شخص صدی کے شروع اور اخیر میں اس کام کو انجام نہ دے بلکہ درمیانِ صدی میں انجام دے تو وہ اس حدیث کے ماتحت مجدد کہلانے کا مستحق نہیں (۱)۔

۳......حدیث مذکور میں وعدہ ہے (۲) اور اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں فرماتے: ﴿إن الله لا يخلف الميعاد﴾ (۳) لہٰذا معلوم ہوا کہ ہر صدی میں مجدد کا ہونا ضروری ہے۔ اور مجدد خدائی عہدہ ہے لیکن یہ کسی روایت سے معلوم نہیں ہوتا کہ مجدد کو دعویٰ کا اظہار بھی ضروری ہے۔

۴......حدیث شریف میں لفظ "مَن" مذکور ہے اور اس کا اطلاق ایک فرد پر بھی ہوتا ہے اور جماعت پر بھی، لہٰذا یہ بھی ممکن ہے کہ تجدید کا کام ایک جماعت کرے (۴) "قال صاحب جوامع الأصول: وقد تكلم العلماء في تأويله، وكل واحد أشار إلى العالم الذي هو في مذهبه، وحمل الحديث عليه، والأولىٰ حمله على العموم، فإن لفظ "من" تقع على الواحد والجمع اهـ". بذل المجهود : ٥/٤٠٣(٥) ومرقاة : ١/٤٤٧(٦)۔

---

(۱) (أنظر الحاشية رقم: ۱، من الصفحة الآتية)

(۲) "وأشكره شكراً كبيراً على أن وعد على رأس كل مائة من مئات هذه الأمة، بأن يبعث فيها منها من يجدّد لها دينها ويقيم لها طريقها". (الرفع والتكميل فى الجرح والتعديل، للإمام عبدالحئى اللكنوى، ص: ۴۴، مكتبه الدعوة الإسلاميه بشاور)

(۳) (آل عمران: ۹)

(۴) "إنه لا يلزم أن يكون فى رأس كل مأة سنة واحد فقط، بل يكون الأمرفيه كما ذكر فى (حديث: "الطائفة الظاهرة حتى يأتى أمر الله") من أنها جماعة متعددة من أنواع المؤمنين، مابين شجاع وبصير بالحرب، وفقيه ومحدث ومفسر، وقائم بالأمر بالمعروف والنهى عن المنكر، وزاهد وعابد". (الرفع والتكميل فى الجرح والتعدى، للامام عبدالحئى اللكنوى، رقم الحاشية: ۱، ص: ۴۴، ۴۵، تحت شرح حديث : "إن الله تعالىٰ يبعث لهذة الأمة ...... الخ، الدعوة الاسلاميه، بشاور)

(وكذافى عون المعبود، اول كتاب الملاحم، باب مايذكر فى القرن المأة: ۱۱/۲۹۳، دارالفكر، بيروت)

(۵) (بذل المجهود: ۵/۱۰۳، أول كتاب الملام، باب مايذكر فى قرن المأة، معهد الخليل الاسلامى)

(۶) (مرقاة المفاتيح: ۱/۵۰۷، كتاب العلم، الفصل الثانى، رقم الحديث: ۲۴۷، رشيديه)

"اعلم أن المرادمن رأس المائة فی هذا الحدیث اٰخرها (الی قوله) وقال الطیبی: الرأس مجاز عن اٰخر السنة، وتسمیته رأساً باعتبار أنه مبدأ السَّنَة الأخریٰ انتهٰی (الیٰ ان قال) وما قال بعض السادات الأعاظم: إن قید الرأس اتفاقی، وإن المراد أن اللّٰه یبعث فی کل مائة سواء کان فی أول المائة أو وسطها أواخرها، واختاره لیس بظاهر، بل الظاهر أن القید احترازی، ولذٰلك لم یُعَدّ کثیر من الأکابر الذین کانو فی وسط المائة من المجد دین وإن کانوا أفضل من الذی کان علی رأس المائة، ففی مرقاة الصعود: قدیکون فی إثناء المائة من هو أفضل من المجدد علی رأسها، نعم! لو ثبت کون قید الرأس اتفاقیاً بدلیل صحیح، فکان دائرة المجددیة أوسع، ولدخل کثیر من الأکابر المشهورین المستجمعین لصفات المجددیة فی المجددین کالإمام أحمد بن جنبل ومحمد بن اسماعیل البخاری ومالك بن أنس ومسلم النیسا بوری وأبی دائود السجستانی وغیرهم من أئمة الهدیٰ اه". عون المعبود : ۱۷۸/٤(۱)۔

۵......"الفوائد الحجة فی من یبعثه اللّٰه لهٰذا الامة" مؤلفہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اور"تنبیه لمن یبعثه علی رأس المائة" مولفہ علامہ سیوطیؒ کا مطالعہ کیجئے۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبدمحمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،۱/۵/۵۵ھ۔

الجواب صحیح :سعیداحمدغفرلہ۔

صحیح :عبداللطیف، مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور،۳/ ربیع الثانی /۵۵ھ۔

مجددکون ہے؟

سوال[۱۴۸۴] : مجددکی کیاتعریف ہے،کیاہرصدی ہجری کےشروع میں یاپوری صدی میں بھی کسی مجددکا آنا ضروری ہے؟ اوراگرکوئی مجدد وقت کونہ مانےتو کیاوہ جاہلیت کی موت مرےگا؟ مجددکس طرح پہچانا جاتاہے؟ تیرہ صدی ہجری میں جومجدد آئےان کانام تحریرفرمائیے۔کیامجددایک وقت میں تمام عالم کےلئے آتا ہے یاکہ ایک وقت میں مختلف ممالک میں مختلف مجددآتےہیں؟ خواجہ عامرحسن۔

(۱) (عون المعبود شرح أبی داؤد: ۱۱/۳۸٦ - ۳۹۰، أول کتاب الملاحم، باب مایذکر فی قرن المائة، دارالفکر، بیروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

"عن أبی هريرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه: فیما أعلم عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه قال: "إن اللّٰه یبعث لهذه الأمة علی رأس کل مائة سنة من یجدّد لها دینها". أبوداؤد شریف (۱).

مجدد وہ شخص ہے جو سنت کی اشاعت کرے، بدعت کو مٹائے، علم کو پھیلائے، اہل علم کی عزت کرے (۲) اس کے لئے ایک صدی کے ختم پر اور دوسری صدی کے شروع میں تجدید دین ضروری ہے (۳)۔ مجدد ہونا ماننے نہ ماننے پر موقوف نہیں، کوئی شخص مانے یا نہ مانے جو شخص طریق مذکور پر تجدید دین کرے گا وہ مجدد ہوگا۔ جو شخص مجدد کو نہ مانے اس کا جاہلیت کی موت مرنا کسی نص میں میری نظر سے نہیں گزرا مگر باوجود تجدد دین ظاہر ہونے کے پھر مجدد وقت کو نہ ماننا ظاہر ہے کہ کتنی بڑی جہالت ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ تمام عالم کے لئے مجدد ایک ہوتا ہے یا مختلف۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک ہوتا ہے، بعض کی رائے ہے کہ ایک جماعت ہوتی ہے اور اس کا ہر فرد دین کے کسی خاص شعبہ کی تجدید کرتا ہے، کذا فی

---

(۱) (سنن أبی داؤد: ۲/۲۴۱، اول کتاب الملاحم، باب مایذکر فی قرن المائة، امدادیه، ملتان)

(والمستدرک للحاکم: ۴/۵۲۲، کتاب الفتن والملاحم، دارالفکر، بیروت)

(ومشکوٰة المصابیح، ص: ۳۶، کتاب العلم، الفصل الثانی، قدیمی)

(والرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل، للإمام عبدالحئی اللکنوی، ص: ۴۴، رقم الحاشیة: ۱۷، الدعوة الاسلامیة، بشاور)

(۲) "(من یجدد لها دینها): أی یبیّن السنة من البدعة، ویکثر العلم، ویعز أهله ویقمع البدعة ویکسر أهلها". (مرقاة المفاتیح: ۱/۵۰۶، کتاب العلم، الفصل الثانی، رقم الحدیث: ۲۴۷، رشیدیه)

(وکذا فی فیض القدیر: ۳/۱۶۵۶، رقم الحدیث: ۱۸۴۵، نزار مصطفیٰ الباز مکة المکرمة)

(۳) "(علی رأس کل مائة سنة): أی انتهائه أو ابتدائه إذا قل العلم والسنة، وکثر الجهل والبدعة". (مرقاة المفاتیح: ۱/۵۰۷، کتاب العلم، الفصل الثانی، رقم الحدیث: ۲۴۷، رشیدیه)

(وکذا فی مجموعة الفتاوی (اردو) لعبد الحی اللکنوی، ص: ۱۱۸، کتاب العلم والعلماء، مجددوں کے ناموں کی تفصیل اوران کے شرائط وعلامات، سعید)

(وبذل المجهود: ۵/۱۰۳، کتاب الملاحم، باب مایذکر فی قرن المائة، معهد الخلیل)

بذل المجهود: ۱۰٤/٥ (۱)۔ مجدد اپنے مذکورہ مخصوص کارناموں سے پہچانا جاتا ہے۔

تیرہ صدی ہجری میں جو مجدد دین گزرے ہیں بعض کی مجددیت پر اتفاق ہے اور بعض میں اختلاف ہے۔ پہلی صدی کے مجدد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ہیں، دوسری صدی کے مجدد حضرت امام شافعیؒ ہیں، ان دونوں کی مجددیت پر اتفاق ہے، تیسری صدی کے قاضی ابوالعباس ابن شریح ابوالحسن اشعری، محمد بن جریر طبری وغیرہ ہیں، چوتھی صدی کے ابوبکر باقلانی، ابوطیب صعلوکی ہیں، پانچویں کے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، چھٹی کے امام رازیؒ وغیرہ ہیں، ساتویں کے تقی الدین ابن دقیق العید ہیں، آٹھویں کے زین الدین عراقی، شمس الدین جزری، تاج الدین بلقینی وغیرہ ہیں، نویں کے جلال الدین سیوطی، شمس الدین سخاوی وغیرہ ہیں، دسویں کے شہاب الدین رملی، ملاعلی قاری ہیں، گیارہویں کے مجدد الفِ ثانی شیخ احمد سرہندیؒ ہیں، بارہویں کے شاہ ولی اللہ صاحبؒ ہیں، تیرہویں کے شاہ اسمٰعیل صاحبؒ ہیں، چودھویں کے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ ہیں (۲)۔ علمائے کرام کے اور بھی اقوال ہیں اور اس مبحث پر علمائے کرام نے مستقل رسائل تصنیف فرمائے ہیں۔ فقط. واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/ ۷/ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبداللطیف، ۶/ رجب المرجب/ ۵۸ھ۔

---

(۱) " ان المراد بمن يجدد ليس شخصاً واحداً بل المرادبه جماعة يجدد كل واحد في بلد، في فن أو فنون من العلوم الشرعية ماتيسرله من الأمور التقريرية أو التحريريه ...... الخ". (بذل المجهود: ۱۰۳/۵، كتاب الملاحم، باب الذكر في قرن المائة، معهد الخليل الاسلامي)

(۲) " انه كان في المائة الأولى عمر بن عبدالعزيز، و في الثانية الشافعي، وزاد غيره، وفي الثالثه أبو العباس بن سريج، وقيل: أبو الحسن الأشعري، وفي الرابعة أبو الطيب منهل الصعلوكي، وأبو حامد الأسفر ايني أو الباقلاني، وفي الخامسة حجة الإسلام محمد الغزالي، وفي السادسة الفخر الرازي أو الحافظ عبدالغني، وفي السابعة ابن دقيق العيد، وفي الثامنة البلقيني أو الزين العراقي، قال في المقاصد وفي التاسعة المهدى ظناً "اهـ...... (كشف الخفاء: ۱/ ۲۴۳، حرف الحمزه مع النون، رقم الحديث: ۷۴۰، احياء التراث العربي) .... =

تجدیدِ دین کی حقیقت

سوال[۱۴۸۵]: تجدیدِ دین یا تجدیدِ احکامِ شریعت کے کیا معنی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شریعت کے جو احکام مرورِ دہور، بے توجہی، غلبۂ ہوا وہوس، مساعیٔ نفس وابلیس کی وجہ سے متروک ہوگئے تھے ان کو اُجاگر کرنا، ان کی طرف توجہ دلانا، ان کو عملی جامہ پہنانا مراد ہے(۱)۔

کیا انتقال کے بعد غوث اپنے مرتبہ پر قائم رہتا ہے؟

سوال[۱۴۸۶]: ولی اور غوث بعد وفات غوثیت پر ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ دنیا میں رہتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس شخص کا جس بزرگی اور مرتبہ پر خاتمہ ہوا ہے وہ بزرگی اس سے انتقال کے بعد سلب نہیں کی جاتی، لیکن جس طرح اس دنیا میں کام سپرد ہوتے ہیں انتقال کے بعد یہ بات نہیں ہوتی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۲۱/۶/۸۷ھ۔

= (وکذا فی المقاصد الحسنة للسخاوی، ص: ۱۴۶، حرف الهمزه، رقم الحديث: ۳۳۸، دارالکتب العلميه، البيروت)

(وفيض القدير: ۱۶۵۶/۳، ۱۶۵۷، رقم الحديث: ۱۸۴۵، نزارمصطفیٰ الباز مکة المکرمة، الرياض)

(وکذا فی مجموعة الفتاویٰ لمولانا عبدالحيی اللکنوی، ص: ۱۱۸، بزيادة: ''نویں صدی کے مجدد جلال الدين سیوطی اور شمس الدين سخاوی رحمهما الله ...... دسویں صدی کے مجدد شهاب الدين رملی اور ملا علی قاری رحمهما الله ہیں''کتاب العلم العلماء، مجددوں کے ناموں کی تفصیل اور ان کے شرائط وعلامات)

(۱) ''المراد هنا بدليل إضافة الدين إليهم فی قوله: (من يجدد لهذه الأمة أمردينها): أی ماندرس من أحكام الشريعة، وماذهب من معالم السنن، وخفی من العلوم الدينية الظاهرة والباطنة''. (فيض القدير فی أول الخطبة: ۲۶/۱، نزار مصطفیٰ الباز مکة المکرمة، الرياض)

(۲) قال العلامة عبد الغنی النابلسی رحمه الله تعالیٰ: ''(كرامات الأولياء) الأحياء والأموات، إذ الولی لا =

کیا منصور ولی تھے؟

سوال[۱۴۸۷]: حضرت منصور بن حلاج کیا ولی کامل تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان کا نام حسین بن منصور ہے، یہ ولی تھے، کذا فی الفتاویٰ الرشیدیہ: ۱/۷۹(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔



= ینعزل عن ولایته بالموت کالنبی لا ینعزل عن نبوته بالموت الخ". (الحدیقة الندیة شرح الطریقة المحمدیة: ۱/۲۹۲)

(وکذا فی فتاوی حقانیه: ۲/۲۶۷، کتاب السلوک، المطبعة العربیه لاهور)

(۱) (فتاویٰ رشیدیه، ص: ۱۰۸، کتاب العقائد، منصور کون تھے؟ سعید)

ما يتعلق بصفات الشيخ وأهمية التزكية

(شیخ کے اوصاف اور تصوف کی اہمیت)

شیخِ طریقت کے اوصاف

سوال[۱۴۸۸]: زید پیر طریقت اور بعض اعمال میں نہایت متبعِ شرع ہے مگر ایک عمل تو یہ ہے کہ اکثر قیلولہ ایسا کرتے ہیں کہ نماز ظہر میں دیدۂ و دانستہ اپنی جماعتِ ثانیہ کرتے ہیں، تقریباً ہمیشہ کا معمول ہے اگر چہ اشارۃً کہا جا چکا ہے کہ جماعتِ اولیٰ کے برابر جماعت ثانیہ کا ثواب نہیں ہوتا۔ حافظ ہیں ظاہر اًعلمِ حدیث و قرآن کا نہیں مگر نماز روزہ کے نہایت پابند ہیں اور بظاہر کوئی گناہ کی بات نظر آئی نہ سنی۔ آیا عند الشرع شریف ایسے شخص قابلِ شیخیت ہو سکتے ہیں اور لوگ بیعت ہو سکتے ہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

بیعت کے لئے شیخ ایسا ہونا چاہئے جو بقدرِ ضرورت علم دین رکھتا ہو، عقائدِ حقہ، اخلاقِ فاضلہ، اعمالِ صالحہ کے ساتھ متصف ہو، حبِ جاہ، حبِ مال، ریاء، کبر، حسد وغیرہ اخلاقِ رذیلہ کی اصلاح کسی شیخ محقق کی تربیت میں رہ کر کر چکا ہو اور اس شیخ محقق نے اس پر اعتماد کیا ہو، بدعات سے پرہیز کرتا ہو، متبعِ سنت ہو، ان صفات کو دیکھ کر انتخاب کیا جائے (۱)۔ بلا عذر ترکِ جماعت کی عادت کر لینا اور جماعتِ ثانیہ کرنا شرعاً مذموم ہے(۲)، جس مسجد میں امام و نمازی متعین ہوں اور ہمیشہ جماعت ہوتی ہو وہاں جماعتِ ثانیہ مکروہ ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (فتاویٰ عزیزی: ۱۰۴/۲، ۱۰۵، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند)

(۲) قال ابن نجيم رحمه الله تعالىٰ: "تارك الجماعة يستوجب إساءةً، ولايقبل شهادته إذاتركهااستخفافاً بذلك". (البحر الرائق، باب الإمامة: ۳۶۵/۱، بيروت)

(۳) قال العلامة الحصفكي: "ويكره تكرار الجماعة بأذان و إقامة في مسجد محلة لافي مسجد طريق". =

کیا اولیاء بھی معصوم ہوتے ہیں؟

سوال[۱۴۸۹]: کیا اولیاء اللہ انبیاء علیہم السلام کی طرح معصوم ہوتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عصمت تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا خاصہ ہے، البتہ بہت سے اولیاء کو اللہ پاک گناہوں سے محفوظ رکھتے ہیں اور بعض اولیاء کاملین سے کبھی گناہ سرزد ہوجاتے ہیں، مگر وہ عین گناہ کی حالت میں خائف رہتے ہیں اور گناہ پر اس قدر نادم ہوتے ہیں جس کا دوسرے لوگ اندازہ نہیں کرسکتے حتی کہ ساری عمران کو اس کا ملال رہتا ہے، عصمت اور حفاظت کا فرق فتاویٰ عزیزی: ۱/ ۱۳۵، میں مذکور ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

کامل بزرگ کی پہچان

سوال[۱۴۹۰]: سچے اور کامل بزرگ کی کیا پہچان ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کے عقائد قرآن وحدیث کے مطابق ہوں، اخلاق نبویہ کے ساتھ متصف ہو، ضروریات دین کا علم رکھتا ہو، متبع سنت ہو مال و جاہ کا لالچی نہ ہو، آخرت درست کرنے کی فکر ہر وقت ہو، مخلوق پر شفیق ہو، کسی کامل بزرگ کی صحبت اور تعلیم کے ذریعہ سے اپنے نفس کی اصلاح کی ہو اور ان بزرگ نے اس پر اعتماد کیا ہو، اس کی صحبت میں بیٹھنے والوں کی حالت روز بروز درست ہوتی ہو یعنی دنیا کی رغبت کم اور آخرت کی طرف توجہ زیادہ ہوتی ہو (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

= (الدر المختار: ۱/ ۵۵۲، کتاب الصلاۃ، سعید)

(وکذا فی رد المحتار: ۱/ ۵۵۲، ۵۵۳، مطلب فی تکرار الجماعۃ فی المسجد، سعید)

(۱) ''عصمت کے دو معنی ہیں: ایک معنی عصمت کے یہ ہیں کہ: ''منع ہونا صدور گناہ کا باوجود قدرت ہونے کے اس گناہ پر'' اور اہل سنت کا اس امر پر اجماع ہے کہ یہ معنی انبیاء اور ملائکہ کے سوا اور کسی دوسرے میں نہیں ہوسکتے۔ اور دوسرے معنی عصمت کے یہ ہیں کہ: ''نا صادر ہونا گناہ کا کسی شخص سے باوجود اس کے کہ جائز ہو کہ اس شخص سے گناہ صادر ہوجائے .... صوفیاء اس معنی میں محفوظیت کہتے ہیں''۔ (فتاویٰ عزیزیہ (اردو) ص: ۳۵۸، ۳۵۹، سعید)

(۲) ''والولی ہو العارف باللہ تعالیٰ حسب مایمکن، المواظب علی الطاعات المجتنب عن المعاصی''.
(شرح العقائد، ص: ۱۴۵، مکتبہ خیر کثیر کراچی) .... =

پیر کیسا ہونا چاہئے

سوال[۱۴۹۱]: اصل پیر کے اوصاف کیا ہیں، کیا پیر کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے مریدوں سے خلوت یا جلوت میں بلا پردہ بات کرے، نیز پیر صاحب کی اہلیہ کے لئے درست ہے کہ وہ اپنے شوہر کے مریدوں سے بلا پردہ بات کرے اور ان سے اپنا بدن پٹوائے؟

محمد سجاد حسین قاسمی۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

"مرید شدن از ان کس درست است که درآن پنج شرط متحقق باشد : شرطِ اول: علمِ کتاب و سنتِ رسول الله داشته باشد، خواه خوانده باشد خواه از عالِم یاد داشته باشد . شرطِ دوم : آنکه موصوف بعدالت و تقویٰ باشد، و اجتناب از کبائر وعدمِ اصرار صغائر نماید . شرطِ سوم: آنکه بے رغبت از دنیاو راغب در آخرت باشد، وبر طاعاتِ مؤکده واذکارِ منقوله که در احادیثِ صحیحه آمده اند مداومت نماید . شرطِ چهارم : امرِ معروف و نهی از منکر کرده باشد . شرطِ پنجم : آنکه از مشایخ این امر گرفته باشد و صحبت معتدبهاایشان نموده باشد. پس هر گاه این شروط در شخصے متحقق شوند، مرید شدن از ان درست است اهـ". (فتاویٰ عزیزی : ۱/۱۰۲)(۱).

نامحرم کے سامنے بے پردہ آنا منع ہے اوراس کے ساتھ خلوت حرام ہے(۲) خواہ وہ اپنا پیر ہو یا اپنے

= وقال علی القاری : "الولی هو العارف بالله و صفاته بقدر مایمکن له، المواظب علی الطاعات، المجتنب عن السیئات ، المعرض عن الانهماک فی اللذات والشهوات والغفلات واللهوات" .(شرح الفقه الأکبر، ص: ۷۹، قدیمی)

(وکذا فی النبراس، ص:۲۹۵، امدادیه ملتان)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے:(فتاویٰ عزیزی: ۱۰۴/۲، ۱۰۵، مطبوعه رحیمیه دیوبند)

(وتربیت السالک : ۱/۱۰، دار الاشاعت کراچی)

(۱) (فتاویٰ عزیزی: ۱۰۴/۲، ۱۰۵، مطبوعه رحیمیه دیوبند)

(۲) قال علیه الصلاة والسلام: "لایخلون رجل بامرأة إلاکان ثالثهاالشیطان ". (جامع الترمذی ، باب کراهیة الدخول علی المغیبات : ۲۰۲/۱، سعید)

شوہر کا مرید ہو۔ اور اپنے شوہر کے مریدوں سے بدن پٹوانا تو انتہائی بے غیرتی بھی ہے اور خود پیر اپنی بیوی کو اس کی اجازت دے وہ بے غیرتی میں اپنی بیوی سے کچھ کم نہیں اور جو پیر نامحرم عورتوں کو مرید کر کے ان سے خلوت کرے اور جلوت میں ان سے بے پردہ ملے، وہ خود اس کا محتاج ہے کہ کسی متبعِ سنت صاحبِ نسبت بزرگ سے اپنے نفس کی اصلاح کرائے، دوسروں کو مرید کرنے کا وہ اہل نہیں، اس کا نفس اس پر غالب ہے وہ اپنے نفس پر غالب نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

پیر کے شرائط یعنی پیر کیسا ہونا چاہئے؟

سوال[۱۴۹۲]: کیا پیر کے لئے جائز ہے کہ مرید کی عورتوں سے بلا پردہ بات چیت کرے جب کہ وہ عورتیں زیورات اور کپڑوں سے آراستہ ہوں اور پیر صاحب اپنے رومال کے ایک کنارہ کو اپنے پیروں کی جانب ڈال لیں اور اس رومال کے ڈالے ہوئے کنارہ کو وہ عورتیں بلا پردہ پیر کے سامنے جا کر رکوع کے مانند جھک کر پیر صاحب کے رومال کو چومیں اور بوسہ دیں اور مریدین کی عورتیں پیر صاحب کے آنے پر تعریف کے گانے گاویں اور پیر صاحب گانے سن کر مریدین کی عورتوں کو مبارکباد دیں۔

ان چیزوں سے پیر صاحب کو روکنا فرض ہے یا نہیں؟ کیا یہ مذکورہ بالا چیزیں پیر صاحب کے لئے جائز ہیں؟ ان تمام افعالِ ذمیمہ سے مریدین اور مریدین کی عورتوں کو پیر صاحب پر روکنا فرض ہے یا نہیں؟ اور پیر کیوں رکھا جاتا ہے؟ کیا پیر جنت میں مریدین کے بغیر احکام شرعیہ اور فرائض اور واجبات پر عمل کئے تو پیر مع اپنے مذکورہ صفات کے مریدین مرد یا عورتوں کو جنت میں لے جاسکتا ہے؟ اگر مریدین نے کسی قسم کے فرائض اور واجبات ادا نہ کئے ہوں تو پیر اپنے مریدین کو جنت میں لے جاسکتا ہے؟ اور پیر مذکورہ صفات کے ساتھ مریدین کو بخشوا سکتا ہے؟

---

(۱) "والولی هو العارف بالله تعالیٰ حسب مایمکن، المواظب علی الطاعات، المجتنب عن المعاصی".
(شرح العقائد، ص: ۱۴۵، مکتبه خیر کثیر کراچی)
(کذافی شرح الفقه الأکبر، ص: ۷۹، قدیمی)
(وفی النبراس، ص: ۲۹۵، امدادیه ملتان)

ایسا پیر جس کے ذریعہ دین کا نفع نہ پہونچتا ہو اور متبع سنت نہ ہو، وضع قطع ولباس اسلامی نہ ہو تو ایسے پیر کو چھوڑ کر دوسرا پیر تلاش کرنا چاہئے یا اسی پیر کو پکڑے رکھنا چاہئے؟ مریدین کی کس چیز میں پیر صاحب کا حق ہوسکتا ہے؟ مریدین کی چیزوں کو پیر صاحب کو کب کھانا درست ہے؟ پیر کے اندر کون کون سی چیزیں ہوں کہ وہ پیرائی کے قابل ہو؟ کیا پیر کا بیٹا پیر بن سکتا ہے؟ کیا پیران کے لئے وراثت ہوسکتی ہے؟

اگر کوئی شخص پیر یا سید ہونے کا دعویٰ کرے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین سے کوسوں دور ہو، نہ لباس اسلامی ہو اور نہ وضع قطع اسلامی ہو اور نہ اخلاق واعمال درست ہوں تو کیا ایسا شخص پیر ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

انسان کو عقائدِ حقہ، اخلاقِ فاضلہ، اعمالِ صالحہ کا اختیار کرنا ضروری ہے اور یہ اس وقت ہوسکتا ہے جب کہ عقائدِ باطلہ، اخلاقِ رذیلہ، اعمالِ سیئہ سے پرہیز کرے۔ تجربہ ومشاہدہ یہ ہے کہ یہ چیز بغیر مربی کے حاصل نہیں ہوتی، جس مربی کی تربیت سے یہ چیز حاصل ہوسکے وہ پیر بنانے کا قابل ہے، استعدادیں ناقص ہونے کی وجہ سے عموماً خود کتابیں دیکھ کر ان امور کی تکمیل نہیں ہوتی (۱)۔

پیر کیسے شخص کو بنایا جائے اس کے متعلق حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ میں ہے:

”مرشد شدن ازاں کس درست است کہ دراں پنج شرط متحقق باشد: شرطِ اول: علمِ کتاب و سنتِ رسول داشتہ باشد، خواہ خواندہ

---

(۱) ”قال العبد الضعيف : تزكية الأخلاق من أهم الأمور عندالقوم .... و لا يتيسر ذلک إلا بالمجاهدة على يد شيخٍ أكمل قد جاهد نفسه، و خالف هواه، و تخلى عن الأخلاق الذميمة، و تحلى بالأخلاق الحميدة، و من ظن من نفسه أنه يظفر بذلک بمجرد العلم و درس الكتب فقد ضل ضلالاً بعيداً، فكما أن العلم بالتعلم من العلماء كذلک الخُلق بالتخلق على يد العرفاء، فالخُلق الحسن صفة سيد المرسلين الخ“. (إعلاء السنن، كتاب الأدب، باب الترهيب عن مساوى الأخلاق : ۱۸/۴۴۲، ۴۴۳، ادارة القرآن کراچی)

باشد، خواه از عالم یاد داشته باشد. شرطِ دوم: آنکه موصوف بعدالت و تقویٰ باشد واجتناب از کبائر وعدمِ اصرار بر صغائر نماید. شرطِ سوم: آنکه بے رغبت از دنیا و راغب در آخرت باشدو و بر طاعاتِ مؤکده واذکارِ منقوله که در احادیثِ صحیحه آمده اند مداومت نماید. شرطِ چهارم: آنکه امرِ معروف و نهی از منکر کرده باشد. شرطِ پنجم: آنکه از مشایخ ایں امر گرفته باشد ،و صحبت معتد بهاایشان نموده باشد. پس هر گاه ایں شروط در شخصے متحقق شوند، مرید شدن ازاں درست است، چنانچه در "قول جمیل فی بیان سواء السبیل" تفصیلِ ایں شروط مذکور است اهـ". فتاوی عزیزی (۱).

جس شخص میں یہ شروط موجود نہ ہوں وہ پیر بنانے کے قابل نہیں، اگر غلطی سے اس کو پیر بنالیا ہے تو وہ کارآمد نہیں، دوسرے شخص کو تلاش کیا جائے جس میں مذکورہ شروط موجود ہوں (۲)۔ تو اگر کوئی شخص کتاب و سنت پر عمل کرتا ہے اور اپنی زندگی کو سنت کے مطابق بنائے ہوئے ہے مگر کسی پیر سے بیعت نہیں ہے تو اس کو جہنمی یا گمراہ کہنا درست نہیں (۳)، وہ غلط قسم کے پیر اور ایسے پیر کے مریدوں سے بہت بہتر حالت میں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (فتاوی عزیزی، جواب سوال سوم: ۱۰۴/۲، مکتبہ رحیمیہ دیوبند یوپی)

(۲) (مر تخریجه تحت عنوان "پیر کیسا ہونا چاہئے")

(۳) (كذا في كفايت المفتي، كتاب السلوک والطريقة: ۱۰۸/۲، دار الاشاعت كراچی)

"اعلم أن البيعة سنة و ليست بواجبة .... ولم يدل دليل على تأثيم تاركها، ولم ينكر أحد على تاركها". (القول الجميل، الفصل الثاني، ص: ۱۲، كلكته)

پیر کیسا ہونا چاہیے اور مرید ہونے کا حکم

سوال[۱۴۹۳]: بیعت ہونے کا مرد وعورت کے لئے کیا طریقہ ہے؟ اور کیسے پیر سے بیعت ہونا چاہیے؟ اگر کوئی عورت بغیر اپنے خاوند کی اجازت کے بیعت ہو جائے اور مرد ابھی تک کسی سے بیعت نہیں ہوا تو اس کا ایسا کرنا اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مرد کا ہاتھ پیر اپنے ہاتھ میں لے کر توبہ کرادے جس کے الفاظ سورۂ ممتحنہ میں مذکور ہیں اور عورت کا ہاتھ پیر اپنے ہاتھ میں نہ لے بلکہ پردہ کے پیچھے سے اسے کوئی کپڑا، رومال، عمامہ وغیرہ پکڑا کر توبہ کرادے(۱)۔ اگر

---

(۱) "أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يمتحن مَن هاجر إليه من المؤمنات بهذه الآية بقول الله: ﴿يأيها النبى إذا جاءك المؤمنات يبا يعنك على أن لايشركن بالله شيأً ولا يسرقن ولا يزنين ولا يقتلن أولادهن ولا يأتين ببهتان يفترينه بين أيديهن وأرجلهن، ولا يعصينك فى معروف، فبا يعهن﴾ الاية (الممتحنه: ۱۲) قال عروة: قالت عائشة: فمن أقرّ بهذا الشرط من المؤمنات قال لها رسول الله صلى الله عليه وسلم: "قد بايعتك كلاماً". و-لا والله!- مامست يده يد امرأة قط فى المبايعة، مايبا يعهن إلا بقوله: "قد بايعتك على ذلك". الحديث". (صحيح البخارى: ۲/۷۲۶، كتاب التفسير، سورة المتحنة، باب قوله: (إذا جاء كم المؤمنات مهاجرات)، قديمى)

(ومشكوٰة المصابيح: ۲/۳۵۴، كتاب الجهاد، باب الصلح، قبيل الفصل الثانى، قديمى)

"(قوله: قد بايعتك كلاماً): أى يقول ذلك كلاماً فقط، لا مصافحةً باليد كماجرت العادة بمصافحة الرجال عند المبايعة ...... عن الشعبى "أن النبى صلى الله عليه وسلم حين بايع النساء أتى ببرد قطرى، فوضعه على يده وقال: "لا أصافح النساء" ...... وقد جاء فى أخبار أخرى: أنهن كن يأخذن بيده عند المبايعة من فوق ثوب". (فتح البارى: ۸/۸۲۱، كتاب التفسير، باب: (إذا جاكم المؤمنات مهاجرات)، رقم الحديث: ۴۸۹۱، قديمى)

"والحاصل أنها تريد أن مبايعته صلى الله عليه وسلم مع النساء كانت بالكلام لهن، لايوضع اليد فى أيديهن". (مرقاة المفاتيح: ۷/۶۳۵، كتاب الجهاد، باب الصلح، رقم الحديث: ۴۰۴۵، رشيديه)

مرد بیعت نہ ہو اور عورت بیعت ہو جائے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں، بہتر یہ ہے کہ عورت شوہر سے اجازت لے کر بیعت ہو(۱)۔

پیر کے لئے ضروری ہے کہ صحیح العقیدہ، صالح الاعمال، صادق الاقوال ہو، بقدرِ ضرورت علمِ دین سے واقف، متبعِ شریعت، پابندِ سنت ہو، بدعت سے متنفر ہو، کسی بزرگ کی خدمت میں اپنے نفس کی اصلاح کر چکا ہو اوران بزرگ نے اس پر اعتماد فرمایا ہو(۲)۔فقط.واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/صفر/۶۸ھ۔

الجواب صحیح :سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

بیعت کیسے شخص سے ہونا چاہئے

سوال[۱۴۹۴]: کیا بیعت ہونا ضروری ہے، اگر بیعت نہ ہو سکے تو کیا کوئی گناہ ہوگا اور بیعت ہونے کیلئے مرشد میں کیا کیا خواص دیکھنا چاہئے؟ ڈاکٹر شہاب الدین، احمد ٹکیت گنج، ضلع بارہ بنکی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصل یہ ہے کہ عقائدِ حقہ، اخلاقِ فاضلہ، اعمالِ صالحہ کا اختیار کرنا ضروری ہے اور عقائدِ باطلہ، اخلاقِ رذیلہ، اعمالِ فاسدہ سے تحفظ ضروری ہے، خواہ بذریعہ بیعت ہو یا تحصیلِ علم سے ہو یا صحبت اکابر سے ہو، لیکن تجربہ ومشاہدہ یہ ہے کہ عموماً بغیر شیخ محقق سے بیعت ہونے کے یہ مقصد پورا حاصل نہیں ہوتا ہے(۳)۔

---

(۱) "ولا تخرج من بيتها إلا بإذنه". (مفاتيح الحنان شرح شرعة الإسلام، ص: ۴۲۶، حقوق الزوج، المطبعة الواقعة فی (وزير خانی) استنبول)

"وحق الزوج على الزوجة أكثر من هذا وهو أن يطيعه فی كل مباح". (ردالمحتار: ۶/۷۵۶، مسائل شتی، قبيل كتاب الفرائض، سعيد)

(۲) "فشرط من يأخذ البيعة أمور: أحدها: علم الكتاب والسنة، والشرط الثانی: العدالة والتقوی، والشرط الثالث: أن يكون زاهداً فی الدنيا راغباً فی الآخرة، والشرط الرابع: أن يكون آمراً بالمعروف ناهياً عن المنكر، والشرط الخامس: أن يكون صحب المشائخ متأدب بهم دهراً طويلاً وأخذ منهم نور الباطن والسكينة". (القول الجميل للشاه ولی الله رحمه الله، ص:۶-۹، مولیاں کاندھلہ مظفر نگر اوپر دیش)

(۳)(مر تخريج هذه المسئلة تحت عنوان "پیر کی شرائط یعنی پیر کیسا ہونا چاہئے"؟)

شیخ محقق کے اوصاف یہ ہیں۔ا:علم ضروری کتاب وسنت کا رکھتا ہوخواہ پڑھ کرخواہ علماء سے سنکر۔ ۲:عدالت وتقویٰ میں پختہ ہو،کبائر سے اجتناب رکھتا ہو،صغائر پر مصر نہ ہو۔۳:دنیا سے بے رغبت ہو(حبِ مال وحب جاہ سے خالی ہو)آخرت میں رغبت رکھتا ہو،طاعتِ موکدہ واذکار منقولہ ومرویہ کا پابند ہو۔۴:امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا عادی ہو۔۵:سلوک،تزکیۂ باطن کومشائخ معتبر سے حاصل کیا ہواوران کی صحبت میں کافی رہا ہو۔حضرت شاہ عبدالعزیز شاہ محدث دھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ:۱۰۲/۲میں (۱) یہ تفصیل مذکور ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود غفرلہ دارالعلوم دیو بند۔

ایضاً

سوال[۱۴۹۵]: کیا مرید ہونا ہر شخص کیلئے لازم ہےاور پیری مریدی کی کیا حقیقت ہے؟ایک صاحب کہتے ہیں کہ یہ بے اصل چیز ہےاوراس کی وجہ سے بڑی خرابیاں دین میں پیدا ہوئی ہیں،کیا یہ صحیح ہے؟

نسیم الدین گونڈہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصل یہ ہے کہ عقائدِ حقہ،اعمالِ صالحہ،اقوالِ صحیحہ،اخلاقِ فاضلہ کا اختیار کرنا سب کے ذمہ لازم ہےاور عادۃً یہ مجموعہ بغیر شیخ کامل کی تربیت کے حاصل نہیں ہوتا،اسی تربیت کیلئے تعلقِ ارادت قائم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے(۲) جیسے امراضِ بدنیہ کے علاج کیلئے حکیم یا ڈاکٹر کی ضرورت پیش آتی ہے۔اس طریق کواختیار کرکے بیشمار مخلوق نے حسبِ استعداد کمالات حاصل کئے اوراپنی زندگیوں کوسنت کے مطابق بنایااور ولی وعارف ہوکر ہدایتِ خلق کی خدمت انجام دی،کھرے کھوٹے کی تمیز ہر لائن میں ضروری ہے(۳)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود غفرلہ دارالعلوم دیو بند۔

---

(۱)(فتاوی عزیزی: ۱۰۴/۲، ۱۰۵،مکتبہ رحیمیہ دیو بند، یو پی)

(۲) "لایلزم البیعة الرسمیة فی طریقة من طرق المشایخ، نعم تستحب فمن أتی بهاو وفّی توفیّ أجرها، ومن لم یأت بهاو سلک الطریق المستقیم أخذاً من الکتاب والسنة و آداب السلف الصالحین لایخشی علیه سوء الخاتمة الخ". (کفایت المفتی ، کتاب السلوک : ۱۰۷/۲ ، دار الاشاعت کراچی)

(۳) "ولایتسیر ذلک إلابالمجاهدة علی ید شیخٍ کامل قد جاهد نفسه، و خالف هواه، و تخلی عن =

کیا زانی ولی ہوسکتا ہے؟

سوال[۱۴۹۶]: زید کہتا ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ زانی کو ولایت حاصل نہیں ہوسکتی، یہ کس حدیث میں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ولی کہتے ہیں خدا کے دوست کو، جو خدائے پاک کا مقرب ہوتا ہے اس کے لئے متقی ہونا ضروری ہے جو شخص زنا یا دوسرے کبیرہ گناہ میں پھنسا ہو وہ ولی نہیں ہوسکتا: ﴿إن أولياء ه إلا المتقون﴾(۱)۔

یہ مضمون قرآن کریم اور حدیث شریف سے ثابت ہے۔ مخصوص طرز پر زانی کے لئے یہ بات کس حدیث میں ہے، زید سے ہی دریافت کرنے کی ضرورت ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۳/۹۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۳/۹۴ھ۔

تارکِ فرائض شیخ سے بیعت

السوال[۱۴۹۷]: ۱...... الشيخ الذی يترك الفرائض، ويرتكب المنهيات من البدع وغيرها يليق للشيخوخه والولاية أم لا، وما الحكم عليه شرعاً؟ بينوا كما حقه۔

۲...... ما الحكم للذی يعتقد أن طريقة هذا الشيخ المذكور حق، ويعاونه بالمال والجنان والحيوانات للذبح أيام العرس الذی لايكون فيه إلا الشرك والمعاصی، وهو بنفسه يحضر أيام العرس لانتظامه، وإذا جاء الشيخ فی بيته لا يحاجب بين الشيخ وزوجته، لكنه يصلی ويصوم لكونه مريداً جديداً فافهم، هل هو من أهل السنة والجماعة أم كيف؟ ۱۲۔

الجواب حامداً ومصلياً:

۱...... هذا الشيخ ليس بشيخ الطريقة المعروفة بل هو شيخ النجد، وليس هو ولی

= الأخلاق الذميمة، و تحلی بالأخلاق الحميدة .... فكما أن العلم بالتعلم من العلماء فكذلك الخُلق بالتخلق علی يد العرفاء الخ". (إعلاء السنن، باب الزهد: ۱۸/۴۴۳، ادارة القرآن كراچی)

(۱) (الأنفال: ۳۴)

الرحمن، بل هو ولی الشیطان یجب التباعد عند علی کل الناس، لاحظ له فی الإسلام، ولاخلاق له فی الآخرة، وهکذا حکم من حذا حذوه، وذهب مذهبه(۱)۔

۲ ...... هذا فاسق وجاهل بأحوال الشریعة والطریقة، یجب تعلیمه وتفهیمه، فإنه علی شفاحفرة من النار، فمن أنقذه فأجره علی اللّٰه تعالیٰ (۲)۔

مرتکب کبیرہ پیر کا حکم

سوال[۱۴۹۸]: جو پیر خلافِ شرع کام کرتا ہے یعنی نمازوں کا پابند نہیں یا ننگا بیٹھا ہوا ہے یا لوگوں کو گالیاں بکتا ہے، بھنگ، چرس، سگریٹ پیتا ہے، اگر کوئی ان حرکات سے روکے تو کہہ دیتا ہے کہ یہ شریعت میں ناجائز ہیں اور ہم طریقت والے ہیں، طریقت میں جائز ہیں، ہمارا تعلق شریعت سے نہیں بلکہ معرفت سے ہے۔ ایسے پیر سے بسا اوقات خارقِ عادات چیزیں صادر ہوتی ہیں، اس کو خدا کی طرف سے کرامت کہیں گے یا شیطانی فعل سے تعبیر کریں گے؟ امید ہے ان سوالات کے جوابات کتاب وسنت اور مذہبِ امام ابوحنیفہ اور ارشاداتِ بزرگانِ دین واکابر دیوبند کی روشنی میں دیں گے اور ماہنامہ ''نظام'' ماہ جون یا اس کے بعد شائع فرمادیں گے؟

المرسل: خاکپائے اکابر محمد افضال حسین دیوبندی، خطیب جامع مسجد ومدرس مدرسہ حنفیہ تعلیم القرآن، مقام بنگولٹین، ڈاکخانہ پاچھبوٹ، تحصیل باغ ضلع پونچھ، آزاد جموں کشمیر، خریداری نمبر:۱۳۲۳۔

---

(۱) ''ومن لم یکن له (رسول الله صلی الله علیه وسلم) مصدقاً فیما أخبر، ملتزماً لطاعته فیما أمر فی الأمور الباطنة التی فی القلوب، والأعمال الظاهرة التی علی الأبدان لم یکن مؤمناً، فضلاً عن أن یکون ولیاً لله تعالیٰ ولو طار فی الهواء ومشی علی الماء ...... ولو حصل له من الخوارق ماذا عسی أن یحصل!! فإنه لایکون مع ترکه الفعل المأمور، إلا من أهل الأحوال الشیطانیة المُبعِدة لصاحبها عن الله تعالیٰ المقربة إلی سخطه وعذابه''. (مهذب شرح العقیدة الطحاویة، تحت قول الماتن: ولا نصدق .... من یدعی شیأ یخالف الکتاب والسنة، ص: ۴۱۷، مکتبه الغرباء الجامعة الستاریة الاسلامیه، کراچی)

(۲) ''فمن اعتقد فی البله أو المولعین ...... مع ترکه لمتابعة الرسول فی أقواله وأفعاله وأحواله ...... انه من أولیاء الله...... فهو ضال مبتدع مخطأ فی اعتقاده ...... ولا یقال: یمکن أن یکون هذا متبعاً فی الباطن، وإن کان تارکاً للاتباع فی الظاهر، فإن هذا خطا أیضاً، بل الواجب متابعة الرسول صلی الله علیه وسلم ظاهراً وباطناً الخ''. (مهذب شرح العقیدة الطحاویة، تحت قول المائن: ولا نصدق من یدعی شیئاً یخالف الکتاب والسنة، ص: ۴۲۳، ۴۲۶، مکتبه الغرباء، الجامعة الستاریة، کراچی)

الجواب حامداً و مصلیاً :

ایسا پیر پیر تو ضرور ہے لیکن حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نائب ہرگز نہیں ورنہ خدا کے فرض اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پر خود بھی عمل کرتا دوسروں کو بھی تاکید کرتا، ہرگز فرائض وسنن کو ترک نہ کرتا اور ان ناجائز حرکات سے روکنے پر وہ جواب ہرگز نہ دیتا جو دیا ہے، البتہ شیطان کا نائب ضرور ہے جس کو شیطان کی پیروی کر کے جہنم میں جانا ہو وہ ایسے پیر سے بیعت ہو جائے (۱)۔

شریعت اور طریقت کو جدا جدا کہنے کا حکم ''تصوف نمبر'' میں مذکور ہے: علامہ شامی نے ردالمحتار شرح در مختار: ۳/۳۹۵ میں لکھا ہے ''وهی (أی الحقیقة) والطریقة والشریعة متلازمة اهـ''(۲)۔ خارق عادات

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿ومن یکن الشیطٰن﴾ والمرادبه إبلیس وأعوانه الداخلة والخارجة من قبیلته، والناس التعابعین له أومن القوی النفسانیة والهوی وصحبة الأشرار أومن النفس، (له قریباً) أی: صاحباً وخلیلاً فی الدنیا (فسآء قریناً)؛ لأنه یدعوه إلی المعصیة المؤدیة إلی النار''. (روح المعانی: ۵/۳۰، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

''ومبدأ المعاصی سقوط ثقلها وتفاحشها عن القلب، ومبدأ سقوط الثقل وقوع الأنس بها بکثرة السماع إذا کان هذا حال ذکر الصالحین والفاسقین فما ظنک بمشاهدتهم؟ بل قد صرح بذلک رسول الله صلی الله علیه وسلم حیث قال: ''مثل الجلیس السوء کمثل الکیر إن لم یحرقک بشرره عقل بک من ریحه''. فکما أن الریح یعلق بالثوب ولا یشعربه، فکذلک یسهل الفساد علی القلب وهو لایشعربه .... فإن وجدت جلیساً یذکرک الله روئیته وسیرته فالزمه ولا تفارقه واغتنمه ولا تستحقره فإنها غنیمة العاقل وضالة المؤمن''. (إحیاء العلوم، کتاب آداب العزلة، الباب الثانی فی فوائد العزلة: ۲/۲۱۱، رشیدیه)

(۲) (ردالمحتار: ۴/۲۳۹، کتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب فی حال الشیخ الأکبر لسیدی محی الدین ابن کجعربی نفعنا الله تعالیٰ به، سعید)

قال العلامة ابن حجر الهیثمی :''الطریقة مشتملة علی منازل السالکین، و تسمی مقامات الیقین، و الحقیقة موافقة للشریعة فی جمیع علمها وعملها، وأصولها و فروعها، و فرضها و مندوبها، لیس بینهما مخالفة أصلاً''. (الفتاوی الحدیثیة، باب السلوک، مطلب فی الفرق بین الحقیقة والشریعة، ص: ۴۰۹، قدیمی)

چیزیں تو شیطان سے بھی صادر ہوتی ہیں (۱)۔ کرامت ولی سے صادر ہوتی ہے اور ولی ہمیشہ متبعِ سنت اور پابندِ شریعت ہوتا ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرتکبِ کبائر پیر سے بیعت

سوال [۱۴۹۹]: زید تصویر کشی اور تصویروں کی زینت سے اپنے مکانوں کو زیبائش دیتا ہو اور اس کو جائز خیال کرتا ہو اور مرید کرنے میں کسی مذہب وملت کی قید نہ رکھتا ہو، مسلم، ہندو، عیسائی، پارسی کو بلا دعوت اسلام پیش کئے اور بلا توبہ کرائے مرید کرتا ہو اور اس طریق کار کو جائز سمجھتا ہو اور طوائفوں کا گانا سنتا ہو اور ریڈیو پر غزلیں اور گانا بھی سنتا ہو اور نماز باجماعت کا پابند نہ ہو، عینِ نماز جماعت کے وقت سینما حال میں تماشہ اور ناچ رنگ دیکھتا ہو اور مریدوں اور دوستوں کی عورتوں کا حلیہ اور خط وخال اور زلفوں کا حال اپنے اخبار میں لکھتا ہو اور اس سے دلچسپی اور مزہ لیتا ہو اور مولویوں کو بھلا برا کہتا ہو اور سجدہ تعظیمی مقابر کو جائز قرار دیتا ہو اور اپنے اخبار میں یہ بھی تحریر کرتا ہے کہ نہ میں سنی اور نہ میں شیعہ ہوں، اپنا مذاق مذہبی تفضیلیت رکھتا ہو۔

بہت سے امورِ بدعت کا مرتکب ہو، عورتوں کو بے حجابانہ اپنے سامنے رکھتا ہو اور اپنی اولاد کو تھیٹر

---

(۱) "والكرامات للأولياء حق، و أما التي تكون لأعدائه مثل: إبليس و فرعون والدجال مما روى في الأخبار أنه كان لهم، فلا نسميها آيات و لا كرامات، لكن نسميها .... استدراجاً و عقوبةً لهم، ففي الحديث: "إذا رأيت الله يعطي العبد ما يحب من النعمة و هو مقيم على المعصية، فإنما ذلك استدراج". (شرح الفقه الأكبر، الكرامات للأولياء حق، ص: ۷۹، ۸۱، قديمي)

(۲) "الولي هو العارف بالله تعالىٰ حسب ما يمكن، المواظب على الطاعات، المجتنب عن المعاصي".
(شرح العقائد ص: ۱۴۵، مكتبه خير كثير كراچی)
(كذا في شرح الفقه الأكبر، ص: ۷۹، قديمي)

"الولي هو العارف بالله -تعالىٰ- و صفاته بقدر ما يمكن له، المواظب على الطاعات، المجتنب عن السيئات، المعرض عن الإنهماك في اللذات والشهوات والغفلات واللهوات". (شرح الفقه الأكبر، ص: ۷۹، قديمي)

و في النبراس: "حتى أنه خرج بالكبيرة و إصرار الصغيرة عن الولاية". (ص: ۲۹۵، مكتبه امداديه ملتان)

سنیما دکھلاتا ہو اور اپنے مریدوں کو بھی اس کی تعلیم دیتا ہو۔ تو کیا ایسے شخص کی جس کے اندر اس قدر منہیاتِ شرع متذکرہ بالا موجود ہوں اس سے بیعت جائز ہے؟ فقط بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ذی روح کی تصویر کھینچنا اور اس سے مکان کو زیبائش کرنا حرام ہے (۱)۔

"عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "أشد الناس عذاباً عند الله المصورون". متفق عليه" (۲)۔

البتہ درخت وغیرہ غیر ذی روح کی تصویر میں مضائقہ نہیں:

"عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "كل مصور في النار، يُجعَل له كل صورة صورها نفساً، فيعذبه في جهنم". قال ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما: فإن كنت لابد فاعلاً فاصنع الشجر ومالا روح فيه". متفق عليه" (۳)۔

---

(۱) "ومن أجل هذه الأحاديث والآثار ذهب جمهور الفقهاء إلى تحريم التصوير، واتخاذ الصور في البيوت سواء كانت مجسمةً لهاظل، أو كانت غير مجسمة ليس لهاظل، فيقول النووي رحمه الله تعالىٰ تحت حديث الباب: قال أصحابنا وغيرهم من العلماء: تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم، وهو من الكبائر؛ لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور في الأحاديث، وسواء صنعه بمايمتهن أو بغيره فصنعته حرام بكل حال أن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى". (تكملة فتح الملهم بشرح صحيح الإمام مسلم، حكم الصورة الشمسية: ۱۵۸/۴، دار العلوم كراچی)

(۲) (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، باب التصاوير، الفصل الأول، رقم الحديث: ۴۴۹۷، ۱۳۹/۲، دار الكتب العلميه بيروت، وقديمی، ص: ۳۸۵)

(ومسند الإمام أحمد، ۳۶/۶، رقم الحديث: ۲۳۵۶۱، دار احياء التراث)

(۳) (مشكاة المصابيح، باب التصاوير، الفصل الأول، رقم الحديث ۴۴۹۸، ۱۳۹/۲، دار الكتب العلميه بيروت)

(ومسند الإمام أحمد: ۳۰۸/۱، دار احياء التراث)

طوائف کا گانا سننا اور ناچ دیکھنا بھی شرعاً حرام ہے(۱)، جماعت کی پابندی واجب ہے اس کا تارک فاسق ہے(۲)، عورتوں کا حلیہ اخبار میں شائع کرنا بھی منع ہے، اہلِ حق علماء کو برا کہنا سخت گناہ ہے، سجدۂ تعظیمی مقابر وغیرہ کو کرنا اور دوسروں سے کرانا حرام ہے اور صورتِ شرک ہے(۳)۔ اسی طرح دیگر افعال جو سوال میں مذکور ہیں خلاف شرع اور ناجائز ہیں، ایسا شخص ہرگز اس قابل نہیں کہ اس سے بیعت کیا جائے(۴)، ایسے شخص سے بیعت ہونا درحقیقت گمراہ ہونا اور جہنم کا راستہ اختیار کرنا ہے، اگر کوئی شخص ناواقفیت کی وجہ سے اس سے بیعت ہو جاوے تو اس بیعت کا فسخ کرنا واجب ہے(۵):

" والتغني حرام إذا كان يذكر امرأةً معينةً حيةً (إلى قوله) وأما الرقص والتصفيق والصريخ وضرب الأوتار الذي يفعله بعض من يدعي التصوف، فإنه حرام بالإجماع لأنها زي

---

(۱) "وعن جابر رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: " الغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء الزرع". (مشكوة المصابيح، باب البيان والشعر، الفصل الثالث: ۱۸۹/۲، دار الكتب العلميه، بيروت)

(وكذا في شعب الإيمان للبيهقي: ۲۷۹/۴، رقم الحديث: ۵۱۰۰، الهند)

(۲) "تارك الجماعه يستوجب إساءةً، ولا يقبل شهادته إذا تركها استخفافاً بذلك ومجانةً، أما إذا تركها سهواً أو تركها بأن يكون الإمام من أهل الأهواء لا يستوجب الإساءة". (البحر الرائق، باب الإمامة: ۳۶۵/۱، بيروت)

(۳) "وكذا ما يفعلونه من تقبيل الأرض بين يدي العلماء .... وهل يكفر إن على وجه التعظيم والعبادة كفر، وإن على وجه التحية لا، وصار آثماً مرتكباً للكبيرة". وقال الشامي: "وقال شمس الأئمة السرخسي: إن كان (السجود) لغير الله تعالىٰ على وجه التعظيم كفر اهـ. قال القهستاني: يكفر بالسجدة مطلقاً اهـ". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، قبيل فصل في البيع: ۳۸۳/۶، سعيد)

(۴) "والولي هو العارف بالله تعالىٰ حسب ما يمكن، المواظب على الطاعات، المجتنب عن المعاصي". (شرح العقائد) وفي النبراس: "حتى أنه يخرج بالكبيرة وإصرار الصغيرة عن الولاية الخ". (النبراس، ص: ۲۹۵، مكتبه إمداديه، ملتان)

(۵) (كذا في فتاوىٰ حقانيه، كتاب السلوك: ۲۴۸/۲، دار العلوم حقانيه)

الکفار، کذافی سکب الأنہر". طحطاوی (۱).

"والجماعة سنة مؤكدة للرجال. قال الزاهدی: أرادو بالتأكيد الوجوب". درمختار.

"وقال فی شرح المنية: والأحكام تدل على الوجوب من أن تاركهابلاعذر يعزر، وتر دشهادته ويأثم الجيران بالسكوت عنه اھ". شامی، ص: ۵۷۶(۲)۔

"ويخاف عليه الكفر إذا شتم عالماً فقيهاً من غير سبب اھ". عالمگیری: ۲/ ۸۹۰(۳)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود گنگوہی عفااللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور،۱۲/ ۶/ ۵۵ھ۔

الجواب صحیح:سعید احمد، صحیح:عبدالطیف،۱۳/ جمادی الثانیہ/ ۵۵ھ۔

غیرمتبع سے بیعت ہونا

سوال[۱۵۰۰]: جوشخص قرآن کریم کو بنگلہ خط اورزبان میں لکھے اور کہے کہ مسلمان عیسی، موسی، محمد اور کرشن جی پر ایمان رکھنے والے کو کہتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ''ہا کر''، ڈاکیہ اور ہرکارے بتلائے، ایسے شخص کے ہاتھ میں ہاتھ دینا، مرید ہونا جائز ہے یانہیں؟ نیز اس کی اشاعت میں امداد کرنے والوں کی رقمیں غیرمحل میں صَرف تونہیں ہوئیں؟ ادب واحترام کے ساتھ گزارش ہے جوکچھ ارشادفرمائیں قرآن حکیم اوراحادیث خیرالانام علیہ الصلاۃ والسلام وائمۂ دین ومجتہدین کے اقوال حوالہ میں موجود ہوں، اس لئے کہ علماء مظاہرعلوم (وفارغ التحصیل) ودیوبند کا ناطقہ بند کر رکھاہے۔ براہ کرم حضرت العلام مولانا سعید احمد صاحب، مولانا عبدالطیف صاحب، ناظم مدرسہ عربیہ، مولانا شیخ الحدیث صاحب قدوسی صاحب، حضرت صدرالمدرسین صاحب، حضرت مولانا عبدالشکور صاحب کامل پوری، مولانا اسعداللہ صاحب، مولانا امیر احمد صاحب، مولانا ظہورالحق صاحب اور جتنے حضرات ہیں سب کے دستخط ہوجاویں توعینِ عنایت ہوگی۔اس بارے میں مولوی عبدالاحد بردوانی اَور بھی علماء میرے ہمنوا ہیں۔ السائل:احقر محمد علی بردوانی۔

---

(۱) (حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، فصل فی صفة الأذكار، ص: ۳۱۹، قدیمی)

(۲)(الدرالمختار مع ردالمحتار، مطلب شروط الإمامة الكبرى: ۱/ ۵۵۲، سعید)

(۳) (الفتاویٰ العالمکیریة: ۲/ ۲۷۰، کتاب السیر، الباب التاسع فی أحکام المرتدین، رشیدیه)

الجواب حامداً ومصلياً:

قرآن کریم میں مصحفِ عثمانی کے رسم الخط کی رعایت ومتابعت لازم وضروری ہے، اس کے خلاف لکھنا ناجائز اور حرام ہے اور اس مسئلہ پر ائمۂ اربعہ کا اتفاق ہے بلکہ علمائے امت میں سے کسی کا اختلاف نہیں، اجماعی مسئلہ ہوا، تو غیر عربی، بنگلہ وغیرہ رسم الخط میں لکھنا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ اس میں تو جواز کا احتمال ہی نہیں، البتہ ترجمہ بنگلہ زبان میں جائز ہے۔

جس طرح کسی نبی ثابت النبوۃ کی نبوت کا انکار جائز نہیں اسی طرح غیر ثابت النبوۃ کی نبوت کا اقرار بھی جائز نہیں، بعض انبیاء علیہم السلام کے نام قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں آئے ہیں (ان میں کرشن جی کا نام نہیں) ان کے علاوہ کسی معین شخص کی نبوت پر قرآن کریم نے تعلیم نہیں دی، بلکہ اجماعی طور پر ایمان کا حکم ہے اس طرح کہ جو انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے ان تمام پر ہمارا ایمان ہے۔ جب صورتِ مسئولہ کا حکم معلوم ہو گیا تو اس میں صَرف شدہ رقوم اور اس میں سعی کا حکم بھی معلوم ہوگیا اور سعی کرنے والے کا حکم بھی واضح ہوگیا۔

بیعت سے مقصود رشد وہدایت ہے نہ کہ اغوا وضلالت (۱)، جو نمونہ آپ نے ذکر کیا وہ نہایت موحّش اور پُر مفاسد ہے، خدا جانے تمام ترجمہ میں کیا کیا غضب ڈھایا ہوگا، اس کی بندش کیلئے اہلِ اسلام پر سعی لازم ہے اور اس کی اعانت معصیت ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/ جمادی الاولیٰ/ ۷۰ھ۔

صحیح: عبد الطیف. ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/ جمادی الثانیہ/ ۷۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ منظور احمد عفی عنہ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

(۱) (فتاوی حقانیه ، كتاب السلوک : ۲/۲۴۷، دار العلوم حقانیه)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ فيعم النهى كل ما هو من مقولة الظلم والمعاصى، .... الإثم بترک ماأمرهم به و إرتكاب ما نهاهم عنه، والعدوان بمجاوزة ماحده سبحانه لعباده فى دينهم و فرضه عليهم فى أنفسهم". (روح المعانى ، سورة المائدة : ٦/٥٧، دار إحياء التراث)

سلف صالح کا اتباع اور پیروی بہر حال ضروری ہے اور اسی میں ہماری فلاح اور سعادت ہے۔فقط زکریا قدوسی-غفرلہ-۔

الجواب صحیح: بندہ ظہور الحق عفی عنہ، مدرسہ ہٰذا

الجواب: ھوالحق وبالاتباع احق: امیر احمد کاندھلوی کان اللہ لہ۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن غفرلہ۔احقر علیم اللہ مظاہری عفا اللہ عنہ۔

اولیائے کرام کو"ایرے غیرے نتھو خیرے" کہنا ہرگز درست نہیں

سوال[۱۵۰۱]: ۱......حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تین روز تک غار میں رہے مگر کچھ کھا نہ سکے یعنی بالکل بے بس تھے، اگر استطاعت ہوتی تو بھوکے نہ رہتے۔حضرت حمزہ، حضرت علی، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم شہید کردیئے گئے مگر خود سے نہ بچ سکے تو یہ ایرے غیرے نتھو خیرے اولیاء اللہ اور مشائخ تم کو کیا دے سکتے ہیں؟ تو یہ حضرات اگر کچھ نہ دے سکیں تو ہم ان کو"ایرے غیرے نتھو خیرے" کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

۲......کیا قوم کے عقائد کے مسلک میں پھوٹ ڈالنا کسی عالم کے لئے زیبا ہے؟

۳......کسی مسلم کو چیلنج کرنا کہ ہمت ہو تو ہم سے مسائلِ فقہیہ میں گفتگو کرو، علماء کو مناظرہ کے لئے للکارنا ،قوم میں اختلاف پیدا کرنا، اپنے آپ کو ولی کہہ کر لوگوں کو ہموار کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۴......نماز میں پیروں کو نچانا، ایک پیر کو ڈھیلا کرنا دوسرے پیر پر کھڑا ہونا، کبھی ایڑھیاں اٹھانا، کبھی پنجوں کو اٹھانا، اگر یہ عمل کسی امام سے سرزد ہو تو نماز میں کوئی خلل پیدا ہوگا یا نہیں؟

۵......فقہی مسائل میں اختلاف کی وجہ سے کیا ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے رشتہ ختم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اتنی بات صحیح ہے کہ بغیر علم خداوندی کوئی کچھ نہیں کرسکتا۔انبیاء علیہم السلام کوئی مسئلہ بھی بغیر اجازتِ خداوندی نہیں بیان فرماتے تھے، نہ کچھ کسی کو دیتے تھے اور قہارِ مطلق کی قدرتِ کاملہ کے سامنے بے بس تھے اور تقدیرِ الٰہی پر راضی تھے، پھر اولیاء اللہ اور شہداء کا مقام انبیاء علیہم السلام سے کم ہے۔اولیاء کرام کے متعلق ایرے غیرے نتھو خیرے کہنا ہرگز

درست نہیں کہ یہ تحقیر کے الفاظ ہیں۔ حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاءِ کرام اور مشائخِ عظام کی قبور سے یا ان کی ارواحِ مبارکہ سے براہ راست و مستقل قرار دے کر مانگنا بھی درست نہیں اس سے بچنا بھی لازم ہے۔

کسی پیغمبر کا مذاق اڑانا، توہین کرنا ہرگز جائز نہیں، اس سے ایمان سلب ہو جائے گا۔ صحابہ کرام اور اہلِ بیت کا پورا پورا ادب لازم ہے، ہرگز کوئی کلمہ ان کی شان میں گستاخی کا کہنا جائز نہیں۔ بزرگانِ دین کو جو لوگ بعد وفات متصرف مان کر ان سے مرادیں مانگتے ہیں ان کی اصلاح بھی ضروری ہے، کچھ لوگ ارواحِ خبیثہ کافرہ سے مدد مانگتے ہیں، ان کو ایرے غیرے نتھو خیرے کہنا درست ہے۔ شرک کا دور کرنا اور بزرگانِ دین کا احترام کرنا دونوں چیزیں اپنے اپنے مقام پر ضروری ہیں، نہ کسی کا مقام حد سے بلند کیا جائے مثلاً: مخلوق کے ساتھ وہ معاملہ کیا جانے لگے جو خالق کے ساتھ مخصوص ہے، نہ کسی کا مقام حد سے پست کیا جائے کہ مقرّبانِ بارگاہِ الٰہی کی تحقیر ہونے لگے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں اپنے چچا ابو طالب کے لئے کس قدر تمنا تھی کہ وہ ایمان لے آئیں مگر اللہ پاک کو منظور نہیں تھا۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کو اپنے باپ کے ایمان کی تمنا تھی، اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہدایت صرف اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ سب انبیاء بے بس ہیں: ﴿إنك لاتهدى من أحببت ولكن الله يهدى من يشاء﴾ (۱)۔

۲،۳......عقائدِ حقہ کا پیش کرنا اچھے طریقہ پر ضروری ہے، غلط عقائد کی اصلاح ضروری ہے، غلط عقائد پیش کر کے پھوٹ ڈالنا سخت مذموم ہے، اپنے ولی ہونے کا دعویٰ کرنا ولی کا کام نہیں۔

۴......پیروں کو نچانا تو غلط ہے، البتہ قیامِ طویل ہو تو ایک پیر پر بوجھ دینا وہ تھک جائے تو دوسرے پیر پر بوجھ دینا درست بلکہ بہتر ہے، بلاضرورت بار بار ایسا کرنا خلافِ خشوع ہے۔

۵......صاف صاف وہ مسئلہ لکھئے جس کی وجہ سے تعلق توڑا گیا ہے، ہر مسئلہ کی حیثیت یکساں نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۱۶/۵/۱۳۹۵ھ۔



(۱) (القصص: ٥٦)

ما يتعلق بسلاسل الصوفية واصطلاحاتهم

(صوفیاء کے سلاسل اور اصطلاحات)

تصوف کے چار سلسلے

سوال[۱۵۰۱۲]: تصوف کے چار سلسلے کون کون سے ہیں اور یہ سلسلے کن کن بزرگوں کی طرف منسوب ہیں، یہ بھی ارشاد فرمائیں کہ چار کے علاوہ کیا تصوف کا کوئی اَور سلسلہ نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آج کل ہمارے اطراف میں چار سلسلے یہ مشہور ہیں: ۱: چشتی، ۲: قادری، ۳: نقش بندی، ۴: سہروردی۔

۱- خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ اجمیری کی طرف منسوب ہے۔ ۲- دوسرا حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف۔ ۳- تیسرا حضرت بہاؤ الدین نقشبندی کی طرف۔ ۴- چوتھا شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف۔ ان کے علاوہ اَور بھی سلسلے ہیں جو دوسرے بزرگوں کی طرف منسوب ہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) قال شاه ولی الله رحمه الله تعالیٰ: "وبعد از زمانِ ایں خانواد ها، خانوادهائے دیگر پیدا شدند، چوں جامیه، قادریه، اکبریه، سهروردیه، کیرویه، أو یسیه. وخانوادهٔ خواجگان خانوادهٔ معینیه که احیائے طریقهٔ چشتیه است، ونقشبند یه که احیائے خانوادهٔ خواجگان است". (همعات، صفحه: ۱۵)

قال العلامه الشکار پوری رحمه الله تعالیٰ: "إن الطرق إلى الله كثيرة: كالشاذلية، والسهروردیه، والقادریه إلى غير ذلک". (قطب الإرشاد، ص: ۵۴۴، فصل: أن العلماء من المتكلمين والفقهاء والمحد ثين الخ)

(وكذا في شفاء العليل ترجمه قول الجميل، ص: ۴۰، حکمت تکرار بیعت)

(وكذافي شر يعت وطر يقت كاتلازم، ص: ۱۵۲، مجاهدات وریاضات صو فیه، دارالاشاعت)

سلاسلِ صوفیہ کی انتہاء حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کیوں ہے؟

سوال[۱۵۰۳]: بعض لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ بزرگوں کے چاروں سلسلے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کے واسطے سے حضرت علی رحمہ اللہ تعالیٰ تک پہونچتے ہیں اس لئے ان سلاسل کی سند مشکوک معلوم ہوتی ہے اور اس میں روافض کی دسیسہ کاریوں کا شبہ ہوتا ہے، کیونکہ اولاً تو حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات میں اختلاف ہے اور اگر ملاقات ثابت بھی ہو تو کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے اکابرِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تصوف اور علمِ باطن میں کمال نہیں رکھتے تھے، اگر رکھتے تھے اور یقیناً رکھتے تھے تو پھر یہ باطنی سلسلہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے کیوں چلا، دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کیوں نہ چلا؟ امید کہ اس مسئلہ پر تفصیل سے روشنی ڈال کر خلجان کو دور فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو نسبت احسانیہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حاصل ہوئی تھی اس کو انہوں نے خلیفۂ اول (صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے، پھر خلیفۂ ثانی (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے پھر خلیفۂ ثالث (حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے راسخ اور مستحکم کیا تو یوں سمجھتے کہ ان کی نسبت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے ثلاثہ کے فیضان کا مجموعہ تھی۔ جس طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور شیخین کے فیضان کا مجموعہ تھی، ان حضرات میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تنہا ایسے شخص تھے جن کی تربیت وتکمیل میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا اَور کسی انسان کا حصہ نہیں۔

لہٰذا جو سلاسل بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چلے وہ خلفائے ثلاثہ کے فیضان سے خالی نہیں۔ بااین ہمہ بعض سلاسل ایسے بھی ہیں کہ جن میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واسطہ نہیں جیسا کہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمہ اللہ تعالیٰ کے جمع کردہ شجرہ سے واضح ہے (۱)۔ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے

---

(۱) (کلیات امدادیہ کے رسالہ ضیاء القلوب میں چہاروں سلسلوں کے شجرے کا ذکر ہے، مشائخِ طریقت رضوان اللہ علیہم کے سلسلوں کی کیفیت، ص: ۴۳-۷۶، دارالاشاعت کراچی) .... =

بھی اس کی تصریح فرمائی ہے(۱)۔قاضی ثناء اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دونوں طرح کی امامتِ کاملہ (ظاہرہ وباطنہ) حاصل تھی اوراعلی درجہ کی جانشینی کے منصب پر فائض تھے اوراس جامعیت میں دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل تھے،اس لئے ان حضرات کے سلاسل اور باطنی فیوض میں برکات بھی زائد ہیں جن کی بدولت طالبِ صادق بہت جلد منازل طے کرکے مقامِ معرفت تک پہنچ جاتا ہے اور دولتِ احسان سے مالامال ہوجاتا ہے اوراس کا قدم شریعت وطریقت میں نہایت راسخ ہوتا ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

اختلاف کے باوجود چاروں سلسلوں میں بیعت واجازت کی وجہ

سوال[۱۵۰۴]: چاروں سلسلے کے طریقہ اصلاح وتربیت میں کوئی اختلاف ہے یانہیں،اگر اختلاف ہے تو بعض بزرگوں کے یہاں جو یہ دستور ہے کہ ایک ہی شخص کو چاروں سلسلے میں بیعت کرتے اور اجازت دیتے ہیں تو آخراس کی کیا صورت ہوتی ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

تربیت واصلاح میں کچھ اختلاف بھی ہے مگر مقصود سب کا ایک ہی ہے،اس لئے یہ اختلاف کچھ مضر نہیں(۲)اور چاروں سلسلوں میں بیعت کی اجازت دینا ایسا ہی ہے جیسے کسی شخص کو طبِ یونانی،ہومیو پیتھک، ایلو پیتھک،ویدک میں مہارت ہوجانے پر جملہ طرقِ معالجہ میں اس کو ڈگری دے دی جائے اور وہ مریضوں کے امراض،طبائع،مواسم کی رعایت کرتے ہوئے جوطریقہ علاج جس کے حق میں مفید سمجھے اس کو اختیار کرے،ان طرق معالجہ میں اختلاف کثیر کے باوجود مقصود سب کا ایک ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

=(ایضاً کلیات امدادیہ،رسالہ ارشاد مرشد،ص:۹۸،۹۹،دارالاشاعت کراچی)

(۱) مترجم "القول الجميل"،ص: ۱۲۵،۱۲۶، پھر جس سلسلہ کا ذکر ہے اس میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر نہیں ہے، سندھ ساگر اکادمی، لاهور)

(۲) "ولابأس أن يلقنه فيقول: قل اخترت الطريقة النقشبندية أو القادرية أو الچشتية الخ". (القول الجميل الفصل الثانی سنیه البيعة، ص: ۱۲، کلکتة)

"نیز حضرت مجدد رحمہ اللہ تعالیٰ کو اجازت بیعت تمام طریق: چشتیہ،قادریہ،سہروردیہ،کبرویہ،مدادیہ،قلندریہ سے تھی"۔(کلیات امدادیه، ضیاء القلوب، ص: ۷۶،دار الاشاعت)

طرقِ نقشبندیہ کی تحقیق

سوال[۱۵۰۵]: ۱......دونوں ہونٹ بند کر کے ناک کے ذریعہ سانس نکالتے ہوئے ''اللہ'' کا ذکر کرنا، سانس اندر لیتے ہوئے ''اللہ''، باہر نکالتے ہوئے ''ھو'' کہنا، ساتھ اس کے سر کو بھی کافی زور سے حرکت دینا، زور زور سے سانس نکالنا کیا طریقۂ نقشبندیہ میں ضروری اور لازمی ہے اور اس طریقہ کا نام نقشبندیہ اصطلاح میں کیا ہے؟ اور ناک کے ذریعہ کرنا، منہ بند کر کے ناک کے ذریعہ ذکر کرنے کا ثبوت ہے یا نہیں؟

۲......اور اسی کیفیت پر مسجد میں یا کسی دوسرے مکان میں بہ ہیئتِ اجتماعی بجلی بند کر کے اور آنکھیں بھی بند کر کے ذکر کرنا از روئے شریعت بدعت ہے یا نہیں؟

۳......اسی ہیئتِ اجتماعی اور اسی کیفیت یعنی ناک کے ذریعہ زور زور سے ذکر کرنے پر اصرار کرنا بدعت ہے یا مستحب؟

۴......ذکر کے بعد اسی ہیئتِ اجتماعی کے ساتھ بیٹھے ہوئے ذکر کرنے والا آدمی ''المراقب'' پکارتا ہے، ''مقام احدیت'' کچھ وقفہ کے بعد پکارتا ہے، ''مقام معیت'' اور کچھ وقفہ کے بعد ''مقام اقربیت'' پکارتا ہے۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان مقامات تک پہونچو، دعویٰ یہ ہے کہ سینئر ساتھی ان مقامات تک پہونچتے ہیں۔

۵......اس کے بعد سیر کعبہ ہوتا ہے، ذاکر پکارتا ہے طواف کرو اور اس کے بعد ذاکر کہتا ہے کہ روضۂ اقدس کے پاس چلو اور دعویٰ ہے کہ طواف بھی مراقبہ میں ہو جاتا ہے اور روضۂ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر درود شریف بھی پڑھتے ہیں۔ یہ معمول روزانہ بعد نماز مغرب بہ ہیئتِ اجتماعی لزوماً کیا جاتا ہے، بعد نماز تہجد اکابر موجود ہوں تو بہ ہیئت اجتماعی یہ معمول مذکور ہوتا ہے، اکابر اگر موجود نہ ہوں تو انفرادی طور پر کیا جاتا ہے۔

۶......اور ان ذاکرین کا دعویٰ ہے کہ مُردوں کے احوال مشاہدہ کر سکتے ہیں اور مردوں سے بات چیت بھی کرتے ہیں۔ ان کیفیات کے ساتھ ذکر کرنا از روئے شریعت بدعت ہے یا مستحب یا فرض یا واجب؟ اور اس طریق کے لئے دعوت دینے والا مستحقِ اجر ہوگا یا نہیں؟

۷......کیفیتِ مذکورہ سے ہیئتِ اجتماعی کے ساتھ مُنہ بند کر کے ناک کے ذریعہ زور زور سے اللہ کا ذکر کرنا ان ذاکرین کے نزدیک بھی ''پاس انفاس'' ہے۔ کیا واقعی ''پاس انفاس'' اسی کا نام ہے یا ''پاس انفاس'' مُنہ کے ذریعہ بھی کیا جا سکتا ہے، اگر کیا جا سکتا ہے تو اس کا طریقہ کیا ہوگا؟

۸...... کیفیتِ مذکورہ کے علاوہ مطلق ذکراذکار بہ ہیئتِ اجتماعی بعدازنماز یا کسی بھی وقت مسجد میں یا مسجد کے علاوہ کسی مقام پر کرنا بدعت ہے یا مستحب؟

۹...... ذاکرین میں سے ایک فرد کا کہنا ہے کہ ہمارا مرشد چھ مہینے کے بعد پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کرا سکتا ہے۔ یہ ازروئے شریعت کہاں تک درست ہے؟

نوٹ: ان ذاکرین میں سے اگر کوئی یہ کہے کہ ہم ترقی کرنے کے بعد یہاں ان مساجد میں نماز نہیں پڑھیں گے بلکہ نماز حرم شریف میں پڑھیں گے، تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

جس طرح علم حدیث مستقل فن ہے(۱) اس کی اصطلاحات ہیں، اس کا طریقِ روایت ہے، حدیث کو قبول ورَد کرنے کے لئے اصول ہیں، جرح وتعدیل کے ائمہ ہیں۔ اسی طرح تزکیۂ باطن مستقل فن ہے، اس کے اصول ہیں، طریق کار ہے، اس کے ائمہ ہیں، سہروردیہ طالبین سے کچھ ریاضتیں کرائی جاتی ہیں کہ ان کو اپنے دھیان پر قابو ہو جائے اور یکسوئی میسر آ سکے، یہ درحقیقت معالجات ہیں، ہر معالجہ کا قرآن کریم اور حدیث شریف سے ثابت ومنقول ہونا ضروری نہیں بلکہ معالجہ کا مدار زیادہ تجربات پر ہے جیسا کہ طبیب اور ڈاکٹر علاج کرتے ہیں، دوا اور انجکشن وآپریشن وغیرہ کا منقول ہونا لازم نہیں، البتہ تزکیۂ باطن کے معالجات کے لئے یہ ضروری ہے کہ کوئی چیز قرآن کریم، حدیث شریف کے خلاف نہ ہو(۲)۔

---

(۱) ضیاء القلوب میں تیسرا باب حضرات نقشبندیہ کے اذکار و اشغال کی مکمل تفصیل ملاحظہ ہو: (کلیات امدادیہ، ص:۴۵، دارالاشاعت کراچی)

(۲) "قال الشافعی رحمه الله تعالیٰ: ما أحدث مما يخالف الكتاب أو السنة أو الأثر أو الإجماع فهو ضلالة، و ما أحدث من الخير مما لا يخالف شيئاً من ذلك فليس بمذموم". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام : ۱/۳۶۸، رشيديه)

وفی إعلاء السنن : "وبهذا اندحض إيراد بعض الناس على الصوفية بأنهم اخترعوا أذكاراً من أنفسهم لا أصل لها في السنة كذكر الإثبات بلفظ إلا الله، إلا الله، فالأذكار التي اخترعها المشايخ و إن لم تكن مأثورةً، فإنها مقدمات لقبول القلب وصلاحيته للذكر المأثور". (باب الذكر :۱۸/۴۵۳، ۴۵۴، ادارة القرآن كراچی)

(و كذا فی كفايت المفتی، كتاب السلوک والطريقة : ۲/۱۱۰، دار الاشاعت كراچی)

جو چیزیں بطور عبادتِ مستقلہ کی جاتی ہیں ان کا منقول ہونا ضروری ہے، ان کو اپنی طرف سے ایجاد نہیں کیا جاسکتا(۱)، یہ فرق ہے معالجات وعبادات میں، ایک کو دوسرے پر قیاس کر کے دلیلِ نقلی کا مطالبہ بے محل ہے۔ اللہ کا ذکر منہ سے ہو یا ناک سے ہو سب درست ہے، بلکہ ذکر قلبی، ذکر روحی، ذکر سری بھی کیا جاتا ہے۔ آخر قرآن کریم میں یہ تو صاف صاف مذکور ہے: ﴿وإن من شيء إلا يسبح بحمده ولكن لا تفقهون تسبيحهم﴾ الاية (۲) ہر شیء تسبیح پڑھتی ہے، ناک اور منہ بھی تسبیح پڑھنے لگیں تو اس میں کیا اشکال ہے، بلکہ ہر ہر عضو کی تسبیح بھی مسموع ہوسکتی ہے۔ شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۔

بذکرش ہر چہ بینی در خروش است ولے داند دریں معنی کہ گوش است

نہ بلبل بر گلشن تسبیح خوانیست کہ ہر خارے بہ تسبیح اش زبانیست

اگر دوسرے لوگوں کو اس طرز سے بُعد ووحشت ہو تو مناسب یہ ہے کہ یہ عمل مسجد میں نہ کیا جائے بلکہ کسی اَور مکان میں جہاں سب اسی قسم کے لوگ ہوں وہاں کیا جائے، دھیان ایک طرف لگائے، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آدمی طواف میں لگالے اور قرب ومعیت کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے: ﴿إن الله معنا﴾ (۳) اور ﴿نحن أقرب﴾ (۴) وغیرہ ان آیات کے معانی کا کچھ مراقبہ کیا جائے (۵) اس طرح یکسوئی حاصل ہونے میں بڑی

---

(۱) "قال القاضي: المعنى من أحدث في الإسلام رأياً لم يكن له من الكتاب والسنة سند ظاهر أو خفي، ملفوظ أو مستنبط، فهو مردود عليه .... و في رواية لمسلم: (من عمل عملاً): أي من أتى بشيء من الطاعات أو بشيء من الأعمال الدنيوية والأخروية سواء كان محدثاً أو سابقاً على الأمر ليس على أمرنا: أي وكان من صفته أنه ليس عليه إذننا، بل أتى به على حسب هواه، فهو رد: أي مردود غير مقبول".

قال تعالىٰ: ﴿ونزلنا عليك الكتاب تبياناً لكل شيء﴾: أي مما يحتاج إليه من أمر الدين والدنيا والعقبىٰ، كالعلوم الاعتقادية والأعمال الشرعية والأخلاق البهية والأحوال السَّنية وغيرها".

(مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب: ۱/۳۶۶، رشيديه)

(۲) (سوره الإسراء، آيت: ۴۴)

(۳) (سورة التوبة، آيت: ۴۰)

(۴) (سورة ق، آيت: ۱۶)

(۵) (کلیات امدادیہ، ضیاء القلوب، ص: ۳۰، مراقبہ اقربیت، دارالاشاعت کراچی)

مدد ملتی ہے۔

مادیات سے ہٹ کر آدمی معنویات اور روحانیت کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے جس سے اس کو نسبت حاصل ہوجاتی ہے۔ نقشبندیہ کے یہاں لطائف پر زیادہ زور دیا جاتا ہے اور وہ حضرات اس لائن میں کامیاب ہوتے ہیں جب کہ "لطیفۂ قلب"، "لطیفۂ روح"، "لطیفۂ سر"، "لطیفۂ خفی"، "لطیفۂ نفس" اور پھر "لطیفۂ ذاتِ بحت" یہ سب لطائف جاری ہوجاتے ہیں اور ذکر کرتے ہیں اور ان لطائف کے علوم بھی حاصل ہوتے ہیں۔ حضرت مجددِ الفِ ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ (۱)، خواجہ محمد معصوم کے کلام میں بہت کچھ تفصیلات مذکور ہیں۔ بعد میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس پر تفصیلی بحث کی ہے۔ چیدہ چیدہ امور کو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ذکر فرمایا ہے۔

ذکر کا علم قرآن کریم میں ہے: ﴿یا أیھاالذین آمنوا اذکروا اللّٰہ ذکراً کثیرا﴾ الایۃ ﴿وسبحوہ بکرۃً و أصیلاً﴾(۲) الایۃ نیز حدیثِ پاک میں ہے: "لا یزال لسانك رطباً من ذکر اللّٰہ "(۳) اور حدیثِ قدسی میں ہے کہ "میرا بندہ جب اپنے جی میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں اپنے جی میں اس کا ذکر کرتا ہوں اور جب وہ مجلس میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں مجلس میں اس کا ذکر کرتا ہوں، میری مجلس اس کی مجلس سے بہتر ہے" (۴)۔ نیز حدیث پاک میں ہے: "قیامت قائم نہیں ہوگی اس وقت تک جب تک اللہ کا ذکر کرنے والے

---

(۱) "بکوش ہوش بشنو کہ چون سالک بعد از تصحیحِ نیت و .... ہر آئینہ سیرِ آفاقی را تمام کردہ باشد، جمعے ازین طائفہ درین مقام احتیاط ورزیدہ اند، و ہر لطیفہ از لطائفِ سبعہ انسانے را در عالم بصورتِ نورے از انوارِ مناسبۂ آن قرار دادہ اند .... الخ". (مکتوباتِ امام ربانی، مکتوب چھل و دوم، دفتر، دوم ص: ۱۰۱ حصہ ششم، محترم لالہ اسرار محمد خان صاحب، ۳۷۰ گارڈن کراچی)

(۲) (سورۃ الأحزاب، آیت: ۴۱، ۴۲)

(۳) (مشکاۃ المصابیح، کتاب الدعوات، باب ذکر اللّٰہ عزوجل والتقرب إلیہ: ۴۲۶/۱، رقم الحدیث: ۲۲۷۹، مکتبہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۴) "وعن أبی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: ربما ذکر النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم: "إذا تقرب العبد منی شبراً تقربت منہ ذراعاً، وإذا تقرب إلیّ ذراعاً تقربت منہ باعاً، و إذا أتانی مشیاً أتیتہ ھرولۃً".
(صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب ذکر النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم: ۱۱۲۵/۲، قدیمی) =

موجود رہیں گے''(۱) اس لئے ذکر جماعت کے ساتھ ہو یا تنہا ہو مامور ومنقول ہے۔البتہ اتنا لحاظ چاہئے کہ دوسرے کے لئے باعث اذیت نہ ہو مثلاً: اس کی وجہ سے نمازیوں کی نماز میں خلل آئے یا سونے والوں کی نیند میں خلل آئے (۲)۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بعضے بندوں کو کشف قبور بھی عطا فرماتے ہیں کہ وہ ان احوال سے واقف ہوجاتے ہیں اوران سے بات چیت بھی کرلیتے ہیں (۳)، ناواقف لوگوں کو خبر بھی نہیں ہوتی ،مگر یہ یادرہے کہ کشف میں اگر کوئی شخص طواف کرلے بلکہ سارا حج کرلے تو اس سے فریضۂ حج ادا نہیں ہوگا، اسی طرح جو کچھ بھی کشف میں دیکھے وہ حجت شرعی نہیں، اگر حجت شرعی کے خلاف ہے تو اس کشف کو قبول نہیں کیا جائے گا (۴)، رد

= (وكذا في الصحيح لمسلم، كتاب الذكر، باب أفضل الذكر الدعا والتقرب إلى الله تعالىٰ وحسن الظن به : ۲/۳۴۳، قديمي)

(۱) "و عن أنس رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال: "لا تقوم الساعة على أحد يقول : الله، الله". (مشكوة المصابيح، كتاب الرقاق، باب لا تقوم الساعة إلا على شرار الناس: ،ص: ۴۸۰، قديمي)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان ''ذکر جہری کا ثبوت'')

(۳) دیکھئے: (نور الصدور في شرح القبور للسيوطي، باب: ۲۹، ''ان لوگوں کا بیان جنہوں نے مردوں کو خواب میں دیکھا اور بات کی۔'' اس میں کافی روایات ایسی نقل کی ہیں جن میں مردوں کے احوال اوران سے بات چیت کرنے کے متعلق ہیں''۔(نور الصدور في شرح القبور ،ص: ۱۴۱، دار الاشاعت کراچی)

قال عليه الصلاة والسلام : .... "فلو لا أن لا تدفنوا، لدعوت الله أن يسمعكم من عذاب القبر الذي أسمع منه": أي الذي أسمعه من القبر .... "أن يوصل إلى آذانكم أصوات المعذبين في القبر، فإنكم لو سمعتم ذلك تركتم التدافن من خوف قلع صياح الموتى أفئدتكم، أو خوف الفضيحة في القرائب لئلا يطلع على أحوالهم". و هذا الحديث مثل قوله عليه السلام : "لو علمتم ما أعلم لضحكتم قليلاً، ولَبَكيتم كثيراً" و فيه أن الكشف بحسب الطاقة، و من كوشف بما لا يسعه يطيح ويهلك". (مرقاة المفاتيح، شرح مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، باب عذاب القبر: ۱/۳۴۶، رشيديه)

(۴) "ولا يخفى أن مبنى الاعتقاد لا يكون إلا على الأدلة اليقينية.......... ولذا لم يعتبر أحد من الفقهاء جواز العمل في الفروع الفقهية بما يظهر للصوفية من الأمور الكشفية، أو من الحالات المنامية، =

کردیا جائے گا۔ کوئی شخص اگر کشف کو تسلیم نہ کرے تو اس پر سخت حکم نہیں لگایا جائے گا، جیسا کہ قرآن کریم اور حدیث شریف کو قبول نہ کرنے سے سخت حکم لگایا جاتا ہے اور کشف کو ہر کس و ناکس کے سامنے بیان بھی نہیں کرنا چاہئے۔

''پاس انفاس'' بھی قرآن وحدیث سے ثابت کرنا دشوار ہے، سانس کے ساتھ ہوتا ہے، جس طرح ناک سے کرتے ہیں اسی طرح منہ سے بھی کرتے ہیں، زبان کو تالو سے لگا کر جب سانس اندر جائے تو ''اللہ'' کہا جائے اور جب باہر آئے تو ''ھو'' کہا جائے، زبان کو حرکت نہ ہو، یہی پاس انفاس ہے۔ نقشبندیہ ناک سے کرتے ہیں، چشتیہ منہ سے کرتے ہیں (۱)۔ درحقیقت کرتے تو سب سانس سے ہی ہیں مگر بعض حضرات ناک سے سانس لے کر کرتے ہیں بعض منہ سے اور یہ بھی بطورِ معالجہ یکسوئی حاصل کرنے کے لئے ہے مراقبہ اور یکسوئی کی مشق سے یہ بھی ممکن ہے کہ اس مراقبہ میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوجائے (۲) اور اسی حالت میں بیعت سے بھی مشرف ہوجائے مگر اس بیعت کا وہ حال وحکم نہیں جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں بیعت کا حکم ہے اور ایسا شخص صحابی کہلانے کا مستحق نہیں ہے، نہ ان کے

= ولو كانت منسوبةً إلى الحضرة النبوية على صاحبها أفضل الصلاة الخ". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الفتن: ۸/۳۵۸، رشيديه)

''وكشف أربابِ باطن اثبات فرض و سنت ننمايد''. (مكتوبات امام ربانى، مكتوب: ۵۵، ۲/۱۵، ۱۶، گارڈن ایسٹ کراچی)

(۱) (کلیات امدادیہ، ارشاد مرشد، ص:۹۶، دارالإ شاعت، کراچی)

(۲) قال العلامة آلوسى: "فقد وقعت رؤيته صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بعد وفاته لغير واحد من الكاملين من هذه الأمة، والأخذ منه يقظةً .... والذى يغلب على الظن أن رؤيته ﷺ بعد وفاته بالبصر ليست كالرؤية المتعارفة عند الناس من رؤية بعضهم لبعض، و إنما هى جمعية حالية، و حالة برزخية، و أمر وجدانى لا يدرك حقيقته إلا من باشره، و لشدة شبه تلك الرؤية بالرؤية البصرية المتعارفة يشتبه الأمر على كثير من الرائين، فيظن أنه رآه ﷺ ببصره الرؤية المتعارفة، وليس كذلك". (روح المعانى: ۲۲/۳۵، سورة الأحزاب، آيت: ۲۲/۵۱–۵۳، دارالفكر)

(وكذا فى الحاوى للفتاوى: ۲/۲۶۳، القول بامكان رويةالنبى فى اليقظة)

درجہ کو پہونچ سکتا ہے(۱)۔

جو شخص اپنے مراقبہ میں فرض نماز حرم شریف میں پڑھے اور یہاں رہنے کے باوجود اپنے جسم سے ادا نہ کرے تو اس کا فرض ادا نہیں ہوا، وہ تارکِ فرض ہے یہاں پڑھنا ضروری ہے۔ مراقبہ کی نماز تو قلب وروح کی لذت کے لئے ہے ادائے فرض کے لئے نہیں، اگر یہاں نماز ادا نہیں کی جائے گی بلکہ مراقبہ کی نماز پر کفایت کی جائے گی کہ ہم تو حرم شریف میں نماز پڑھ چکے تو اس سے بددینی پھیلے گی اور زندقہ کہلائے گا جس کی وجہ سے فرائض کا اہتمام ختم ہو کر ترک اور انکار کا موقع ملے گا(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفر لہ دار العلوم دیوبند، ۱۴/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

مضمون جواب مکمل وصحیح ہے صرف تقریبِ فہم کے لئے سوال کے نمبروں کے اعتبار سے نمبروار کچھ توضیح کردی جاتی ہے یہ توضیحات مندرجہ ذیل سطور پر ملاحظہ فرمائیں۔ فقط

بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۱۶/۱۱/۱۴۰۰ھ

---

(۱) "الصحابی من لقی النبی ﷺ: أی رأی النبی ﷺ أو رآه النبی ﷺ مؤمناً به، و مات علی الإسلام .... و هل یدخل من رآه میّتاً قبل أن یدفن .... و الراجح عدم الدخول، وإلا یعدّ من أن یری جسده المکرم وهو فی قبره المعظم و لو فی هذه الأعصار، وکذلک من کشف له عنه من الأولیاء، فرأه کذلک علی طریق الکرامة إذ حجة من الصّحة لمن رأه قبل دفنه أنه مستمر الحیاة، وهذه الحیاة لیست دنیویة و إنما هی أخرویة .... و کذا لا یدخل من رأه فی المنام الخ ". (إمعان النظر شرح شرح نخبة الفکر، تحقیق تعریف الصحابی: ۲۰۴، ۲۰۹)

وفی المرقاة: "لکن لا یبتنی علیه الأحکام لیصیر به من الصحابة". (مرقاة المفاتیح شرح مشکوة المصابیح، کتاب الرؤیا: ۸/۳۷۸، رشیدیه)

(۲) "ولا یصل العبد ما دام عاقلاً بالغاً إلی حیث یسقط عنه الأمر والنهی لعموم الخطابات الواردة فی التکالیف یعنی أن النصوص الأمر والنهی وردت عامةً لکل عاقل بالغ فی جمیع أحوالهم، والقول بالسقوط إنکار لعمومها وإجماع المجتهدین علی ذلک: أی علی عدم السقوط .... فإن أکمل الناس فی المحبة والإیمان هو الأنبیاء علیهم السلام .... مع أن التکالیف فی حقهم أتم و أکمل". (النبراس شرح شرح العقائد النسفیة، ص: ۵۶۲، محمدی پریس لاهور)

توضیح موعود حسب ترتیب نمبر سوال

۱......ان اشغال ومراقبات کی بابت فی نفسہ کلام نہیں البتہ ان سب کو ضروری ولازمی یا واجب بالاصل نہیں کہہ سکتے۔ یہ چیزیں معالجات وتربیت کے باب سے متعلق ہیں، بعض مریض کے اعتبار سے واجب لغیرہ، بعض مریض کے اعتبار سے ناجائز بھی ہوسکتی ہیں اور مباحِ شرعی کو جب واجبِ شرعی واصل قرار دیا جانے لگے یا اس کے ساتھ واجبِ شرعی اور اصل جیسا معاملہ کیا جانے لگے تو اس مباح کا ترک یا اس کی اصلاح کرنا واجب ہوجاتا ہے(۱) بس وہاں کے جیسے حالات ہوں گے ویسا ہی حکم ہوگا۔

۲......اس نمبر کا حکم بھی وہی ہے جو نمبر:امیں مذکور ہے۔

۳......کسی خاص طالب ومریض کے بارے میں اگر کوئی شیخ محقق ومتبعِ سنت ہونے کے ساتھ ساتھ عالم ربانی بھی ہو اور وہ اس علاج میں اس مریض کی صحت منحصر سمجھ کر ضروری قرار دیتا ہے تو تاحصولِ مضرت وعدمِ درمیانِ معالجہ یہ اصرار کرنا بھی درست ہوسکتا ہے اور درصورتِ دیگر ناجائز وممنوع بھی ہوسکتا ہے(۲)۔

۴، ۵......اس کا بھی وہی حکم ہے جو نمبر:ا،۳ میں مذکور ہے۔ باقی ان اشغال میں فسادِ زمانہ کی وجہ سے منافع کے اعتبار سے خطرات ونقصانات زیادہ ہیں، اس لئے ان سب کا عام حکم دینا خلافِ تحقیق ہوگا بخلاف اس کے طریقِ سنت چونکہ زیادہ محفوظ ومضبوط ہوتا ہے اس لئے وہ انسب واحوط ہوگا:'' كما أشار إليه قوله عليه السلام: "تركت فيكم أمرين لن تضلوا ما تمسكتم بهما: كتاب الله و سنة رسوله "(۳)۔ نیز طریقِ سنت حسب ارشادِ ،الت: "ما أنا عليه وأصحابي"(۴) کا ہے، لہذا اس کو مضبوط پکڑنا مقدم ہے۔

---

(۱) من أصر على أمر مندوب، وجعله عزماً، و لم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف بمن أصر على بدعة أو منكر". (مرقاة المفاتيح: ۳/ ۳۱، كتاب الصلوة، باب الدعاء فى التشهد، الفصل الأول، رقم الحديث: ۹۴۷،مکتبه حبيبيه کوئٹه)

(وكذا فى السعاية على شرح الوقاية، باب صفة الصلوٰة، قبيل فصل فى القرآءة: ۲/ ۲۶۳، سهيل اكيڈمى)

(۲) (انظر فتاوى حقانيه: ۲/ ۲۷۴، كتاب السلوک، المطبعة العربيه لاهور)

(۳)(مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الإعتصام بالكتاب والسنة: ،ص: ۳۱، قديمى)

(والمؤطا للإمام مالک، باب قول النبى فى القدر ،ص: ۷۰۲، مير محمد كتب خانه)

(۴) (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الإعتصام بالكتاب والسنة: ۱/ ۳۰، قديمى)

۶……عارفین کاملین کے نزدیک ان احوال ومشاہدات میں استغراق کبھی کشود کار میں حاجب بنتا ہے اور کبھی وصول الی المطلوب میں حائل ومانع بنتا ہے، لہذا مصلح کی نظر اس پر بھی رہنا ضروری ہے۔ حاصل یہ نکلا کہ سب کو ایک ہی لکڑی سے ہانکنا مفید نہ ہوگا بلکہ ”طریق الوصول إلی اللّٰه بعد أنفاس الخلائق“ بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہوگا۔

۷……یہ مقصود نہیں بلکہ صرف ذریعۂ مقصود ہے اس لئے اس میں بھی غلو مثل اَور مراقبات میں غلو کے مضر فی المقصود ہوگا، باقی اس کی کیا صورت ہوتی ہے، اصل جواب میں مذکور ہے۔

۸……ہیئتِ اجتماعی سے کیا مراد ہے اگر یہ مراد کہ سب اپنا اپنا ذکر اپنے اپنے طور پر کر رہے ہیں مگر مکان واحد ہونے کی وجہ سے ہیئتِ اجتماعی معلوم ہوتی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اگر اس سے حلقہ بنا کر مروجہ اجتماعی طریقہ مراد ہے تو اس کا حکم نمبر: ا میں گزر چکا ہے۔

۹……یہ بیعت اس عالم کی بیعت نہیں ہوگی اور نہ اس کی اجازت اس عالم کی اجازت ہوگی اور نہ اس پر وہ ثمرات مرتب ہوں گے جو اس عالم کی بیعت پر مرتب ہوتے ہیں۔

۱۰……مساجد میں سے کسی مسجد میں جماعت کے وقت موجود رہے گا اور پھر اس مسجد میں نماز نہ پڑھے گا اور مذکورہ دعویٰ کرے گا تو یہ قول عندالشرع زندقہ کا مورث شمار ہوگا اور اگر باز نہ آئے گا تو درجہ ضال ومضل میں داخل شمار ہوگا (۱)۔

نوٹ: مشائخ متقدمین کے سخت سخت مجاہدات کے متحمل نہ تو اس زمانہ کے قُویٰ رہے اور نہ ان کا اب سہارا رہا، پھر ان کی تکمیل کے بعد عُجب وکبر میں ابتلاء کا شائبہ بھی کجیٔ طبائع کی وجہ سے مظنون ہوجاتا ہے اور نسبتِ احسان جو طریق باطن کی اساس ہے اور جس کی تحصیل کی سعی کا قیامت تک کے لئے حدیث احسان (۲) کے

---

(۱) ”کل حقیقة ردته الشریعة فهو زندقة“. (مکتوبات امام ربانی: ۱/۱۱۴، دفتر أول، مکتوب: ۴۳)

(وکذا فی مکتوبات شاہ غلام علی، ص: ۹۳ مکتوب هفتاد و پنجم)

(وکذا فی قطب الإرشاد، ص: ۱۳، مقدمه)

(۲) ”وعن عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنهما قال: بینما نحن عند رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ذات یوم، إذ طلع علینا رجل شدید بیاض الثیاب ………… قال: فأخبرنی عن الإحسان، قال: ”أن =

تحت جو مکلّف ومخاطب ہے۔ انہیں وجوہ کی وجہ سے مشائخ متأخرین کے محققین نے طریقۂ علاج میں احیاء العلوم (۱) وغیرہ میں لکھے ہوئے سخت سخت مجاہدوں کو ختم کرکے عبدیت کاملہ جو اصل مقصود میں معاون ہے کے تحت انکسار قلوب کے مشاغل ومجاہدات کے ذریعہ سلوک باطن کے طرق متعین فرمائے اور تکمیل سلوک میں مشغول ہوگئے۔ اس میں نہ عجب وکبر کا شائبہ ہوتا ہے، نہ خلافِ مقامِ عبدیت (خرافات وغیرہ) کی جانب رجحان ہوتا ہے اور افادیت دو چند ہوجاتی ہے۔ اس تجدیدی کارنامہ میں حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ کو بہت دخل ہے، پھر ان کے اصحاب میں سے حضرت گنگوہی اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس تجدیدی کارنامہ کو پروان چڑھایا اور تکمیل فرمادی، مکاتیبِ رشیدیہ وتصانیف حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس پر شاہد ہیں، رسالہ ''مبادی التصوف'' کا مطالعہ بہت زیادہ حصول بصیرت کا ذریعہ بنے گا۔ فلیراجع إلیها۔ فقط واللہ اعلم۔

العبد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

اس تحریر میں حضرت مفتی نظام الدین صاحب نے روشنی ڈال کر بہت وضاحت فرمادی۔

العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

شریعت، معرفت، طریقت اور حقیقت کیا ہیں؟

سوال[۱۵۰۶]: شریعت، معرفت، طریقت اور حقیقت کیا چیز ہے؟ اور ان چاروں کا مطلب کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ اونچی باتیں ہیں، اربابِ شریعت اور حقیقت ہی سمجھتے ہیں، البتہ شریعت وطریقت کا فرق ظاہر ہے، وہ یہ کہ جو احکام انسان کے ظاہر سے متعلق ہوں وہ شریعت ہے اور تربیتِ باطن کا نام طریقت ہے اور یہ دونوں

= تعبد اللہ کأنک تراہ، فإن لم تکن تراہ فإنہ یراک '' قال: فأخبرني عن الساعة''. الحدیث (مشکاۃ المصابیح، کتاب الإیمان، ص: ۱۱، قدیمی)

(ومسند الإمام أحمد، : ۱/۵۱، رقم الحدیث: ۳۶۹، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(۱) ''ومن أنفع أسباب العلاج أن تطلب صحبة عبد من عباد اللہ مجتهد فی العبادة، فتلاحظ أقواله و تقتدی به الخ''. (کتاب المراقبة والمحاسبة، المرابطة الخامسة: المجاهدة: ۴/۴۸۳، مکتبه حقانیه پشاور)

چیزیں ایک دوسرے کی ضد نہیں بلکہ معاون ومددگار ہیں (۱)۔ان میں سے ایک کی تکمیل دوسرے سے ہوتی ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند،۲۶/۱/۹۲ھ۔

شریعت وطریقت میں فرق

سوال[۱۵۰۷]: یہ کہنا کہ شریعت اَور ہے طریقت اَور ہے، کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگراس کا یہ مطلب ہے کہ شریعت اور طریقت کے احکام الگ الگ ہیں جیسے دوحکومتوں کے قانون الگ الگ ہوتے ہیں کہ ایک حکومت میں مثلاً: بندوق رکھنا درست ہے، دوسری حکومت میں جرم ہے۔اسی طرح کچھ چیزیں شریعت میں حرام ہیں: جیسے شراب پینا، ننگے پھرنا، نماز روزہ فرائض کو چھوڑنا، قبروں کو سجدہ کرنا، اکابر کو گالیاں دینا، پیروں سے مرادیں مانگنا، ساز گانا سننا، اورقوالی میں سر دھنناوغیرہ وغیرہ اور طریقت میں یہ سب درست اور جائز ہیں تو یہ اعتقاد سراسر باطل اور گمراہی اور انتہائی بددینی ہے۔

اگر یہ مطلب ہے کہ شریعت میں احکامِ ظاہرہ: نماز، روزہ زکوٰۃ، حج، بیع، شراء، نکاح، طلاق وغیرہ

---

(۱) "الطريقة مشتملة على منازل السالكين، وتسمى مقامات اليقين، والحقيقة موافقة للشريعة في جميع علمهاوعملها، أصولهاوفروعها، وفرضهاومندوبها، ليس بينهمامخالفة أصلاً". (الفتاوى الحديثيه، ص: ۴۰۹، قديمى)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''یہ دونوں ایک ہے، ظاہر سے عمل کرنا شرع ہے اور جب قلب میں حکم شرع کا داخل ہوکر طبعاً عمل شرع پر ہونے لگے وہ طریقت ہے، دونوں کا حکم قرآن وحدیث سے ہے، ادنی درجہ شرع ہے، اس کا ہی اعلیٰ درجہ طریقت کہلاتی ہے''۔(فتاوی رشیدیه، شریعت وطریقت کا فرق،ص: ۱۹۱، تالیفات رشیدیه، اداره اسلامیات لاهور)

(وكذافي امدادالفتاوىٰ :۱۶۵/۵، مکتبه دارالعلوم کراچی)

وقال ابن عابدين: "الطريقة سلوك طريق الشريعة، والشريعة :أعمال شرعية محدودة، وهماوالحقيقة ثلاثة متلازمة". (رد المحتار، مطلب: يجوز تقليد المفضول مع وجود الأفضل، المقدمة: ۶۰/۱، سعيد)

کے احکام بیان کئے جاتے ہیں اور طریقت میں احکامِ باطنہ: صبر، شکر، رضا، تسلیم، تفویض، توکل، اخلاص وغیرہ کے احکام بیان کئے جاتے ہیں، یعنی شریعت ظاہر کی اصلاح کرتی ہے اور طریقت باطن کی اصلاح کرتی ہے تو یہ صحیح ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

کیا حقیقت اور شریعت الگ الگ ہے؟

سوال[۸۰۱۵]: عوام میں بعض جاہل لوگ کہتے ہیں کہ جو شخص کسی پیر کا مرید نہ ہوگا اور مر جائے تو اس کی بخشش نہ ہوگی، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ شریعت کا راستہ اور حقیقت کا راستہ الگ الگ ہے اور جو فقیر جانے اس کو شریعت والے کیا جانیں، فقیر کی رمز کو بَلا مولوی کیا جانے، سمجھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ جہالت در جہالت ہے (۲)، ایسے لوگ خود بھی گمراہ ہیں، دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں، ان کی صحبت سمِ قاتل ہے۔ مرید ہونے کی غرض ہی یہ ہوتی ہے کہ شریعت پر عمل کرنا آسان ہو جائے اور نفس وشیطان کے دھوکہ میں نہ آئے (۳)۔ جس حقیقت کا راستہ شریعت کے خلاف ہو وہ ہرگز اللہ ورسول کی مرضی کے موافق نہیں، وہ شیطان کا راستہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/صفر/ ۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) "قال مجدد الألف الثانی فی مکتوباته، دفتر اول، مکتوب: ۱/۵۷: "ظاهر رابظاهرِ شریعت وباطن رابباطنِ شریعت که عبارت از حقیقت است متحلی ومتزین دارند چه حقیقت وطریقت عبارت از حقیقت شریعت است وطریقت آن حقیقت نه آن که شریعت امری دیگر است وطریقت وحقیقت دیگر که الحادوزندقه است". (فتاویٰ حقانیه: ۲/۲۴۳، کتاب السلوک، دارالعلوم حقانیه)

(۲) (کفایت المفتی: ۲/۱۰۸، کتاب السلوک، دارالإشاعت)

(وکذا فی القول الجمیل، الفصل الثانی، ص: ۱۲، کلکته)

(۳) (تقدم تخریجه سابقاً تحت عنوان: "شریعت، معرفت، طریقت")

طریقِ توبہ

سوال[۱۵۰۹]: جب زید اللہ تعالیٰ سے اپنے تمام گزشتہ گناہوں کی توبہ کرے اور معافی مانگے تو زید اپنے گناہوں سے توبہ کرنے اور معافی مانگنے کیلئے بہتر طریقہ کونسا اختیار کرے اور توبہ کیلئے کون سے الفاظ زبان سے بولے یعنی اپنی زبان سے یا اردو یا فارسی سے صرف ایسے الفاظ کہے کہ ''یا اللہ! میں اپنے تمام کبیرہ گناہوں سے توبہ کرتا ہوں اور معافی مانگتا ہوں، اے اللہ! اپنے فضل وکرم سے میرے تمام گناہوں کو معاف فرما دیجئے اور میری توبہ قبول کر لیجئے''۔ اور اس کے ساتھ میں زید اپنے دل میں بھی شرمندہ و نادم ہوتا رہے، اس کے علاوہ شرعی احکام کے مطابق گناہوں سے توبہ کرنے اور معافی مانگنے کا جو اَور کوئی بہتر طریقہ ہو یعنی زبان سے الفاظ ادا کرنا اور دل میں تصور اور نیت کرنا اور ہاتھ پاؤں سے عمل کرنا ان سب طریقوں سے مطلع فرمایا جائے جس کے ذریعہ توبہ قبول ہونیکی توقع ہو۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اول وضو کرے اور اچھی طرح کرے، بعدہ دو رکعت نفل پڑھے پھر اللہ سے استغفار کرے، اگر کوئی خاص گناہ کیا ہو تو اس سے ورنہ سب گناہوں سے دل سے توبہ کرے یعنی دل سے جس قدر ندامت کر سکتا ہے کرے اور آئندہ کیلئے اس سے بچنے کا پختہ ارادہ کرے؛ اگر کسی کا کوئی حق ہو تو اس کی توبہ کیلئے اس کی ادائیگی یا اس سے معافی مانگنا شرط ہے(۱)، مذکورہ الفاظ بھی کافی ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) ''ثم اعلم أن التوبة لغةً هي الرجوع .... وفي الشريعة: هي الندم على المعصية من حيث هي معصية مع عزم أن لايعود إليها إذا قدر عليها، .... وأيضاً قد نصّوا على أن أركان التوبة ثلثة: الندامة على الماضي، والإقلاع في الحال، والعزم على عدم العود في الاستقبال الخ''. (شرح الفقه الأكبر للقاري، ص: ۱۵۸، قديمي)

''في بعض الآثار: تسبغ الوضوء، وتدخل المسجد، وتصلي ركعتين الخ''. (إحياء العلوم: ۵۸/۴، كتاب التوبه، حقانيه پشاور)

تصورِ شیخ

سوال[۱۵۱۰]: تصورِ شیخ کا کیا مطلب ہے اور یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

بعض لوگوں پر خطرات و وساوس کا ہجوم ہوتا ہے جو کہ عبادات میں بھی مخل ہوتا ہے اور ایمان میں بھی، ان کی وجہ سے بہت مضمحل ہوجاتا ہے اور کوئی دوسری تدبیر فوری طور پر کارگر نہیں ہوتی تو ان کے لئے تجویز کیا جاتا ہے کہ اپنے پیر کا تصور کریں یہاں تک کہ کوئی خطرہ اور وسوسہ باقی نہ رہے اور یکسوئی حاصل ہوجائے اور عبادات پورے سکون سے ادا ہوسکیں اور ایمان میں اضمحلال نہ ہو(۱) لیکن اس میں دوسرا اندیشہ بھی ہوتا ہے جو بہت نقصان دہ ہے، اس لئے آج کل عام طور پر اس سے منع کیا جاتا ہے اور دوسری تدابیر کو اختیار کیا جاتا ہے اگرچہ ان کا اثر دیر میں ہو، اس لئے ان میں مضرت نہیں۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

نماز میں پیر صاحب کا تصور

سوال[۱۵۱۱]: حالتِ نماز میں پیر صاحب کا دھیان کرنا کیسا ہے؟ پیر صاحب نے کہا ہے کہ جائز ہے اور حوالہ دیا کہ سورہ لہب میں ابولہب کا تذکرہ ہے، اس کی تو نماز میں یاد آتی ہے اور اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی ہے، اسی طرح اگر میرا بھی نماز میں دھیان آجائے تو اس سے نماز میں نہ خلل ہوگا اور نہ نماز فاسد ہوگی۔

---

(۱) حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

"تصورِ شیخ کوئی خاص شغل نہیں، بلکہ اس کی حقیقت وہی ہے جو لغۃً مفہوم ہوتی ہے، محل اس کا وہ وقت ہے کہ ذکر کے ساتھ خطراتِ فاسدہ کا ہجوم ہو اور دفع کرنے سے مندفع نہ ہوتے ہوں تو منتہی اس کا علاج زیادتِ توجہ الی المذکور سے کرتا ہے ...... کیونکہ جب نفس کو ایک طرف توجہ تام ہوجاوے گی حسبِ قاعدۂ فلسفی "النفس لاتتوجه إلی شیئین فی آن واحد" دوسری طرف نہ رہے گی، .... اس سبب سے تصورِ شیخ کو نافع سمجھا گیا ہے کہ وہ محسوس بھی ہے اور محبوب بھی ہے"۔ (امداد الفتاوی: ۱۷۸/۵، مکتبہ دار العلوم)

(وکذافی فتاوی رشیدیہ از تالیفات رشیدیہ) کتاب السلوک، ص: ۱۹۸، ادارہ اسلامیات لاہور)

الجواب حامداً و مصلیاً :

حالتِ نماز میں یہ تصور کیا جائے کہ اللہ پاک کے سامنے حاضری ہے(۱)، اس وقت قصداً پیر صاحب کا دھیان کرنا کہ ان کے سامنے حاضری ہے ہرگز نہیں چاہئے، ویسے جو کچھ بھی نماز میں پڑھا جائے گا اس کے معنی کا دھیان آئے گا مگر یہ حاضری کا تصور نہیں۔ پیر صاحب کے تصور کو ابولہب کے تصور پر قیاس کرنا پیر صاحب کی بے ادبی ہے، ابولہب خدا کا دشمن اور جہنمی ہے، اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت کر کے اذیت پہونچائی ہے اور گمراہی پھیلائی، ہدایت سے روکا (۲) پیر صاحب کا مقام کچھ اَور ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفر لہ دار العلوم دیوبند، ۸۹/۲/۵ھ۔

فقراء کے رموز کا حکم

سوال [۱۵۱۲]: مشہور ہے کہ فقیروں کے رمز کو کوئی کیا جانے، اس کی کیا حقیقت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو رمز شریعت کے موافق ہے اس کا حکم خود شریعت نے بیان کر دیا ہے، جو خلاف شرع ہے وہ ضلالت

---

(۱) "عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ.......... قال: فأخبرنی عن الإحسان : قال: "أن تعبد اللہ کأنک تراہ، فإن لم تکن تراہ فإنہ یراک". (مشکوۃ المصابیح، کتاب الإیمان، الفصل الأول : ۱/۱۱، سعید)

(۲) قال ابن کثیر رحمہ اللہ علیہ : "و اسمہ عبد العزی بن المطلب .... وکان کثیر الأذیّة لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، والبغضة لہ، و الازدراء بہ، والتنقص لہ و لدینہ". (تفسیر ابن کثیر : ۴/۱۱۱، دار السلام)

(۳) "لأن غایة التصوف حصول القرب والرضا من اللہ فی الآخرة، و حصول بشاشة الإیمان ومخالطتهما بالقلب فی الدنیا، وهی المعروفة عندهم بالنسبة مع اللہ .... و هذه النسبة لا تکاد تحصل إلا بصحبة المشایخ الکُمَّل الذین استنارت قلوبهم بنور هذه النسبة العُظمیٰ، وهی التی لم تزل تنتقل من قلب إلی قلب الخ". (إعلاء السنن، باب الذکر والدعاء : ۱۸/۴۵۴، ادارة القرآن والعلوم الإسلامیه، کراچی)

اور فسق ہے، جب تک آدمی اپنے ہوش میں ہے اس کو خلافِ شرع کی ہرگز اجازت نہیں خواہ فقیر ہو خواہ کوئی ہو(۱)۔ نہ اس کا اتباع درست ہے۔ فقط. واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔



(۱) "ومنها: أن العبد مادام عاقلاً بالغاً لايصل إلى مقام يسقط عنه الأمر والنهي .... وذهب بعض أهل الإباحة إلى أن العبد إذا بلغ غاية المحبة، وصَفَاقلبه من الغفلة، واختار الإيمان على الكفر والكفرانِ، سقط عنه الأمر والنهي، ولا يدخله الله النار بار تكاب الكبائر، وذهب بعضهم إلى أنه تسقط عنه العبادات الظاهرة، وتكون عباداته التفكر وتحسين الأخلاق الباطنة، وهذا كفر وزندقة وضلالة وجهالة، فقد قال حجة الإسلام: إن قتل هذا أولى من مأة كافر". (شرح الفقه الأكبر للقاري، ص: ۱۲۲، قديمي)

"ويقول بعض الناس: الفقراء يسلم إليهم حالهم، وهذا كلام باطل، بل الواجب عرض أفعالهم وأحوالهم على الشريعة المحمدية، فما وافقها قُبِل، وما خالفها رُدَّ، كما قال النبي صلى الله عليه وسلم: "من عمل عملاً ليس عليه أمرنا، فهورد". (مهذب شرح العقيدة الطحاوية، ص: ۴۲۲، تحت قوله: ولا نصدق .... من يدعي شيئاً يخالف الكتاب والسنة، الجامعة الستارية، كراچي)

ما یتعلق بالاستخلاف

(خلیفہ بنانے کا بیان)

شرائطِ خلافت

سوال[۱۵۱۳]: زید بحمد اللہ حافظ قرآن ہے، حاجی مولوی ہے، پابندِ صلوٰۃ وصوم بھی ہے، تقریباً چالیس بیالیس سال سے علانیہ طور پر سلسلۂ بیعت قادری مسلک میں جاری کئے ہوئے ہے۔ زید جن بزرگ سے خود کو بیعت بتاتا ہے وہ زید کے پیر ومرشد شیخ طریقت سلسلہ عالیہ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ میں خلافت حاصل کئے ہوئے تھے۔ زید کا یہ قول مصدقہ ہے کہ وہ شیخِ طریقت کی صحبت میں بچپن سے رہا، تعلیم و تربیت بھی شیخِ طریقت کے پاس پائی اور پھر اپنے بزرگ کے قائم کردہ مدرسہ میں شعبۂ حفظ القرآن میں معلم رہا، زید لباس، رہن سہن بھی بظاہر شیخِ طریقت کا رکھتا ہے۔

زید نے شیخِ طریقت کے وصال کے بعد ایک دوسرے مقام پر جنگل میں دوسرے ضلع میں شیخ طریقت کے آستانہ وخانقاہ کی طرح آستانہ وخانقاہ قائم کی، مسجد تعمیر کرائی، مدرسہ قائم کیا اور پھر قریب دس بارہ سال کے بعد سب ملکیت وقف کردی بنام مسجد وآستانہ ومدرسہ۔ وقف نامہ میں تحریر کیا کہ تاحیات زید خود متولی رہے گا اور بعد انتقال میرا کوئی وارث نہ ہو تو اس جائیداد کا حقدار دعویدار ہوگا۔ نہ ہی متولی، بلکہ جو پیر ومرشد شیخ کے آستانہ کا متولی ہوگا وہی اس آستانے کا متولی ہوگا، خواہ وہ خود انتظام کرے یا کسی نمائندہ سے کرائے۔ یہ وقف نامہ چالیس بیالیس سال پرانا ہے یا زائد کا اور رجسٹری شدہ ہے، وقف نامہ میں ''منکہ زید بن فلاں'' کی جگہ ''منکہ زید مرید فلاں شیخِ طریقت مذکورہ'' تحریر کیا ہے، اس لئے کہ شیخ مذکور نے بھی جو وقف نامہ تحریر کیا تھا اس میں بھی ''بن'' کی جگہ ''مرید'' تحریر کیا ہے اور اپنے شیخ طریقت کا نام تحریر کیا ہے، یہ بھی رجسٹر شدہ ہے۔

زید کے پاس یا شیخ طریقت مذکور سے حاصل کردہ کوئی سند نہیں، بقولِ زید وہ ضائع ہوگئی ہے، اب سوائے اس کے کہ جب زید آستانۂ شیخِ طریقت مذکور میں زیرِ تعلیم تھا تو شروع میں زید کے نام کے ساتھ اس کے

گاؤں کا نام تحریر کیا جاتا تھا جیسے دہلوی، کیرانوی وغیرہ، لیکن بعد میں اس رجسٹر میں زید کے نام کے ساتھ گاؤں کا نام نہیں بلکہ قادری تحریر ہے، رجسٹر بہت پرانا بوسیدہ ہے اور موجود ہے، لہذا کیا زید کو شیخِ طریقت کا مرید تسلیم کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب زید کہتا ہے کہ میں فلاں بزرگ سے مرید ہوں تو بلا وجہ اس کی تکذیب کیوں کی جائے اور یہ قول کوئی شرعی حکم نہیں، جس کا تسلیم کرنا واجب ہو۔ ایک شخص اپنے ایک حال کی خبر دیتا ہے، آثار سے وہ صادق معلوم ہوتا ہے تو سچ مان لیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۲/۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۲/۴ھ۔

خلافت کسے کہتے ہیں؟

سوال [۱۵۱۴]: شرع شریف میں خلافت اور وصیت کی کیا حقیقت ہے اور خائن اور فاسق وفاجر کسے کہتے ہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

''خلافت'': کسی کو اپنا جانشین بنانا، مثلاً: کوئی صاحبِ نسبت بزرگ اپنے کسی مرید کی تربیت واصلاح کر کے اس کو اپنے قائم مقام بنادیں کہ ان سے بیعت ہو کر اپنی اصلاح کرایا کرو اور طریقۂ تربیت سکھا کر فرمادیں کہ بجائے میرے تم اصلاح کیا کرو(۱)۔ ''وصیت'': کسی مال میں کسی تصرف کیلئے ہدایت دینا کہ میرے انتقال کے بعد یہ تصرف کیا جائے، مثلاً: میرے ذمہ نماز، روزہ، حج باقی ہے، فدیہ دیا جائے یا حج بدل کرایا جائے (۲)۔ ''خائن'': جو شخص امانت کی حفاظت نہ کرے اس میں بے جا تصرف کرے (۳)۔ ''فاسق'':

(۱) ''الخلافة: خلف فلان مكان أبيه يخلف خلافةً إذا كان في مكانه ولم يصرف فيه غيره الخ''. (لسان العرب: ۸۵/۹، ف، مکتب، دار صادر)

(۲) ''أو صى الرجل وصاه: عهد إليه''. (لسان العرب: ۳۹۴/۱۵، و، ی، دار صادر)

(۳) ''وقد خانه العهد والأمانة''. (لسان العرب: ۱۴۴/۱۳، دار صادر)

جو کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرے(۱)۔ ''فاجر'': کا درجہ اس سے بڑھ کر ہے جو کھلم کھلا بے دھڑک بڑے بڑے گناہ کرتا ہو(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند،۲/۳/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند،۴/۳/۹۲ھ۔

آستانۂ شیخ کی تولیت

سوال[۱۵۱۵]: کیا زید آستانۂ شیخِ طریقت کا متولی وسجادہ منتخب کیا جاسکتا ہے جب کہ کوئی خلیفہ حیات نہ ہو، البتہ دوسرے مریدین حیات ہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

زید کے شیخِ طریقت کے آستانہ کی تولیت کے لئے کیا شرائط ہیں، اگر وہ شرائط زید میں ہوں تو وہ بھی متولی ہوسکتا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

دوسرے کے مرید کو اجازت دینا

سوال[۱۵۱۶]: کیا خلیفہ مجاز اور سجادہ نشین کو اپنے پیر بھائی کو مندرجہ خلافت نامہ دینا جائز ہے یا اپنے پیر بھائی کے مرید کو اجازتِ بیعت دے سکتا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

خلیفہ جب کہ اپنے شیخ کی طرف سے اہلیت وصلاحیت کی بنا پر خلیفہ ومجاز ہے اور اس کے شیخِ طریقت نے اس کو اس کی اجازت دی ہے تو وہ بھی اجازت دے سکتا ہے، اپنی طرف سے بھی اور اپنے شیخ کی طرف سے بھی(۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند،۱۶/۷/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "الفسق: العصیان والترک لأمر اللہ عز وجل، والخروج عن طریق الحق". (لسان العرب: ۱/۳۰۸، ف، دار صادر)

(۲) "وهو المنبعث فی المعاصی والمحارم". (لسان العرب: ۵/۴۶، ر، ز، دار صادر)

(۳) (سیأتی تخریجه تحت عنوان: ''دوسرے پیر سے خلافت قبول کرنا'')

شیخ کی طرف سے بیعت واجازت

سوال[۱۵۱۷]: کیا کوئی یہ تحریر کرسکتا ہے یا زبانی پڑھوا سکتا ہے کہ پیرومرشد شیخِ طریقت کے دستِ مبارک پر بیعت کیا جاتا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

بعض مشائخ اپنے خلفاء اور معتمدین کو فرما دیتے ہیں کہ تم جس کو اہل سمجھو اس کو میری طرف سے اجازت دیدو تو ان کی طرف سے بھی اجازتِ بیعت ہوسکتی ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۶/ ۷/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

بغیر اجازت وخلافت کے بیعت کرنا

سوال[۱۵۱۸]: زید حضرت مولانا شاہ وصی اللہ کا مرید ہے مگر اب وہ کچھ کام بدعت کے کرتا ہے مثلاً: قوالی سنتا ہے، گاگر (مٹی سے بنے ہوئے چڑھاوے کا ظرف) اٹھاتا ہے، غرضیکہ عام بدعت جو ہر بریلوی خرافات کرتا ہے، مگر زید اب بھی اپنے آپ کو دیوبندی کہتا ہے اور نہ زید کو خلافت ملی مگر مرید کرتا پھرتا ہے۔ کیا ان بدعات پر اس کو صحیح العقیدہ اہلِ سنت کہا جاسکتا ہے؟ کیا وہ مرید کرنے کا بھی حق رکھتا ہے؟ کیا زید دعاء وتعویذ کا پیسہ لیکر کھا سکتا ہے؟ لہذا صحیح صورت حال جو ہو وہ احادیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

جب کہ اس کو اجازتِ بیعت حاصل نہیں ہے اور وہ بدعات میں مبتلا ہے اس سے بیعت ہونا درست نہیں ہے، کیونکہ بیعت کا مقصود اصلاحِ نفس اور تزکیۂ باطن ہے، شخصِ مذکور خود اصلاح کا محتاج ہے وہ کسی کی کیا اصلاح کرے گا بلکہ جن غیر شرعی امور میں مبتلا ہے اس سے مرید ہونے والے بھی ان میں مبتلا ہوں گے اور بجائے اصلاح کے نفس میں خرابی پیدا ہوگی (۲)۔ جو شخص متبع سنت نہیں اور بدعات سے متنفر نہیں وہ دیوبندی

---

(۱) (سیأتی تخریجه تحت عنوان: ''دوسرے پیر سے خلافت قبول کرنا'')

(۲) (سیأتی تخریجه تحت عنوان: ''قوالی'')

مسلک پر نہیں۔ اگر وہ تعویذ جانتا ہے اور فریب نہیں کرتا ہے، تعویذ میں کوئی ناجائز بات نہیں کرتا ہے تو تعویذ کی اجرت اس کو لینا درست ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۵/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

دوسرے پیر سے خلافت قبول کرنا

سوال[۱۵۱۹]: اگر کسی ایک سلسلہ میں خلافت مجاز عطا ہوئی تو پھر دوسرے سلسلے کے پیر کی طرف سے بھی خلافت عطا ہو تو کیا خلافت لے سکتے ہیں، اس کی کیا ضرورت ہے، کیا ایک سلسلہ سے خلافت کافی نہیں ہوتی؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اصل مقصود تو خلافت نہیں ہے اور اس کے لئے جدو جہد بھی نہیں چاہئے کہ اس میں مشیخیت کی طلب ہے جو کہ راہ سلوک کے خلاف ہے، تاہم کوئی بزرگ اگر اجازت وخلافت دیں خواہ دوسرے سلسلے کے کیوں نہ ہوں تو ان کے اخلاص وشفقت کے پیشِ نظر قبول کر لینا چاہئے مگر ان سے نہ طلب کی جائے نہ دل میں اس کی خواہش ہونی چاہئے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۷/۱۴۰۶ھ۔

---

(۱) "عن أبی سعید الخدری رضی الله تعالیٰ عنه أن ناساً من أصحاب النبی صلی الله علیه وسلم أتو علی حیّ من أحیاء العرب، فلم یَقرُوهم، فینهاهم کذلک، إذ لُدغ سید أولئک، فقالوا: هل معکم دواء أو راق؟ فقالوا: نعم! إنکم لم تقرونا و لا نفعل حتی تجعلوا لنا جعلاً، فیجعلوالهم قطیعاً من الشاة، فجعل یقرأ بأم القرآن و یجمع ویتفل، فبرأ، فأتوا بالشاء، فقالوا: لا نأخذه حتی نسئل النبی صلی الله علیه وسلم، فسئلوه فضحک و قال: "ما أدراک أنها رقیة، خذوها و اضربوا لی بسهم". (صحیح البخاری، کتاب الطب، باب الشرط فی الرقیة بقطع الغنم: ۲/۸۵۴، قدیمی)

و قال ابن عابدینؒ: "لأن المتقدمین المانعین الاستیجار مطلقاً جوّزوا الرقیة بالأجرة و لو بالقرآن کما ذکره الطحاوی". (ردالمحتار، کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسده، مطلب: تحریر مهم فی عدم جواز الاستیجار علی التلاوة اهـ: ۶/۵۷، سعید)

(۲) "إعلم أن البیعة المتوارثة بین الصوفیة علی وجوه: أحدها: بیعة التوبة من المعاصی، والثانی: بیعة التبرک =

اپنے مرشد کی طرف سے اجازت دینا

سوال[۱۵۲۰]: اگر کوئی مرشد صاحب اپنے وقتِ آخر کسی خلیفہ کو ہدایت کرے کہ میرے فلاں مرید کا سلوک مکمل ہونے کے بعد ان کو میری طرف سے خلافت دیدینا، یعنی وہ مرشد صاحب جو بعد کو وصال کر گئے ان کی طرف سے خلافت ہوسکتی ہے؟ جو بزرگ وصال کر گئے ان کا خلیفہ کہلائے گا یا جس نے خلافت دی ان کا خلیفہ ہوگا؟ ہمارے سلف کا کیا طریقہ رہا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کی نظیریں موجود ہیں کہ ایک طالب کی اصلاح کی مگر استحکام کا انتظار رہا کہ مرشد کا وقت آگیا تو اپنے خلیفہ سے کہہ دیا کہ استحکام ہونے پر میرے بعد تم فلاں شخص کو اجازت وخلافت دیدینا، وہ اجازت بھی میری طرف سے ہوگی۔ اس صورت میں ایسے شخص کو اصل مرشد کا خلیفہ کہا جائے گا مگر بالواسطہ۔

ایضاً

سوال[۱۵۲۱]: اگر کسی مرشد نے اپنے کسی خلیفہ کو یہ ہدایت نہیں کی کہ میرے فلاں مرید کو میری خلافت دینا تو کیا مرشد کے انتقال کے بعد بغیر ہدایت وحکم ان کا خلیفہ مرحوم کے مرید کو بنایا جاسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مرشد جب کسی کی تربیت کے بعد اس کو خلیفہ بناتے ہیں تو خلافت دینے کیلئے بھی بناتے ہیں، مرید کرنے کیلئے بھی بناتے ہیں، اب یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ میرے لوگوں میں سے جس کو اہل سمجھو میری طرف سے خلافت دیدینا، اسلئے وہ بھی مرشد ہی کا خلیفہ شمار ہوتا ہے مگر بالواسطہ(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ۷/ ۱۴۰۶ھ۔

= فی سلسلة الصالحین .... و لا بأس أن یلقنه فیقول: قل: اخترت الطریقة النقشبندیة، أو القادریة، أو الجشتیة الخ". (القول الجمیل ، الفصل الثانی، سنیة البیعة، ص: ۱۲ ، کلکته)

"نیز حضرت مجدد کو اجازت بیعت تمام طریقہ چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ، کبرویہ، مداریہ، قلندریہ حاصل تھی"۔ (کلیات امدادیہ ضیاء القلوب، ص: ۶۷، دارالاشاعت کراچی)

(۱)(مر تخریجه سابقاً تحت عنوان: "دوسرے پیر سے خلافت قبول کرنا")

ایضاً

سوال[۱۵۲۲]: کوئی خلیفہ اپنے مرید کو یا کسی دوسرے پیر بھائی کے مرید کو (ایک ہی سلسلہ کے) اپنے مرشد کی طرف سے خلافت دے سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کی نظیریں ہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ۷/ ۱۴۰۶ھ۔

حاجی صاحب کے پیر اور خلفاء

سوال[۱۵۲۳]: حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے پیر ومرشد کا کیا نام ہے؟ حاجی صاحب عرس، فاتحہ، ایصالِ ثواب، میلاد وقیام کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے تھے؟ ان کے کتنے خلفاء تھے؟ ان میں کون کون اکابر ومشاہیر خلیفہ ہوئے ہیں، ان کے کیا عقائد تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر ومرشد کا نام حضرت نور محمد جھنجھانوی نور اللہ مرقدہ ہے (۲)۔ "فیصلۂ ہفت مسئلہ" اور اس کے ضمیمہ میں لکھا ہے کہ یہ افعال فی نفسہٖ مباح ہیں اور قیود زائد ہیں یعنی قابلِ ترک ہیں (۳)۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ کے بہت سے خلیفہ تھے، ضیاء القلوب میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہیؒ اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے متعلق بہت اونچے الفاظ تحریر فرمائے ہیں اور اپنے متعلقین کو نصیحت ووصیت فرمائی ہے کہ "ان دونوں کو میری جگہ سمجھیں، اگر یہ مجھ سے بیعت نہ ہوتے تو میں

---

(۱) (مر تخریجه تحت عنوان: "دوسرے پیر سے خلافت قبول کرنا")

(۲) (کلیات امدادیه، ضیاء القلوب، ص: ۸/ ۳۷/ ۷، ابتدائیه از مصنف، دار الاشاعت)

(۳) پہلا مسئلہ: میلاد، ص: ۷۸، دوسرا مسئلہ: فاتحہ مروجہ، ص: ۸۱، تیسرا مسئلہ: عروس، ص: ۸۲۔ (کلیاتِ امدادیہ، رسالہ "ہفت مسئلہ"، ص: ۷۷-۸۶، دارالاشاعت)

ان سے بیعت ہوتا مگر معاملہ برعکس ہوگیا کہ وہ پہلے بیعت ہوگئے ان کے فتویٰ اور حکم سے باہر نہ جائیں''(۱)۔حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ کے متعلق ایک جگہ فرمایا ہے کہ ''میرے سلسلے کے فخر ہیں''۔حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے متعلق بھی بہت تعریف واعتماد کے الفاظ مذکور ہیں (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۰/۱۴۰۰ھ۔

کیا خلافت دینے کیلئے مرید ہونا ضروری ہے؟

سوال[۱۵۲۴]: خلافت دینے کیلئے مرید کرنا ضروری ہے، یا خلافت دینے والے کا ہی مرید ہونا ضروری ہے، یا اپنے کسی پیر بھائی کے مرید کو بھی خلافت دی جاسکتی ہے (ایک ہی سلسلہ کے) کسی دوسرے سلسہ کے بھی مرید کو بغیر مرید کئے خلافت دے سکتے ہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر تزکیۂ باطن کرلیا اور احسان وحضور کی کیفیت حاصل ہوگئی تو اس کو بھی اجازت دے سکتے ہیں (۳)، مرید ہی ہونا رسمی طور پر لازم نہیں (۴)، البتہ مرید ہونے سے نفع زیادہ ہوتا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۷/۱۴۰۶ھ۔

شیخ کا نافرمان کیا سجادہ نشین بننے کا مستحق ہے؟

سوال[۱۵۲۵]: خلفاء اور ورثاء میں ہر وہ شخص جو اپنے پیر ومرشد کا نافرمان، مزید برآں وصیت کے

---

(۱) (کلیات امدادیہ، ضیاء القلوب، ص:۲۷، نصیحت اور وصیت آمیز کلمے، دارالاشاعت)

(۲) ''حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی جو ہمارے حضرت پر عنایتیں تھیں اس کا تذکرہ خود حضرت والا فرمارہے تھے اس میں فرمایا: ''کہ زیادہ خوشی کی بات یہ ہے کہ بحمد للہ کسی وقت کسی موقع پر حضرت کو میری طرف سے کسی قسم کی کوئی گرانی نہیں ہوئی اور حضرت حاجی صاحب میرے متعلق یہ سمجھتے تھے اور فرماتے بھی تھے کہ یہ بالکل میرے مذاق کے موافق ہے، بس جو میرا مذاق ہے وہی اس کا ہے''۔(ملفوظات حکیم الامت: ۱۰/۲۱۹، ملفوظ نمبر: ۱۸۸، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان)

(۳) (مر تخریجه سابقاً تحت عنوان: ''دوسرے پیر سے خلافت قبول کرنا'')

(۴) (کفایت المفتی، کتاب السلوک والطریقة: ۲/۱۰۸، دار الإشاعت کراچی)

(وکذا القول الجمیل، الفصل الثانی، ص: ۱۲، کلکته)

خلاف دست تصرف دراز کر کے اورحق تلفی کر کے خودساختہ ہر چیز کا مالک ومنتظم بن بیٹھا، وہ صحیح معنوں میں سجادہ نشین کہلانے کا مستحق ہے کہ نہیں، لہذا اس سے بیعت درست ہے کہ نہیں؟ محمد ظل الرحمٰن، ڈزلین، کلکتہ:۳۳۔

الجوب حامداً و مصلیاً:

خلافت اور بیعت کرنے کا وہ مستحق ہے جس کے اخلاقِ رذیلہ کی اصلاح ہوگئی ہو اور اخلاقِ فاضلہ اور اعمالِ صالحہ میں رسوخ رکھتا ہو، متبعِ سنت اور احکام شرع کا پابند ہو(۱) اور اس کے شیخ محقق نے اس پر اعتماد کیا ہو کہ یہ صاحبِ نسبت ہے، اس کے ساتھ تعلقِ اصلاح کرنے سے اخلاق واعمال کی اصلاح ہوکر کیفیتِ احسان حاصل ہوتی ہو، حبِ مال وحب جاہ سے خالی ہو، ورنہ جیسا پیر ہوگا ویسے اثرات مرید میں پیدا ہوں گے (۲)۔ فالله خير حافظاً۔

تنبیہ: اس طرح مبہم سوالات کر کے جوابات کو کسی شخص پر منطبق کرنا بسا اوقات غلط اور موجبِ فتنہ بھی ہوتا ہے، جس کی ذمہ داری سائل پر ہوتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۳/۹۱ھ۔

پیر بھائی کو اجازت وخلافت

سوال[۱۵۲۶]: کسی بھی شیخ کے وصال کے بعد ان کے شیخ صاحب کے خلیفہ کو یہ اختیار ہے کہ وہ اپنی طرف سے اپنے پیر بھائی کو خلافت دے سکے۔ خلیفہ اپنے پیر بھائی کو بیعت کر کے خلافت دے سکتا ہے یا بغیر بیعت کئے ہوئے ہی خلافت دے سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ اھل ہے، تزکیۂ اخلاق ہوگیا ہے، نسبت حاصل ہوگئی، طریقہ تربیت سے واقف ہے تو اجازت

---

(۱) قال علی القاری: "الولی هو العارف بالله و صفاته بقدر مایمکن له، المواظب على الطاعات، المجتنب عن السيئات، المعرض عن الانهماك في اللذات والشهوات والغفلات واللهوات". (شرح الفقه الأكبر، ص: ۷۹، قديمی)

(و كذا في إعلاء السنن، باب الزهد، ص: ۱۸/ ۴۴۳، ادارة القرآن)

(۲) (مر تخريجه تحت عنوان: "پیر کیسا ہونا چاہئے"؟)

دے سکتا ہے، دونوں طرح درست ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیو بند

حضرت غوث پاک کا چور کو قطب بنا دینا

سوال[۱۵۲۷]: حضرت غوثِ پاک کے دربار میں ایک چور چوری کے ارادہ سے داخل ہوا مگر وہ چوری کرتے ہوئے گرفتار ہوگیا، جب اسے حضرت غوث پاک کے سامنے پیش کیا گیا تو اس وقت آپ نے فرمایا کہ میرے دربار سے کوئی شخص خالی ہاتھ نہیں گیا ہے، اس لئے جا! تجھے شہر قطب کی جگہ مقرر کیا جاتا ہے، یہ سن کر تمام حاضرینِ مجلس دم بخود رہ گئے۔ یہ واقعہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بزرگ حضرات اکثر اپنے ستانے والوں پر احسان کیا کرتے ہیں، کسی عامی چور کا دم میں توبہ کرکے اصلاح پذیر ہوجانا بعید نہیں۔ حق تعالیٰ مقلب القلوب ہیں، جب چاہیں کسی ذلیل کو عزت کا تاج پہنا دیں، اس کے برعکس بھی ہوسکتا ہے(۲)۔ اس قسم کے واقعات دنیا میں بکثرت پیش آئے ہیں ممکن ہے کہ واقعہ مسئولہ بھی پیش آیا ہو۔



---

(۱) (مر تخریجہ سابقاًتحت عنوان: ''دوسرے پیر سے خلافت قبول کرنا'')

(۲) قولہ تعالیٰ: ﴿وتعزّ من تشآء وتذلّ من تشآء، بیدک الخیر، إنک علی کل شيءٍ قدیر﴾ (آل عمران: ۲۶)

''وعن عبداللہ بن عمرو قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ''إن قلوب بنی آدم کلها بین إصبعین من أصابع الرحمٰن کقلب واحد، یصرفه کیف یشاء''. ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ''ألّلهم مصرف القلوب! صرف قلوبنا علی طاعتک''. رواه مسلم''. (مشکوٰة المصابیح، ص: ۲۰، باب الإیمان بالقدر، الفصل الأول، قدیمی)

(والصحیح لمسلم: ۳۳۵/۲، کتاب القدر، باب تصریف اللہ تعالیٰ القلوب کیف شاء، قدیمی)

(ومسندالإمام أحمد: ۱۶۸/۲، مسند ابن عمرو، رقم الحدیث: ۶۵۳۳، دارإحیاء التراث العربی، بیروت)

ما یتعلق بالبیعة

(بیعت کا بیان)

قرآن وحدیث سے بیعت کا ثبوت

سوال[۱۵۲۸]: بندہ ایک بزرگ سے مرید (بیعت) ہے، پہلے یہ حال تھا کہ کبھی نماز پڑھی کبھی نہیں، زبان کو گالی کی عادت تھی، جھوٹ کثرت سے بولتا تھا، جھوٹی قسمیں بھی کھالیا کرتا تھا، قرآن شریف کی تلاوت صرف رمضان میں کبھی کرلیا کرتا تھا، آمدنی میں حرام، حلال کی تمیز بالکل نہیں کرتا تھا، بڑوں بوڑھوں کا ادب لحاظ نہیں تھا، پڑوسیوں سے اکثر لڑائی اور بدسلوکی ہوتی تھی۔ بیعت کے بعد الحمدللہ ان سب خطاؤں اور گناہوں کی آہستہ آہستہ اصلاح ہوئی جس کا احساس میرے ملنے والوں کو بھی ہے، نماز کی پابندی نصیب ہوئی اور ایسا دل لگتا ہے جیسے بالکل اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہے اور اپنے پیر صاحب کی خدمت میں حاضری کے وقت گذشتہ گناہ یاد آکر رونا آتا ہے اور توبہ کی توفیق ہوتی ہے، بندہ سمجھتا ہے کہ یہ سب بیعت کی برکت ہے۔

ایک صاحب نے کہا کہ یہ پیری مریدی تو جوگیوں اور بدھ مذہب والوں کا طریقہ ہے کہ وہ ایجابی کام کم کراتے ہیں سلبی کام زیادہ کراتے ہیں، بلکہ ان کے یہاں سب سلبی ہی سلبی تعلیم ہے کہ فلاں کام نہیں کرنا، بس آدمی کو عضوِ معطل ومفلوج بنا کر رکھ دیتے ہیں۔ غرض اس طریقہ میں کوئی خوبی نہیں اور یہ کتاب وسنت سے ثابت بھی نہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو اسلام کی بیعت ثابت ہے کہ وہ کافروں کو مسلمان بناتے تھے، نہ یہ کہ وہ مسلمانوں کو بیعت کیا کرتے تھے۔ بندہ اس کا جواب نہیں دے سکا، مرید ہونے کا فائدہ خود کو تو محسوس ہورہا ہے، لیکن ان صاحب کا جواب دینے کے لئے اپنے پاس سامان نہیں۔

آپ سے گزارش ہے کہ جواب عنایت فرمائیں اندیشہ یہ ہے کہ ان صاحب کا اعتراض دل میں جم نہ جائے جس سے نقصان پہنچے۔ فقط والسلام

مفتی ابراہیم صالح جی، مدرسہ تعلیم الدین، دربن جنوبی افریقہ، ۶/۶/۱۴۱۰ھ۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

ان صاحب سے عرض کردیں کہ وہ سورۃ الفتح پڑھیں، اس میں ارشاد ہے: ﴿إن الذین یبا یعونك إنما یبایعون اللّٰه ﴾الآیة (۱) پھر چند آیات کے بعد یعنی تیسرے رکوع کے شروع میں ہے: ﴿لقد رضی اللّٰه عن المؤمنین إذ یبایعونك تحت الشجرۃ ﴾الایة (۲) یہاں مؤمنین بلکہ اعلیٰ درجہ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بیعت لی گئی جن میں وہ حضرات بھی ہیں جو مکہ مکرمہ میں اسلام لا چکے تھے اور دینِ اسلام کی خاطر بڑی تکلفیں برداشت کر چکے تھے اور ان کا شمار مہاجرین اولین میں ہے اور غزوات میں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برابر شریک رہتے تھے، یہ بیعت اسلام قبول کرنے کے لئے نہیں تھی، اسلام تو ان کو بہت پہلے سے حاصل تھا جب کہ نہایت قوی تھا۔

اور سورہ ممتحنہ پڑھیں جس میں ارشاد ہے: ﴿یا أیها النبی إذا جاء ك المؤمنات یبایعنك علی أن لا یشرکن باللّٰه شیئاً و لا یسرقن و لا یزنین و لا یقتلن أولادهن، و لا یأتین ببهتان یفترینه بین أیدیهن وأرجلهن، و لا یعصینك فی معروف، فبایعهن ﴾ الایة (۳) اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ

---

(۱) (سورۃ الفتح : ۱۰)

وقد قال ابن کثیر: "وهذه بیعة الرضوان، وکانت تحت شجرة سمر بالحدیبیة، أو کان الصحابة رضی اللہ عنهم الذین بایعوا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یومئذ قیل: ألفاً و ثلثمائة". (تفسیر ابن کثیر: ۲۳۷/۴، متکبه دار السلام الریاض)

(۲) (سورۃ الفتح :۱۸)

(۳) (سورۃ الممتحنة : ۱۲)

قال البخاریؒ: "و عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها زوج النبی صلی اللہ علیه وسلم قالت: کان رسول اللہ ﷺ یمتحن من هاجر إلیه من المؤمنات بهذه الآیة﴿ یأیها النبی إذا جاء ک المؤمنات یبایعنک (الی قوله) غفور رحیم﴾ قال عروة عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها: فمن أقر بهذا الشرط من المؤمنات قال لها رسول اللہ: "قد بایعتک". کلاماً، و–لا واللہ– مامست یده ید امرأة فی المبایعة اهـ". الحدیث . (صحیح البخاری، باب الطلاق، باب قول اللہ (و لا تنکحوا المشرکات): ۷۹۶/۲، قدیمی)

"و قال الإمام أحمد: "و عن عبادة بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنه قال کنا عند رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی مجلس فقال: "بایعونی علی أن لا تشرکوا باللہ شیئاً، و لا تسرقوا، ولاتزنوا، و لا تقتلوا أولادکم، =

نے چھ چیزوں پر بیعت لینے کا حکم فرمایا ہے اور سب سلبی ہیں، اگر غور کریں تو سمجھ میں آئے کہ چھٹی چیز تمام ایجابات کو حاوی ہے یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی معروف میں نافرمانی نہ کریں، جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر فرمان کی اطاعت کریں، یہ صورۃً سلب ہے اور حقیقۃً سب سے بڑا ایجاب ہے، اس کے علاوہ بعض صحابہ سے اَور بھی کسی خاص چیز پر بیعت لینا ثابت ہے۔ بزرگانِ دین جو بیعت لیتے ہیں وہ جوگیوں اور بدھ مذہب والوں کی پیروی نہیں کرتے بلکہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں کہ چند کبائر سے صراحۃً توبہ کراتے ہیں اور ہر نافرمانی سے روک کر طاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر آمادہ کرتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں صاف صاف موجود ہے:

"عن عبادة بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ– و حوله عصابة من أصحابه–: "بايعوني على أن لا تشركوا بالله شيئاً، و لا تسرقوا، و لا تزنوا، و لا تقتلوا، أولادكم، و لا تأتوا ببهتان تفترونه بين أيديكم وأرجلكم، و لا تعصوا فى معروف، فمن وفیٰ منكم فأجره على الله، و من أصاب من ذلك شيئاً فعوقب به فى الدنيا، فهو كفارةٌ له، و من أصاب من ذلك شيئاً ثم ستره الله، فهو إلى الله إن شاء عفا عنه، وإن شاء عاقبه". فبايعناه على ذلك اهـ". متفق عليه". (مشكوة شريف)(۱)۔

مشائخِ تصوف چشتی، قادری، نقشبندی، سہروردی سب کے یہاں بیعت کا طریقہ یہی ہے اور بہت بڑی مخلوق کو اس کے ذریعہ تزکیۂ باطن ہوکر نسبتِ سلسلہ حاصل ہوتی ہے، اخلاقِ رذیلہ دور ہوکر اخلاقِ فاضلہ نصیب ہوتے ہیں۔ فقط واللہ الموفق لما یحب ویرضیٰ۔

حررہ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہ نزیل جوہانسبرگ جنوبی افریقہ ۱۴۱۰/۶/۱۰ھ

= قرأ الآية التي أخذت على النساء: ﴿إذ جاءك المؤمنات﴾ فمن وفیٰ منكم فأجره على الله، و من أصاب من ذلك شيئاً فعوقب به فهو كفارة له، و من أصاب من ذلك شيئاً ثم ستره الله، فهو إلى الله إن شاء غفر له، وإن شاء عذبه". أخرجه في الصحيحين". (تفسير ابن كثير: ۴/۳۵۳، مكتبه دارالسلام الرياض)

(ومشكوة المصابيح، كتاب الإيمان: ۱/۱۳، قديمى)

(۱) (مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان: ۱/۱۳، قديمى)

(وكذا رواه البخارى أيضاً فى كتاب الإيمان، باب بدون ترجمة: ۱/۷، قديمى)

پیر یا ولی کی ضرورت

سوال [۱۵۲۹]: ا...... کیا خدا تک پہونچنے کے لئے پیر یا ولی کا سہارا ضروری ہے؟

۲...... جب خداوند کریم شہ رگ سے بھی زائد قریب ہے تو سہارے کی ضرورت کیوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ا...... اگر راستہ بغیر پیر اور ولی کے معلوم ہو اور چلنے کی قدرت بھی ہو تو پھر واسطہ ضروری نہیں جیسے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا حال ہوتا ہے۔

۲...... اس لئے کہ نہ اس کا ادراک ہے اور نہ ادراک کا طریقہ معلوم، کتنے انسان ایسے ہیں جو اپنی شہ رگ کو بھی نہیں جانتے تو وہ اُوراوصاف وصفات وخواص کو کیا جانیں گے۔ فقط. واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴۰۰/۵/۱۷ھ۔

مقاصدِ بیعت

سوال [۱۵۳۰]: کسی بزرگ سے بیعت ہونے کا کیا مطلب ہوا کرتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیعت کے مقاصد متعدد ہوتے ہیں (۱):

۱- **توبہ کرنا**: جس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ طالب کسی بزرگ کے ہاتھ پر اپنے گناہوں سے توبہ اور عہد کرتا ہے کہ آئندہ گناہ نہیں کروں گا اور ان بزرگ کو اپنی توبہ کا گواہ بناتا ہے اور ان سے دعا وتوبہ کا خواستگار ہوتا ہے جس کی برکت سے اپنی توبہ پر قائم رہے۔

۲- **تبرک**: جس کا یہ حاصل ہے کہ کسی بزرگ کے ہاتھ پر محض داخلِ سلسلہ ہونے کے لئے بیعت ہو جائے کہ ان بزرگ اور ان کے سلسلہ سے محبت ہے، اللہ تعالیٰ ان بزرگ کے ساتھ قیامت کو محشور فرمائے،

---

(۱) "اعلم أن البيعة المتوارثة بين الصوفية على وجوه: أحدها: بيعة التوبة من المعاصي، والثاني: بيعة التبرك في سلسلة الصالحين" اهـ. (القول الجميل، الفصل الثاني، سنة البيعة، ص: ۱۱۲، كلكته)

(كليات امداديه، رساله ضياء القلوب، ص: ۱۰، دار الاشاعت كراچی)

نابالغ بچوں کو عامۃً اسی مقصد کے لئے بیعت کرا دیا جاتا ہے۔

۳- جہاد: جس کا حاصل یہ ہے کہ اعلائے دین کے لئے خدائے پاک کے دی ہوئی تمام صلاحیتوں اور قوتوں: جان، مال، عزت، طاقت وغیرہ کو خدا کے راستے میں ان بزرگ کی تجویز کے مطابق خرچ کرنا۔

۴- سلوک: جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کی معرفت ورضامندی حاصل کرنے کے لئے اس کی راہ میں حائل ہونے والے اخلاقِ رذیلہ واعمالِ سیئہ کو چھوڑ کر اخلاقِ فاضلہ واعمالِ صالحہ کے ساتھ متصف ہونے کی کوشش کرنا اور جس قدر مجاہدہ وریاضت، تزکیۂ نفس، واصلاحِ نفس کے لئے شیخ تجویز کریں اس کو بطیبِ خاطر اختیار کرنا جس سے نفس کو فانی مالوفات کی بے محل رغبت باقی نہ رہے، بلکہ خدائے پاک کی ذات وصفات سے گہرا اور دائمی تعلق واستحضار قائم ہوجائے، شیخ اپنے مشائخ کے واسطہ سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نائب ہوتا ہے۔

کیا بیعت کے بغیر کامل اصلاح نہیں ہوسکتی؟

سوال[۱۵۳۱]: کسی بزرگ سے تعلق قائم کئے بغیر کیا براہ راست شریعت پر عمل کرکے کامل اصلاح نہیں ہوسکتی؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

کسی ولی کامل سے رابطہ قائم کئے بغیر اول تو عامۃً پوری طرح احکامِ شریعت پر عمل ہوتا ہی نہیں، دوسرے اس میں اخلاص نہیں پیدا ہوتا۔ اسی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، وہلم جراً رابطہ قائم کیا اور بیعت ہوئے اور یہ بیعت صرف امر خلافت میں اطاعت کے لئے نہیں تھی، بلکہ تزکیۂ باطن کے استحکام کے لئے بھی ہوتی تھی اور یہی وجہ ہے کہ ہر زمانہ کے اکابر علماء نے باوجود مہارت علمیہ کے بیعت کی ضرورت محسوس کی (۱) جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے خاندان کے علماء کا حال معلوم ہے۔ اخیر دور میں مولانا گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ، مولانا نانوتوی، مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہم نے

---

(۱) (سیأتی تخریجه تحت عنوان: ''کیا بیعت ہونا ضروری ہے؟'' وتحت عنوان: ''کیا شیخ صالح کے ہاتھ بیعت ضروری ہے؟'')

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کی ضرورت سمجھی اوراس بیعت کی بدولت بہت کچھ باطنی منافع حاصل کئے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کیا شیخ صالح کے ہاتھ پر بیعت ضروری ہے؟

سوال[۱۵۳۲]: کیاکسی شیخ صالح کے ہاتھ پرتوبہ کرلینا شرعاً ضروری ہے؟اگرشیخ صالح نظرنہیں آتاتو پھرکیا کیا جائے؟کسی جعفری، رضوی، صدیقی وغیرہ کی بھی شرط ہے یانہیں؟ بہت سے لوگ بغیرتوبہ کے مرجاتے ہیں ان کا کیا حشر ہوگا؟ تصوف کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیرتوبہ مرجانا جاہلیت کی موت ہے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

توبہ قبول ہونے کے لئے تو یہ ضروری نہیں کہ کسی شیخ کے ہاتھ پرہی توبہ کی جائے، ہرایک کا معاملہ براہ راست اپنے خدا سے ہے(۱)،لیکن شیخِ صالح کی برکت اورتوجہ سے توبہ پر استقامت نصیب ہوتی ہے ورنہ بسااوقات آدمی اپنی توبہ توڑ دیتا ہے(۲)،بغیرتوبہ کے دنیا سے جانا بہت بڑی محرومی ہے،توبہ ہمیشہ ہی کرتے رہنا چاہیئے،قرآن پاک اورحدیث شریف میں بہت تاکید آئی ہے:﴿یاأیھا الذین آمنوا توبوا إلی اللہ﴾(۳)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند،۹/۳/۸۸ھ۔

الجواب صحیح:بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند،۱۱/۳/۸۸ھ۔

---

(۱) "یقول تعالیٰ: ﴿من عمل صالحاً فلنفسه﴾: أی إنمایعود نفع ذلک علی نفسه ﴿و من أساء فعلیها﴾ إنمایرجع وبال ذلک علیه". (تفسیر ابن کثیر :۱۳۲/۴، دار السلام ، ریاض)

(۲) "ولیتیسّر ذلک إلا بالمعاهدة علی ید شیخٍ کامل قد جاهد نفسه و خالف هواه .... و من ظن من نفسه أنه یظفر بذلک بمجرد العلم و درس الکتب، فقد ضل ضلالاً بعیداً، فکماأن العلم بالتعلم من العلماء، فکذلک الخُلق بالتخلق علی ید العرفاء". (إعلاء السنن ، باب الزهد والورع :۴۴۳/۱۸، إدارة القرآن کراچی)

(۳) (سورة التحریم :۸)

و قال الإمام ابن کثیر: "عن عمر رضی الله تعالیٰ عنه قال: "التوبة النصوح أن یتوب من الذنب ثم لایعود فیه، أو لایرید أن یعود فیه". (تفسیر ابن کثیر:۵۰۳/۴، دار السلام ریاض)

"وعن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه عن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم أنه قال: "قال الله =

کیا بیعت ہونا ضروری ہے؟

سوال[۱۵۳۳]: پیر بنانا کیسا ہے؟ فرض ہے یا واجب یا سنت؟ اگر کوئی شخص پیر نہ بنائے اور راہ سنت پر احکام خداوندی کے مطابق زندگی گزارے تو کیا وہ جنت میں نہیں جائے گا؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

پیر اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی صحبت اور اس کی ہدایت پر عمل کرنے سے راہ سنت پر چلنا اور احکام خداوندی کے مطابق زندگی گزارنا آسان ہوجاتا ہے (۱)۔ اگر کسی کو اللہ پاک نے یہ دولت عطا فرمادی اور اس نے کسی کو پیر نہیں بنایا تو وہ جنت کا مستحق کیوں نہیں ہوگا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۵/۲/۸۹ھ۔

ہاتھ میں ہاتھ لیکر بیعت کرنا

سوال[۱۵۳۴]: بزرگوں کے یہاں یہ دستور ہے کہ مرید ہونے والے کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر بیعت کرتے ہیں، اس کی کیا اصل ہے کیا اس کے بغیر بیعت نامکمل رہتی ہیں؟

= عزوجل: (أنا عند ظن عبدی بی، و أنا معه حیث یذکرنی) والله، لله أفرح بتوبة عبده من أحدکم یجد ضالته بالفلاة اهـ". و قال الشیخ تقی العثمانی فی شرح هذا الحدیث: "معنی الحدیث أن الله أرضی بالتوبة و أقبل له اهـ". (تکملة فتح الملهم، کتاب التوبة: ۳/۶، مکتبه دار العلوم کراچی)

(۱) "اعلم أن البیعة سنة و لیست بواجبة .... و لم یدل دلیل علی تأثیم تارکها، ولم ینکر أحد علی تارکها". (القول الجمیل، الفصل الثانی، ص: ۱۲، کلکته)

وقال الشیخ ظفر أحمد العثمانی: "وبالجملة فالتصوف عبارة عن عمارة الظاهر والباطن، أما عمارة الظاهر فبالأعمال الصالحة، و أما عمارة الباطن فبذکر الله و ترک الرکون إلی ماسواه ...... و کان یتیسر ذلک للسلف بمجرد الصحبة الخ". (إعلاء السنن، کتاب الأدب والتصوف والإحسان: ۴۳۸/۱۸، إدارة القرآن کراچی)

(۲) "اگر وہ شریعت کے احکام کے مطابق عمل کرتا رہا تو اس کو صرف اس وجہ سے کہ وہ کسی کا مرید نہیں تھا، کوئی نقصان نہیں ہوگا"۔ (کفایت المفتی، کتاب السلوک: ۱۰۸/۲، دارالاشاعت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ تعالیٰ کا عام معمول یہی رہا ہے کہ ہاتھ میں ہاتھ لیکر بیعت فرمایا کرتے تھے اس لئے کہ بیعت کرنا درحقیقت اس مقصد کا عہد کرنا ہے جس کیلئے بیعت کی جاتی ہے اور عہد کرتے وقت عام طور پر ہاتھ میں ہاتھ لیا جاتا ہے(۱) لیکن نفس بیعت بغیر ہاتھ میں ہاتھ لئے بھی منعقد ہوجاتی ہے۔

تنبیہ: عورتوں کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بغیر ہاتھ میں ہاتھ لئے ہی بیعت فرمایا کرتے تھے، نامحرم کو ہاتھ لگانا جائز نہیں (۲)۔ فقط۔

وفاتِ پیر کے بعد دوسرے پیر کی طرف رجوع

سوال[۱۵۳۵]: سلوک کے منازل طے کرنے کے بعد یعنی تعلیمات وغیرہ مکمل ہونے کے بعد، خلافت کے بھی عطا ہونے کے بعد، اپنے پیر کے وصال فرمانے کے بعد کسی دوسرے بزرگ کی طرف رجوع ہونا ضروری ہے، کیا ہمارے بزرگوں کا یہ طریقہ رہا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اصل مقصود تزکیۂ باطن ہے جس کی بدولت احسان وحضور کی کیفیت نصیب ہو جائے خواہ اجازت

---

(۱)قال الله تبارک وتعالی: ﴿إن الذين يبايعونک إنمايبايعو ن الله يدُ الله فوق أيد يهم﴾. (سورة الفتح: ۱۰)

وقال الحافظ ابن كثير: "عن أنس بن مالک رضى الله عنه قال: لمّا أمر رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ببيعة الرضوان كان عثمان بن عفان رضى الله عنه رسول رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إلى أهل مكة، فبايع الناس، فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "أللهم! إن عثمان فى حاجة الله تعالى وحاجة رسوله، فضرب بأ حدىٰ يد يه على الأخرى اهـ". (تفسير ابن كثير: ۲۳۸/۴، دارالسلام رياض)

(وأخرج هذاالحديث الدو لابى فى "الكنى والأسماء: ۱/۱۳۳، دارالكتب العلميه بيروت)

(وابن أبى شيبه فى مصنفه: ۱۲/۴۶، دارالفكر بيروت)

(۲) (سياتى تخريجه تحت عنوان: "عورتوں کو ہاتھ میں ہاتھ لیکر بیعت کرنا")

وخلافت عطاء ہو یا نہ ہو، اس کیلئے پوری جد و جہد کی ضرورت ہے، اگر ایک شیخ کی نگرانی میں احسان وحضور کی کیفیت مستحکم نہ ہوا اور اجازت وخلافت مل جائے تب بھی کام میں لگے رہنا چاہئے اور شیخ کا انتقال ہو جائے تو پھر دوسرے شیخ کی طرف رجوع کرنا چاہئے، اگر اسی سلسلے کے دوسرے شیخ ہوں تو بہتر ہے(۱)۔

اگر کوئی شخص اپنے شیخ کی عطا کردہ تعلیمات نیز اجازت وخلافت پر قناعت کر کے بیٹھ جائے اور آگے کوئی ترقی کرنا منظور نہ ہو تب بھی وہ گنہ گار نہیں، صوفیاء کا مقولہ مشہور ہے۔

شعر ؎

اے برادر بے نہایت گہیست ہر چہ بروئے می رسی بروے مایست

اکابرین میں بھی دونوں قسم کے ذوق کے حضرات گزرے ہیں اور موجود بھی ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، ۱۲/ ۷/ ۱۴۰۶ھ۔

ایک بزرگ کے بعد دوسرے سے بیعت کرنا

سوال[۱۵۳۶]: اگر کوئی شخص ایک بزرگ سے بیعت ہو گیا اور پھر کچھ دونوں کے بعد اپنی کم فہمی یا کسی دوست کے کہنے سے دوسرے بزرگ سے بیعت ہو گیا، بعد بیعت ہونے کے اس کو معلوم ہوا کہ ایک بزرگ سے بیعت ہونے بعد دوسرے بزرگ سے بیعت نہیں ہونا چاہئے، اب اس کو کیا کرنا چاہئے جبکہ وہ دوسرے بزرگ سے بیعت ہو گیا ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا شخص استخارہ کرے کہ یا اللہ! مجھ سے غلطی ہو گئی، اب جس سے نفع پہونچنا میرے لئے مقدر ہے میرے دل میں اس کو ڈالدے اور اس سے نفع پہونچا اور دوسرے کی طرف سے میرے دل کو اس مقصد سے خالی

---

(۱) "فإن كان بظهور خلل فيمن بايعه فلابأس، وكذلك بعد موته أو غيبة منقطعة، وأما بلاعذر فإنه يشبه المتلاعب ويذهب بالبركة ويصرف قلوب الشيوخ عن تعهده". (القول الجميل، الفصل الثانی، ص: ۲، کلکته)

"ولابأس أن يلقنه فيقول: قل: اخترت الطريقة النقشبنديه أو القادريه أو الچشتيه الخ". (القول الجميل، الفصل الثانی، ص: ۱۲، کلکته)

فرما، پھر دل کا رجحان جس کی طرف ہو اس کی خدمت میں جاتا رہے اور ہدایات پر عمل کرتا رہے، دوسرے سے بھی بدظن نہ ہو، نہ بدگوئی کرے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۳/۱/۸۸ھ۔

متعدد مشائخ سے بیعت

سوال[۱۵۳۷]: ایک شخص متبعِ سنت شیخ سے مرید ہوتا ہے اس کے بعد کسی دوسرے متبعِ سنت شیخ سے مرید ہوتا ہے، شیخِ ثانی نے قبل بیعت اس سے دریافت کیا کہ کہیں مرید تو نہیں؟ تب اس شخص نے جھوٹ بولا اور کہا کہ نہیں، (الف) اس جھوٹ بولنے کی وجہ سے اس شخص مذکور کی بیعت اول تو نہیں ٹوٹی؟ (ب) اور شیخ ثانی سے بیعت صحیح ہوگئی یا نہیں؟ (س) بعد تسلیم بیعت ثانی جھوٹ بولنے کے گناہ کی تلافی کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

(الف) جھوٹ بولنا گناہ ہے (۱) بیعت ہوتے وقت سب گناہوں سے توبہ کی جاتی ہے اور عہد کیا جاتا ہے کہ کوئی گناہ نہیں کروں گا اور یہ بھی کہ اگر گناہ ہوگیا تو توبہ کروں گا، گناہ کرنا خلاف عہد ہے مگر توبہ کرنے سے بیعت باقی رہ جاتی ہے، فسخ نہیں ہوجاتی (۲)، پس اگر شخص مذکور نے توبہ کرلی تو بیعت سابق باقی ہے۔

(ب) بیعت، ایک قسم بیعت توبہ ہے، وہ شیخِ ثانی بلکہ ثالث ورابع وغیرہ سے بھی درست ہے، کیونکہ

---

(۱) "وعن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "آية المنافق ثلث: إذاحدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا أو تمن خان". (صحيح البخاري، باب علامة المنافق، كتاب الإيمان: ۱/۱۰، قديمي)

(وكذافي مشكوٰة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الكبائر وعلامة النفاق: ۱/۳۱، دارالكتب العلميه بيروت)

(۲) "ارتکاب کبائر سے بیعت فسخ نہیں ہوتی"۔ (تربیت السالک: ۱/۳۹، دار الاشاعت کراچی)

"وعن أنس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "كل بني آدم خطأ وخير الخطائين التوابون". (مشكوٰة المصابيح، باب الاستغفار والتوبة، كتاب الدعوات: ۱/۴۳۷، دارالكتب العلميه بيروت)

(ومسند الإمام أحمد: ۳/۱۹۸، داراحياء التراث، بيروت)

اس کا حاصل تجدید توبہ ہے جس کا بار بار کرتے رہنا نصوص سے ثابت ہے: "کلکم خطأ ؤن وخیر الخطائین التوابون" (الحدیث) نماز اور خارج نماز میں بکثرت توبہ واستغفار منقول ہے، کسی شیخ کے ہاتھ پر توبہ کرنے سے زیادہ خیال رہتا ہے، بیعت مجاہدہ وریاضت میں ایک ہی شیخ سے عادۃً نفع ہوتا ہے (س) اس کی تلافی توبہ واستغفار ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱۱/ ۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱۱/ ۸۹ھ۔

کیا محض عقیدت کی بنا پر کسی کو مرید کہا جاسکتا ہے؟

سوال [۱۵۳۸]: حضرت سید محمد المعروف بہ پیر محمد شاہ المتخلص اقدس بن شاہ امین الدین بن شاہ علاء الدین قادری حسنی حسینی قدس سرہ ایک باکمال ولایت ذات بزرگ احمد آباد زین البلاد میں گزرے ہیں جن کا مزار بھی اسی جگہ واقع ہے، آپ کو متفرق خانوادوں سے خرقۂ خلافت حاصل تھا اور زیادہ تر قادریہ سلسلہ میں تحریر کرتے تھے۔ آپ نے کسی کو اپنا جانشین یا خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا اس لئے آپ کی وفات ۱۱۶۳ھ کے بعد آپ کا سلسلہ پیری مریدی ختم ہوجانا چاہئے، لیکن معرفت آ گاہ حضرت پیر محمد شاہ صاحب کی سوانح عمری (مذکورہ اقدس) جو مولانا سید ابوظفر صاحب ندوی بہ ایمائے جناب شیخ احمد بن شیخ حافظ محمد عثمان کمکوری والے، صدر انتظامیہ کمیٹی درگاہ حضرت پیر محمد شاہ بقید تحریر لائے ہیں اس میں مولانا موصوف ص: ۵۵ پر حضرت پیر محمد شاہ کے مریدین کے سلسلہ میں اس طرح رقمطراز ہیں:

"اب قدرتی امر ہے کہ لوگوں کے دلوں میں ایک سوال پیدا ہوا کہ مریدین کس کو کہتے ہیں جب کہ قبر سے مرید نہیں ہوتے اور آپ کا خلیفہ کوئی ہے نہیں تو صحیح بات یہ ہے کہ وہ ہر شخص جو حضرت کا عقیدت مند اور ارادت مند ہو وہ مرید تھے، چنانچہ مریدین حضرات آپ کے اس شعر سے بھی سند لاتے ہیں ۔

گر لے در پیر خالی شدہ   مثل اقدس ہست شاہ بے وزیر

---

(۱) "وعن عبد الله ابن مسعود رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "التائب من الذنب کمن لاذنب له". (مشکوٰة المصابیح، کتاب الدعوات، باب التوبة والاستغفار: ۱/۲۰۶، دار الکتب العلمیه بیروت)

اس شعر کے معنی کچھ بھی ہوں مگر ان کے عقیدت مندوں کا خیال یہ ہے کہ آخری مصرع سے یہ ثابت ہوا کہ آپ کا کوئی وزیر یعنی خلیفہ نہ ہوگا، فقط عقیدت کافی ہے۔ لیکن جس زمانہ میں یہ کمیٹی بنی ہے میرے خیال میں مریدوں کی اصطلاح کردی گئی ہے یعنی ہر وہ شخص جس کے آباء واجداد میں سے کوئی حضرت اقدس کا مرید ہوا ہے اور نسلاً بعد نسل یہ ارادت آج تک چلی آئی ہے''۔ لہذا مذکورہ بالا اقتباس، نیز عقائدِ ارادت مندان پیر سے چند سوالات پیدا ہوتے ہیں:

۱......مرید کس کو کہتے ہیں؟

۲......کیا کسی مرید کی اولاد میں سے کوئی شخص جو حضرت اقدس کا مرید نہ ہوا ہو مرید کہلا سکتا ہے؟

۳......کیا ارادت مندی کی بنا پر کسی کو کسی بزرگ کا مرید کہہ سکتے ہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

۱......جو کسی سے تعلق اصلاح وعقیدت رکھتا ہو اور اس کے ہاتھ پر بیعت ہوجائے یا اس سے اصلاح نفس اور تزکیہ اخلاق میں تربیت کا تعلق رکھتا ہو(۱)۔

۲......جس نے بیعت نہیں کی وہ اصطلاح میں مرید نہیں کہلاتا۔

۳......جب تک تعلقِ بیعت واصلاح نہ ہو محض ارادت کی بنا پر اصطلاحاً اس کو مرید نہیں کہہ سکتے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حاجی امداد اللہ صاحب کے مریدین میں کیا مولوی احمد رضا بھی ہیں؟

سوال[۱۵۳۹]: حضرت حاجی شاہ امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے کتنے جید مرید تھے؟ مولوی احمد رضا خان بریلوی بھی ان کے مریدوں میں سے تھے؟ کیا بحیثیت علم کے مثلاً: حدیث، فقہ، تفسیر و درس کے حاجی

---

(۱) ''اعلم أن البيعة المتوارثة بين الصوفية على وجوه: أحدها بيعة التوبة من المعاصي الخ''. (القول الجميل : الفصل الثاني ص: ۱۲، كلكته)

وفي إعلاء السنن : ''تزكية الأخلاق من أهم الأمور عند القوم.......... و لا يتيسر ذلك إلا بالمجاهدة على يد شيخ كامل قد جاهد نفسه و خالف هواه''. (إعلاء السنن، كتاب الأدب و التصوف، باب الترهيب عن مساوى الأخلاق: ۱۸/ ۴۴۲، ۴۴۳، ادارة القرآن)

صاحب کا پایہ علم میں مولانا حاجی حافظ رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ ومولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ بانی مدرسہ دیوبند وحضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ سے زیادہ تھا، یا حاجی صاحب کا پایہ صرف فقر اور بزرگی اور پیری ومرشدی میں بڑا تھا اور علم شرعی میں پایہ اپنے مریدوں سے کم تھا؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

مولوی احمد رضا خان صاحب جہاں تک مجھے علم ہے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے مرید نہیں تھے۔ حضرت حاجی صاحب کے بڑے بڑے مریدین وخلفاء حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری، حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ بعض حضرات ان میں سے بیعت بھی حاجی صاحب سے ہوئے اور خلافت بھی ان کو حاصل ہوئی، بعض صرف بیعت ہوئے اور پھر خلافت ان کو حضرت حاجی صاحب کے بعض خلفاء سے حاصل ہوئی اور بعض بیعت ہوئے حضرت حاجی صاحب کے بعض خلفاء سے پھر خلافت ان کو حاصل ہوئی حضرت حاجی صاحب سے (۱)۔

پایہ اور مرتبہ بیان کرنا بڑوں کا کام ہے۔ امداد المشتاق، ضیاء القلوب، مرقومات امداد، شمائم امدادیہ وغیرہ (۲) کے مطالعہ سے ممکن ہے کہ شاید آپ بھی کچھ سمجھ لیں اور پوری کیفیت بغیر نورِ قلبی معلوم نہیں ہوسکتی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

بیعت کے بعد پھر ارتکابِ معاصی

سوال [۱۵۴۰]: میرا ایک دوست ہے وہ سنگاپور میں رہتا ہے، اس کے خاندان کے لوگ ہندوستان میں ہیں، زمانۂ دراز سے بری صحبت میں پڑ کر بگڑ گیا، شراب نوشی، زناکاری، حتی کہ جتنی برائیاں ہیں سب اس میں تھیں، دوسال قبل وہ ہندوستان گیا تھا وہاں پر ایک بزرگ سے بیعت ہوا اور ان کے ہاتھ پر توبہ کی مگر یہاں سنگاپور

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے: (حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے خلفاء'' تالیف: ڈاکٹر فیوض الرحمٰن، مجلس نشریات اسلام کراچی)

(۲) (کلیات امدادیہ، مصنفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ، دار الاشاعت میں یہ رسائل موجود ہیں)

آنے پر اسی سوسائٹی سے ملنے جلنے پر پھر اسی پرانی عادتوں کا شکار ہوگیا یعنی جتنی برائیاں تھیں پھر ان سب کا مرتکب ہوگیا، پھر اب اس کو ہوش آیا ہے اور توبہ کر کے نماز کا پابند ہے اور رمضان کے روزے بھی رکھ رہا ہے۔ اب وہ یہ کہہ رہا ہے کہ جو بیعت ہوا تھا اس کا کیا حشر ہوگا، یعنی اس کی بیعت برقرار رہے گی یا ٹوٹ گئی؟ کیا پھر اس عالم بزرگ پیر سے سب کچھ کہہ کر بیعت ہو یا اس کی بیعت برقرار رہے گی؟ اس بارے میں جو حکم ہو تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً:

خدائے پاک کے سامنے توبہ کرتا رہے(۱) اور ان عالم بزرگ کو اگر وہ حیات ہوں ورنہ ان کے جانشین کو خط لکھ کر دریافت کرلے کہ جن چیزوں سے توبہ کی تھی پھر وہ چیزیں سرزد ہوگئیں، فی الحال خط کے ذریعہ سے بیعت دوبارہ قبول کرلیں، موقع ملنے پر حاضر ہو کر تجدیدِ بیعت کرلوں گا، اللہ تعالیٰ پختہ توبہ نصیب فرمائے (۲)۔ آمین! فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۹/۱۷ھ۔

کیا مرید اور شاگرد میں فرق ہے؟

سوال[۱۵۴۱]: ۱...... مرید اور شاگرد میں کیا فرق ہے؟ کیا شاگرد مرید کے زمرے میں ہوتا ہے؟

۲......زید کے ہاتھ پر بیعت ہونا جائز ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

۱......شاگرد عرفاً وہ کہلاتا ہے جو استاذ سے علم پڑھتا ہے، مرید وہ ہے جو پیر کے ہاتھ پر توبہ کرے اور گناہوں سے بچنے کا عہد کرے اور احکام خداوندی پر عمل کا وعدہ کرے اور اپنے نفس کی اصلاح پیر کے بتائے ہوئے طریقہ پر کرتا ہو(۳)۔ ہر شاگرد مرید نہیں ہوتا ہر مرید شاگرد ہوتا ہے، بعض میں دونوں باتیں ہوتی ہیں۔

---

(۱) "قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : "التائب من الذنب کمن لاذنب له". (مشکاۃ المصابیح، کتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبہ : ۱/۴۴۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۲) حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا: "اس سے بیعت تو نہیں ٹوٹتی، مگر اس کی برکت جاتی رہتی ہے، جیسے کوئی سخت بد پرہیزی کرلے تو اس کی حیات تو منقطع نہیں ہوتی، مگر صحت اور قوت بعض اوقات ایسی برباد ہوجاتی ہے کہ موت سے بدتر حالت ہوجاتی ہے"۔ (تربیت السالک، حصہ اول: ۱/۱۱۳، دارالاشاعت)

(۳) (سیأتی تخریجه تحت عنوان : "حکم بیعت") .... =

۲......اگر اس میں شرائط موجود ہوں، تو اس قسم کی بیعت جائز ہے، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ''قول جمیل'' (۱) کے حوالہ سے پیر طریقت کے لئے پانچ شرطیں بیان کی ہیں:

''مرید شدن از آنکس درست است که در آن پانچ شرائط متحقق باشد: شرطِ اول: علمِ کتاب و سنتِ رسول داشته باشد، خواه خوانده باشد، خواه از عالم یاد داشته باشد. شرطِ دوم: آن که موصوف بعدالت و تقوی باشد، و اجتناب از کبائر و عدمِ اصرار بر صغائر نماید. و شرطِ سوم: آنکه بے رغبت از دنیا و راغب در آخرت باشد، و بر طاعاتِ مؤکده و اذکارِ منقوله –که در احادیثِ صحیحه آمده اند– مداومت نماید. شرطِ چهارم: امر بالمعروف و نهی از منکر کرده باشد. و شرطِ پنجم: آنکه از مشایخ این امر گرفته باشد، و صحبتِ معتدبها ایشان نموده باشد، پس هر گاه این شروط در شخصے متحقق شوند، مرید شدن از آنکس درست است''. فتاوی عزیزی: ۲/۱۰۲ (۲). فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۶/ ۷/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/ ۷/ ۹۲ھ۔

حکمِ بیعت

سوال[۱۵۴۲]: بیعت ہونے کی کیا شرطیں ہیں اور کیسے آدمی سے بیعت ہونا چاہئے اور بعض آدمی یہ کہتے ہیں کہ جو بغیر بیعت کے مرجائے گا اس کی شفاعت نہ ہوگی اور شریعت اور طریقت کا رشتہ الگ الگ ہے، یہ بھی بعض جاہل فقیر ہی کہتے ہیں کہ اللہ میں فقیر اور فقیر میں اللہ؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جاہل فقیروں کا یہ مقولہ الحاد و زندقہ ہے، شریعت طریقت کا رشتہ الگ الگ ہونے کا مطلب

---

(۱) ''البيعة المتوارثة بين الصوفية على وجوه: أحدها بيعة التوبة من المعاصي، والثاني: بيعة التبرك في سلسلة الصالحين اهـ''. (القول الجميل، الفصل الثاني، ص: ۱۹، كلكته)

(۲) (فتاوی عزیزی، جواب سوالِ سوم: ۲/۱۰۴، مکتبہ رحیمیہ دیوبند، یوپی)

کیا ہے(۱)۔ بیعت ہونے کے لئے پیر کی ضرورت ہے، اس کی شرطیں ''امدادالسالکین، القول الجمیل، التکشف'' میں دیکھئے (۲) اس مختصر سی جگہ میں نہیں آسکتی۔ شفاعت ہر مسلم کی ہوگی، مقدم ومؤخر کا فرق ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

بیعت کا حکم

سوال[۱۵۴۳]: پیر کامل سے مرید ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں صحیح مسئلہ سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

عقائدِ حسنہ، اخلاق فاضلہ، اعمال صالحہ کی تحصیل ہر شخص پر واجب ہے خواہ اساتذہ سے، خواہ کتابوں سے پڑھ کر یا بزرگانِ دین کی صحبت میں رہ کر ہو یا خواہ بذریعہ مطالعہ ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جو حضرات بحالتِ ایمان حاضر ہوئے تو برکتِ صحبت سے ان کو یہ چیز حاصل ہوگئی، ان کے باطن میں ایک نور پیدا ہوگیا جس کے ذریعہ سے وہ حضرات حق و باطل، صحیح وغلط میں بے تکلف فرق کر لیتے تھے، اتنا تقویٰ

---

(۱) قال العلامة ابن عابدين: "الطريقة سلوك طريق الشريعة، والشريعة أعمال شرعية محدودة، و هما والحقيقة ثلاثة متلازمة". (ردالمحتار، المقدمة: ۱/۲۰، سعید)

"ظاهر را بظاهرِ شريعت و باطن را بباطنِ شريعت كه عبارت از حقيقت است، متجلى و متزين دارند، چه حقيقت و طريقت عبارت از حقيقتِ شريعت است، و طريقت آن حقيقت نه آنكه شريعت امرے ديگر است، و طريقت و حقيقت ديگر كه الحاد و زندقه است". (مكتوباتِ امام ربانى، دفتر اول، مكتوب: ۵۷، ۱/۷۳)

(وكذا فى المرقاة شرح مشكوة: ۱/۵۲۲، كتاب العلم، الفصل الثالث، رشيديه)

(۲) لما قال الشاه ولى الله الدهلوى رحمه الله تعالىٰ: " فشرط من يأخذ البيعة أمورٌ: أحدها علم الكتاب والسنة، والشرط الثانى: العدالة والتقوىٰ، والشرط الثالث: أن يكون زاهداً فى الدنيا راغباً فى الآخرة، والشرط الرابع: أن يكون آمراً بالمعروف ناهياً عن المنكر، والشرط الخامس: أن يكون صحب المشايخ و تأدب بهم دهراً طويلاً، وأخذ منهم نورالباطن والسكينة". (شفاء العليل ترجمة القول الجميل، ص: ۲۳ - ۳۰، الفصل الأول، حكمت بيعت)

(وكذا فى مكتوبات شاه غلام على، ص: ۱۰۹، مكتوب هشتاد و پنجم، (رساله اول)

(وكذا فى مرصاد العباد للشيخ نجم الدين كبيرىٰ، ص: ۱۵۸)

قلب میں پیدا ہوجاتا تھا کہ عمومی حالات میں بھی نفس وشیطان پر قابو رکھتے تھے، بعد میں آپ کے خلفاء اور دیگر صحابہ کے فیض صحبت سے دوسروں کو اس نوع کا نفع حاصل ہوتا رہا، پھر بعد زمانہ اور تغیر ماحول کی بنا پر اس مقصد کی تحصیل کے لئے مجاہدہ وریاضت کی ضرورت پیش آئی۔

جن حضرات نے اس نسبت کو حاصل کیا اب بھی ان کی صحبت سے بہت نفع پہونچتا ہے اور اب اس دور میں عمومی استعداد اتنی ضعیف ہوچکی ہے کہ بغیر پیر کامل سے رابطہ کئے اور بغیر ان کی ہدایت پر عمل کئے اخلاقِ رذیلہ زائل نہیں ہوتے اور اخلاق فاضلہ حاصل نہیں ہوتے، تاہم آج بھی کوئی سلیم الفطرۃ (جو لاکھوں میں سے ایک ہوگا) اپنے عقائد، اخلاق، اعمال کو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق خود ہی بنالے تو اس کو بیعت ہونے کی ضرورت نہیں (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱/۸۹ھ۔

جواب صحیح ہے اور ان تمام باتوں کے باوجود بیعت سنت ضرور ہے، اس کی سنیت سے انکار درست نہ ہوگا۔

بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

عورتوں کو ہاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت کرنا

سوال [۱۵۴۴]: جس پیر کے سامنے غیر محرم عورتیں بے پردہ آتی ہوں اور ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت ہوتی ہو، ایسا پیر عندالشرع پیر کہلانیکا مستحق ہے یا شیطان ہے، ایسے پیر کی عزت کرنی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پیر اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی ہدایات پر عمل کرنے کی برکت سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کے اتباع کی سعادت نصیب ہوجاوے، جو شخص خود خلاف سنت کام کرتا ہو، یہاں تک کہ بیعت بھی خلاف سنت کرتا ہو، اس سے بیعت ہوکر تو سارے ہی کام خلاف سنت ہوں گے اور کبھی بھی اتباع سنت کی توفیق نہ ہوگی، ایسے شخص کو پیر نہ بنایا جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی نامحرم عورتوں کو ہاتھ میں ہاتھ لے

(۱) (مر تخریجہ تحت عنوان: ''کیا بیعت ہونا ضروری ہے'')

کر بیعت نہیں فرمایا اور پردہ کی بہت سخت تاکید فرمائی ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

نامحرم کا ہاتھ پکڑ کر مرید کرنا

سوال[۱۵۴۵]: ایک شخص عورتوں کو مرید کرتا ہے عورتیں بے پردہ ہوکر مرید ہوتی ہیں اور ہاتھ میں ہاتھ پکڑ کر کہتا ہے کہ خوب زور سے پکڑو، پاؤں دبواتا ہے، سر میں تیل لگواتا ہے۔از روئے شرع کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

ایسا شخص فاسق ہے اس سے بیعت ہونا ناجائز ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی کسی اجنبی عورت کو ہاتھ نہیں لگایا، کسی عورت کے ہاتھ کو ہاتھ میں لیکر بیعت نہیں فرمایا(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

عورت کا مرید کرنا

سوال[۱۵۴۶]: عورتوں کے اجتماع میں اس مسئلہ پر بڑی کش مکش چل رہی ہے، ایک فریق کہتا ہے کہ پیری مریدی مرد عورت دونوں کیلئے جائز ہے، دوسرا فریق کہتا ہے کہ صرف مردوں کیلئے درست ہے، تیسرا فریق کہتا ہے کہ پیری مریدی نہ عورتوں کیلئے درست ہے نہ مردوں کیلئے۔اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

---

(۱) "وعن عائشه رضی الله عنهازوج النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قالت: كان رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم يمتحن من هاجر إليه من المؤ منات بهذه الآية: ﴿ياأيهاالذين آمنو إذاجاءك المئومنات يبايعنك (إلى قوله) غفور رحيم﴾ قال عروة: إن عائشة رضی الله عنهافمن أقر بهذاالشرط من المؤ منات قال لهارسول الله: "قد بايعتك". كلاماً، و-لاوالله- مامست يده يدامرأة فی المبايعة". الحديث (صحيح البخاری، كتاب الطلاق، باب قول الله: (ولاتنكحوا المشركات) : ۲/۷۹۲،قديمی)

(۲) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس طرح مردوں سے جہاد اور اسلام کے علاوہ تزکیۂ باطن کی بیعت لی اسی طرح عورتوں سے بھی تزکیۂ باطن اور تعمیرِ ظاہر، امتثالِ اوامر اور اجتنابِ نواہی پر بیعت لی، لیکن بیعت کے دوران جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عورت کے ہاتھ کو ہاتھ مبارک نہیں لگایا، كما تقدم فی الحاشية الأولی، بلکہ اگر کسی نے ہاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت کے لئے عرض بھی کیا لیکن حضرت نے انکار فرمایا، كماقال العلامة الآلوسیؒ: "قلنا : الله ورسوله أرحم بنامن أنفسنا، يارسول الله! ألاتصافحنا؟ قال: "لاأصافح النساء.......... اهـ". (روح المعانی: ۸۱/۲۸، تحت آية البقرة ، رقم: ۱۲)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصلاحِ نفس کی ضرورت مردوں کو بھی ہے اور عورتوں کو بھی ہے، اسی مقصد کیلئے مرید ہونے کی ضرورت ہوتی ہے(۱)، مگر دوسروں کی اصلاح کرنا اور مرید کر کے ذکر وشغل کی تلقین کرنا یہ کام مردوں کیلئے مخصوص ہے، معمولی باتوں کا مشورہ عورت بھی دے سکتی ہے، مرید نہیں کرسکتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۱/ ۵/ ۹۰ھ۔

عورت سے بیعت

سوال[۷ ۱۵۴]: عورتوں کے ہاتھ پر بیعت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے ہاتھ پر کسی نے بیعت نہیں کی، خلفائے راشدین اور بعد کے اکابرِ اہل اللہ کے یہاں بھی یہ دستور نہیں ملتا، اس لئے عورت کو پیر بنا کر اس کے ہاتھ پر بیعت نہ کی جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۴/ ۸/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۵/ ۸/ ۹۲ھ۔

---

(۱) "وعن عبادة بن الصامت رضی اللہ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم وحو له عصابة من أصحابه: "بایعو نی علی أن لاتشر کوا باللہ شیئاً، ولاتسرقوا، ولاتزنوا، ولاتقتلوا أولادکم".

(مشکوٰة المصابیح، کتاب الإیمان: ۱/ ۱۳ قدیمی)

(وصحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب بدون ترجمه: ۱/ ۷، قدیمی)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿یأیها النبی اذاجاءک المؤ منات یبایعنک علی أن لایشر کن باللہ شیئاً ولایسرقن ولایز نین﴾ الایه. (سورة الممتحنه، آیت: ۱۲)

(۲) "حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اخذِ بیعت اہلِ تصوف کے نزدیک عورت کو درست نہیں، مگر ہاں کسی کو شغل وظیفہ بتا دینا جائز ہے"۔ (فتاوی رشیدیه، ص: ۱۹۳، سعید)

اخلاق بلاعبادت اورعبادت بلااخلاق کا تقابل

سوال[۱۵۴۸]: ایک شخص مسلمان ہے، ازروئے عقیدہ پختہ حنفی المذہب ہے، قرآن پاک کی تلاوت مع ترجمہ خوب کرتا ہے، نیک خصلت ہے، جھوٹ سے نفرت ہے، معصیت وبداخلاقی سے محفوظ رہنے کی حتی الامکان بہت کوشش کرتا ہے یہاں تک کہ کوئی عادت رذیلہ نہ اس سے دیکھی گئی نہ سنی گئی، مگر اصل چیز نماز روزہ سے غافل ہے یعنی تارک ہے۔

دوسرا شخص بھی مسلمان ہے، پختہ حنفی ہے، اصل چیز نماز روزہ میں چوکس ہے، پیشانی پر نماز کے نشانات بھی موجود رہتے ہیں، ریش مبارک بھی ہے، مرید بھی ہے خلافت بھی حاصل ہے مگر جھوٹ بہت بولتا ہے، جھوٹی گواہی دیتا ہے، یتیم کا مال خوب کھاتا ہے، وعدہ خلافی اس کا شعار ہے، جس سے قرض لیتا ہے ادانہیں کرتا ہے، غرضیکہ بداخلاقی کا پتلہ ہے۔

سوال یہ ہے کہ بحالت موجودہ کون اچھا ہے، کون ترجیح کے قابل ہے؟ اولٹ کر ملاحظہ فرمائیے۔

۲......معیارِنبوت اخلاق ہیں یا عبادت؟

۳......اخلاق کو عبادت پر فوقیت ہے یا عبادات کو اخلاق پر؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز دین کا ستون ہے(۱)۔ جو شخص نماز کا تارک ہے وہ بہت بڑی معصیت میں مبتلا ہے(۲) حتی کہ اگر عمداً چھوڑ دے اور قضاء کی نیت نہ ہو اور خوف عقاب بھی نہ ہو تو کفر تک نوبت پہونچ جاتی ہے(۳) پھر ایسے

---

(۱)"الصلوة عماد الدين". (الكاف الشاف فى تخريج أحاديث الكشاف لابن حجر) (ولدرر المنتشرة للسيوطی، ص:۱۰۴)

(۲)"وعن بريدة رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "العهد الذى بيننا وبينهم الصلوٰة، فمن تركها فقد كفر". (مشكوٰة المصابيح، كتاب الصلوٰة، ص:۵۸، قديمى)

"ان بين الرجل وبين الشرك والكفر ترك الصلوٰة". (الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب بيان إطلاق اسم الكفر على من ترك الصلاة: ۱/۶۱، قديمى)

(۳)"وأما تارك الصلاة فإن كان منكراً لوجوبها، فهو كافر بإجماع المسلمين خارج عن ملة الإسلام، إلا أن يكون قريب عهد بالإسلام ...... وإن كان تركه تكاسلاً مع اعتقاده وجوبها كما هو حال كثير من =

شخص کو یہ کہنا کہ معصیت و بداخلاقی سے محفوظ رہنے کی حتی الامکان بہت کوشش کرتا ہے قرین قیاس نہیں (۱)۔ جہاں اس کو اللہ تعالیٰ نے اور اوصافِ حسنہ جھوٹ سے نفرت وغیرہ دئے ہیں، اس کو چاہئے کہ نماز کی بھی پابندی کرے (۲)۔ اسی طرح روزہ نہ رکھنا کبیرہ گناہ ہے، اس کی پابندی بھی فرض عین ہے (۳)۔ بغیر نماز روزہ وغیرہ عبادات کئے محض خوش اخلاقی عذاب سے نجات کے لئے کافی نہیں (۴)۔

= الناس فقد اختلف العلماء فيه الخ". (شرح النووی علی صحیح مسلم: ۱/ ۶۱ ، قدیمی)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (مرقاة المفاتيح: ۲/ ۲۷۲ ، بيروت جديد)

"وكذلك كان رأى أهل العلم من لدن النبى صلى الله عليه وسلم أن تارك الصلاة عمداً من غير عذر حتى يذهب وقتها كافر، وقال أيوب: ترك الصلاة كفرٌ لا يختلف فيه". (الزواجر عن اقتراف الكبائر: ۱/ ۲۲۰ ، دارالفكر بيروت)

(۱) "عن نافع مولى عبد الله بن عمر أن عمر بن الخطاب رضى الله تعالىٰ عنه كتب إلى عُمّاله: "إن أهم أمركم عندى الصلاة، فمن حفظها وحافظ عليها حفظ دينه، فمن ضيعها فهولما سواها أضيع". (المؤطا، كتاب وقوت الصلوة، باب: ۱ ، ۱/ ۶ ، دار إحياء بيروت)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿إن الصلاة كانت على المؤمنين كتاباً موقوتا﴾. (سورة النساء، پ: ۵، آية: ۱۰۳)

وقال الله تعالىٰ: ﴿فسبحان الله حين تمسون وحين تسبحون وله الحمد فى السموات والأرض وعشياً وحين تظهرون﴾. (سورة الروم، پ: ۲۱، آية: ۱۷، ۱۸)

وقال الله تعالىٰ: ﴿أقيمو الصلاة﴾. (البقرة، پ: ۱، آية: ۴۳)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿يا أيها الذين اٰمنوا كتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من قبلكم، لعلكم تتقون﴾. (سورة البقره، پ: ۲ ، آية: ۱۸۳)

وقال الله تعالىٰ: ﴿فمن شهد منكم الشهر فليصمه﴾ (سورة البقرة، پ: ۲ ،آية: ۱۸۳)

"قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "صلوا خمسكم، وصوموا شهركم، وأدّوا زكوة أموالكم، وأطيعوا ذا أمركم، تدخلوا جنة ربكم". (مشكوٰة المصابيح، كتاب الصلوٰة، ص: ۵۸ ، قديمى)

(۴) "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "يقول الله تعالىٰ: (أنا عند ظن عبدى بى) اهـ".

قال القارى: "حسن الظن يطلب من العبد فى أمر دنياه وفى أمر آخرته، أما أمر دنياه، فأن يكون واثقاً بالله تعالىٰ فى إيصال المنافع والمرافق إليه من غير كدٍ ولا سعى، أو بسعى خفيف مأذون فيه ومأجور عليه، وبحيث لايفوته ذلك شيئاً من فرض ولا نفل". (مرقاة المفاتيح: ۵/ ۳۶، بيروت جديد)

دوسرے شخص کا جھوٹ بولنا یتیم کا مال ناحق کھانا وغیرہ بھی کبیرہ گناہ ہیں (۱)، قیامت میں ہر ہر بات کی باز پرس ہوگی (۲)۔

حقوق العباد سر پر ہوتے ہوئے محض نماز روزہ سے عذاب سے چھٹکارا نہ ہوگا، حقوق العباد جس کے ذمہ ہیں اور ادا نہیں کرتا، اس کی حالت زیادہ خطرناک ہے، اس شخص سے جس کے ذمہ حقوق اللہ ہیں اور حقوق العباد سے سبکدوش ہے (۳)۔

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿إن الذين يأكلون أموال اليتمىٰ ظلماً إنما يأكلون فى بطونهم ناراً وسيصلون سعيراً﴾ (سورة النساء، پ: ۴، آية: ۱۰)

"آية المنافق ثلاث إذا حدث كذب اهـ". (مشكوٰة المصابيح، كتاب الإيمان، ص: ۱۷، قديمى)

"لأنهم نصوا على كبائر كثيرة، ولاحد فيها كآكل الربا ومال اليتيم والعقوق ...... وشهادة الزور". (الزواجر عن اقتراف الكبائر: ۸/۱، دارالفكر بيروت)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿من يعمل سوءً ا يجزبه﴾. (سورة النساء، پ: ۵، آية: ۱۲۳)

"قال الآلوسى رحمه الله: "عاجلاً أو آجلاً". (روح المعانى: ۱۵۲/۵، دارإحياء التراث العربى، بيروت)

(۳) "قال رسول الله صلى الله عيه وسلم: "الغيبة أشد من الزنا"، قالوا: يارسول الله! كيف الغيبة أشد من الزنا؟ قال: "إن الرجل ليزنى فيتوب، فيتوب الله عليه". وفى رواية: "فيتوب فيغفر الله له، وإن صاحب الغيبة لا يغفر له حتى يغفرها له صاحبه". وفى رواية: "صاحب الزنا يتوب، وصاحب الغيبة ليس له توبة". (مشكوٰة المصابيح، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، ص: ۴۱۵، الفصل الثالث، قديمى)

قال القارى: "(ليس له توبة): أى غالباً ؛ لأنه يحسبه هيّناً وهو عند الله عظيم، لكن البلية إذا عمت طابت، أو ليس له توبة مستقلة لتوقف صحتها على رضا صاحبها". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغيبة والشم، الفصل الثالث: ۶۱۰/۸، رشيديه)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (شرح النووى على صحيح مسلم: ۳۵۴/۲، قديمى)

۲......اخلاقِ حسنہ وعبادات دونوں میں نبی کے لئے کمال ضروری ہے، عبادات بلا اخلاق یا اخلاق بلا عبادات نبوت کے لئے کافی نہیں (۱)۔

۳......جن کو شریعت نے اخلاقِ حسنہ بتایا ہے وہ عبادات ہی ہیں، پھر فوقیت کا سوال بیکار اور لغو ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ ہذا، ۱۹/ شعبان/ ۵۲ھ۔

"نخلع و نترك من يفجرك" پر عمل کی صورت

سوال[۹۵۴۹]: موجودہ دور میں "نخلع و نترك من يفجرك" پر کس طرح عمل پیرا ہو سکتے ہیں،

---

(۱)"عن مالک بلغه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "بُعِثتُ لأتمم حسن الأخلاق". (مشكوٰة المصابيح، كتاب الآداب، باب الرفق والحياء وحسن الخلق، ص: ۴۳۲، قديمى)

"عن عائشة رضى الله عنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا أمرهم أمرهم من الأعمال بما يطيقون، قالوا: إنا لسنا كهيأتک يا رسول الله! إن الله قد غفر لک ما تقدم من ذنبک وما تأخر، فيغضب حتى يعرف الغضب فى وجهه ثم يقول: "إن أتقاكم وأعلمكم بالله أنا". (صحيح البخارى، كتاب الإيمان: ۱/۷، قديمى)

قال القارى رحمه الله: "قال الإمام فخر الدين تحت قوله تعالىٰ: (أولئک الذين هدى الله فبهداهم اقتده) الآية دالّة على فضله عليه الصلاة والسلام؛ لأنه تعالىٰ أمره بالاقتداء بهداهم، ولا بدله من امتثاله لذلک الأمر، فوجب أن يجتمع فيه جميع خصائلهم وأخلاقهم المتفرقة". (مرقاة المفاتيح، كتاب الأدب، باب الرفق والحياد وحسن الخلق، الفصل الثالث، رقم الحديث: ۵۰۹۶، ۸/۸۱۹، رشيديه)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿وإنک لعلى خلق عظيم﴾ .(سورة القلم، پ: ۲۹، آية: ۴)

"قالت عائشة رضى الله عنها: كان خلقه القرآن: أى ما فيه من مكارم الأخلاق، وإنما استعظم خلقه؛ لأنه جاد بالكونين وتوكل على خالقهما". (تفسير المدارک: ۲/۲۱۷، قديمى)

"قال ابن عباس: معناه على دين عظيم، لادين أحب إلىّ ولا أرضى عندى الخ". (تفسير الخازن: ۴/۳۱۵، حافظ كتب خانه)

(وكذا فى التفسير المظهرى: ۱۰/۳۱، حافظ كتب خانه)

رہبانیت کے علاوہ اَور صورت بھی ہوسکتی ہے؟ مگر اسلام رہبانیت کی بھی اجازت نہیں دیتا۔

الجواب حامداً و مصلياً :

فجور پر حسبِ استطاعت نکیر کرنے سے اس پر عمل ہوجائے گا(۱)، جیسے کہ اگر بچہ نجاست میں ملوث ہوتو اس کی وجہ سے بچے کو نہیں چھوڑا جاتا، نہ اپنے کو اس کی وجہ سے نجاست میں ملوث کیا جاتا ہے بلکہ حسنِ تدبیر سے اس کی نجاست سے بچتے ہوئے اس کو بھی نجاست سے پاک کیا جاتا ہے، یہی تقاضائے شفقت ورحمت ہے اور یہی تقاضائے طہارت و نظافت ہے اور یہی تقاضائے عبودیت و طاعت ہے اور یہی تقاضائے اتباع سنت ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔



(۱) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالىٰ عنه عن رسول الله ﷺ قال: "من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، و ذلك أضعف الإيمان" .... والمعنى أنه أقلها ثمرةً، فمن غيّر المراتب مع القدرة، كان عاصياً، و من تركها بلا قدرة، أو يرىٰ المفسدة أكثر ويكون منكراً بقلبه، فهو من المؤمنين .... ثم اعلم أنه إذا كان المنكر حراماً وجب الزجر عنه، و إذا كان مكروهاً ندب، والأمر بالمعروف أيضاً تبع لما يؤمر به .... و شرطهما أن لا يؤدي إلى الفتنة الخ". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول: ۸/۸٦٠، ۸٦۳، رشيديه)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿أدع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة و جادلهم بالتي هي أحسن﴾ الاية (سورة النحل : ۱۲۵)

مایتعلق بمجالس الصوفیة و أُذکارهم

(صوفیاء کی مجالس اوران کے وظائف کا بیان)

ایک پیر صاحب کے وظیفے

سوال[۱۵۵۰]: یہاں چندلوگ ایک فقیر کے مرید ہیں جن کا وظیفۂ ہدایت یہ ہے کہ بعد نماز عشاء جہراًوسراًیہ کہتے ہیں:"أنت الهادی أنت الحق لیس الهادی إلاهو"۔ دوسراوظیفہ یہ کہ "حسبی ربی جلّ اللّٰہ، مافی قلبی غیر اللّٰہ، نور محمد صلی اللّٰہ لاإله إلااللّٰہ"، تیسراوظیفہ "حسب ربی کل نور ہے،یامحمد ،یارسول اللّٰہ، لاإله إلااللّٰہ"۔ ان کے مریدین جن کوخلیفہ کہتے ہیں وہ فاسق وفاجر ہیں، کہتے ہیں کہ مجھے حالت بیداری میں بزرگان دین اولیاء کرام کی زیارت ہوتی ہے اور پیر صاحب عورتوں کو جماعت سے خودنماز پڑھاتے ہیں، روبرو بلاحجاب بٹھلاکرحلقہ کراتے ہیں اور مستورات بآواز بلند چیخ پکارکرتی ہیں۔اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ آج ہمارے حلقہ میں حضوراکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں، یہ پیر صاحب قادری خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ان اوصاف کے حامل بزرگ کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورتوں کوذکر جہری کرانا جس سے ان کی آواز نامحرموں تک جائے اوروہ چیخ پکارکریں، نیزان کو بے حجاب سامنے بٹھلاکر حلقہ کرانا سلسلہ قادریہ میں درست نہیں(۱)۔اس سلسلے کے امام حضرت سیدعبدالقادر جیلانی قدس سرہ ہیں،شریعت کے پابند تھے،خلاف سنت امور سے بہت دور تھے۔مذکورہ طریقہ پرحلقہ کرنا ان کے طریقہ کوبدنام کرنا ہے،حدیث پاک کی مخالفت ہے(۲)۔داڑھی منڈانا حرام ہیں:"یحرم علی الرجل

---

(۱) "أن صوت المرأة عورة". (ردالمحتار: ۳۶۹/۲، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی النظر والمس والدر المختار: ۴۰۶/۱، کتاب الصلوٰة، شروط الصلوٰة، سعید)

(۲) "وعن عائشه رضی اللہ عنها قالت: کانت المؤمنات إذا هاجرن إلی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم =

قطع لحیته اھ"۔ در مختار :۲/۲٦۱ (۱)۔

بیداری میں آنکھیں بند کرکے یا کھول کر جو زیارت ہوتی ہے وہ کشف کی ایک صورت ہے جس کیلئے نہ بزرگ ہونا ضروری ہے، نہ متقی ہونا بلکہ مسلمان ہونا بھی ضروری نہیں (۲)، میری خود ایسے لوگوں سے ملاقات ہوئی ہے جنھوں نے اپنے حالات ایسے بیان کئے ہیں، بعض ہندو اور سکھوں کو بھی ایسی صورت پیش آتی ہے، کبھی دماغی تخیلات سے بھی ایسا ہوتا ہے، کبھی امراض سے بھی ہوتا ہے، غرض خدائے پاک کی بارگاہ میں تو وہ چیزیں مقبول ہیں جو اتباعِ سنت کے ساتھ ہوں ورنہ مقبول نہیں اور اس کی حیثیت شعبدہ بازی ونظر بندی سے زیادہ نہیں، یہ بحث اس وقت ہے جبکہ اس شخص کو صادق مانا جائے "یا محمد، یا رسول اللہ" پکارنا درست نہیں، بالکل منع ہے۔ غرض ایسے حلقوں اور ایسے پیروں سے جدا رہنا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۱۴/٦/۸۷ھ۔

کیا بزرگوں سے رہبانیت ثابت ہے؟

سوال [۱۵۵۱]: ۱.....اسلام میں رہبانیت نہیں ہے تو عبدالقادر جیلانی نے جنگل میں ۲۵/ سال کیوں گزارے؟

۲.....کیا وہ حضرات اس سے مستثنیٰ ہیں؟

۳.....لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ پچیس سال تک پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غارِ حرا میں عبادت

= قال لهن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "انطلقن فقد بايعتكنّ". و-لا والله- مامست يد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يدا امرأة قط غير أنه بايعهن بالكلام اهـ". (صحيح البخاري، كتاب الطلاق، باب قول الله تعالى: (ولاتنكحوا المشركات حتى يؤمن: ۲/۷۹٦، قديمی)

(۱)" (ولذا يحرم على الرجل قطع لحيه". (الدر المختار، ٦/۴۰۷، فصل في البيع، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

(۲) حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حضرت سے کشف کے کمال ہونے کے بارے میں پوچھا گیا تو جواب میں فرمایا: "کوئی کمال معتبر نہیں اگرچہ کمال ہو، کیونکہ یہ امر مشترک ہے مومن وکافر میں تو کمال ہو، مگر خیر سے خیر ہے اور شر سے شر"۔ (فتاوی رشیدیہ، ص:۵۰۲، سعید)

(تالیفات رشیدیه، ص: ۷۲، ادارة اسلامیات، لاهور)

کی اس لئے عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۲۵/ سال جنگل میں گزارے ہیں۔ کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

۱......حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ ہوں یا کوئی اور بزرگ ان پر کوئی کیفیت طاری ہوئی ہے جس کی وجہ سے وہ بے اختیار ہوگئے، انہوں نے شرعی حکم قرار دیکر ایسا نہیں کیا۔

۲......نہیں کوئی مستثنیٰ نہیں (۱) حظوظ نفسانیہ سے اگر کوئی شخص پرہیز کرتا ہے اس اندیشہ کی بنا پر کہ معصیت کا ارتکاب نہ ہوجائے تو یہ رہبانیت نہیں بلکہ تحصیلِ تقویٰ میں معین ہے (۲)۔

۳......مجھے اس کی تحقیق نہیں کہ انہوں نے یہ کیا اور اس لئے کیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/ ۵/ ۱۴۰۰ھ۔

---

(۱) قال العلامة التفتازاني : "و لا يصل العبد ما دام عاقلاً بالغاً إلى حيث يسقط عنه الأمر والنهي لعموم الخطابات الواردة في التكاليف و إجماع المجتهدين على ذلك". (شرح العقائد النسفية، مبحث لايبلغ ولي درجة الأنبياء، ص: ١٦٦، قديمي)

(كذا في رد المحتار، مطلب في معنى درويش درويشان : ۴/ ۲۵۹، سعيد)

"رہبانیت کا عام اطلاق ترک لذات اور ترک مباحات پر ہوتا ہے، پھر اس کے کئی درجے ہیں، ایک یہ کہ مباح کے کرنے کو اعتقاداً یا عملاً حرام نہیں سمجھتا، البتہ دینی یا دنیاوی ضرورت کی وجہ سے اس کے چھوڑنے کی پابندی کرتا ہے تو یہ درحقیقت رہبانیت نہیں بلکہ تقویٰ ہے جو مطلوب فی الدین اور اسلاف کرام صحابہ وتابعین اور ائمہ دین سے ثابت ہے"۔ (معارف القرآن بتغيير : ۸/ ۳۲۹، ادارة المعارف كراچی)

سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ نے جو عزلت نشینی اختیار کی تھی وہ دوسرے درجہ کے قبیل سے تھی کہ مباحات اور حلال کے کرنے کو نہ اعتقاداً حرام سمجھتے تھے نہ عملاً، بلکہ دینی مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے کچھ عرصہ مباحات اور حلال چیزوں کے چھوڑنے کی پابندی کی جب وہ مقاصد وفوائد حاصل ہوگئے تو پھر اجتماعی زندگی اختیار کر لی۔

(۲) "وهي (أي فوائد العزلة) تنقسم إلى فوائد دينية و دنيوية، الدينية تنقسم إلى ما يمكن من تحصيل الطاعات في الخلوة والمواظبة على العبادة والفكر و تربية العلم، و إلى تخلص من ارتكاب المناهي التي يتعرض الإنسان لها بالمخالطة: كالرياء، والغيبة، والسكوت عن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، و مسارقة الطبع من الأخلاق الرديئة والأعمال الخبيثة من جلساء السوء .... الفائدة الأولىٰ: التفرغ للعبادة والفكر والاستئناس بمناجاة الله تعالىٰ عن مناجاة الخلق والاشتغال باستكشاف=

ذکر کے لئے اجتماع

سوال[۱۵۵۲]: سنا ہے کہ کتاب الصلوٰۃ ترغیب وترہیب کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ بروز قیامت ایک جماعت نور کے ممبروں پر بیٹھی ہوگی، انبیاء ومرسلین اس جماعت پر رشک کریں گے، اس جماعت کا کوئی رشتہ ناطہ آپس میں نہ ہوگا بلکہ سب ایک دوسرے کے غیر ہوں گے اور محض اللہ کے ذکر اور یاد کے لئے دور دراز سے سفر کر کے جمع ہوتے ہوں گے۔ یہ بات کہاں تک صحیح ہے؟

ریاض الحق کلیانوی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ روایت ترغیب وترہیب (۱) کی میری نظر سے نہیں گزری، البتہ یہ موجود ہے کہ جولوگ اندھیری

= أسرار الله تعالىٰ .... الفائدة الثانية: التخلق بالعزلة عن المعاصي التي يتعرض الإنسان لها غالباً بالمخالطة و يسلم منها في الخلوة، و هي أربعة : الغيبة، والنميمة، والرياء، والسكوت عن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، و مسارقة الطبع من الأخلاق الرديئة .... الفائدة الثالثة: الخلاص من الفتن والخصومات، و صيانة الدين والنفس عن الخوض فيها، والتعرض لأخطارها .... الفائدة الرابعة : الخلاص من شر الناس، فإنهم يؤذونك مرةً بالغيبة ومرةً بسوء الظن .... الفائدة الخامسة: أن ينقطع طمع الناس عنك و ينقطع طمعك عن الناس .... الفائدة السادسة : الخلاص من مشاهدة الثقلاء والحمقى الخ اهـ". (احياء علوم الدين، كتاب آداب العزلة، الباب الثاني في فوائد العزلة الخ : ۲/۳۰۴، ۳۱۶، رشيديه)

(۱) "وعن أبي الدرداء رضي الله عنه قال: قال: رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ليبعثن الله أقواماً يوم القيمة في وجوههم النور على منابر اللؤلؤ، يغبطهم الناس، ليسوا بأنبياء ولا شهداء"، قال: فجثا أعرابي على ركبتيه فقال: يارسول الله! حلّهم لنا نعرفهم؟ قال: "هم المتحابون في الله من قبائل شتى، وبلاد شتى، يجتمعون على ذكر الله يذكرونه".

" وعن عمرو بن عنبسة رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "عن يمين الرحمن —وكلتا يديه يمين— ، رجال ليسوا بأنبياء ولا شهداء، يغشى وجوههم نظر الناظرين، يغبطهم النبيّون والشهداء بمقعدهم وقربهم من الله عزوجل ، قيل: يارسول الله! من هم؟ قال: "هم جمّاع من نوازع القبائل يجتمعون على ذكر الله فينتقون أطايب الكلام كما ينتقي أكل التمر أطايبه". (الترغيب =

رات میں دور سے جماعت کی نماز پڑھنے مسجد میں آتے ہیں ان کے لئے نور کے ممبروں کی بشارت ہے(۱)۔اور جمع الفوائد:۲/ ۴۴۹ پر یہ روایت بھی کچھ فرق کے ساتھ موجود ہے جوسوال میں درج ہےاوراس کے الفاظ یہ ہیں:
''(أبوالدرداء)رفعه: "ليبعثن الله أقواماً يوم القيمة في وجوههم النور على منابر اللؤلؤ، يغبطهم الناس، ليسوا بأنبياء ولا شهداء، قال: فجثى أعرابي على ركبتيه فقال: يارسول الله! صلى الله عليه وسلم صفهم لنا نعرفهم قال: "هم المتحابون في الله من قبائل شتى وبلاد شتى، يجتمعون على ذكر الله يذكرونه"۔ (۲) للكبير اورمشكوٰة المصابيح ،ص: ٤٢٦(۳) میں انبیاء کے رشک کا بھی تذکرہ ہے۔فقط.واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبدمحمود گنگوہی۲۳/۳/۵۳ھ۔
صحیح:عبداللطیف،۲۶/ربیع الاول/۵۳ھ۔

= والترهيب: ۲/۴۰۶، كتاب الذكر والدعاء، الترغيب في حضور مجالس الذكر والاجتماع على ذكر الله، دارإحياء التراث العربي، بيروت)
(وكذا في رسائل اللكنوي: ۳/۴۸۴، ۴۸۵، رسالة: " سباحة الكفر في الجهربالذكر، ص: ۲۸، ۲۹، ادارة القرآن، كراچی)
(۱) " وعن أبي أمامة رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال: "بشر المدلجين إلى المساجد في الظلَم بمنابر من النور يوم القيمة، يفزع الناس ولا يفزعون". (الترغيب والترهيب: ۲/۲۱۲، ۲۱۳، كتاب الصلوٰة، الترغيب في المشي إلى المساجد سيماً في الظلَم وماجاء في فضلها، دارإحياء التراث العربي، بيروت)
(۲) (جمع الفوائد: ۴/۲۱۴، رقم الحديث: ۹۲۰۹، كتاب الأذكار والأدعية، فضل الذكر والدعا، ادارة القرآن)
(۳) "وعن عمر رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ : "إن من عباد الله لأناساً ما هم بأنبياء ولا شهداء يغبطهم الأنبياء والشهداء يوم القيمة بمكانهم من الله". قالوا: يارسول الله! تخبرنا من هم؟ قال : "هم قوم تحابّوابروح الله على غير أرحام بينهم". الحديث". (مشكوٰة المصابيح، ص: ۴۲۶، باب الحب في الله ومن الله، الفصل الثاني، قديمي)

ذکر جہری کا ثبوت

سوال[۱۵۵۳]: صوبہ بنگال میں کچھ ایسی وبا پھیلی ہوئی ہے جس سے دین کو زیادہ نقصان پہنچ رہا ہے یعنی جس آدمی نے صرف قرآن شریف ایک بار پڑھا ہے اس کو قرآنی اور میانجی کہتے ہیں اور اردو کی ایک دو کتابیں جس نے پڑھی ہوں وہ منشی کہلاتا ہے اور جس نے منیہ یا قدوری پڑھی ہوں اس کو مولوی کہتے ہیں اور جس نے مشکوۃ اور ہدایہ، جلالین شریف پڑھی ہوں اس کو مولانا صاحب کہتے ہیں۔

چونکہ صوبہ بنگال میں جہالت کا غلبہ ہے، ان لوگوں کا مزہ ہے، کبھی کچھ دھوکہ کرتے ہیں اور کبھی کچھ اور لوگوں میں قسم قسم کے فسادات پیدا کرتے ہیں اللہ کی پناہ، مثلاً یہ کہ اس اطراف کے لوگ پہلے شرک میں مبتلا تھے، نماز روزہ کا پتہ ہی نہیں تھا، رفتہ رفتہ اللہ کے فضل وکرم سے اور علمائے کرام کے وعظ ونصیحت کی برکت سے اکثر لوگ ہدایت کی طرف آئے اور ہندوستان سے بعضے بعضے پیروں کا بھی آنا جانا ہوا اور لوگ مرید ہوگئے، پنجگانہ نماز باقاعدہ پڑھنے لگے اور ذکر واذکار اکیلا اور حلقہ بنا کر خفی وجلی کرنے لگے۔ اب اس پر ان منشیوں اور مولویوں کو بہت حسد ہوا کہ اب تو لوگ کچھ اچھا و بُرا، حلال وحرام جاننے لگے ہم لوگوں کو تو مشکل ہوئی تو اس حسد اور بغض کی وجہ سے شر وفساد کرنا شروع کردیا کہ ذکر جہری قطعاً حرام ہے اور سلسلہ چشتیہ وقادریہ میں داخل ہونے والا شیطانوں کی جماعت میں شرکت کرتا ہے اور داخل ہوتا ہے اور ذکر جہری کرنے والوں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی ہے-نعوذ باللہ-۔ میں نے ان کو بہت سمجھایا، بعضوں نے مان لیا اور بعضوں نے انکار کردیا اور یہ سب ان منشیوں اور مولویوں کی شرارت ہے، لیکن پھر بھی برائے تسلی واطمینان سہارنپور اور دیوبند کے علمائے کرام سے جواب چاہتے ہیں اور مدلل جواب چاہتے ہیں۔

حضرت! یہ لوگ ذکر خفی کو جائز اور ذکر جلی کو ناجائز وحرام قرار دیتے ہیں، اس وجہ سے حضور والا کی خدمت میں جواب قرآن وحدیث شریف سے چاہتے ہیں اور جو آدمی بزرگوں کی اہانت بیان کرتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ تحریر فرماویں اور اس استفتاء سے فساد کم ہوجائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

الجواب حامداً و مصلياً:

"ونص الشعراني في "ذكر الذاكر للمذكور والشاكر للمشكور" ما لفظه: وأجمع العلماء سلفاً و خلفاً على استحباب ذكر الله تعالىٰ جماعةً في المساجد وغيرها من غير نكير، إلا أن

يشوش جهرهم بالذكر على نائم أو مصلى أو قارى قرآن كما هو مقرر فى كتب الفقه اهـ".

طحطاوی على مراقى الفلاح، ص: ۱۸۵ (۱)۔

"وقد حرر المسئلة فى الخيرية و حمل ما فى فتاوىٰ قاضى خان على الجهر المفرط، وقال: إن هناك أحاديث اقتضت طلب الجهر و أحاديث طلب الإسرار، والجمع بينهما بأن ذلك يختلف باختلاف الأشخاص والأحوال، فالإسرار أفضل حيث خيف الرياء أو تأذى المصلين أو النيام، والجهر أفضل حيث خلا مما ذكر؛ لأنه أكثر عملاً و متعدى فائدته إلى السامعين، و يوقظ قلب الذاكر، فيجمع همته إلى الفكر، و يصرف سمعه إليه، و يفرد النوم، و يزيد النشاط اهـ"۔ رد المحتار: ۵/ ۲۸٤ (۲)۔

عباراتِ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر بلا اختلاف جائز بلکہ مستحب ہے، البتہ کسی عارض کی وجہ سے ممنوع ہوجائے گا، مثلاً: نمازیوں یا تلاوت کرنے والوں کو اذیت ہو یا ریا کا خوف ہو تو ایسی حالت میں آہستہ ذکر کرنا چاہئے (۳)۔

سلسلہ قادریہ و چشتیہ کے اکابر اہلِ حق بزرگ تھے اور ان میں بہت بہت بڑے بڑے اہل اللہ اور اولیاء اللہ ہوئے ہیں اور اب بھی موجود ہیں، جو شخص یہ کہتا ہے کہ ان میں داخل ہونے والا شیطان کی جماعت میں شرکت کرتا ہے اور داخل ہوتا ہے، اگر وہ ان کے اکابر اور بزرگوں کے حسد کی وجہ سے کہتا ہے تو وہ خود شیطان ہے اور مردود ہے، اگر ان کے بعض افراد کے خلافِ شرع کام کو دیکھ کر کہتا ہے تب بھی اس کے لئے ایسا کہنا جائز نہیں، ایک دو شخص کے افعالِ قبیحہ کی وجہ سے تمام سلسلہ کو شیطان کی جماعت کہنا حرام ہے۔ شخص مذکور کو توبہ لازم ہے (۴) اور

---

(۱) (حاشية الطحطاوی على مراقى الفلاح، ص: ۳۱۸، قديمی)

(۲) (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع: ۶/ ۳۹۸، سعيد)

(۳) (حاشية الطحطاوی على المراقى، المصدر السابق آنفاً)

(۴) قال الله تعالىٰ: ﴿يأيها الذين آمنوا توبوا إلى الله﴾ من الذنوب، (توبةً نصوحاً) .... و لم يختلف أهل السنة وغيرهم فى وجوب التوبة على أرباب الكبائر .... و عبارة المازرى: اتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصى واجبة، و أنها واجبة على الفور، و لا يجوز تأخيرها سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً". (روح المعانى: ۲۸/ ۱۵۷، ۱۵۹، دار إحياء التراث، بيروت)

بزرگوں سے بدعقیدہ رہنااوران کو برا کہنا خدائے تعالیٰ کے بڑے غصہ کا سبب ہے(۱)۔

بزرگوں کی ارواح کو عالم میں متصرف ماننا کہ جو کچھ دنیا میں ہوتا ہے وہ سب بزرگوں کی ارواح کرتی ہیں اور خدا کے حکم کو کہیں دخل نہیں اوران سے مدد مانگنا کہ وہ ہماری آواز کو براہ راست سنتے ہیں اور ہماری مدد کرتے ہیں چاہے خدا کا حکم ہو یا نہ ہو، مشرکانہ عقیدہ ہے(۲)اس سے بھی توبہ لازم ہے(۳)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح:سعید احمد غفرلہ، صحیح:عبداللطیف،۱۹/ ربیع الأول/ ۵۸ھ۔

فجر کے بعد ہواخوری افضل ہے یا اوراد وظائف؟

سوال[۱۵۵۴]: فجر میں دعا کے بعد اگر فجر کا وقت باقی ہے تو اس وقت اوراد وظائف حمد ونعت، صلوٰۃ وسلام یا تلاوت کا کلام پاک میں لگ جانا افضل ہے یا ہواخوری کے لئے نکل جانا افضل وضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہواخوری کی ضرورت صحت کو برقرار رکھنے کے لئے ہے تو اس سے بھی منع نہیں کیا جائے گا، بلکہ اس کی رعایت بھی قابل اہتمام ہے(۴)۔

---

(۱) "وعن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن الله تعالىٰ قال: (من عادىٰ لي ولياً، فقد آذنته بالحرب)". الحديث. (مشكاة المصابيح، كتاب الدعوات، باب ذكر الله عز و جل والتقرب إليه، الفصل الأول: ۱/۱۹۷، قديمي)

و في مرقاة المفاتيح: "(فقد آذنته بالحرب): أي بمحاربتي إياه لأجل ولي .... فكأنه محارب لي، قال الأئمة: ليس في المعاصي من توعد الله أربابها بأنه مهاربه إلا هذا و أكل الربا.......... و هذا يدل على مافي هاتين الخصلتين من عظم الحظر؛ إذ محاربة الله للعبد تدل على سوء خاتمته؛ لأن من حاربه الله لا يفلح أبداً". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الدعوات، الفصل الأول:۵/۴۱، رشيديه)

(۲) "قال علماؤنا: من قال: أرواح المشايخ حاضرة يكفر". (الفتاوى البزازيه، باب ألفاظ يكون كفراً من المسلم و ما لا يكون، النوع الثاني فيما يتعلق بالله تعالىٰ: ۶/۳۲۶، رشيديه)

(۳)(راجع ،ص: ۴۲۹، رقم الحاشية: ۴)

(۴) "وحاصل الكلام أن ترويح القلب وتفريحه وكذا تمرين البدن من الارتفاقات المباحة والمصالح البشرية التي لا تمنعها الشريعة السمحة برأسها، نعم! تمنع الغلو والانهماك فيها بحيث يضر بالمعاش =

ذکروتلاوت وغیرہ کے افضل ہونے کے متعلق تو مستقل دلائل موجود ہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۲/۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۲/۹۱ھ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف سے ذکرِ جہری کی ممانعت

سوال [۱۵۵۵]: کاٹھیاواڑ میں بعد نماز عشاء تمام مساجد میں روزانہ بادام وغیرہ پر درود شریف، آیت کریمہ کا وظیفہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے تمام مصلیان پیتے ہیں اور وظیفہ نہ پڑھنے والے اور پانی نہ پینے والے کو بُرا جانتے ہیں۔ یہ بدعت ہے یا نہیں؟ اس بارے میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی وہ کون سی حدیث ہے جس میں آپ نے ذکر کرنے والی جماعت کو منع فرمایا ہے، نیز بدعت کہا ہے، یہ حدیث کونسی کتاب میں ہے؟

عبداللہ پٹنی جوناگڑھ۔

الجواب حامداً ومصلياً:

درود شریف کی ترغیب وتاکید قرآن کریم (۲) اور حدیث شریف سے ثابت ہے (۳)، یہ بڑی

= أو المعاد، وهذا هو السر في إباحة بعض الملاهي في بعض الأحيان، فإن هذا اللهو على هذه النية والغرض لم يبق لهوا بل عاد مصلحة وفائدة". (تكمله فتح الملهم، كتاب الشعر، حكم الألعاب في الشريعة ۴/۴۳۴ ط: مكتبه دار العلوم)

(۱) "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "يجيئ القرآن يوم القيمة كالرجل الشاحب فيقول: أنا الذى اسهرت ليلك وأظمأت نهارك". (ابن ماجه، أبواب الآداب، باب ثواب القرآن، ص: ۲۶۸، قديمى)

"عن أبي الدرداء رضي الله عنه قال النبي صلى الله عليه وسلم قال: "ألا انبئكم بخير أعمالكم وأرضاها عند مليككم وأرفعها في درجاتكم، وخيرلكم من إعطاء الذهب والورق ومن أن تلقوا عدوكم فتضربوا أعناقهم ويضربوا أعناقكم؟ قالوا: وما ذاك يا رسول الله؟ قال: "ذكر الله". (ابن ماجه، أبواب الآداب، باب ثواب القرآن، ص: ۲۶۸، قديمى)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿إن الله وملائكته يصلون على النبى، يا أيها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليماً﴾ (الأحزاب: ۵۶)

(۳) "عن كعب بن عجرة قال: قلنا: يارسول الله! السلام عليك قد عرفناه، فكيف الصلوٰة عليك؟ قال: "قولوا: أللهم صلّ على محمد وعلى آل محمد كما صليت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم، =

سعادت کی چیز ہے، ہر مسلمان کو کثرت سے اس کا وِرد رکھنا چاہیے، بلکہ قرونِ مشہود لہا بالخیر میں اس کا جو طریقہ تھا وہی اختیار کرنا چاہئے، ہر شخص تنہا اپنی اپنی جگہ پوری توجہ اور یکسوئی سے قلب کو حاضر کر کے اس تصور کے ساتھ پڑھا کرے کہ میری طرف سے یہ ہدیہ بذریعہ ملائکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا جاتا ہے اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے مسرور ہوتے ہیں (۱) اور جواب ارشاد فرماتے ہیں (۲) حق

= إنک حميد مجيد، وبارک على محمد وعلى آل محمد كما باركت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم إنک حميد مجيد". (سنن النسائی، کتاب السهو، باب كيف الصلوٰة على النبي صلى الله عليه وسلم: ۱/۱۹۰، قدیمی)

(وصحيح البخاری، كتاب الدعوات، باب الصلوٰة على النبي صلى الله عليه وسلم: ۲/۹۴۰، قدیمی)

(والصحيح لمسلم، كتاب الصلوٰة، باب الصلوٰة على النبي صلى الله عليه وسلم بعد التشهد: ۱/۱۷۵، قدیمی)

(وسنن أبي داؤد، كتاب الصلوٰة، باب الصلوٰة على النبي صلى الله عليه وسلم بعد التشهد: ۱/۱۴۷، امدادیه، ملتان)

(وسنن ابن ماجة، كتاب إقامة الصلوٰة، باب الصلوٰة على النبي صلى الله عليه وسلم، ص: ۶۴، قدیمی)

(وجامع الترمذی، كتاب الوتر، باب ماجاء في صفة الصلوٰة على النبي صلى الله عليه وسلم: ۱/۱۱۰، سعید)

(۱) "عن عبد الله رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن لله ملائكةً سياحين في الأرض، يبلغوني من أمتي السلام". (سنن النسائی، كتاب السهو، باب التسليم على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ۱/۱۸۹، قدیمی)

(۲) "عن أبي هريرة رضى الله تعالىٰ عنه إن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "مامن أحد يسلّم عليَّ، إلا رد الله عليّ روحي حتى أرد عليه السلام". (سنن أبي داؤد، كتاب المناسک، باب زيارة القبور: ۱/۲۸۶، امدادیه ملتان)

(ورواه أحمد في مسنده: ۲/۵۲۷. رقم الحديث: ۱۰۴۳۴، مسند أبي هريرة رضى الله عنه، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

تعالیٰ جل شانہ بھی خوش ہوکر ایک درود کے بدلہ میں دس دس رحمتیں مجھ پر نازل فرماتے ہیں (۱)۔

سوال میں جوصورت درج ہے اس کا ثبوت ادلۂ شرعیہ سے نہیں ہے پھر اس کا ایسا التزام کہ جو شخص اس کو اختیار نہ کرے اس کو برا جانتے ہیں، یہ تو اَور بھی زیادتی کی بات ہے، اصرار کرنے سے تو مستحب بھی درجۂ کراہت میں آ جاتا ہے: ''الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة''۔ (سباحة الفكر)(۲)۔

کسی کو چھینک آئے تو اس پر ''الحمد لله'' کہنا چاہیے، ایک شخص نے ''الحمدلله'' کے ساتھ ''والسلام على رسول الله'' بھی کہہ دیا، اس پر حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میں بھی ''الحمد لله والسلام على رسول الله'' کا قائل ہوں، یہ بات حق ہے، مگر اس موقعہ پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تعلیم نہیں دی بلکہ صرف ''الحمد لله'' کی تعلیم دی:

''عن نافع أن رجلاً عطس إلى جنب ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما، فقال: الحمد لله و السلام على رسول الله، فقال ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما: وأنا أقول الحمد لله و السلام على رسول الله، و ليس بكذا علّمنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، علّمنا أن يقول: الحمدلله على كل حال اهـ''. ترمذی شریف: ۲/ ۹۸ (۳)۔ یہ روایت کافی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی حدیث کے متعلق کچھ مزید توضیح کریں تو حوالہ دیا جائے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۵/۳/۹۵ھ۔

---

(۱) ''عن عبد الله بن أبي طلحة عن أبيه رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم جاء يوماً والبشرى في وجهه، فقلنا: إنا لنرى البشرى في وجهك، فقال: ''إنه أتاني الملك فقال: يا محمد! إن ربك يقول: أما يرضيك أنه لا يصلي عليك أحد إلا صليت عليه عشراً، و لا يسلم عليك أحد إلا سلمت عليه عشراً''. (سنن النسائي، باب فضل التسليم على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ۱/ ۱۸۹ قديمي)

(۲) (سباحة الفكر، ص: ۳۴، رسائل اللكنوي: ۳/ ۴۹۰، ادارة القرآن'')

(وكذا في السعاية، باب صفة الصلوة، قبيل فصل في القرآءة: ۲/ ۲۶۵ سهيل اكيڈمی)

(۳) (جامع الترمذي، أبواب الاستيذان، باب مايقول العاطس إذا عطس: ۲/ ۱۰۳، سعيد)

(۴) اس حدیث کو علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے رد المحتار ''كتاب الحظر والإباحة'' میں ذکر کیا ہے: ''انه حرام =

ذکر بالجہر

سوال[۱۵۵۶]: کیا ذکر بالجہر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکروہ ہے، اگر ایسا ہے تو حنفی بزرگ اس کی کیوں اجازت دیتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ذکر بالجہر بعض صورتوں میں بلا کراہت درست ہے، بعض صورتوں میں مکروہ ہے۔ تفصیل ''سباحۃ الفکر'' میں ہے(۱) جو علمائے احناف ذکر دوازدہ تسبیح وغیرہ کو بالجہر فرماتے ہیں وہ درحقیقت علاجاً ہے کہ اس سے قلب پر ضرب لگتی ہے اور حرارت پیدا ہوتی ہے جو کہ اس راہ میں معین ہے اور جس کے لئے اس کی ضرورت نہیں اس کو جہر سے منع فرمادیتے ہیں۔ فقط. واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

ذکر اللہ کا طریقہ

سوال[۱۵۵۷]: ایک پیر صاحب ''ھا'' کو لمبا کر کے پڑھنے کو کہتا ہے یعنی ''اللہ'' الٹی پیش (ٗ) کے ساتھ استعمال کراتا ہے جس سے ''ھو'' نکلتا ہے، لیکن ایک دوسرا عالم صاحب کہتا ہے کہ یہ طریقہ غلط ہے، بلکہ صحیح ''اللہ'' ہے۔ جواب تحریر فرمائیں۔

= لما صح عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ أنه أخرج جماعةً من المسجد: يهللون و يصلون على النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم جهراً، وقال: ماأراكم إلا مبتدعين''.

لیکن اس کے بعد محمل بتا کر لکھا ہے: ''الحديث يحتمل أنه لم يكن للرفع مصلحةٌ .... و أما رفع الصوت بالذكر فجائز، كمافی الأذان و الخطبة والجمعة والحج''. (فصل فی البيع : ۳۹۸/۶، سعيد)

(۱) ''فهذه أحاديث صحيحة يظهر منها ومن نظائرها صراحةً أو إشارةً: أن الكراهة فی الجهر بالذكر، بل فيها مايدل على جوازه أو استحبابه، كيف لا، و الجهر بالذكر له أثر فی ترقيق القلوب ماليس فی السر.

نعم الجهر المفرط ممنوع شرعاً، وكذا الجهر الغير المفرط إذاكان فيه إيذاء لأحد من نائم أو مصل، أو حصلت فيه شبهة رياء، أو لو حظت فی خصوصيات غير مشروعة، أو الترم كالتزام الملتزمات الخ''. (سباحة الفكر فی الجهر بالذكر، ص: ۳۴، الباب الأول فی حكم الجهر بالذكر، رسائل اللكنوی: ۴۹۰/۳، إدارة القرآن، كراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس میں دونوں قول ہیں، قول ثانی اقرب ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

کلمہ طیبہ کا مخصوص مقدار میں پڑھنا

سوال[۱۵۵۸]: ۱......ایک شخص خود کو مذہباً حنفی کہتا ہے اور مذہب حنفی کے مطابق اس کے تمام عقیدے ٹھیک نظر آتے ہیں مگر یہ شخص کہتا ہے کہ کلمۂ توحید "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" بطور عبادت کے ہزار پانچ سو دفعہ تسبیح پر پڑھنا جائز نہیں اور پڑھنے والے کو بدعتی کہتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اگر بطور عبادت کے پڑھنے کا شوق ہے تو صرف کلمۂ توحید "لا الہ الا اللہ" پڑھو، "محمد رسول اللہ" کو نہ ملاؤ۔ علمائے دین ان دوصورتوں میں سے جو مطابق شرع ہو مطلع فرمائیں، نیز یہ بھی کہتا ہے کہ اگر تصدیق رسالت کے لئے "محمد رسول اللہ" بھی پڑھیں تو جائز ہے۔

۲......اور یہ شخص کہتا ہے کہ حدیث شریف میں کلمات کی تعداد کسی جگہ پر نہیں آئی جیسا کہ بعض کتب میں اول کلمہ، دوم وسوئم وغیرہ مندرجہ ہے بلکہ کلمہ شہادت آیا ہے۔ اور کہنا کہ عبارت سب کلمات کی قرآن وحدیث کی ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعداد اور نام کلمہ نہیں فرمایا۔ آیا درست کہتا ہے یا غلط؟

۳......قصداً تارک سنت موکدہ گنہگار ہوگا یا نہ اور سزا قیامت میں کیا ملے گی؟

۴......جس شخص کا ذکر نمبر:۱،۲ میں لکھا گیا ہے کہ یہ بطور عبادت کے "لا الہ اللہ محمد رسول اللہ" پڑھنے کو منع بتلایا ہے اس کو پیشِ امام رکھنا جائز ہے یا نہ؟ جواب سے سرفراز فرمائیں۔فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......توحیدِ باری تعالیٰ کا (لا الہ الا اللہ) میں اقرار ہے اس کا ثواب مستقل ہے اور "محمد رسول اللہ" میں رسالت کا اقرار ہے اس کا ثواب مستقل ہے۔ ایک جزء کو پڑھنے سے اسی کا ثواب ملے گا جس کو کہ پڑھا ہے

---

(۱) "پھر ذکر اسم "اللہ اللہ" کر کے اس طرح سے کہ اول حرف "ھا" لفظ اللہ کو پیش اور دوسری ھاء لفظ اللہ کو ساکن کرے یعنی جزم دے......طریق دوسرا: نہ لفظ مبارک "اللہ" کو سانس کے ساتھ اوپر کھینچے اور لفظ "ھو" کے ساتھ سانس کو چھوڑ دے الخ۔

(کلیات امدادیہ، ص: ۹۵، ۹۶، طریق اسم ذات، طریق ذکر پاس انفاس کا، ۴، ارشاد مرشد، دارالاشاعت)

دوسرے کا نہیں ملے گا۔ دونوں کو پڑھنے سے دونوں کا ثواب ملے گا اور دونوں جز علیحدہ علیحدہ قرآن شریف میں مذکور ہیں (۱)۔

البتہ بعض دفعہ مشائخ کسی خاص طریقہ سے کلمہ کا ذکر اپنے مریدین کے لئے تجویز کرتے ہیں اس میں ہر دفعہ ''لا الہ الا اللہ'' کے ساتھ ''محمد رسول اللہ'' کے پڑھنے کو بھی نہیں بتاتے بلکہ کچھ تعداد مقرر کرتے ہیں کہ اتنی مرتبہ ''لا الہ الا اللہ'' پڑھ کر ایک مرتبہ ''محمد رسول اللہ'' پڑھو، اس کو تجویز کرنے میں مخصوص منافع ہیں جن کو مشائخ جانتے ہیں اور وہ مخصوص منافع اس کے خلاف کرنے سے حاصل نہیں ہوتے (۲)۔ لیکن ثواب بہر صورت حاصل ہوتا ہے اور ایمان تازہ ہوتا رہتا ہے۔ لہٰذا اس کے عبادت ہونے کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

۲...... جب کلماتِ قرآن شریف وحدیث شریف میں موجود ہیں تو بس اتنا کافی ہے یہ ظاہر بات ہے کہ دوم، سوم وچہارم، پنجم عربی کے الفاظ ہی نہیں بلکہ فارسی کے الفاظ ہیں، نہ یہ لفظ قرآن شریف میں آئے،

---

(۱) " أللہ لا إلہ إلا هو" (سورة البقرہ، آیت : ۲۵۵، جزء :۳)

(وسورة ال عمران آیت : ۱، جزء :۳)

(وسورة "طه" آیت :۸، جزء :۱۶)

"لاإله إلا هو" (سورة "ال عمران" آیت: ۱۸، جزء: ۳)

(وسورة "التوبة" آیت: ۱۲۹، جزء: ۱۱)

(وسورة "المومنون"، آیت : ۱۱۶، جزء :۱۸)

"محمد رسول اللہ" (سورة "الفتح" آیت: ۲۹، جزء: ۲۶)

(۲) "وسئل: فی "صحيح البخاری": كانت عائشة " تحدث أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال بعد ما دخل بیته واشتدوجعه: "أهر یقوا علیّ من سبع قرب لم تحلل أو كيتهن" ...... (الحديث) ماالحكمة فی ذلک وفی تخصيص السبع؟"

فأجاب بقوله : إنما طلب ذلک؛ لأن الماء البارد ينفع بعض الأمراض .... فی الحديث إشارة إلی أنه ينبغی صب الماء البارد علی المريض حيث كان ينفعه بمعرفة نفسه، أو يقول طيب عدل بنية التداوی وقصدا الشفاء. وحكمة السبعة أن هذا العدد فيه بركة بالاستقرآء". (الفتاویٰ الحديثيه، ص: ۳۶۲، ۳۶۳، مطلب فی قوله صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "أهريقوا علیّ من سبع قرب لم تحلل أو كيتهن"، قديمی)

نہ حدیث شریف میں البتہ ان کے مضامین کی رعایت سے یہ ترتیب ہے۔

۳......ایسے شخص پر عتاب ہوگا اور اس کے لئے قیامت میں شفاعت سے محرومی کی وعید ہے اور سنت ظاہرہ کو استخفافاً ترک کرے تو یہ کفر ہے(۱)۔

۴......بظاہر یہ شخص ناواقفیت سے ایسا کہتا ہے اس کو پورے طور پر مسئلہ سمجھا دیا جائے اور معمولی چیزوں میں نزاع وفساد کرنا بہت بری بات ہے اس سے اجتناب لازم ہے۔ امام کو بھی چاہیے کہ مسئلہ کسی عالم شخص سے با قاعدہ سمجھے اور اس پر کاربندر ہے۔ اور مقتدیوں کو بھی چاہیے کہ ذرا ذرا سی بات میں اختلاف پیدا نہ کریں (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۹/شوال/ ۵۷ھ

ذکر بالجہر والجماعۃ

سوال[۱۵۵۹]: ''دلیل الخیرات فی ترک المنکرات'' مولفہ جناب مولانا مولوی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی ادام اللہ فیوضہم مصدقہ علماء اطراف واکناف میں روایت دیکھی گئی ہے جو درج کی جاتی ہے:

---

(۱) "(وسننه) .... وحكمها (أى السنة) ما يؤجر على فعله ويلام على تركه".

"قوله: (ويلام): أى يعاتب -بالتاء- لا يعاقب كما أفاده فى البحر والنهر لكن فى "التلويح": ترك السنة المؤكدة قريب من الحرام يستحق حرمان الشفاعة، لقوله عليه الصلوٰة والسلام: " من ترك سنتى لم ينل شفاعتى اهـ". وفى "التحرير:" إن تاركها يستوجب التضليل واللوم اهـ".

(ردالمحتار: ۱/ ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، كتاب الطهارة، مطلب فى السنة وتعريفها، رشيديه، كوئٹه)

قال ابن الهمام: "إلا أن يستخف فيقول: هذا فعل النبى صلى الله عليه وسلم وأنا لا أفعله، فحينئذٍ يكفر. وفى النوازل: ترك سنن الصلوٰة الخمس إن لم يرها حقاً كفر، وإن رآها وترك قيل: لا يأثم، والصحيح أنه يأثم؛ لأنه جاء الوعيد بالترك". (فتح القدير: ۱/ ۴۳۹، كتاب الصلوٰة، باب النوافل، مصطفىٰ البابى الحبلى)

(۲) قال الله تعالىٰ :﴿يا أيها الذين اٰمنو أطيعوا الله ورسوله ولا تنازعوا، فتفشلوا وتذهب ريحكم واصبروا، إن الله مع الصابرين﴾. (سورة الأنفال، آيت : ۴۶)

"أخبرَ عبدالله ابن مسعود رضی الله عنه بالجماعة الذين يجلسون بعد المغرب وفيهم رجل يقول: كبّروا الله كذا وكذا، أوحمّد واالله كذا وكذا، فيفعلون، فحضر هم، فلما سمع مايقولون، قام فقال: أنا عبدالله بن مسعود فوالذی لاإله غيره! لقد جئتم لقد جئتم بدعةً ظلماً، أولقد فقتم علی أصحاب محمد عليه الصلوٰة والسلام علماً". (مجالس الأبرار)(۱).

دوسری عبارت "نفائسِ مرغوبہ" مؤلفہ مفتی علامہ دہلوی میں بحوالہ "واقعات" و"بحر الرائق" حسب ذیل درج ہے:

"قال فی الواقعات: قرأة الفاتحة بعد المكتوبة لأجل المهمات وغير ها مكروهة؛ لأنها بدعة لم ينقل عن الصحابة والتابعين. وفی بحر الرائق: عن ابن مسعود رضی الله عنه أنه سمع قوماً اجتمعوا فی المسجد يهلّلون ويصلون علی النبی صلی الله عليه وسلم جهراً، فراح إليهم، فقال: ما عهد نا ذلك فی عهده صلی الله عليه وسلم، وما أراكم إلا مبتدعين. "(۲) ۔اس روایت میں تسبیح وتہلیل کے علاوہ درود کا ذکر بھی ہے۔

مفتی صاحب نے دلیل الخیرات کے صفحہ:۱۰ میں روایت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تشریح فرمائی ہے کہ اس روایت سے واضح ہوا کہ ان لوگوں کا فعل باوجودیکہ ذکر الٰہی وتسبیح وتہلیل تھا مگر چونکہ اس کی وضع اور ہیئت ایسی مقرر کی گئی تھی جس کا وجود شریعتِ مطہرہ سے نہ تھا۔اس وجہ سے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کو بدعت قرار دیا(۳)۔اوراحادیث میں ذکر بالجماعت کی فضیلت ثابت ہے ایک دوروایات نقل کی جاتی ہیں:

"إن لله ملئكةً يطوفون فی الطرق يلتمسون أهل الذكر، فإذا وجد وا قوماً يذكرون الله عزوجل، تنا دوا: هلموا إلیٰ حاجتكم، قال: فيحفونهم بأجنحتهم إلی السماءِ الدنيا". (مسلم شريف)(٤).

(۱) (مجالس الأبرار (اردو)، ص:۱۶۵، رقم المجلس:۱۸، بدعت اوراس کے اقسام اورحکم، دارالاشاعت)

(۲) (النفائس المرغوبة فی الدعا بعد المكتوبة للمفتی محمد كفايت الله، ص: ۳۵، تحریرات علمائے سورت، راندیر وگجرات، از مدرسه اشرفيه وقوة الاسلام راندير، مير محمد كتب خانه، كراچی)

(۳) (دلیل الخیرات، للمفتی کفایت اللہ صاحبؒ، ص:۱۰، بدعت بھلی اور نیک معلوم ہولیکن بڑے گناہ کی چیز ہے مع دلیل، مکتبہ تھانوی دفتر رسالۃ الایقاع، کراچی)

(۴) (الصحيح لمسلم: ۲/۳۴۴، كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب فضل مجالس الذكر، قديمی)

دوسری حدیث: "لا يقعد قوم يذكرون الله إلا حفتهم الملائكة، وغشيتهم الرحمة، ونزلت عليهم السكينة، وذكرهم الله فيمن عنده". (مسلم شریف)(۱)، (ترمذی شریف) (۲) (ابن ماجه شریف) (۳)۔

"جمع العلماء سلفاً وخلفاً على استحباب ذكر الجماعة في المساجد وغيرها، إلا أن يشوّش غير هم على نائم أو على مصلي أو قاري". (شامی، ج: ۱، مطبوعه میمنه مصر، ص: ٤٦٣) (٤)۔

اور احادیثِ نبویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بدعت کی تشریح یہ ہے: "البدعة الشرعية وهي ماليس له دليل شرعي، وكل ما فعله الشارع عليه السلام، أو أمر به فهوليس ببدعة شرعية". (٥)۔

پس احادیث اور عبارتِ شامی سے ذکر بالجماعت کی فضیلت ثابت ہوئی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے بدعتِ سیئہ ہونا نبی کریم علیہ السلام کے امر سے جماعت کے ساتھ ذکر نہ کرنے کی ترغیب ہے۔ پس روایت حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور عبارت بحر الرائق اور روایت شامی اور احادیث میں وجہ تطبیق کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اصل یہ ہے کہ ذکر اللہ خواہ انفراداً ہو، خواہ اجتماعاً بالاجماع امرِ مستحسن ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ نصوصِ قرآنیہ اور احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے (٦) البتہ عوارض کی وجہ سے بعض اوقات ممانعت کی جاتی ہے مثلاً

---

(١) (الصحيح لمسلم: ٣٤٥/٢، كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن وعلى الذكر، قديمى)

(٢) (سنن الترمذى: ١٧٥/٢، أبواب الدعوات، باب ماجاء في القوم يجلسون فيذكرون الله مالهم من الفضل، سعيد)

(٣) (سنن ابن ماجة: ٢٧٧/٢، أبواب الأدب، باب فضل الذكر، مير محمد كتب خانه)

(٤) (ردالمحتار: ٦٦٠/١، كتاب الصلوٰة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب في رفع الصوت بالذكر، سعيد)

(٥) (الاعتصام للشاطبى، ص: ٢٣، باب في تعريف البدع وبيان معنا ها وما اشتق منه لفظاً، دار المعرفة، بيروت)

(٦) قال الله تعالىٰ: ﴿يا أيها الذين آمنوا اذكروا الله ذكراً كثيراً وسبحوه بكرةً وأصيلاً﴾ (سورة الأحزاب: ٤١)

وقال تعالىٰ: ﴿فاذكروني أذكركم واشكروالي ولا تكفرون﴾ (سورة البقرة: ١٥٢) =

کسی خاص ہئیت، وضع وتاریخ وغیرہ جن کا ثبوت شرعی نہیں ہے ان کا التزام کرنا، تارک پر ملامت سب وشتم کرنا یا ریا کا پایا جانا یا جہر مفرط کا ہونا، جس سے نائم، مصلی، قاری وغیرہ کو تشویش ہو۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ممانعت ان عوارض پر ہی محمول ہے، بحر واقعات وغیرہ کا محمل بھی یہ ہی ہے۔ بسا اوقات ایک مباح بلکہ مندوب شئی اصرار والتزام سے مکروہ ہو جاتی ہے:

"الإصرار على المندوب يبلغه إلى حدا لكراهة".

"من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال". سعايه، ص: ٤٦٣، ٤٦٥ (١) ۔ اور یہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے ماخوذ ہے کما فی الطیبی شرح مشکوٰۃ (۲)۔

شامی نے جوازِ ذکر پر علامہ حموی سے بحوالۂ امام شعرانی حنبلی اجماع نقل کیا ہے اس میں بھی ان عوارض کا استثناء موجود ہے (۳) چنانچہ امام شعرانی نے "ذکر الذاکر للمذکور والشاکر للمشکور" میں اس کی تصریح کی ہے (۴)۔ اجتماعاً وانفراداً ذکر میں کسی کا اختلاف نہیں، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ ذکر جہراً افضل ہے یا سراً۔

= قال عليه الصلوٰة والسلام: "لا يقعد قوم يذكرون الله إلا حفتهم الملائكة، وغشيتهم الرحمة، ونزلت عليهم السكينة، وذكر هم الله فيمن عنده". (الصحيح لمسلم: ٢/٣٤٥، كتاب الذكر والدعا والتوبة والاستغفار، باب فضل الاجتماع على تلاوة، وعلى الذكر، طبع قديمى)

(وجامع الترمذى: ٢/١٧٥، أبواب الدعوات، باب ماجاء فى القوم يجلسون فيذكرون الله مالهم من الفضل، سعيد)

(١) (السعاية فى كشف ما فى شرح الوقاية: ٢/٢٦٣، ٢٦٥، (على طريق لف ونشر غيرمرتب، باب صفة الصلوٰة، ومنها استحباب الانصراف عن أحد الجانبين، قبيل فصل فى القرأة، سهيل اكيڈمى، لاهور)

(٢) (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلوٰة، باب التشهد، الفاظ الأول: ٣/٣١، رشيديه)

(٣) "وفى حاشية الحموى عن الإمام الشعرانى: أجمع العلماء سلفاً وخلفاً على استحباب ذكر الجماعة فى المساجد وغيرها، إلا أن يشوّش جهرهم على نائم أو مصل أوقارى الخ". (ردالمحتار: ١/٦٦٠، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلوٰة ومايكره فيها، مطلب فى رفع الصوت بالذكر، سعيد)

(٤) لم أطلع على هذا الكتاب

علامہ طحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح مراقی الفلاح ص:۱۸۵، میں فریقین کے دلائل ذکر کئے ہیں (۱) ان اختلافات اور دلائل کو اس میں پوری تفصیل اور بسط سے دیکھنا ہو تو "سباحۃ الفکر فی الجہر بالذکر" کو دیکھئے، اس میں ص:۴۸ پر لکھا ہے:

"الباب الأول في حكم الجهر بالذكر: اعلم أنهم اختلفوافي ذلك، فجوزه بعضهم وحرمه بعضهم، وجعله بعضهم بدعةً إلافي مواضع ورد الشرع بالجهر فيها"(۲).

پھر ممانعت جہر کی روایات کو ذکر کرکے جوابات دیئے ہیں اس کے بعد اڑتالیس دلیلیں جواز جہر کی نقل کی ہیں: "خلاصة المرام في هذا المقام أنه لاريب في كون السرأ فضل من الجهر للتضرع والخيفة، وكذا لاريب في كون الجهر المفرط ممنوعاً لحديث": إربعوا علىٰ أنفسكم" وأما الجهر الغير المفرط فالأحاديث متظافرة، والآثار متوافقة على جوازه، ولم نجد دليلاً يدل صراحةً على حرمة أوكراهة، والظاهر أن مراد من قال: الجهر حرام هوالجهر المفرط، ومن قال: إنه بدعة أرادبه على وجه مخصوص والتزام، فتلزم مالم يعهد في الشرع"، ص: ۱۰۷(۳).

---

(۱) "فروع: اختلف هل الإسرار في الذكر أفضل؟ فقيل: نعم، لأحاديث كثيرة تدل عليه: منها: "خير الذكر الخفي، وخير الرزق ما يكفي". ولأن الإسرار أبلغ في الإخلاص، وأقرب إلى الإجابة، وقيل: الجهر أفضل لأحاديث كثيرة: منها مارواه ابن الزبير: "كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا سلّم من صلاته قال بصوته الأعلى: "لا إله إلاالله وحده لاشريك له". وتقدم وقدكان صلى الله عليه وسلم يأمر من يقرأ في المسجد أن يسمع قراءته. وكان ابن عمر يأمر من يقرأ عليه وعلى أصحابه وهم يستمعون، ولأنه أكثر عملاً وأبلغ في التدبير، ونفعه متعد لإيقاظ قلوب الغافلين". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۳۱۸، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، فصل في صفة الأذكار، قديمي)

(۲) (رسالة: سباحة الفكر في الجهر بالذكر، ص: ۹، الباب الأول، مجموعة رسائل اللكنوي: ۴۶۵/۳، ادارة القرآن، کراچی)

(۳) "فاستمع أن القائلين بمنع الجهر بالذكر استدلوا لوجوه .... وأما القائلون بجواز نفس الجهر، فاحتجوا بوجوه قوية .... إلى قوله: وخلاصة المرام ...... الخ". (مجموعة رسائل اللكنوي: ۴۷۱/۳ — ۴۸۰ — ۴۹۵، رساله سباحة الفكر في الجهر بالذكر، ص: ۱۵ — ۲۴ — ۳۹، إدارة القرآن، کراچی)

اورسب روایات کے درمیان جمع اس طرح کیا ہے:

"وهناك أحاديث اقتضت طلب الإسرار، والجمع بينهما بأن ذلك يختلف باختلاف الأشخاص والأحوال، كي يجمع بين الأحاديث الطالبة للجهر والطالبة للإسرار بقراءة القرآن، ولايعارض ذلك حديث: "خير الذكر الخفي". لأنه حيث خيف الريا أوتأذى المصلين أوالنيام"(۱)۔

اسی طرح علامہ شامی نے جمع کیا ہے(۲)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/ ۸/ ۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/ شعبان/ ۱۳۵۷ھ۔

آواز ملا کر ذکر بالجہر

سوال[۱۵۶۰]: بستی کے اندر ایک مسجد ہے اور اس مسجد میں کچھ آدمی مل کر ذکر بالجہر کرتے ہیں، ذکر یہ ہے جو پیر صاحب نے بتا رکھا ہے: "سبحانه الله، الحمد لله، لا إله إلا الله" وغیرہ اور اس وقت کرتے ہیں جب عشاء کی نماز کے بعد نمازی نماز سے فارغ ہو کر چلے جاتے ہیں، عشاء کی نماز سے تقریباً ۴۰/ یا ۴۵/ منٹ کے بعد حلقہ والوں نے بآواز بلند ذکر شروع کر دیا، تو اب آپ برائے مہربانی یہ تحریر کر دیجئے کہ اگر کوئی نمازی پھر آجائے تو اس کی ذمہ داری کس پر ہوگی؟ ایسے مل کر حلقہ کرنا یعنی ذکر بآواز بلند کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً:

فی نفسہ ذکر اللہ بہت مبارک ہے، قرآن کریم اور حدیث شریف میں اس کی کثرت سے ترغیب آئی ہے(۳) جو کلمات سوال میں مذکور ہیں ان کی بڑی فضیلت وارد ہے، ان کو آہستہ اور جہر سے پڑھنا ہر طرح ٹھیک

---

(۱) (مجموعه رسائل اللكنوى: ۳/ ۴۶۹، رسالة: سباحة الفكر فى الجهر بالذكر، ص: ۱۳، الباب الأول فى حكم الجهر بالذكر، ادارة القرآن)

(۲) (ردالمحتار: ۱/ ۶۶۰، كتاب الصلوٰة، باب مايفسد الصلوٰة ومايكره فيها، مطلب فى رفع الصوت بالذكر، سعيد)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿الذين يذكرون الله قياماً و قعوداً و على جنوبهم، و يتفكرون فى خلق السموات =

ہے،مگر مناسب یہ ہے کہ ان کو آہستہ پڑھا جائے اور انفرادی طور پر پڑھا جائے ،حلقہ کی صورت سے آواز ملا کر پڑھنے سے پرہیز کیا جائے ، بسا اوقات اس میں تان کی صورت پیدا ہوجاتی ہے، اپنا اپنا الگ پڑھیں، اگر ایسے وقت کوئی نماز کے لئے آئے اور وہیں پڑھنا چاہے تو اس کو موقع دیا جائے تا کہ اس کی نماز میں خلل نہ آئے (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند،۲/۱۲/۹۲ھ۔

الجواب صحیح :بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند،۴/۱۲/۹۲ھ۔

= والأرض﴾ الآية. (سورة آل عمران : ۱۹۱)

وقال تعالیٰ: ﴿فاذکرونی أذکرکم﴾ سورة البقرة:۱۵۲)

وقال تعالیٰ: ﴿ولذكر الله أكبر﴾ (سورة العنكبوت:۴۵)

"عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم : "يقول الله عزوجل : أنا عند ظن عبدی بی، و أنا معه حين يذكرنی، إن ذكرنی فی نفسه ذكرته فی نفسی، وإن ذكرنی فی ملأ ذكرته فی ملأ هم خير منهم".

"عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: كان رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم لَيسِير فی طريق مكة، فمر على جبل يقال له: جمدان، فقال : "سيروا، هذا جمدان، سبق المفرّدون" قالوا: و ما المفرّدون يا رسول الله؟! قال : "الذاكرون الله كثيراً والذاكرات". (أخرجهما مسلم فی صحيحه: ۳۴۱/۲، كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب الحث على ذكر الله تعالیٰ، قديمی)

(۱) "و حمل ما فی فتاوى القاضی على الجهر المضرّ، وقال: إن هناک أحاديث اقتضت طلب الجهر ، و أحاديث طلب الإسرار، والجمع بينهما بأن ذلک يختلف باختلاف الأشخاص و الأحوال، فالإسرار أفضل حيث خيف الرياء أو تأذی المصلين أو النيام، والجهر أفضل حيث خلا مما ذكر؛ لأنه أكثر عملاً، ولتعدی فائدته إلى السامعين، و يُوقِظ قلب الذاكر فيجمع همه إلى الفكر، ويصرف سمعه إليه، ويطرد النوم، ويزيد النشاط". (رد المحتار :۳۹۸/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی البيع، سعيد)

(وكذا فی سباحة الفكر فی الجهر بالذكر، ص:۱۳ فی ضمن مجموعة رسائل اللكنوی :۴۶۹/۳، ۴۷۰، الباب الأول فی حكم الجهر بالذكر، إدارة القرآن كراچی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے لئے عمل

سوال[۱۵۶۱]: میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا چاہتا ہوں، کونسا عمل بہتر ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہر چیز میں سنت کا اتباع (۱) اور درود شریف کی کثرت (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۲۴/ ۵/ ۹۲ھ۔

پے در پے مصائب کا علاج ذکر واستغفار ہے

سوال[۱۵۶۲]: ۱...... جب پے در پے مصیبتیں آ رہی ہوں تو کیا ان کا کوئی علاج ہے؟

۲...... جب مصیبت اور پریشانی بہت زیادہ ہو تو اس وقت کیا پڑھنا چاہئے اور کونسا عمل کرنا چاہئے جس سے مصیبت دور ہو جائے؟

۳...... میں مقروض ہوں اور ہر عمل میں نے کیا ہے، اللہ رب العزت کے دربار میں میری کوئی دعاء مقبول نہیں ہوتی اور نہ کوئی عمل مقبول ہوتا ہے، آپ نے بھی ایک بار یہ دعاء بتلائی تھی: ألـلهـم اكفني بحلالك

---

(۱) "لايـؤمـن أحـدكـم حتى يكون هواه تبعاً لما جئت به". (مشكوٰة المصابيح، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، ص: ۳۰، قديمي)

"الـمـحـبـوب الاتبـاع تبـعـاً لـمـا جئت به من السنة الزهراء والملة النقية البيضاء، حتى تصير هـمـومـه الـمـخـتـلـفة وخـواطـره المتفرقة التى تنبعث عن هوى النفس وميل الطبع هماً واحداً". (مرقاة المفاتيح، شرح رقم الحديث: ۱۶۷، ۱/۴۱۲، رشيديه)

(وايـضـاً صـحـيـح البـخـارى، كتاب الإيمان، باب حب الرسول صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من الإيمان: ۱/۷، قديمى كتب خانه)

(۲) ﴿إن الله وملئكته يصلون على النبى يأيها الذين اٰمنوا صلوا عليه وسلموا تسليماً﴾. (الأحزاب: ۵۶، پ: ۲۲)

"عـن ابـن مسـعـود رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن أولى الناس بى يـوم الـقـيٰمة أكثرهم علىّ صلوٰةً". (جامع الترمذى، أبواب الوتر، باب ماجاء فى فضل الصلوٰة على النبى صلى الله عليه وسلم: ۱/۱۱۰، سعيد)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (فضائل درود شریف، مؤلفہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہ، کتب خانہ فیضی)

عن حرامك، وأغنني بفضلك عمن سواك" (۱) ہرنماز کے بعد گیارہ گیارہ بار پڑھتا ہوں لیکن یہ بھی قبول اور منظور نہیں ہوتی ہے، درود شریف کے ساتھ پڑھتا ہوں اور عاجزی بھی اللہ تعالیٰ سے بہت کرتا ہوں، لیکن عاجزی بھی منظور نہیں ہوتی ہے اور مصیبت پر مصیبت آرہی ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

۱...... مصیبتوں کا علاج گناہوں سے توبہ واستغفار اور حقوق کا ادا کرنا ہے (۲)۔

۲...... استغفار اور درود شریف زیادہ سے پڑھا جائے اور صدقہ دیا جائے اور جس جس کا حق اپنے ذمہ ہو اس کو ادا کیا جائے یا معاف کرایا جائے (۳)۔

۳...... جو شخص یہ کہتا ہے کہ میری دعاء قبول نہیں ہوتی، اس کی دعا واقعۃً اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتے، اس لئے ایسا ہرگز نہ کہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر چیز کا وقت مقرر ہے، ہر چیز اپنے وقت پر ہوتی ہے، اس لئے جلدی کا تقاضا نہیں کرنا چاہئے بلکہ سمجھنا چاہئے کہ دعا کے قبول ہونے میں جو کچھ دیر ہو رہی ہے تو اس میں بھی مصلحت ہے (۴)۔ پھر یہ کہ دعاء کے قبول ہونے کے لئے شرائط بھی ہیں: کھانا حلال ہو، پینا حلال ہو، لباس

---

(۱) (مشكوٰة المصابيح، باب الدعوات في الأوقات، ص: ۲۱۵، قديمي)

(۲) "عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: من لزم الاستغفار جعل الله له من كل ضيق مخرجاً، ومن كل همٍّ فرجاً، ورزقه من حيث لايحتسب". (مشكوٰة المصابيح، باب الاستغفار، ص: ۲۰۴، قديمي)

"وعن أنس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من أحب أن يبسط له في رزقه وينسأ له في أثره فليصل رحمه". متفق عليه". (مشكوٰةالمصابيح، باب البر والصلة، ص: ۴۱۹، قديمي)

(۳) "إن الصدقة لتطفئ غضب الرب الخ". (جامع الترمذي، أبواب الزكاة، باب ماجاء في فضل الصدقة)

"وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "قال الله تعالىٰ: يابني آدم! أنفق أنفق عليك". متفق عليه". (مشكوٰة المصابيح، ص: ۱۶۴، قديمي)

(۴) "عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "يُستجاب للعبد ما لم يدع بإثم، أو قطيعة رحم مالم يستعجل". قيل: يا رسول الله! ما الاستعجال؟ قال: "يقول قد دعوت وقد دعوت، فلم أرَيُستجاب لي، فيستحسر عند ذلك ويدع الدعاء". (مشكوٰة لمصابيح، كتاب الدعوات، ص: ۱۹۴، قديمي) .... =

حلال ہو، کمائی حلال ہو، دل حاضر ہو غافل نہ ہو(۱) وغیرہ وغیرہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۶/۹۰ھ۔

حال، وجد

سوال[۱۵۶۳]: محفل سماع میں جوان عورتوں کو حال آنا اور اپنے پیر سے لپٹنا اور نامحرم مردوں کا ان کو سنبھالنا، ایسے امور کے متعلق شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ جملہ امور حرام ہیں:

"وأما الرقص والتصفيق والصريخ و ضرب الأوتار والضخ والبوق الذى يفعله بعض من يدعى التصوف، فإنه حرام بالإجماع؛ لأنها زىّ الكفار كما فى سكب الأنهر"۔ طحطاوى، ص: ۱۸۵ (۲)۔

جب مردوں کے لئے یہ حکم ہے تو عورتوں کے لئے ممانعت شدید تر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

محاسبہ

سوال[۱۵۶۴]: محاسبہ کرنا چاہئے یا نہیں، اگر کریں تو کیا کریں؟ اگر اسے جماعتی طور پر کریں تو

= (وجامع الترمذى، أبواب الدعوات، باب ما جاء فى من يستعجل فى دعائه: ۱۷۶/۲، سعيد)

(۱) "وعن أبى هريرة رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ادعوا الله وأنتم موقنون بالإجابة، واعلموا أن الله لا يستجيب دعاء من قلبه غافل لاه". (مشكوٰة المصابيح، كتاب الدعوات، ص: ۱۹۵، قديمى)

(۲) (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الصلاة، فصل فى صفة الأذكار، ص: ۳۱۹، قديمى)

وفى الحديث: "نهى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن الصوتين الأحمقين: النائحة والمغنية". (الهداية، كتاب الشهادة، باب من تقبل شهادته و من لا تقبل: ۱۲۲/۳، مكتبه شركت علميه ملتان)

(وسيأتى أيضاً تخريجه تحت عنوان: "مجلس سماع")

کیسا ہے؟ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ بدعت ہے لہذا جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

ہر شخص کو اپنے نفس کا محاسبہ کرنا چاہئے، ہاں کوئی جاننے والا اگر کسی نہ جاننے والے کو سکھانے کے لئے اس کا محاسبہ کرے یا اپنے ماتحت اور زیر تربیت سے محاسبہ کرے تو اس کی بھی اجازت ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۲/۷ھ۔

مجلس سماع

سوال[۱۵۲۵]: مجلس سماع جو شیوخ کے یہاں منعقد ہوتی ہے جائز ہے یا نہیں؟ صاف صاف تفسیر فرمادیں۔

المستفتی: محمد عبدالشکور دھنباد براؤلی، ۲۱ شوال المکرّم۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

مجلسِ سماع جس میں مزامیر بھی ہوں بالاتفاق ناجائز ہے، بغیر مزامیر کے مخصوص، خوش الحانی سے اللہ پاک کی حمد میں یا حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت مبارک میں کوئی نظم پڑھنا جب کہ وہ صحیح مضامین پر مشتمل ہو درست ہے۔

"كما قال الدميري: نقل القرطبي عن أبي بكر الطرطوشي رحمهما الله تعالىٰ أنه سئل عن قوم يجتمعون في مكان يقرؤون شيئاً من القرآن، ثم ينشد لهم منشد شيئاً من الشعر، فيرقصون و يطربون و يضربون بالدف والشبابة، هل الحضور معهم حلال أم حرام؟

فأجاب: مذهب السادة الصوفية، أن هذا بطالة و جهالة و ضلالة إلى اخر كلامه،

---

(۱) قال الإمام الغزالي رحمه الله تعالىٰ: "إعلم أن العبد كما يكون له وقت في أول النهار يشارط فيه نفسه على سبيل التوصية بالحق، فينبغي أن يكون له في آخر النهار ساعة يطالب فيها النفس، و يحاسبها على جميع حركاتها وسكناتها .... الخ". (كتاب المراقبة والمحاسبة، بيان حقيقة المحاسبة بعد العمل، إحياء علوم الدين: ۴/۴۸۰، مكتبه حقانيه پشاور)

قلت: وقد رأيت أنه أجاب بلفظ غير هذا و هو: أنه قال: مذهب الصوفية بطالة و جهالة و ضلالة و ما الإسلام إلا كتاب الله و سنة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم. وأما الرقص والتواجد، فأول من أحدثه أصحاب السامری لما اتخذ لهم عجلاً جسداً له خوار، قاموا يرقصون حوله و يتواجدون، فهو دين الكفار و عباد العجل، وإنما كان مجلس النبی صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مع أصحابه كأنما على رؤسهم الطير من الوقار۔ فينبغی للسلطان أن يمنعوهم من الحضور فی المساجد وغيرها، و لا يحل لأحد يؤمن بالله واليوم الآخر أن يحضر معهم ولا يعينهم على باطلهم، هذا مذهب مالك رحمه الله تعالىٰ والشافعی و أبی حنيفة وأحمد رحمه الله تعالىٰ وغيرهم من أئمة المسلمين"(۱).

معلوم ہوا کہ مجالس متعارفہ سماع کے حرام وناجائز ہونے پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے (۲)۔ ایسی مجالس میں شرکت کی قطعاً اجازت نہیں، بلکہ شوکت حاصل ہو تو قوت سے ایسی مجالس کو روکنا لازم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

قوالی

سوال [۱۵۶۶]: بعض لوگ جو اپنے کو سلسلہ چشتیہ سے وابستہ بتاتے ہیں ان کے یہاں ڈھولک اور ہارمونیم کے ساتھ بڑے زوروں پر قوالی ہوتی ہے، ان کا کہنا ہے کہ چونکہ خواجہ اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے قوالی سنی

(۱) (حیواة الحيوان، تحت لفظ العين المهملة "العجل" : ۲/۱۵۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "التغنی باللهو معصية فی جميع الأديان". (العناية على هامش فتح القدير، كتاب الشهادات، باب من تقبل شهادته و من لا تقبل : ۷/۴۰۸، مصطفىٰ البابی الحلبی، مصر)

و فی الحديث:" نهى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن الصوتين الأحمقين النائحة والمغنية". (الهداية ، كتاب الشهادة، باب من تقبل شهادته و من لا تقبل : ۳/۶۲، مكتبه شركة علميه ملتان)

قال رحمه الله تعالىٰ: "السماع والقول والرقص الذی يفعله المتصوفة فی زماننا حرام لا يجوز القصد إليه والجلوس عليه، و هوو الغناء والمزامير سواء". (الفتاوى اللعالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب السابع عشر فی الغناء واللهو و سائر المعاصی : ۵/۳۵۲، رشيديه)

ہےاس لئے ہم بھی سنتے ہیں، وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ قوالی چشتیت کا اہم ترین جزو ہے اس کے بغیر چشتیت ناتمام رہتی ہے۔اب سوال یہ ہے کہ کیا واقعی خواجہ اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ساز وقوالی سنی ہے یا اس کی اجازت دی ہے؟ شریعت کی رو سے قوالی کا کیا حکم ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً و مصلياً :

ڈھولک ہارمونیم وغیرہ کسی قسم کے ساز کے ساتھ محفل منعقد کرنا شرعاً جائز نہیں، چشتیت کی آڑ بھی کار آمد نہیں۔حضرت خواجہ اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت کسی سند صحیح کے ساتھ ثابت نہیں، نیز جس چیز کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صاف صاف منع فرمادیا ہو اس کو کوئی جائز نہیں کرسکتا (۱)۔ بزرگان دین رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خود بھی اتباع کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی اتباع کی تلقین کرتے ہیں۔خود بھی نافرمانی سے بچتے ہیں دوسروں کو بھی بچاتے ہیں۔ہوا پرستوں نے اپنی خواہش نفسانی پوری کرنے کے لئے کچھ غلط باتیں بزرگوں کی طرف منسوب کردی ہیں وہ ہرگز قابل التفات نہیں (۲)۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''تفہیماتِ الٰہیہ'' (۳) میں علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ:۲/ ۳۵۵ (۴) میں اس کو منع لکھا ہے۔علامہ حصکفی سکب الأنہر:۲/ ۵۵۱ میں لکھتے ہیں:

---

(۱) "التغني باللهو معصية في جميع الأديان .... وعلل بأنه يجمع الناس على ارتكاب كبيرة". (العناية على هامش فتح القدير، كتاب الشهادة، باب من تقبل شهادته و من لا تقبل: ۷/۴۰۸، ۴۰۹، مصطفیٰ البابي الحلبي، مصر)

وفي الحديث: "نهى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن الصوتين الأحمقين: النائحة والمغنية". (الهداية، كتاب الشهادة، باب من تقبل شهادته و من لا تقبل : ۳/۱۲۲، مكتبه شركت علميه ملتان)

(۲) "السماع والقول والرقص الذي يفعله المتصوفة في زماننا حرام، لا يجوز القصد إليه والجلوس عليه، وهوو الغناء والمزامير سواء". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵/۳۵۲، الباب السابع عشر في الغناء والهواء، رشيديه)

(۳) "فالملاهي نوعان: محرم، و هي الآلات المطربة كالمزامير، المزامير: جمع مزمار، و هي آلة موسيقية تعتمد على النفخ وهي أنواع كثيرة". (حجة الله البالغة، الملاهي: محرم و مباح: ۲/۵۲۱،قديمي)

(۴)(تنقيح الفتاوىٰ الحامدية : ۲/۳۵۵، في سماع الآلات المطربة، حاجي عبد الغفار و پسران =

"لا أصل له فی الدین۔ زادفی الجواهر: وما يفعله متصوفة زماننا حرام، لا يجوز القصد والجلوس إليه و من قبلهم لم يفعله كذلك"(۱)۔

یعنی اس قوالی کی دین میں کوئی اصل نہیں ہے اور ہمارے زمانہ کے نام نہاد صوفیاء جس طرح قوالی کرتے ہیں وہ حرام ہے، اس کا قصد کرنا اور قوالی کی محفل میں بیٹھنا جائز نہیں، پہلے بزرگوں نے ہرگز ایسا کام نہیں کیا۔

علامہ دمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ابتدا اس طرح نقل کی ہے:

"نقل القرطبی عن أبی بكر الطرطوشی أنه سئل عن قوم يجتمعون فی مكان، يقرأون شيئاً من القرآن، ثم ينشد لهم منشد شيئاً من الشعر، فيرقصون و يطربون و يضربون بالدف والشبابة، هل الحضور معهم حلال أم لا؟ فأجاب: مذهب السادة الصوفية أن هذا بطالة و جهالة و ضلالة إلى اٰخر كلامه، قلت: و قد رأيت أنه أجاب بلفظ غير هذاوهو: أنه قال: مذهب الصوفية بطالة و جهالة و ضلالة و ما الإسلام إلا بكتاب الله و سنة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، و أما الرقص والتواجد فأول من أحدثه أصحاب السامری لما اتخذ لهم عجلاً جسداً له خوار، قاموا يرقصون حوله و يتواجدون، فهو دين الكفار و عباد العجل. وإنما كان مجلس النبی صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مع أصحابه كأنما على رؤسهم الطير من الوقار، فينبغی للسلطان و نوابه أن يمنعوهم من الحضور فی المساجد وغيرها، لا يحل لأحد يؤمن بالله واليوم الاٰخر أن يحضر معهم، و لا يعينهم على باطلهم، هذا مذهب مالك و الشافعی وأبی حنيفة وأحمد وغيرهم من أئمة المسلمين اهـ "(۲)۔

ترجمہ: "ابوبکر طرطوشی سے دریافت کیا گیا کہ کچھ لوگوں کا یہ طریقہ ہے کہ کسی جگہ جمع ہو کر پہلے تو

= تاجران کتب ارگ بازار قندھار، افغانستان)

(۱) "زاد فی الجواهر و ما يفعله متصوفة زماننا حرام، لا يجوز القصد والجلوس إليه الخ". (سكب الأنهر، فصل فی المتفرقات: ۲/۵۵۱، دار احياء التراث العربی بيروت قديم)

(۲) (كتاب حيوة الحيوان: ۲/۱۵۴، تحت لفظ العين المهملة "العجل"، دار الكتب العلمية بيروت)

کچھ قرآن پڑھتے ہیں، اس کے بعد کوئی گویا کوئی شعر پڑھتا ہے جس پر وہ لوگ ناچنے لگتے ہیں، ان پر مستی سوار ہو جاتی ہے اور دف وغیرہ بھی بجاتے ہیں تو کیا ایسوں کی مجلس میں حاضر ہونا جائز ہے؟ اس پر علامہ ابوبکر نے جواب دیا کہ یہ طریقہ جہالت، گمراہی اور باطل پرستی ہے، اسلام کی بناء تو صرف کتاب وسنت پر ہے اور ان باتوں کا کتاب وسنت سے دور کا بھی تعلق نہیں، یہ رقص اور مستانگی سامری کے ماننے والوں کی ایجاد ہے جو بچھڑے کو معبود بنا کر ان کے گرد ناچتے اور کودتے تھے، لہذا جاہل صوفیوں کا یہ طریقہ دراصل کافروں اور مشرکوں کا طریقہ ہے۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس میں اس درجہ وقار اور سکون ہوتا تھا کہ معلوم ہوتا کہ صحابہ کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں۔ لہذا با اختیار اور ذمہ داروں کو چاہئے کہ ایسے ناچنے اور گانے بجانے والے پیروں کو مسجد میں آنے تک سے روک دیں اور خدا پرست مسلمان کے لئے ہرگز جائز نہیں کہ ان کی مجلس میں قدم رکھے اور ان کی باطل پرستی میں کوئی بھی حصہ لے''۔

اس کے ناجائز ہونے پر ائمہ اربعہ کا اجماع ہے، علامہ کردری نے فقہ حنفی کی مشہور ومعروف کتاب ''وجیز'' (۱) میں اس پر تفصیلی کلام کیا اور اس کے ناجائز ہونے پر نہایت قوی دلائل قائم کئے ہیں۔ اسلاف میں سے اگر کسی نے اضطراری خصوصی حالت کی وجہ سے قوالی سنی بھی تو ان کا یہ فعل قابل حجت نہیں بن سکتا، حجت شرعیہ تو قرآن پاک ہے، حدیث شریف ہے اور ان دونوں کی تشریح وتفصیل فقہ ہے اور بس۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

قوالی

سوال [۱۵۶۷]: قوالی سننے کی کیا کیا شرطیں ہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

قوالی میں ڈھول، تاشے وغیرہ ہوں تو کسی شرط سے سننا جائز نہیں، محض اشعار بلا مزامیر کے کسی ایسے شخص سے کبھی کبھی سننا جس میں کسی قسم کا فتنہ اور کوئی امر خلاف شرع نہ ہو، درست ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) (لم أظفر علی هذا الكتاب)

(۲) قال العلامة الآلوسي: "اعلم أن الشعر باب من الكلام حَسَنَه حسن و قبيحة قبيح، و في الحديث: =

قوالی اور خنزیر کھانے کی حرمت میں فرق

سوال[۱۵۶۸]: فتوی ۹۴۲/ب موصول ہوا، اس میں تحریر ہے کہ ''جس چیز کو قرآن کریم میں حرام قرار دیا گیا، اس کی حرمت لعینہ ہے اور شدید ہے، بعض دفعہ ایک حرام کا ارتکاب متعدی ہوتا ہے''۔ اس کے بعد تحریر ہے کہ ''جس جگہ جس قسم کی حرمت ہوگی اس پر اسی حیثیت سے نکیر کی جائے گی، لہذا قوالی مع معازف، مزامیر اور گانے کی حرمت قرآن کریم میں ﴿ومن الناس من یشتری لهو الحدیث﴾ الخ (۱) ﴿واستفزز من استطعت منهم بصوتك﴾ الخ (۲) سے لعینہ ثابت ہوئی، لہذا یہ حرمت شدید ہوئی اور اس حرام کا ارتکاب متعدی بھی ہے اس لئے باعث اشتداد ہوا۔ چونکہ حرمت اس کی بھی قرآن کریم سے ثابت ہے بایں وجہ اس پر شدید نکیر ہونی چاہیے، اس میں تعدیہ ہے۔

خنزیر، شراب اور زنا میں تعدیہ نہیں، اس لئے قوالی بمقابلہ خنزیر و شراب اور زنا کے زیادہ کیا سخت ہوئی اور اس کا گناہ بھی زیادہ ہوا؟ اس کا مرتکب بہ نسبت اس کے زیادہ لعن وطعن کا مستحق ہوا؟ نیز جس طرح خنزیر و شراب و زنا کی حلت کا قائل کافر ہے اسی طرح اس کی حلت و جواز کا قائل کافر ہوا؟ جس طرح خنزیر وغیرہ قسم کی

= "إن من الشعر لحكمة" و قد سمع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الشعر و أجاز عليه و فيه. بعد صفحات : و ما أحسن قول الماوردی : الشعر فی كلام العرب مستحب و مباح و محظور، فالمستحب ماحذر من الدنيا و رغب في الآخرة و حث على مكارم الأخلاق، و المباح ما سلم من فحش أو كذب، والمحظور نوعان: كذب و فحش". (روح المعانی :۱۸/۱۴، ۱۵، (تفسیر سورةالشعرا)، دار إحياء التراث العربی)

قال الحافظ : "والذی يتحصل من كلام العلماء فی حد الشعر الجائز أنه إذا لم يكثر منه فی المسجد، و خلاعن هجو، و عن الإغراق فی المدح والكذب المحض ، والتغزل بمعين لا يحل. و قد نقل ابن عبد البر الإجماع على جوازه إذا كان كذلک . وأخرج الطبری من طريق ابن جريج قال: سألت عطاء عن الحداء والشعر والغناء، فقال: لا بأس به مالم يكن فحشاً". (فتح الباری : ۱/ ۲۲۰، ۲۲۱، كتاب الأدب، باب ما يجوز من الشعر والرجز والحداء ، قديمی)

(۱) (لقمان : ۶)

(۲) (الإسراء : ۶۴)

اعانت کبیرہ گناہ ہے اسی طرح یہ بھی ہے؟ فقط۔

سائل قاری محمد انس صاحب این اے ڈرائی کلین نینی تال۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

قوالی کی مضرتیں تو قـــال کے اعتبار سے آپ نے تحریر فرمادی ہیں مگر ان کے مقابلہ میں خنزیر، شراب و زنا کی خرابی کو غیر متعدی قرار دے کر بہت ہلکا کر دیا حالانکہ حرام غذا سے جو خون پیدا ہو کر دل، دماغ اور جوارح میں پہونچتا ہے پھر اس سے جیسے نظریات اور اعمال ظہور پذیر ہوتے ہیں ان کی طرف نظر نہیں گئی، نیز شراب پی کر، عقل کھو کر جو خرابیاں رونما ہوتی ہیں (۱) ان کی جانب دھیان نہیں گیا اور زنا کی حالت میں ایمان کا جدا ہونا بھی حدیث شریف میں موجود ہے (۲) اور اس سے اگر استقرار حمل ہو جائے تو یہ زنا کا اثر کس قدر متعدی ہے؟

---

(۱) قال العلامة الالوسی تحت قوله تعالیٰ: ﴿ویسئلونک عن الخمر والمیسر﴾ الآیة، (البقرة: ۲۱۹): "الخمر إزالة العقل الذی هو أشرف صفات الإنسان، و إذا كانت عدوة للأشرف لزم أن تكون أخس الأمور؛ لأن العقل إنما سمى عقلاً؛ لأنه يعقل: أی يمنع صاحبه عن القبائح التی يميل إليها الطبعة، فإذا شرب زال ذلک العقل المانع عن القبائح و تمكن ألفها، و هو الطبع، فارتكبها و أكثر منها، و ربما كان ضحكةً للصبيان .... و ربما يقع القتل بين الشاربين فی مجلس الشرب .... فإنه إذا اختل العقل حصلت الخبائث بأسرها .... (المیسر) أن فیه أكل الأموال بالباطل، وأنه يدعو كثيراً من المقارين إلى السرقة، وتلف النفس، و إضاعة العيال، و ارتكاب الأمور القبيحة، و الرذائل الشنيعة، والعداوة الكامنة والظاهرة، و هذا أمر مشاهد لا ينكره إلا من أعماه الله و أصمه". (روح المعانی: ۲/۱۱۵، دار إحياء التراث العربی)

(۲) "عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم: "لایزنی العبد حين يزنی و هو مؤمن، و لايسرق حين يسرق و هو مؤمن، و لا يشرب حين يشرب و هو مؤمن، ولا يقتل و هو مؤمن". قال عكرمة: قلت لابن عباس: كيف ينزع الإيمان منه؟ قال: هكذا – و شبّک بين أصابعه ثم أخرجها – فإن تاب عاد إليه هكذا وشبّک بين أصابعه". (صحيح البخاری، كتاب المحاربين، باب إثم الزناة: ۲/۱۰۰۶، قديمی)

کیسے کیسے بے حیائی کے اخلاق کا مبدأ ہے؟ ان سب پر بھی غور کیجئے تو اندازہ ہوگا پھر توازن قائم کرنے میں سہولت ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۲/۳/۹۵ھ۔

غنا پر استدلال اور اس کا جواب

سوال[۱۵۶۹]: جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سماع سنا ہے اور انصار کی لڑکیوں کو اجازت دی ہے اور حبشی کا کھیل مسجد میں دیکھا ہے وہ گانا تھا تو یہ فعل لہو نہ ہونا چاہئے، حضرت کی شان سے بعید ہے، کیا اس کو مستحب کہیں گے یا مباح، یا منع کی حدیثیں بعد کی ہیں جس سے جواز منسوخ سمجھا جائے؟ طبل جنگ اور رمضان شریف میں سحری کے لئے نقارہ بجانا جائز ہے تو کیوں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

انصار کی چھوٹی بچیاں کچھ گا رہی تھیں، آپ نے ان کو منع نہیں فرمایا(۱)، اس سے بالغین کے گانے پر استدلال بعید ہے کیونکہ وہ بچیاں غیر مکلّف تھیں(۲)۔ حبشی کا کھیل مسجد میں کیا تھا، وہ لڑائی کے ہاتھ دکھانا تھا(۳)، آج بھی اگر کوئی لڑائی کے ہاتھ دکھائے، نیزہ تلوار وغیرہ چلائے یا بندوق کا نشانہ لگائے یا تیر اندازی کرے تو نہ اس فعل کی ممانعت ہے، نہ اس کے دیکھنے کی، بلکہ احادیث میں تیر اندازی وغیرہ کی ترغیب آئی ہے

---

(۱) "عن الربيع بنت معوذ بن عفراء قالت: جاء النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فدخل حين بنى عليّ، فجلس على فراشي كمجلسك مني فجعلت جوريات لنا يضربن بالدف و يندبن مَن قُتل من آبائي يوم بدر، إذ قالت إحداهن: و فينا نبي يعلم ما في غد. فقال: "دعي هذه، و قولي بالذى كنت تقولين".
(صحيح البخارى: ۷۷۳/۲، كتاب النكاح، باب ضرب الدف في النكاح والوليمة، قديمى)

(۲) قال علي القاري: "قيل تلك البنات لم تكن بالغات حد الشهوة، وكان دفّهن غير مصحوب بالجلاجل". (مرقاة المفاتيح: ۳۰۱/۶، كتاب النكاح، باب إعلان النكاح والخطبة والشرط، الفصل الأول، رشيديه)

(۳) "قال الزين بن المنير: سماه لعباً وإن كان أصله التدريب على الحرب، وهو من الجر لما فيه من شبه اللعب، لكونه يقصد إلى الطعن ولا يفعله ويوهم بذلك قرنه ولو كان آباه أوابنه". (فتح البارى: ۵۶۴/۲، كتاب العيدين، باب الحراب اهـ، رقم الحديث: ۹۴۹، قديمى)

یعنی فنِ سپہ گری مستحسن ہے کیونکہ معین علی الجہاد ہے(۱)۔

طبلِ غازی اور نقارہ سحری کی شرعاً اجازت ہے اس سے مقصود اعلان واطلاع ہے، نہ کہ حظِ نفس (۲) جیسا کہ قوالی اور سماع میں ہوتا ہے، باقی قوالی اور سماع کی روایت جیسا کہ بعض صوفیہ بیان کرتے ہیں وہ قطعاً غیر معتبر ہے، ”حق السماع“ اور ”آثار الأبرار فی حرمة الغنا والمزامیر“ وغیرہ میں اس کے عدم جواز پر دلائل قائم کئے ہیں، علامہ دمیری نے بحوالہ قرطبی نقل کیا ہے کہ رقص وتواجد کی ابتداء اصحابِ سامری سے ہوئی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) ”عن عقبة بن عامر رضی الله عنه قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو علی المنبر یقول: ﴿وأعدّوا لهم ماستطعتم من قوة﴾ ألا ! إن القوة الرمی، ألا ! إن القوة الرمی، ألا! إن القوه الرمی“. رواه مسلم“.

”وعنه (أی عقبة بن عامر) قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: ”ستفتح علیکم الروم، ویکفیکم الله، فلا یعجز أحدکم أن یلهو بأسهمه“. رواه مسلم“. (مشکوٰة المصابیح، ص: ۳۳۶، باب إعداد آلة الجهاد، الفصل الأول، قدیمی)

قال الملا علی القاری تحت هذا الحدیث: ” هی کل مایتقوی به فی الحرب فی عددها .... قال النووی : فیه وفی الأحادیث بعده ففضیلة الرمی ، والمناضلة والاعتناء بذلک بنیة الجهاد فی سبیل الله، والمراد بهذا التمرّن علی القتال والتدرب فیه وریاضة الأعضاء بذلک“. (مرقاة المفاتیح: ۷/۴۲۴، باب إعداد آلة الجهاد، رقم الحدیث: ۳۸۶۱، الفصل الأول، رشیدیه)

(۲) ”وإذا کان الطبل لغیر اللهوفلا بأس به، کطبل الغزاة والعرس، لما فی الأجناس: ولابأس أن یکون لیلة العرس دف یضرب به لیعلن به النکاح، وفی الولوالجیة: وإن کان للغزو أو القافلة یجوز“. (ردالمحتار: ۶/۵۵، باب الإجارة الفاسدة، مطلب فی الاستئجار علی المعاصی، سعید)

”وینبغی أن یکون بوق الحمام یجوز کضرب النوبة .... أقول : وینبغی أن یکون طبل المسحر فی رمضان لإیقاظ النائمین للسحور کبوق الحمام، تأمل“. (ردالمحتار: ۶/۳۵۰، کتاب الحظر والإباحة، قبیل فصل فی اللبس، سعید)

قوالی اور پختہ قبر وغیرہ

سوال[۱۵۷۰]: قبروں کو چونے، گچ سے پختہ قبے تعمیر کرنا، روشنی کرنا، عرس کرنا، قوالی گانا وغیرہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ سب چیزیں ناجائز اور معصیت ہیں:

"لماروی جابر رضی اللہ تعالیٰ عنه نهی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم عن تجصیص القبور، و أن یکتب علیها، وأن یبنی علیه" رواه مسلم اهـ". (۱) شامی: ۱/۶۰۱(۲)۔

"أما الغناء المعتاد الذی یحرك الساکن و یهیّج الکامن الذی فیه وصف محاسن الصبیان والنساء و نحوها من الأمور المحرمة، فلا یختلف فی تحریمه اهـ". تنقیح الفتاوی الحامدیة، ص: ۳۵۹(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۹/۹۰ھ۔



---

(۱) (الصحیح لمسلم، کتاب الجنائز، فصل فی النهی عن تجصیص القبور والقعود الخ: ۱/۳۱۲، قدیمی)

(۲) (ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب صلاة الجنائز: ۲/۲۳۷، سعید)

(۳) (تنقیح الفتاویٰ الحامدیة، کتاب الحظر والإباحة، مطلب: من البدع المنکرة إیقاد القنادیل الکثیرة: ۲/۳۵۹، المکتبة المیمنیة، مصر)

منکرات الصوفية

(جاہل صوفیاء کے منکرات)

پیر کا نام بطورِ وظیفہ پڑھنا اور مرید سے نذرانہ لینا

سوال[۱۵۷۱]: پیرصاحب کا نام بطور وظیفہ لینا کیسا ہے؟ نیز پیر صاحب کا مریدین سے نذرانہ لینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وظیفہ کے طور پر پیر صاحب کا نام لینا جائز نہیں (۱)، مرید اگر خوشی سے ھدیہ پیش کرے اور وہ حلال مال کا ہو تو اس کا دل خوش کرنے کیلئے قبول کرنا درست ہے (۲)، اسکی مرضی کے خلاف بطور ٹیکس کے اس سے نذرانہ وصول کرنا جائز نہیں، حرام ہے (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸۹/۲/۵ھ۔

پیر اپنا نذرانہ لیتا ہے مریدین کی اصلاح نہیں کرتا

سوال[۱۵۷۲]: ریاست کشمیر میں ہر ایک خاندان کے پیر صاحب صدیوں سے مقرر ہیں، بعضے بعد عرصہ ایک سال بعض سال میں چند دفعہ مرید کے گھر میں آکر خورد نوش کرتے ہیں اور کچھ شب گزار کر اس

---

(۱) (أنظر تالیفات رشیدیه، کتاب الإیمان والکفر، ص: ۷٦، ۷۷، ادارہ اسلامیات)

(وکذا النهر الفائق، کتاب القاضی، کتاب الحدود، باب التعذیر: ۱۵٦/۳، رشیدیه)

(وشرح المجلة: ۶۲/۱، دار الکتب)

(۲) قال علیه السلام: "ألا لا تظلموا، ألا لا یحل مال امرئ إلا بطیب نفس منه". (مشکوٰة المصابیح، باب الغصب والعاریة، ص: ۲۲۵، قدیمی)

(۳) "والإسلام یجعل مال الغیر حرمة، فلا یجوز أخذه منه، إلا من طریق مبادلة مشروعة أو عن طیب نفس منه هبة أو صدقة". (الحلال والحرام لیوسف القرضاوی، ص: ۲۵۰، بیروت)

مرید سے ہدیہ حاصل کر کے واپس جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں مرید پیر صاحب سے اسلام کی کوئی بات پوچھتے ہی نہیں، سال بھر عمر بھر مریدین بے نماز، کسبِ حرام خور ہو کر رہتے ہیں، اور یہ پیر اپنا مقرر کردہ ہدیہ لیتے رہتے ہیں، اس کمائی کا کیا نام ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پیر کسی بزرگ، متبع سنت، صاحب سنت کو بنایا جاتا ہے، اور پیر بنانے کا مقصد یہ ہے کہ مرید کے نفس کی اصلاح ہو، حرام کاموں سے توبہ کرے، شریعت کا ہر حکم مانے، فرائض وواجبات کا اہتمام کرے، اپنی پوری زندگی کو سنت کے مطابق بنائے (۱)۔ پیر کے ذمہ مرید کی اصلاح وتربیت واجب ہے، اگر مرید حرام کاموں میں مبتلا ہے اور پیر سب کچھ جانتا ہے مگر مرید کی اصلاح نہیں کرتا ہے اور اس کو حرام کاموں سے نہیں روکتا ہے، اور مرید حرام کاموں سے نذرانہ دیتا ہے اور پیر جان بوجھ کر اس کو قبول کرتا ہے تو وہ پیر حرام خور ہے، اپنا فریضہ نہیں ادا کرتا ہے، اس طرح مرید کی ہرگز اصلاح نہ ہوگی (۲)، حرام روپیہ پیر کو دینے سے مرید کو ثواب نہیں ہوگا (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۵/۸۹ھ۔

---

(۱) "فالتصوف عبادة عن عمارة الظاهر والباطن، أما عمارة الظاهر فبالأعمال الصالحة، و أما عمارة الباطن فبذكر الله وترك الركون إلى ماسواه، وكان يتيسر ذلك للسلف بمجرد الصحبة الخ".

(إعلاء السنن، كتاب الأدب والتصوف: ۱۸/۴۳۸، ادارة القرآن)

(۲) حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شیخِ کامل کی علامات ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "وہ شیخ تعلیم وتلقین میں اپنے مریدوں کے حال پر شفقت رکھتا ہو اور انکی کوئی بری بات دیکھے یا سنے تو ان کو روک ٹوک کرتا ہو، یہ نہ ہو کہ ہر ایک کو اس کی مرضی پر چھوڑ دے"۔

(تربیت السالک، حصہ اول: ۱/۱۰، دارالاشاعت)

(۳) "إذا تصدق بالمال الحرام القطعي، أو بنى من الحرام بعينه مسجد ونحوه مما يرجو به التقرب، مع رجاء الثواب الناشي عن استحلاله، كفر؛ لأن استحلاله المعصية كفر، والحرام لاثواب فيه". (الفقه الإسلامي وأدلته، أحد عشر: التصدق من المال الحرام، ۳/۲۰۵۸، رشيديه كوئٹه)

(وكذافي الدر المختار ورد المحتار، مطلب: تصدق بالمال الحرام: ۲/۲۹۲، سعيد)

مریدوں سے ہدیہ لینا

سوال[۱۵۷۳]: مرید سے روپیہ پیسہ وغیرہ لینا پیر کے واسطے درست ہے یا نہیں

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر مرید بطیبِ خاطر دیتے ہیں تو جائز ہے اور اگر جبراً دیتے ہیں تو ناجائز ہے:"إذ لایجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعی". عالمگیری: ۷۷۸/۲(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۲/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/صفر/۵۵ھ۔

ایک پیر صاحب کے حالاتِ تصوف

سوال[۱۵۷۴]: ایک عالم نے پارسال گاؤں میں آ کر تصوف کا بہت بڑا مدرسہ کھولا ہے اس میں مریدوں کا نام لکھ کر داخل کرتے ہیں اور روزانہ مریدوں کا نام پکارا جاتا ہے اور حاضری اور غیر حاضری کا نشان لگایا جاتا ہے، سال میں دو مرتبہ: ایک مرتبہ سات دن اور دوسری مرتبہ پانچ دن مدرسہ کھولا جاتا ہے۔ مجموعہ بارہ دن سال میں اپنے مریدوں کو تصوف کی تعلیم دیتے ہیں اور ایصالِ ثواب کی مجلس کرتے ہیں اور وعظ کرتے کراتے ہیں اور علم تصوف کو بلاضرورت فرض عین بتاتے ہیں۔ علم شریعت بدونِ معرفت مکمل نہیں ہوتا ہے اور مریدوں سے حسبِ مقدور روپیہ، پیسہ، چاول، گھانس، بکری، مرغی وغیرہ لے کر مریدوں اور دور دراز کے وعظ سننے والوں کو کھلاتے ہیں، بچے ہوئے روپیہ میں سے کچھ غریبوں کو دیتے ہیں اور کچھ آمد ورفت کی بابت پیر صاحب لے لیتے ہیں۔ عوام کو شبہ ہوتا ہے کہ پیر صاحب نے بہت اچھی تجارت بنائی ہے۔ ہیئت کذائی کے ساتھ تصوف کی تعلیم دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

---

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱۶۷/۲، فصل فی التعزیر، رشیدیه)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الحدود، فصل فی تعزیر، باب حد قذف: ۶۸/۵ رشیدیه)

(وکذا فی شرح المجله، سلیم رستم باز: ۶۲/۱، رشیدیه)

الجواب حامداً و مصلیاً :

آپ نے روپیہ کمانے اور تجارت کرنے کا طریقہ تو سب لکھ دیا لیکن یہ نہیں لکھا کہ وہ تصوف کی کیا تعلیم دیتے ہیں تا کہ اس کے جواز وعدم جواز پر غور کیا جاتا اور معلوم ہوتا کہ ایسا تصوف فرض عین ہے یا نہیں اور بغیر ایسی معرفت کے علم شریعت مکمل ہے یا غیر مکمل۔ جو روپیہ پیسہ مریدوں سے لیتے ہیں وہ اگر توبہ کرانے کا معاوضہ ہے تب تو حرام ہے(۱) اگر مرید اپنی خوشی سے بطور ہدیہ پیش کرتے ہیں تو اس میں گنجائش ہے(۲)۔ وعظ سننا، سنانا جائز بلکہ ثواب ہے بشرطیکہ اس میں خلاف شرع کوئی شیء نہ ہو(۳)۔ ایصال ثواب بھی اچھی بات ہے لیکن اس میں اگر تاریخ وغیرہ کا تعین مثل عرس کے ہو اور کسی ہیئت خاصہ غیر ثابتہ کا التزام ہو(۴) جیسے کھانا سامنے رکھ کر

---

(۱) "و لا تصح الإجارة لعسب التيس .... و لا لأجل الطاعات". (الدر المختار، كتاب الإجارة : ۶/۵۵، سعید)

(۲) "عن أبي هريرة رضى الله عنه، قال: قال رسول الله ﷺ : "تهادوا فإن الهدية تذهب وغر الصدر" (مسند احمد بن حنبل رحمه الله تعالىٰ :۳/۱۲۲، دار احياء التراث العربى)

و قال عليه السلام : "ألا! لا تظلموا، ألا! لا يحل مال امرىء إلا بطيب نفس منه". (مشكوة المصابيح، باب الغصب والعارية: ۱/۲۵۵، قديمى)

"والإسلام يجعل مال الغير حرمةً، فلا يجوز أخذه منه إلا من طريق مبادلة مشروعة أو عن طيب نفس منه هبةً أو صدقةً". (الحلال والحرام فى الإسلام ليوسف القرضاوى، ص: ۲۵۰، بيروت)

"لايجوز أخذ مال مسلم بغير سبب شرعى". (النهر الفائق، كتاب الحدود، باب التعزير:۳/۱۶۵، رشيديه)

(۳) قوله: "فبلسانه": أى فليغيره بالقول و تلاوة ما أنزل الله من الوعيد عليه و ذكر الوعظ والتخويف والنصيحة .... ثم اعلم أنه إذا كان المنكر حراماً وجب الزجر عنه، و إذا كان مكروهاً ندب، وشرطهما أن لا يؤدى إلى الفتنة". (المرقاة شرح مشكوة المصابيح:۸/ ۸۲۱، ۸۲۲، كتاب الأدب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول، رقم الحديث :۵۱۳۷، رشيديه)

(۴) قال العلامة اللكنوى : "فكم من مباح يصير بالالتزام. من غير لزوم والتخصيص من غير مخصص. أسس مكروهاً الخ". (سباحة الفكر، ص: ۳۴، فى ضمن مجموعة رسائل اللكنوى : ۳/ ۴۹۰، ادارة القرآن)

فاتحہ وغیرہ پڑھا یا مزار پر چڑھا وا چڑھایا جاتا ہو یا غیر اللہ کی نذر مانی جاتی ہو یا وہ مجلس غنا مزامیر، رقص وسرود وغیرہ منکرات پر مشتمل ہو یا یہ مجلس ریا وفخر کے لئے کی جاتی ہو پھر شرعاً ناجائز اور ممنوع ہے اس کا ترک کرنا واجب ہے اس میں شرکت گناہ ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/ ۵/ ۶۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۱/ ۵/ ۶۰ھ۔

پیر کا بخشش کروانا

سوال[۱۵۷۵]: ۱...... کیا پیر اپنے مرید کی بخشش کرا سکتا ہے؟

۲...... جو اس دنیا سے چل بسا وہ زندوں کے کام آ سکتا ہے یا نہیں؟

---

(۱) "عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنه : قالت: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "من أحدث فى أمرنا هذا ما ليس منه فهو مردود". (مشكوة المصابيح، باب الاعتصام بالكتاب والسنة : ۱/ ۲۷، سعيد)

وقدقال الله تعالىٰ: ﴿و قد نزل عليكم فى الكتاب أن أذا سمعتم ايت الله يكفر بها و يستهزأ بها، فلا تقعدوا معهم حتى يخوضوا فى حديث غيره، إنكم إذاً مثلهم﴾. (سورة النساء : ۱۴)

"أى إنكم إذا ارتكبتم النهى بعد وصوله إليكم و رضيتم بالجلوس معهم فى المكان الذى يكفر فيه بآيات الله و يستهزأ و ينتقص بها و أقررتموهم على ذلک، فقد شاركتموهم فى الذى هم فيه، فلهذا قال الله تعالىٰ: ﴿إنكم إذاً مثلهم﴾ فى المأثم، كما جاء فى الحديث: "من كان يؤمن بالله واليوم الأخر، فلا يجلس على مائدة يدار عليها الخمر". (تفسير ابن كثير : ۱/ ۷۵۳، ۷۵۴، دار السلام)

وفى روح المعانى : ﴿و إذارأيت الذين يخوضون فى آياتنا فأعرض عنهم﴾ الاية، و هذا يقتضى الانزجار عن مجالستهم فى تلک الحالة القبيحة، فكيف بموالاتهم والاعتزاز بهم"؟ (روح المعانى : ۵/ ۱۷۲، دار احياء التراث العربى)

و قال الضحاک تحت آية: " (وقد نزل عليكم) الخ عن ابن عباس رضى الله عنهما : "دخل فى هذه الآية كل محدث فى الدين و كل مبتدع إلى يوم القيامة". (تاليفات رشيديه، شركت مجالس بدعت، ص: ۱۳۷، اداره اسلاميات لاهور)

الجواب حامداً و مصلیاً :

۱......اللہ کی اجازت سے کراسکتا ہے(۱)۔

۲......کام سے کیا مراد ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۵/۱۴۰۰ھ۔

ایک پیر کے مخلوط حالات

سوال[۱۵۷۶]: علاقہ کشمیر ضلع مظفر آباد میں ایک شخص بدعویٰ پیری آیا ہوا ہے اپنا سلسلہ نقشبندی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔علمی قابلیت میں عربی میں خلاصہ کیدانی بھی نہیں پڑھا ہے البتہ اردو میں تحریر وتقریر جانتا ہے وعظ ونصیحت کرتا ہے جو کہ مطابق شرع ہوتی ہے لباس عالمانہ پہنتا ہے صرف شملہ چھوڑتا ہے، داڑھی مطابق شرع ہے، ڈھول وغیرہ سے اعراض کرتا ہے اسی طرح منکرات سے بچنے کے لئے خوب وعظ کہتا ہے۔ب ایں ہمہ اوصاف جدھر جاتا ہے ایک مرید کے ہاں قیام کرتا ہے۔مسجد محلہ میں باجماعت نماز کمتر پڑھتا ہے اگر چہ وہ دس قدم پر ہی کیوں نہ ہو بلکہ اپنے جائے قیام پر مریدوں کے ساتھ باذان واقامت ادا کرتا ہے،لوگوں کو بلا بلا کر مرید کرتا ہے کوئی شخص مرید نہ ہو تو خود نرم زبانی سے قابو میں لاتا ہے ورنہ کسی معتبر مرید کے ذریعہ اس کو زیر کرتا ہے۔جب ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں کو جاتا ہے تو خود گھوڑے پر سوار ہوتا ہے اور دوسرے مریدوں کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ آگے پیچھے ذکر جہریہ کرتے چلیں۔مٹی پر بیٹھنا پسند نہیں کرتا،عموماً کرسی یا چوکی پر بیٹھتا ہے،بعض اوقات خود کسی کرسی پر بیٹھ کر ذکر کراتا ہے۔جس مرید کے مکان میں اقامت اختیار کرتا ہے اس کے گھر کی مستورات میں بے پردہ بیٹھتا ہے۔ہندوؤں کے ساتھ بہت تعلق رکھتا ہے، ہمیشہ ان کے ساتھ مجلس کرتا ہے ان کے پاس جا کر ریڈیو، گراموفون، باجے سے بھی کبھی کبھی شغل کرتا ہے۔اس کے یہاں مراتب کا خاص خیال ہے یعنی غریبوں کی اتنی عزت نہیں جتنی امیروں کی کرتا ہے۔مریدوں سے نقد جنس وصول کرتا ہے لیکن اللہ کی راہ میں کچھ خرچ نہیں کرتا۔غذا عمدہ پرتکلف کھاتا ہے معمولی خوراک کھاتا ہی نہیں اس کا اثر یہ ہے کہ مرید کچھ مدت تک ذکر وشریعت کے پابند رہتے ہیں۔بے نمازی، فاسق، فاجر اور ریش تراشوں تک کو مرید کر لیتا ہے۔مریدوں کو مجمع عام میں لیجا کر کہتا ہے کہ مونہہ کو بند کر کے ''اللہ'' دل میں اور ''ہو'' کو دم کے ساتھ ناک سے نکالیں مرید ایسا

(۱) ﴿یومئذ لا تنفع الشفاعة إلا من أذن له الرحمن و رضی له قولاً﴾. (سورة طٰه: ۱۰۹)

کرتے ہیں اور دو تین منٹ میں بدحواس ہوکر اچھلنے کودنے لگتے ہیں، یہاں تک کے بے خود ہوجاتے ہیں۔ بد حواسی میں ''اللہ'' اور ''ہو'' کا تلفظ صحیح ادا نہیں ہوتا اسی طرح شور وشر کر کے گر جاتے ہیں۔ اگر نماز پڑھنا ہوتا ہے تو بلا تازہ وضو کئے نماز ادا کرتے ہیں۔ اسی حالت میں جب پیر کوئی شعر پڑھتا ہے تو تمام مجلسِ رقص میں آجاتی ہے۔ پیر اسے ذکر قلبی مطابق سلسلۂ نقشبندیہ کہتا ہے جن مریدوں پر اثر نہیں ہوتا انہیں سنگدل کہتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ ایسے شخص کو پیر بنانا جائز ہے یا نہیں اگر نہیں تو مریدوں کو بیعت توڑ دینی چاہئے؟ نیز اس ذکر کو مطابق سلسہ نقشبندیہ کہنا درست ہے یا نہیں جن مریدوں پر اثر نہیں ہوتا اس کی وجہ کیا ہے اور بلا تجدید وضو نماز ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

گراموفون وغیرہ سننا، رقص کرنا، بلا عذر شرعی جماعت مسجد ترک کرنا، دنیا دار، دنیاداری کی وجہ سے تواضع کرنا، امور خلاف شرع اور ناجائز ہیں۔ حدیث وفقہ سے ممانعت ثابت ہے(۱) وعظ ونصیحت اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر۔ تلقینِ ذکر خواہ اسم ذات کا ذکر ہو خواہ نفی اثبات کا شرعاً درست و مستحسن ہے۔ خلافِ شرع میں کسی پیر کی اطاعت جائز نہیں (۲)۔ شیخِ کامل کی علامات ''التکشف عن مهمات التصوف'' میں

---

(۱) ''السماع والقول والرقص الذی یفعله المتصوفة فی زماننا حرام، لا یجوز القصد إلیه والجلوس علیه، وهو والغناء والمزامیر سواء''. (الفتاوی العالمکیریة، الباب السابع عشر فی الغناء واللهو، کتاب الکراهیة: ۵/۳۵۲، رشیدیه)

(وکذا فی رد المحتار :الحظر والإباحة : ۶/۳۴۹، سعید)

''والجماعة سنة مؤکدة للرجال، قال الزاهدی: أرادوا بالتاکید الوجوب''. وفی ردالمحتار: ''وفی النهر عن المفید: والجماعة واجبة وسنة لوجوبها بالسنة، .... إلا أن هذا یقتضی الاتفاق علی أن ترکها مرةً بلا عذر یوجب إثماً .... قال فی شرح المنیة الأحکام تدل علی الوجوب من أن تارکها بلا عذر یعزر وترد شهادته ویأثم الجیرانِ بالسکوت عنه''. (الدر المختار مع ردالمحتار: ۱/۵۵۲، کتاب الصلوٰة، باب الامامة، سعید)

(۲) ''عن علی عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: ''لاطاعة لمخلوق فی معصیة الله عز و جل''. (مسند الإمام احمد : ۱/۲۱۲، رقم الحدیث :۱۰۹۸، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

درج ہیں (۱) اور تصوف کا مطالعہ کیجئے۔ پیر کامل کی بہت بڑی علامت یہ ہے کہ اس کے تعلق کے بعد روز بروز اللہ تعالیٰ کی محبت اور اتباع سنت میں ترقی ہو اور گناہوں سے نفرت (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

ایک پیر صاحب کے خلافِ شرع حالات

سوال [۱۵۷۷]: یہاں ایک فقیر آئے ہیں جو نامحرم عورتوں کو لے کر اپنے ساتھ بیٹھتے ہیں اور ان عورتوں سے اپنے ہاتھ پیر دبانے کی خدمت بھی لیتے ہیں، وہ عورتیں فقیر کی قدم بوسی کرتی ہیں۔ فقیر کہتے ہیں کہ اس کے بغیر مریدین فیض یاب نہیں ہوتے۔ فقیر اور ان کے اصحاب محلّہ کی مسجد میں جماعت کے اندر شریک نہیں ہوتے حالانکہ مسجد اور مکان کے درمیان دو تین منٹ کی مسافت ہے وہ لوگ کہتے ہیں کہ تمام مسجد ناپاک ہے کراسین تیل سے بتی جلتی ہے۔ فقراء اور ان کے اصحاب نہایت سخت آواز سے ذکر کرتے ہیں اور یا شیخ عبدالقادر کہہ کر پکارتے ہیں اور اثنائے ذکر خوب زور وشور سے زانو پر ہاتھ مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ طریقہ قادریہ اور چشتیہ کا ہے۔ فقط۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورت کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر مرید نہیں کیا (۳) کسی نامحرم کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنے سے منع فرمایا ہے (۴) جماعت کی نماز سنت مؤکدہ ہے واجب کے درجہ میں ہے۔ بلا عذر شرعی ترک جماعت شرعاً بہت مذموم ہے اور اس کی عادت ڈالنا قبیح ہے اور نفاق کی علامات ہے اس سے

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان: ''مرید اور شاگرد میں فرق'')

"والولی هو العارف بالله تعالیٰ حسب ما یمکن المواظب علی الطاعات المجتنب عن المعاصی". (شرح العقائد ص: ۱۴۵، مکتبه خیر کثیر کراچی)

(۲) حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ''شیخ کامل کی علامات میں سے ایک یہ ہے کہ: اس کی صحبت میں چند بار بیٹھنے سے دنیا کی محبت میں کمی اور حق تعالیٰ کی محبت میں ترقی محسوس ہوتی ہو''۔ (تربیت السالک: ۱/۱۰، دارالاشاعت کراچی)

(۳) "قال عروة: قالت عائشة رضی الله عنها فمن أقرّ بهذا الشرط من المؤمنات قال لها رسول الله صلی الله علیه وسلم: "قد بایعتک کلاماً" و– لا والله– ما مست یده ید امرأة قط فی المبایعة: ما یبایعهن إلا بقوله: "قد بایعتک علی ذلک". (صحیح البخاری، باب إذا جاء کم المؤمنات مهاجرات: ۲/۷۲۶، قدیمی)

(۴) "لا یخلُونّ رجلٌ بامرأة إلا کان ثالثهما الشیطان". (جامع الترمذی، باب کراهیة الدخول علی المغیبات: ۱/۲۰۲، سعید)

آدمی مردود الشہادۃ ہوجاتا ہے(۱)۔ ذکر میں چیخ چیخ کر بڑے پیر کو پکارنا، تالی بجانا غلط طریقہ ہے، حضرت شیخ شہاب الدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے عوارف المعارف میں اس پر کلام کیا ہے(۲)۔ جو پیر متبع سنت نہ ہو وہ خود پیر کا محتاج ہے، وہ اس لائق نہیں کہ کوئی اس سے مرید ہو، کوئی طالب حق اپنے آپ کو خراب نہ کرے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیو بند، ۸۹/۲/۵ھ۔

اپنے پیر پر جھوٹا مقدمہ چلانا

سوال[۱۵۷۸]: ایک مرید کا تعلق اپنے پیر سے کیسا ہونا چاہئے؟ ایک شخص اپنے بڑے بھائی سے مرید ہے اور ان کے خلاف جھوٹا مقدمہ چلاتا ہے اور پیر کے خلاف حلفیہ جھوٹا الزام لگاتا ہے اور پیر کے خلاف جھوٹی گواہی دیتا ہے لوگوں کے کہنے پر جواب دیتا ہے کہ ہم نے بھائی پر مقدمہ چلایا ہے، پیر پر نہیں۔ یہ مرید کا قول کہاں تک درست ہے، اس صورت میں مرید فاسق وفاجر ہے یا نہیں؟ اور محبت پیر سے باقی ہے یا نہیں؟ اور مرید کے ہاتھ پر بیعت جائز ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً و مصلياً:

مرید کا تعلق پیر سے ایسا ہونا چاہئے کہ وہ اپنے ذہن میں اعتقاد رکھے کہ اصلاحِ نفس اور تزکیۂ باطن

---

(۱) "تارک الجماعة يستوجب إساءةً، و لا يقبل شهادته إذا تركها استخفافاً بذلك". (البحر الرائق، باب الإمامة: ۱/۳۶۵، بيروت)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة باب الإمامة: ۱/۵۵۲، سعيد)

(۲) دیکھئے: (احياء علوم الدين، كتاب عوارف المعارف، الباب الثالث والعشرون في القول في السماع رداً و إنكاراً: ۱۵۶/۵، ۱۵۹، مكتبه حقانيه، پشاور)

(۳) "والولي هو العارف بالله وصفاته بقدر ما يمكن له، المواظب على الطاعات، المجتنب عن السيئات، المعرض عن الانهماك في اللذات والشهوات والغفلات واللهوات". (شرح الفقه الأكبر. ص: ۷۹، قديمى)

وفي النبراس: "حتى أنه يخرج بالكبيرة و إصرار الصغيرة عن الولاية". (ص: ۲۹۵، امداديه ملتان)

کے لئے مجھے سب سے زیادہ فائدہ میرے پیر سے پہونچے گا اور میں اپنے پیر کی ہدایت پر عمل کرنے سے اپنے مولیٰ جل شانہ کی معرفت حاصل کرسکوں گا اور دنیا کی محبت ورغبت کم ہوکر آخرت کی رغبت زیادہ ہوگی اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت واطاعت حاصل ہوگی، پیر کی ہدایت پر عمل نہ کرنے سے نفس کی اصلاح نہیں ہوگی فیض نہیں پہونچے گا(۱)۔ جو حالات مرید کے سوال میں لکھے گئے ہیں اس میں کوئی بات ایسی نہیں جس کا حکم مخفی ہو، ہر مسلمان جانتا ہے کہ یہ باتیں جھوٹا الزام، جھوٹا مقدمہ، جھوٹا حلف نہایت مذموم، قبیح، ممنوع، معصیت، کبیرہ گناہ فسق ہے(۲) پھر مرید کی تاویل کہ بھائی پر مقدمہ چلایا ہے پیر پر نہیں بالکل لغو ہے، اس تاویل سے یہ چیزیں جائز نہیں ہوجائیں گی۔

کسی غیر شخص بلکہ غیر مسلم کے ساتھ بھی یہ معاملہ جائز نہیں بلکہ حرام ہے، اگر اس نے پیر کے لحاظ سے نہیں کیا بلکہ بھائی پر جھوٹا مقدمہ قائم کیا ہے تو کیا یہ جائز ہے؟ حدیث پاک میں بڑے بھائی کو باپ کے درجہ میں

---

(۱) ”شیخ کو اپنے حق میں سب سے زیادہ انفع (زیادنفع پہنچنے کا ذریعہ) سمجھے اور یہ اعتماد رکھے کہ میرا اصلاح باطن اور حصول معرفت کا مطلب اسی مرشد سے بآسانی حاصل ہوگا، ہرجائی نہ بنے اگر دوسری طرف توجہ کرے گا تو فیض و برکات سے محروم رہے گا“۔ (تصوف وسلوک، لفقیر ذوالفقار احمد نقشبندی، ص:۵۲، دارالعلوم جھنگ)

(۲) ”عن أنس بن مالک رضی اللہ عنہ، قال ذکر رسول اللہ ﷺ ”الکبائر أو سئل عن الکبائر فقال: ”الشرک باللہ“ .... فقال: ”ألا أنبئکم بأکبر الکبائر“؟ قال: ”قول الزور“ أو قال: ”شهادة الزور“. (صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب عقوق الوالدین من الکبائر: ۲/۸۸۴، قدیمی)

”قال رسول اللہ ﷺ: ”کفیٰ بک أن لا تزال مخاصماً“. و أخرج البخاری: ”أبغض الرجال إلی اللہ الألد الخصم“. أی کثیر الخصومة، .... قول النووی ..... إنه قال: ”ما رأیت شیئاً أذهب للدین و لا أنقص للمرؤة و لا أضیع للذة و لا أشغل للقلب من الخصومة“. و فی أذکار النووی: فإن قلت: لا بد للإنسان من الخصومة لاستیفاء حقوقه، فالجواب ما أجاب به الغزالی أن الذم إنما هو لمن خاصم بباطل أو بغیر علم .... و کذلک من یحمله علی الخصومة محض العناد للقهر الخصم و کسره إلخ“. (الزواجر عن اقتراف الکبائر، الکبیرة الثلاثون و الحادیة و الثانیة ..... بعد الأربعمائة، الخصومة بباطل: ۲/۳۱۶، ۳۱۷، دار الفکر)

قرار دیا گیا ہے(۱)۔

تنبیہ: بیعت ہونے سے پہلے پیر کی خوب جانچ کرلی جائے کہ وہ بیعت کے قابل ہے بھی یا نہیں، اس کی علامات فتاویٰ عزیزیہ(۲) وغیرہ میں درج ہیں۔ بہرحال شخص مذکور کے لئے اپنے بھائی پیر سے فیض کا دروازہ تو بند ہوگیا ہے اور بیعت بھی برائے بیعت رہ گئی حقیقۃً باقی نہیں رہی۔ واقعات کو صحیح صحیح بیان کرنا سائل کی ذمہ داری ہے، سائل کے بیان سے ہی جواب مرتب ہوتا ہے۔ اگر واقعات اس کے خلاف ہوں گے تو جواب بھی کچھ اَور ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۷/ ۹/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/ ۹/ ۸۷ھ۔

بزرگوں کے اس عمل کا اتباع جو کتاب وسنت کے خلاف ہے

سوال[۱۵۷۹]: دینی امور میں صرف بزرگوں کے عمل کو اہمیت دینی چاہئے یا قرآن وسنت کو معیار حق تصور کیا جائے؟ کیونکہ مطالعہ میں ہمارے بعض بزرگوں کے عمل ایسے بھی آجاتے ہیں کہ وہ باتیں سراسر طریقۂ سنت سے متصادم نظر آتی ہیں تو ایسے موقعوں پر بزرگوں کے عمل کو حجت مانا جائے یا قرآن وسنت پر عمل کیا جائے کیونکہ باقتضائے بشریت بزرگوں سے لغزشات کے امکان کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ ایسی صورت میں عمل کس پر کیا جائے؟ بینوا وتوجروا یوم الحساب۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اصل سرچشمۂ ہدایت قرآن کریم ہے عوام کے لئے بھی "ھدی للناس"، خواص کے لئے "ھدی

---

(۱) "وعن سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "حق کبیر الإخوة علی صغیرهم حق الوالد علی ولده". (مشکوة المصابیح، باب الشفعة والرحمة، ص: ۴۲۱، قدیمی)

(وکذا فی شعب الایمان للبیهقی: ۶/ ۲۱۰، رقم الحدیث: ۷۹۲۹، الهند)

(۲) دیکھئے: (فتاویٰ عزیزی: ۲/ ۱۰۴، ۱۰۵، مکتبه رحیمیه دیوبند یوپی)

(و تربیت السالک: ۱/ ۱۰، دار الاشاعت کراچی)

للمتقين " (۱)اور ہادی مطلق حق تعالیٰ ہے جس کو چاہے ہدایت دے ﴿ یهدی من یشآء ﴾(۲) قرآن کریم میں بیشتر بنیادی امور اور کلیات ہیں جن کی تبیین وتشریح نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سپرد کی گئی ﴿لتبین للناس ما نزل إلیهم﴾ (۳) ہدایت ان کے اختیار میں نہیں دی گئی کہ جس کو چاہیں واصل بنادیں ﴿إنك لا تهدی من احببت ﴾ (۴) جو شخص ارشاداتِ نبوی کی جس قدر پیروی کرے گا اسی قدر راہ یاب اور مقبول ہوگا (۵)۔ علم ومعرفت کی روشنی میں حق و باطل کو الگ الگ سمجھے گا، اگر اس سے لغزش ہوگی تو لغزش ہی سمجھے گا اور تدارک کی فکر کرے گا، لغزش کو امرِ تعبدی قرار نہیں دے گا، اپنی پوری زندگی سنت کے تابع بنائے گا، اس کے اقوال واحوال سے بے شمار احادیث کی شرح سامنے آئے گی۔ احادیث متعارضہ میں اگر وہ شرعی دلائل کی بنا پر ایک حدیث کو منسوخ قرار دیکر ناسخ پر عمل کرے گا تو اس کے اس عمل کو سنت کے متصادم کہنا صحیح نہیں ہوگا بلکہ ایسا کہنا بے علمی یا علم ناقص کی بنا پر ہوگا، اسی طرح راجح کو اختیار کر کے مرجوح کو ترک کرنا بھی سنت کے متصادم نہیں ہوگا۔ جو شخص اپنے ناقص علم کو معیارِ حق بنا کر اس پر تمام اہلِ حق کو پرکھے گا وہ خود بھی گمراہ ہوگا اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے گا۔ جو بزرگ دیدہ دانستہ اپنی زندگی کو خلاف سنت بنائے اس کو اپنی بزرگی کی اصلاح لازم ہے، ایسا شخص قابلِ اتباع نہیں (۶)، اگر کسی عذر کی وجہ سے اس کا کوئی عمل خلاف سنت نظر آئے مثلاً گھٹنوں کے عذر سے

---

(۱) (سورة البقرة آیت: ۲)

(۲) (سورة فاطر آیت: ۸)

(۳) (سورة النحل آیت: ۴۴)

(۴) (سورة القصص آیت: ۲۸)

(۵) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ما أمرتكم به فخذوه، و ما نهيتكم عنه فانتهوا. ....اهـ".

"و عن أبى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: .... "فإذا أمرتكم بشيء فخذوا منه ما استطعتم، و إذا نهيتكم عن شيء فانتهوا". (سنن ابن ماجه، باب اتباع سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم، ص: ۲، مير محمد كراچى)

(۶) قال الله تعالىٰ: ﴿قل إن كنتم تحبون الله، فاتبعونى يحببكم الله، و يغفر لكم ذنوبكم، و الله غفور رحيم، قل أطيعوا الله والرسول، فإن تولوا، فإن الله لا يحب الكٰفرين﴾ (آل عمران: ۳۱، ۳۲)

قال ابن كثير: "هذه الآية الكريمة حاكمة على كل من ادعى محبة الله و ليس هو على الطريقة =

بیٹھ کرنماز پڑھتا ہے۔ یا خلاف سنت طریقہ پر بیٹھتا ہے تو وہ اپنے عمل میں معذور ہوگا اور ترکِ سنت کے وبال سے محفوظ رہے گا (۱) اور دوسروں کو اس کا اتباع درست نہیں ہوگا (۲) نہ اس پر اعتراض درست ہوگا (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۵/۴/۱۴۰۱ھ۔

کلام مشائخ میں خلافِ شرع بات ہو تو کیا کیا جائے

سوال [۱۰۵۸۰]: مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ، محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور بہت سے دوسرے اہلِ حق بزرگوں کے کلام میں ایسے اقوال اور رموز بھی ملتے ہیں جو بظاہر شریعت کے خلاف معلوم ہوتے ہیں، ان کے بارے میں کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے؟ رد کرے یا سکوت

= المحمدية فإنه كاذب في دعواه في نفس الأمر حتى يتبع الشرع المحمدي، والدين النبوي في جميع أقواله و أفعاله و أحواله، كما ثبت في الصحيح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: "من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهورد" و لهذا قال: ﴿قل إن كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله﴾ .... ثم قال تعالىٰ: ﴿و يغفر لكم ذنوبكم و الله غفور رحيم﴾ باتباعكم الرسول صلى الله عليه وسلم يحصل لكم هذا كله من بركة سفارته، ثم قال تعالىٰ آمراً لكل أحد من خاص و عام: ﴿قل أطيعوا الله والرسول فإن تولوا﴾ خالفوا عن أمره: ﴿فإن الله لايحب الكفرين﴾ فدل على أن مخالفته في الطريقة كفر، والله لايحب من اتصف بذلك، و إن ادعى و زعم في نفسه أنه محب لله و يتقرب إليه حتى يتابع الرسول النبي الأمي .... لو كان الأنبياء بل المرسلون بل أولوا لعزم منهم في زمانه ما وسعهم إلا اتباعه والدخول في طاعته واتباع شريعته". (تفسير ابن كثير: ۱/۴۷۷، دارالسلام)

(۱) "إذا تعذر على المريض كل القيام أو تعسر بوجود ألم شديد أو خاف زيادة المرض .... صلى قاعداً بركوع وسجود لما روى عن عمران بن حصين قال: كانت بي بواسير، فسألت النبي صلى الله عليه وسلم عن الصلاة فقال: "صل قائماً، فإن لم تستطع فقاعداً، فإن لم تستطع فعلى جنب". (مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب صلاة المريض، ص: ۴۳۰، ۴۳۱، قديمي)

(۲) اس لئے کہ معذور اور تندرست کے احکام میں فرق ہے عذر کی وجہ سے جو تخفیف معذور کو حاصل ہے وہ تندرست کو نہیں حاصل ہوتی۔

(۳) اس لئے کہ وہ معذور ہے اور معذور پر کوئی تنگی نہیں تو اعتراض کرنا بھی درست نہ ہوا۔

اختیار کرے؟ اس مسئلہ میں جناب کی رہنمائی کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

جب کہ آپ ان کو اہلِ حق بزرگ تسلیم کرتے ہیں تو ان کے کلام میں خلاف شریعت اقوال کیسے ہو سکتے ہیں، کیونکہ بزرگی کی اولین شرط اتباع شریعت ہے(۱)۔ اصل یہ ہے کہ ہر فن کی اصطلاحات ہوتی ہیں جن کو اہلِ فن ہی جانتے ہیں جب تک ان اصطلاحات کو اہلِ فن سے حاصل نہ کیا جائے ان کا سمجھنا دشوار ہوتا ہے۔ حدیث، اصولِ حدیث، فقہ، اصولِ فقہ، تفسیر، کلام، فرائض، اسماء رجال، معانی، بیان، بدیع، صرف، نحو، طب، منطق، فلسفہ، تاریخ، جغرافیہ، ریاضی وغیرہ وغیرہ جملہ علوم وفنون کا یہی حال ہے کہ اگر ان کو بغیر استاد کے محض اپنے مطالعہ سے حاصل کیا جائے تو وہ اصل فن نہیں ہوگا۔ بلکہ غلطیوں کا انبار ہوگا(۲)۔

شیخ اکبر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہماری کتابوں کا مطالعہ اس شخص کے لئے جائز نہیں جو ہماری اصطلاحات سے واقف نہ ہو شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اقوال سے جو غلط فہمی پھیلی اور پھیلائی گئی

---

(۱) "والولی هو العارف بالله تعالیٰ حسب ما یمکن المواظب علی الطاعات المجتنب عن المعاصی". (شرح العقائد ص: ۱۴۵، مکتبہ خیر کثیر کراچی)

و فی النبراس : "حتی أنه خرج بالکبیرة و إصرار الصغیرة عن الولایة". (ص: ۲۹۵، امدادیہ ملتان)

"ہر وہ مسلمان جو شریعت کا پابند ہو، متقی پرہیزگار ہو، صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو، ولی اللہ ہے، قال حکیم الأمة التهانوی رحمه الله : "هو العارف بالله تعالیٰ و صفاته حسب ما یمکن، المواظب علی الطاعات، المجتنب عن المعاصی المعرض عن الانهماک فی اللذات والشهوات". (فتاوی حقانیہ، کتاب السلوک: ۲/۲۵۵، دار العلوم حقانیہ)

(۲) "فینبغی للإنسان أن یعرض عنها بکل وجه أمکنه، فإنها مشتملة علی حقائق یعسر فهمها إلا علی العارفین المتضلعین من الکتاب والسنة، والمطلعین علی حقائق المعارف و عوارف الحقائق، فمن لم یصل لهذه المرتبة یخشی علیه منها مزلة القدم، والوقوع فی مهامه، والوقوع فی مهامه الحیرة، و الندم کما شاهدناه فی أناس جهال أزمنوا مطالعتها.......... وأیضاً ففی تلک الکتب مواضع عبّر عنها بما لا =

اوران کے کلام میں ایسی چیزیں داخل کردی گئی ہیں جوخلاف شریعت ہیں ان کوتفصیل کے ساتھ شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللّٰہ تعالیٰ "الیواقیت والجواهر" اور''کبریت احمر''میں بیان کیا ہے۔ نیز مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "التنبیه الطربی فی تنزیه ابن العربی" میں ان چیزوں کوواضح کیا ہے۔ان کے مطالعہ کے بعد شیخ اکبررحمہ اللہ تعالیٰ کا کلام بالکل بےغبار ہوجاتا ہے، مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں جواقوال خلافِ شریعت معلوم ہوں ان کوسمجھنے کے لئے مثنوی کی شرح کلید مثنوی کافی اورشافی ہے، حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا کلام خوداس قدر مبسوط ہے کہ اگرایک جگہ کچھ خلجان ہوتو دوسری جگہ اس کی تشریح مل جاتی ہے جیسا کہ ان کی کتب''الخیرالکثیر''،''البدورالبازغۃ''،ازالۃ الخفاء''، حجۃ اللہ البالغۃ''اور''تفہیمات الٰہیہ''وغیرہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے ان اکابر کے جس کلام کا صحیح محمل سمجھ میں نہ آئے اورالفاظِ ظاہرہ سے خلافِ شریعت مطلب نکلتا ہوتو نہ اس مطلب پرعمل کیا جائے کیونکہ وہ خلافِ شریعت ہے نہ اس مطلب کوان حضرات کی طرف منسوب کیا جائے بلکہ ظاہری مطلب کوغلط تصور کرتے ہوئے یہ سمجھنا چاہئے کہ اس کا کوئی اورمطلب ہے جس کو ہم نہیں سمجھ سکے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

فقیری جماعت میں داخل کرنے کے لئے تمام جسم پراسترہ

سوال[۱۵۸۱]: اس علاقہ میں قوم فقیر جب کسی شخص کواپنی فقیری جماعت میں داخل کرتی ہےتو اس فقیری جماعت کا پیریابزرگ شخص شریک ہونے والےشخص کےتمام بدن کے بال استرے سےمنڈوانے کا حکم دیتاہےاوراس کےحکم پرتمام بدن کے بال مامورشخص استرے سے بالکل مونڈادیتاہے یہاں تک کہ اگرکسی شخص نے پہلے سے چہرے پرسنت یاغیرسنت کےمطابق داڑھی رکھ لی ہےتواس کوبھی منڈوادیتاہےاورجماعت فقیرمیں شریک ہوجاتا ہے۔اوریہ مشہورکررکھا ہے کہ یہ دستوراورسلسلہ خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کا تھا۔ دریافت طلب امریہ ہے کہ اس طرح سےفقیری جماعت میں شریک ہونا جائز ہے یانہیں؟ اورخواجہ حسن بصری

= يطابقه ظواهر عباراتها، اتكالاً على اصطلاح مقرر عند واضعها، فيفهم مطالعها ظواهرها الغير المرادة، فيضل ضلالاً مبيناً .... الخ". (الفتاوى الحديثية، ص: ۳۸۸، ۳۸۹، قديمي)

رحمہ اللہ تعالیٰ کا حوالہ دینا کیسا ہے؟ اس کی کیا حقیقت ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

یہ طریقہ حرام اور سخت معصیت ہے(۱) حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کو منسوب کرنا صریح بہتان ہے، ان پر افتراء ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۵/۹۹ ۱۳ھ۔



(۱) قال الإمام الغزالی: "عن سهل بن عبد الله : "كل وجد لا يشهد له الكتاب والسنة فباطل". (إحياء علوم الدين، كتاب عوارف المعارف : ۸۷/۵، مكتبه حقانيه، پشاور)

وقال مجدد الألف الثانی رحمه الله تعالىٰ: " كل حقيقة ردته الشريعة، فهو زندقة". (مكتوبات: ۱۱۴/۱، دفتر أول مكتوب : ۴۳، سعيد)

"قال الشافعی رحمه الله تعالىٰ: ما أحدث مما يخالف الكتب أو السنة أو الأثر أو الإجماع فهو ضلالة،". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الإعتصام : ۳۶۸/۱، رشيديه)

کتاب السیر والتاریخ

باب فی شمائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(شمائلِ نبوی صلی اللہ علی صاحبہا وسلم کا بیان)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کسی کا علم نہیں

سوال[۱۵۸۲]: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم میں اور ابلیس لعین کے علم میں کس کا علم زیادہ ہے؟ اور زیادتی کماً (مقدار میں) یا کیفاً (کیفیت میں) ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

حضرت اقدس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ پاک نے اپنی ذات اور صفات کے متعلق اور شان نبوت کے لائق (مثلاً: علم جنت، لوح محفوظ، کرسی، عرش، امور برزخ وآخرت وغیرہ) کا اتنا علم عنایت فرمایا کہ نہ کسی اَور نبی کو دیا اور نہ ملائکہ کو دیا بلکہ اولین وآخرین کے علم کا مجموعہ بھی اس کے برابر نہیں ہوسکتا (۱)، ان علوم میں کوئی بھی آپ کے مقابلہ میں نہیں ہوسکتا، ان علوم میں کسی کو بھی آپ کے مقابلہ میں نہیں لایا جاسکتا، کسی کو بھی یہ

---

(۱) "عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها قالت: كان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: أمرهم ...... إلی أن قالت: ثم يقول: "إن أتقاكم و أعلمكم بالله أنا". (صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "أنا أعلمكم بالله": ۱/۷، باب أنا أعلمكم بالله، قدیمی)

قال ابن حجر فی شرحه: "قوله صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "أنا أعلمكم بالله" ظاهر فی أن العلم بالله درجات، وأن بعض الناس فيه أفضل من بعض، وأن النبی منه فی أعلی الدرجات، والعلم بالله يتناول ما بصفاته، و ما بأحكامه و مايتعلق بذلك". (فتح الباری: ۱/۹۶، کتاب الإیمان، قدیمی)

و فی امداد الفتاوی: "وأن سیدنا و شفيعنا محمداً صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم أعلم الخلق وأفضلهم جميعاً". (۲/۳۲۷، مکتبه دار العلوم)

فضل وکمال حاصل نہیں ہے۔ پھر ابلیس لعین کو مقابلہ میں لاکر موازنہ کرنا انتہائی ذہنی پستی اور علم وشرف سے تہہ دستی اور شانِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی واقفیت سے بے مائیگی پرمبنی ہے۔ رہا خسیس اور گندی چیزوں کا علم تو یہ مدارِ فضل وکمال نہیں، موجبِ قرب الٰہی نہیں، باعثِ رفعِ درجات نہیں، اگر یہ علوم ابلیس یا اس کی ذریت یا کسی ہمنوا کو حاصل ہوں تو ان کا حال ایسا ہے جیسے کسی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد مائۃ حاضرہ، حضور پرنور کے مقابلہ میں خنزیر کو پاخانہ کے ذائقہ کا علم حاصل ہوجائے، کوئی ادنیٰ فہم والا بھی یہ نہیں کہے گا کہ اس سے خنزیر کا مقام بلند ہوگیا یا وہ بڑا عالم ہوگیا اور اعلیٰ حضرت کا مقام پست ہوگیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کوئی عیب نہیں

سوال [۱۵۸۳]: جس طرح اللہ تعالیٰ پاک اور بے عیب ہے ایسے ہی ہمارے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پاک اور بے عیب ہیں یا ان کے اندر کوئی عیب ہے؟ یعنی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اندر کوئی عیب ہے یا نہیں؟ اور روزِ حشر میں ان کا حساب لیا جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جس قدر صفاتِ مؤدت کسی محبوب ومقبول کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی ہیں وہ سب ہی حضرت اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں موجود تھے اور کوئی عیب آپ میں موجود نہیں تھا (۱)۔

---

(۱) "فهو انه تعالىٰ وصف الأنبياء بالأوصاف الحميدة ثم قال لمحمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ﴿أولئك الذين هدى الله فبهداهم اقتده﴾ أمره بأن يقتدى بهم بأسرهم فيكون آتياً به و إلا يكون تاركاً للأمر و تارك الأمر عاص و بين أنه ليس كذلك، و إذا أتى بجميع ما أتوا به من الخصال الحميدة فقد اجتمع فيه ما كان متفرقاً فيهم، فيكون أفضل منهم". (أصول الدين للرازى، ص: ۱۰۳)

"إن أفضل المخلوقات فى الدنيا والآخرة هو سيدنا محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الذى جمع كل خِلال الخير و نعوت الكمال، و بعثته صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عامةٌ لجميع المكلفين، وأفضليته صلى الله تعالىٰ عليه وسلم على جميع المخلوقات مما أجمع عليه المسلمون لقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "أنا أكرم الأولين والآخرين على الله ولا فخر". (الكوكب الأزهر شرح الفقه الأكبر، ص: ۱۲۲)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا حساب لیا جاتا آپ کی شفاعت سے دوسروں کا حساب معاف ہوگا (۱) اور مختلف قسم کی سہولتیں ملیں گی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ دار العلوم دیو بند، ۱۶/ ۷/ ۹۵ھ۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نسیان

سوال [۱۵۸۴]: بعض کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کبھی نسیان نہیں ہوا جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نسیان ثابت کردے اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سخت توہین کی، گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہیں مانتا اور نیز کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم سحر (جادو) تمام کا تمام دیا گیا تھا مگر آپ نے عمل سحر نہیں کیا، کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً :

حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "جس طرح تم بھولتے ہو میں بھی بھولتا ہوں" (۲) اتنی بات ضرور ہے کہ دینی امور میں آپ سے بھول نہیں ہوتی تھی اگر کبھی اتفاقیہ بھول ہوئی ہے تو فوراً آپ کو متنبہ کردیا گیا (۳)۔

---

(۱) "فيأتوني فأنطلق أستاذن على ربي فيؤذن، فإذا رأيت ربي و قعت ساجداً، فيدعني ما شآء، ثم يقال: ارفع رأسك و سل تعطه، و قل تسمع، و اشفع تشفع، فأرفع رأسي فأحمده بتحميد يعلمنيه، ثم أشفع فيحد لي حداً فأدخلهم الجنة، ثم أدعوا إليه، فإذا رأيت ربي مثله ثم أشفع فيحد لي حداً فأدخلهم الجنة، ثم أعود الرابعة فأقول: ما بقي في النار إلا من حبسه القرآن و وجب عليه الخلود اهـ". (صحيح البخاري، كتاب التفسير، باب رد علم آدم الأسماء كلها: ۲/ ۶۴۳، قديمي)

(۲) "ولكن إنما أنا بشر مثلكم أنسى كما تنسون، فإذا نسيت فذكروني الخ". (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب التوجه نحو القبلة حيث كان : ۱/ ۵۸، قديمي)

"قوله: (قال: و ما ذاك) و فيه دليل على جواز وقوع السهو من الأنبياء عليهم السلام في الأفعال". (فتح الباري، كتاب الصلاة، باب التوجه نحو البقلة حيث كان : ۱/ ۶۶۴، قديمي)

(۳) "و ظاهر قوله) صلى الله تعالىٰ عليه وسلم (إنما أنسى لأسن) أنه يورد عليه النسيان من قبل الله سبحانه و تعالىٰ (فيتصف به إلا أنه لا يقر عليه فيما هو أمر ديني لكن ينبه)". (المسامرة بشرح المسايرة: =

سحر سے بچنا واجب ہے(۱) اور ساحر کے متعلق فقہاء نے کلام کیا ہے کہ اگر اس کے سحر میں کفر ہے تو اس کو قتل کر دیا جائے (۲) اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم قرآن دیا گیا تھا کہ اس کے ذریعہ سے سحر کو بھی دفع فرمایا تھا علم سحر نہیں دیا گیا (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۴/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

مہرِ نبوت اور جسمِ اطہر پر مکھی نہیں بیٹھی

سوال[۱۵۸۵]: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ دریافت طلب ہے کہ مہرِ نبوت کی اصلیت کیا ہے اور اس کا نام مہر نبوت کس نے رکھا، اور مکھی آپ کے جسم اطہر پر بیٹھی تھی کہ نہیں؟

= ۲۳۴، المکتبہ المحمودیة التجاریة بمصر)

"والمذهب عندنا منع الكبائر بعد البعثة مطلقاً، والصغائر عمدا لا سهواً، لكن لا يصرون و لا يقرون بل ينبهون فينتبهون". (شرح المقاصد، المقصد السادس في السمعيات، فصل في النبوة: ۳/۳۱۰، دار الكتب العلمية)

(۱) "السحر حرام بلا خلاف بين أهل العلم، و اعتقاد إباحته كفر". (رد المحتار، باب المرتد، مطلب في الساحر والزنديق: ۴/۲۴۰، سعيد)

"و تعليم السحر حرام بلا خلاف بين أهل العلم، واعتقاد إباحته كفر". (فتح القدير، باب المرتد: ۶/۹۹، مصطفى البابي الحلبي و أولاده بمصر)

(۲) "وأما إذا كان سحراً هو كفر، فيقتل الساحر لا الساحرة؛ لأن علة القتل الردة والمرتدة لا تقتل". (شرح الفقه الأكبر للملا على القاري، ص: ۱۴۶، قديمى)

(۳) "ثم بعث علياً والزبير و عمار بن ياسر فنزحوا ماء البئر كأنه نقاعة الحناء، ثم رفعوا الصخرة وأخرجوا الجف، فإذا فيه مشاطة رأسه و أسنان من مشطة، و إذا فيه وتر معقود فيه اثنا عشر عقدةً مغروزة بالإبر، فأنزل الله تعالىٰ السورتين، فجعل كلما قرأ آيةً انحلت عقدة، و وجد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم خفةً حين انحلت العقدة الأخيرة". (تفسير ابن كثير، [سورة الفلق]: ۴/۷۴۷، مكتبه دار الفيحاء)

الجواب حامداً ومصلياً:

بہت سی احادیث میں خاتمِ نبوت کا ذکر آیا ہے اس کی مثال بیان کی گئی ہے کہ وہ بیضوی شکل میں کبوتر کے بیضہ کے برابر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مونڈھوں کے درمیان سرخ رسولی کی طرح تھی، بعض احادیث میں ہے کہ اس پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر ولادت ہی کے وقت سے تھی اور وصال کے بعد وہ نہیں رہی تھی۔ فتح الباری (۱)، نووی (۲)، جمع الوسائل (۳)، وغیرہ میں اس کی پوری تفصیل موجود ہے۔ اور جسم اطہر پر بلکہ لباس مبارک میں مکھی نہ بیٹھنے کی روایت خصائص کبریٰ (۴)، اور فتح العزیز وغیرہ میں موجود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ۔

کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مختون پیدا ہوئے؟

سوال [۱۵۸۶]: انبیاء میں چند پیغمبروں کا مولود مختون ہونا شامی کے پانچویں جز ص: ۴۶۷ میں ہے، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مختون مولود ہوئے یا نہیں؟

---

(۱) "وعن الحجر بن عبد الرحمن قال: سمعت السائب بن يزيد قال :أذهبت بى خالتى إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقالت: يا رسول الله ! إن ابن اختى وقع، فمسح رأسى، ودعالى بالبركة، وتوضأ فشربت من وضوئه، ثم قمت خلف ظهره فنظرت إلى خاتم النبوة بين كتفيه". (قوله: باب خاتم النبوة): أى صفته، وهو الذى كان بين كتفى النبى صلى الله عليه وسلم وكان من العلامة التى كان أهل الكتاب يعرفونه بها، وادعىٰ عياض هنا أن الخاتم هوأثر شق الملكين لمابين كتفيه ......الخ". (فتح البارى، باب خاتم النبوة، ٦ / ٦ ٩ ٦، قديمى)

(۲) (شرح المسلم للنووى رحمة الله عليه : ٢/ ٢٥٩ ،باب إثبات خاتم النبوة الخ، قديمى)

(۳) (جمع الوسائل فى شرح الشمائل لملا على القارى: ١/ ٢٧ ،باب ماجاء فى خاتم النبوة، إدارة التاليفات أشرفيه، ملتان)

(۴) "ذكر القاضى عياض فى الشفاء والعرفى فى مولده أن من خصائصه صلى الله عليه وسلم :أنه كان لاينزل عليه الذباب، وذكره ابن سبع فى الخصائص بلفظ: أنه لم يقع على ثيابه ذباب قط ......الخ". (الخصائص الكبرىٰ،باب ماكان لاينزل الذباب عليه : ١/ ٢٨ ،دار الكتب العلميه)

الجواب حامداًومصلیاً:

"قد اختلف الرواة والحفاظ فی ولادة نبینا صلی اللّٰہ علیہ وسلم مختونًا، ولم یصح فیہ شیئ، وأطال الذھبی فی ردقول الحاکم: إنہ لو تواترت بہ الروایة وقدثبت عند ھم ضعف الحدیث. وقال بعض المحققین من الحفاظ: الأشبہ بالصواب أنہ لم یولد مختونًا"۔ (ردالمحتار جلد خامس مسائل شتی)(۱)۔ خصائصِ کبریٰ میں ہے کہ حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ختنہ کیا تھا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۔

معراج سے واپسی بُراق پر ہوئی

سوال[۱۵۸۷]: حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر بذریعہ بُراق تشریف لے گئے، مگر واپسی کس طرح ہوئی؟

---

(۱)(ردالمحتار: ۶/۷۵۲، مسائل شتی، سعید)

(۲)"ماوجدت ھذا القول فی الخصائص الکبریٰ إلا أنہ ذُکر فی روایات عدیدة أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان مختونا، وقال صلی اللہ علیہ وسلم: "من کرامتی علی ربي أني ولدت مختونًا ولم یرَأحدٌ سوأتی". بل ذکرفی تاریخ الخمیس: وقد حصل من الاختلاف فی ختانہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثة أقوال کما أشرنا إلیہ سابقًا". (الخصائص الکبری، باب الآیة فی ولادتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مختوناً: ۱/۹۰، المکتبة الحقانیہ پشاور)

"أحدھا أنہ ولد مختونا کما تقدم، الثانی: أنہ ختنہ صلی اللہ علیہ وسلم جدُّہ عبد المطلب یوم سابعہ وصنع لہ مأدبةً، وسماہ محمدًا. رواہ ولید بن مسلم بسندہ إلی ابن عباس وحکاہ ابن عبد البر فی التمھید وابن الأثیر فی أسد الغابة. والثالث أنہ ختن عند حلیمة کذا ذکرہ ابن القیم والدمیاطی ومغلطائی، قالا: إن جبریل ختنہ حین طھر قلبہ. وکذا أخرجہ الطبرانی فی الأوسط وأبونعیم من حدیث أبی بکرة. وقال الذھبی: وھذا منکر". (تاریخ الخمیس، ذکرختانہ صلی اللہ علیہ وسلم: ۱/۲۰۴، ۲۰۵، مؤسسة شعبان للنشر والتوزیع، بیروت)

(وانظر التفصیل فی تحفة المولود بأحکام المودود للحافظ ابن القیم، الفصل الثالث عشر فی ختان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ص: ۱۵۸، ۱۶۳، دار الکتب العلمیة بیروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس طرح تشریف لے گئے اسی طرح واپسی ہوئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۲/۹۵ھ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے صدقہ کی حرمت کی تفصیل

سوال[۱۵۸۸]: زید کہتا ہے کہ صدقہ خواہ فرض ہو کہ نفل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانا حرام تھا، اور بکر کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صدقہ فرض یا نفل کھانا حلال تھا، بکر کی دلیل یہ ہے: ''عن عائشة رضی اللہ عنها قالت: کان فی بریرة ثلث سنن: إحدی السنن أنها عتقت فخیرت فی زوجها، وقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: "الولاء لمن اعتق" ودخل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم والبرمة تفور بلحم فقرب إلیه خبز وأدم من أدم البیت، فقال: "ألم أرَ بُرمةً فیها لحم؟" قالوا: بلیٰ! ولکن ذلك لحم تصدق به علی بریرة رضی اللہ عنها، وأنت لاتأکل الصدقة، قال: "هو علیها صدقة، ولنا هدیة"۔متفق علیه". مشکوٰة شریف، ص:۱۶۱)(۱)۔

بکر یہ حدیث بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صدقہ کھانا حرام تھا تو کیوں حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے گوشت صدقہ کا کھاتے کس کا قول صحیح ہے؟ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلّیًا:

بکر نے اپنے دعویٰ پر جو حدیث دلیل میں پیش کی ہے اس میں تقریب تام نہیں، اس لحم کا صدقہ ہونا حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پر پہنچ کر ختم ہوگیا، حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے خدمتِ اقدس میں ہدیہ ہوکر پیش کیا گیا نہ کہ صدقہ ہوکر، عام دستور تھا کہ کوئی چیز بطور صدقہ پیش کی جاتی تو مستحقینِ صدقہ اصحابِ صفہ وغیرہ کو عنایت فرمادیتے خود نوش نہیں فرماتے تھے(۲)۔

---

(۱)(مرقاة المفاتیح: ۴/۳۳۷، رقم الحدیث: ۱۸۲۵، باب من لاتحل له الصدقة، رشیدیه)

(۲)"قال حدثنا بهز بن حکیم عن أبیه عن جده، قال: کان النبی صلی اللہ علیه وسلم إذا أتی بالشئ سأل: "أهَدیةٌ هو أم صدقة"؟ فإن قالوا: هدیة بسط یدیه، وإن قالوا صدقة قال لأصحابه: "کلوا". (شرح معانی الآثار: ۱/۳۵۱، باب الصدقة علی بنی هاشم، سعید)

(وکذا فی مرقاة المفاتیح: ۴/۳۳۷، رشیدیه)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ جب حاضر خدمت ہوئے اور کچھ پیش کیا اور کہا کہ یہ صدقہ ہے تو نوش نہیں فرمایا، اور جب پیش کر کے یہ عرض کیا کہ یہ ہدیہ ہے تو قبول فرمالیا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ

سوال[۱۵۸۹]: حضور پرنور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نور تھے یا نہیں؟ آیت پاک: ﴿قد جاء كم من الله نور وكتاب مبين﴾(۲) میں نور سے کیا مراد ہے، نیز حدیث میں ہے: "كل نبی مستجاب" اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی "اللهم اجعل فی قلبی نورًا الخ"(۳) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہوئی اور آپ سراپا نور ہوئے، جب آپ نور ہوئے تو نور کا سایہ بھی نہ ہونا چاہیے، لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ کیا ایسا ہی ہے اگر نہیں تو مسئلہ کی وضاحت فرمائیے اور مدلل فرما کر مشکور فرمائیے، نیز مکمل حوالہ بھی، والأجر عند اللہ۔

السائل: عبدالسبحان بستوی۔

---

(۱) "عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: حدثنی سلمان الفارسی رضی الله عنه وذكر حديثاً طويلاً ذكر فيه أنه كان عبدًا قال: فلمّا أمسيتُ جمعت ماكان عندی، ثم خرجت حتى جئت رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو بقباء، فدخلت عليه ومعه نفرٌ من أصحابه، فقلت له: بلغنی أنه ليس بيدك شئ وأن معك أصحاباً لك وأنتم أهل حاجة وغربة وقد كان عندی شئ وضعته للصدقة، فلما ذُكر لی مكانكم رأيتكم أحق به، ثم وضعته له، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "كله أو أمسكه". ثم أتيته بعد أن تحول إلى المدينة وقد جمعت شيئًا، فقلت: رأيتك لاتأكل الصدقة، وقدكان عندی شئ أحببت أن أكرمك به كرامةً ليس بصدقة، فأكل وأكل أصحابه". (شرح معانی الآثار: ۱/۳۵۰، باب الصدقة على بنی هاشم، سعيد)

(۲) (مائدة: ۱۵)

(۳) (صحيح البخاری، كتاب الدعوات، باب الدعاء إذا انتبه من الليل: ۲/۹۳۵، قديمی)

الجواب حامداً ومصلياً:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں میں ایک نام نور بھی ہے، صرح بہ ابن القیم وغیرہ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ نہ ہونے کی تصریح شفائے قاضی عیاض (۱)، خصائص کبری (۲)، فتح العزیز، مدارج النبوۃ (۳) وغیرہ بہت سی کتابوں میں ہے، ان حضرات نے وہی استدلال کیا ہے جو کہ سائل نے لکھا ہے، مگر کوئی روایت مرفوع پیش نہیں کر سکے جیسا کہ دیگر معجزات کے متعلق مرفوع روایات موجود ہیں، البتہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ایک واقعہ نقل کیا ہے، اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو پہر کے وقت تشریف لانا اور آپ کے سایہ مبارک ہونا صاف صاف مذکور ہے: "قالت بينما أنا يوماً بنصف النهار إذ أنا بظل رسول الله صلى الله عليه وسلم مقبل الخ" (مسند أحمد: ۲۳۱/۵ (٤)۔

(۱) "و من ذلک .... أنه كان لا ظل لشخصه في شمس و لا قمر؛ لأنه كان نوراً": أى بنفسه والنور لا ظل له لعدم جرحه، و هذا معنى ما في النوادر، و لفظها: "لم يكن له ظل في شمس و لا قمر" و نقله الحلبي عن ابن سبع أيضاً". (شرح الشفاء، الباب السابع، فصل و من ذلک ما ظهر من الآيات عنه مولده: ۷۵۴/۱، دار الكتب)

(۲) "أخرج الحكيم الترمذي عن ذكوان أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن يُرى له ظل في شمس و لا قمر، قال ابن سبع: من خصائله أن ظله كان لا يقع على الأرض و أنه كان نوراً، فكان إذا مشى في الشمس أو القمر لا ينظر له ظل، قال بعضهم: و يشهد له حديث قوله صلى الله عليه وسلم في دعائه: "واجعلني نوراً". (الخصائص الكبرىٰ، باب الآية في أنه صلى الله عليه وسلم لم يكن يرى له ظل: ۱۱۶/۱، المكتبة الحقانيه پشاور)

(۳) "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا، نہ آفتاب کی روشنی میں نہ چاند کی طلعت میں، اسے حکیم ترمذی نے ذکوان سے نوادر الاصول میں روایت کیا ہے، ان بزرگوں پر تعجب ہے کہ چراغ کی روشنی کا ذکر نہ فرمایا، نور آپ کے اسمائے مبارکہ میں سے ایک نام ہے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا"۔ مولانا جامی نے خوب کہا

امی و دقیقہ دان علام   بے سایہ و سائبان عالم

(مدارج النبوة (مترجم) حصه أول: ۴۳/۱، مدينه پبلشنگ كمپنى كراچى)

(۴) (مسند أحمد: ۱۳۲/۶، حديث السيدة عائشة، رقم الحديث: ۲۴۴۸۱، دار إحياء التراث العربي)

نیز حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک روایت حادی الأرواح إلی بلاد الأفراح جلد أول، بـاب اول، ص: ۴۲ میں ہے(۱) جس میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مبارک کو خود ملاحظہ فرمانا منقول ہے، ''لقد رأیت ظلی''، دونوں روایتیں مرفوع ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کو قتل کیا؟

سوال[۱۵۹۰]: حدیث: ''اشتدغضب اللّٰہ علی من قتلہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی سبیل اللّٰہ'' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے لوگوں کو فی سبیل اللہ قتل فرمایا ہے، اور وہ کون ہیں؟ مع حوالہ کے جواب عنایت فرمائیں تو کرم ہوگا۔ محمد نوراللہ رائے چوٹی، متعلم دارالعلوم دیوبند۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اُبی ابن خلف ایک عمدہ گھوڑے پر سوار غزوۂ احد میں ایسے وقت قریب پہنچا کہ شیطان نے آواز لگائی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقتول (شہید) ہوگئے، (حالانکہ آپ صرف مجروح ہوئے تھے) اور پہلے سے اس نے یہ کہا تھا کہ قتل کروں گا، جیسے ہی وہ سامنے آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث بن صمہ انصاری رضی اللہ عنہ سے نیزہ لے کر اس کے مارا جو اس کے گلے پر لگا جس سے وہ بدحواس وبے تاب ہوکر بھاگا، لوگوں نے اس کو تسلی بھی دی کہ معمولی خراش لگی ہے، اس نے کہا کہ یہ خراش اگر تمام اہل حجاز کے لگ جائے تو سب مرجائیں اسی خراش سے وہ ''سرف'' میں جاکر مرگیا، بس یہ ایک ہی شخص اپنی منحوسیت وملعونیت میں متفرد ہے، جس پر اشتداد غضب کی یہ وعید ہے، یہ واقعہ تفصیل سے زادالمعاد جلد دوم ص: ۹۳ میں مذکور ہے(۲)۔

---

(۱) ''عن أنس بن مالک رضی اللّٰہ عنہ صلی بنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ذات یوم صلوٰۃ الصبح، ثم مدّ یدہ ثم أخرها، فلما سلّم قیل لہ: یا رسول اللّٰہ! قد صنعت فی صلوتک شیئًا لم تصنعہ فی غیرها؟ قال .... ''حتی لقد رأیت ظلی وظلکم فأومات إلیکم أن استأخر الخ''. (حادی الأرواح إلی بلاد الأفراح لابن قیم الجوزیة: ۱/۴۲، باب أول)

(وکذا فی نظام الفتاویٰ: ۲/۴۵، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ پڑتا تھا، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(۲) ''ویقول: أقتل علیہ محمدًا، فبلغ ذلک رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، فقال: ''بل أنا أقتلہ إن شاء اللّٰہ تعالیٰ ''فلما طعنہ تذکر عدوا للّٰہ تعالیٰ قولہ: أنا قاتلہ' فأیقن بأنہ مقتول من ذلک الجرح، فمات منہ فی طریقہ بسرف مرجعہ إلی مکة''. (زاد المعاد، فصل فی غزوة أحد ص: ۴۸۰، دار الفکر بیروت)

نیز شروح بخاری فتح الباری (۱)، عمدۃ القاری (۲)، ارشاد الساری (۳) وغیرہ میں بھی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۳/۹۴ھ۔

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۹۰/ سال تھی؟

سوال [۱۵۹۱]: خلاصۃ الأنبیاء ترجمہ قصص الأنبیاء مؤلف مولوی غلام نبی صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک نوّے برس بتائی ہے جس میں سے ۶۳/ سال مکی مدنی زندگی اور ۲۷/ سال معراج کی زندگی بتائی ہے جبکہ دیگر فقہ وحدیث کی کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ معراج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف ایک رات میں ہوئی، پھر معراج میں ۲۷ برس گذرنے سے کیا مراد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف نوے برس بتانا غلط ہے، (۴) معراج کی عمر ۲۷ برس نہیں ہے، وہ تو بہت جلد ایک ہی شب کے کچھ حصہ میں ہوئی تھی، اس میں ۲۷/ برس صرف نہیں ہوئے (۵)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۹/۶۷ھ۔

---

(۱) "قوله: (إشتد غضب الله على رجل يقتله رسول الله في سبيل الله) زاد سعيد ابن منصور من مرسل عكرمه "يقتله رسول الله بيده" ....الخ. (فتح الباري، كتاب المغازي، باب ما أصاب النبي صلى الله عليه وسلم من الجراح يوم أحد: ۷/۴۷۴، قديمي)

(۲) "قال في ذلك الوقت: اشتد غضب الله على رجل يقتله رسول الله صلى الله عليه وسلم"......الخ (عمدة القاري، كتاب المغازي، باب ما أصاب النبي صلى الله عليه وسلم من الجراح يوم أحد: ۱۷/۱۶۰، مكتبه إدارة الطباعة المنيريه، الدمشق)

(۳) (إرشاد الساري، باب ما أصاب النبي ﷺ من الجراح يوم أحد: ۹/۱۱۷، ۱۱۸، دار الكتب العلمية)

(۴) "عن عائشة رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم مات وهو ابن ثلث وستين سنة". (شمائل الترمذي ص: ۲۳۹، باب ماجاء في سن رسول الله صلى الله عليه وسلم، مكتبة الشيخ كراچي)

"وعن أنس بن مالك رضي الله عنه أنه سمعه يقول ......بعثه الله على رأس أربعين سنةً فأقام بمكة عشر سنين وبالمدينة عشر سنين، وتوفاه الله وليس في رأسه ولحيته عشرون شعرةً بيضاء".

(صحيح البخاري، كتاب المناقب باب صفة النبي صلى الله عليه وسلم: ۱/۵۰۲، قديمي)

(۵) (ليلاً) ظرف لأسرى، و فائدته الدلالة بتنكيره على تقليل مدة الإسراء، و أنها بعض من أجزاء الليل =

عصا ہاتھ میں رکھنا سنت ہے

سوال[۱۵۹۲]: عصا ہاتھ میں رکھنا سنت ہے، کیا عصا ہاتھ میں رکھنا عمر کے ساتھ مقید ہے یا ہر کوئی اس کو رکھ سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ادائے سنت کی نیت ہو تو موافقِ سنت عصا رکھنے سے انشاء اللہ بلا قیدِ عمر بھی ثواب ملے گا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۲۷/۵/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۲۷/۵/۹۱ھ۔

قدمِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سوال[۱۵۹۳]: ضلع ہوگلی، موضع آشنہری بھان، بنام قدم رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک آستانہ تقریباً دوسو سالہ کی ہے اس میں منقوش قدم ایک پتھر ہے اس کو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کا نقشہ کہتے ہیں، لوگ اس کی تعظیم کرتے ہیں چومہ دیتے ہیں، لوگ کہتے ہیں اور چیزیں بھی تھیں، مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ، تسبیح، رومال مبارک، اب وہ چیزیں ضائع ہوگئیں۔ کہتے ہیں کہ یہ مولوی حفیظ الدین دلّی کے بادشاہ کے ملازم تھے، برطانیہ نے ان کو بہت روپیہ دیا، اس کے ذریعہ سے بادشاہ کو پکڑا، اس کے انعام میں مولوی حفیظ الدین صاحب کو دو گھنٹہ ایک گھنٹہ کے لئے اختیار دیا گیا کہ شاہی دربار سے جہاں تک ہوسکے لوٹ لیا جائے، اس وقت بہت کچھ لوٹ کرلایا اور ساتھ ساتھ قدم رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اشیاءِ مذکورہ بھی لایا تھا، اور بھان ضلع ہوگلی آشنہری آکر اس نے اقامت کی اور آستانہ بنایا۔ دریافت حال یہ ہے کہ کسی تاریخ وغیرہ سے ثبوت ہے کہ رسول

= الخ". (روح المعانی: ۱۵/۴، إحیاء التراث العربی)

(۱) روی: "حمل العصاء علامة المؤمن وسنة الأنبیاء"، (کشف الخفاء للعجلونی: ۱/۳۸۳، مکتبه دار التراث)

(وکذا فی "السلسلة الضعیفة" للألبانی، ص: ۵۳۵، المکتب الإسلامی)

(والفتاویٰ الحدیثیة، ص: ۲۲۶، مطلب: التوکؤ علی العصامن أخلاق الأنبیاء، قدیمی)

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کسی پتھر پر منقوش تھے مثل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے، مجھ سے اس کے بارے میں پوچھا میں نے لا نصدق ولا نکذب سے جواب دیا، چونکہ مجھے اس کا علم نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی پتھر پر قدم مبارک رکھنے سے پتھر میں قدم مبارک کا نقش اتر آنا جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک کا نقش اتر آیا تھا، کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۱/۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/محرم ۶۸ھ۔

قیلولہ اور کھانے کا معمول

سوال [۱۵۹۴]: دن کے کھانے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قیلولہ کا کیا معمول تھا؟ کھانے کے کتنی دیر بعد اور کتنی دیر قیلولہ فرمایا کرتے تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس دور میں نہ کھانے کا آج کل کی طرح طول طویل قصہ تھا اور نہ تکلف تھا بلکہ بکثرت کھانے کی شان یہ ہوتی تھی کہ کھجور کھائی، پانی پی لیا، روٹی گوشت کی نوبت بہت کم آتی تھی، نہ گھنٹے اور منٹ کی تعیین و پابندی تھی، کبھی سویرے کھانے کا موقع مل گیا، کبھی دیر میں، کبھی بالکل ہی کھانا غائب ہوگیا، صبح کو کھایا تو شام کو نہیں، شام کو مل گیا تو صبح کو نہیں، دو وقت مسلسل کم ہی نوبت آئی ہوگی (۱)۔

---

(۱) "عن عائشة رضي الله عنها أنها قالت: ماشبع آل محمد صلى الله عليه وسلم من خبز الشعير يومين متتابعين حتى قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم".

"وعن ابن عباس رضي الله عنهما قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يبيت الليالي المتتابعة طاوياً هو وأهله لايجدون". (شمائل الترمذي، باب ماجاء في صفة خبز رسول الله صلى الله عليه وسلم ص: ۸۴، ۸۵مكتبة الشيخ)

(والمسند للإمام أحمد: ۷/ ۱۴۲، رقم الحديث: ۲۴۱۴۴، ۹۸/۶، ورقم الحديث: ۲۵۰۱۳، دارإحياء التراث)

پھر سردی کے ایام میں قیلولہ کم ہوتا تھا اور ظہر کی نماز زوال کے بعد ہی ادا فرما لیتے تھے اور گرمی کے دنوں میں قیلولہ دیر تک فرماتے تھے اور ظہر کی نماز بھی زوال سے دیر بعد ہوتی تھی، جمعہ کے روز کھانا اور قیلولہ کا موقع نماز جمعہ کے بعد ہوتا تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۵/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۵/۸۷ھ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کس رنگ کا لباس پسند تھا؟

سوال[۱۵۹۵]: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کونسا لباس پسند تھا، سفید اور ہرے رنگ کا یا لال اور زرد رنگ کا؟ ایک صاحب نے تجرید بخاری کا حوالہ دیکر ارشاد فرمایا کہ آپ کو زرد اور لال رنگ زیادہ محبوب و پسند تھا۔ نیز تجرید بخاری کی صحت پر رائے قائم فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عامۃً سفید لباس پسند تھا، کذا فی شمائل الترمذی (۱)، لال سیاہ دھاری والا بھی استعمال فرمایا ہے، خالص سُرخ اور خالص زرد کو منع فرمایا ہے (۲)۔

بخاری شریف کی احادیث کو مختصراً تجرید میں لیا گیا ہے، بخاری شریف میں کوئی حدیث موضوع

---

(۱) "عن سمرة بن جندب رضی الله عنه قال :قال رسول الله صلی الله علیه وسلم :"البسوا البیاض فإنها أطهر وأطیب، وکفنوا فیها موتاکم ". (شمائل الترمذی، باب ماجاء فی لباس رسول الله صلی الله علیه وسلم،ص: ۴۲، مکتبة الشیخ کراچی)

وذکر ابن القیم الجوزیة رحمه الله تعالیٰ فی "زاد المعاد " : "وکان أحب الألوان إلیه البیاض،وقال : "هی من خیر ثیابکم، فالبسوها، وکفنوا فیها موتاکم " (ص: ۵۴،فصل فی ملابسه،دار الفکر)

(۲)"ولبس حلة حمراء، والحلة إزار ورداء، ولاتکون الحلة إلا اسماً للثوبین معًا، وغلط مَن ظن أنها کانت حمراء بحتاً لایخالطها غیره، وإنما الحلة الحمراء بردان یمنیان منسوجان بخطوط حمر مع الأسود ......وإلا فالأحمر البحت منهی عنه أشد النهی". (زاد المعاد، ص: ۵۳،فصل فی ملابسه،دار الفکر)

نہیں(۱)، البتہ بعض روایات کوبعض پرفوقیت ہے، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بخاری شریف کی کسی روایت پر غیر بخاری کی روایت کوترجیح ہو(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۹۱ھ۔

پیراہن مبارک کی لمبائی چوڑائی

سوال[۱۵۹۶]: حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتا کیسا ہوتا تھا، کلیاں ہوتی تھیں یانہیں؟ کتنا لمبا چوڑا ہوتا تھا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

عرب میں عامۃً کلیوں کا دستورنہیں، ظاہر یہ ہے کہ پیراہن مبارک بھی ایسا ہی ہوگا، لمبائی نصف ساق تک یا کچھ زیادہ ہوتی تھی، کعبین سے اوپر تک، آستین گٹوں تک اوراصابع تک دونوں طرح ثابت ہیں، چوڑائی جسم مبارک کے مناسب، (بذل وشرح شمائل) (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۵/۹۱ھ۔

---

(۱) "أما الصحيحان فقد اتفق المحدثون على أن جميع ما فيهما المرفوع صحيح بالقطع، و أنهما متواتران إلى مصنفيهما، و أنه كل من يهون أمرهما، فهو مبتدع متبع غير سبيل المؤمنين". (حجة الله البالغة، مبحث في طبقة كتب الحديث: ۱/۱۳۴، مير محمد)

(۲) "وكون معارضه في البخاري لا يستلزم تقديمه بعد اشتراكهما في الصحة، بل يطلب الترجيح من خارج الخ". (فتح القدير، باب النوافل: ۱/۴۴۵، مصطفى البابي بمصر)

وانظر هذا البحث مفصلاً في: (كشف الباري آخر مقدمة الكتاب: ۱/۱۸۵، ۱۸۹، مكتبه فاروقيه كراچى)

(۳) "عن أسماء بنت يزيد قالت: كان كمّ قميص رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى الرسغ".

"عن معاوية بن قرة عن أبيه قال: أتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم في رهط من مزينة، لنبايعه، و إن قميصه لمطلق، أو قال: زرّ قميصه مطلق، قال: فأدخلت يدي في جيب قميصه، فمسست الخاتم".

(شمائل الترمذي، باب ما جاء في لباس رسول الله صلى الله عليه وسلم، ص: ۴، مكتبة الشيخ)

"عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يلبس قميصاً قصير اليدين والطول". .... =

نعلین شریفین کیسے تھے؟

سوال[۱۵۹۷]: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جوتا مبارک کیسا تھا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

سبتی (۱)۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نیزہ کا طول وعرض

سوال[۱۵۹۸]: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نیزہ کا طول وعرض کیا تھا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پانچ نیزے تھے، بعض بڑے تھے بعض چھوٹے تھے، کسی کو نماز کیلئے سترہ بنایا جاتا تھا، کوئی قتال وغیرہ کے کام میں آتا تھا، زاد المعاد (۲)۔

= "عن حذيفة رضي الله عنه قال: أخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم بأسفل عضلة ساقي أو ساقه، فقال: "هذا موضع الإزار، فإن أبيت فأسفل، فإن أبيت فأسفل، فإن أبيت فلا حق للإزار في الكعبين".

"عن العلاء بن عبد الرحمن عن أبيه قال: قلت لأبي سعيد: هل سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم شيئاً في الإزار؟ قال: نعم سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "إزارة المؤمن إلى أنصاف ساقيه، لاجناح عليه ما بينه و بين الكعبين، و ما أسفل من الكعبين" ...... الحديث، (سنن ابن ماجة، كتاب اللباس و متعلقاته، ص: ۲۶۴، مير محمد كتب خانه)

و راجع للتفصيل: (شرح شمائل الترمذي، باب ما جاء في لباس رسول الله صلى الله عليه وسلم، ص: ۳۵، مكتبة الشيخ)

(۱) "عن قتادة، قلت: لأنس بن مالك: كيف كان نعل رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قال: لهما قبالان".

(شرح شمائل الترمذي، باب ما جاء في نعل رسول الله صلى الله عليه وسلم، ص: ۴۶، مكتبة الشيخ)

(و كذا في المشكوة، باب في النعال، ص: ۳۷۹، و ابن ماجة، باب صفة النعال، ص: ۲۶۶، مير محمد كتب خانه)

(۲) "كانت له خمسة أرماح: يقال لأحدهم: المثوي، والآخر: المثنى، وحربة يقال لها، النبعة، وأخرى كبيرة تدعى: البيضاء، وأخرى صغيرة شبه العكاز يقال لها: العنزة يمشي بها أحياناً". (زاد المعاد ص: ۵۱ =

اور علامہ عینی وفتح الباری (۱) میں ان نیزوں کے نام بھی لکھے ہیں، اگر ایک ہی نیزہ ہوتا تو اس کے طول وعرض کو تلاش کیا جاتا، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر اٹھارہ مقام پر کلام کیا ہے مگر طول نہیں لکھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۴/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۴/۹۲ھ۔

بغل مبارک میں بال نہیں تھے

سوال [۱۵۹۹]: بغل کے بالوں کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل شریف کیا تھا؟ نیز بغل میں بال تھے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بغل مبارک میں بال نہیں تھے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۔

= فصل فی ذکر سلاح وأثاثه صلى الله عليه وسلم، دار الفكر)

(۱) قال الحافظ ابن حجر رحمه الله تعالىٰ: ويذكر عن ابن عمر عن النبى صلى الله عليه وسلم "جعل رزقي تحت ظل رمحي، وجعل الذلة والصغار على من خالف أمرى". (فتح البارى: ۶/۱۲۲)

(وأيضاً فتح البارى، كتاب الصلاة، باب سنة الإمام سترة من خلفه: ۱/۷۵۲، قديمى)

(وأيضاً فتح البارى، كتاب الصلاة، باب الصلاة إلى العنزة: ۱/۷۵۷، قديمى)

(وأيضاً فتح البارى، كتاب الصلاة، باب السترة بمكة و غيرها: ۱/۷۵۸، قديمى)

(وأيضاً فتح البارى، كتاب العيدين، باب الصلاة إلى الحربة يوم العيد: ۱/۵۸۸، قديمى)

(۲) "عن أنس رضى الله عنه قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم، يرفع يديه فى الدعا حتى يُرىٰ بياض إبطيه يعنى فى الاستسقاء الخ". (دلائل النبوة، ص: ۱/۲۴۷، باب صفة كفى رسول الله صلى الله عليه وسلم وقدميه وإبطيه وذراعيه وساقيه وصدره، دار الكتب العلمية)

(وصحيح البخارى: ۱/۵۰۳، كتاب المناقب، باب صفة النبى صلى الله عليه وسلم، قديمى)

قال ابن حجر: "(بياض إبطيه) واختلف فى المراد بوصف إبطيه بالبياض فقيل: لم يكن تحتهما =

ناک شریف میں بال نہیں تھے

سوال [۱۶۰۰]: ناک کے بالوں کے متعلق آپ کا عمل شریف کیا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بال نہیں تھے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسترے سے بالوں کی صفائی

سوال [۱۶۰۱]: موئے زیرناف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس چیز سے صاف فرماتے تھے؟ سرین کے بالوں، نیز ران وغیرہ کے بالوں کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل کیا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اُسترے سے موئے زیرناف صاف کرنے کا عام معمول تھا، بقیہ مواقع مسئولہ میں بالوں کا ہونا منقول نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۔

رخسار مبارک پر بال

سوال [۱۶۰۲]: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار پر بال تھے یا نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خط بنواتے تھے یا نہیں؟

= شعر فكانا كلون جسده، ثم قيل: لم يكن تحت إبطيه شعر ألبتةالخ". (فتح الباري: ۲/۷۱۷، باب صفة النبي صلى الله عليه وسلم، قديمي)

"وكان إبطه صلى الله عليه وسلم لا شعر عليه، قاله القرطبي": (شرح الزرقاني: ۷/۱۹۶، الفصل الرابع مااختص به صلى الله عليه وسلم من الفضائل والكرامات، عباس أحمد الباز)

(۱) "حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن پر خاص خاص حصوں کے علاوہ جیسے بازو وپنڈلیاں وغیرہ، ان کے علاوہ اَور کہیں بال نہیں تھے"۔ (شرح شمائل ترمذی للشیخ زکریاؒ ص: ۹، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کا بیان، مکتبہ شیخ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

بال تھے(۱)۔خط بنوانے کا معمول نہیں تھا۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند۔

کیا کسی وقت ننگے سر رہنے کا معمول تھا؟

سوال[۱۲۰۳]: آنحضرت ﷺ کھانے پینے کے وقت سر پر ٹوپی رکھا کرتے تھے یا نہیں؟ نماز کے علاوہ حالتوں میں آپ سر کھلے رہنے یا سر پر کپڑا ہوتا،سونے کے علاوہ چلنے پھرنے مجلسوں میں بیٹھنے عام لوگوں سے ملاقات،بات چیت کرنے میں آپ ٹوپی پہننے کا اہتمام کرتے تھے یا نہیں؟اس سلسلہ کی احادیث کو بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ٹوپی پر عمامہ باندھنا پسند تھا،اس کے خلاف بھی کبھی ہوتا تھا(۲) ننگے سر رہنے کا فیشن جو آج کل رائج ہے یہ طریقہ نہیں تھا۔جمع الوسائل شرح شمائل ترمذی میں روایت مذکور ہے(۳)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گدھے پر سواری فرمانا

سوال[۱۲۰۴]: ا......حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دائی حلیمہ سعدیہ دودھ پلانے کیلئے گدھے پر

---

(۱) "عن حسن بن علی رضی الله عنهما قال سألت خالی هند بن أبی هالة –و كان وصافاً عن حلية رسول الله صلى الله عليه وسلم، و أنا أشتهی أن يصف لی شيئاً أتعلق– فقال: "كان رسول الله صلى الله عليه وسلم فخماً مفخماً، يمتلأ وجهه .... كث اللحية سهل الخدين ...... الخ". (شمائل الترمذی، باب ما جاء فی خاتم النبوة ،ص: ۲، سعيد)

(۲) (شمائل الترمذی، باب ما جاء فی لباس رسول الله ﷺ، ص: ۵، سعيد)

(۳) (بذل المجهود شرح أبی داؤد، كتاب اللباس، باب ما جاء فی حل الإزار: ۵۲/۵، معهد الخليل كراچی)

(وسنن ابن ماجه، كتاب اللباس، باب ما جاء فی حل الإزار رقم الحديث، ص ۲۰۸۲،)

(وكذا فی الشمائل المحمديه، باب ما جاء فی لباس رسول الله ﷺ ص: ۳۰، دارالكتب العلمية بيروت)

لے گئیں تھیں یا اونٹنی یا خچر پر؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ گدھے پر لے گئیں تھیں۔ آپ پوری حقیقت پر روشنی ڈال دیں کہ کونسی سواری پر لے گئیں؟ مع کتاب کے حوالہ کے۔

۲......کبھی آپ نے گدھے پر سواری کی ہے یا نہیں؟ اگر آپ نے گدھے پر سواری کی ہے تو کون سے موقعہ پر کی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......عرب میں گدھے پر سوار ہونا کوئی عیب نہیں تھا، اونچی حیثیت کے حضرات بھی سوار ہوتے تھے، جامعہ ازہر کے شیخ کی تنخواہ کے ساتھ ان کے گدھے کی بھی تنخواہ دی جاتی تھی جس پر وہ سوار ہو کر مکان سے تشریف لاتے تھے۔ حلیمہ سعدیہ بھی گدھے پر سوار ہو کر اپنے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر گئیں تھیں، سیرتِ پاک کی کتابوں میں اس کی تصریح موجود ہے: ''قالت (حليمة): ثم خرجن ولَركبتُ أتاني وحمله عليها معي –فو الله– لقطعتُ بالركب مايقدر عليها شيئ من حمرهم حتى أن صواحبي ليقلن لي: يا ابنة أبي ذويب! ويحك! إربعي علينا، أليست هذه أتانك التي كنت خرجت عليها؟ فأقول لهن: بلىٰ! والله إنها هي، فيقلن: والله! إن لها لشانًا، قالت: ثم قدمنا منازلنا من بلاد بني سعد اھ". (سیرت ابن هشام: ۱/۸۸)(۱)۔

۲......حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مرتبہ گدھے پر سواری کی ہے، حدیث شریف میں صراحتاً موجود ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۲۷/۵/۹۱ھ۔

---

(۱)(السيرة النبوية لابن هشام، شرح مافي حديث الرضاع من الأخبار والآيات: ۱/۱۰۹، مكتبه حديث اكادمي فيصل آباد پاكستان)

(۲) "عن بريدة يقول: بينما رسول الله ﷺ يمشي جاء رجل و معه حمار، فقال: يا رسول الله! اركَبْ وتأخر الرجل، فقال رسول الله ﷺ: "أنت أحق بصدر دآبتك مني إلا أن تجعله لي". فقال: فإني قد جعلته لك، فركب". (أبو داود، باب رب الدابة أحق بصدرها: ۱/۳۵۴، امداديه)

"عن قيس بن سعد قال: أتانا النبي ﷺ، فوضعنا له غسلاً فاغتسل .... ثم أتيناه بحمار ليركب، فقال: "صاحب الحمار أحق بصدر حماره". فقلنا: يا رسول الله! فالحمار لك". (مسند أحمد، =

4

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم کا خون پاک ہے

سوال[۱۲۰۵]: جنگ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر کچھ زخم آیا تھا اور اس زخم سے نکلا ہوا خون کسی صحابی نے پی لیا تھا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی تھی کہ اس پر جہنم کی آگ حرام ہے جس کے جسم میں میرا خون ہو۔ کیا یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خون کو حرام قرار دیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ واقعہ شروحِ حدیث میں موجود ہے اور معتبر ہے(۱)، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ خصائص ہیں ان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسروں پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ بول کے متعلق بھی مواہبِ لدینہ (۲)، عمدۃ القاری (۳)،

= حديث قيس بن سعيد بن عبادة رضى الله عنه :۱۳/۷ ، دار احياء التراث العربى)

(۱) "وإن مالک بن سنان مص الدم من وجنته صلى الله عليه وسلم، ثم ازدرده، فقال صلى الله عليه وسلم: "من مسّ دمى دمه، لم تصبه النار". (عمدة القارى، كتاب: (المغازى، باب ليس لک من الأمرشئى أو يتوب عليهم : ۲۰۹/۱۷ ، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذا فى فتح البارى، كتاب المغازى، باب: ليس لک من الأمرشيئى أو يتوب عليهم) : ۴۶۴/۷، قديمى)

(وكذا فى إرشاد السارى، كتاب المغازى، باب ما أصاب النبى صلى الله عليه وسلم من الجراح يوم أحدٍ: ۱۱۸/۹ ، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذا فى المواهب اللدينة مع شرحه للعلامة الزرقانى، الفصل الأول فى كمال خلقته وجمال صورته: ۵۴۶/۵، عباس أحمد ياز مكة المكرمة)

(۲) "وفى هذه الأحاديث دلالة على طهارة بوله ودمه صلى الله عليه وسلم، قال النووىؒ فى شرح المهذب: واستدل من قال بطهارتهما بالحديثين المعروفين: أبا طيبة الحجام حجمه صلى الله عليه وسلم وشرب دمه ولم ينكر عليه، وأن امرأةً شربت بوله صلى الله عليه وسلم فلم ينكر عليهااهـ".

(المواهب اللدنية مع شرحه للعلامة الزرقانى، الفصل الأول فى كمال خلقته وجمال صورته: ۵۵۱/۵، عباس أحمد باز مكة المكرمة)

(۳) "ولئن سلمنا أن المراد هو الماء الذى يتقاطر من أعضائه الشريفة، فأبو حنيفةؒ ينكر هذا ويقول بنجاسة ذاك -حاشاه منه- وكيف يقول ذلک وهو يقول بطهارة بوله وسائر فضلاته". (عمدة القارى، كتاب الوضوء، باب استعمال فضلِ وضوء الناس: ۱۱۸/۳ ، رقم الحديث: ۱۹۰ ، دارالكتب العلمية، بيروت)

مرقاۃ(۱)، جمع الوسائل(۲) وغیرہ کتب میں طہارت کی تصریح کی گئی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۷/۱۴۰۶ھ۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بول کا پینا

سوال[۱۱۲۰۲]: سید نوری صاحب نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ "سرورکائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بلغم صحابی نوش جان فرمایا کرتے تھے اور پیشاب بھی ازواجِ مطہرات بلاکسی عذر کے نوش فرمایا کرتی تھیں"، کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

"أما البول فقد شهده غير واحد، و شربته بركةُ أم أيمن مولاته صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، و بركةُ أم يوسف خادمة أم حبيبة صحبتها من أرض الحبشة، و كان له قدحٌ من عيدانٍ تحت سريره يبول فيه، فشربته بركة الثانية، فقال لها: "صححت يا أم يوسف" فلم تمرض سوىٰ مرض موتها".

"و صح عن بركةٍ الأولىٰ قالت: قام رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من ليلة إلى فخارة في جانب البيت، فبال فيها، فقمت من الليل و أنا عطشانة، فشربتُ ما فيها و أنا لا أشعر، فلما أصبح صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "يا أم أيمن! قومي فأحريقي ما في تلك

(۱) "والفتوىٰ على أن الماء المستعمل طاهر في مذهب أبي حنيفة ...... ومِن ثَمّ اختار كثيرون من أصحابنا طهارة فضلاته عليه الصلوٰة والسلام"۔ (مرقاة المفاتيح، كتاب الطهارة، باب أحكام المياه، الفصل الأول: ۲/۱۷۳، ۱۷۴، رقم الحديث: ۴۷۶، رشيديه)

(۲) "وهذا ممايؤد القول الأول، إذلا ضرورة لحمله على المغى الثاني المختلف في جوازه، مع أن المستعمل في فرض الوضوء لا في التجديد وهو غير معلوم، ويحتمل أن يكون من خصوصياته صلى الله عليه وسلم كما قيل في فضلاته". (جمع الوسائل في شرح الشمائل، باب ماجاء في خاتم النبوة: ۱/۵۷، ۵۸، إدارة تاليفات اشرفيه، ملتان)

(وكذا في الخصائص الكبرى للسوطي، باب الإستشفاء ببوله صلى الله عليه وسلم: ۱/۱۲۲، المكتبة الحقانية، بشاور)

الفخارة" فقلت : والله شربت ما فيها، فضحك صلى الله تعالىٰ عليه وسلم حتى بدت نواجذه، ثم قال: "أما والله! لا ينجعنّ بطنك أبداً".

"قال ابن حجر : و بهذا استدل جميع من أئمتنا المتقدمين وغيرهم على طهارة فضلاته صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، و هو المختار وفاقاً بجميع من المتأخرين، فقد تكاثرت الأدلة عليه، و أعده الأئمة من خصائصه، و قيل : سببه شق جوفه الشريف، و غسل باطنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اهـ". كذا في جمع الوسائل شرح الشمائل: ۳۷۲/۲ (۱) ۔

ان روایات سے ثابت ہوا کہ دومرتبہ اس کے پینے کی نوبت آئی ہے، عمومی طور پر ایسا نہیں ہوتا تھا۔ مواہبِ لدنیہ (۲)، عینی شرح البخاری (۳) شرح اشباہ وغیرہ میں بھی یہی چیز موجود ہے (۴) اور یہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے (۵) تھوک بلغم کا درجہ تو بہت ہلکا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱۱/۸۸ھ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب پاک ہے

سوال[۱۲۰۷] : ایک عالم نے اپنے وعظ میں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن میں

---

(۱) (جمع الوسائل في شرح الشمائل : ۲/۲، ۳، باب ما جاء في تعطر رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ادارة تاليفات اشرفيه)

(۲) (المواهب اللدنيه مع شرح الزرقاني : ۵/۵۴۸-۵۵۳، المقصد الثالث ، الفصل الأول في كمال خلقته و جمال صورته ، عباس أحمد الباز مكة المكرمة)

(۳) (عمدة القاري :۵۲/۳، كتاب الوضوء، باب الماء الذي يغسل به شعر الإنسان، دارالكتب العلمية)

(و كذا في فتح الباري : ۳۶۱/۱، كتاب الوضوء ، باب الماء الذي يغسل به شعر الإنسان، قديمي)

(۴) (عمدة ذوي البصائر لحل مهماة الأشباه والنظائر للبيري ، إبراهيم بن حسين بن أحمد البيري)

(۵) "(تنبيه) صحح بعض أئمة الشافعية طهارة بوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و سائر فضلاته، و به قال أبو حنيفة .... و عد الأئمة ذلک من خصائصه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، و نقل بعضهم عن شرح المشكاة لملا علي القاري أنه قال: اختاره كثير من أصحابنا". (رد المحتار: ۳۱۸/۱، كتاب الطهارة ، باب الأنجاس ، مطلب في طهارة بوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ، سعيد)

پیشاب کیا اور صحابی کو پھینک دینے کیلئے دیا، وہ دوسری جگہ پر جاکر اس کو پی گئے، جب واپس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ پھینک دیا، تو انہوں نے جواب دیا کہ پی گیا، میرے پیٹ میں درد تھا وہ ٹھیک ہوگیا، اس پر آپ مسکرائے اور کہا کہ اب درد نہیں ہوگا۔ اس بناء پر چند سامعین نے رقعہ دیا کہ آپ نے روایت غلط بیان کی، اگر اس قسم کی روایت غیر مسلم کو مل جائے تو وہ اسلام پر سخت اعتراض کر سکتے ہیں کہ ہم کو گائے کا پیشاب پینے پر کیوں برا کہا جائے، اس پر مولوی صاحب نے جواب دیا کہ یہ روایت شفا شریف میں ہے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ شفاء شریف کس کی تصنیف ہے؟ اس روایت کا درجہ کیا ہے؟ فقط۔

الجواب حامداًومصلياً:

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ طاہر، اَطہر، مزکی تھے آپ کی کوئی چیز نجس نہیں، نہ دوسرے آدمیوں کو آپ پر قیاس کیا جاسکتا ہے، جو روایت آپ نے سوال میں نقل کی ہے وہ شفا میں موجود ہے(۱)۔

---

(۱) "وقد روى نحو من هذا (أى عن النبى صلى الله عليه وسلم) فى امرأة شربت بوله، فقال لها: "لن تشتكى وجع بطنك أبداً". ولم يأمر واحداً منهم بغسل فمه ولا نهاه عن عودة ...... وقيل: هى أم أيمن وكانت تخدم النبى صلى الله عليه وسلم، قالت: وكان لرسول الله صلى الله عليه وسلم قدح من عيدانٍ يوضع تحت سريره يبول فيه من الليل، فبال فيه ليلةً ثم افتقده، فلم يجد فيه شيئاً، فسأل بركة (اسم هذه المرأه) عنه فقالت: قمت وأنا عطشانة فشربته وأنا لا أعلم (أى أنه بوله) ...... روى حديثها ابن جريج .... وغيره". (شرح الشفاء للقاضى عياض مع شرحه للملا على القارى، الباب الثانى فى تكميل الله تعالىٰ له المحاسن خَلقاً وخُلقاً، فصل: وأما نظافة جسمه وطيب ريحه وعرقه عليه السلام: ۱/۱۷۱، ۱۷۲، دارالكتب العلميه، بيروت)

"وأخرجه الحسن بن سفيان فى مسنده والحاكم والدار قطنى والطبرانى و أبو نعيم من حديث أبى مالك النخعى عن الأسود بن قيس عن نبيح العنزى عن أم أيمن قالت: قام رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من الليل إلى فخارة فى جانب البيت، فبال فيها، فقمت من الليل و أنا عطشانة، فشربت ما فيها و أنا لا أشعر، فلما أصبح النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "يا أم أيمن! قومى فأهريقى ما فى تلك الفخارة" فقلت: والله! شربت ما فيها، قالت: فضحك رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم حتى بدت =

یہ کتاب قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے اور معتبر ہے(۱)، اسی طرح زرقانی شرح مواہب لدنیہ(۲)

= نواجذه ثم قال: أما والله لايبجعن بطنك أبداً". (شرح الزرقانی علی المواهب اللدنية :۵/ ۵۴۹، الفصل الأول فی كمال خلقته و جمال صورته ، عباس حمد الباز)

(۱)اسی کتاب (الشفاء) کے معتبر ہونے پر عبداللہ محمد الخلیلی کے کلمات ملاحظہ ہوں وہ فرماتے ہیں:" أما بعد! فإن كتاب "الشفاء بتعريف حقوق المصطفى" للقاضی عياض من الكتب اللتی عدها كثيرٌ من العلماء والمحققين من خير الكتب فی موضوعه، فقد قال عنه المقرئ فی أزهار الرياض: لما كمل تأليفه، -رضوان الله عليه -، "الشفا" الذی بلغ فيه الغاية القصوى ...... وفضائل هذا الكتاب لا تستوفی، ولا يمتری من سمع كلامه العذب السهل المنور فی وصف النبی صلی الله عليه وسلم ...... وقال القاری: كتاب "الشفاء" فی شمائل صاحب الاصطفاء أجمع ماصنف فی بابه مجملاً فی الاستيفاء". (تقديم العلامه عبدالله محمد الخليلی علی الشفاء: ۱/۳، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۲) اس بارے میں دو روایتیں ہیں اور دونوں مواہب لدنیہ میں مذکور ہیں اور اس کی شرح میں علامہ زرقانیؒ نے ان کی تشریح فرمائی ہے ملاحظہ ہو:" عن أم أيمن قالت: قام رسول الله صلی الله عليه وسلم من الليل إلی فخارةٍ (جرة) فی جانب البيت فبال فيها، فقمت من الليل وأنا عطشانة، فشربت ما فيها وأنا لاأشعر (أنه بول لطيب رائحته) فلما أصبح النبی صلی الله عليه وسلم قال: "يا أم أيمن! قومی فأهر يقی ما فی تلك الفخارة"، فقلت: قد والله! شربت مافيها، قالت: فضحك رسول الله صلی الله عليه وسلم حتی بدت نواجذه، ثم قال: "أما والله لا يبجعن (أی لايصيب) بطنك (وجع) أبداً".

"وعن ابن جريج قال: أخبرت أن النبی صلی الله عليه وسلم كان يبول فی قدح من عيدان، ثم يوضع تحت سريره، فجاء، فإذا القدح ليس فيه شيئی، فقال لامرأة (يقال لها بركة، كانت تخدم أمّ حبيبة، جاء ت معها من أرض الحبشة): "أين البول الذی كان فی القدح؟" قالت: شربته، قال: "صحة": أی جعله الله صحة" .... وصح ابن دمية أنهما قصتان وقعتا لامر أتين". (المواهب اللدنية مع شرحه للعلامة الرزقانی، الفصل الأول فی كمال خلقته وجمال صورته: ۵/۵۴۸، ۵۵، عباس احمد الباز مكة المكرمة)

اردوشرح شفا(۱)اورشامی درمختاروغیرہ میں بھی ہے(۲)،البتہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازخوداس کی اجازت کسی کومرحمت نہیں فرمائی،کسی نے غلبۂ محبت وعقیدت کی بناء پرایسا کرلیا تو اس کو مجرم ومستحقِ سزاقرارنہیں دیا بلکہ درد سے شفاء کی بشارت دی(۳)،جواعتراض غیرمسلموں سے آپ نقل کررہے ہیں ذراغورکریں تو اس کا جواب ظاہر ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند،۱۲/ ۸/ ۹۰ھ۔

الجواب صحیح:بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

فضلاتِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طہارت

سوال[۱۲۰۸]: حدیث شریف میں ہے،جس کو شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحبؒ نے بھی حکایاتِ صحابہ میں نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خون کو ایک صحابی نے پی لیا اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے بدن میں میراخون گیا اس پرآگِ جہنم حرام ہے۔اس پر اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ خون کے بارے میں قرآن میں حرمت آئی ہے تو پھر آپ نے اس کے شرب پر نکیر نہ فرمائی بلکہ بشارت دی تو خونِ رسول کی طہارت پر آپ کی تحقیق کیا ہے از روئے احادیث؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

قاضی عیاضؒ نے ''کتاب الشفاء'' میں اس کو نقل کیا ہے ہوسکتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا

---

(۱) (راجع ،ص: ۴۹۶، رقم الحاشیة: ۱)

(۲) "[تنبیه] صحّح بعض أئـمة الشافعیة طهارة بوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم و سائر فضلاته ، و به قال أبو حنیفة کما نقله فی المواهب اللدنیة عن شرح البخاری للعینی ،و صرح به البیری فی شرح الأشباه ، و قال الحافظ ابن حجر: تظافرت الأدلة علی ذلک ، و عد الأئمة ذلک من خصائصه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ، ونقل بعضهم عن شرح المشکوة لملا علی القاری أنه قال: اختاره کثیر من أصحابنا ، و أطال فی تحقیقه فی شرحه علی الشمائل فی باب ما جاء فی تعطره عیله الصلاة والسلام". (رد المحتار، کتاب الطهارة ، باب الأنجاس ، مطلب فی طهارة بوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : ۱/ ۳۱۸، سعید)

(۳) جیسا کہ روایت مذکورہ میں "لن تشتکی وجع بطنک أبداً " اوراس جیسے دوسرے جملوں سے ظاہر ہے۔

خونِ مبارک طاہر ہو جیسا کہ شرب بول کا واقعہ ''دار قطنی'' وغیرہ نے نقل کیا ہے یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ پاک نے اس کی ماہیت ہی بدل دی ہو جیسے مشک کی کیفیت ہوتی ہے۔ چنانچہ پینے والے سے جب دریافت کیا گیا کہ خون کا مزہ کیسا تھا ''کیف وجدت طعم الدم'' تو جواب دیا کہ مزہ شہد کا تھا اور خوشبو مشک کی تھی ''فقال: أما الطعم فطعم العسل، والرائحة فرائحة المسك، أقول: هذا من باب قلب الأعيان الذى عد من معجزات الأنبياء عليهم الصلوة والسلام''۔ پھر اعتراض ونزاع کا موقعہ ہی ختم ہو گیا۔ ''و بهذا يندفع نزاع الفقهاء اهـ'' شرح شفاء میں یہ سب موجود ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیو بند، ۱۲/۱/۹۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیو بند۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایلچی کا لفظ

سوال[۱۱۰۹]: جو شخص احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایلچی بتاتا ہے، آپ اس کے بارے میں حدیث وفقہ سے جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ایلچی کے معنی ہیں قاصد، پیغام پہنچانے والا۔ حضور اکرم فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تبارک وتعالیٰ کا پیغام مخلوق کو پہنچانے کیلئے تشریف لائے، گذشتہ کتابوں میں یہ لفظ اسی اعتبار سے اسی معنی میں مذکور ہے، ترکی لفظ ہے(۲)۔ ہمارے اردو میں یہ کچھ اونچا لفظ نہیں، معمولی آدمی جو پیغام یا خط لے کر جائے اس کو بھی ایلچی کہہ

---

(۱) ''شرب عبد الله بن الزبير رضى الله تعالىٰ عنه دم حجامته قال له عليه السلام: ''ويل لک من الناس و ويل لهم منک''. و لم ينكر عليه .... قال الشعبى: فقيل لابن الزبير كيف وجدت طعم الدم؟ فقال: أما الطعم فطعم العسل، و أما الرائحة فرائحة المسک. أقول: فهذا من باب قلب الأعيان الذى عُدّ من معجزات الأنبياء عليهم السلام و بهذا يندفع نزاع الفقهاء''. (شرح الشفاء للملا على القارى: ۱/۱۷۰، فصل و أما نظافة جسمه)

''فقد قال: قوم من أهل العلم: بطهارة هذين الحَدَثين منه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم''.
(الشفاء للقاضى عياض مع شرحه: ۱/۱۶۸، فصل و أما نظافة جسمه)

(۲) (فیروز اللغات، باب الف، ص: ۱۵۰) اور معنی بیان کرنے سے قبل حرف ''ت'' سے لفظ کے ترکی ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ص: ۱۵۰۔

دیتے ہیں، اس لئے سرورِ کائنات سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے یہ لفظ نہ بولا جائے کہ اس میں کچھ خاص بلندی ورفعت مفہوم نہیں ہوتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند، ۶/۶/۹۵ھ۔

آپ ﷺ کا صاحبزادی کو دفن کرنے کیلئے ایسے شخص کا تجویز فرمانا جس نے رات صحبت نہ کی ہو

سوال [۱۲۱۰]: حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی کا انتقال ہوگیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تم میں سے قبر میں وہ شخص اترے جس نے آج رات اپنی بیوی سے قربت نہ کی ہو" اس وقت حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ! وہ میں ہوں، پس حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اترے، حالانکہ حضور خود سراپا نور ہی نور تھے، کیا وجہ تھی؟ جیسا کہ مشکوٰۃ میں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ قصہ حضرت بی بی زینب رضی اللہ عنہا کا نہیں بلکہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا ہے جو کہ زوجہ تھیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں ایک لطیف تنبیہ ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کہ انہوں نے اسی شب اپنی ایک جاریہ سے صحبت کی تھی، چونکہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا دیر سے بیمار تھیں اور یہ خیال نہ تھا کہ آج ان کی وفات ہوجائے گی، كذا في مجمع البحار: ۱۳۶/۳(۱) وفتح الباری، (۲)،

---

(۱) "ولعل العذر لعثمان أنه طال مرضها ولم يكن يظن أنها تموت ليلتئذٍ". (مجمع بحار الأنوار، قرف: ۲۵۵/۴، دائرة المعارف العثمانيه بحيدر آباد الدكن، الهند)

(أيضًا اللمعات شرح المشكوٰة، كتاب الجنائز، باب دفن الميت: ۳۵۴/۴، مكتبة المعارف العلمية لاهور)

(۲) "قوله: (شهدنا بنتاً للنبي صلى الله عليه وسلم هي أم كلثوم زوج عثمان رضي الله عنه رواه الواقدي عن فليح بن سليمان بهذا الإسناد وأخرجه ابن سعد في الطبقات في ترجمة أم كلثوم رضي الله عنها ......الخ". (فتح الباري، كتاب الجنائز، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: "يعذب الميت ببعض بكاء أهله الخ": ۲۰۳/۳، قديمي)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خود قبر میں دفن فرمانے کیلئے تشریف نہ لے جانا کسی عذر کی وجہ سے تھا، کذا فی شرح مسلم للنووی واللمعات شرح المشکوٰۃ(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،۳/۷/۶۱ھ۔

الجواب صحیح :سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،۴/شعبان/۶۱ھ۔

پتھر میں اسمِ مبارک صلی اللہ علیہ وسلم قدرتی طور پر نکلا اس کو کیا جائے؟

سوال[۱۶۱۱]: یہاں ضلع راجوری کے قصبہ تھانہ منڈی میں جہاں پر ہمارا مدرسہ ہے اس سے تقریباً چار میل دور ایک گاؤں ہے عظمت آباد، نہایت ہی پسماندہ اور غیر مشہور ہے، وہاں پر چند نوجوان ہیں جن کو دین کی کوئی واقفیت نہیں ہے، ظاہری طور پر فاسق وفاجر ہیں۔

ایک سال سے انھوں نے وہاں پر جامع مسجد بنانے کا پروگرام بنایا ہے اور کام شروع بھی کرا دیا ہے، تعمیری نگرانی میری ہی ہے یعنی ہمارے مدرسہ کی ہے، مشورہ وغیرہ ہم سے لیتے ہیں، کام وہ خود اپنی مرضی سے کرتے ہیں۔

چند مہینہ قبل وہاں دریا میں سے پتھر چیرتے ہوئے ایک پتھر چیرا گیا تو اس کے دو ٹکڑے صاف ہوگئے اور درمیان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی قدرتی طور پر کندہ نکلا، شروع میں الف بھی ہے لیکن صاف ظاہر نہیں ہے، یہ ایک قدرتی سفید لکیر ہے اس میں کسی کے دستی لکھنے وغیرہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہاں پر دور دراز سے لوگ زیارت کے لئے آرہے ہیں، کچھ لوگ نیاز وغیرہ بھی چڑھا رہے ہیں، ریڈیو اور اخبارات میں بھی نشر ہوا ہے، یہاں پر کچھ آدمی ایسے ہیں جو اس لئے انکار کرتے ہیں کہ یہ پوجا کا مرکز نہ بنے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اگر قدرتی تھا تو صاف لکھنا چاہئے تھا۔

اس سلسلہ میں کافی فضلائے دیوبند بھی آئے انھوں نے بھی تقاریر کیں اور کہا کہ یہ ایک معجزہ ہے، عام

---

(۱)قال النووی رحمہ اللہ تعالیٰ: "لاحتمال أنه صلی الله علیه وسلم وعثمان کان لهما عذر منعهما نزول القبر ......الخ". (لمعات التنقیح کتاب الجنائز، باب دفن المیت: ۳۵۴/۴، مکتبة المعارف العلمیه، لاهور)

لوگوں کی مختلف آراء ہیں کوئی کہتا ہے کہ اس کا نام حجرِ عظمت رکھا جائے، کوئی کہتا ہے کہ اس کا نام حجرِ نور یا حجرِ نورانی وغیرہ رکھا جائے، اس پتھر کے لگانے کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔

گاؤں کے مقامی لوگ کافی اہمیت دے رہے ہیں، کارکنانِ مسجد کو برائے تعمیر ذریعۂ آمدنی بھی بن گیا ہے، وہ اس کے خلاف ایک لفظ سننا نہیں چاہتے ہیں اور امکان ہے کہ چند ہی یوم میں یہاں پر لڑائی نہ ہو جائے۔ اس پتھر کے رکھنے کے لئے اس وقت بہت بڑے بڑے پروگرام بن رہے ہیں، کوئی کہتا ہے کہ اس کے لئے علیحدہ حجرہ تعمیر کراؤ، کوئی کچھ کہتا ہے، ہم نے پہلے یہ تجویز رکھی تھی کہ مسجد کے دروازہ پر دیوار میں لگوادیں، لیکن عام شہرت نے حالات کو بدل دیا ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس پتھر کو مسجد کی تعمیر میں کس جگہ لگایا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس پتھر کو مسجد کی تعمیر میں بلندی پر نمایاں کر کے لگوایا جائے کہ دیکھنے والے اس کو دیکھ سکیں، بظاہر تو یہ قدرتی طور پر پتھر کی ساخت ہے، نام مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کی اگر صورت نمودار ہوگئی ہے تو اس سے سبق لیا جائے کہ لوگ بیش از بیش حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے علوم کو حاصل کریں اور آپ کے دین کو سیکھیں اور پھیلائیں، واللہ الموفق۔ درحقیقت یہی قدردانی ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف کے لئے ہر زبان میں نعت کہنا جائز ہے

سوال[۱۶۱۲]: حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں کشمیری زبان میں نعت بنانا کیسا ہے؟

---

(۱) ﴿إن فی خلق السمٰوٰت والأرض واختلاف اللیل والنهار لآیٰت لأولی الألباب﴾ (ال عمران: ۱۹۰، پ: ۴)
"فاعتبروا یأولی الأبصار" (سورة الحشر، آیت: ۲، پ: ۲۸)

"قال العلامة الآلوسی رحمه الله: "(لآیٰت): أی دلالات علی وحدة الله تعالیٰ وکمال علمه وقدرته". (روح المعانی سورة اٰل عمران: ۱۵۶/۴، دار احیاء التراث العربی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احوالِ مقدسہ اور اوصافِ عالیہ کونظم کر کے نعت بنالینا اور اس کا پڑھنا بھی درست ہے، کشمیری زبان میں ہو یا کسی اَور زبان میں۔ مگر مضمون صحیح حدیث شریف کے موافق ہونا چاہیے۔ کوئی غلط بات نہ ہو، نیز پورا ادب ملحوظ رہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۲/۸۸ھ۔



(۱) "عن أبی هريرة (رضی الله عنه) أن عمر مرّبحسّان وهو ينشد الشعر فی المسجد فلحظ إليه، فقال: قد كنت أنشد وفيه من هو خير منك، ثم التفت إلى أبی هريرة، فقال: أنشدک الله أسَمعتَ رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "أجب عنی، اللهم أيده بروح القدس؟ قال: اللهم نعم".

قال النووی تحته: "فيه جواز إنشاد الشعر فی المسجد إذا كان مباحاً، واستحبابه إذا كان فی ممادح الإسلام وأهله، أو فی هجاء الكفار والتحريض على قتالهم، أو تحقيرهم ونحو ذلک". (شرح النووی على صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب فضائل حسان بن ثابت رضی الله عنه: ۲/۳۰۰،قديمی)

"عن ابن عمر رضی الله عنهما عن النبی صلى الله عليه وسلم قال: " لأن يمتلی جوف أحدكم قيحاً خير له من أيمتلی شعراً". قال الحافظ تحته: ظاهره العموم فی كل شعرٍ، لكنه مخصوص بمالم يكن مدحاً حقاً كمدح الله ورسوله، وما اشتمل على الذكر والزهد وسائر المواعظ ممالا إفراط فيه". (فتح الباری، كتاب الأدب، باب مايكره أن يكون الغالب على الإنسان الشعر حتى يصده عن ذكر الله والعلم والقرآن: ۱۰/۶۷۱، ۶۷۲، قديمی)

باب التاریخ

(تذکرۂ انبیاءِ کرام تاریخ کی روشنی میں)

حضرت آدم علیہ السلام کا مرد ہونا اور حوا کا عورت ہونا کیا دنیا میں آکر ہوا یا جنت میں؟

سوال[۱۶۱۳]: حضرت آدم علیہ السلام نے جب دانۂ گندم بہشت میں کھایا اس کے بعد رفعِ حاجت کی ضرورت ہوئی، چندلوگ یہاں کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام ونیز حوا علیہا السلام کے رفعِ حاجت کی جگہ یعنی اندام نہانی وغیرہ نہیں تھی جس کی وجہ سے پیٹ پھٹ گیا اور شیطان لعین نے ان پر ٹانکے لگائے، اس کے بعد جنت سے نکالے گئے، اس کے بہت مدت بعد جب قصور معاف ہوا تب حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام اکٹھا ہوئے اور اندام نہانی کی جگہ بعد میں ہوئی یعنی مذکر ومؤنث بعد میں ہوئے۔ اس کا صحیح واقعہ کیا ہے؟ کیا مذکر مؤنث بعد میں ہونے کے بعد نسل انسانی شروع ہوئی، کیا حضرت آدم علیہ السلام کا جب پتلہ خاکی تیار ہوا انسانی مجسمہ مذکر نہ تھا؟ چونکہ دیہات کا واقعہ ہے، جاہل لوگ اس پر یقین رکھتے ہیں، ان کا شک مٹانے کیلئے یہ فتویٰ دریافت کیا گیا، صحیح واقعہ بیان فرمادیجئے، تا کہ ان کو سمجھا دیا جائے۔

ظفر محمد خاں، موضع سری پوسٹ اورا، ضلع کانپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مذکر مؤنث ہونے کی یہ تفصیل کسی معتبر کتاب میں نہیں دیکھی، بظاہر یہ اسرائیلیات میں سے ہے یعنی یہودیوں نے اپنی طرف سے گھڑ کر اپنی کتابوں میں درج کر لی ہے، جس کو اور بھی بعض لوگوں نے بیان کرنا شروع کر دیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۹/ رمضان/ ۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/ رمضان المبارک/ ۶۷ھ۔

قبرِ آدم علیہ السلام

سوال[۱۲۱۴]: حضرت آدم علیہ السلام کی قبر کہاں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت آدم علیہ السلام کی قبر کے متعلق ایسا سنا ہے کہ مکہ معظمہ میں بیت اللہ شریف کی دیوار کے نیچے حطیم میں ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ۔

حضرت آدم وحوا کی قبریں کہاں ہیں؟

سوال[۱۲۱۵]: مولوی امجد علی صاحب رضوی بریلوی نے اپنی کتاب بہار شریف حصۂ ششم میں مسئلہ ذیل لکھا ہے، یہ کتاب ہزاروں کے یہاں معمول بہا ہے مگر مجھ کو غلط معلوم ہوتی ہے، آپ تصحیح فرمادیں، غلط ہوتو تردید لکھدیں۔

جن لوگوں نے حضرت آمنہ حواء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مزار سوہات کا بنا رکھا ہے، وہاں بھی زیارت کو نہ جائیں کہ بے اصل ہے(فقط)۔جناب سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ حضرت حواء رضی اللہ عنہا کا مزار، حضرت آدم علیہ السلام کا مزار کہاں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

''روضۃ الصفا'' جلد اول میں لکھا ہے کہ ''وفاتِ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام در روزِ جمعه در مکه واقع شد، و حواء بعد ازو یک سال، و بقولے هفت سال رحلت نمود،

---

(۱) قال الحافظ ابن كثير: "واختلفوا في موضع دفنه فالمشهور أنه دفن عند الجبل الذى أهبط منه فى الهند، وقيل: بجبل أبى قبيس بمكة، ويقال إن نوحاً عليه السلام لما كان زمن الطوفان حمله هو وحواء فى تابوت فدفنهما بيت المقدس، حكى ذلك ابن جرير، وروى ابن عساكر عن بعضهم أنه قال رأسه عند مسجد إبراهيم ورجلاه عند صخرة بيت المقدس". (البداية والنهاية، ذكر وفاة آدم: ۱/۹۸، دار الفكر بيروت)

و در جَنبِ آدمؑ مدفون شداہ"(۱) اور بعض کتبِ تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدمؑ وحضرت حواء کا مزار سراندیب میں ہے(۲)۔ یقینی علم دشوار ہے۔

ملا علی قاری نے محمد بن الجزری سے نقل کیا ہے کہ :"لا یصح تعیین قبر نبی غیر نبینا صلی اللّٰہ علیہ وسلم، نعم! سیدنا إبراهیم علیه الصلوٰة والسلام فی تلك القریة لا بخصوص تلك البقعة انتهیٰ. وکأنه أشارة إلی أن لاوجود لنور القمر والکواکب بعد ظهور ضیاء الشمس، وإیماء إلیٰ فسخ سائر الأدیان فی جمعی الأماکن والأزمان، ولئلا یشارکه أحد فی زیارته لیعظم له الشان"۔ موضوعات کبیر (۳)۔

---

(۱) (روضة الصفاء، ذکر انتقال حضرت آدم علیه السلام : ۱۵/۱ ، طبع مقبول جهاں لکهنو)

(۲) "وتوفی بمکة یوم الجمعة، وصلی علیه جبریل، واقتدی به الملائکة وبنو آدم ، وفی روایة: صلی علیه شیث بأمر جبریل، ودفن بمکة فی قبر، لحد له فی غار أبی قبیس، وهو غار یقال له: غار الکنز، قاله وهب. وفی العرائس: قال ابن اسحاق: فی مشارق الفردوس ...... وبحر العلوم عن ابن عباس أنه قال: لما فرغ آدم من الحج رجع إلی الهند، فمات علی نودٍ بالهند ودفن بها، وعن ثابت البنانی: حضروا لآدم ودفنوه بسرندیب من الهند...... وصححه الحافظ عماد الدین". (تاریخ الخمیس، قصة عنق وابنها عوج: ۶۳/۱ ، مؤسسة شعبان، بیروت)

(وکذا فی روح المعانی: ۲۳۶/۱ ، سورة البقرة: ۳۶، دارإحیاء التراث العربی، بیروت)

وفی البدایة النهایة: "واختلفوا فی موضع دفنه، فالمشهور أنه دفن عند الجبل الذی أهبط منه فی الهند، وقیل : بجبل أبی قبیس بمکة، ویقال: إن نوحاً علیه السلام لما کان زمن الطوفان حمله مصر وحواء فی تابوت، فد فنهما ببیت المقدس، حکی ذلک ابن جریر وروی ابن عساکر عن بعضهم أنه قال: رأسه عند مسجد إبراهیم ورجلاه عند صحرة بیت المقدس، وقدماتت بعده حواء بسنة واحدة".

(البدایة والنهایة، ذکروفاة آدم ووصیته إلی ابنه شیث علیه السلام: ۱۲۱/۱ ، دارالفکر، بیروت)

(وکذا فی تاریخ الطبری، ذکر وفاة آدم علیه السلام: ۱۰۸/۱ ، ۱۰۹ ، مؤسسة الأعلمی، بیروت)

(۳) (الموضوعات الکبری للملاعلی القاریؒ، فصول فی تحقیق بعض المسائل التی اشتهرت والصواب خلا فها : ۲۸۰ ، قدیمی)

آدم علیہ السلام کہاں پیدا ہوئے؟

سوال[۱۶۱۶]: حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش زمین میں ہے یا آسمان میں؟ اگر آسمان پر ہے تو دلیل کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جمع الفوائد، ص:۶۰۹ ج۲ میں حدیث نمبر:۹۱۸۱ بحوالہ مسلم موجود ہے:

(أنس رضی الله عنه رفعه): "لما صور الله آدم في الجنة تركه ماشاء الله أن يتركه، فجعل إبليس يطيف به وينظر إليه، فلمّا رآه أجوف عرف أنه خلق لايتمالك"۔ (مسلم)(۱) اس سے معلوم ہوا کہ جنت میں تخلیق ہوئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند۔

حضرت حوّا علیہا السلام کی پیدائش بائیں پسلی سے

سوال[۱۶۱۷]: حضرت حوا علیہا السلام حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے پیدا ہوئیں، کیا اس پر نص موجود ہے، نص سے مراد عام ہے خواہ قطعی ہو یا ظنی؟

---

(۱) (جمع الفوائد، كتاب بدء الخلق وعجائبه: ۶۰۹/۴، إدارة القرآن كراچی)

"عن أنس رضى الله عنه قال: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "لمّا صوّر الله آدم في الجنة". الحديث، (تاريخ الخميس ذكر ابتداء خلق آدم، ۳۷/۱، مؤسسة شعبان بيروت)

وقال القاضي: الأخبار متظاهرة على أن الله خلق آدم من تراب قبض من وجه الأرض ......لكن لاينافي ذلک تصويره في الجنة لجواز أن تكون طينة........واستعدت لقبول الصورة الإنسانية حملت إلى الجنة، فصوّرت ونفخ فيها الروح". (تاريخ الخميس، ذكر ابتداء خلق آدم: ۳۷/۱، مؤسسة شعبان للنشر والتوزيع، بيروت)

(وكذا في شرح الطيبي على مشكوٰة المصابيح، كتاب أحوال القيامة، باب بدأ الخلق وذكر الأنبياء: ۲۹۹/۱۰، إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه، كراچی)

الجواب حامداًومصلیاً:

عن أبی هریرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال :قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم:" استوصوا بالنساء خیرًا فإنهن خلقن من ضِلع أعوج". الحدیث بکسر الضاد وفتح اللام وأحد الأضلاع، وهو عظم معوج، استعیر للمعوج صورةً أو معنًی: أی خلقن خلقًا فیه اعوجاج فکأنهن خلقن من أصل معوج وقیل: ذلك؛ لأن أمهن أول نساء هو حواء خلقت من أعوج ضلع من أضلاع آدم علیه الصلوٰة والسلام وهو القلع الأعلی الخ". (مرقاة المفاتیح:٦/٢٦٣(١)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، ۹۵/۲/۲۶ھ۔

حضرت آدم علیہ السلام کا جنت سے نکلنے پر چالیس سال تک رونا

سوال[١٦١٨]: حضرت آدم علیہ السلام جب جنت سے زمین پر اتارے گئے تو خطا کی وجہ سے وہ چالیس سال تک روئے، آیا یہ روایت صحیح ہے یا غلط؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محدثین کی اصطلاح کے مطابق اس کو صحیح نہیں کہا جائیگا۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۹۶/۲/۲۵ھ۔

سفینۂ نوح میں کتنے آدمی تھے؟

سوال[١٦١٩]: حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں وقتِ طوفان شمار میں کس قدر مرد وعورت تھے؟ ان کا جواب حدیث یا قرآن سے لکھا جاوے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے شیخ حسین بن محمد رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ کل اسّی تھے، اور مقاتل رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ کل بہتر تھے، نصف مرد اور نصف عورتیں، اَور بھی بعض اقوال ہیں:

---

(١)(مرقاة المفاتیح:٥/٣٨٧، باب عشرة النساء ومالكل واحد ةمن الحقوق، کتاب النکاح، رقم الحدیث : ٣٢٣٨،مکتبہ)

"واختلفوا في عدد أصحاب السفينة، قال قتادة وابن جريج ومحمد بن كعب القرظي: لم يكن في السفينة إلا ثمانية: نوح وامرأته وثلاث بنين له: سام،وحام ويافث ونسائهم، فجميعهم ثمانية: وقال الأعمش: كانوا سبعة: نوح وثلاث بنين له وثلاث نسوة لهم. وقال ابن اسحق: عشرة: نوح وبنوه سام وحام ويافث والستة أناس ممن كان آمن به وأزاوجهم جميعًا. وقال مقاتل: كانوا ثنتين وسبعين نفرًا رجلاً وامرأةً، وبنيه الثلاثة ونسائهم، فجميعهم ثمانية وسبعون نصفُهم رجال ونصفهم نساء. وعن ابن عباس رضي الله عنهما: كان في سفينة نوح ثمانون رجلاً أحدهم جرهم". (تاريخ الخميس"-١: ٧٠ (١)- **فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔**

حررهٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۶/ ۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۶/ جمادی الثانی/ ۵۷ھ۔

انگشتریٔ حضرت سلیمان علیہ السلام

سوال[۱۶۲۰]: انگشتری حضرت سلیمان علیہ السلام معجزۂ نبوت ہے یا نہیں، اگر ہے تو کیا کوئی اس کو ضبط کرسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مشہور یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی مملکت اور سلطنت انگشتری کی وجہ سے تھی، یعنی درحقیقت حکومت انگشتری کے تابع تھی، لہذا جس کے پاس انگشتری ہوتی اس کی حکومت ہوتی (۲)۔

---

(۱)(تاريخ الخميس: ۱/ ۷۰، مطبوعه مكتبه مؤسسة شعبان للنشر والتوزيع، بيروت)

(وراجع للتفصيل: (تفسير المدارك، (سورة العنكبوت): ۲/۲۸۵، قديمي)

(والتفسير المظهرى، (سورة العنكبوت): ۷/۱۹۵، حافظ كتب خانه)

(وروح المعاني: ۲۰/۱۴۳، دارإحياء التراث العربي، بيروت)

(۲) "(على كرسيه جسداً) شيطاناً يقال له: آصف، فقال له سليمان: كيف تفتنون الناس؟ قال: أرني خاتمك أخبرك، فلما أعطاه إياه، نبذه آصف في البحر، فساح سليمان وذهب ملكه، وقعد آصف على كرسيه، ومنعه الله نساء سليمان، فلم يقربهن، وأنكرنه، قال: فكان سليمان يستطعم فيقول: أتعرفوني =

لیکن تفسیر روح المعانی: ۲۳/۱۸۱میں اس کی تردید کی ہے،لکھا ہے کہ: "ویستبعد جداً أن یکون اللّٰہ تعالیٰ قد ربط ماأعطیٰ نبیہ علیہ السلام من الملك بذلك الخاتم"(۱)۔

اور انگشتری کے تابع ہونا کتبِ یہود سے منقول ہے جن کی تحریف نصِ قطعی سے ثابت ہے، لہذا کتبِ یہود قابلِ اعتماد نہیں، نبی کا معجزہ کوئی جن وغیرہ ضبط نہیں کرسکتا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

حضرت یونس علیہ السلام کا تحت الثریٰ تک پہنچنا

سوال[۱۶۲۱]: ہر زمین جب کہ پانچسو برس کی راہ موٹا پا رکھتی ہے تو حضرت یونس علیہ السلام کا چالیس روز میں تحت الثریٰ پہنچنا اور پھر واپس آجانا عقلاً ونقلاً کیسے ثابت ہوا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس روایت کو کس مصنف نے اپنی تصنیف کے کس باب میں تحریر کیا ہے، عبارت وحوالہ وصفحہ ومطبع

= أطعمونی أنا سلیمان، فیکذبونہ حتی أعطتہ امرأۃ یوماً حوتاً یطیب بطنہ فوجد خاتمہ فی بطنہ فرجع الیہ ملکہ، وفر آصف فدخل البحر فاراً". (جامع البیان للطبری، (سورۃ صٓ، پ:۲۳): ۱۰/۱۵۷، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر)

(وکذا فی التفسیر المظہری: ۸/۱۷۹، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

(وکذا فی روح المعانی: ۲۳/۱۹۹، بیروت)

(وکذا فی تفسیر الخازن: ۴/۴۳، حافظ کتب خانہ، کوئٹہ)

(وکذا فی تفسیر جلالین، ص: ۳۸۲، قدیمی)

(۱)(روح المعانی: ۲۳/۱۹۹، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی تفسیر ابن کثیر: ۴/۴۶، مکتبہ دارالسلام ریاض)

(۲) "وأما مایروی من حدیث الخاتم والشیطان وعبادۃ الوثن فی بیت سلیمان علیہ السلام فمِن أباطیل الیہود". (تفسیر المدارک، (سورہ ص، پ۲۳): ۲/۴۳۷، قدیمی)

"ان ہذہ المقالۃ من أوضاع الیہود وزنا دقۃ السوفسطائیہ، ولا ینبغی لعاقل أن یعتقد صحۃ مافیہا". (روح المعانی، (سورہ ص): ۲۳/۱۹۹، دارإحیاء التراث العربی، بیروت)

کتاب لکھئے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح :عبد اللطیف،عبد الرحمٰن،۱۸/۱/۵۲ھ۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کا نام

سوال[۱۶۲۲] : حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کا نام کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت یوسف علیٰ انبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ کا نام کسی مستند کتاب میں نہیں دیکھا،اسرائیلیات میں ''راحیل'' نام ملتا ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ،دار العلوم دیوبند۔

زلیخا کی تحقیق

سوال[۱۶۲۳] : کیا زلیخا وہی عورت ہیں جن کا حضرت یوسف علیہ السلام سے نکاح ہوا اور حضرت یوسف علیہ السلام پر الزام لگایا گیا،یا دونوں الگ الگ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس دور میں میرے علم میں نہیں کہ زلیخا نام کی کتنی عورتیں تھیں،مشہور تو ایک ہی ہے۔فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند،۲۹/۵/۹۶ھ۔

---

(۱) ''عن أنس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: '' أعطِی یوسف وأمه شطر الحسن، وأن أمه ''راحیل'' لما ولدته، دفعه زوجها یعقوب إلی أخته تحضنه اھ''. (تاریخ الطبری: ۱/۲۳۲، مؤسسة الأعلمی، بیروت)

وفی حاشیة الجلالین: ''وما مشی علیه المفسرون من أن المراد بالشمس أمه، أحد قولین، وقیل: إن أمه راحیل قدماتت، والمراد بالشمس خالته لیا''. صاوی''. (حاشیة الجلالین: ۱/۱۹۰، سورة یوسف: ۴، قدیمی)

کیا زلیخا یوسف علیہ السلام کی بیوی تھی؟

سوال[۱۶۲۴]: یہاں پر چندلوگ حضرت یوسف علیہ السلام کی بیوی زلیخا کونہیں مانتے، اس کا جواب دیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

قرآن کریم میں یہ کہیں مذکورنہیں، احادیثِ صحاح میں بھی یہ صاف صاف نہیں دیکھا، مفسرین ضرور لکھتے ہیں کہ شادی ہوگئی تھی (۱) بعض حضرات انکارکرتے ہیں-واللہ اعلم لحقیقة الحال- تاہم ان کی شان میں ہرگز گستاخی کرنے کی اجازت نہیں، اس سے پوراپرہیز کریں (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۶/۱۸ھ۔

حضرت ہاجرہ وحضرت سارہ رضی اللہ عنہما کیا ایک ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملی تھیں؟

سوال[۱۶۲۵]: حضرت ابراہیم علیہ السلام کوجس جگہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا ملی تھیں کیا حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا بھی اسی جگہ سے ملی تھیں؟

---

(۱) "فزوج الملک یوسف راعیل امرأة العزیز، فلما دخل علیها، قال: ألیس هذا خیراً مما کنتِ تریدین؟ فقالت : أیها الصدیق ! لا تَلُمنی، فإنی کنت امرأةً حسنآء ناعمة کما تری، و کان صاحبی لا یأتی النسآء .... فوجدها یوسف عذرآء، فأصابها فولدت له رجلین : إفراثیم بن یوسف، ومنشا بن یوسف الخ". (تفسیر القرطبی : ۱۴۰/۹ ، دار الکتب العلمیة بیروت : تحت قوله تعالی: قال : (اجعلنی علی خزائن الارض) الایة : یوسف : ۵۵)

(۲) "و تعقب الإمام الرازی ما ذکر (أی معنی الهم الذی نسبه الواحدی وغیر إلی یوسف علیه السلام) بأن هذه المعصیة التی نسبوها إلی یوسف ؑ و حاشاه – من أقبح المعاصی و أنکرها، و مثلها لو نسب إلی أفسق خلق الله تعالیٰ و أبعدهم، لا ستنکف منه، فکیف یجوز إسناده إلی الصدیق الکریم .... و عند هذا یقال للجهلة الذین نسبوا إلی یوسف ؑ تلک الفعلة الشنیعة : إن کانوا من أتباع الله سبحانه، فلیقبلوا شهادة الله تعالیٰ علی طهارته علیه السلام، وإن کانوا من أتباع إبلیس فلیقبلوا شهادته"...... (الی آخر ما مادفع عن عصمته علیه السلام). (روح المعانی : ۲۱۵/۱۲، تحت قوله تعالیٰ : (لو لا أن رأی برهان ربه) الایة، یوسف : ۲۴،دار احیاء التراث العربی)

الجواب حامداً ومصلياً:

نہیں بلکہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے پہلے نکاح ہوا تھا ان کو ساتھ لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لارہے تھے، ایک ظالم بادشاہ سے واسطہ پڑا اس نے خرقِ عادت حال دیکھا وہاں سے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا ملیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ۔

ختنہ کی ابتداء اور مصلحت

سوال[۱۶۲۲]: مسلمانی (ختنہ) کا آغاز کب سے ہوا؟ اور سب سے پہلے کس نے کروائی؟ پہلے کہاں ہوئی اور کب ہوئی؟ اور کیوں ہوئی؟ بالتفصیل مدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

مسلمانی (ختنہ) حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کی سنت ہے، ان کے اتباع کا حکم اس امت کو بھی دیا گیا ہے، حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے اللہ پاک کے حکم سے اس کو کیا، ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ۸۰/ سال کی عمر میں کیا ہے۔ اتباعِ حکم کے بعد کسی علت کے دریافت کرنے کی حاجت نہیں رہتی، بدن کی صفائی میل سے اور طہارت قطرات سے اور جماع میں حصولِ لذت وغیرہ مفاد ومنافع کی حیثیت سے ظاہر ہیں، شروح بخاری میں تفصیل مذکور ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۱۴۰۶/۲/۲۷ھ۔

---

(۱) "وعن أبي هريرة رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "لم يكذب إبرهيم النبي عليه السلام قط، إلا ثلاث كذبات: ثنتين في ذات الله قوله: (إني سقيم) وقوله: (بل فعله كبير هم هذا) وواحدة في شأن سارة، فإنه قدم أرض جبارٍ ومعه سارة كانت أحسن الناس، فقال لها: إن هذا الجبار" ...... الحديث.

(الصحيح لمسلم، كتاب الفضائل، باب من فضائل إبراهيم خليل الله عليه السلام: ۲/ ۲۶۲، قديمي)

(وكذا في صحيح البخاري، كتاب الأنبياء، باب: واتخذ الله ابراهيم خليلاً: ۱/ ۴۷۴، قديمي)

(وكذا في جامع الترمذي، أبواب التفسير، من سورة الأنبياء: ۲/ ۱۵۰، سعيد)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "الفطرة خمس: الختان، والاستحداد، ونتف الإبط، وقص الشارب، وتقليم الأظفار". (فتح الباري: ۱۱/ ۱۰۴، قديمي) ....=

ختنہ کی ابتداء، کون نبی مختون پیدا ہوا؟

سوال[۱۶۲۷]: ختنہ سنتِ ابراہیمی ہے اور حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام سے شروع ہوا ہے یا اس سے پہلے سے چلا آرہا ہے، اگر پہلے سے ہے تو کس پیغمبر سے یہ سنت جاری ہوئی، اور حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام مختون تھے یا نہیں؟ اسی طرح پر تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام، اور اگر تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام تھے تو وہ ید قدرت سے مختون ہی متولد ہوئے تھے یا بعد میں ختنہ کئے گئے اور اگر حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام سے مشروع ہوا ہے تو اگلے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی ذوات کے متعلق کیا کہا جائے گا، اور خود حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کا ختنہ کس نے کیا؟ وہ کس نام اور کس قوم کا تھا اور ان کے زمانہ میں کون کون قوم یہ کام کرتی تھی؟ اور غسل جنابت کی ابتداء کن سے ہوئی۔ ہر سوال کا مفصل جواب بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمایا جائے، اگرچہ بعض سوال تاریخ سے تعلق رکھتے ہیں، مگر من وجہ شرعی ہونے کی حیثیت سے منصب سے چنداں نازیبا نہیں، بالخصوص جبکہ بعض چیزوں کی ابتداء حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بیان کی ہو، مبرہن بیان فرمایا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"وقال القرطبی رحمه الله تعالیٰ: وفی المؤطأ وغیره عن یحیٰ بن سعید أنه سمع سعید بن المسیب یقول: إبراهیم علیه الصلاۃ والسلام أول من اختتن الخ". تفسیر ابن کثیر: ۱/۱٦٦(۱)۔ "إن إبراهیم علیه الصلاۃ والسلام أول من اختتن وهو ابن عشرین ومائة، واختتن بالقدوم ......الخ". فتح الباری: ۱۱/۷٤(۲)۔ "وقد ثبت لإبراهیم علیه الصلاۃ والسلام

= (وکذا فی المشکوۃ: ۱/۳۸۰، قدیمی)

"عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: "اختتن إبراهیم علیه الصلاۃ والسلام بعد ثمانین سنةً، واختتن بالقدوم". (فتح الباری: ۱۱/۱۰۴، قدیمی)

"وإنما اختتن وقت أوحی الله إلیه بذلک وأمره به، قال: والنظر یقتضی أنه لاینبغی الاختتان إلا قریب وقت الحاجة إلیه لاستعمال العضو فی الجماع". (فتح الباری: ۱۱/۱۰۵، قدیمی)

(۱) (ابن کثیر: ۱/۱٦٦، سهیل اکیڈمی)

(۲) (فتح الباری: ۱۱/۱۰۴، قدیمی)

أوليات أخرىٰ كثيرة: منها: أنه أول من ضاف الضيف، وقص الشارب، واختتن، ورأى الشيب وغيره ذلك بأدلة في كتابي "إقامة الدلائل على معرفة الأوائل ......الخ". فتح الباري: ۱/۲۷٦(۱)۔

"إن إبراهيم عليه الصلاة والسلام أمر أن يختتن وهو حينئذ ابن مأتي سنة، فجعل واختتن بالقدوم، فاشتدعليه الوجع فدعا ربه، فأوحىٰ الله إليه: إنك عجلت قبل أن نأمرك بآلته، قال: يا رب! كرهت أن أوخر أمرك. قال الماوردي: القدوم جاء مخففًا ومشدداً، وهو الفأس الذي اختتن به، وذهب غيره إلىٰ أن المراد به مكان يسمّى القدوم. وقال أبو عبيد الهروي في الفرسين: يقال: هو كان مصلاه. وقيل: اسم قرية بالشام، وقال أبو شامة: هو موضع بالقرب من القرية التي فيها قبره. وقيل: بقرب حلب، وجزم غير واحد أن الآلة بالتخفيف. وصرح ابن السكيت بأنه لايشدد، و أثبت بعضهم الوجهين في كل منهما......الخ". فتح الباري: ۱۰/۲۸۸(۲)۔

"وفي الوشاح لابن دريد: قال ابن الكلبي: بلَغَنا عن كعب الأحبار رضي الله عنه أنه قال: نجد في بعض كتبنا أن آدم عليه الصلاة والسلام خلق واثنا عشر نبيًّامن بعده من وُلده خلقوا مختتين آخرهم محمد صلى الله عليه وسلم وشيث وإدريس ونوح وسام،ولوط ويوسف وموسىٰ وسليمان وشعيب ويحيىٰ وهود وصالح صلى الله عليهم وسلم ......الخ". خصائص كبرىٰ: ۱/۵۳(۳)۔

" عن أنس بن مالك رضي الله تعالى تعالىٰ عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "إني وُلدت مختوناً، ولم يرأحدسوأتي.......... الخ". دلائل النبوة لأبي نعيم: ۱/٤٦۔ "للعلماء أقوال في ختانه صلى الله عليه وسلم: أحدها أنه ولدمختوناً مسرورًا، الثاني: أن الملائكة ختنوه"۔

فنقل أبو نعيم الأصبهاني بسنده: "عن أبي بكرة أن جبريل عليه الصلاة والسلام ختن

---

(۱) (فتح الباري: ۱۱/۱۰۵، قديمي)

(۲) (الخصائص الكبرى: ۱/۱۳۳، الآية في ولادته صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مختوناً مقطوع السرة، دار الكتب الحديثية)

(۳) (دلائل النبوة: ۱/۱۹۲، الفصل الحادي عشرة الخ)

النبی صلی الله علیه وسلم حین طهر قلبه". دلائل النبوة: ١/ ٤٦ (١)۔ "ختنه فی الیوم الذی شق فیه صدره المبارك ومُلئ علماً وحكمةً، وذلك خلف خيمة حليمة رضى الله عنها، وكان ختانه في ذلك اليوم الثالث أن جده عبد المطلب ختنه في اليوم السابع وسماه وأضاف ......الخ". سفر السعاده ص: ١١٠ (٢)۔

"عن جابر أن النبی صلی الله علیه وسلم ختن حسنًا وحسینًا بعد سبعة أیام، قال الولید: فسألت مالکًا عنه فقال: لاأدری، ولکن الختان طهرة، فکلما قدمها کان أحب إلیّ، وأخرج البیهقی حدیث جابر وأخرج أیضًامن طریق موسیٰ بن علی عن أبیه أن إبراهیم علیه الصلاة والسلام ختن إسحاق وهو ابن سبعة أیام ......الخ". فتح الباری: ١٠/ ٢٨٩ (٣)۔

عباراتِ بالا سے امورِ ذیل ثابت ہوئے: ختنہ سنتِ ابراہیمی ہے، سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے اس کو کیا اور خود اپنے سے کیا، کسی خاص قوم کا پیشہ نہیں تھا، حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام مختون پیدا ہوئے، اَور بارہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام مختون پیدا ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تین قول ہیں، صحیح یہ ہے کہ آپ بھی مختون پیدا ہوئے۔ غسلِ جنابت کا حکم اس امت کیلئے تو: ﴿وإن كنتم جنبًا فاطهروا﴾ الآية سے ثابت ہے، اس کی ابتداء کہاں سے ہوئی، اس کا ذکر کسی کتاب میں نظر سے نہیں گذرا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہانپور، ۲۶/۳/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۴/ ربیع الثانی/ ۵۹ھ۔

ختنہ کا طریقہ کس زمانہ سے ایجاد ہوا؟

سوال [۱۶۲۸]: ختنہ کا طریقہ کون سے زمانہ سے اور کس پیغمبر کے زمانہ سے ایجاد ہوا؟

---

(۱) (دلائل النبوة)

(۲) (سفر السعادة)

(۳) (فتح الباری: ۱۱/ ۱۰۶، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام سے غالبًا ابتداء ہوئی ہے۔ (کذا فی فتح الباری) (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

ہاروت اور ماروت اور زہرہ

سوال [۱۲۲۹]: ہاروت و ماروت کے متعلق جو مشہور ہے اور قصص کی کتابوں میں مذکور ہے کہ چاہ بابل میں سرنگوں لٹک رہے ہیں اور زہرہ جو تارا ہے یہ پہلے عورت تھی۔ کیا یہ واقعہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

واقعاتِ سیر و تاریخ میں زیادہ تر اسرائیلیات سے منقول ہیں، بہت سے مفسرین نے بھی ان واقعات کو ذکر کیا ہے، مگر محققینِ مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ نے ان واقعات کی تردید کی ہے، تفسیرِ مظہری (۲) و تفسیر کبیر وغیرہ میں ان واقعات پر بسط سے کلام کیا ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۱۱/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف ۱۶/ ذی قعدہ/ ۵۵ھ۔

---

(۱) "وقد ثبت لإبراهيم عليه السلام أوّليات أخرى كثيرة: منها: أول من ضاف الضيف، وقص الشارب، واختتن، ورأى الشيب وغير ذلك". (فتح الباري، كتاب الأنبياء، باب قول الله تعالىٰ: (واتخذ الله إبراهيم خليلاً): ۲/۳۹۰، دار المعرفة)

"وثانيها الختان ...... وهي من سنة الأنبياء كما سبق من لدن إبراهيم عليه الصلوٰة والسلام إلى زمن نبينا محمد صلى الله عليه وسلم". (مرقاة المفاتيح على مشكاة المصابيح، كتاب الطهارة، باب السواك، الفصل الثاني: ۹۵/۲، رقم الحديث: ۳۸۲، رشيديه)

(وكذا في الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۹۸/۲، سورة البقرة: ۱۲۴، دار الفكر، بيروت)

(وكذا في تاريخ الخميس، اختتان إبراهيم عليه السلام: ۱/۱۳۰، موسسة شعبان، بيروت)

(۲) (التفسير المظهري: ۱/۸۵،۱۸۶، سعيد)

(۳) "وعلم أن هذه الرواية فاسدةٌ مردودةٌ غير مقبولة؛ لأنه ليس في كتاب الله مايدل على ذلك بل فيه مايبطلها من وجوه: الأول: ماتقدم من الدلائل الدالة على عصمة الملائكة عن كل المعاصي". =

اول غلاف کعبہ کس نے دیا؟

سوال[۱۶۳۰]: خانہ کعبہ میں جو غلاف پڑا رہتا ہے وہ کس مقصد سے پڑا رہتا ہے؟ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ہے یا حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے وقت سے غلاف چڑھانے کا رواج ہے یا کسی خلیفہ یا بادشاہ نے ایجاد کیا، اور غلاف چڑھانے میں خانہ کعبہ پر کیا بھید ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اخبارِ مکہ، ص:۳۴۹، میں ازرقی نے لکھا ہے :"قال: حدثنا أبو محمد قال: حدثنا أبو الولید قال: حدثنی جدی قال: حدثنا إبراهیم بن محمد بن أبی عیسیٰ عن همام بن منبه عن أبی هریرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم :أنه نهی عن سبّ أسعد الحِمیَری، وهو تبع، وکان هو أول من کسی الکعبة ......الخ"۔ پھر، ص:۲۶۵ تک غلافِ کعبہ کی تفصیل بیان کی ہے(۱)، مقصود تعظیم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۔



= (التفسیر الکبیر:۳/۲۱۹، ۲۲۰)

(وکذا فی حاشیة الجلالین ، ص:۱۶ ،سورة البقرة، قدیمی)

(۱) "قال الأزرقی: قال ابن جریج :کان تبع أول من کسا البیت کسوة کاملة ......الخ". (تاریخ الخمیس، أول من کسا الکعبة : ۱/۱۱۹ ،مؤسسة شعبان، بیروت)

عہدِ صحابہ تاریخ کی روشنی میں

فتحِ بیت المقدس کے موقعہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کس چیز پر سوار تھے؟

سوال[۱۶۳۱]: حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے زمانہ میں ایک عیسائی بادشاہ کے دربار میں پہنچے تو غلام کی باری سواری پر تھی اور آپ پیدل تھے تو وہ گدھے کی سواری تھی یا کوئی اَور؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ واقعہ عیسائی بادشاہ کے دربار میں جانے کا نہیں، بلکہ بیت المقدس کو فتح کرنے کے موقعہ کا ہے، اس وقت اونٹ پر سوار تھے، ایک منزل غلام پیدل چلتا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سوار ہوتے تھے، اور ایک منزل غلام سوار ہوتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ پیدل چلتے تھے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۔

اصحابِ صفہ کون تھے؟

سوال[۱۶۳۲]: اصحابِ صفہ کون تھے اور اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصحابِ صفہ فقرائے صحابہ کی ایک جماعت تھی جن کا گھر اور اہل وعیال کچھ نہیں تھا، یہ کچھ کاروبار اور تجارت وغیرہ بھی نہیں کرتے تھے، محض توکل پر ان کا گذارہ تھا۔ مسجدِ مدینہ میں ایک جگہ سایہ دار تھی وہاں یہ

---

(۱) علامہ اکبر شاہ خان نجیب آبادی لکھتے ہیں: ''(حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ) ستوؤں کا ایک تھیلا، ایک اونٹ، ایک غلام، ایک لکڑی کا پیالہ ہمراہ لے کر اور اپنی جگہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا عامل مقرر فرما کر روانہ ہوگئے، آپ کے اس سفر کی سادگی وجفاکشی عام طور پر مشہور ہے، کبھی غلام اونٹ کی مہار پکڑ کر چلتا اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اونٹ پر سوار ہوتے اور کبھی غلام اونٹ پر سوار ہوتا اور فاروق اعظم اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے آگے چلتے''۔ (تاریخ اسلام: ۱/۳۰۷، ۳۰۸، نفیس اکیڈمی، کراچی)

حضرات رہتے تھے، ان کی تعداد اکثر ستر ہوتی تھی، کبھی کچھ کم زیادہ بھی ہوجاتی تھی، (کذا في مجمع البحار: ۲/۲۵۳)(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

خلفائے اربعہ کی ازواجِ مطہرات اور امہات

سوال[۱۶۳۳]: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مشرکہ بیوی کا نام تو قتیلہ تھا اور نئی بیوی کا نام مظاہر حق جلد پنجم میں نہیں، ایک مقام پر اُم رومان لکھا ہے اور دوسری جگہ اسماء بنتِ عمیس ہے، صحیح نام کونسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہ نے تین نکاح کئے: پہلا حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اور انہیں کے ساتھ حبشہ کی ہجرت کی، ان سے محمد رضی اللہ عنہ، عبداللہ رضی اللہ عنہ، عون رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، دوسرا نکاح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کیا جن سے محمد رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، تیسرا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیا جن سے حضرت یحییٰ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، کذا في الإکمال، ص: ۳(۲)۔

ام رومان رضی اللہ عنہا بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں جن سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

---

(۱)"وأهل الصفة: "فقراء المهاجرين ومن لم يكن له منهم منزل ليسكنه؛ فكانوا يأوون إلى موضع مظل في مسجد المدينة......وكانوا سبعين ويقلون حيناً ويكثرون ......الخ". (مجمع بحار الأنوار، ص:۳/۳۳۱، مطبع مجلس دائرة المعارف العثمانيه، حيدر آباد، الدكن، الهند)

وقال الشيخ عبد الحق الدهلوي رحمه الله تعالیٰ: "قاضی عیاض کہتے ہیں کہ صفہ-بضم صاد مہملہ واد غام فاء-مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اختتام پر ایک سائبان تھا، جس میں فقراء ومساکین صحابہ جو اہل وعیال نہیں رکھتے تھے، رہتے تھے، اسی مکان کی نسبت سے ان کو اصحاب صفہ کہتے ہیں"۔ (راحت القلوب، ص:۱۰۸، مدینہ پبلشنگ، کراچی)

(۲)"أسماء بنت عميس هاجرت إلى أرض الحبشة مع زوجها جعفر بن أبي طالب، فولدت له هناك محمد، وعبد الله وعون رضي الله عنهم، ثم هاجرت ......تزوجت أبوبكر الصديق وولدت له محمدًا فلما مات الصديق، تزوجها علي بن أبي طالب" ......الخ، (الإكمال الملحق بمشكوة المصابيح، حرف الألف، فصل في الصحابيات، ص: ۵۸۷، قديمي)

پیدا ہوئیں، ان کی وفات ذی الحجہ ۶ھ میں یا ۵ھ یا ۴ھ میں ہوئی، کذا فی تجرید اسماء الصحابہ: ۲/۳۶، (۱)، لہذا یہ دونام کی دو ہیں، ایک بیوی اَور بھی تھیں حبیبہ بنت خارجہ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/صفر/ ۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیویوں کا حال، ان کے کل کتنے نکاح ہوئے؟

سوال[۱۶۳۴]: ۱...... حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے کتنی مدت بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کے ہوتے ہوئے اَور کسی عورت سے نکاح تو نہیں کیا؟ ان کی وفات کے بعد آپ نے کونسی عورت سے نکاح کیا، آپ نے ایک وقت میں دو بیویاں رکھی یا نہیں؟ جنگ میں جوکہ عہد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں ہوا، اس میں آپ گئے یا نہیں اور کوئی عورت اس جنگ میں آپ کے حصہ میں آئی یا نہیں، اگر آئی تو اس کا نام کیا اور کس کی لڑکی ہیں۔ چونکہ کتاب ''جنگ زیتون'' اور ''جنگ نامہ محمد حنیف''، ''جنگ نامہ حضرت علی رضی اللہ عنہ'' کی کتابوں میں جوکہ شروع سے آخر تک بالکل غلط ہیں اور سمجھ نہیں آتا کہ یہ کتابیں کس زمانہ میں لکھی گئی ہیں، چونکہ یہ جنگیں کسی اَور کتب تواریخ میں نہیں ملتیں، اور محمد حنیف کس سے پیدا ہوئے اور آپ جنگِ کربلا میں شریک تھے یا نہیں؟ آپ کا وصال کب ہوا اور کس طرح ہوا؟ اس کو مفصل طریقہ سے تحریر فرمائیں۔

۲...... حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کل کتنے نکاح ہوئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... بعض کہتے ہیں چھ ماہ بعد، بعض کہتے ہیں تین ماہ بعد حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے

---

(۱) ''أم رومان بنت عامر عويم الكنانية أم عائشة، توفيت في ذي الحجة، سنة ستة، وقيل: سنة أربع، وقيل: سنة خمس''. (تجريد أسماء الصحابة رضي الله عنهم للذهبي: ۲/۳۲۰، دار المعرفة، بيروت)

(۲) ''حبيبه بنت خارجه بن زيد أو بنت زيد بن خارجة الخدرجيه، زوج أبي بكر الصديق ووالدة أم كلثوم اهـ''. (الإصابة في تمييز الصحابه رضي الله تعالىٰ عنهم، كتاب النساء: ۸/۸۰، رقم الترجمة: ۱۱۰۲۹، دار الكتب العلميه، بيروت)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا، کذا فی تلقیح فھوم اھل الاثر، ص: ۱۵ (۱)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی موجودگی میں کوئی دوسرا نکاح نہیں کیا، کذا فی بذل المجہود (۲)۔ جنگِ یمامہ میں خولہ بنت جعفر رضی اللہ عنہ گرفتار کر کے لائی گئیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملیں جن سے محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، اس جنگ کے حالات ''تاریخ الخمیس'' (۳)، ''تاریخ ابن جریر'' (۴)، ''روضۃ الصفا'' (۵) وغیرہ میں مذکور ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ میرے بعد میری بھانجی امامہ سے نکاح کرنا، چنانچہ انہوں نے اس وصیت کو پورا کیا۔ اسماء بنت عمیس، ام البنین بنت الحزام، لیلیٰ بنت مسعود، ام سعیدہ بنت عروہ بھی آپ کے نکاح میں رہی ہیں اور ان سب سے اولاد بھی ہوئی۔ ترتیبِ نکاح معلوم

---

(۱) "و ماتت فاطمة رضی الله عنها بعد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بستة أشهر، وقيل: ثلاثة أشهر".
(تلقيح فهوم أهل الأثر، ص: ذكر الأناث من أولاده صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، مكتبه الآداب قاهره)

(۲) (بذل المجهود، كتاب النكاح، باب مايكره أن يجمع بين النساء: ۱۵/۴، مكتبه امداديه ملتان)
(وكذا في تاريخ طبرى، ذكر الخبر عن أزواجه وأولاده: ۱۱۸/۴، مؤسسة العلمى، بيروت)

(۳) "(ذكر الذكور) الحسن والحسين رضى الله تعالىٰ عنهما، وقد سبق ذكر ولادتهما ...... ومحمد الأكبر أمه خولة بنت إياس بن جعفر الحنفيه...... الخ". (تاريخ الخميس، ذكر أولاد على رضى الله عنه، ۲۸۴/۲، مؤسسة الشعبان، بيروت)

"ومحمد الأكبر أمه خوله بنت إياس بن جعفر الحنفية ذكره الدار قطنى وغيره، وقال: و أخته لأمه عوانة بنت أبى مكمل الغفارية، وقيل: بل كانت أمه من سبى اليمامة، فصارت إلى على، و أنها كانت أمه لبنى حنفية سندية سوداء، ولم تكن من أنفسهم. و قيل: إن أبابكر أعطى علياً الحنفية أمّ محمد من سبى بنى حنيفة". (تاريخ الخميس، ذكر أولاد على: ۲۸۴/۲، مؤسسة شعبان، بيروت)

(۴) "فأول زوجة تزوجها فاطمة بنت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ولم يتزوج عليها حتى توفيت عنده". (تاريخ طبرى: ۸۹/۲، إحياء التراث العربى، بيروت)

(۵) (روضة الصفا: ۲۲۵/۲، ۲۲۶، ذكر رفتنِ خالد رضى الله تعالىٰ عنه بيمانه وكشته شدن مسليمه كذاب، نولكشور لكهنو)

نہیں، جنگِ یمامہ میں جانے والے چند اعیان کے نام تاریخ الخمیس میں تحریر کئے ہیں ان میں حضرت رضی اللہ عنہ کا نام نہیں۔

۲......ایک نمبر میں اس کا جواب آ گیا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/صفر/ ۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

کیا حضرت حلیمہ نے اسلام قبول کیا؟

سوال[۱۶۳۵]: حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مشرف باسلام ہوئیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس میں دونوں قول ہیں، كذا في الخميس: ۱/۲۲۸(۱)۔ فقط۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مدفن

سوال[۱۶۳۶]: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے کتنی اولادیں پیدا ہوئیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہوتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اَور کسی عورت سے نکاح تو نہیں کیا اور ان کی وفات کے بعد کسی عورت سے نکاح کیا ہو، اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کتنے ایام کے بعد وصال ہوا ہے؟ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کس جگہ مدفون ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حیات میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسرا نکاح نہیں

---

(۱) "روى أن حليمة قدمت على رسول الله صلى الله عليه وسلم مكة بعد تزوجه خديجةَ، فشكت إليه جدب البلاد وهلاك المواشي، فكلم رسول الله صلى الله عليه وسلم خديجة، فأعطتها بعيراً وأربعين شاةً، وانصرفت إلى أهلها، ثم قدمت عليه بعد الإسلام، فأسلمت هي وزوجها وبايعهما .... وفي مزيل الخفا صحح ابن حبان وغيره حديثاً دل على إسلامها، وقيل: لم يثبت إسلامها". (تاريخ الخمس، رعيه عليه السلام للغنم: ۱/۲۲۸، مؤسسة شعبان، بيروت)

کیا(کذا فی البذل: ۳/۱۵(۱))۔

ان کے بطن سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ، ام کلثوم رضی اللہ عنہ اور زینب رضی اللہ عنہ چار اولادیں پیدا ہوئیں، کذا فی فتاویٰ ابن حجر، ص:۱۲۱، (۲) اور تاریخ الخمیس: ۲/۲۸۳ میں محسن رضی اللہ عنہ اور رقیہ کا بھی اضافہ ہے (۳)۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تقریباً چھ ماہ بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوا ہے، کذا فی مرأة الجنان: ۱/۶۱(٤) اور انتقال سے پہلے وصیت کی تھی کہ میرے بعد میری بھانجی امامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے نکاح کرنا چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وصیت کو پورا کیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کوفہ میں ہوئی، مدفن کا صحیح علم نہیں، مشہور ہے کہ نجف میں دفن ہوئے، بعض کہتے ہیں مدینہ طیبہ

---

(۱) قال العلامة خليل أحمد السهارنفورى رحمه الله تعالىٰ تحت قوله عليه السلام: "ولكن لاتجتمع بنت رسول الله) :أى فاطمة(وبنت عدو الله): أى بنت أبى جهل، (مكانًا واحدًا أبدًا)، قال الحافظ: وقال أهل التين أصح ماتحمل عليه هذه القصة أن النبى صلى الله عليه وسلم حرم على عليّ رضى الله عنه أن يجمع بين ابنته وابنة أبى جهل؛ لأنه علل بأن ذلك يؤذيه وأذيته حرام بالاتفاق .... لأنه يبعد أن فى خصائص النبى صلى الله عليه وسلم أن لا تزوج على بناته ويحتمل أن ذلك مختصًا بفاطمة سلام الله عليها". (بذل المجهود، كتاب النكاح، باب مايكره أن يجمع بين النساء: ۱۵/۴، مكتبة امداديه ملتان)

(وكذا فى تاريخ الطبرى، ذكر الخبر عن أزواجه وأولاده: ۱۱۸/۴، مؤسسة الأعلمى للمطبوعات، بيروت)

(۲) (الفتاوى الحديثية لابن حجر الهيثمى، ص: ۲۲۴، مطلب هل أولاد زينب بنت فاطمة الزهراء، قديمى، كراچى)

(۳) "عن الليث بن سعد قال: تزوج على فاطمة فولدت له حسنًا وحسينًا ومحسنًا، وزينب، وأم كلثوم، ورقية، .... الخ ". (تاريخ الخميس، ذكر ولد فاطمة رضى الله عنها: ۲۷۸/۱، ۲۷۹، مؤسسة شعبان للنشر والتوضيع)

(۴) "فى الصفوة: توفيت فاطمة بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم بستة أشهر فى ليلة الثلاثاء لثلاثٍ خلون من رمضان ستة من إحدى عشرة من الهجرة .... اهـ". (تاريخ الخميس، ذكر تاريخ وفاتها وسنها: ۲۷۸/۱، مؤسسة شعبان للنشر والتوضيع، بيروت)

میں (کذا فی تاریخ الخمیس: ۲/۲۸۲)(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اولاد

سوال[۷۱۶۳۷]: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کتنی اولاد تھی؟ اور کیا ان کی اولاد کے مہر زیادہ مقرر کئے گئے تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

البدایہ والنہایہ: ۷/ ۲۱۸ (۲) میں سترہ اولاد کے نام مذکور ہیں، مہر کا حال معلوم نہیں۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۱/۶/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند، ۲/۶/۹۱ھ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سوال[۱۶۳۸]: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات میں وہ کونسی ام المومنین تھیں جن کے پہلے شوہر کا انتقال ہو چکا تھا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ''صبر کرو اللہ اس سے بہتر شوہر عطا فرمائے گا''، بعد میں حضور کے نکاح میں آئیں۔

---

(۱) (تاریخ الخمیس، ذکر تاریخ وفاتها وسنّها: ۱/۱۷۸، مؤسسة شعبان)

(۲)"تزوج برقية بنت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فولد له منهما عبد الله .... ثم ...... تزوج بفاختة بنت غزوان، فولد له منها عبيد الله الأصغر، و تزوج بأم عمر بنت جندب بن عمرو الأزدية فولدت له عمر و خالداً و أبانا و مريم، و تزوج بفاطمة بنت الوليد .... فولدت له الوليد و سعيداً،و تزوج أم البنين بنت عيينة بن حصن الفزارية فلودت له عبد الملك ، و تزوج رملة .... فولدت له عائشة و أم أبان،و أم عمرو بنات عثمان ، و تزوج نائلة بنت الفرامضة .... فولدت له مريم ". (البداية والنهاية ، فصل في مناقب عثمان ، ذكر زوجاته و بناته رضي الله عنه :۵/۲۱۲، دار الفكر بيروت)

الجواب حامداً و مصلیاً:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/ ۶/ ۶۱ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ صحیح: عبد اللطیف، ۲۵/ جمادی الثانیہ/ ۶۱ھ۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بیویاں

سوال [۱۶۳۹]: حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیک وقت کتنی بیویاں تھیں، اور حضرت مذکور نے اپنی حیات میں کل کتنی شادیاں ونکاح کئے، کتنی بیویوں کو طلاق دی، کتنی نے زوجیت میں انتقال فرمایا؟ شہادت کے وقت کتنی ازواج تھیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ازواج کے متعلق اتنا معلوم ہے کہ ایک کا نام شہر بانو، دوسری کا نام لیلیٰ، تیسری کا نام رباب، چوتھی کا نام ام اسحاق تھا، وقتِ شہادت دو بیویاں ساتھ تھیں: ایک شہر بانو اور دوسری کا نام تحریر نہیں۔ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتاویٰ عزیزی میں یہ تفصیل لکھ کر فرمایا ہے کہ "وصالِ دیگر ازواج معلوم نیست کہ دراں وقت زندہ بودند یامردہ ......الخ" (۲).

---

(۱) "عنها (أم سلمة) قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ما من مسلم تصيبه مصيبة، فيقول أمره الله به (إنا لله و إنا إليه راجعون) اللهم آجرني في مصيبتي و اخلف لي خيراً منها، .... فلما مات أبو سلمة ثم إني قلتها، فأخلف الله لي رسول الله صلى الله عليه وسلم". (مشكوة المصابيح، كتاب الجنائز، باب ما يقال عند من حضره الموت، الفصل الأول، ص: ۱۴۰، قديمي)

"عن أم سلمة .... فلما مات أبو سلمة، قلت: يا رسول ما أقول؟ قال: "قولي أللهم اغفر له و أعقبنا عقبى صالحةً". قالت: فأعقبني الله به محمداً صلى الله عليه وسلم". (سنن أبي داؤد: ۲/ ۸۸، باب ما يقال عند الميت من الكلام، كتاب الجنائز، امداديه ملتان)

(والصحيح لمسلم: ۱/ ۳۰۰، كتاب الجنائز، القول الخير عند المحتضر، قديمي)

(۲) حضرت امام حسین علیہ السلام وقتیکہ در کربلا تشریف آوردند ایشاں سہ پسر بودند ......دیگر ازواج معلوم نیست کہ دراں وقت زندہ بودند یامردہ". (فتاویٰ عزیزی، مکتوب درحال همراهیانِ =

کل کتنی عورتوں سے نکاح کیا، پھر کسی کو طلاق دی یا نہیں؟ اور کس کس کا ان کے سامنے انتقال ہوا، یہ سب تفصیل معلوم نہیں، اتنا طے شدہ مسئلہ ہے کہ ایک وقت میں چار بیویوں تک اجازت ہے، اس سے زیادہ کی اجازت نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کیا بچپن میں کوئی وعدہ کیا تھا؟

سوال[۱۶۴۰]: حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کیا بچپن میں کچھ وعدہ کیا تھا؟ لوگ یہ شعر پڑھا کرتے ہیں ۔

آئی ندا یہ غیب سے بس ہاتھ تھام لو بچپن میں جو وعدہ کیا تھا وفا کرو

آیا وہ کونسا وعدہ تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بچپن میں کس سے کیا وعدہ فرمایا تھا، مجھے معلوم نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند۔

وفاتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کسی خلیفہ کے موجود نہ ہونے کی وجہ

سوال[۱۶۴۱]: بوقتِ وفات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے اربعہ میں سے کوئی بھی موجود نہیں تھا، پھر آپ کے انتقال کے بعد حاضر ہوئے۔ کیا یہ صحیح ہے، اگر واقعی ایسا ہے تو یہ حضرات کہاں پر تشریف فرما تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سب کے مکانات الگ الگ تھے، سب اپنی اپنی جگہ تھے، کسی کو اندازہ نہیں تھا کہ آج وفات

= حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ: ۱/ ۸۸، ۸۹، محمد اسحق صدیقی مالک کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند، یو،پی)

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ و ثلاث و رُبٰع﴾ الایة (النساء: ۳)

ہوجائے گی (۱)۔ فقط. واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۴/۱۴۰۱ھ۔

بچے کے انتقال پر اہلیہ کا اپنے شوہر کو مطلع نہ کرنا

سوال [۱۶۴۲]: وہ کونسے صحابی رضی اللہ عنہ تھے اوران کی بیوی کا نام کیا تھا کہ جس کے لڑکے کا انتقال ہو چکا تھا اور بیوی نے فرمایا شوہر سے کہ بچہ بالکل اچھا ہے اور بیوی نے زینت بھی کی تھی جس کی وجہ سے شوہر (صحابی رضی اللہ عنہ) نے شب میں بیوی سے صحبت بھی کی تھی، اس وقت بیوی نے فرمایا کہ صاحب زادہ کا انتقال ہوگیا ہے صبر کیجئے، اس کی امانت تھی، لے لی۔ اور اتنی دیر تک میت کا پڑا رہنا اور اس صورت سے صبر دلانے کی کیا وجہ تھی؟ اور یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات شریف کا ہے یا بعد میں ایسا ہوا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ صحابی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ تھے، ان کی بیوی حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا تھیں، جو کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں اور اس بچے کا نام ابوعمیر تھا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ روزہ سے تھے، شام کے وقت جبکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یا کسی اَور جگہ تشریف لے گئے تھے، بچے کا انتقال ہوگیا، ان کو اپنے

---

(۱) وصال کے دن آپ ﷺ کی طبعیت پرسکون تھی جیسا کہ روایات میں اس کا ذکر ہے:

"عن أنس بن مالک رضی اللہ عنہ أن المسلمین بینما ھم فی صلوۃ الفجر من یوم الإثنین، وأبوبکر یصلی لھم، لم یفجأھم إلا ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدکشف ستر حجرۃ عائشۃ، نظر إلیھم وھم فی صفوف الصلوٰۃ، ثم تبسّم یضحک، فنکص أبوبکر علی عقبیہ لیصِل الصف، وظن أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرید أن یخرج إلی الصلوٰۃ، فقال أنس: وھمّ المسلمون أن یفتتنوا فی صلاتھم فرحاً برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ......اھ".

"أن علی بن أبی طالب خرج من عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی وجعہ الذی توفی فیہ، فقال الناس: یاأبا حسن! کیف أصبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ فقال: أصبح بحمداللہ بارئاً اھ"

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی صلی اللہ ووفاتہ ......: ۲/۶۳۹، ۶۴۰، قدیمی)

(وکذا فی دلائل النبوۃ، باب ماجاء فی تقریر النبی صلی اللہ علیہ وسلم أبا بکر علی آخر صلوۃ صلاھا بالناس: ۷/۱۹۴، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

بچہ سے محبت بہت تھی، والدہ کو اندیشہ ہوا کہ اگر میں نے ابھی ظاہر کر دیا تو ان کو رنج بہت ہوگا، اس لئے کھانا کھلا کر اور صحبت وغیرہ سے فارغ ہو کر صبح کو نماز کے وقت بتلایا، رات میں بتلانے سے بجز پریشانی کے اضافہ کے کچھ نتیجہ نہیں تھا، بلکہ خود ہی غسل دے کر کفن پہنا کر رکھ دیا تھا، كذا في فتح الباري: ۱۳٦/۳ (۱) اور حکایاتِ صحابہ، ص: ۱۰۵ میں بھی یہ واقعہ حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ علیہ شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور نے تحریر فرمایا ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/۷/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/شعبان/۶۱ھ۔

ابوطالب کا ایمان لانا

سوال [۱۶۴۳]: شیعہ کہتے ہیں کہ ابوطالب ایمان لے آئے تھے، اگر اس کے متعلق کچھ تحریر فرمانے کی زحمت فرمائیں تو کرم ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ابوطالب پر ان کے اخیر وقت میں کلمہ ایمان پیش فرمایا، وہ ایمان نہیں لائے، جس پر بہت صدمہ ہوا، یہ بات کتبِ صحاح بخاری شریف وغیرہ میں مذکور ہے (۳)، اسی موقعہ پر ﴿إنك لا تهدي من أحببت

---

(۱) "وقوله: (فلما أراد أن يخرج أعلمته أنه قد مات) زاد سليمان بن المغيرة عن ثابت عند مسلم "فقالت يا أباطلحة! أرأيت لو أنّ قومًا أعاروا أهل بيت عاريةً فطلبوا عاريتهم، ألهم أن يمنعو هم؟ قال: لا، قالت: فاحتسب ابنک ...... الخ". (فتح الباري، كتاب الجنائز، باب من لم يظهر حزنه عند المصيبة: ۲۲۰/۳، ۲۱۹، قديمي)

(۲) (حکایاتِ صحابہ، ص: ۱۳۲، باب دهم كتب خانه فيضي لاهور)

(۳) "لما حضرت أباطالب الوفاة، جاء ه رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فوجد عنده أبا جهل وعبد الله بن أبي أمية بن المغيرة فقال: "أى عم! قل: لاإله إلاالله كلمة أحاجّ لک بها عندالله، فقال أبوجهل وعبدالله بن أبي أميه: أترغب عن ملة عبد المطلب؟ فلم يزل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يعرضها عليه ويعيدانه بتلک المقالة، حتى قال أبو طالب آخر ما كلمهم على ملة عبد المطلب، وأبىٰ =

ولکن اللہ یھدی من یشاء﴾(۱) (الآیہ) نازل ہوئی، کتب تفسیر میں دیکھئے (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیو بند، ۹۶/۷/۲۰ھ۔

ابوجہل کا باپ

سوال[۱۶۴۴]: ابوجہل لعین کس کا پسر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہشام بن مغیرہ کا۔ کذا فی تاریخ الخمیس: ۱/۴۰۳(۳)۔فقط.واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ

کیا دجال کی پنڈلی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار کا زخم ہے؟

سوال[۱۶۴۵]: دجال کا ذکر جہاں بھی آیا ہے وہاں صرف اتنا آتا ہے کہ دجال آئے گا اور حکومت

= أن یقول: "لا إلہ إلا اللہ". قال: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: " واللہ! لأستغفرن لک مالم أنہ عنک، فأنزل اللہ: ﴿ماکان للنبي والذین اٰمنوا أن یستغفروا للمشرکین﴾، وأنزل اللہ فی أبی طالب، فقال لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ﴿إنک لاتھدی من أحببت ولکن اللہ یھدی من یشاء﴾الخ".
(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ تعالیٰ: (إنک لا تھدی من أحببت ولکن اللہ یھدی من یشاء)، ۲/۷۰۳، قدیمی)

(۱) [القصص: ۵۶]

(۲) "(إنک لا تھدی من أحببت ولکن اللہ یھدی من یشاء) وقد ثبت فی الصحیحین: أنھا نزلت فی أبی طالب عمّ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، وقد کان یحوطہ وینصرہ ویقوم فی صفہ ویحبہ حبًا شدیداً طبعیاً لا شرعیاً، فلما حضرتہ الوفاۃ وحان أجلہ، دعاہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم إلی الإیمان والدخول فی الإسلام. فسبق القدر واختطف من یدہ، فاستمر علی ماکا ن علیہ من الکفر، وللہ الحکمۃ التامۃ." (تفسیر ابن کثیر، [القصص: ۵۶]: ۳/۵۲۳، ۵۲۴، مکتبۃ دارالفیحاء)
(وکذافی روح المعانی، [القصص: ۵۶]، ۲۰/۹۶، ۹۷، دارالاحیاء التراث العربی)
(تفسیر الطبری، [القصص: ۵۶]، ۹/۹۱، ۹۲، مصطفی البابی الحلبی)

(۳) "أبوجھل بن ھشام اسمہ عمرو بن ھشام بن المغیرۃ بن عبداللہ بن عمرو بن مخذوم اھ". (تاریخ الخمیس، عدۃ قتلی المشرکین یوم بدر: ۱/۴۰۳، مؤسسۃ شعبان، بیروت)

کرے گا، پیدا ہونا دوبارہ سے کہیں پتہ نہیں چلتا، لیکن کچھ معتبر لوگوں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دجال کسی کوہ میں زخمی پڑا ہوا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شمشیر کا زخم دجال کی پنڈلی میں ہے، حقیقت سے مستفیض فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ معتبر لوگ کون ہیں، ان سے حوالہ دریافت فرما کر مجھے بھی مطلع فرمادیں، احسان ہوگا، میں اگر ان سے واقف ہوتا تو خود ہی دریافت کرلیتا کہ یہ بات کہاں لکھی ہے، بظاہر تو روافض کی گھڑی ہوئی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دجال کی پنڈلی پر تلوار مارنا میں نے کسی کتاب میں نہیں دیکھا، دجال کی تاریخِ پیدائش بھی معلوم نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۲۷/ ۵/ ۹۴ھ۔

ابوجہل سے اپنے غلام کا حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق سوال کرنا

سوال[۱۶۴۶۱]: بعض حضرات کہتے ہیں کہ ابوجہل کا ایک غلام تھا جس نے ابوجہل سے غالباً کسی وقت تنہائی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال کیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حق پر ہیں یا تم حق پر ہو؟ تو اس نے جواب دیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حق پر ہیں، تو غلام نے پھر سوال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب حق پر ہیں تو تم کیوں نہیں مان لیتے ہو، تو ابوجہل نے یہ جواب دیا کہ ہماری اور بڑوں کی ناک کٹ جائے گی۔ کیا یہ واقعہ سچ ہے؟ اگر سچ ہے تو صحیح اور مکمل واقعہ کتابوں کے حوالہ سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس قسم کے واقعات متعدد لوگوں کے پیش آئے ہیں، خود قرآن پاک میں ہے: ﴿الذین اتیناهم الكتاب یعرفونه كما یعرفون أبناء هم﴾ (۱) (الآیة) یہ تو اہل کتاب کے متعلق ہے، دوسری جگہ ہے: ﴿وجحدوا بها واستیقنتها أنفسهم ظلماً وعلوًا﴾ (۲) (الآیة)۔ ابوطالب کا ایمان نہ لانا ہی بعض حضرات کے نزدیک اسی بناء پر تھا جس سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت صدمہ ہوا، اور پھر یہ آیت

---

(۱) (سورة البقرة، الآیة: ۱۴۶)

(۲) (سورة النمل الآیة: ۱۴)

کریمہ نازل ہوئی: ﴿إنك لاتهدي من أحببت ولكن الله يهدي من يشاء﴾ (۱) (الآیۃ) خصائص کبریٰ میں متعدد لوگوں کے واقعات نقل کئے ہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۹/۹/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند، ۹/۹/۸۸ھ۔

ابولہب کے بیٹوں کے نام

سوال [۱۶۴۷]: ابولہب کے لڑکے کا کیا نام تھا جس سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی منسوب تھیں اور اس نے بعد میں طلاق دیدی تھی؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

ابولہب کے لڑکے کا نام عتبہ تھا، اس کے نکاح میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت رقیہ تھیں دوسرے لڑکے کا نام عتیبہ تھا، اس کے نکاح میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لڑکی حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں، سورہ تبت کے نازل ہونے پر باپ کے کہنے سے دونوں لڑکوں نے طلاق دیدی تھی (۳) اور یہ دونوں نکاح بچپن میں ہوئے تھے، رخصتی کی نوبت نہیں آئی تھی، پھر فتح مکہ کے بعد حضرت عتبہ مسلمان ہوگئے تھے (۴) اور عتیبہ نے گستاخی کی تھی جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بددعا سے ہلاک ہوگیا ایک شیر نے ہلاک کردیا (۵) فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۶/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۵/ جمادی الثانیہ/ ۶۱ھ۔

---

(۱) (سورة القصص الآية: ۵۶)

(۲) (الخصائص الكبرىٰ، باب اعجاز القرآن و اعتراف مشركي قريش باعجازه: ۱/۱۸۷، ۱۹۴، المكتبة الحقانيه پشاور)

(۳) " و كانت أم كلثوم بنت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عند عتيبة و رقية أختها عند أخيه عتبه ، فلما نزلت السورة، قال أبو لهب لهما: رأسي و رأسكما حرام إن لم تطلقا ابنتي محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فطلقاهما " (روح المعاني : ۳۰/۲۶۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۴) "أسلم هو و أخوه معتب يوم الفتح". (أسد الغابة في معرفة الصحابة :۳/۴۶۳، دار الفكر بيروت)

(۵) "إلا أن عتيبة –المصغّر– كان قد أراد الخروج إلى الشام مع أبيه فقال: لآتين محمداً عليه الصلاة =

کیا حاتم طائی اور نوشیرواں ایمان لائے؟

سوال[۱۶۴۸]: حاتم طائی اور نوشیرواں عادل کس دین پر تھے اور ظاہر میں کس حالت پر مرے؟ کیا نوشیرواں بادشاہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابتدائی زمانہ پایا تھا؟ حاتم طائی نے دعا کی تھی کہ میری اولاد حیات رہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تک بغرضِ ایمان لانے کے حاتم کی لڑکی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائی تھی، کیا نام تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حاتم طائی اور نوشیرواں ہر دو کا انتقال اس وقت ہوا جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف ۸/ سال تھی، دونوں غیر مسلم تھے(۱)۔ روح المعانی میں حاتم طائی کے حق میں تخفیفِ عذاب روایت نقل کی ہے۔ حاتم طائی کی دعا میری نظر سے نہیں گزری۔ حاتم طائی کے بیٹے حضرت عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہوئے (۲)۔ بیٹی کا نام سَنَانہ

= والسلام و أوذينّه، فأتاه ، فقال: يا محمد! إنى كافر بالنجم إذا هوى و بالذى دنا فتدلّى، ثم تفل تجاه رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و لم يصبه عليه الصلاة والسلام شيء، و طلق ابنته أمّ كلثوم فأغضبه عليه الصلاة والسلام بما قال و فعل، فقال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "اللهم سلط عليه كلباً من كلابك". .... ثم خرجوا إلى الشام، فنزلوا منزلاً، فأشرف عليهم راهب من دير، و قال لهم: إن هذه أرض مسبعة فقال أبولهب: أغيثونى يا معشر قريش فى هذه الليلة، فإنى أخاف على ابنى دعوة محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فجمعوا جِمالهم و أنا خوها حولهم خوفاً من الأسد، فجاء أسد يتشمم وجوههم حتى أتى عتيبة فقتله". (روح المعانى : ۲۶۲/۳۰ ، دار إحياء التراث العربى بيروت)

(۱) "ومن وقائع هذه السنة موت حاتم الطائى وهو حاتم بن عبدالله بن سعد بن الخشرج بن امرئى القيس، وهو حاتم المشهور الذى يضرب به المثل فى الجود والكرم، ومن وقائع هذه السنة موت كسرى أنو شروان وولاية ابنه هر فرالبسلطنة، وفى نظام التواريخ كان هر فرين أنو شروان ملكاذ اعدل ورأى.......... وقيل : قبرأ نوشروان بالجبل الأحمر". (تاريخ الخميس: ۲۵۵/۱ ، وقائع السنة الثامنة من مولده، موت حاتم الطائى، موت كسرى أنو شروان، مؤسسة شعبان، بيروت)

(۲) "قال ابن اسحاق: قال عدى بن حاتم: ماكان رجل من العرب أشد كراهية لرسول صلى الله عليه وسلم منى حين سمعت به صلى الله عليه وسلم وكنت امرأ شريفاً وكنت نصرانياً.......... قال:" فإن =

تھا۔ کذا فی الخمیس (۱)۔ سنانہ کا اسلام لانا کہیں نہیں دیکھا (۲)۔ زاد المعاد (۳)، سیرت ابن ہشام (۴)، فتح الباری (۵)، روضۃ الصفاء، تاریخ الخمیس (۶) وغیرہ میں قصہ منقول ہے مگر اس کا اسلام منقول نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۶/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۵/ جمادی الثانیہ/ ۱۳۶۱ھ۔

= اليهود مغضوب عليهم وإن النصارى ضالّون، قال: فقلت: إني حنيف مسلم، قال: فرأيت وجهه ينبسط فرحاً". (زاد المعاد لابن قيم الجوزية، ص: ۶۳۲، ۶۳۳، فصل فی ذكر سرية على بن أبي طالب رضي الله تعالىٰ عنه إلى صنم طيئى ليهدمه في هذه السنة، دار الفكر، بيروت)

(۱) "تاريخ الخميس" میں حاتم طائی کی بیٹی کا نام "سنانہ" لکھا ہے جب کہ "أسد الغابة" اور "الإصابة" میں اس کا نام "سفانة" لکھا ہے:

"وسبيت أخته سنانة بنت حاتم في السبايا، فأطلقها النبي صلى الله عليه وسلم، فكان ذلك سبب إسلام عدى". (تاريخ الخميس: ۲/۱۲۰، ۱۲۱، الموطن التاسع في حوادث السنة التاسعة من الهجرة، بعث على بن أبي طالب إلى الفلس، موسسة شعبان، بيروت)

"وترك أخته سفانة بنت حاتم، فأخذها المسلمون". (أسد الغابة لابن الأثير: ۳/۵۰۵، رقم الترجمة: ۳۶۰۴، عدى بن حاتم، دار الفكر، بيروت)

(وكذا في الإصابة لابن حجر: ۸/۱۸۰، رقم الترجمة: ۱۱۳۰۳، سفانة بنت حاتم الطائى، كتاب النساء، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) "أسد الغابة" اور "الإصابة" میں اس کا اسلام لانا منقول ہے:

"سفانة بنت حاتم الطائى.......... وكانت أسلمت فحسن إسلامها". (أسد الغابة، النساء: ۶/۱۴۶، ۱۴۷، رقم الترجمة: ۶۹۸۸، سفانة بنت حاتم، دار الفكر، بيروت)

(۳) (انظر الحاشية، رقم: ۱)

(۴) (سيرة ابن هشام: ۴/۵۷۸-۵۸۱، أمر عدى بن حاتم، مصطفىٰ البابي الحلبي، مصر)

(۵) (فتح الباری: ۸/۱۲۹، ۱۳۰، كتاب المغازى، باب قصة وفد طئى وحديث عدى بن حاتم، قديمى)

(۶) (تاريخ الخميس: ۲/۱۲۰، ۱۲۱، الموطن التاسع في حوادث السنة التاسعة من الهجرة، بعث =

سن ہجری اور عیسوی کی ابتداء

سوال[۱۶۴۹]: سن ہجری اور سن عیسوی کی تفصیل بیان فرمائیں

الجواب حامداًومصلیاً:

سن ہجری حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجرت کے سال سے شمار کیا جاتا ہے(۱) اور سن عیسوی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی ولادت سے شمار کیا جاتا ہے، بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ عیسائیوں کے غلط عقیدہ کے مطابق (العیاذ باللہ) جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دی گئی، اس وقت سے اس سن کی ابتدا ہوئی ہے(۲)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

سب سے پہلا شہید

سوال[۱۶۵۰]: قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں میں سب سے پہلے کون شہید ہوا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت سمیہ بنت خیاط، کذا فی اسد الغابۃ: ۵/۴۸۱ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ۔

شہادتِ عثمان رضی اللہ عنہ

سوال[۱۶۵۱]: کیا وجہ ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اپنے چچیرے بھائی مروان

= علی بن أبی طالب إلی الفلس، مؤسسه شعبان، بیروت)

(۱) (فیروز اللغات، ص: ۱۴۳۴)

(۲) فیروز اللغات، ص: ۹۰۸)

(۳)"سمیة أم عمار بن یاسر، وهی سمیة بنت خیاط ......روی أن أباجهل طعنها فی قُبُلها بحربة فی یده فقتلها، فهی أول شهید فی الإسلام". (أسد الغابة، لابن الأثیر: ۱۵۲/۷، ۱۵۳، حرف السین، دار الکتب العلمیة، بیروت)

بن الحکم کو مدینہ بلوا کر اپنا عقل کل کیوں قرار دیا، حالانکہ مسلمانوں نے مروان کی پریشانیوں سے تنگ آ کر مطالبہ کیا کہ یا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مروان کو مسلمانوں کے حوالہ وسپرد کر دیں یا خلافت سے برطرف ہو جائیں، مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان دونوں شرطوں میں ایک کو بھی منظور نہیں فرمائی، آخر میں لوگوں نے آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور شہید کر ڈالا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سوال کے چار اجزاء ہیں:

۱- مروان کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنا عقلِ کل کیوں قرار دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ان کے نزدیک اس کا اہل اور قابلِ اعتماد تھا۔

۲- اس کو لوگوں کے حوالہ اور سپرد کیوں نہیں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ لوگ اس کو قتل کرنا چاہتے تھے، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ مستحقِ قتل نہیں تھا، شرعی شہادت سے اس کا قصور ثابت نہیں ہوا تھا، جس سے وہ واجب القتل قرار دیا جاتا، لہذا ایک بے قصور کو قتل کرنے کیلئے حوالہ کرنا کب جائز تھا۔

۳- وہ خلافت سے برطرف کیوں نہیں ہوئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا تھا: "عن عائشة رضی الله عنها أن النبی صلی الله علیه وسلم قال: یا عثمان! إنه لعل الله یقمّصك قمیصاً، فإن أرادوك علی خلعه فلاتخلع لهم"۔ رواه الترمذی وابن ماجه، وقال الترمذی فی الحدیث قصة طویلة......الخ". مشکوٰۃ شریف، باب مناقب عثمان(۱)۔ "أی سیجعلك الله خلیفةً، فالناس إن قصدوا عزلك فلاتعزل نفسك عنها لأجلهم، لکونك علی الحق وکونهم علی الباطل، وفی قبول الخلع إیهام وتهمة، فلذا کان عثمان ماعزل نفسه حین حاصروه یوم الدار"۔ (لمعات)(۲)۔

---

(۱)(مشکوٰة المصابیح، باب مناقب عثمان رضی الله عنه، ص: ۵۶۲،قدیمی)

(وسنن ابن ماجة، فضل عثمان رضی الله عنه ص: ۱۱،قدیمی)

(وجامع الترمذی، مناقب عثمان رضی الله عنه: ۲/۲۱۱،سعید)

(۲) (أشعة اللمعات، مناقب عثمان رضی الله عنه: ۴/۶۵۹،مکتبه نوریه سکهر)

ترجمہ: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''عثمان! امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو ایک قمیص پہنائے گا، اگر لوگ اس کو نکالنے کا ارادہ کریں، تو مت نکالنا''۔ یعنی اللہ تعالیٰ تم کو خلیفہ بنائے گا، اگر لوگ تم کو معزول کرنے کا ارادہ کریں ان کی وجہ سے اپنے آپ کو معزول نہ کرنا، اپنے حق پر اور ان کے باطل پر ہونے کی وجہ سے''۔

۴-لوگوں نے محاصرہ کرکے شہید کر دیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لوگوں کا ظلم ہے اور حضور رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں ان کے مظلوم ہونے اور شہید ہونے کی خبر دے دی تھی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

بیوی کو غسلِ میت کی وصیت

سوال [۱۶۵۲]: ۱......حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو وصیت کی تھی کہ بعد وفات مجھے تم (بیوی) غسل دینا۔ کیا وجہ تھی جبکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے حضرت عبدالرحمٰن موجود تھے اور صحابۂ کرام وخلیفہ بھی موجود تھے، جیسا کہ مظاہر حق جلد پنجم میں ہے۔

۲......حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مشرکہ بیوی کا نام کیا تھا اور بعد ایمان لانے کے جو نکاح ثانی کیا تھا اس بیوی کا کیا نام تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی والدہ کا کیا نام تھا اور ایمان لائیں تھیں یا نہیں؟ اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے تھے، تو ان کے والد خطّاب حیات تھے یا نہیں، اور ان کے والد بھی ایمان لائے تھے یا نہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بھائی کا کیا نام تھا؟

---

(۱)'' وعن ابن عمر رضی اللہ عنهما قال: ذكر رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فتنة فقال:'' يقتل هذا فيها مظلومًا'' -لعثمان- هذا حديث حسن''. (جامع الترمذی: ۲/ ۲۱۲، مناقب عثمان رضی اللہ عنه، سعيد)

''وعن قتادة أن أنسًا رضی اللہ تعالیٰ عنه حدثهم قال: صعد النبی صلی اللہ علیه وسلم أحدًا ومعه أبوبكر وعمر وعثمان فرجف فقال: ''اسكن أحد!'' أظنه ضربه برجله فليس - ''عليك إلا نبی وصديق وشهيدان''. (صحيح البخاری، باب مناقب عثمان رضی اللہ عنه: ۱/ ۵۲۳، قديمی)

(ومشكوٰة المصابيح، باب مناقب عثمان رضی اللہ عنه، ص: ۵۶۲، قديمی)

۳......حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ایام فیل میں ٦ھ میں ایمان لائے تھے، کیا قبل اسلام لانے کے حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہو چکا تھا یا بعد اسلام لانے کے ہوا تھا؟ اوران کی والدہ کا کیا نام تھا اور والدین حیات تھے یا نہیں؟ اور کیا والدین بھی ایمان لائے یا نہیں؟

۴......حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ کا کیا نام تھا اور عقدِ ثانی والی بیوی کا کیا نام تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......اس میں کیا اشکال ہے، ظاہر ہے کہ بیوی سے جس نوع کا تعلق ہوتا ہے وہ دوسروں سے نہیں ہوتا، لہذا جس طرح وہ غسل دے سکتی ہے دوسرے نہیں دے سکتے، پھر تنہا بیوی کو وصیت نہیں کی، بلکہ اولاد کو بھی اعانت کا حکم فرمایا (كذا في تاريخ الخلفاء، ص: ٦٤)(١)۔

۲......مشرکہ بیوی کا نام ملیکہ بنت جرول تھا، ام کلثوم کنیت تھی، (كذا في تاريخ الخميس: ٢٥١/٢)(٢) دوسری بیویوں کے یہ نام تھے: زینب بنت مظعون، ام کلثوم بنت علی، جمیلہ بنت عاصم بن ثابت، ام حکیم بنت الحارث، عاتکہ بنت زید، كذا في تلقيح فهوم أهل الأثر، ص: ٥١ (٣) والدہ کا نام خیثمہ بنت ہاشم تھا، كذا في الخميس: ٢٣٩/٢ (٤)، مگر اسد الغابہ: ۵۴/۴(۵)، اصابہ: ۲۷۹/۴(٦)، استیعاب: ۴۴۸/۲ (۷)، وغیرہ میں ختمہ تحریر ہے، اس کے والدین ایمان نہیں لائے اور آپ کے اسلام کے وقت آپ کے والدین حیات نہیں تھے، آپ کے بھائی کا نام زید بن الخطاب تھا۔

---

(١) "أخرج ابن أبي الدنيا عن ابن أبي ملكية أن أبا بكر أوصى أن تغسله امرأته أسماء بنت عميس، ويعينها عبدالرحمن بن أبي بكر رضي الله عنه". (تاريخ الخلفاء ص: ٧٣، فصل في مرضه ووفاته الخ ،مؤسسة الكتب الثقافيه، بيروت)

(٢) (تاريخ الخميس: ٢٥١/٢، ذكر أولاد عمر، مؤسسة شعبان، بيروت)

(٣) (تلقيح فهوم أهل الأثر، ص: ١٠٦، ذكر عمر بن الخطاب، المطبعة النموذجيه)

(٤) (تاريخ الخميس: ٢٣٩/٢، ذكر عمر بن الخطاب، مؤسسة شعبان، بيروت)

(٥) (أسد الغابه: ٢٤١/٣، حرف العين، عمر بن الخطاب، دار الفكر)

(٦) (الإصابه: ٤٨٤/٤، حرف العين المهمله، دار الكتب العلميه)

(٧) (الاستيعاب على هامش الإصابة: ٤٥٨/٢، باب عمر، دار الفكر)

۳.....حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اسلام کی آپ نے جو تاریخ لکھی وہ خلافِ عقل ونقل ہے، واقعۂ فیل بھی ۶ ھ میں نہیں ہوا، اصل یہ ہے کہ واقعۂ فیل سے چھ سال بعد آپ کی ولادت ہوئی ہے، خمیس: ۲/۲۵۴ (۱)۔ آپ قدیم الاسلام ہیں، چوتھے نمبر پر اسلام لائے، اسد الغابہ: ۳/ ۳۷۶ (۲)، اسلام کے بعد بیوی رقیہ سے نکاح ہوا، (اوجز المسالک: ۱/ ۷ (۳)۔ والد کا نام عفان تھا، والدہ کا نام اروی بنت کریز ہے، آپ کی نانی ام حکیم بنت عبدالمطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں، (الاستیعاب: ۱/ ۴۸۷) (۴)۔ آپ کے والد جاہلیت میں فوت ہوئے اور والدہ اسلام لائیں اور آپ کی خلافت میں انتقال ہوا (فتح الباری لابن حجرؒ: ۷/۴۴) (۵)۔

۴.....والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد تھا (تلقیح، ص: ۵۳) (۶) ایک بیوی اسماء بنت عمیس تھیں، انہوں نے تین نکاح کئے، پہلا نکاح حضرت جعفر بن ابی طالب سے کیا اوران کے ساتھ حبشہ کی ہجرت کی، دوسرا نکاح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کیا، تیسرا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیا۔ خمیس: ۲/۲۸۴ (۷) میں ان کی مع اولاد تفصیل ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/ ۷/ ۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۴/ شعبان/ ۶۱ھ۔

---

(۱) (تاريخ الخميس: ۲/ ۲۵۴، ذكر عثمان بن عفان، مؤسسة شعبان، بيروت)

(۲) "أسلم في أول الإسلام، ودعاه أبو بكر إلى الإسلام، فأسلم، وكان يقول: إلى الرابع أربعة في الإسلام". (أسد الغابة، عثمان بن عفان: ۳/ ۴۸۰، دار الفكر)

(۳) "فلما أسلم (أي عثمان) زوّجه رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم رقية". (أوجز المسالك، باب وقوت الصلاة، وقت الجمعة: ۱/ ۱۶۴، ادار تاليفات اشرفيه ملتان)

(۴) (الاستيعاب على هامش الإصابة: ۳/ ۷۰، دار الفكر)

(۵) "و قد أسلمت أمّ عثمان ...... ماتت في خلافة ابنها عثمان ...... و أما أبوه فهلك في الجاهلية". (فتح الباري، كتاب فضائل الصحابة، باب مناقب عثمان: ۷/ ۵۵، دار المعرفة)

(۶) (تلقيح فهوم أهل الأثر، ص: ۱۱۰، على بن أبي طالب، المطبعه النموذجية)

(۷) (تاريخ الخميس: ۲/ ۲۸۴، ۲۸۵، ذكر الذكور .... ذكر الأناث، مؤسسة شعبان، بيروت)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی وفات، مدفن اور نماز جنازہ کی تحقیق

سوال[۱۶۵۳]: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا انتقال کس سن میں اور کہاں ہوا؟ نیز ان کے جنازہ کی نماز کس نے پڑھائی تھی؟

الجواب حامداً ومصلياً:

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے متعلق الاصابہ(۱)، استیعاب(۲)، تاریخ الخلفاء(۳)، اور کمال(۴) وغیرہ(۵)، میں ہے کہ قسطنطنیہ کے جہاد کیلئے جاتے ہوئے ۵۰ھ، یا ۵۱ھ یا ۵۲ھ میں ہوا، وہاں ہی مدفون ہیں۔ جنازہ کی نماز کس نے پڑھائی اس کی تصریح نہیں دیکھی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۳/۹۶ھ۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی وفات

سوال[۱۶۵۴]: حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا کس حال میں وصال ہوا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ملک شام میں ۲۰ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیلئے مشتاق تھے، بلکہ بیتاب تھے، کذا فی مرأة الجنان(٦)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱)(الاصابة، الهمزة بعدها الياء: ۱/۳۲۷، دار الكتب العلميه، بيروت)

(۲)(الاستيعاب: ۴/۱۶۰۶، باب الالف، دار الجيل، بيروت)

(۳)(تاريخ الخلفاء، فصل فی نبذمن أخبار معاوية، ص: ۱۶۸، مؤسسة الكتب الثقافيه، بيروت)

(۴)(تهذيب الكمال فی أسماء الرجال: ۳/۴۵۵، مؤسسة الرسالة، بيروت)

(۵)"ذكر الحافظ ابن كثير عن الواقدی: "مات أبو أيوب بأرض الروم سنة ثنتين وخمسين، ودُفن عند القسطنطنية، وقبره هنالك ...... وقيل: إنه مدفون فی حائط القسطنطنية" الخ". (البداية والنهاية: ۸/۵۹، مكتبة الرياض الحديثية، دار الفكر، بيروت)

(٦)" سنة عشرين فيها ...... توفی بلال بن حمامة الحبشی مؤذن النبی صلی الله عليه وسلم بدار يا من بلاد الشام" (مرأة الجنان: ۱/۷۷، سنة عشرين، مؤسسة العلمی لمطبوعات، بيروت)

حضرت علی کا مدفن معلوم نہ ہونے کی حکمت

سوال[۱۶۵۵]: حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ دفن نہیں ہوئے، بزرگوں سے سنا ہے کہ آپ کوفہ میں شہید ہوئے اور دفن کہاں ہوئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شہید تو کوفہ میں ہوئے پھر دفن کے متعلق اختلاف ہے۔ اگر یہ بات ظاہر ہوجاتی کہ فلاں جگہ دفن ہیں تو ممکن تھا کہ خوارج وہاں نعش کی توہین کرتے، یہ مصلحت ظاہر ہے مدفن متعین نہ ہونے میں (۱)۔ فقط. واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۴/۱۴۰۱ھ۔

---

(۱) "قال أبوبكر بن عياش: عُمّيَ قبر عليّ لئلا ينبشه الخوارج، وقال شريك: نقله ابنه الحسن إلى المدينة، وقال المبرد عن محمد بن حبيب: أول من حوّل من قبر إلى قبر عليّ رضى الله عنه".

"وأخرج ابن عساكر بن سعيد بن عبدالعزيز قال: لما قتل عليّ بن أبى طالب رضى الله عنه حملوه ليد فنوه مع النبى صلى الله عليه وسلم، فبينما هم فى مسيرهم ليلاً إذ ندّ الجمل الذى هو عليه، فلم يُدر أين ذهب؟ ولم يقدر عليه، قال: فلذلك يقول أهل العراق: هو فى السحاب، وقال غيره: إن البعير وقع فى بلادِ طيئى، فأخذوه فدفنوه". (تاريخ الخلفاء للسيوطى، فصل فى مبايعة على رضى الله عنه بالخلافة وما نشأ عن ذلك، ص: ۱۷۶، منشورات الشريف الرضى)

جب کہ بعض کتب میں ان کا مدفن کوفہ قرار دیا گیا ہے۔

"حدثنا عبدالله بن أحمد أن عبدالرحمن بن ملجم ضرب علياً فى صلاة الصبح على دهش بسيفٍ كان سمّه بالسم، ومات من يومه ودُفن بالكوفة". (فضائل الصحابه للإمام أحمد بن جنبلؒ، اسم أمه ونسبها: ۵۵۸/۲، رقم الرواية: ۹۴۰، مؤسة الرسالة)

(وكذا فى تاريخ الطبرى، ذكر الخبر عن سبب قتل أمير المؤمنين على بن أبى طالب ومقتله: ۱۱۷/۴، موسسة الأعلمى)

(وكذا فى تاريخ الخلفاء للسيوطى، فصل فى مبايعة على رضى الله عنه بالخلافة وما نشأ عن ذلك، ص: ۱۷۵، منشورات الشريف الرضى)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا مدفن

سوال[۱۶۵۶]: حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک کس جگہ مدفون ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

معلوم نہیں، کتبِ تواریخ روضۃ الصفاء وغیرہ میں مختلف روایتیں ہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کا مدفن

سوال[۱۶۵۷]: کتبِ شہادت حضرت حسین رضی اللہ عنہ میں پڑھنے کیلئے کون کتاب معتبر اور مستند ہے کیونکہ جتنی بھی کتابیں پڑھیں سب کی روایات علیحدہ علیحدہ ہیں اور سر مبارک حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کس جگہ مدفون ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فتح الباری زیادہ معتبر ہے، سر مبارک مدینہ طیبہ میں ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کہاں مدفون ہیں؟

سوال[۱۶۵۸]: مولوی امجد علی صاحب رضوی بریلوی کی کتاب "بہار شریعت"، ص:۳۷، میں ہے کہ "سر مبارک حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور مزار سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بقیع میں ہے، فقط"۔ میں سنا کرتا ہوں کہ سر مبارک حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا مدینہ منورہ میں آنا ثابت نہیں اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مزار احد میں ہے۔ اب جو ثابت ہو اور صحیح ہو ارشاد فرمائیں۔

---

(۱) (البداية والنهاية: ۸/۲۰۳، ۲۰۴)

(۲) "فروى محمدبن سعد أن يزيد بعث برأس الحسين إلى عمرو بن سعيد بائب المدينة فدفنه عند أمه بالبقيع". (البداية والنهاية، ذكرموضع رأس الحسين : ۸ / ۲۰۴، دار الفكر، بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مزار احد میں ہے، کذا فی القنیة، ص: ۴۰۸، اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کے متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر فرمایا ہے:

"ونیز روایت کردہ اند کہ یزید بن معاویہ سرِ مبارکِ حضرت امام المؤمنین حسین بن علی مرتضی را پیشِ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہ از جانبِ آں بد بخت عاملِ مدینہ منورہ بود فرستادہ، ووے تکفین کرد دربقیع نزدیک بقبرِ امِّ او فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہ وعلیہا، وبعض محدثان آوردند کہ سرِ مبارکِ آنحضرت را بعد از ہلاکِ یزید در خزانۂ او یافتند، تکفین کردہ ہم در دمشق نزدبابِ الفرزدیس دفن نمودند، وقولے دیگر نیز دریں باب آمدہ". واللہ اعلم بحقیقتہ، (جذب القلوب، ص: ۱۶۴)(۱). فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل کس نے دیا؟

سوال[۱۶۵۹]: جب حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے وصال فرمایا تو آپ کو غسل ازواجِ مطہرات نے دیا یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان کو امِ ایمن رضی اللہ عنہا نے غسل دیا ہے جیسا کہ "شرح المجمع" کے حوالہ سے "ردالمحتار" میں نقل کیا ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۶/۳/۲۷ھ۔

---

(۱) دیکھئے: (جذب القلوب (فارسی) للشیخ عبد الحق محدث دهلوی رحمه الله تعالیٰ ص: ۱۶۲، مطبع نامی منشی نولکشول)

(۲) "قال فی شرح المجمع لمصنفه: فاطمة رضی الله عنها غسلتها أم أیمن خاضنته صلی الله علیه وسلم =

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مدفن

سوال[۱۶۶۰]: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار شریف کے متصل اتر جانب جو اونچا مقام ہے مثل چبوترہ کے، سنا جاتا ہے یہ کوئی مزار ہے، کہتے ہیں کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر ہے، حالانکہ مشہور سیدہ رضی اللہ عنہا کا مزار جنت البقیع میں ہونا سنا جاتا ہے۔ صحیح کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت سیدۃ النساء فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر کے متعلق مؤرخین نے مختلف روایتیں نقل کی ہیں، شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”جذب القلوب إلى ديار المحبوب“ میں، ص:۱۲۲، (۱) پر یہ روایت ذکر کی، ایک روایت یہ بھی ہے کہ مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہے جو کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نام سے موسوم ہے۔

اصل یہ ہے کہ رات میں دفن کی گئیں اور ہر کسی کو عام طور پر تجہیز و تکفین اور جنازہ میں شرکت کی نوبت نہیں آئی، کیونکہ اپنی وصیت میں اس سے منع فرمایا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ کو آپ کے حجرہ ہی میں دفن کیا گیا، پھر عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کے زمانہ میں اس حجرہ کو داخلِ مسجد کر دیا گیا۔ بعض کی رائے ہے کہ آپ کا مزار شریف جنت البقیع میں ہے، ”غنیۃ الناسک“ میں اہلِ بقیع کی تفصیل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

”ومشهد عباس بن عبد المطلب، وفيه حسن بن على رضى الله عنه عند رجلى العباس، قيل: وفاطمة الزهراء بجنبه، وقيل: فى مسجدها بالبقيع بدار الأحزان، وقيل: فى بيتها فى مكان المحراب الخشب الذى خلف الحجرة الشريفة داخل مقصورتها، ورجحه ابن جماعة، وقيل: غيره“۔ غنية، ص:۳۰۷(۲)۔

= ورضى عنها“. (رد المحتار: ۱۹۸/۲، كتاب الجنائز، باب اصلوٰة الجنائز، سعيد)

(۱) (جذب القلوب إلى ديار المحبوب، ص: ۱۵۷، مطبع نامی منشی نول کشور)

(۲) (غنية الناسک، ص: ۳۸۴، فصل فى زيارة أهل البقيع، ادارة القرآن كراچى)

تاریخ الخمیس:۱/ ۲۷۸، میں مختلف اقوال نقل کئے ہیں (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۶/ ۵۷ھ۔

الجواب صحیح:سعید احمد غفرلہ، صحیح:عبد اللطیف، ۹/۶/ ۵۷ھ۔



(۱)"ذکر الحافظ أبو عمر وابن عبد البر أن الحسن لماتوفی دفن إلی جنب أمه فاطمة رضی اللہ عنها وقبر الحسن معروف بجنب قبر العباس رضی اللہ عنه ولایذکر لفاطمة ثمةً قبر، فتکون علی هذا مع الحسن فی قبة العباس رضی اللہ عنه، فینبغی أن یسلّم علیها هناک". (تاریخ الخمیس، ذکر موضع قبرها: ۱/ ۲۷۸،مؤسسة شعبان للنشر والتوزیع، بیروت)

عہدِ تابعین تاریخ کی روشنی میں

محمد بن الحنفیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا حال

سوال[۱۶۶۱]: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کتنی شادیاں کی ہیں، ایک یا دو یا تین یا اس سے بھی زائد؟ اور ہر بیوی سے کتنی کتنی اولاد ہوئی ہیں؟ مع نام کے تحریر فرمادیں، اولاد میں لڑکیاں بھی ہیں یا کہ نہیں؟ نیز کس بیوی سے امام حنفیہ پیدا ہوئے؟ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ جن کی بہادری میں ایک کتاب لکھی گئی ہے اور ''جنگ نامہ محمد حنیف'' سے تعبیر کیا جاتا ہے، یہ صحیح ہے یا غلط؟ حنیف کو بعض لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیٹا مانتے ہیں اور بعض انکار کرتے ہیں۔

الجواب حامدًا ومصلياً:

معلوم ہوتا ہے کہ امام حنیف ہی سے اصل سوال متعلق ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس نام کا کوئی شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے نہیں ہے۔ جب تک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ زندہ رہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اَور کوئی شادی نہیں کی (۱)، ان کے انتقال کے بعد متعدد شادیاں کی ہیں اور متعدد اولاد پیدا ہوئیں۔ مسیلمۂ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا، اس کے مقابلہ میں لشکر بھیجا گیا، اللہ نے فتح دی، اس جہاد میں خولہ بنت جعفر یمامیہ بھی گرفتار ہوکر آئیں، وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملیں، وہ بنوحنیفہ کے قبیلہ سے تھیں، ان سے بچہ پیدا ہوا ان کا

---

(۱) قال العلامه خليل أحمد السهارنپوری رحمه الله عليه تحت قوله عليه السلام: "ولكن لاتجتمع بنت رسول الله (أی فاطمة) وبنت عدوالله (أی بنت أبی جهل) مكاناً واحدًا أبدًا". قال الحافظ: وقال ابن التين: أصح ماتحمل عليه هذه القصة أن النبی صلی الله عليه وسلم حرم علی علیّ رضی الله عنه أن يجمع بين ابنته وابنة أبی جهل؛ لأنه علل بأن ذلک يوذيه و أذيته حرام بالاتفاق.....لأنه يبعدّ أن يعد فی خصائص النبی صلی الله عليه وسلم أن لاتزوج علی بناته، ويحتمل أن ذلک مختصًا بفاطمة سلام الله عليها". (بذل المجهود، كتاب النكاح، باب مايكره أن يجمع بين النساء: ۴/۱۵،مكتبه امداديه ملتان)

نام محمد رکھا گیا اور اپنی والدہ کے قبیلہ کی طرف نسبت کرکے ان کو محمد بن الحنفیہ کہا گیا(۱) جن کو ناواقف لوگ امام حنیف یا محمد حنیف کہتے ہیں، روافض کا ایک طبقہ ان کو اچھے الفاظ سے یاد نہیں کرتا اور دوسرا طبقہ ان کی بہت تعریف کرتا ہے، ان کے حالات ہی میں جنگ نامہ ہے جس کو جنگ محمد حنیف کہتے ہیں۔ تحفۂ اثنا عشریہ میں محمد بن الحنفیہ کی والدہ کے متعلق جنگِ یمامہ میں گرفتار ہوکر آنے کی تصریح موجود ہے،(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند۔

محمد بن الحنفیہ کی تحقیق

سوال[۱۲۶۲]: ''جنگ نامہ محمد حنیف، جنگ نامہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، بیر الالم، ملک قندور، جنگِ بابل، نور نامہ'' وغیرہ کتابیں مستند ہیں یا نہیں؟ اور حضرت محمد حنیف کس کے بطن سے پیدا ہوئے؟ اور آپ کس کے لڑکے ہیں اور کس کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے؟ عوام میں مشہور ہے کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لڑکے ہیں۔

نوٹ: علمائے دین منع فرماتے ہیں کہ غلط روایات نہیں پڑھنا چاہئے اور ہمیں معلوم نہیں کہ صحیح روایت کونسی ہے اور غلط کون؟ اس کی تحقیق علمائے دین سے ہی ہوسکتی ہے، جواب سے جلد مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں مسیلمہ کذاب سے لڑائی ہوئی جس کو ''جنگ یمامہ'' کہتے ہیں، اس میں ایک عورت گرفتار کرکے لائی گئی تھیں، جو بنی حنیفہ سے تھیں ان کا نام ہے ''خولہ بنت جعفر یمامیہ'' یہ غنیمت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملی تھیں، ان سے لڑکا پیدا ہوا جس کا نام حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محمد رکھا، یہ والدہ کی نسبت سے محمد بن الحنفیہ کہلاتے ہیں، ان کو عوام ناواقف محمد حنیف کہتے ہیں، جنگ نامہ محمد حنیف اور دوسرے جنگ نامے، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہیں وہ غلط ہیں یا مسخ شدہ ہیں (۳)

---

(۱) ''وله محمد بن علي الأكبر الذي يقال له محمد بن الحنفية: أمه خوله ابنة جعفر الخ''. (تاريخ الطبري، ذكر الخبر عن أزواجه وأولاده (أي عليؓ): ۱۱۸/۴، مؤسسة الأعلمي للمطبوعات، بيروت)

(۲) (اس قسم کی کوئی عبارت ''تحفۂ اثنا عشریہ'' میں تلاش بسیار کے باجود نہیں ملی)

(۳) (مر تخريجه تحت عنوان ''محمد بن الحنفیہ کا حال'')

بہشتی زیور میں کچھ معتبر اور غیر معتبر کتابوں کے نام درج ہیں وہاں دیکھ لیں، اور جس کتاب کے متعلق معلوم ہو کہ یہ معتبر ہے اس کو ہی دیکھیں، خدا کے فضل سے ایسی کتابوں کی کمی نہیں، اس سے مسرت ہوئی کہ آپ صحیح کتابوں کو پڑھنے کی فکر کرتے ہیں، غلط کتابوں سے پرہیز کرتے ہیں، حق تعالیٰ برکت دے اور مدد فرمائے، آمین۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹/۲/۱۳۹۴ھ۔

محمد بن حنفیہ کی نسبت

سوال[۱۲۶۳]: آپ نے جواس سے قبل فتوے میں تحریر فرمایا ہے کہ محمد بن حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ خولہ بنت جعفر یمامیہ کے لڑکے ہیں۔ اس سے تو یہ مطلب نکلتا ہے کہ محمد، حنفیہ کے لڑکے ہیں، اگر خولہ کے لڑکے ہیں تو محمد بن خولہ ہونا چاہیے۔

آیا یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مالِ غنیمت میں آئے یا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پشت خولہ کے بطن سے پیدا ہوئی یا یمامہ میں پیدا ہوئے؟ اور جعفر یمامیہ کون تھا، یہودی یا نصرانی؟ اس کو مفصل بیان کر کے تحریر فرمائیں تا کہ شک رفع ہو جائے۔

الجواب حامداً مصلیاً:

یہ خولہ کے بطن سے حضرت علی کی صلب سے پیدا ہوئے ہیں، ان کی والدہ خولہ حنفیہ کہلاتی ہیں(۱)، یہ ان کے قبیلہ کی طرف نسبت ہے۔ کوئی باپ کی نسبت سے مشہور ہو جاتا ہے اور کوئی ماں کی نسبت سے اور کوئی وطن

---

(۱) "وأما ابنه محمد الأكبر فهو ابن الحنفية، وهي خولة بنت جعفر بن قيس ...... سبّاها خالد أيام الصديق أيام الردة من بني حنيفة، فصارت لعلي بن أبي طالب، فولدت له محمداً هذا". (البداية والنهاية، أحوال سنة أربعين من الهجرة، ذكر زوجاته وبنيه وبناته رضي الله عنهم: ۵/۳۴۳، الرمز: ۱۲۵/۲، دارالفكر بيروت)

"وله محمد بن علي الأكبر الذي يقال له: محمد بن الحنفية، أمه خولة ابنة جعفر بن قيس اهـ". (تاريخ الطبري، ذكر الخبر عن أزواجه وأولاده: ۴/۱۱۸، مؤسسة الأعلمي، بيروت)

کی نسبت سے اور اس نسبت میں بسا اوقات اصلی نام مخفی اور غیر مشہور ہوجاتا ہے اور اسی طرح یہ بھی اپنے قبیلہ کی نسبت سے مشہور ہوگئیں۔ یمامہ کی جنگ میں گرفتار کر کے لائی گئیں (۱)۔ ان کے متعلق ایک قول یہ بھی ہے کہ حبشیہ تھیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

یزید کی نسل

سوال[۱۱۲۶۴]: یزید پلید کی اولاد کا سلسلہ جاری ہے یا نہیں، اگر ہے تو کس جگہ ہے؟ یزید پلید کے بعد اس کا فرزند معاویہ بن یزید کو خلافت کی مسند پر بٹھانا چاہا، مگر تخت پر بیٹھ کر اس نے نصیحت کی اور اپنے باپ کا ظلم بیان کیا اور تخت پر سے اتر گیا اور کہا: ابوسفیان کے خاندان میں سے جس کو تخت پر بیٹھنا ہو وہ بیٹھے، مجھ کو اس تخت نشینی سے کوئی تعلق نہیں، معاویہ کے بعد تخت پر کون بیٹھا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یزید کے ہاتھ پر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بیعت نہیں کی تھی، اس کے مرنے پر حجاز ویمن، عراق وخراسان کے لوگوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر کے ہاتھ بیعت کرلی تھی اور معاویہ بن یزید کے انتقال پر اہلِ شام ومصر نے بھی کرلی اور وہ مستقل خلیفہ ہوگئے، كذا في تاريخ الخلفاء، ص:۱٤۸ (۳)۔

---

(۱) "واسمها خولة بنت جعفر بن قيس ...... وكانت من سَبْيِ اليمامة الذين سباهم أبوبكر الصديق، وقيل: كانت أمه لبني حنيفة، ولم تكن من أنفسهم". (تهذيب الكمال في أسماء الرجال، ترجمة محمد بن علي بن أبي طالب ...... ابن الحنفية: ۱۴۸/۲۶، رقم الترجمة: ۵۴۸۴، مؤسسة الرسالة)

(وكذا في الطبقات الكبرى لابن سعد، ترجمة محمد بن الحنفية: ۹۱/۵، دار صادر بيروت)

(وكذا في كتاب الثقات لابن حبان، باب الميم: ۳۴۷/۵، دار الفكر، بيروت)

(۲) تلاشِ بسیار کے باوجود "خولہ حنفیہ" کے متعلق یہ قول نہیں ملا کہ وہ حبشیہ تھی۔

(۳) "وكان (أي عبد الله بن الزبير) ممن أبى البيعة ليزيد بن معاوية ......فلما مات يزيد بويع له بالخلافة، وأطاعه أهل الحجاز واليمن والعراق وخراسان، ......ولم يبق خارجًا عنه إلا الشام ومصر، فإنه بويع بهما معاوية بن يزيد، فلم تطل مدته، فلما مات أطاع أهلها ابن الزبير وبايعوه". (تاريخ الخلفاء، ص: ۱۷۵، ۱۷٦، مؤسسة الكتب الثقافية)

یزید کے خاندان اور نسل کا مجھے علم نہیں کہ اب بھی اس کی اولاد کہیں موجود ہے یا نہیں، یہاں کوئی تاریخ بھی ایسی دستیاب نہیں ہوئی جس سے معلوم ہو سکے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

کیا یزید نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پیغامِ نکاح دیا تھا؟

سوال[۱۶۶۵]: ہمارے یہاں ایک پیر صاحب ہیں وہ اکثر اپنے وعظ میں کہا کرتے تھے کیا یہ صحیح ہے کہ یزید نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس شادی کا پیغام بھیجا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یزید نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو پیغامِ نکاح دیا تھا یا نہیں، مجھے اس کی تحقیق نہیں (۱)۔

مروان کا مدینہ سے اخراج پھر واپسی

سوال[۱۶۶۶]: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان کو مع ان کے باپ ''الحکم'' کو کس وجہ سے مدینہ منورہ سے نکال دیا تھا، جس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی حکومت میں بلا لیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مروان کے باپ کی یہ عادت تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو منافقین سے کہہ دیتا تھا، اسلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکال دیا تھا، کذافی الاستیعاب، (۲) اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلا لیا تھا کہ

---

(۱) کتبِ تواریخ میں کہیں اس کی صراحت نہیں ملی البتہ قرآن کی آیت: ﴿وأزواجه أمهاتهم﴾ کے عموم سے ایسا ممکن دکھائی نہیں دیتا۔

(۲) ''فعلى قول مالک توفي رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو (أي مروان) ابن ثمان سنين أونحوها، ولم يره؛ لأنه خرج إلى الطائف طفلاً لايعقل، وذلک أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان قد نفا أباه الحكم إليها، فلم يزل بها حتى وُلّي عثمان بن عفان رضي الله عنه، فرده عثمان، فقدم المدينة هو وولده في خلافة عثمان الخ''. (الاستيعاب: ۱۳۸۶/۳، باب مروان، دار الجيل، بيروت)

اس وقت یہ خطرہ نہیں تھا، کیونکہ منافقین نہیں رہے تھے، نیز وہ آپ -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- کا رشتہ دار بھی تھا، صلہ رحمی کا آپ میں غلبہ تھا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

کیا حضرت حسن بصری صحابی ہیں؟

سوال[۱۲۶۷]: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ صحابی ہیں یا تابعی؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صحابی تو یقیناً نہیں، تابعی ہیں، کذا فی فتاویٰ ابن حجر المکی ص:۱۲۶(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا سنِ پیدائش

سوال[۱۲۶۸]: حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کس سن ہجری میں پیدا ہوئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام ۸۰ھ میں پیدا ہوئے، کذا فی مقدمۃ الأوجز(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ۔

---

(۱) "وسئل نفع الله بعلومه: هل سمع الحسن البصری من کلام علیّ رضی الله عنه ...... فأجاب بقوله: اختلف الناس فیه، فأنکره الأکثرون، فأثبته جماعة. قال الحافظ السیوطی: هو الراجح عندی کالحافظ ضیاء الدین المقدسی فی "المختارة" والحافظ شیخ الإسلام ابن حجر فی أطراف "المختارة" لوجوه: .... الثانی: أنه وُلد لسنتین بقیتا من خلافة عمر، و میّز لسبع، وأمر بالصلوة فکان یحضر الجماعة، و یصلی خلف عثمان إلی أن قتل، و علیّ إذ ذاک بالمدینة یحضر الجماعة کل فرض .... و سن الحسن إذ ذاک أربع عشرة سنةً، فکیف ینکر سماعه منه .... قال علی بن المدینی: رأی الحسن علیاً بالمدینة وهو ملام". (الفتاویٰ الحدیثیه، ص: ۲۳۶، مطلب فی أن الحسن البصری سمع من علیّ علی الصحیح، قدیمی)

(۲) "وولد الإمام رضی الله عنه سنة ثمانین بالکوفة فی خلافة عبد الملک بن مروان". (أوجز المسالک، =

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا عشاء کے وضو سے فجر کی نماز

سوال[۱۶۶۹]: امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں سنا ہے کہ آپ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی ہے، ایک صاحب اس کا بھی انکار کرتے ہیں، آپ ارشاد فرمائیں کہ یہ بات کہاں تک درست ہے، میں نے سنا ہے کہ علامہ شبلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو سیرت النعمان میں غلط کہا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بعض کتابوں میں امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھنا منقول ہے(۱)۔

علامہ شبلی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے ہم خیال لوگوں نے اس کو غلط کہا ہے(۲)، مگر جو وجہ غلط ہونے کی

= الباب الرابع: ۱/۸۶،ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(وكذا في شرح مقدمة المشكاة من مرقاة المفاتيح، ترجمة الإمام أبي حنيفة و مناقبه: ۱/۴۷، رشيديه)

(۱) قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: "وقال إسماعيل بن أبي رجاء: رأيت محمدًا في المنام فقلت له: مافعل الله بك؟ فقال: غفرلي، ثم قال: لو أردت أن أعذبك، ماجعلت هذا العلم فيك، فقلت له: فأين أبويوسف؟ قال: فوقنا بدرجتين، قلت فأبو حنيفة؟ قال: هيهات ذاك في أعلىٰ عليين ...... كيف وقد صلى الفجر بوضوء العشاء أربعين سنة، وحج خمسًا وخمسين حجةً، ورأى ربه في المنام مائة مرةٍ ......الخ". (الدرالمختار، المقدمة: ۱/۵۱، سعيد)

(وكذا في "إقامة الحجة على أن الإكثار في التعبدليس ببدعة، للعلامة اللكنوي، ص: ۲۸، في ضمن مجموع رسائل اللكنوي: ۲/۱۷۸، إدارة القرآن)

(وكذا في ابن البزاز الكردري، ص: ۲۲۴، مكتبة اسلامية، كوئٹه)

(وكذا في إحياء العلوم: ۱/۵۱۷، دارالاشاعت كراچی)

(وكذافي تذكرة النعمان، ترجمة عقود الجمان، ص: ۲۸۷، كتب خانه مظهری)

(وكذا في مقدمة مرقاة المفاتيح شرح المشكوة، ترجمة الإمام أبي حنيفة و مناقبه: ۱/۷۷، رشيديه)

(۲) علامہ شبلی فرماتے ہیں: "ہمارے تذکرہ نویسوں نے امام کے اخلاق وعادات کی جو تصویر کھینچی ہے اس میں خوش اعتقادی اور مبالغہ کا اس قدر رنگ بھرا ہے کہ امام صاحب کی اصلی صورت پہچانی نہیں جاتی، چالیس برس تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ...... حالانکہ یہ واقعات نہ تاریخی اصول سے ثابت ہیں نہ ان سے کسی کے شرف پر استدلال ہوسکتا ہے ...... اس قسم کے =

لکھی ہے وہ کوئی معقول وجہ نہیں، یہ لوگ بزرگانِ دین کے احوال ومقامات سے نیز ان کے مجاہدوں سے واقف نہیں، ان کی زندگی کو اپنی زندگی پر قیاس کرتے ہیں، ان کا قیاس بے محل اور غلط ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱۱/۸۸ھ۔

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا منصور کے خلاف کا واقعہ

سوال[۱۶۷۰]: ہروہ حکومت جو قرآن وحدیث کے مطابق نہیں ہے، باطل ہے، اگر ایسی باطل حکومت میں کوئی خفیہ تنظیم مسلمانوں کو جمع کر کے اگر جہاد کیا جائے تو شریعت کے مطابق ہوگا یا نہیں؟ اس طرح کا ایک واقعہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے وقت بادشاہ منصور کے وقت میں پیش آیا تھا، جواب دلیل کے ساتھ دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے منصور کے مقابلہ میں کونسی فوج بنائی اور جہاد وقتال کیا، میرے علم میں نہیں، امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی سوانح اور منصور کی تاریخ میں مجھے اس فوج اور جہاد وقتال کا پتہ نہیں ملا، ہاں اتنی بات تھی کہ جو حکم ایسا ہو کہ حکمِ خدا، ورسول کے خلاف تھا اس کے سامنے سر نہیں جھکایا، اور سب کو اپنی حیثیت کے موافق اس کا لحاظ لازم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۶/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۶/۹۰ھ۔

کیا کعبہ حضرت رابعہ رحمہا اللہ تعالیٰ کے استقبال کو گیا تھا؟

سوال[۱۶۷۱]: حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کی کرامات میں یہ روایت کہاں تک درست ہے کہ وہ جب حج بیت اللہ کیلئے تشریف لے گئیں تو کچھ فاصلہ پر کعبہ ان کے استقبال کو گیا، اس وقت جب ایک بزرگ طواف کی غرض سے حرم میں پہنچے تو کعبہ کو وہاں نہ پایا۔ اگر یہ روایت صحیح ہے تو اس کی کیا حقیقت ہے؟ کیا عینِ کعبہ اپنی جگہ سے چلا گیا تھا یا مثلِ کعبہ؟ اس قسم کی باتیں وعظ میں کہنا کیسا ہے؟

= واقعات کے لئے ایسی سند درکار ہے جس میں ذرا بھی شبہ کی گنجائش نہ ہو یعنی حدیثِ صحیح مرفوع متصل کے لئے جو قیدیں ضروری ہیں ان سے بھی بڑھ کر الخ''۔ (سیرت النعمان، اخلاق وعادات، ص: ۵۴، ۵۵، دارالاشاعت کراچی)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: مایتعلق بالحدیث، قلیل وقت میں کثیر عبادت ایک روایت پر اشکال کا جواب''۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ روایت حدیث شریف کی روایت نہیں، جس کیلئے سندِ متصل تلاش کر کے بتایا جا سکے نہ اس کی تحقیق کی ضرورت ہے، عوام کے سامنے ایسی باتیں تقریر میں بیان کرنا ان کو پریشانی میں مبتلا کرنا ہے، جب تک وہ حقیقت نہیں سمجھیں گے پریشان رہیں گے اور ہر ایک میں حقیقت سمجھنے کی صلاحیت نہیں۔ کعبۃ اللہ تجلی گاہ ہے وہ مخصوص تجلی جب کسی اَور جانب ہوتی ہے تو بعض اہلِ کشف کہتے ہیں کہ کعبۃ اللہ اپنی جگہ پر موجود نہیں یعنی اس کی مخصوص تجلی نہیں رہی کسی اَور جگہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲/ ۶/ ۹۷ھ۔

شہر بانو بنت یزدجرد کا ایمان

سوال[۱۶۷۲]: نوشیرواں عادل بادشاہ کے لڑکے کا کیا نام تھا لڑکے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ثابت ہے یا نہیں، کیونکہ نوشیرواں کی پوتی شہر بانو کے والدین کا ایمان لانا ثابت ہے یا نہیں جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں اور شہر بانو کے والدین یعنی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے خسر وساس کس مذہب پر تھے، یعنی شہر بانو کے والدین؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جنگِ قادسیہ میں شاہ فارس یزدجرد کی تین بیٹیاں گرفتار ہو کر آئی تھیں: ایک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے کو ملی جس سے حضرت قاسم پیدا ہوئے، دوسری حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے کو ملی جس سے حضرت سالم پیدا ہوئے، تیسری حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ملی جس سے حضرت زین العابدین پیدا ہوئے۔ نکاح کہاں ثابت ہے اور کیا ضرورت تھی اس لئے کہ وہ تو باندی تھیں۔ یزدجرد یا اس کی بیوی کا ایمان لانا کسی کتاب میں نہیں دیکھا، ان تینوں لڑکیوں کا حال حیوۃ الحیوان اور تاریخ الخمیس میں درج ہے(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) وقال في شواهد النبوة اسم أمّه شهر بانو بنت يزدجرد من أولادِ أنو شيروان العادل انتهىٰ.

وفي حياة الحيوان: قال ابن خلكان كانت أمه سلامة بنت يزدجرد آخر ملوك الفرس، و ذكر الزمخشري في ربيع الأبرار، أن يزدجرد كان له ثلاث بنات سُبّين في زمن عمر بن الخطاب، فحصلت واحدة منهن لعبد الله بن عمر فأولدها سالماً، و الأخرىٰ لمحمد بن أبي بكر .... والأخرىٰ للحسين الخ". (تاريخ الخميس ذكر الأئمة الاثنى عشر: ۲/ ۲۸۶، بيروت)

(وكذا في حيوة الحيوان اردو: ۱/ ۶/ ۴۱۲، إداره اسلاميات)

تاریخِ ہند

کیا سب سے پہلے خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ ہندوستان میں آئے؟

سوال[۱۶۷۳]: ایک صاحب کہتے ہیں کہ ہندوستان میں سب سے پہلے خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ آئے ہیں، ان سے پہلے اور کوئی مسلمان نہیں آیا۔ کیا ان کا کہنا صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہندوستان میں پہلی صدی ہجری میں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کا آنا ثابت ہے، محمد بن قاسم کا علاقہ سندھ میں آنا بکثرت تواریخ میں مذکور ہے، پھر بعد میں بھی تقریباً ہر صدی میں کچھ نہ کچھ مسلمان آتے رہے ہیں (۱) لیکن یہ ظاہر ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح یہاں رہ کر مستقلاً تبلیغِ دین فرمائی ہے وہ ان کا ہی حصہ ہے، اس طرح ان سے پہلے یہ خدمت کسی نے انجام نہیں دی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

خواجہ اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد

سوال[۱۶۷۴]: میں نے ایک کتاب میں پڑھا تھا کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ

---

(۱) مفکرِ اسلام مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اسلامی دنیا کیلئے ہندوستان کی دریافت اور یافت ''نئی دنیا'' کی دریافت سے کم انقلاب انگیز اور عہد آفریں واقعہ نہ تھا، اگرچہ پہلی صدی ہجری ہی میں یہاں اسلام کے حوصلہ مند دستے آنے شروع ہوگئے تھے اور ۹۳ھ میں محمد بن قاسم ثقفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سندھ سے ملتان تک کے علاقہ کو اپنی شمشیر واخلاق سے تسخیر کرلیا تھا، اور برصغیر (ہند) میں جابجا داعیانِ اسلام کے مرکز وخانقاہیں چھوٹے چھوٹے جزیروں کی طرح قائم ہوچکی تھی''۔ (تاریخ دعوت وعزیمت: ۳/۲۱، مجلس نشریات اسلام، کراچی)

(۲) ''ہندوستان میں جو کچھ خدا کا نام لیا اور اسلام کا کام کیا گیا وہ چشتیوں اور ان کے مخلص وعالی ہمت بانی سلسلہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حسنات اور کارناموں میں شمار کئے جانے کے قابل ہے''۔ (تاریخ دعوت وعزیمت: ۳/۲۹)

کے ہاتھ پر نوے لاکھ آدمی مسلمان ہوئے تھے، لیکن ایک صاحب اس کا انکار کرتے ہیں کہ یہ بات کسی تاریخ سے ثابت نہیں، لہٰذا آپ ارشاد فرمائیں کہ یہ بات درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بہت بڑی تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے (۱)۔ ایک عیسائی نے نوّے لاکھ تعداد لکھی ہے، ہوسکتا ہے کہ اس کا مبالغہ ہو، ایسی باتوں پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۱۵/۱۱/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۱۶/۱۱/۸۵ھ۔

بانی جامع مسجد دہلی

سوال[۱۶۷۵]: جامع مسجد دہلی کس نے تعمیر کرائی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مشہور ہے کہ شاہجہاں نے بنوائی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

کیا صابر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیوی کو جلا دیا تھا؟

سوال[۱۶۷۶]: صابر میاں بلاشک بزرگ تھے، مگر روایت ملتی ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو جلا دیا تھا غصہ میں آکر، اور جبکہ شبِ وصال تھی اور صابر میاں نے بیوی کا حق پورا نہ کیا اور وہ بزرگ تھے تو بیوی کا حق ادا کرنا فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کیوں کیا، اور ایک جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”ایسی

---

(۱) ”کسی قدیم تاریخی ماٰخذ میں ان تبلیغی مساعی کی تفصیلات اور ان کے نتائج واثرات کا مستند ومعین طریقہ پر تذکرہ نہیں ملتا، عام طور پر اتنا ذکر کیا جاتا ہے کہ کثیر وعظیم تعداد میں بندگانِ خدا نے ان سے ایمان واحسان کی دولت پائی اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوئے“۔ (تاریخ دعوت وعزیمت: ۳/۳۰، مجلس نشریات اسلام کراچی)

(۲) (”مسلم ثقافت ہندوستان میں“ ص: ۳۷۵، ۳۷۷، ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور)

بیوی سے شادی کرو جو زیادہ بچے پیدا کرے"، کے خلاف ہوا، تو ان کے بزرگ ہونے میں شک ہوا یا نہیں؟ اگر نہیں ہوا تو حدیث کے خلاف بات کیوں ہوئی؟ ان کا مدلل جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

میں نے کسی کتاب میں ایسا نہیں پڑھا کہ حضرت مخدوم علی احمد صابر رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیوی کو جلا دیا، (۱)، بیوی یا کسی بھی انسان کو جلا دینا شرعاً درست نہیں (۲)، بزرگوں کی طرف کچھ معتقدین، کچھ مخالفین غلط باتیں منسوب کر دیتے ہیں جن کا کوئی ثبوت نہیں ہوتا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۳/۱۴۰۶ھ۔

قیام دارالعلوم ومظاہر علوم کی تاریخ

سوال [۱۶۷۷]: دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور، کس تاریخ سن میں قائم ہوئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دارالعلوم دیوبند ۱۵/محرم ۱۲۸۳ھ (۳)، اور مظاہر علوم سہارنپور، رجب ۱۲۸۳ھ میں (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/صفر/۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) "حضرت صابر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی حالات کیلئے دیکھئے: ("خواجگانِ چشت" مؤلف منیر لکھنوی، ص: ۹۹، سعید)

(۲) قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "لا ینبغی أن یعذب بالنار إلا رب النار". (أبو داود، باب قتل الذر: ۲/۳۶۸، امدادیہ ملتان)

(۳) ۱۵/محرم الحرام ۱۲۸۳ھ مطابق ۳۰/مئی ۱۸۶۷ء۔ (تاریخ دارالعلوم دیوبند، قاری محمد طیب رحمہ اللہ تعالیٰ، ص: ۱۴، دار الاشاعت، کراچی)

(وکذا فی دار العلوم دیوبند، ص: ۸۷، تأسیس دار العلوم، اکادیمیہ شیخ الهند)

(۴) "یکم رجب ۱۲۸۳ھ مطابق ۹/ نومبر ۱۸۶۷ء۔ (جامعہ مظاہر علوم اہل کمال کی نظر میں، ص: ۸، ناشر جامعہ مظاہر علوم سہارنپور)

مولانا اشرف علی رحمہ اللہ تعالیٰ کے جانشین

سوال[۱۶۷۸]: مولانا اشرف علی رحمہ اللہ تعالیٰ کے جانشین کون ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جانشین تو معلوم نہیں، البتہ خلفاء بہت ہیں جن کے نام مختلف کتابوں میں چھپے ہوئے ہیں جو اپنی اپنی جگہ دین کی خدمت کر رہے ہیں(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/۳/۵۹ھ۔

الجواب صحیح:سعید احمد غفرلہ، صحیح:عبداللطیف، ۴/ ربیع الثانی/۵۹ھ۔

جمعیۃ العلماء کا جھنڈا

سوال[۱۶۷۹]: جمعیۃ العلماء کے ہاتھوں میں جو سفید اور کالی دھاریوں والا جھنڈا پرچم ہے آیا اس کا ثبوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یا نہیں؟ مثبت پہلو پر صحیح ابتداء علَمِ نبوی کی روایت سے مع دلیل واضح فرما کر شکریہ کا موقع دیں، کرم ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک جھنڈا سفید اور کالی دھاری کا بھی تھا(۲)۔فتح الباری شرح بخاری: ۶/۸۹(۳) اور عمدۃ

---

(۱) تفصیل کیلئے دیکھئے: (ڈاکٹر فیوض الرحمٰن کی تالیف، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے خلفائے کرام"، مجلس نشریات اسلام کراچی)

نیز دیکھئے: ("کاروانِ تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ" تالیف حافظ اکبر شاہ بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ، ادارۃ المعارف، کراچی)

(۲)"وكانت له راية سوداء يقال لها: العقاب وفي "سنن أبي داود" عن رجل من الصحابة قال: رأيت راية رسول الله صلى الله عليه وسلم صفراء..... وربما جعل فيها الأسود". (زاد المعاد ص: ۱۵۱، دار الفكر، بيروت)

(۳)"وأورد حديث جابر رضي الله عنه "أن رسول الله صلى الله عليه وسلم دخل مكة ولواؤه أبيض "ثم ترجم للرايات وأورد حديث البراء "أن راية رسول الله صلى الله عليه وسلم كانت سوداء مربعة من نمرة".....الخ ولأبي الشيخ من حديث ابن عباس رضي الله عنهما: "كان مكتوباً على رأيته : لاإله إلا الله =

القاری شرح بخاری: ۷/۲۳، میں ہے: "حدیث البراء إن رایة رسول اللّٰه کانت سوداء مربعة من نمرة"۔الخ (۱) اور مجمع البحار: ۳/ ۳۹۷ میں نمرہ کی تحقیق کے ذیل میں لکھا ہے:

"وفیه فجاءه قوم مجتابی النمار هی کل شملة مخططة من أزر العرب، فهی نمرة وجمعها نمار کأنها أخذت من لون النمر لِمَا فیها من السواد والبیاض وهی من الصفات الغالبة: أی جاء ه قوم لابسی أزر مخططة من صوفٍ الخ"(۲)۔

سفید، زرد، سیاہ جھنڈے کی بھی روایت عینی اور فتح الباری میں مذکور ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۳/۹۴ھ۔

گول اور لمبی ٹوپی کی سنیت کی تحقیق مع فتاویٰ دارالعلوم ومظاہر علوم

سوال [۱۰۶۸۰]: ہمارے مغربی بنگال میں ٹوپی سے متعلق ایک اشتہار چھپایا گیا ہے جس کے

=محمد رسول الله". وسنده واه، وقیل: کانت له رایةٌ تُسمّی العقاب سوداء مربعة، ورایةٌ تسمّی الرایة البیضاء" وربما جعل فیها شیئ أسود". (فتح الباری، کتاب الجهاد والسیر: ۶/ ۵۲،قدیمی)

(۱) دیکھئے: (عمدة القاری، کتاب الجهاد والسیر، باب ماقیل فی لواء النبی صلی الله علیه وسلم: ۱۴/ ۲۳۲، إدارة الطباعة المنبریه)

(۲) (مجمع البحار: ۴/ ۷۸۶، مجلس دائرة المعارف،حیدرآباد دکن هند)

(۳) "وجنح الترمذی إلی التفرقة فترجم بالأولویة و أورد حدیث جابر أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم دخل مکة و لواؤه أبیض ثم .... و أورد حدیث البراء أن رایة رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کانت سوداء مربعة من نمرة، و حدیث ابن عباس: کانت رایته سوداء و لواؤه أبیض .... وردف أبوداود عن طریق سماک: رأیت رایة رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم صفراء..........اهـ". (فتح الباری، کتاب الجهاد، باب ما قیل فی لواء النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: ۶/ ۱۲۷، ۱۲۶، رقم الحدیث: ۲۹۷۴، دارالمعرفة بیروت)

(وکذا فی عمدة القاری، باب ما قیل فی لواء النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: ۱۴/ ۲۳۲، إدارة الطباعة المنیریة، بیروت)

اندر تمام جگہوں سے استفتاء کیا گیا ہے اور وہ تمام فتوے اس کے اندر جمع کر دیئے گئے، اور اس میں مفتی ابوظفر صاحب فروردی (مفتی بنگال وآسام) نے یہ فتوی دیا ہے کہ: ''الجواب: مواہب لدنیہ(۱) وتحفۃ الاحوذی فی شرح الترمذی (۲) اور مشکوٰۃ (۳) میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام گول ٹوپی پہنتے تھے، محبانِ سنت کو ضروری ہے کہ لمبی کے بجائے گول ٹوپی استعمال کریں اور حدیث: "من أحب سنتی فقد أحبنی، ومن أحبنی کان معی فی الجنة" کے مصداق بنیں، کتبہ ابوظفر غفرلہ۔

اور دارالعلوم دیوبند کے مفتی جمیل الرحمٰن صاحب کا فتویٰ۔

''الجواب صحیح: گول اور سر مبارک سے چپٹی ہوئی تھی، کما ھو المستفاد من شرح المواھب للإمام الزرقانی: ۹/۵ (٤)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمد جمیل الرحمٰن دارالعلوم دیوبند۔

اسی طریقہ پر مظاہر علوم سہارنپور کا فتویٰ۔ ''الجواب: گول ٹوپی پہننا جائز ہے، فتاوی رشیدیہ، ص:۴۸۳ (۵) صحابہ کرام کی ٹوپی اٹھی ہوئی نہیں ہوتی تھی، مشکوٰۃ شریف، ص:۳۷۴، میں روایت:" عن أبی کبشة قال: کمام أصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بطحا"۔ وفی مرقاۃ المفاتیح: "أی مبسوطة علی رؤسھم ولازقة مع رؤسھم غیر مرتفعة"(٦)۔ فقط۔ کتبہ مظفر حسین المظاہری۔

---

(۱) "وعن أبی کبشة الأنماری قال: کانت کمام أصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بطحاً، وفی روایة: أکمه، و هما جمع کثرة وقلة، والکمة : القلنسوة، یعنی أنها کانت منبطحة غیر منتبعة.

و فی شرحه : "وفی المصباح: الکمة بالضم: القلنسوة المدوّرة ؛ لأنها تغطی الرأس". (شرح المواهب اللدنية، النوع الثانی فی لباسه و فراشه: ۲۷۸/٦ ، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۲) (وکذا فی تحفة الأحوذی بشرح جامع الترمذی ، کتاب اللباس، باب بعد باب ماجاء فی ترقیع الثوب: ۴۷۹/۵، رقم الحدیث: ۱۸۴۲ ، المکتبة السلفية بالمدينة المنورة)

(۳) (مشکوة المصابیح، کتاب اللباس ، الفصل الثانی ،ص: ۳۷۴، قدیمی)

(۴)(شرح المواهب، النوع الثانی فی لباسه وفراشه: ۲۷۸/٦، دارالکتب العلمیه، بیروت)

(۵) (فتاوی رشیدیه ، کتاب جواز و حرمت کے مسائل ، ص: ۵۷٦، سعید)

(٦)(مشکوة المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۴، قدیمی)

کمہ کی جمع کمام ہے کمہ کے معنی گول ٹوپی کذا فی القاموس (۱)۔ ان تمام روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گول ٹوپی کا استعمال کرنا سنت ہے کہ جس کی سنیت حدیث سے ثابت ہے۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ جو علمائے دیوبند لمبی ٹوپی استعمال کرتے ہیں اس کی سنیت میں کوئی ثبوت ہے کہ نہیں اور ہماری اس ٹوپی کا رواج ڈالنے والے علمائے دیوبند ہی ہیں، کیا مطلق ٹوپی کا استعمال ہی سنت ہے یا اس کے اندر اس کی ہیئت کا لحاظ رکھنا ضروری ہے؟ اور وہ ہیئت بھی کون سی ہے جن سے سنیت ادا ہو جائے گی اور ان میں افضل کون سی ہوگی؟ اگر ہم صرف یہ کہیں کہ ٹوپی کا استعمال سنت زوائد میں سے ہے، لہذا جو چاہے پہنے تو یہ بات کافی نہیں ہے کیونکہ جب ہم ٹوپی سنت ہی کی نیت سے پہنتے ہیں تو جس سے سنت کامل درجہ کی ادا ہو وہی استعمال کریں، ورنہ تمام زندگی ٹوپی سر پر لئے پھریں لیکن کامل سنت ادا نہیں ہوگی، یا اس کے لئے جو کامل درجہ کی سنت پر عمل کرنا چاہے اگر چہ شرعاً زیادہ اہم نہیں ہے لیکن اس کے متعلق کبھی علمائے فروردی کے ساتھ ہمارا اہم کلام ہوتا ہے، اس وقت ہمارا جواب دینا بسا اوقات مشکل ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت سے عرض یہ ہے کہ اس کو تفصیل وار تشفی بخش جواب دیکر مشکور فرمائیں۔ ٹوپی کا استعمال سنت زائدہ ہے یا اس کی ہیئت سنت زائدہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو عبارت بحوالہ اشتہار نقل کی ہیں مشکوٰۃ ومرقاۃ سے ان میں گول ٹوپی کی تصریح نہیں، صرف یہ بات مذکور ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ٹوپیاں سر سے چپکی ہوئی ہوتی تھیں اوپر کو اُبھری ہوئی بلند نہیں تھیں "مسبوطة على رؤسهم ولازقة مع رؤسهم غير مرتفعة اه" مگر مرقات ہی میں یہ بھی موجود ہے "وكان ربما نزع قلنسوته فجعلها سترةً بين يديه ويصلي اه"، مرقاة: ١٨/٢٤٦ (٢)، جو ٹوپی سر سے چپکی ہوئی ہو، اٹھی ہوئی نہ ہو اس سے سترہ کا کام کس طرح لیا جائے گا جبکہ سترہ کے متعلق یہ بھی موجود ہے کہ "سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم من سترة المصلي؟ فقال: "مثل مؤخرة الرحل" إلى قوله: وفسرت بأنها ذراع فما فوقه اهـ". مراقي الفلاح، ص: ٢٤٠ (٣)۔ المواهب اللدنيه اور تحفة

---

(۱) المنجد، ص: ۸۹۳، دار الاشاعت کراچی)

(۲) "كانت مسبوطة على رؤسهم لازقة غير مرتفعة عنها، الخ. وكان ربما نزع قلنسوته فجعلها سترة بين يديه وهو يصلي". (مرقاة المفاتيح: ۸/۱۴۱، رشيديه)

(۳) "لأن سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم من سترة المصلى فقال: "مثل مؤخرة الرحل" الخ =

الأحوذی کی عبارتیں منقول نہیں جن میں غور کیا جائے، صرف نام مذکور ہیں پہلے اشتہار کا دعویٰ ثابت ہو جائے تب دوسری باتوں کا نمبر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۹۶/۶/۱۶ھ۔

اعلیٰ حضرت بریلوی کی سند

سوال[۱۶۸۱]: کیا مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ دونوں ایک ہی استاد کے شاگرد ہیں؟ اگر نہیں تو بریلوی صاحب کے استاد کون صاحب ہیں، وہ باقاعدہ عالم کا نصاب پڑھے ہوئے تھے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب بریلوی نے اپنے والد مولانا نقی علی خان صاحب سے پڑھا ہے، انہوں نے مولانا یعقوب علی خاں صاحب سے سنا ہے، انہوں نے شاہ محمد اسحٰق صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھا ہے۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب مجددی محدث دہلوی سے پڑھا ہے۔ خانصاحب نے اپنی سند فتاویٰ رضویہ کے شروع میں اللہ تک پہونچائی ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

کیا اعلیٰ حضرت نے دارالعلوم میں پڑھا ہے؟

سوال[۱۶۸۲]: ۱......زید وبکر کے درمیان عرصہ سے یہ بحث جاری ہے کہ مولوی احمد رضا خان بریلوی نے اپنی ابتدائی تعلیم اور دورۂ حدیث دارالعلوم دیوبند میں دورِ اول کے اساتذہ سے حاصل کی ہے، اور سندِ فراغت حاصل کی ہے، زید اس بارے میں اثبات کرتا ہے بکر نفی کرتا ہے۔ حضرت والا کو حکم بنایا گیا ہے کہ زید وبکر کے درمیان اثبات ونفی کرنے کے سلسلہ میں فیصلہ صادر فرمائیں کہ کون صحت پر قائم ہے؟

= وفسرت بأنها ذراع، الخ فمافوقه كذا في غاية البيان". (مراقي الفلاح ص: ۳۶۶،۳۶۵، قديمي)

(۱)(فتاویٰ رضویه، سند الفقير في الفقة المنير: ۸/۱، سني دار الاشاعت علويه رضويه، فيصل آباد)

۲......زید وبکر کے درمیان دوسری بحث یہ بھی جاری ہے کہ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب کے مریدین اور خلفاء میں مولوی احمد رضاء خان بریلوی بھی داخل ہیں اور یہ ارادت وخلافت کا معاملہ اس وقت ہوا جب حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہندوستان سے ہجرت کر کے مکہ معظمہ میں مستقل سکونت اختیار فرمائی تھی، زید کا پہلو اس بحث میں اثبات کا ہے اور بکر نفی کا پہلو لئے ہوئے ہے، لہذا حضرت والا منصبِ حَکم سے تحقیقی فیصلہ صادر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱،۲......مثبت کیلئے بینہ (دلیل) پیش کرنا ضروری ہوتا ہے، منکر کیلئے بینہ کی ضرورت نہیں، یہ مسلّمہ اصول ہے، لہذا زید اپنے دعویٰ کے ثبوت کیلئے دلیل پیش کرے، ورنہ اس کا دعویٰ واجب التسلیم نہیں، جس شخص نے خانصاحب کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہوگا وہ ہرگز زید کے دعویٰ کو تسلیم نہیں کرے گا، ان کی کتابوں میں اکابرِ دیوبند پر اس قدر سب وشتم ہے کہ شاید روافض کی کتابوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر بھی نہ ہو، جن اساتذہ سے علم دین حاصل کیا جائے کیا ان کے احترام کا یہی تقاضا ہوتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۳/۹۵ھ۔

اردو کس نے ایجاد کیا؟

سوال[۱۲۸۳]: اردو کس نے ایجاد کیا ہے اور کہاں سے کیا اور کس سن سے ہوا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی بادشاہ کے لشکر میں مختلف علاقوں کے لوگ تھے زبانیں الگ الگ تھیں، ان کی مجموعی زبان اردو ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) ''اردو زبان کی ابتدا کے بارے میں کئی نظریے پیش کئے جاتے ہیں: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اردو اکبر بادشاہ کے زمانے میں دلی میں مختلف زبانوں کے بولنے والے لوگوں کے جمع ہونے سے پیدا ہوئی''۔ (جدید اردو ادبیات'' ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، ص:۱۱، غضنفر اکیڈیمی)

شیخ صدیقی، شیخ فاروقی اور مغل پٹھان کی نسل

سوال[۱۶۸۴]: ا......کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شیخ اور یہود ونصاریٰ سے مغل پٹھان کی نسل جاری ہوئی؟

۲......بواہیر کون لوگ ہیں، ان کی بنیاد کس نے ڈالی اور کہاں ڈالی؟ ان کے بنیادی عقائد مختصراً بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

ا......شیخ صدیقی اپنے کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل سے (۱) اور شیخ فاروقی اپنے کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل سے کہتے ہیں (۲) مغل (۳) پٹھان (۴) کے متعلق مجھے معلوم نہیں۔

۲......بواہیر عربی قاعدہ سے بوہرہ کی جمع بنالی گئی ہے جو کہ بہوار سے ہے جس کا معنی ''تاجر'' ہے (۵) یہ تو لغت کے اعتبار سے ہے، جیسا کہ صاحب مجمع البحار کے تذکرہ میں ہے (۶) لیکن یہ مستقل خاندان یا قوم ہے کچھ سنی ہیں اکثر شیعہ ہیں (۷) غالباً یہ سنی بھی پہلے شیعہ تھے پھر سنی ہو گئے ان کی نسل بوہرہ سنی ہے۔ بوہرہ کے عقائد کی تفصیلات ان سے ہی دریافت کیجئے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱/۶/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۶/۹۱ھ۔

---

(۱) (دائرہ معارف اسلامی (اردو) ۱۲/۱۰۲، دانش گاہ پنجاب لاہور)

(۲) (دائرہ معارف اسلامی (اردو) ۱۵/۴۸، دانش گاہ پنجاب لاہور)

(۳) مغل ہندوستان شہنشاہوں کے ایک خاندان کا نام ہے۔
تفصیل کے لئے دیکھئے: (دائرہ معارف اسلامی (اردو) ۲۱/۳۹۲، دانش گاہ پنجاب لاہور)

(۴) ''پختون اور افغان کے لئے پٹھان لفظ کا استعمال اس لئے ہوا کہ جب یہ ہندوستان پر قابض ہوئے تو ان میں اکثر بٹنی قبیلے کے لوگ تھے اور یہ شام کے اس شہر سے تعلق رکھتے تھے جو اردن کے مشرق میں بشان کے علاقے میں واقع تھا اور بتھانیا سے موسوم تھا اس نسبت سے وہ یہاں آ کر بٹنی کہلانے لگے، ہندوستان میں ان کو پٹھان موسوم کیا گیا''۔ (تذکرہ پٹھانوں کی اصلیت اور ان کی تاریخ، روشن خان، ص: ۶۲، روشن خان اینڈ کمپنی جونا مارکیٹ کراچی)

(۵) دائرہ میں ہے کہ ''بوہرہ'' گجراتی لفظ ''وہورو'' سے لیا گیا۔

(۶) ''البوهرة: و هي مشتقة من ''بيوهار'' في لغة أهل الهند معناه ''التجارة''. (مجمع البحار، ترجمة المصنف: ۱/۲۰، دار الإيمان، المدينة المنورة)

(۷) دیکھئے: (دائرہ معارف اسلامی: ۵/۶۸)

خاندانی شرافت

سوال[۱۶۸۵]: مسلمانوں میں خاندانی، چھوٹائی، بڑائی مثلاً: شیخ، سید، مغل، پٹھان، یہ لوگ نورباف، نداف وغیرہ کو نیچ ذات کہتے ہیں۔ اصلیت کیا ہے اور اس کا خلاصہ کس کتاب میں ہے کہاں مل سکتی ہے۔ ازروئے قرآن مجید وحدیث شریف اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

خاندانی شرافت اور بزرگی بعض احکام اور مسائل میں شرعاً معتبر ہے مثلاً سید کو زکوۃ لینا درست نہیں، اَوروں کو درست ہے، نکاح کے مسائل میں کفاءت کا ایک حد تک اعتبار ہے۔ اس خاندانی شرافت کے ساتھ اگر نیک اعمال اور اتباع سنت کی بھی توفیق ہو جائے تو یہ نورعلیٰ نور ہے، محض خاندانی شرافت بغیر نیک اعمال کے کچھ زیادہ وقیع نہیں۔ حدیث شریف میں ہے: "من أبطأ به عمله لم يسرع به نسبه"۔ أو كما قال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم" (۱) لیکن کسی شخص کو محض خاندانی شرافت نہ ہونے کی وجہ سے اگر چہ اس کے اعمال اچھے ہوں حقیر سمجھنا حرام ہے (۲) کسی طرح اس کی اجازت نہیں، دیوبند ضلع سہارنپور میں مفتی محمد شفیع صاحب نے اس چیز کو ایک کتاب ''غایات النسب'' میں تحریر فرمایا ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/شوال/ ۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/شوال ۶۷ھ۔



---

(۱) (سنن أبی داود: ۲/۱۵۷، کتاب العلم، باب فی فضل العلم، سعید)

قال الشيخ السهارنفوری رحمة الله عليه:(" من أبطأ به عمله): أی أخره عمله عن البلوغ إلى الجنة أو إلى الدرجات العالية، (لم يسرع به نسبه): أی لم يبلغه علو النسب و لم ينفعه فی الآخرة شرف النسب كما ورد: "إن الله لا ينظر إلى صوركم بل إلى أعمالكم". (بذل المجهود: ۵/۳۲۳، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۲) قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم:" المسلم أخو المسلم لا يخونه و لا يكذبه .... التقوى ههنا، بحسب امرىء من الشر أن يحتقر أخاه المسلم". (جامع الترمذی: ۲/۱۴، أبواب البر والصلة، باب ما جاء فی شفقة المسلم، سعید)

(۳) (نهايات الأرب فی غايات النسب مع ضميمة رساله عقيدة: فضل السبب فی فضل النسب، جمعية المصلحين سهارنپور)

كتاب السياسة والهجرة

مذہبِ اسلام میں سیاست اور مفتی محمد شفیع کی کتاب کی عبارت کی توضیح

سوال[۱۲۸۶۱]: عبارتِ کتاب ''سیرتِ خاتم الانبیاء'': مولفہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی مدظلہ، مقیم حال کراچی (پاکستان)۔

۱...... ''وہ مذہب ہی کامل نہیں جس میں سیاست نہ ہو، وہ سیاست مکمل نہیں جس کے ساتھ تلوار نہ ہو'' وغیرہ، (الف) عبارت کے تحت عرض ہے کہ دینِ اسلام میں سیاست کیا ہے؟ اور یہاں ہندوستان میں کس سیاست کی ضرورت ہے؟

(ب) سیاست مکمل کیا ہے؟ اب اس کے ساتھ کون سی تلوار کی ضرورت ہے؟

۲...... ''غزوہ بدر قریش کا مایہ ناز اور اس کے تمام تر شوکت اور قوت کا سبب وغیرہ'' الخ۔ ''اس لئے سیاسی اصول کے مطابق ضرورت تھی کہ ان کی شوکت توڑنے کے لئے اس کا سلسلہ بند کیا جائے الخ''۔ اس عبارت کی روشنی میں ہند میں بالخصوص اور دیگر ممالک اسلامیہ میں بالعموم موجودہ وقوعہ حالات کے ردِ عمل کے لئے اب کیا لائحہ عمل ہے اور وہ کس جگہ کس صورت سے، انفرادی یا اجتماعی حیثیت سے عمل میں آرہا ہے؟

۳...... عبارتِ کتاب ''مجموعی تقاریر بسلسلہ کیا تبلیغی کام ضروری ہے''؟

چوتھی تقریر از مفتی مظفر حسین مظاہری، ناظم مدرس مظاہر العلوم سہارنپور، ص: ۱۶ ''منصبِ خلافت'' انبیاء کے سچے جانشین، نفع کی دو قسم، دو اہم طبقے، ہماری زندگی میں بگاڑ ذرا سا بھی آئے گا تو دنیا گمراہ ہو جائے گی''۔ معلوم ہوا کہ صلاح اور فلاح دونوں ہمارے لئے ضروری ہیں کہ تحتِ منصبِ خلافت کے صحیح وارث علمائے مدارس ہیں یا علمائے تبلیغی مرکز یا علمائے ملت وزعمائے قوم جماعتہائے سیاست؟ اگر تینوں ہیں تو منصبِ خلافت کا کامل اور مکمل الگ یا مجموعی حیثیت سے ان کے پاس کیا لائحہ عمل ہے؟ یعنی درس وتدریس یا چھ نکاتی پروگرام کے کوزہ میں تمام سمندر اسلام یا حکومتِ وقت کے ساتھ کورانہ تقلید کا اشتراک یا اختلاف بوجوہ افراط وتفریط، ان تینوں گروہوں میں سے کون سچے اور صحیح جانشین ہیں؟

(ج) جب انبیائے کرام روحانی اور مادی دونوں نفع پہنچاتے ہیں تو دونوں نفع پہنچانے والا ہی شخص انبیاء کا صحیح جانشین ہوگا تو روحانی اور مادی نفع پہونچانے میں ان دونوں گروہوں کا کیا لائحہ عمل ہے؟ اور وہ کس پروگرام کے ساتھ عمل میں آرہا ہے؟

(د) موجودہ دور میں سب ممالک میں سب طرح کے بگاڑ کے ذمہ دار کیا یہ دونوں گروہ نہیں ہیں اور مادی اور روحانی نفع رسانی میں جو صلاح اور فلاح کی ذمہ داری ان دونوں طبقوں پر ہے تو الگ الگ یا مجموعی حیثیت سے یہ دونوں طبقے کس صلاح وفلاح کے پروگرام کے تحت عمل کر رہے ہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

۱، ۲...... سیاست کا حاصل یہ ہے کہ مخلوق کی اصلاح اس طرح کی جائے کہ اس کو دنیا وآخرت میں نجات حاصل ہو، یہ سیاست خاصۃً وعامۃً، ظاہراً وباطناً حضرات انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا منصب ہے، خاصۃً وعامۃً، ظاہراً سلاطین کا منصب ہے اور باطناً علماء کرام کا منصب ہے، یہ تو سیاست کا عمومی اطلاق ہے۔ خصوصی اطلاق زجر وتادیب پر بھی ہوتا ہے گو اس میں کبھی قتل تک نوبت پہنچ جائے اس کا حق حسبِ حیثیت ہوتا ہے، باپ اپنی اولاد کو، شوہر اپنی بیوی کو، افسر اپنے ماتحت کو، استاذ اپنے شاگرد کو، بڑا اپنے چھوٹے کو حدود کے اندر سیاست کرسکتا ہے اور کرتا ہے۔ ردالمحتار (۱)، معین الحکام (۲)، درمنتقی (۳) میں تفصیل سے موجود ہے۔

اس کو سمجھنے کے بعد حضرات انبیاء کرام والی سیاست کا تو ختم نبوت کی وجہ سے سوال ہی ختم ہوگیا،

---

(۱) "السياسة: استصلاح الخلق بإرشادهم إلى الطريق المنجي في الدنيا والأخرة، فهي من الأنبياء على الخاصة والعامة في ظاهرهم و باطنهم، و من السلاطين والملوك على كل منهم في ظاهره لا غير، و من العلماء ورثة الأنبياء على الخاصة في باطنهم لا غير .... و هذا تعريف السياسة العامة .... وتستعمل أخص من ذلك مما فيه زجر و تأديب ولو بالقتل". (رد المحتار، كتاب الحدود: ۱۵/۴، سعيد)

(۲) (معين الحكام، القسم الثالث من الكتاب في القضاء بالسياسة الشرعية: ۱۶۹/۱، شركة مصطفى مصر)

(۳) (الدر المنتقى في شرح الملتقى عل هامش مجمع الأنهر، كتاب الحدود: ۳۴۲/۲، مكتبه غفاريه كوئٹه)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (لسان العرب: ۴۲۹/۶)

(والبحر الرائق، كتاب الحدود: ۱۱۸/۵، بيروت و رشيديه)

سلاطین کی سیاست کا سوال وہاں پیدا ہوگا جہاں سلاطینِ اسلام ہوں اور ان سے ہی تحقیق کرنا برمحل ہوگا کہ وہ کیا کررہے ہیں، علماء سے جس سیاست کا تعلق ہے وہ برابر بفضلہٖ تعالیٰ جاری ہے۔

۴......حضرت مفتی محمد شفیع صاحب ایسی جگہ ہیں جہاں سے مکاتبت دشوار ہے، مگر حضرت مفتی مظفر حسین صاحب سے نہ ملاقات دشوار ہے نہ مکاتبت دشوار، اس لئے براہ راست ان کی طرف مراجعت کریں، اپنی تقریر کو وہ خود بہترین طریقے سے واضح فرمائیں گے اور اس پر جو اشکالات آپ کو ہیں ان کا جواب دیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

(نوٹ) کلمہ گو اور مصلحین کے جو طبقات آپ نے قائم فرمائے ہیں آپ کس طبقہ میں ہیں اور کس پروگرام کے تحت کام کررہے ہیں، اس کی تشکیل اور خاکہ عنایت فرمائیں، انشاء اللہ تعالیٰ جواب گرامی اگر مدلل ہوگا تو موجب بصیرت ہوگا۔ محمود۔

علماء کے لئے سیاست میں شرکت

سوال[۱۶۸۷]: عوام الناس میں یہ خیال عام ہوتا جارہا ہے کہ علمائے کرام کو موجودہ سیاست میں حصہ نہیں لینا چاہیئے، کیا اس بگڑے ہوئے ماحول میں علمائے کرام کو خاموش رہنا چاہیے؟ جو علمائے کرام عملی سیاست میں حصہ لے رہے ہیں کیا وہ غلط کررہے ہیں، کیا علماء کا کام صرف مدرسہ کی تعلیم دینا اور مسجد کی امامت کرنا ہے اور بس؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ خیال آج کا نہیں بہت پُرانا ہے، پہلے بھی کہا کرتے تھے کہ علماء کا سیاست سے کیا تعلق، بات یہ ہے کہ جس عالم کے اندر صلاحیت ہو وہ صحیح طور پر سیاست کو اور پارٹیوں کو سمجھتا ہو کہ سیاست میں شریک ہوکر دوسروں کو اپنا ہم خیال بنالے گا، غلط بات پر نکیر کرے گا، صحیح راہ عمل پیش کرے گا اس کا سیاست میں شریک ہونا درست اور مفید ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "عن أبی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "إن من أعظم =

سیاست میں حصہ لینا

سوال[۱۶۸۸]: کیا اسلامی اصول کے مطابق اس ہندوستان کی سیاست میں ہم مسلمان بھی حصہ لے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگراس حصہ لینے سے آپ کواحکام اسلام پرعمل کرنے میں رکاوٹ پیدا نہ ہواورآپ حصہ لے کراہلِ اسلام کی خدمت کرسکیں اوران کوظلم سے بچا کرحقوق دلاسکیں تو حصہ لے سکتے ہیں(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود گنگوہی عفااللہ عنہ۔

پاکستان میں اسلامی قانون

سوال[۱۶۸۹]: پاکستان میں ۱۹۷۳ء میں ایک آئین نافذ ہوا جس میں تمام سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں کے دستخط ہیں۔اس آئین کی بنیادی باتیں یہ ہیں: اس ملک کا نام اسلامی جمہوریہ ہوگا، اس ملک کا حاکمِ اعلیٰ اللہ تعالیٰ ہے، کوئی قانون قرآن وسنت کے خلاف نہ ہوگا اور جتنے غیراسلامی قوانین ملک میں موجود ہیں سات سال تک ان کواسلام کے مطابق بنادیا جائے گا۔

۱۹۷۷ء میں مارشل لاء نے اس آئین کومعطل کردیا، چندسال بعداس آئین کوکچھ ترمیم کے بعد پھرنافذ

= الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر". (جامع الترمذي، أبواب الفتن، باب أفضل الجهاد : ۴۰/۲،سعید)

(وابن ماجة، كتاب الفتن، باب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر،ص: ۲۸۹،قدیمی)

قال الطرابلسي :"السياسة نوعان .... وسياسة عادلة تخرج الخلق من الظالم، وتدفع كثيراً من المظالم، و تردع أهل الفساد، و يتوصل بها إلى المقاصد الشرعية للعباد". (معين الحكام: ۱۶۹/۱،شركة مصطفى البابي مصر)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿إن الله يأمركم أن تؤدوا الأمانات إلى أهلها﴾. الآية (النساء: ۵۸)

وقال الله تعالىٰ: ﴿و من يكتمها فإنه آثم قلبه﴾. (البقرة : ۲۸۳)

تفصیل کے لئے:(معارف القرآن مفتی محمد شفیع صاحبؒ،ص:۴۴۶،ادارۃ المعارف کراچی)

کردیا اور ترمیم بنیادی نظریہ کے خلاف ہیں، لہذا اس آئین کی بحالی کے لئے ملک کی متعدد جماعتیں متحد ہوکر کام کرنا چاہتی ہیں جس میں ایک جماعت علماء کی ہے(۱) باقی تمام سیاسی جماعتیں ہیں جوملکی سیاست میں اہم مقام رکھتی ہیں تو صرف مندرجہ بالا پروگرام پر اتحاد کا شرعی حکم تحریر فرمائیں۔ نیز اس آئین کے تحت انتخابی سیاسی آزادی، اخبارات کی آزادی کے نکات بھی شامل ہیں، براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً:

وہاں علماء کی جماعت کا مستقل ایک موقف ہے، وہاں کی سیاست سے بھی یہ جماعت خوب واقف ہے اور دیگر سیاسی جماعتوں کے نظریات ومقاصد کو بھی خوب جانتی ہے اور اس کے سامنے بنیادی قانون بھی ہے اور اس کی ترمیمات بھی ہیں لہذا وہ جماعت ہی شریعت کی روشنی میں علیٰ وجہ البصیرت رائے قائم کرسکتی ہے، ہم خدام ان چیزوں سے ناواقف کیا رائے پیش کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۷/۱۴۰۶ھ۔

جائز قانونِ حکومت کی پابندی

سوال[۱۱۹۰]: دوقریبی ملکوں کے درمیان پنجاب حکومت نے آنا جانا منع کردیا ہے، اب اگر کوئی شخص چپکے سے چلا آئے یا چپکے سے چلا جائے تو شرعی نظر سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

رعایا کے ہر فرد کو اپنی حکومت کے ہر جائز قانون کی پابندی لازم ہے(۲)۔ خلافِ قانون کرنا جرم ہے جس سے عزت اور جان ومال کا خطرہ ہے جس کی حفاظت ضروری ہے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (اس جماعت سے مراد بظاہر جمعیت علماء اسلام ہے)

(۲) (ردالمحتار، باب العيدين، مطلب: تجب طاعة الإمام فيما ليس بمعصية: ۲/۱۷۲، سعيد)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "والأصل فيه قوله تعالىٰ: ﴿وأولى الأمر منكم﴾ ...... وعن ابن عمر أنه عليه الصلوٰة والسلام قال: "عليكم بالسمع والطاعة لكل من يؤمر عليكم مالم يأمركم بالمنكر". (ردالمحتار، باب البغاة، مطلب في وجوب طاعة الإمام: ۴/۲۶۴، ۲۶۵)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة﴾ (البقرة: ۱۹۵)

امامت اور خلافت کا بیان

امارتِ شرعیہ

سوال[۱۶۹۱]: آپ کو معلوم ہوگا کہ ہمارے صوبہ بہار میں کم وبیش ۲۰/ سال سے چندلوگوں نے ایک امارتِ شرعیہ قائم کررکھی ہے اور سب لوگ مخالف ہیں۔)

۱......امارت مذکورۃ الصدر کے مبلغ عوام میں تبلیغ کرتے رہتے ہیں کہ جو امارت کے احکام نہ مانے گا اس کی موت جہالت وگمراہی اور کفر کی موت ہوگی، کیا یہ درست ہے؟

۲......(الف) امیر وامارت کا قائم کرنا فرض ہے یا واجب؟

(ب) اس کا قیام کیسے ملک میں ہوسکتا ہے؟

(ج) اس غلام ملک ہندوستان میں اس کا قائم کرنا کیسا ہے واجب یا فرض؟

(د) یہ جلیل القدر جمعیۃ العلماء، علمائے دیوبند اور دیگر علماء کرام جنہوں نے ہندوستان میں امارت قائم نہیں کی وہ خاطی، عاصی، گنہ گار ہیں یا نہیں؟

(ز) اور ان کی موت بغیر قیامِ امارت واطاعت امیر شریعت کی نظر میں کیسی ہوگی؟

(س) امیر بنانے کی غرض وغایت کیا ہے اور وہ ہندوستان میں کما حقہ پوری ہوسکتی ہے یا نہیں؟

(ص) امیر کے لئے کیا کیا شرطیں ہیں؟

(ط) ایک فاسق وفاجر کا امیر ہونا اور اس کی اطاعت بشرطیکہ اس سے معصیۃ اللہ نہ ہو، جائز ہے یا نہیں؟

۳......ایک ایسا شخص جو ایک خانقاہ کا سجادہ نشین ہے اور صوم وصلوۃ کا پابند بھی ہے مگر اپنی خانقاہ میں راہبوں کی طرح گوشہ نشین ہے، چلنے پھرنے کی طاقت کے باوجود بھی شادی غمی، اپنے پرائے میں شریک نہیں ہوتا اور اپنی خانقاہ میں مجلسِ رقص وسرود بھی حال وقال کی مجلس منعقد کرتا ہے، ہر سال مقررہ وقت پر عرس واعراس کیا کرتا ہے جس میں ہزاروں کی تعداد میں مرد وعورت کا اجتماع ہوتا ہے، قبروں پر چادریں چڑھائی جاتی ہیں ان پر سجدہ کیا جاتا ہے اور بوسہ دیا جاتا ہے، صاحب قبر سے حاجتیں اور مرادیں مانگی جاتی ہیں، مرد وعورت کے باہمی

اجتماع سے طرح طرح کی بدعنوانیاں اور بے ہودگیاں ہوتی ہیں مگر سجادہ نشین مذکوران تمام خبروں کا علم رکھتے ہوئے اور روکنے ومنع کرنے کی قدرت وطاقت رکھنے کے باوجود نہ ان چیزوں کو روکتا ہے اور نہ لوگوں کو ان باتوں سے منع کرتا ہے۔ لہٰذا

۱- ایسے شخص کے متعلق شریعتِ حقہ کا کیا حکم ہے؟

۲- اور ایسا شخص مسلمانوں کا امیر ہوسکتا ہے؟

۴......حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یزید کی امارت کا قبول کرنا جائز تھا یا نہیں؟

۵......اگر بغیر امیر لوگوں کی موت جہالت کی موت ہے جیسا کہ امارت کے مبلغین صاحبان کہا کرتے ہیں تو پھر دوسو برس سے اس وقت تک مرنے والوں کی موت کیسی موت ہوئی اور پھر ان کا حشر کیا ہوگا، شرعاً کیا ہے؟ آگاہ فرمادیں۔

المستفتی محمد اظہار ہاشمی انجمن امداد المسلمین قصبہ ماڑہ ضلع پٹنہ۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱......امارتِ مذکورہ کے حالات کی مجھے تحقیق نہیں نہ اس کے ارکان سے تعارف وواقفیت، اصول و ضوابط اور قیام کی تشکیل کا حال بھی کچھ معلوم نہیں، تاوقتیکہ پوری تشکیل سامنے موجود نہ ہو کوئی رائے قائم کرنا دشوار ہے، تاہم آپ کے سوالات کا تعلق جہانتک شریعت سے ہے ان کا جواب تحریر ہے۔

۱......امیرِ جماعتِ شرعیہ کی اطاعت کو شریعت نے ضروری قرار دیا ہے اور جو شخص جماعت سے مخالفت کرے اس کی موت کو جاہلیت کی موت فرمایا گیا ہے۔ کذافی مشکوۃ المصابیح، مرقاۃ، ص: ۳۱۹ (۱)۔

---

(۱) "وعن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "من رآی من أمیره شیئاً یکرهه، فلیصبر، فإنه لیس أحد یفارق الجماعة شبراً فیموت، إلا مات میتةً جاهلیةً". متفق علیه". "وعن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم: یقول: "من خرج من الطاعة وفارق الجماعة، فمات مات میتةً جاهلیةً". (مشکوة المصابیح، کتاب الإمارة والقضاء، الفصل الأول، ص: ۳۱۹، قدیمی)

۲...... (الف) مسلمانوں کو اپنا ایک امام مقرر کرنا واجب بلکہ اہم واجبات سے ہے (۱)۔

(ب) جیسے ملک میں قدرت ہو۔

(ج) اگر قدرت ہو تو واجب ہے۔

(د) ان کو قدرت ہے یا نہیں (۲)۔

(ز) امام قائم ہونے کے بعد اس کی اطاعت نہ کرنے پر جو وعید ہے کیا امام قائم نہ کرنے پر بھی وعید ہے؟

(س) اس کا جواب (ص) میں ہے۔

(ص) "والمسلمون لا بد لهم من إمام يقوم بتنفيذ أحكامهم، وإقامة حدودهم، وسد ثغورهم، و تجهيز جيوشهم، وأخذ صدقاتهم، و قهر المتغلبة والمتلصصة و قطاع الطريق، وإقامة

= قال القاری رحمه الله تعالىٰ: " قال الطيبي: الميتة والقتلة بالكسر الحالة التي يكون عليها الإنسان من الموت أوالقتل، والمعنى أن من خرج عن طاعة الإمام وفارق جماعة الإسلام وشذعنهم، وخالف إجماعهم، ومات على ذلك، فمات على هيئةٍ كان يموت عليها أهل الجاهلية؛ لأنهم ماكانوا يرجعون إلى طاعة أمير، فلا يتبعون هدى إمام ، بل كانوا مستنكفين عنها، مستبدّين فى الأمور، لايجتمعون فى شئ، ولا يتفقون على رأى". (مرقاة المفاتيح ، كتاب الإمارة والقضاء ، الفصل الأول: ۷/۲۵۰ ، رقم الحديث: ۳۶۶۸، رشيديه)

(۱) "والمسلمون لا بد لهم من إمام يقوم بتنفيذ أحكامهم، وإقامة حدودهم، و سد ثغورهم، و تجهيز جيوشهم اهـ". (شرح العقائد النسفية، ص: ۱۰۶ ،سعيد كراچى)

(وكذا فى رد المحتار، باب الإمامة : ۱/۵۴۸،سعيد)

(وحجة الله البالغة، أبواب سياسة المدن : ۲/۳۹۴،قديمى)

(۲) قال الله تعالىٰ :﴿ لا يكلف الله نفساً إلا وسعها﴾. (البقرة : ۲۸۶)

قال الجصاص فى تفسير هذه الآية : "فيه نص على أن الله تعالىٰ لا يكلف أحداً ما لا يقدر عليه ولا يطيقه .... فهذا حكم مستمر فى سائر أوامر الله و زواجره و لزوم التكليف فيها على ما يتسع له و يقدر عليه". (أحكام القرآن للجصاص : ۱/۷۳۳،قديمى)

الـجُمُع والأعياد، وقطع المنازعات الواقعة بين العباد، وقبول الشهادات القائمة على الحقوق، و تـزويـج الـصـغار والصغائر الذين لاأولياء لهم، وقسمة الغنائم. ثم ينبغي أن يكون الإمام ظاهراً لا مـختـفيـاً و لامـنـتـظـراً، و يـكـون مـن قـريـش، ولا يـجـوز من غيرهم"۔ شرح عقـائد نسفی، ص:۲۰۵(۱)۔

"الإمـام الـحـق هـو الذی استجمع شرائط خمسةً للإمامة من الإسلام والحرية والعقل والبـلـوغ والـعـدالة، و صـار إماماً ببيعة جماعة من المسلمين وهم رضوابإمامته وهو يريد بإعلاء كملة الإسلام ومعونة المسلمين، و يؤمن به دمائهم وأموالهم و فروجهم، ويأخذ العشر والخراج عـلـى الـوجـه الـمـشـروع، ويـعـطـى العلماء والخطباء والقضاة والمفتين والمدرسين والمتعلمين والـحـافـظيـن وغير ذلك من بيت المال، و يكون عدلاً مؤمناً مشفقاً على المسلمين، و من ليس كذلك فهو ليس بإمام حق، فلا يجب إعانته"۔ منهاج(۲)۔

"ونـصبـه أهـم الواجبات: أی من أهمها لتوقف كثير من الواجبات الشرعية عليه (قوله قـادراً): أی على تنفيذ الأحكام وإنصاف المظلوم من الظالم وسد الثغور و حماية البيضة وحفظ حدود الإسلام، و جر العساكر"۔ رد المحتار (۳)۔

(ط) فاسق کوامام بنانا مکروہ ہے تاہم اگر وہ امام بن جاوے تو اس کی اطاعت غیر معصیت میں واجب ہے:

"وعـنـد الـحـنـفية ليسـت الـعـدالة شـرطـاً لـلـصـحة، فيصح تقليد الفاسق الإمامة مع الكراهةاهـ". رد المحتار، ص: ۱/۳٦۸(٤)۔

۳......ان میں سے بعض امور صغیرہ گناہ ہیں اور بعض کبیرہ اور بعض شرک (۵)۔

---

(۱)(شرح العقائد النسفيه، ص: ۱۰٦، سعيد)

(۲) (لم اجد)

(۳) (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة : ۱/۵۴۸، سعيد)

(۴) (رد المحتار، مطلب شروط الإمامة الكبرى : ۱/۵۴، سعيد)

(۵) "فی الأحكام عن الحجة : تكره الستور على القبور". (رد المحتار، مطلب فی دفن الميت : ۲/۲۳۸، سعيد) =

۱-ایسا شخص جوکہ معاصی کے روکنے پر قادر ہو اور پھر بلا عذر شرعی نہ روکے وہ گنہ گار ہے خواہ سجادہ نشین ہو خواہ کوئی اَور، ہر شخص کے ذمہ حسبِ وسعت وحیثیت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر لازم ہے(۱)۔

۲-اس کا جواب (ط) میں آ گیا ہے۔

۴......وہ جو کچھ اس وقت جائز سمجھتے تھے وہی انہوں نے کیا۔

= "لا يجوز ما يفعله الجهال بقبور الأولياء والشهداء من السجود والطواف حولها، و اتخاذ السرج والمساجد إليها، و من الاجتماع بعد الحول كالأعياد و يسمونه عرساً". (التفسير المظهری : ۲/ ۶۵، حافظ کتب خانه)

"قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم :"لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا قبور أنبياء هم مساجد". (مشكوة المصابيح ،كتاب الصلاة، باب المساجد و مواضع الصلوة، ص: ۶۹ ،قديمی)

قال القاری تحت هذا الحديث : "سبب لعنهم إما لأنهم كانوا يسجدون لقبور أنبياء هم تعظيماً لهم وذلك هو الشرك الجلی، و إما لأنهم كانوا يتخذون الصلاة فی مدافن الأنبياء والسجود على مقابرهم،والتوجه إلى قبورهم حالة الصلاة نظراً منهم بذلك إلى عبادة الله والمبالغة فی تعظيم الأنبياء، وذلك هوالشرك الخفی". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب المساجد و مواضع الصلوة ۲/ ۴۱۵، ۴۱۶،بيروت)

(۱) "عن أبی سعيد الخدری رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال : "من رآی منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، و ذلك أضعف الإيمان". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب ،باب الأمر بالمعروف، ص: ۴۳۶، قديمی)

(والصحيح لمسلم، كتاب الإيمان : ۱/ ۵۱،قديمی)

قال النووی تحت هذا الحديث : "قال العلماء: و لا يسقط عن المكلف الأمر بالمعروف والنهی عن المنكر لكونه لا يفيد فی ظنه بل يجب عليه فعله، فإن الذكرىٰ تنفع المؤمنين .... ثم انه إنمايأمر و ينهی من كان عالماً بما يأمر به وينهی عنه، و ذلك يختلف باختلاف الشیء، فإن كان من الواجبات الظاهرة والمحرمات المشهورة كالصلاة والصيام و الزنا والخمر و نحوها، فكل المسلمين علماء بها، وإن كان من دقائق الأفعال والأقوال و مما يتعلق بالاجتهاد و لم يكن للعوام مدخل فيه و لا لهم إنكاره، بل ذلك للعلماء". (شرح النووی على الصحيح لمسلم: ۱/ ۵۱،قديمی)

۵......امامِ شرعی موجود ہواور پھر بلا وجہ شرعی کوئی اس کی مخالفت کرے اور بیعت نہ کرے اس کے لئے یہ وعید ہے اور جبکہ امام شرعی موجود نہ ہوتو اس وقت یہ وعید نہیں، جیسا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے فتاویٰ عزیزی: ۲/ ۷۷، میں اسکی تصریح ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱/۴/۶۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱/۴/۶۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف مظاہر علوم سہارنپور، ۱/۴/۶۳ھ۔

امیر المومنین

سوال[۱۶۹۲]: ۱......موجودہ حالات میں اگر کسی صوبہ کا مسلمان اپنا کوئی امیر منتخب کرلیں تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہوگی جب کہ اس کے پاس کوئی قوتِ نافذہ اجرائے احکام وفرامین کیلئے موجود نہیں ہے۔ کیا ایسا امیر ہر مسلمان کے لئے شرعی حیثیت سے واجب الاطاعة ہے اور کیا ہر ایک مسلمان کو شریعتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلاة والسلام کی رو سے ایسے امیر کے احکام وفرامین کی اطاعت وفرمانبرداری کرنی ضروری ہے؟

۲......جن صوبوں کے مسلمانوں نے کسی امیر کے ماتحت زندگی نہیں گذاری ہے اور بغیر نصب امیر کے اس ملک میں مرگئے، کیا وہ سب: "مات میتةً جاهليةً" کی وعید کے تحت آتے ہیں یا نہیں؟

۳......کیا موجودہ حالات میں کسی صوبہ کے منتخب شدہ امیر کی شرعاً وہی حیثیت ہوگی جو کہ امیر المومنین اور خلیفة المسلمین کی نافرمانی کرنے والوں کیلئے ہیں؟

العارض: محمد فاروق الحسینی غفرلہ، ناظم جمعیة علماء بہار۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اعلیٰ بات تو یہ ہے کہ اہلِ اسلام کے معاملات کا نظم ونسق ایک مرکز سے وابستہ ہو اور اس پر سب متفق رہیں اور اپنے معاملات کچہریوں میں لیجانے کے بجائے شریعت کی روشنی میں حل کرایا کریں، اس مرکز کی شاخیں جگہ جگہ قائم ہوں اور سب کو مرکز ہدایات دے، نگرانی کرے اور اس مرکز کو پورا اقتدار پوری قوت حاصل

---

(۱) "ومعنی" معرفت وجوب اطاعت است درصورت وجود وتحذیر از منازعت ومخالفت .... وبعضے صحابہ کہ با خلفائے وقت خود بیعت نکردہ اند وتوقف نمودہ اند قبل از انعقاد، وتسلط آنہا بود فقط"۔ (فتاوی عزیزی (فارسی): ۲/ ۷۹، اردو: ۴۱۴، سعید)

ہو، اگر اس طرح اجتماعی ایک مرکز نہ بن سکے تو ہر صوبہ میں جداگانہ مرکز بنالیا جائے اور صوبہ کے مختلف مقامات میں حسبِ ضرورت اس کی شاخیں قائم کردی جائیں، ایک صوبہ کو دوسرے صوبہ سے خیر خواہانہ اور ہمدردانہ تعلق ہو، حریفانہ اور رقیبانہ نہ ہو، جس مرکز پر سب متفق ہو کر عہد کرلیں اسکی پابندی حدودِ شرع کے ماتحت لازم ہوگی، عہد شکنی کی اجازت نہ ہوگی، اس کے فیصلوں کو تسلیم کرنا ہوگا، اگر کوئی فیصلہ خلاف شرع ہوگیا ہو اور اس میں چوک ہوگئی ہو تو اس پر نظر ثانی (اپیل) کی بھی اجازت ہوگی، ایسے مرکز کی موجودگی میں کوئی جداگانہ کمیٹی بنا کر اس سے فیصلہ کرانا غیر مستحق و مذموم ہوگا کہ اس سے انتشار وخلفشار پیدا ہوتا ہے اور ایسے مرکز کو نقصان پہونچتا ہے جس سے توقع ہوتی ہے کہ اللہ پاک اس کو اصل امارت کا ذریعہ بنادے اس بنا پر اس سے پورا تعاون کرنا لازم ہوگا۔

لیکن موجودہ حالات میں قوتِ منفذہ اور قوتِ قاہرہ موجود نہ ہونے کی بناء پر فی الحال اس کو خلافتِ اسلامیہ کی حیثیت حاصل نہ ہوگی اور اس کو امیر المؤمنین کا مقام حاصل نہ ہوگا، لہذا اگر کوئی شخص اس صوبہ کا باشندہ اپنا مقدمہ وہاں فیصل نہ کرائے کسی اَور سے فیصل کرائے تو اس کو نہ باغی کہا جائے گا نہ خارجی، نیز اگر وہ فیصلہ حدودِ شرع کے موافق ہو تو اس کو غلط بھی نہ کہا جائے گا، باضابطہ خلافتِ اسلامیہ رہتے ہوئے بھی کسی حَکم سے فیصلہ کرانا جرم نہیں ہے، البتہ تقابل کی صورت اختیار نہ کی جائے (۱)۔

جہاں کے مسلمان ایسے مرکز نہ بناسکیں نہ بنائیں، ان پر "مات ميتةً جاهليةً" کی وعید چسپاں کرنے سے قبل خود اس مقولہ کی تحقیق ضروری ہے۔

باوجودِ تتبع کے کتبِ حدیث میں من حیث المتن یہ مقولہ نہ مل سکا کہ اس کی سند دیکھ کر رفع، قطع، وصل، ارسال کی تحقیق کی جاتی، نیز رواۃ کی جرح وتعدیل کی بحث دیکھنے کا موقع ملتا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳۰/ ۷/ ۸۸ھ۔

---

(۱) "و يشترط أن يكون من أهل الولاية المطلقة الكاملة: أى مسلماً .... مالكاً للتصرف فى أمور المسلمين بقوة رأيه و رؤيته و معونة بأسه و شوكته قادراً بعلمه و عدله و كفايته و شجاعته على تنفيذ الأحكام و حفظ حدود دار الإسلام وإنصاف المظلوم من الظالم". (شرح العقائد النسفية، ص: ۱۰۹، ۱۱۰، سعيد)

(۲) "عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " من رأى من أميره شيئاً يكره فليصبر، فإنه ليس أحدٌ يفارق الجماعة شبراً فيموت إلّامات ميتةً جاهليةً" متفق عليه". ...... =

امارتِ شرعیہ کے مقابلے میں ادارۂ شرعیہ

سوال[۱۶۹۳]: ادارۂ شرعیہ بہار کے نام سے پٹنہ میں ایک دینی ادارہ قائم کیا گیا ہے جس کا ایک مقصد منجملہ دیگر مقاصد کے دار القضاء کا قیام بھی ہے اور اس کی ضرورت یوں محسوس ہوئی کہ آج فتنۂ آشوب دور میں جب عفت و پارسائی ایک جنس نایاب ہوتی جارہی ہے، ہندوستان میں لاکھوں عورتوں کی ازدواجی زندگی خطرے کے نشانہ پر ہے، بہت سی عورتیں ایسی ہیں جن کے شوہر مفقود الخبر ہیں، بیشتر عورتیں معدومۃ النفقہ اور

= "(قوله : مات ميتة جاهلية): أى منسوبة إلى الجاهل فى الدين .... والمعنى أنه من خرج عن طاعة الإمام وفارق جماعة الإسلام وشذ عنهم وخالف لجماعتهم ومات على ذلك فمات على هيئة كان يموت عليها أهل الجاهلية؛ لأنهم ماكانوا يرجعون إلى طاعة أمير فلا يتبعون هدى إمام، بل كانوا مستنكفين عنها مستبدين فى الأمور لايجتمعون فى شئى ولا يتفقون على رأى". (مرقاة المفاتيح: ۲۵۰/۷، رقم الحديث: ۳۶۶۸، كتاب الإمارة والقضاء، رشيديه)

"عن ابن عباس عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: " من كره من أميره شيئاً فليصبر، فإنه من خرج من السلطان شبراً مات ميتةً جاهليةً" (صحيح البخارى: ۱۰۴۵/۲، كتاب الفتن، باب قول النبى صلى الله عليه وسلم : "سترون بعدى أموراً تنكرونها"، قديمى)

وفى عمدة القارى: "كموت أهل الجاهلية، حيث لم يعرفوا إماماً مطاعاً وليس المراد أنه يموت كافراً بل يموت عاصياً". (عمدة القارى: ۲۶۵/۲۴، كتاب الفتن، باب قول النبى صلى الله عليه وسلم: "سترون بعدى أموراً تنكرونها"، دارالكتب العلمية، بيروت)

"من خرج من الطاعة وفارق الجماعة فمات، مات ميتةً جاهليةً". وقال النووى: على صفة موتهم من حيث هم فوضى لاإمام لهم. وفى الحاشية: قال فى منتهى الأرب: قوم فوضىٰ كسكرى گروه برابر كه ميانِ ايشان رئيس وبزرگ تر نبا شد".

"وقوله عليه السلام : "ومن مات وليس فى عنقه بيعة، مات ميتةً جاهليةً". (الصحيح لمسلم: ۱۲۷/۲، ۱۲۸، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين، قديمى)

"(ومن مات وليس فى عنقه بيعة): أى الإمام (مات ميتةً جاهليةً) وهو معنى ما اشتهر على الألسنة، وذكره السعد فى شرع العقائد من حديث: "من مات ولم يعرف إمام زمانه مات ميتةً جاهليةً". (مرقاة المفاتيح: ۲۵۷/۷، كتاب الإمارة والقضاء، رقم الحديث: ۳۶۷۴، رشيديه)

مظلومہ معلقہ کی صورت میں ہیں، بہت سی عورتیں جن کے شوہر اپنے جنسی نقائص کے باعث وظیفۂ ادائیگی سے قاصر ہیں، کچھ عورتیں خیار بلوغ کے باوجود اپنے حق کے استعمال سے مجبور ہیں، اس طرح کی عورتوں کو بیک وقت دوطرح کی سنگین مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے: پہلی مصیبت تو نان نفقہ وسکنی اور زندگی کے دوسرے حوائج کی ہے اور دوسری سب سے عظیم مصیبت ان کی عفت وعصمت کا تحفظ ہے۔ پس ان حالات میں شدت کے ساتھ ضرورت مجبور کر رہی ہے کہ فقہ حنفی کی روشنی میں ان مظلوم عورتوں کے مسائل کا کوئی حل ضرور نکال دیا جائے۔ استفتاء ہذا کے ساتھ فقہ حنفی کی سولہ کتابوں کی مستند عبارتیں روانہ کی جارہی ہیں تفصیل درج ذیل ہے؟

۱- عبارت ۱، ۲، ۳، ۴، اس امر پر روشنی ڈالتی ہے کہ جب کسی ملک میں اسلامی نظامِ حکومت باقی نہ رہے تو وہاں کے مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے ان معاملات کا فیصلہ کرانے کے لئے جن میں مسلمان حاکم ہونے کی شرط ہے، ایک قاضی منتخب کرلیں، ایسے قاضی کا فیصلہ اس اصلاحی قاضی کے قائم مقام ہوگا جو سلطانِ اسلام کی طرف سے مقرر کیا جاتا ہے۔

۲- عبارت ۵، ۶، سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسئلہ ایلاء میں ایلاء کی مدت گذر جانے کے بعد منع حق کی وجہ سے عورت پر خود بخود طلاق بائن واقع ہوجاتی ہے، پس جب عارضی منع حق طلاقِ بائن کا موجب ہوجاتا ہے تو معدومۃ النفقہ معلقہ مظلومہ وغیرہ صورتوں میں جہاں دائمی اور مستقل حق کا منع ہے وہاں بدرجہ اولیٰ تفریق کی اجازت ملنی چاہیے۔

۳- مسئلۂ تفریق میں احناف کے لئے سب سے بڑی دشواری قضاء علی الغائب کا مسئلہ ہے لیکن عبارت ۷، ۸، ۹، ۱۰، سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قضاء علی الغائب کے مسئلہ میں احناف کے یہاں دو روایتیں ہیں، ایک روایت قضاء علی الغائب کے قضاء کے جواز بھی ہے اور اسی کو اظہر الروایۃ کہا گیا ہے۔

۴- عبارت ۱۱، ۱۲، سے ظاہر ہوتا ہے کہ قضاء علی الغائب کے نفاذ کا قول ہی قول مفتی بہ ہے اور خاص طور پر اس کی اہمیت اس لئے بھی بڑھ جاتی ہے کہ مبسوط میں شمس الائمہ علامہ سرخسی اس کے ناقل ہیں۔

۵- عبارت ۱۳، ۱۴، مُظہر ہیں کہ علامہ سرخسی کی مبسوط کے خلاف کسی کتاب کی روایت قابلِ اعتماد نہیں، نیز یہ بھی مظہر ہے کہ موقعِ ضرورت میں قول ضعیف پر بھی اپنے مذہب کے خلاف عمل کرنا جائز ہے بلکہ حسن ہے۔

۶-عبارت ۱۵، ۱۶، اس مدعا کے اثبات میں نہایت واضح ہے کہ اگر چہ قضاء علی الغائب احناف کے یہاں جائز نہیں لیکن ضرورت و مصلحت کے پیش نظر اگر قاضی غائب کے موافق یا خلاف فیصلہ صادر کرے تو وہ نافذ ہو جائے گا اگر چہ قاضی حنفی ہو، عبارت پندرہ میں اس قول کو مفتی بہ قرار دیا گیا ہے، عبارت ۱۶ میں ان اقوال کا جو قضاء علی الغائب کے عدم جواز سے متعلق ہیں جواب دیا گیا ہے کہ قضاء علی الغائب کے جواز کا حکم ضرورت و مصلحت پر مبنی ہے لہذا دونوں مسلکوں میں کوئی منافات نہیں ہے۔ اب مذکورہ بالا عبارات کی روشنی میں سوالوں کے شافی جوابات مرحمت فرمائیں۔

۱...... آج کے ہندوستان میں جب کہ اسلامی حکومت کا فقدان ہے، حدود وقصاص وغیرہ کے علاوہ اپنے ان معاملات کے فیصلے کے لئے جن میں مسلمان حاکم ہونے کی شرط لازمی ہے، اگر جمہورِ مسلمین کسی عالم باشرع کو اپنا قاضی مقرر کرلیں تو انھیں شرعاً یہ حق پہنچتا ہے یا نہیں؟ نیز ایسے قاضی کا فیصلہ اپنے حدودِ خاص میں از روئے شرع جائز و نافذ ہوگا یا نہیں؟ اگر نہیں ہوگا تو عبارت ۱، ۲، ۳، ۴، کا صحیح مفاد کیا ہے؟

۲...... مفقود الخبر، معدومۃ النفقہ، عنین و مجنون، مظلومہ و معلقہ اور خیار بلوغ والے مسائل میں مسلمانوں کے مقرر کردہ قاضی عورت کی درخواست پر زن وشوہر کے درمیان تفریق کرا سکتا ہے یا نہیں؟ نیز مسلمانوں کا منتخب کردہ قاضی عند الضرورت شدیدہ غائب پر حکم نافذ کرسکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں کرسکتا تو عبارت: ۵، سے لے کر: ۱۶، تک مفاد کیا ہے؟

۳...... آج کے منتخب کردہ قاضی فریقین کے بیانات کی سماعت کے بعد اپنی صوابدید پر مقدمات کا فیصلہ کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سوالات میں جن ضروریات کا اظہار کیا گیا ہے وہ اور ان کے علاوہ بھی بعض دیگر ضروریات ہیں جن کی وجہ سے مسلمان مردوں وعورتوں کو سخت پریشانی لاحق ہوتی ہے جس سے ان کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے اور قسم قسم کے مصائب ومعاصی میں ابتلا ہوتا ہے۔ موجودہ عدالتوں میں جھوٹ بول کر رشوت دے کر جھوٹے گواہ پیش کر کے قانونی فیصلہ تو ہو جاتا ہے اور بعض دفعہ بظاہر مصائب سے صاحب معاملہ کو چھٹکارا بھی مل جاتا ہے، مگر شرعی حل نہ ہونیکی بنا پر معاصی سے خلاصی کی کوئی صورت نہیں ہوتی، اس لئے ضروری تھا کہ اس قسم کا نظام قائم کیا

جائے جس سے ایسے مسائل کا شرعی حل ہو سکے اور یہ نظام اہلِ علم، اہلِ دیانت، اہلِ تجربہ اور اہلِ فہم کے ہاتھوں میں ہو۔

الحمد للہ کہ صوبہ بہار میں مدت سے امارتِ شرعیہ قائم ہے وہاں اس قسم کے مقدمات پیش ہوتے ہیں اور ذمہ دار حضرات بہت غور وخوض سے فقہ حنفی کی روشنی میں فیصلہ کرتے ہیں ان کی شاخیں متعدد مقامات پر قائم ہیں، حکومت کی عدالتیں بھی ان کے فیصلے کو عامۃً تسلیم کرتی ہیں، ایسے مقدمات اور فیصلوں کی نظیریں کثیر تعداد میں موجود ہیں کہ شرعی فتاوی کی تصدیق کے ساتھ عدالتوں نے بھی ان کو تسلیم کیا ہے اور اپیل کی گنجائش نہیں دی، اس لئے تمام صوبہ کے کلمہ گو حضرات کو ضروری ہے کہ امارتِ شرعیہ میں اس قسم کے معاملات کو پیش کر کے شرعی فیصلہ کرایا کریں کہ اتحاد واتفاق کی قرآن پاک اور حدیث شریف میں بہت تاکید آئی ہے، اس مقصد کے لئے مستقل علیحدہ ادارہ قائم کر کے اختلاف وشقاق کو ہوا دے کر کلمہ متفقہ منظمہ کو نقصان نہ پہنچائیں۔ مسلمانوں میں ایسے ہی بہت انتشار ہے اس سے زیادہ انتشار پیدا ہوگا (۱)۔

شرعی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے جو موجودہ مصائب پیش آرہے ہیں، غور کیا جائے تو ان کا بنیادی سبب ہی اختلاف وشقاق ہے، انگریز نے یہی پالیسی اختیار کی تھی کہ لڑاؤ اور حکومت کرو، جیسا کہ ڈبلو ڈبلو ہنٹر نے لکھا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ متحد ومتفق ہو کر ایک ہی مرکز (امارتِ شرعیہ) سے وابستہ رہنا چاہیے۔ واللہ الموفق لما یحب و یرضی۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۲۸/ ۵/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۲۸/ ۵/ ۸۸ھ۔

عورت کی خلافت وامامت

سوال [۱۶۹۴]: زید اور عمر کے درمیان حسبِ ذیل گفتگو ہوئی، محاکمہ کیا جائے کہ کس کی بات صحیح

---

(۱) ﴿واعتصموا بحبل الله جميعاً و لا تفرقوا﴾ (آل عمران: ۱۰۳)

قال ابن كثير رحمه الله تعالیٰ: "أمرهم بالجماعة و نهاهم عن التفرقة، و قد وردت الأحاديث المتعددة بالنهي عن التفرق، والأمر بالاجتماع والائتلاف كما في صحيح مسلم ...... "إن الله يرضى لكم ثلاثاً...... وأن تعتصموا بحبل الله جميعاً و لا تفرقوا". (تفسير ابن كثير: ۱/ ۵۱۲، دار الفيحاء، دمشق)

ہے؟ یہ بھی واضح رہے کہ یہ دونوں ایک ہی مکتبہ فکر کے طالب علم ہیں۔

زید: حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغۃ میں لکھا ہے کہ خلافت منعقد ہونے کی چند صورتیں ہیں: ایک صورت یہ بھی ہے کہ وقت کے سر برآوردہ بااثر لوگ اس کے ہاتھ پر بیعت کرلیں اور اس کو اپنا بڑا حاکم تسلیم کرلیں اور اس کی اطاعت کا عہد کرلیں تو وہ خلیفہ، امام، امیر، حاکم شرعی طور پر ہوجاتا ہے اور اس کی اطاعت لازم ہوجاتی ہے اور اس کی نافرمانی معصیت ہوتی ہے (۱) اور اس میں حضرت شاہ صاحب نے مرد وعورت کی تفریق نہیں کی، لہذا اگر کسی عورت کے ہاتھ پر بیعت کرلی جائے تو وہ بھی امیر وحاکم بن جائے گی اور اس کو امام و خلیفہ بنانا درست ہوگا۔ نیز قرآن کریم میں بلقیس کی سلطنت کا ذکر موجود ہے جو کہ ہمارے لئے حجت ہے، حضرت سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام نے اس کی سلطنت کو ختم نہیں فرمایا تھا۔

عمر: حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے یہ حکم مردوں کے لئے فرمایا ہے، مردوں اور عورتوں کی تفریق سے اس جگہ سکوت کو استدلال میں پیش کرنا درست نہیں، جب تک صراحت موجود نہ ہو، سکوت سے مسائل ثابت نہیں ہوتے، نیز بلقیس کی حکومت خود مختار اور مستقل نہیں تھی بلکہ وہ آج کل کی طرز پر جمہوری حکومت تھی جس کی دلیل یہ آیت ہے:

﴿يأ أيها الملا أفتوني في أمري ما كنت قاطعةً أمراً حتى تشهدون﴾ (۲)۔

وہاں جو کچھ فیصلہ ہوتا تھا وہ مشورہ سے ہوتا تھا، پھر اس حکومت سے استدلال غلط ہے۔

درخواست: زید اور عمر کی مذکورہ دلیلوں کے علاوہ قول صحیح کی دلیل بھی تحریر فرمادیں تو عین کرم ہوگا۔

(مفتی) رضاء الحق استاد دارالعلوم زکریا جنوبی افریقہ۔

الجواب و بيده أزمة الحق والصواب حامداًو مصلياًو مسلماً:

زید اور عمر دونوں طالب علم ہیں یہ ناکارہ بھی طالب علم ہے پھر دونوں میں محاکمہ کیا کرے، اس کے لئے تو بڑی قابلیت کی ضرورت ہوتی ہے، جس سے یہ عاجز خالی ہے، البتہ جس طرح دونوں اپنی اپنی رائے بتا کر طالب تصدیق وتوثیق ہوئے یہ ناکارہ بھی اپنی رائے لکھ رہا ہے، إن كان صوابا فمن الله تعالى وله الحمد

---

(۱) "انعقاد الخلافة بوجوه الخ". (حجة الله البالغة، أبواب سياسة المدن: ۲/۳۹۸، قديمي)

(۲) (النمل: ۳۲)

وإن كان خطاءً فمني و من الشيطن واستغفر الله العظيم، و أرجو منه الصواب۔

زید کا یہ قول کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے مرد وعورت کی تفریق نہیں کی، لہذا عورت کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے عورت بھی خلیفہ ہو جائے گی اور با اثر لوگوں کے لئے جائز ہوگا کہ عورت کو خلیفہ وامام بنالیں غلط ہے اور قلتِ مطالعہ کا نتیجہ ہے، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے خلافت کے شرائط میں بیان کیا ہے:

"واعلم أنه يشترط في الخليفة أن يكون عاقلاً و بالغاً، حراً، ذكراً، شجاعاً، ذا رأى و سمع و بصر و نطق، و ممن سلّم الناس شرفه و شرف قومه، و لا يستنكفون عن طاعته اهـ". حجة الله البالغة: ۲/۴۲۵(۱)۔

جب خلیفہ کے لئے مرد ہونا بطورِ شرط صراحۃً ان کے کلام میں مذکور ہے تو اس جگہ کے سکوت کو صراحت پر ناطق وحاکم قرار دینا صحیح نہیں بلکہ حضرت مصنف-رحمہ اللہ تعالیٰ- کی طرف ایسی بات منسوب کرنا ہے جو ان کے نزدیک غلط ہے۔

زید کی دوسری دلیل سلطنتِ بلقیس کا قرآن میں موجود ہونا ہے اور حضرت سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام کا ان کی سلطنت کو ختم نہ کرنا ہے کہ اس کو برقرار رکھنا ہے، اگر سورۂ نمل میں اس کا واقعہ سمجھ کر پڑھ لیا جائے تو استدلال خود بخود ختم ہو جائے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس بلقیس نے ہدیہ بھیجا تاکہ وہ آزمائے کہ وہ دنیوی بادشاہ ہے کہ ہدیہ سے خوش ہوں گے یا نہیں مگر انھوں نے واپس کر دیا اور فرمایا:

﴿ولنأتينهم بجنود لا قِبَل لهم بها ولنخرجنهم منها أذلة وهم صاغرون﴾(۲)۔

اور اس کا تختِ شاہی اٹھوا کر منگوالیا تھا جس پر وہ سلطنت کرتی تھی:

﴿ولها عرش عظيم﴾ (۳)۔

بلقیس نے خود حاضر خدمت ہو کر اطاعت قبول کر لی تھی اور اس کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے شاہی

---

(۱) (حجة الله البالغة، أبواب سياسة المُدن: ۲/۳۹۶، قديمي)

(۲) (النمل: ۳۷)

(۳) (النمل: ۲۳)

محل میں داخل کردیا گیا: ﴿قيل لها ادخلي الصرح﴾ الآية(١) ﴿قالت ربي إني ظلمت نفسي وأسلمت مع سليمان لله رب العالمين﴾ (٢)۔

شرائع من قبلنا حجت نہیں، بلقیس کی سلطنت بحالتِ کفر تھی: ﴿إنها كانت من قوم كافرين﴾(٣) ﴿وجدتها و قومها يسجدون للشمس﴾(٤)۔

سلطنتِ فارس جب عورت کے سپرد کرنے کی خبر حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دی گئی تو فرمایا: "لن يفلح قوم ولوا أمرهم امرأةً اهـ". حجة الله البالغة، ص: ٤٢٥(٥)، بحوالہ صحیح بخاری شریف(٦)۔

عمر کا یہ کہنا کہ بلقیس کی حکومت جمہوری طرز کی تھی خودمختار مستقل حکومت نہیں تھی، عدمِ تدبر کا نتیجہ ہے جو کہ غلط ہے، قرآن کریم میں ہے:

﴿إني وجدت امرأةً تملكهم وأوتيت من كل شيء، ولها عرش عظيم﴾ (٧)۔

وہ مالکہ ملکہ تھی، لوازمِ سلطنت اس کے پاس تھا، اس کے پاس شاندار تختِ شاہی تھا جس پر وہ حکمرانی کرتی تھی جیسے شاہ جہاں کے پاس تخت طاؤس تھا، جمہوری حکومت کی یہ حیثیت وکیفیت کہاں ہوتی ہے۔

اس نے اپنے درباریوں سے مشورہ کیا اور کہہ دیا کہ میں بغیر تمہارے مشورہ کے قطعی فیصلہ نہیں کرتی، اس مشورہ کے جواب میں ان درباریوں نے کہا کہ:

---

(١) (النمل: ٤٤)

(٢) (النمل: ٤٣)

(٣) (النمل: ٢٤)

(٤) (النمل: ٢٤)

(٥) (حجة الله البالغة، أبواب سياسة المدن: ٢/٢٩٦، قديمي)

(٦) (صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب كتاب النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إلى كسرى: ٢/٦٣٧، قديمي)

(٧) (النمل: ٢٣)

﴿نحن أولوا قوة وأولوا بأس شديد والأمر إليكِ فانظري ماذا تأمرين﴾ (۱)۔

یعنی: ''ہماری کمزوری کا خطرہ دل میں نہ لانا، ہم بہت قوی اور مردانِ جنگ ہیں (لڑائی کی رائے ہوگی تو خوب لڑیں گے) آخری فیصلہ کن رائے آپ کی ہے''۔خود مختار مستقل حکومت کی شان یہی ہوتی ہے فرعون کی حکومت تو خود مختار اور مستقل تھی اس کا دعوی تو یہاں تک تھا: ﴿أنا ربكم الأعلى﴾ (۲)۔

اس نے اپنے مخصوص درباریوں سے کہا تھا:

﴿قال للملاء حوله إن هذا لساحر عليم، يريد أن يخرجكم من أرضكم بسحره، فما ذا تأمرون﴾ (۳)۔

یہ بھی مشورہ ہی تھا جس میں اس کو آمر بنایا۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی مشورہ کا حکم دیا گیا: ﴿و شاورهم في الأمر﴾ پھر خود مختاری کو بھی بتادیا گیا: ﴿فإذا عزمت فتوكل على الله﴾ (۴)۔

خلاصۂ واقعہ

حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی سلطنت انسانوں، جنات اور جانوروں پر تھی، ایک مرتبہ لشکر کا جائزہ لیا اور کسی مصلحت سے پرندوں کی حاضری لی جن میں ہدہد نظر نہیں پڑا، فرمایا: ''ہدہد کو نہیں دیکھ رہا ہوں (وہ پرندوں کے جھرمٹ ہی میں ہے یا غیر حاضر ہے) اس غیر حاضری پر اس کو سخت سزا دوں گا یا ذبح ہی کر ڈالوں گا اِلّا یہ کہ وہ کوئی عذر معقول پیش کرے۔بس اتنے ہی میں ہدہد نے عرض کیا کہ میں قومِ سبا کے پاس سے ایسی یقینی خبر لایا ہوں جو آپ کے پاس پہلے سے نہیں تھی، میں نے وہاں ایک عورت کو پایا جو ملکہ ہے اور اس کے پاس لوازمِ سلطنت ہیں اور اس کے پاس بڑا قیمتی شاندار تخت ہے جس پر وہ سلطنت اور حکمرانی کرتی ہے اور وہ اور اس کی قوم آفتاب پرست ہے''۔

---

(۱) (النمل: ۳۳)

(۲) (النازعات: ۲۴)

(۳) (الأعراف: ۱۱۰)

(۴) (آل عمران: ۱۵۹)

حضرت سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ ''ہم تحقیق کرتے ہیں کہ تو سچ کہہ رہا ہے یا جھوٹ''، ایک خط تحریر فرما کر اس کو دیا کہ ''یہ اس کے پاس پہونچادے پھر وہاں سے ہٹ جا، پھر دیکھ وہ اور اس کے ارکان سلطنت کیا جواب دیتے ہیں''۔ ہدہد نے وہ خط اس کے سینہ پر رکھ دیا جب کہ وہ اپنے محل میں آرام کر رہی تھی اس کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئی اور درباریوں سے اس پُرشکوہ خط کا تذکرہ کر کے مشورہ طلب کیا، خط میں تھا کہ ''میرے مقابلہ میں سرکشی مت کرو بلکہ اطاعت گزار اور فرمانبردار ہو کر حاضر ہو جاؤ۔ درباریوں نے کہا ہم بڑی قوت والے اور مردانِ جنگ ہیں رائے ہوگی تو خوب لڑیں گے، آخری اور فیصلہ کن رائے آپ کی ہے، اس نے کہا بادشاہوں کا طریقہ ہے کہ جب کسی بستی میں لڑتے ہوئے پہونچتے ہیں تو وہاں کے باعزت لوگوں (امیروں وزیروں) کو ذلیل کر دیتے ہیں اور یہ بھی ایسا ہی کریں گے۔ بلقیس نے کہا میں ان کے پاس ہدیہ بھیجتی ہوں معلوم ہو جائے گا کہ وہ لالچی ہیں یا نہیں؟ جب اس کے قاصد ہدیہ لے کر آئے تو حضرت سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: تمہارا مال تم ہی کو مبارک میرے مالک نے جو کچھ عطا فرمایا ہے وہ اس سے بہت بہتر ہے جو تم کو دیا، واپس لے جاؤ، ہم ایسے لشکر کے ذریعہ چڑھائی کریں گے کہ ملکہ اور اس کے ارکانِ سلطنت مقابلہ نہ کر سکیں گے اور ہم ان کو ذلیل وخوار کر کے نکال دیں گے''۔

اپنے درباریوں کو فرمایا کہ ''ان کے فرمانبردار ہو کر حاضر ہونے سے پہلے بلقیس کا تخت کون میرے پاس لے آئے گا''، ایک عفریت جن نے کہا میں لاتا ہوں اس سے پہلے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں، دوسرے نے کہا میں پلک جھپکنے سے پہلے لاتا ہوں، چنانچہ دیکھا کہ تخت آ گیا حالانکہ بلقیس ابھی تک نہیں آئی تھی۔ حضرت سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام نے اس کے تخت کی ہیئت کو متغیر کرا دیا آزمائش کے لئے کہ وہ اس کو پہچانتی ہے یا نہیں، پھر اس سے پوچھا کہ تیرا تخت ایسا ہی ہے اس نے کہا یہ تو بالکل ویسا ہی ہے، پھر بلقیس سے کہا گیا کہ شاہی محل میں حضرت سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام کے حرم سرا میں داخل ہو جاؤ، وہ مطیع وفرمانبردار ہو کر داخل ہوگئی تو وہاں محسوس ہوا کہ پانی کا حوض ہے اس لئے کپڑا پنڈلیوں سے اوپر چڑھا لیا تو اس کو بتایا گیا کہ یہ پانی نہیں بلکہ شیشے کا فرش ہے تب اس نے کہا:

﴿إنی ظلمت نفسی وأسلمت مع سليمان لله رب العالمين﴾(۱)۔

---

(۱) (النمل: ۴۴)

اس عاجز و ناقص نے جو کچھ قرآن کریم، حدیث شریف، فقہ، کلام سے سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ جو امور، استعلاء، استیلاء، اعلان، شوکت سے متعلق ہیں وہ مردوں کے سپرد ہیں، اس کے چند شواہد اس وقت تحریر ہیں:

۱- جتنے رسول آئے وہ سب مرد آئے، کسی عورت کو رسول نہیں بنایا گیا: ﴿و ما أرسلنا قبلك إلا رجالا﴾ (۱)۔

۲- **اذان:** وأما أذان المرأة فلأنه لم ينقل عن السلف حين كانت الجماعة مشروعةً فی حقهن، فيكون من المحدثات لا سيماً بعد انتساخ جماعتهن، ولأن المؤذن يستحب له أن يشهر نفسه، و يؤذن على المكان العالى، و يرفع صوته، والمرأة منهية عن ذلك كله اهـ". زيلعی: ۱/۹۴۔

"لم يشرع لهن الأذان و هو دعاء إلى الجماعة اهـ". زيلعی: ۱/۱۳۵ (۲)۔

اذان کا مقصود یہ ہے کہ لوگوں کو آوازِ بلند اعلان واعلام کر دیا جائے کہ نماز کے لئے چلو، جہاں تک آواز جائے گی حجر و مدر گواہی دیں گے، شیطان بری حالت میں بھاگے گا (۳)۔

---

(۱) (سورة الأنبياء :۷)

(۲)(تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، باب الأذان : ۱/۹۴، امداديه ملتان)

قال فی البحر : "وأما أذان المرأة، فلأ نها منهية عن رفع صوتها؛ لأنها يؤدی إلى الفتنة". (باب الأذان : ۱/۴۵۸، بيروت)

(۳) "عن أبی هريرة رضی الله عنه أن النبی صلی الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "إذا نودی للصلوة أدبر الشيطان له ضراط لا يسمع التأذين". الحديث .

"عن عبد الرحمن .... عن أبيه أنه أخبره أن أبا سعيد الخدری رضی الله تعالىٰ عنه قال له: إنی أراک تحب الغنم والبادية، فإذا كنت فی غنمک أو باديتک فأذنت للصلوٰة، فارفع صوتک بالنداء، فإنه لا يسمع مدى صوت المؤذن جن و لا إنس و لا شیءٌ إلا شهد له يوم القيامة، قال أبو سعيد : سمعته من رسول الله صلی الله تعالىٰ عليه وسلم ". (صحيح البخاری : ۱/۸۵، ۸۶، باب فضل التأذين، و باب رفع الصوت بالنداء، كتاب الأذان ، قديمی)

۳-**اقامت**: اس کا مقصد اعلامِ حاضرین ہے، کما فی السعایہ (۱) کہ وظیفۂ تسبیح وغیرہ موقوف کر کے جماعت کی شرکت کے لئے آجاؤ، گو اس میں اذان کی طرح بلند آواز اور بلند جگہ کی ضرورت نہیں تاہم اس میں بھی اعلان واعلام کی شان ہے، یہ بھی مردوں کے لئے مخصوص ہے۔

۴-**خطبہ جمعہ**: محلّہ بلکہ بستی کے لوگ ہفتہ میں ایک دن جمع ہو کر نمازِ جمعہ ادا کرتے ہیں اس کے لئے خطبہ شرط ہے، سب کے سامنے منبر پر آ کر خطبہ دینا مردوں کے لئے مخصوص ہے، عورتوں کو اس کا حق نہیں: ''أما الخطيب، فيشترط فيه أن يتأهل للإمامة في الجمعة اهـ''. بحر: ۱/۱۴۸ (۲)۔

۵-**خطبۂ عیدین**: بستی اور اس کے ملحقات کے لوگ جمع ہو کر جبانہ آبادی سے باہر کھلے میدان میں نمازِ عیدین ادا کرتے ہیں، بعد نماز خطبۂ مسنون ہے وہ بھی مردوں کے لئے مخصوص ہے: ''شرائط الجمعة وجوباً و صحةً شرائط للعيد إلا الخطبة اهـ''. بحر: ۱/۱۵۸ (۳)۔

۶-**امامتِ رجال**: عورت کو امام بنا کر اس کے اقتداء میں مرد نماز پڑھیں تو یہ درست نہیں: ''و فسد اقتداء رجل بامرأةٍ اهـ'' بحر: ۱/۳۵۵ (۴)۔

۷-**محاذاۃ**: اگر شوہر نماز پڑھائے اور بیوی اس کے اقتداء میں برابر کھڑی ہو جائے تو دونوں کی نماز فاسد ہو جائے گی، کیونکہ عورت کا مقام مرد کے برابر نہیں بلکہ مرد کے پیچھے ہے اس نے اپنے مقام سے تجاوز کیا ہے: ''وفي فتاوى قاضي خان: ''المرأة إذا صلّت مع زوجها في البيت إن كان قدمها بحذاء قدم

---

(۱) وفي السعاية: ''لم يشرع تكرار الإقامة؛ لأنها لإعلام الحاضرين''. (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية: ۲/۳۲، كتاب الصلوة، باب الأذان، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، كتاب الصلاة، باب صلوة الجمعة: ۲/۲۵۹، رشيديه)

(هكذا في رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الجمعة: ۲/۱۴۷، سعيد)

(۳) (البحر الرائق، كتاب الصلاة باب صلوة العيدين: ۲/۲۷۷، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الصلاة، باب العيدين: ۲/۱۶۶، سعيد)

(۴) (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۲۸، رشيديه)

في رد المحتار: ''ولا يصح اقتداء رجل بامرأة .... مطلقاً''. (باب الإمامة: ۱/۵۷۶، سعيد)

الزوج، لا تجوز صلوتهما بالجماعة. و فی المحیط: إذا حاذت إمامها فسدت صلوة الکل، واستدل بحدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ: "أخروهن من حیث أخرهن اللہ". والبسط فی البحر: ۱/۳۵۴ (۱)۔

۸- استخلاف: اگرکسی امام نے نماز میں عورت کو اپنا خلیفہ بنادیا تو امام کی اوراس کی سب مقتدیوں کی خواہ مرد ہوں یا عورت اوراس عورت کی جس کوخلیفہ بنایا ہے سب کی نماز فاسد ہوجائے گی:

"إذا استخلفها الإمام وخلفه رجال ونساء فتفسد صلوة الکل اھ". درمختار، ص: ۳۸۰ (۲)۔

۹- ولایتِ نکاح: بچہ بحالتِ حمل کم وبیش نو ماہ شکمِ مادر میں رہتا ہے پھر دو برس وہ اس کو خونِ جگر (دودھ) پلاتی ہے اوراس کی تمام ضروریات پوری کرتی ہے، اس کے باوجود ولایتِ نکاح باپ کو حاصل ہے:"والولایة تنفیذ القول علی الغیر شاء أو أبی اھ" (۳)۔

"الولی فی النکاح العصبة بنفسه بلاتوسط انثیٰ اھ". در مختار: ۱/۳۱۱ (٤)۔

۱۰- گھوڑے پرسوار ہونا: اظہارِ شوکت وجلادت کے لئے گھوڑے پر سوار ہونا مردوں کا حق ہے، عورت کا حق نہیں: "لعن اللہ الفروج علی السروج اھ" فتح القدیر (۵)۔

۱۱- امیرِ سریہ: حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے متعدد مرتبہ جہاد کے جماعتوں کو بھیجا، کبھی ان

---

(۱) (البحر الرائق، باب الإمامة: ۱/۶۲۰، بیروت، رشیدیه)

(أنظر أیضاً فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاوی العالمکیریة، فصل فیمن یصح الاقتداء به و من لایصح الخ: ۱/۹۵، رشیدیه)

(۲) (الدر المختار، باب الإمامة: ۱/۵۶۵، سعید)

(أنظر أیضاً الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلاة، فصل فی الاستخلاف: ۱/۹۵، رشیدیه)

(۳) (رد المحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۳/۵۴، سعید)

(۴) (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی: ۳/۷۶، سعید)

(۵) قال علی القاری: "لا أصل له" (الموضوعات الکبری، ص: ۲۸۲، المکتبة الأشرفیه پاکستان)

کا امیر کسی عورت کو نہیں بنایا بلکہ ہمیشہ مردوں کو امیر بنایا ہے (۱)۔

۱۲-**نائب**: متعدد مرتبہ بنفس نفیس جہاد میں تشریف لے گئے اور اپنی طرف سے اپنا نائب مدینہ طیبہ میں مردوں کو بنایا، کبھی کسی عورت کو نہیں بنایا (۲)۔

۱۳-**امیر الحج**: حج کے لئے جب جماعتیں گئیں تو امیر الحج کبھی کسی عورت کو مقرر نہیں فرمایا (۳)۔

۱۴-**ختم معاہدہ کا اعلان**: مشرکین کا معاہدہ ختم اور ان کو بحالتِ شرک حج سے ممانعت کا اعلان کرنے کے لئے عورت کو تجویز نہیں فرمایا بلکہ مردوں کو تجویز فرمایا (۴)۔

۱۵-**صلح نامہ**: مقابل فریق سے صلح و جنگ کی گفتگو کے لئے عورت کو منتخب نہیں فرمایا بلکہ مردوں کے ذریعہ اس کی تکمیل کی گئی (۵)۔

---

(۱) "أمّر رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في غزوة موتة زيدبن حارثة، فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ان قُتِل زيد فجعفر، وإن قُتل جعفر فعبد الله بن رواحة رضي الله تعالىٰ عنه.......... اهـ". (صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب غزوة موته: ۲/ ۶۱۱، قديمي)

(۲) بلکہ اس پر نکیر فرمائی ہے: "لـمّا بلغ رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أن أهل فارس قد ملكوا عليهم بنت كسرى، قال: "لن يفلح قوم و لّوا أمرهم امرأةً". (صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب كتاب النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إلى كسرى: ۲/ ۶۳۷، قديمي)

(۳) "عن حميد بن عبدالرحمن أن أبا هريرة أخبره أن أبا بكر الصديق رضي الله تعالىٰ عنه بعثه في الحَجة التي أمّره عليها رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قبل حجة الوداع اهـ". (صحيح البخاري، كتاب المناسك، باب لا يطوف بالبيت الخ: ۱/ ۲۲۰، قديمي)

(۴) "قال أبوهريرة رضي الله تعالىٰ عنه فأذن معنا عليٌّ في أهل منى يوم النحر: لا يحج بعد العام مشرك، و لا يطوف بالبيت عريان". (صحيح البخاري، كتاب الصلوة، باب مايستر من العورة: ۱/ ۵۳، قديمي)

(۵) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالىٰ عنه قال: لما نزلت بنو قريظة على حكم سعد بن معاذ، بعث رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فجاء على حمار، فلما دنى، قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "قوموا إلى سيدكم". فجاء فجلس، فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن هؤلاء نزلوا على حكمك" قال: فإني أحكم أن تقتل المقاتلة وأن تسبى الذرية، قال: قال: "لقد حكمت فيهم =

۱۶- مرد قوّام ہیں: عورتوں کی تادیب، تہذیب، حمایت، حفاظت مردوں کے ذمہ ہے ان کے رہنے کیلئے مکان اور کھانے پینے پہننے کا انتظام لازم ہے تاکہ ان کو گھر سے نکلنے کی ضرورت پیش نہ آئے: ﴿الرجال قوامون على النساء﴾ (۱)۔ "فدلّت الآية على معان: أحدها: تفضيل الرجال على المرأة فی المنزلة، وأنه هو الذی يقوم بتدبيرها و تأديبها، و هذا يدل على أن له إساكنها فی بيته و منعها من الخروج وأن عليها طاعته و قبول أمره مالم يكن معصيةً، ودلت على وجوب نفقتها عليه، و بما أنفقوا من أموالهم اهـ". أحكام القرآن: ۲/۲۲۹ (۲)۔

۱۷- تشبہ: جو امور مردوں کے ساتھ مخصوص ہیں ان میں مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے پر حدیث شریف میں لعنت آئی ہے جیسا کہ اس کے عکس میں ہے: "لعن الله المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال"۔ رواه البخاری اهـ". مشكوة شريف، ص: ۳۸۰ (۳)۔

۱۸- عورت کی امارت پر وعید:

"عن أبی هريرة رضی الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إذا كان أمرائكم خياركم، وأغنياء كم سمحائكم، وأموركم شورىٰ بينكم، فظهر الأرض خيرٌ لكم من بطنها. وإذا كان أمرائكم شراركم، وأغنياء كم بخلائكم، وأموركم إلى نساء كم، فبطن الأرض خيرٌ لكم من ظهرها"۔ رواه الترمذی، وقال: هذا حديث غريب". مشكوة شريف: ۳۵۹ (٤)۔

= بحكم الملك". وفی رواية: "بحكم الله". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، كتاب الجهاد، باب فی حكم الأسراء، ص: ۳۴۴، قديمی)

(۱) (النساء: ۳۴)

(۲) (أحكام القرآن للجصاص: ۲/۲٦۷، قديمی)

(۳) (مشكوة المصابيح، كتاب الترجل، ص: ۳۸۹، قديمی)

(وصحيح البخاری، كتاب اللباس، باب لعن الله الخ: ۲/۸۷۴، قديمی)

(۴) (مشكوة المصابيح، كتاب الرقاق، باب الإنذار والتخويف، ص: ۴۵۹، قديمی)

(وجامع الترمذی، كتاب الفتن: ۲/۵۲، سعيد)

۱۹-حق تعزیر: عورت کی بے راہروی پر مرد کو حقِ تعزیر حاصل ہے، اس کی بہت سی مثالیں فقہاء نے لکھی ہیں چند یہ ہیں:

"ومنه: ماإذا شتمه أو مزقت ثيابه أو أخذت لحيته أو قالت له: يا حمار يا أبله!، أو لعنته سواء شتمها أو لا على قول العامة۔ ومنه: ما إذا شتمت أجنبياً، و منهماإذا كشفت وجهها لغيرمحرم أوكلمت أجنبياً أو تكلمت عامداً مع الزوج أو شاغبت معه يسمع صوتها الأجنبى اهـ". بحر: ٥/٥٤٩ (١)۔

۲۰-خلیفہ اور امام کی ذمہ داریاں: کتبِ فقہ اور کلام میں اتنی بات بیان کی گئی ہیں کہ عورت کے قابو سے باہر ہیں شرعی حدود کو قائم رکھتے ہوئے وہ ان کو پورا نہیں کر سکتی:

"هى استحقاق تصرف عام على الأنام، و تحقيقه فى علم الكلام، و نصبه أهم الواجبات، فلذا قدموه على دفن صاحب المعجزات، ويشترط كونه مسلماً حراً ذكراً عاقلاً بالغاًقادراً قرشياً لا هاشمياً علوياً معصوماً اهـ". در مختار (٢)۔

"قال فى العقائد النسفية (٣): "والمسلمون لابد لهم من إمام يقوم بتنفيذ أحكامهم، وإقامة حدودهم، و سد ثغورهم، و تجهيز جيوشهم، وأخذ صدقاتهم، وقهر المتغلبة والمتلصصة وقطاع الطريق، وإقامة الجُمُع والأعياد، وقبول الشهادة القائمة على الحقوق، و تزويج الصغار والصغائر الذين لا أولياء لهم، و قسمة الغنائم اهـ"۔ رد المحتار: ١/٣٦٨ (٤)۔

---

(۱) (البحر الرائق، كتاب الحدود، باب حد القذف، فصل فى التعزير: ۵/۴۷،بيروت،رشيديه)

مزید تفصیل کے لئے: (رد المحتار، كتاب الحدود، باب التعزير: ۴/۷۷،سعيد)

(والنهر الفائق، كتاب الحدود، باب حد القذف، فصل فى التعزير: ۳/۱۷۳،بيروت)

(۲) (الدر المختار، باب الإمامة: ۱/۵۴۸،سعيد)

(۳) (شرح العقائد النسفيه ،ص: ۱۰۶،سعيد)

(۴) (رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۴۸،سعيد)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (حجة الله البالغة، أبواب سياسة المُدن: ۲/۲۹۶،قديمى)

"الخلافة ثابتة والإمارة قائمة مشروعة واجبة على الناس الخ". (تمهيد أبى الشكور، الباب الحادى عشر فى الخلافة والإمارة، ص: ۱۷۲)

اگرخلعت امارت وامامت کے لئے عورت کا قد وقامت زیبا ہوتا تو کبھی تو اس کو اس سے شرف بخشا جاتا مگر وہ تو مخلوق ہی تابع اور محکوم بنا کر ہوئی۔

تنبیہ : اگر کسی مجبوری کی حالت میں کسی وقت میں ایک یا متعدد عورتیں خدمت کے لئے لڑائی کے موقع پر پہونچ گئیں اور ان کو واپس کرنا اس وقت خلاف مصلحت تھا تو اس کو ضابطہ کلیہ نہیں بنایا جائے گا مجبوری ومعذوری کے احکام مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، نزیل جوہانسبرگ جنوبی افریقہ، یکم/ ربیع الثانی/ ۱۴۱۰ھ۔

عربی عبارات کا ترجمہ :

۱: ''بلقیس نے کہا اے اہل دربار! تم مجھ کو اس معاملہ میں رائے دو، میں کسی بات کا قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک کہ تم لوگ میرے پاس موجود نہ ہو'' (بیان القرآن)

۲: ''اگر صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اسی کے لئے حمد ہے اور اگر خطا ہے تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے اور عظمت والے اللہ ہی سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اسی سے صواب کی امید رکھتا ہوں۔

۳: ''اور جان لے کہ خلیفہ میں شرط ہے کہ وہ عاقل ہو، بالغ ہو، آزاد ہو، مرد ہو، بہادر ہو، ذی رائے ہو، سننے، دیکھنے، بولنے والا ہو اور لوگ اس کی اور اس کی قوم کی شرافت کو تسلیم کرتے ہوں اور اس کی اطاعت سے ناک منہ نہ چڑھاتے ہوں''۔ (حجۃ اللہ البالغۃ)

۴: ''سو ہم ان پر ایسی فوجیں بھیجتے ہیں کہ ان لوگوں سے ان کا ذرا مقابلہ نہ ہو سکے گا اور ہم ان کو وہاں سے ذلیل کر کے نکالدیں گے اور وہ ماتحت ہو جاویں گے''۔ (بیان القرآن)

۵: ''اور اس کے پاس ایک بڑا تخت ہے''۔ (بیان القرآن)

۶: ''بلقیس سے کہا گیا کہ اس محل میں داخل ہو تو جب اس کا صحن دیکھا تو اس کو پانی سمجھا اور اپنی دونوں پنڈلیاں کھولدیں، سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ تو ایک محل ہے جو شیشوں سے بنایا گیا ہے، بلقیس کہنے لگیں کہ اے میرے پروردگار! میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تھا اور میں سلیمان کے ساتھ ہو کر رب العالمین پر ایمان لائی''۔ (بیان القرآن)

۷: ''وہ کافر قوم میں سے تھی''۔ (بیان القرآن)

۸: ''میں نے اس کو اور اس کی قوم کو دیکھا کہ وہ خدا کو چھوڑ کر آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کی نظر میں مرغوب کر رکھا ہے اور ان کو راہ سے روک رکھا ہے سو وہ راہ پر نہیں چلتے''۔ (بیان القرآن)

۹: وہ قوم فلاح یاب نہیں ہو سکتی جنہوں نے اپنے امر کا والی ایک عورت کو بنالیا (حجۃ اللہ البالغۃ) .... =

....

۱۰: ''میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ ان لوگوں پر بادشاہی کر رہی ہے اور اس کو ہر قسم کا سامان میسر ہے اور اس کے پاس ایک بڑا تخت ہے''۔ (بیان القرآن)

۱۱: ''ہم بڑے طاقت ور اور بڑے لڑنے والے ہیں اور اختیار تم کو ہے، سو تم ہی دیکھ لو جو کچھ حکم دینا ہو''۔ (بیان القرآن)

۱۲: ''میں تمہارا ربِ اعلیٰ ہوں''۔ (بیان القرآن)

۱۳: ''فرعون نے اہل دربار سے جو اس کے آس پاس تھے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے جادو سے تم کو تمہاری سرزمین سے باہر کردے، سو تم لوگ کیا مشورہ دیتے ہو''۔ (بیان القرآن)

۱۴: ''اور ان سے خاص خاص باتوں میں مشورہ لیتے رہا کیجئے''۔ (بیان القرآن)

۱۵: ''پھر جب آپ رائے پختہ کرلیں سو خدا تعالیٰ پر اعتماد کیجئے، بیشک اللہ تعالیٰ ایسے اعتماد کرنے والوں سے محبت فرماتے ہیں''۔ (بیان القرآن)

۱۶: ''اے میرے پروردگار! میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تھا اور میں سلیمان کے ساتھ ہوکر رب العالمین پر ایمان لائی''۔ (بیان القرآن)

۱۷: ''اور ہم نے آپ کے قبل صرف آدمی ہی رسول بنا کر معجزات اور کتابیں دیکر بھیجے ہیں کہ ان پر وحی بھیجا کرتے تھے، سو اگر تم کو علم نہیں تو اہل علم سے پوچھ دیکھو''۔ (بیان القرآن)

۱۸: ''بہر حال عورت کی اذان اس لئے کہ سلف سے منقول نہیں جب کہ جماعت ان کے حق میں مشروع تھی، پس یہ (عورت کی اذان) گھڑی ہوئی چیزوں میں ہے، بالخصوص ان کی جماعت منسوخ ہونے کے بعد اور اس لئے کہ مؤذن کیلئے اپنے نفس کا ظاہر کرنا اور بلند جگہ پر اذان دینا اور اپنی آواز کا بلند کرنا مستحب ہے اور عورت کو ان سب سے روکا گیا ہے ان کیلئے اذان مشروع نہیں اور اذان جماعت کی دعوت ہے''۔ (زیلعی)

۱۹: ''خطیب کے لئے شرط ہے کہ وہ جمعہ کی امامت کی اہلیت رکھتا ہو''۔ (بحر)

۲۰: ''جمعہ کے لئے وجوب وصحت کے اعتبار سے جو شرائط ہیں وہی عید کے لئے شرائط ہیں خطبہ کے علاوہ''۔

۲۱: ''مرد کو عورت کی اقتداء کرنا، نماز کو فاسد کردیتا ہے''۔ (بحر)

۲۲: ''فتاوی قاضی خان میں ہے کہ عورت جب اپنے شوہر کے ساتھ گھر میں نماز پڑھے، اگر اس کا قدم شوہر کے قدم کے برابر ہو تو دونوں کی جماعت کے ساتھ نماز جائز نہیں اور محیط میں ہے کہ جب عورت اپنے امام کے برابر ہو جائے سب کی نماز فاسد ہو جائے گی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث: ''ان کو پیچھے کرو جس طرح اللہ نے ان کو پیچھے کیا ہے'' سے =

....

= استدلال کیا ہے اور بحر میں تفصیل ہے''۔

۲۳: ''جب امام نے عورت کو امام بنادیا اور اس کے پیچھے مرد وعورت دونوں ہیں سب کی نماز فاسد ہوجائے گی اھ''۔ (درمختار)

۲۴: ''ولایت قول کا نافذ کرنا ہے غیر پر، وہ چاہے یا انکار کرے نکاح میں ولی عصبہ بنفسہ ہوتا ہے کسی عورت کے واسطہ کے بغیر''۔

۲۵: ''اللہ تعالیٰ نے گھوڑے کی زینوں پر سوار ہونے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے''۔

۲۶: ''مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس آیت سے چند باتیں معلوم ہوئیں ۔۱- مردوں کا درجہ عورتوں سے بڑا ہے اور مرد کو عورت پر فوقیت حاصل ہے۔ ۲- مرد عورت کو ادب سکھاتا ہے اور اس کو سلیقہ سکھاتا ہے۔۳- آیت سے معلوم ہوا کہ مرد کو شرعاً یہ اختیار ہے کہ عورت کو اپنے گھر میں رکھے اور اس کو باہر نہ جانے دے۔۴- عورت پر مرد کی فرمانبرداری اور اس کا حکم ماننا ضروری ہے جبکہ وہ کسی معصیت کا حکم نہ دے۔۵- آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت کا نفقہ شرعاً مرد پر واجب ہے''۔

۲۷: ''اللہ تعالیٰ شانہ ان مردوں پر لعنت بھیجتے ہیں جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں اور ان عورتوں پر لعنت بھیجتے ہیں جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں''۔

۲۸: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پاک ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جب تمہارے حکمران اچھے لوگ ہوں اور تمہارے مالدار سخی ہوں اور تمہارے کام آپس کے مشورہ سے طے پائیں تو زمین کا اوپری حصہ تمہارے لئے زمین کے نیچے کے حصہ سے بہتر ہے اور جب تمہارے حکمران برے لوگ مقرر ہوں اور تمہارے مالدار بخیل ہوں اور تمہارے کام عورتوں کے مشورہ سے ہوں تو تمہارے لئے زمین کے نیچے کا حصہ اوپر کے حصہ سے بہتر ہے''۔

۲۹: ''انہیں مثالوں میں سے ایک یہ ہے کہ عورت مرد کو گالی دیدے یا اس کے کپڑے پھاڑ دے یا اس کی داڑھی پکڑ لے یا اس کو گدھا، بے وقوف کہہ کر پکارے یا اس پر لعنت بھیجے خواہ گالی دے یا نہ دے، قول عام کے مطابق یا کسی اجنبی کو گالی دے یا غیرمحرم کے سامنے چہرہ کھولے یا اجنبی سے گفتگو کرے یا عورت شوہر کے ساتھ سختی سے گفتگو کرے یا اس سے جھگڑا کرے جس کی آواز اجنبی کو سنائی دے''۔

۳۰: ''وہ مخلوق پر تصرف عام کا استحقاق ہے اس کی تحقیق علم کلام میں ہے اور اس کا قائم کرنا اہم واجبات میں سے ہے اسی لئے اس کو مقدم کیا، صاحب معجزات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دفن پر اور شرط ہے، اس کا مسلمان ہونا، آزاد ہونا، عاقل، بالغ، قادر، قریشی ہونا نہ کہ ہاشمی، علوی، معصوم ہونا''۔ (درمختار)

۳۱: ''عقائد نسفیہ میں ہے اور مسلمانوں کے لئے امام ضروری ہے جو ان کے احکام نافذ کرے، حدود قائم کرے، =

عورت کو قاضی بنانا

سوال[۱۲۹۵]: مقدمات فیصلہ کرنے کے لئے عورت کو قاضی بنانا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اگر وہ شریعت کے مطابق فیصلہ کرے تو وہ قابل اعتبار ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جن امور میں عورت کی شہادت معتبر ہے ان امور میں اس کا فیصلہ بھی معتبر ہوگا جبکہ وہ شریعت کے مطابق ہو لیکن اس کو قاضی بنانے والا گناہگار ہوگا جن امور میں اس کی شہادت معتبر نہیں ان امور میں اس کا فیصلہ بھی معتبر نہیں۔ جیسے حدود وقصاص۔

"والمرأة تقضي في غير حدٍ و قَوَد وإن أثم المولّى لها قوله في غير حد الخ؛ لأنها لا تصلح شاهدةً فيهما فلا تصلح حاكمة" رد المحتار: ۳۵٦/٤، نعمانیه(۱)۔

جیسے کوئی شخص ارضِ مغصوبہ میں نماز پڑھے یا ثوب حریر میں پڑھے یا ازار ٹخنوں سے نیچے ہو ان سب صورتوں میں فریضہ نماز ادا ہو جائے گا اور گناہ بھی ہوگا (۲)۔ اور جیسے کوئی عورت غیر محرم کے ساتھ سفر حج میں جائے تو حج بھی ہو جائے گا اور گناہ بھی ہوگا (۳)، فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند۔

چودہریوں کی حکومت

سوال[۱۲۹٦]: کیا حکم ہے شریعت کا مسائل ذیل میں کہ حکومت چند رقم پر ہے: اول: حکومتِ

= قلعوں کی حفاظت، لشکروں کی تیاری، صدقات کی وصولیابی، باغیوں، چوروں، ڈاکوؤں کی سرکوبی، جمعہ اور عیدین کا قیام، شہادت کا قبول کرنا جو حقوق پر قائم ہو اور چھوٹے بچوں اور بچیوں کا نکاح کرنا جن کا کوئی ولی نہیں اور مال غنیمت کی تقسیم"۔

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب القضاء، باب كتاب القاضي إلى القاضي: ۴۴۰/۵، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب القضاء، باب كتاب القاضي إلى القاضي: ۲۲۳/۳، بيروت)

(وكذا في فتح القدير، كتاب القضاء، باب كتاب القاضي إلى القاضي، فصل آخر: ۲۹۷/۷، مصر)

(۲) "وكذا تكره في أماكن .... وأرض مغصوب". (الدر المختار، كتاب الصلاة: ۳۸۱/۱، سعيد)

(۳) "ولو حجت بلا محرم جاز مع الكراهة: أي التحريمية". (رد المحتار، كتاب الحج: ۴۶۵/۲، سعيد)

سلطان، دوسرے: نائبِ سلطان وہ ماتحت سلطان کے رعایا پر حکومت کرتا ہے، تیسرے: ولی اپنے مولی پر حکومت کرتا ہے، چوتھے: وہ شخص ہے جس کو طرفین نے مقرر کیا ہے، پانچویں صورت کے چند جاہل اور کچھ نام کے مولوی ملکر اہل دیہات پر حکومت کریں ان کو کوئی سلطان کی طرف سے حکومت نہیں ملی اور جاہل دیہاتیوں نے بھی ان کو حکم مقرر نہیں کیا ویسا ہی فلاں کو پکڑاؤ مسجد کیوں بنایا ہے ہم لوگوں نے حکم نہیں دیا ہے اور مدرسہ کیوں قائم کیا ہے، ان کو سزا دو، اپنی اولاد کی شادی کیوں کرایا ہے ہمارے بدونِ اجازت ان کو برادری سے علیحدہ کردو۔

الغرض اہلِ دیہات اگر کوئی مسجد بناویں یا کوئی شادی کریں ان سے اجازت لینا ہوگا، خواہ کام شرعی یا غیر شرعی، ان کی اجازت سے جائز ہوتا ہے ورنہ سزا کا مستحق ہے، جرمانہ کرتے ہیں مالدار کو نہیں کرسکتے بلکہ متوسط قسم کی آدمی سے لیتے ہیں یہ پانچویں قسم شریعتِ بیضاء اور ملتِ غراء ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

شرعاً یہ حکومت جبراً اور ظلم ہے، اپنی اولاد کی شادی کرنے کا ہر شخص حق رکھتا ہے اس میں کسی غیر شخص سے اجازت کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح اگر کسی جگہ مسجد نہ ہو وہاں مسجد بنادیں تو کسی کو منع کرنے کا حق نہیں، یہی حکم مدرسہ کا ہے بلکہ بعض اوقات یہ چیزیں شرعاً ضروری ہوجاتی ہے۔ اور مال کا جرمانہ ناجائز اور ظلم ہے:

"لایجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعی (إلی قوله) والحاصل أن المذهب عدم التعزیر بأخذ المال"۔ بحر (۱)۔

جس قدر روپیہ جرمانہ کا جس جس سے لیا ہو اس کا واپس کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہانپور۔ ۵۸/۱۲/۱۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مدرسہ ہذا۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم ۲۲، ۱۲، ۵۸ھ۔

---

(۱) (البحر الرائق، كتاب الحدود، باب حد القذف، فصل في التعزير: ۶۸/۵ رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الحدود، باب حد القذف، فصل في التعزير: ۱۶۴/۳ رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الحدود، باب التعزير، مطلب في التعزير بأخذ المال: ۶۱/۴ سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الحدود، فصل في التعزير: ۱۶۷/۲ رشيديه)

بے علم صدر کا قاضی کی مدد سے فیصلہ کرنا

سوال[۱۶۹۷] : ۱......کیا صحیح طریقہ پر شریعت کے نہ جاننے والے کو یہ کہنا کہ آپ کو شریعت کا علم نہیں ہے، جرم ہے؟

۲......اگر ایسا شخص جماعت کا صدر ہے اور اس کو مشورہ دیا جائے کہ چونکہ آپ کو شریعت کا علم نہیں اس لئے قاضی صاحب کو ساتھ لے کر فیصلہ دیں، تو کیا یہ مشورہ دینا غلط ہے؟

ایضاً

سوال[۱۶۹۸] : ۳......اگر جماعت کا صدر انگریزی داں وکیل ہے اور شریعت کا مکمل علم نہ رکھتا ہو اور اس کو یہ کہا جائے کہ آپ شریعت کا علم نہیں رکھتے، اس لئے قاضی صاحب کو ساتھ لے کر فیصلہ دیں، تو کیا جماعت اور صدرِ جماعت کی توہین ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱......شریعت سے واقف آدمی اگر کسی ناواقف کو یہ بات کہے کہ آپ کو شریعت کا علم نہیں تو یہ صحیح ہے، جرم نہیں، جیسے کوئی قانون دان وکیل ناواقف کو کہہ دے کہ آپ کو قانون کا علم نہیں تو یہ بات صحیح ہے، جرم نہیں (۱)۔

۲......جو شخص شریعت سے واقف نہیں، اس کو لازم ہے کہ واقفِ شریعت سے علمِ شریعت حاصل کرے اور اس کی نگرانی میں کام کرے (۲)۔

---

(۱) " وفی هذا الحديث الفوائد .... السابعة : جواز تحدث المرء بما فيه من فضل بحسب الحاجة لذلک عند الأمن من المباهات والتعاظم". (فتح الباری، باب قول النبی صلی الله عليه وسلم: "أنا أعلمكم بالله الخ": ۱/۹۸، قديمی)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، باب المتفرقات: ۵/۳۷۷، رشيديه)

"فی الحديث: "اللهم اهد قومی، فإنهم لايعلمون". (الدر المنثور: ۲/۲۹۸، بيروت، طبع جديد)

(ومشكوٰة المصابيح، كتاب الرقائق، باب التوكل والصبر، ص: ۴۵۴، قديمی)

(۲) "طلب العلم فريضه على كل مسلم و مسلمة". .... =

۳......اس مشورہ دینے میں توہین نہیں، البتہ ناواقفِ شریعت کو شرعی جماعت کا صدر بنانے میں، جب کہ فیصلہ بھی شرعی احکام کے کرنے کی نوبت آتی ہو، جماعت کی توہین ہے۔

کیا ذمہ داری ہے کہ وہ فیصلے شریعت کے مواقف ہوں گے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۳/۱۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔



= "طلب العلم فريضة بقدر الشرائع ومايحتاج إليه لأمر لابد منه من أحكام الوضوء والصلاة وسائر الشرائع ولأمور معاشه، وما وراء ذلك ليس بفرض، فإن تعلمها فهوا أفضل، وإن تركها فلا إثم عليه". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، باب المتفرقات: ۵/۳۷۷)

(وكذا في السراجيه، كتاب الحظر والإباحة، باب التعليم، ص: ۷۱)

(۱) "إذا وُسّد الأمر إلى غير أهله فانتظر الساعة". (صحيح البخاري، كتاب العلم: ۱/۱۴، قديمي)

قال الحافظ ابن حجر: "ومناسبة هذا المتن لكتاب العلم أن إسناد الأمر إلى غير أهله إنما يكون عند غلبة الجهل ورفع العلم". (فتح الباري: ۱/۱۹۰، قديمي)

جمہوریت اور سیاسی تنظیموں کا بیان

جمہوریت

سوال[۱۱۹۹]: کیا ہمارے نبی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمہوریت کو قائم کیا تھا؟ اور کیا خلفائے اربعہ بھی اس جمہوریت پر چلے یا انہوں نے کچھ تغیر وتبدل کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جمہوریت کی تردید فرمائی ہے(۱)، وہاں قوانین واحکام کا مدار دلائل پر نہیں بلکہ اکثریت پر ہے یعنی کثرت رائے سے فیصلہ ہوتا ہے، پس اگر کثرتِ رائے قرآن وحدیث کے خلاف ہوتو اسی پر فیصلہ ہوگا، قرآن کریم نے اکثریت کی اطاعت کو موجب ضلالت فرمایا ہے:

﴿وإن تطع أكثر من في الأرض يضلوك عن سبيل الله﴾ (الآية) (۲).

اہل علم، اہل دیانت، اہل فہم کم ہی ہوا کرتے ہیں، خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے والے تھے، انھوں نے اس کے خلاف کوئی دوسری راہ اختیار نہیں کی ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۴/۹۰ھ۔

---

(۱) "ولما كانت المدينة ذات اجتماع عظيم لا يمكن أن يتفق رأيهم جميعاً على حفظ السنّة (أي الطريقة) العادلة". (حجة الله البالغة، باب سياسة المدنية: ۱/۱۳۵، قديمى)

(۲) (سورة الأنعام، آيت: ۱۱۶)

(۳) "عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين الخ". (ابن ماجة، المقدمة، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين، ص:۵، قديمى)

(ومشكوة المصابيح كتاب الايمان باب الاعتصام بالكتاب والسنة، ص:۳۰، قديمى)

"قال القارئ: "المهديين": أى الذين هداهم الله إلى الحق، قيل: هم الخلفاء الأربعة: أبوبكر و عمر، و عثمان وعلى رضى الله تعالىٰ عنهم". (مرقاة المفاتيح: ۱/۴۰۹، بيروت، رشيديه)

جمہوریت اور مشاورت

سوال[۱۷۰۰]: ۱...... ﴿وشاورهم فی الأمر فإذا عزمت فتوکل علی الله﴾ (۱)۔
یہ آیت کریمہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے یا عام؟

۲...... جمہوریت کسے کہتے ہیں اور اسلام میں اس کی کیا حیثیت ہے؟

۳...... مدارس میں کمیٹی قائم کرنا کیسا ہے؟ اور اس کی کیا صورت ہونی چاہیے؟

۴...... نیز زید کا یہ کہنا کہ موجودہ دور میں اسلام میں جمہوریت نہیں ہے کیسا ہے؟ زید مذکورہ بالا آیت: ﴿وشاورهم فی الأمر﴾ الخ کو استشہاد میں پیش کرتا ہے۔ اور اگر یہ مطلب ہو کہ موجودہ دور کے لوگوں میں ایسی صلاحیت نہیں رہی کہ جمہوریت چل سکے تو اس صورت میں زید کا اس آیت کو پیش کرنا کیسا ہے؟ کیونکہ زید نے پہلے کہا کہ اسلام میں جمہوریت نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

۱...... اس آیت میں اصل خطاب حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے پھر آپ کی اتباع میں ضمناً اوروں کو ہے۔ مفسرین نے اس آیت کے متعلق یہ بھی لکھا ہے کہ ﴿وشاورهم﴾ میں جو ضمیر مفعول ہے اس کا مصداق بھی سب صحابہ کرام نہیں بلکہ مقصودرات دن حاضر باش "أولوا الأحلام والنهی" اور اہل الرائے ہیں جن کی اصابتِ رائے کا تجربہ ہوتا رہا ہے اور حق تعالیٰ نے بھی ان کی رائے کی تصویب فرمائی ہے (۲)، نیز "الامر" کا مصداق مفسرین محققین نے عام نہیں لکھا، بلکہ خاص امر یعنی "الحرب" اس کا مصداق قرار دیا ہے جیسا کہ روح المعانی وغیرہ میں موجود ہے (۳)، لہذا اس آیت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ ہر کام میں ہر ایک کے لئے ہر ایک سے مشورہ ضروری ہے یہ صحیح نہیں ہے۔

---

(۱) (سورہ آل عمران: ۱۵۹)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿و شاورهم فی الأمر﴾ أبو بکر، عمر. و من طریق الکلبی عن أبی صالح عن الحبر أن الآیة نزلت فیهما". (روح المعانی: ۴/۱۰۷، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(۳) ﴿وشاورهم فی﴾: الأمر: أی فی الحرب. (روح المعانی: ۴/۱۰۶) قال الجصاص: "و لأنه معلوم أن مشاورة النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی أمر الدنیا إنما کانت تکون فی محاربة الکفار و مکایدة العدو". (أحکام القرآن: ۲/۱۲، قدیمی)

خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بہت سے اجتماعی کاموں میں محض اپنی رائے پر عمل کرنا بھی ثابت ہے، نیز مشورہ کے بعد بھی ہر مشورہ کا قبول کرنا بھی ضروری نہیں بلکہ امیر کے لئے سب کے مشورہ کو رد کر کے اپنی صوابدید پر عمل کرنا بھی ثابت ہے (۱)۔

۲...... آج کل جمہوریت کا مفہوم یہ ہے کہ ہر بالغ مرد وعورت خواندہ یا ناخواندہ عاقل کو ووٹ دینے کا حق حاصل ہو اور ان کے ووٹوں کی اکثریت سے سربراہ حکمران تجویز کیا جاتا ہو، اسلام میں اس جمہوریت کا کہیں وجود نہیں، نہ کوئی سلیم العقل اس کے اندر خیر تصور کر سکتا ہے، ظاہر ہے کہ اکثریت نادانوں اور جاہلوں کی ہے، وہ لوگ ایسے ہی شخص کو ووٹ دیں گے جن کے ذریعہ ان کی خواہشات پوری ہونے کی توقع ہو اور یقین ہے کہ ان کی خواہشات میں خیر غالب نہیں بلکہ شر غالب ہے۔ تو شر پھیلانے والے کا انتخاب کرنا کون سی عقل کی بات ہے۔

جو لوگ سیاستدانی کے بڑے بڑے دعوایدار تمام حکومتوں پر بے لاگ تبصرہ کرنے والے اربابِ قلم ہیں وہ بھی اس جمہوریت ہر اس قسم کا تبصرہ کرتے ہیں (۲) اس ملک وحکومت کا کیا ٹھکانہ ہے جہاں سربراہی ہی کا معیار اہلیت اور دلائل سے ہٹا کر عوام کالانعام کی کثرت رائے پر رکھ دیا جائے (۳)۔

۳...... اہلِ علم، اہلِ دیانت، اہلِ رائے حضرات کا دینی مدارس کی ظاہری ومعنوی ترقی وفلاح کے لئے کمیٹی مقرر کر لینا انشاء اللہ مثمر خیر ہے اور سب کے مصالح کے پیشِ نظر بہت اہم ہے۔ طریقہ کار یہ ہونا چاہیے کہ مشورہ طلب بات کمیٹی کے سامنے پیش کر دی جائے تو منافع ومضار پر متانت اور سنجیدگی سے دلائلِ شرعیہ کی روشنی میں گفتگو اور باہمی تبادلۂ خیالات بھی کریں، اسی بحث وتمحیص کے بعد جو چیز خیر ہو اس کو اختیار کر لیا جائے جن کی رائے پر عمل نہ ہو وہ کبیدۂ خاطر نہ ہوں اور آئندہ رائے دینے سے گریز بھی نہ کریں اور جن کے رائے کو اختیار

---

(۱) "فماوافق رأیه عُمل به، و ما خالفه ترک من غیر لوم". (روح المعانی: ۴/۱۰۱)

(۲) جمہوریت ایک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے"۔ (کلیاتِ اقبال، ص:۱۱۱)

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام ؟
چہرہ روشن ، اندرون چنگیز سے تاریک تر

(کلیاتِ اقبال، ص:۶۵۰)

(۳) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وإن تطع أکثر من فی الأرض یضلوک عن سبیل اللہ﴾. (سورۃ الأنعام: ۱۱۶)

کرلیا گیا وہ اپنی رائے پر ناز کرتے ہوئے دوسروں کی تحقیر نہ کریں (۱)۔

۴.....اس کا جواب نمبر:۲ سے ظاہر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱/۸۹ھ۔

کس سیاسی جماعت میں حصہ لیا جائے؟

سوال[۱۷۰۱]: ہندوستان کی کس سیاسی جماعت سے تعلق رکھنا چاہیے؟ جناب کا جو خیال ہو تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جماعتوں کے قواعد وضوابط میں ترمیم ہوتی رہتی ہے، مجھے زیادہ واقفیت نہیں ہے، اپنے یا اہلِ علم و دیانت کے تجربہ سے جو جماعت احکام اسلام کی زیادہ پابند ہو اور حقوق دلانے میں زیادہ کوشاں اور قربانی دینے والی ثابت ہو اس میں شرکت کر سکتے ہیں، اگر کسی پر اعتماد نہ ہو کسی میں شرکت نہ کرنے سے گناہ گار نہیں ہوں گے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وأمرهم شورى بينهم﴾ (الآية: سورة الشورى: ۳۸)

في الحديث: "إذا كان أمراء كم خياركم، وأغنياء كم اسخياء كم، وأمركم شورى بينكم، فظهر الأرض خير لكم من بطنها". (روح المعاني: ۴۶/۲۵، دار إحياء التراث العربي)

(ومشكوة المصابيح، باب الإنذار والتخويف، ص: ۴۵۹، قديمي)

(وجامع الترمذي، أبواب الفتن قبيل أبواب الرؤيا: ۵۲/۲، سعيد)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿إن الله يأمركم أن تودوا الأمانات إلى أهلها﴾ الآية (النساء: ۵۸)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿و من يكتمها فإنه آثم قلبه﴾ (البقرة: ۲۸۳)

"قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "المستشار مؤتمن". (جامع الترمذي: ۱۰۹/۲، باب ما جاء أن المستشار مؤتمن، أبواب الآداب، سعيد)

تفصیل کے لئے: (معارف القرآن مفتی محمد شفیع صاحبؒ ص: ۴۴۶، ادارۃ المعارف کراچی)

جمعیۃ العلماء میں شرکت

سوال[۱۷۰۲]: جمعیۃ العلماء نامی جماعت میں شرکت کرنا کیسا ہے؟ عوام کو دور رکھنا اور شرکت سے منع کرنا چاہیے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جمعیۃ العلمائے ہند کا دستور منگا کر مطالعہ کریں، اگر اس میں کوئی بات تحقیق طلب ہو یا جمعیۃ کا کوئی خاص رویہ محلِ تامل ہو تو اس کو دریافت کرلیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۸۵/۹/۱۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، ۸۵/۹/۱۵ھ۔

کیا ہر جماعت کا جھنڈا اسلامی جھنڈا ہے؟

سوال[۱۷۰۳]: آج کل انتخاب کے موقع پر مختلف جماعتیں مختلف رنگ کے جھنڈے اپنے جماعتی نشان کے لئے استعمال کر رہی ہیں، ہر ایک جماعت یہ دعوی کرتی ہے کہ یہ جھنڈا اسلامی ہے، براہ کرم حضرت والا اس کی وضاحت فرمادیں کہ حدیث شریف کے مطابق کونسا جھنڈا اسلامی ہے؟ اگر احادیث میں مختلف اقسام بیان ہوئے ہیں تو اقسام کی تفصیل بیان فرماتے ہوئے یہ تحریر فرمائیں کہ ترجیح کس رنگ کے جھنڈے کو ہے؟ نیز صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کون سا جھنڈا استعمال فرمایا بالتفصیل و بالدلیل بیان فرمائیں۔

محمد رفیع گھنٹہ گھر ملتان پاکستان۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جھنڈا اسلام کو بلند کرنے اور کفر کو شکست دینے کے لئے تھا، کیا آپ

(۱) "عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "لیس الخبر کالمعاینة". (مشکوة المصابیح، باب ذکر الأنبیاء، ص: ۵۱۱، قدیمی)

قال اللہ تعالیٰ: ﴿فاسئلوا أهل الذکر إن کنتم لا تعلمون﴾ (سورة النحل: ۴۳)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (جمعیۃ العلماء کیا ہے؟ مؤلفہ مولانا حامد میاںؒ)

4

کے انتخابات میں بھی یہی مقصود ہے؟ کیا یہ سب جماعتیں آپس میں ایک دوسرے کا اسی طرح مقابلہ کرتی ہیں جس طرح اسلام وکفر کا مقابلہ تھا کہ ہر ایک اپنے جھنڈے کو اسلامی جھنڈا اور دوسرے کے جھنڈے کو کفر کا جھنڈا قرار دے؟ العیاذ باللہ۔ اور کیا یہ انتخابات مروجہ طریقہ پر کرنا اسلامی تعلیمات وہدایات کے تحت ہے اور ان میں اسلامی احکام اور شرعی حدود کی رعایت کی جاتی ہے۔

ایک دوسرے کے خلاف تذلیل، تحقیر، تفسیق، تضحیک، تجہیل، تکذیب، افتراء، بہتان غیبت کون سا گندا حربہ ایسا ہے جو استعمال نہیں کیا جاتا، بسا اوقات تکفیر تک نوبت پہونچ جاتی ہے پھر اس سب کو اسلامی جھنڈے کے تحت کرنا اور ہر ایک کا اپنے جھنڈے کو اسلامی جھنڈا کہنا تو بہت ہی معیوب اور مذموم اور اسلام کو بدنام کرنا ہے(۱)
۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۵/ ۸/ ۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

مسلم تنظیم میں کسی غیر مسلم کی شرکت

سوال[۱۷۰۴]: ایک مسلم تنظیم ہے جس کے مقاصد مذہبی خیر اندیشی اور دیگر تفریحی مشغلے ہیں، مذکورہ انجمن کے ممبران میں ایک غیر مسلم ممبر بھی ہے، جو حالات وقواعد کے اعتبار سے مذہبی چندہ ودیگر تنظیمی معاملات میں پورا پورا حصہ لیتا ہے، پیشہ کے اعتبار سے وہ شخص ایک ڈاکٹر ہے جس نے اپنے آپ کو اس اسلامی اور تنظیمی ماحول میں ڈھال لیا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ مسلمان راستوں کو زیادہ پسند کرتا ہے، نیز مسلمان بھی اسے محبوب سمجھتے ہیں۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کی تجہیز وتکفین ودیگر تقریبات میں بھی شامل ہوتا ہے اور کسی ذاتی مقصد کے تحت نہیں۔ ایسی

---

(۱) "قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "من قاتل تحت رایة عمیة یغضب لعصبیة أو یدعو لعصبیة أو ینصر عصبیة فقتل، فقتلة جاهلیة". (مشکوة المصابیح، کتاب الإمارة، ص: ۳۱۹، قدیمی)

"سباب المسلم فسوق و قتاله کفر". (صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب خوف المؤمن أن یحبط عمله و هو لا یشعر: ۱/ ۱۲، قدیمی)

"المسلم من سلم المسلمون من لسانه و یده". (صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه و یده: ۱/ ٦، قدیمی)

صورت میں مسلمانوں کو ایسے شخص کے ساتھ مذہبی نقطۂ نگاہ سے کیسا برتاؤ کرنا چاہیے؟ جس نے اپنے آپ کو ہر انداز سے مسلمانوں کی اس تنظیم میں شامل کررکھا ہے؟ اور اسے مسلم انجمن کا ممبر بنانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مسلمانوں کو اخلاق ومروت کا معاملہ کرنا چاہیے، آہستہ آہستہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات سے روشناس کرایا جائے (۱)۔ اور جبکہ یہ انجمن مسلم تنظیم ہے اور مقصد اس کا خیر ہی خیر ہے، اسی کے ساتھ تفریحی مشغلہ بھی ہے اور وہ غیر مسلم ظاہر ہے کہ مذہب کے ان کاموں میں تو بالکل شرکت نہیں کرتا ہے جن کے لئے اسلام شرط ہے، صرف تفریحی مشغلہ میں شرکت کرتا ہے، ایسے مذہبی کام میں شریک ہوتا ہے جس کے لئے اسلام شرط نہیں تو اس میں شرعاً قباحت نہیں (۲) بشرطیکہ اس میں کوئی مفسدہ نہ ہو، اس کا لحاظ رہے کہ وہ کسی مسلم میت کو غسل نہ دے، نہ اٹھا کر قبرستان میں لے جایا جائے اور نہ قبر میں رکھے (۳) اور یونہی مجمع کے ساتھ چلا جائے تو روکنے کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ٦/٣/٨٨ھ۔

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿أدع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة﴾ (النحل : ١٢٥)

قال ابن كثيرؒ تحت هذه الآية : "يقول تعالى آمراً رسوله محمداً صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أن يدعو الخلق إلى الله بالحكمة الخ". (تفسير ابن كثير آخر، سورة النمل : ٥٩١/٢،سهيل اكيڈمی لاهور)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (روح المعانی : ٢٥٤/١٤،دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "جاز إدخال الذمي جميع المساجد عندنا". (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل فی البيع : ٣٧٣/٨،رشيديه)

(وكذا فی رد المحتار، كتاب الجهاد، فصل فی الجزية ،آخر مطلب تميز أهل الذمة فی الملبس : ٢٠٩/٤،سعيد)

(ومجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل فی المتفرقات : ٢٢٣/٤،غفاريه كوئٹه)

(۳) "و ليس للكافر غسل قريبه المسلم .... ويكره أن يدخل الكافر فی قبر قريبه المسلم ليدفنه".

(الدر المختار مع رد المحتار ،باب صلاة الجنازة : ٢٣١/٢،سعيد)

(وكذا فی البحر الرائق، كتاب الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته : ٣٣٥/٢، رشيديه)

پارٹی بازی سے بچنے کی ترکیب

سوال[۱۷۰۵]: مسلمانوں کے اجتماعی امور میں پارٹی بازی نہ ہونے کیلئے مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے، یعنی دینی اجتماعی امور میں اتحاد واتفاق (ڈسپلن) برقرار رکھنے کے لئے ہم مسلمانوں کو شرعاً کس حکم کے پابند ہونا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

نفسانی جذبات پر اجتماعی مفاد کو ترجیح دی جائے (۱)، اتفاق واتحاد کے تصور اور واقعات سلف کو مطالعہ ومذاکرہ میں رکھا جائے، جس کا حکم اور رائے کتاب وسنت کے موافق ہو اس کا اتباع کیا جائے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیو بند۔

الجواب صحیح العبد نظام الدین دیو بند، ۱۳/۱/۹۱ھ۔

شریعت سے ناواقف لوگوں کی کمیٹی اور اس کا حکم

سوال[۱۷۰۶]: اگر کسی کمیٹی کا صدر انگریزی تہذیب کا دلدادہ شرعی مسائل سے ناواقف ہو اس کے اراکین میں چند زانی وشرابی، سودخور اور بے نمازی اور شرعی مسائل سے ناواقف ہوں تو کیا وہ شرعی معاملے پر

---

(۱) "عن ابن عمر رضی الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "اتبعوا السواد الأعظم، فإنه من شذّ شُذّ في النار". (مشكوٰة المصابيح، كتاب العلم، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، ص: ۳۰، قديمی)

"إن أمتي لا تجتمع على ضلالة، فإذا رأيتم اختلافاً، فعليكم بالسواد الأعظم". (سنن ابن ماجه، أبواب الفتن، باب السواد الأعظم، ص: ۲۸۳، قديمی)

(ومسند الإمام أحمد بن حنبل: ۳۵۰/۵، رقم الحديث: ۲۹۸۲۷، دار احياء التراث)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿وأطيعوا الله وأطيعوا الرسول﴾. (سورة المائدة: ۹۲، پ: ۷)

قال العلامة الآلوسی رحمه الله: "أى فی جميع الأوامر والنواهی". (روح المعانی ۱۳۰/۳، دار إحياء التراث)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "تركت فيكم أمرين لن تضلوا ما تمسكتم بهما: كتاب الله وسنة رسوله". (مشكوٰة المصابيح، كتاب العلم، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، ص: ۳۱، قديمی)

کوئی فیصلہ کرسکتے ہیں، کیا ان کا فیصلہ قابلِ اعتبار ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسے لوگوں کی کمیٹی شرعی کمیٹی نہیں اوراس کا فیصلہ شرعی فیصلہ نہیں، کذا فی الحیلة الناجزه (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۲/۸۸ھ۔

ایسی پنچایت میں شرکت جس کے قوانین غیر شرعی ہوں

سوال[۱۷۰۷]: ہمارے یہاں انصاری برادری کی پنچائیت میں کچھ قوانین ہیں جو کہ شرعِ محمدی کے مطابق نہیں مثلاً: شادی میں کوئی ولیمہ کرنا چاہے تو پورے گاؤں کی برادری کو بلائے یا پھر پورے محلہ کی برادری کو بلائے، اگر دوسرے کے ایک شخص کو بلائے خواہ وہ اس کا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو تو محلّہ کی پوری برادری کو بلائے، اگر کوئی شخص نماز نہ پڑھے، روزہ نہ رکھے، جوا کھیلے، شراب پیئے اس پر برادری کی کوئی پابندی نہیں۔اب ازروئے شرع ایسی پنچایت میں شامل رہنا بہتر ہے یا علیحدگی بہتر ہے؟ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ اس کی کوئی بھی بات شرعِ محمدی کے مطابق نہیں تو پھر وہ شرعی پنچایت نہیں، اس میں شرکت سے غیر شرعی باتوں کی تقویت وترویج ہوگی جس کی شرعاً اجازت نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ "حیلہ ناجزہ" میں فرماتے ہیں:

(تنبیہ اول): "فتاویٰ مالکیہ میں "جماعة المسلمین العدول" کے الفاظ ہیں اور عدل سے مراد وہ شخص ہے جو فاسق نہ ہو یعنی تمام کبیرہ گناہوں سے مجتنب ہو اور صغائر پر بھی مصر نہ ہو اور اگر کبھی کوئی گناہ سرزد ہوجاتا ہو تو فوراً توبہ کرلیتا ہو، لہٰذا وہ شخص جو سود یا رشوت وغیرہ لیتا ہے یا داڑھی منڈاتا ہو یا جھوٹ بولتا ہو یا نماز روزہ کا پابند نہیں ہے وہ اس جماعت کا رُکن نہیں ہوسکتا"۔

(حیلۂ ناجزہ، تنبیہات ضروریہ متعلق جماعت مسلمین، ص: ۴۰، ۴۱، ۴۲، دارالاشاعت، کراچی)

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿إن الحكم إلا لله يقصّ الحق وهو خير الفاصلين﴾ (الأنعام: ۵۷)

وقال الله تعالیٰ: ﴿إن الحكم إلا لله أمر أن لاتعبدو إلا إياه﴾ (سورة يوسف: ۴۰، پ: ۱۲) ..... =

تفریق بین المسلمین

سوال[۱۷۰۸]: دوآدمیوں میں عرصہ سے میل جول اورمحبت واخلاص چلا آرہا تھا دوشخصوں نے ان کے درمیان رنجش ڈلوادی شرعاً اس کا کیا حکم؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بلا وجہ شرعی ایسا کیا ہے تو یہ فعل گناہ ہے اس سے توبہ کرنا چاہئے اوران لوگوں سے جن میں رنجش ڈلوائی ہے معاف کرنا چاہئے اوران میں مصالحت کرانی چاہئے (۱)۔

العبدمحمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہانپور، ۲۸/۱۲/۵۱ھ۔

بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ۔

عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم۔

تفریق بین المسلمین

سوال[۱۷۰۹]: جوشخص جماعتِ اہلِ اسلام کو پراگندہ کرتا ہے اورمریدوں کوتلقین کرتا ہے اس کا شرعاً کیا جرم ہے اورجوشخص اتفاق کرانا چاہتا ہے اس کوکیا ملے گا؟

رقمہ غلام محمد تاجر، شہرخان گڈھ، ضلع مظفرگڈھ (پنجاب)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جماعتِ اہلِ اسلام اغراضِ نفسانیہ کی بناء پر پراگندہ کرنا اوراس میں تفریق ڈالنا شرعاً بدترین جرم ہے

= وقال الله تعالیٰ: ﴿قل إن کنتم تحبون الله فاتبعونی﴾ (ال عمران: ۳۱، پ: ۳)

(۱) "لایدخل الجنة قتات". (صحیح البخاری، کتاب الآداب، باب مایکره من النمیمة: ۲/۸۹۵ قدیمی)

قال المحشی: "قال القاضی عیاض: القتات والنمام واحد ....، وفرق بعضهم .... القتات الذی یسمع من حدیث من لایعلم به ثم ینقل ماسمعه .... النمیمة نقل حال الشخص لغیره علی جهة الإفساد بغیر رضاه سواء کان بعلمه أوبغیر علمه". (صحیح البخاری، المصدر السابق) (ومسند الإمام أحمد بن حنبل، حدیث حذیفه بن الیمان: ۶/۵۲۸، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

اوراہل اسلام کی کسی حق بات پر مجتمع کرنا اوران میں اتفاق کرانا حق نیابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، پہلے شخص کے لئے اس کو جرم کے موافق بدترین سزا ہے، دوسرے شخص کے لئے اس کے عمل کے موافق بلکہ اس سے بہترین جزا ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہانپور، ۱۳/ ۸/ ۶۴ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہانپور، ۱۴/ شعبان/ ۶۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہانپور۔

برادری کی جماعت کی مخالفت کا حکم

سوال[۱۷۱۰]: جو جماعت علمائے دین اوران کے کسی شرعی فیصلہ کو لاپرواہی سے نظرانداز کرے اورلوگوں میں افتراق وانشقاق پیدا کرے، افتراء پرداز، اتہام طراز ہو، اس سے شرعاً ترکِ موالات کرنا ضروری ہے یا نہیں اور جو ان باتوں کے ثابت ہوجانے کے بعد بھی اس جماعت کا ساتھی رہے وہ خدا اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف سمجھا جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص یا جماعت بلاوجۂ شرعی علماء کے فیصلہ کو تسلیم نہ کرے اوراختلاف پیدا کرے اور بہتان باندھے اس کو اولاً نرمی سے مسئلہ اوراس کی حیثیت کو سمجھانا چاہیئے، اگر باز آوے تو توبہ کرلے، بہتر ہے، ورنہ بااثر لوگوں سے اس پر زور دیا جائے، تب بھی نہ مانے تو ترکِ تعلقات کی سزادی جائے بشرطیکہ اس سے اصلاح کی توقع ہو(۲)۔ اگر اَور فتنہ کے بڑھنے کا خوف ہو تو پھر سکوت اختیار کرنا چاہیے اوراس کے خلاف شرع کام میں

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان: ''تفریق بین المسلمین'')

(۲) ''رُخّص للمسلم أن یغضب علی أخیه ثلاث لیال لقلته، ولایجوز فوقها إلا إذاکان الهجران فی حق من حقوق الله تعالی، فیجوز فوق ذلک''. (مرقاة المفاتیح، کتاب الآداب، باب ماینهی عنه من التهاجر: ۸/۷۵۸، رشیدیه)

مزید تفصیل کے لئے: (فیض القدیر ۱۲/ ۲۵۲۱، رقم الحدیث: ۹۹۲، نزار مصطفی ریاض)

(والنووی علی الصحیح لمسلم، کتاب البر، باب ماینهی من التهاجر الخ: ۲/۳۱۶، قدیمی)

شرکت واعانت بہر حال ممنوع ہے، دارالاسلام نہ ہونے کی وجہ خلاف شرعی حدود نافذ کرنا اختیار نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/ رجب/ ٦٣ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

پنچائت کے خلاف کرنا

سوال [۱۱۷۱]: جس جماعت میں شرعی خرابی ہو اس سے علیحدہ ہو کر اس میں اختلاف وافتراق پیدا کرنا: "اتبعوا السواد الأعظم" (۲) کے حکم کی خلاف ورزی کرنا اور: "فإنه من شَذّ شُذّفي النار" (۳) کا مصداق بنتا ہے یا نہیں، ایسے شخص کے لئے شرعی تعزیر کیا ہے؟

---

(۱) في الفتاوىٰ العالمكيرية: "وركنه إقامة الإمام أونائبه في الإقامة". (كتاب الحدود، الباب الاول: ۱۴۳/۲ رشيديه)

قال الكاسانيؒ: "وأما شرائط جواز إقامتها، فمنها مايعم الحدود كلها، ومنها مايخص البعض دون البعض أما الذي يعم الحدود كلها فهو الإمامة، وهو أن يكون المقيم للحد هو الإمام أومن ولّاه الإمام". (بدائع الصنائع، كتاب الحدود: ۵۲۴/۵، رشيديه)

"ان الحدود لاتقام في حال الغزو ولافي دار الحرب الخ". (كتاب الفقة على المذاهب الأربعة، كتاب الحدود: ۴۱/۵، دارالفكر بيروت)

(۲، ۳) "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "اتبعوا السواد الأعظم، فإنه من شَذّ شُذ في النار". (مشكوٰة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، ص: ۳۰ قديمى)

(أنظر أيضاً مسند الإمام أحمد بن حنبلؒ، حديث بن بشير رضى الله تعالى عنه: ۳۴۹/۵، دار احياء التراث بيروت)

"عن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "لايجمع أمتى" أوقال: "أمة محمد على ضلالة، ويد الله على الجماعة، ومن شذ شذ إلى النار". (جامع الترمذى، أبواب الفتن، باب فى لزوم الجماعة: ۳۹/۲، سعيد)

(وبمعناه فى ابن ماجه، أبواب الفتن، باب السواد الأعظم، ص: ۲۸۳، قديمى)

الجواب حامداً ومصلياً:

حدیث میں سوادِ اعظم کوئی گاؤں یا کسی چودھری کی قائم کردہ پنچائت نہیں کہ اس کی مخالفت سے شذ فی النار کا حکم لگایا جائے (۱)، یہ دوسری بات ہے کہ بلاوجہ اختلاف پیدا کرنا بھی زیبا نہیں، شرعاً مذموم ہے (۲) اس لئے وعید میں چودھری برادری کا حکم نہ ماننے والا داخل نہیں، نہ یہ برادری کی پیچائت افراد برادری کی رضامندی پر موقوف ہے، جو اس پر رضامند نہ ہو تو اس پر جبر کرنے کا برادری کو حق نہیں (۳)، البتہ جو شخص خلافِ شرع امور کا ارتکاب کرتا ہو اس سے روکنا ہر شخص پر حسبِ حیثیت ضروری ہے لحدیث: "من رأى منكم منكراً، فليغيره بيده اهـ" (٤)۔

لزومِ جماعت اور مخالفتِ جماعت کے متعلق العرف الشذی، ص:۵۱۲ میں ہے:

---

(۱) قال الملاعلي القاري الحنفي: "السواد الأعظم يعبر به عن الجماعة الكثير، والمراد ماعليه أكثر المسلمين". (مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان، رقم الحديث: ۱۷۴، رشيديه)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (إنجاح الحاجة على ابن ماجه، كتاب الفتن، باب السوار الأعظم، ص: ۲۸۳، قديمي)

(۲) "لاتباغضوا ولاتدابروا، وكونوا عباد الله إخواناً". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب ماينهى عنه من التهاجر، ص: ۴۲۷، قديمي)

قال الله تعالىٰ: ﴿واعتصموا بحبل الله جميعاً ولاتفرقوا﴾ (سورة آل عمران، پ:۴، آيت: ۱۰۳)

(۳) (راجع رقم الحاشيه: ۱)

(۴) "من راى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلک أضعف الإيمان". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، ص: ۴۳۶، قديمي)

(ومسند الإمام أحمد بن محمد بن حنبل بن مالک، مسند أبي سعيد الخدري رضي الله تعالىٰ عنه: ۳/۳۹۷، دار إحياء التراث)

مزید تفصیل کیلئے دیکھے: (فيض القدير على الجامع الصغير: ۱۱/۵۸۰۰، رقم الحديث: ۸۶۸۷، نزار مصطفى رياض)

(وتنبيه الغافلين، باب الأمر بالمعروف الخ، ص: ۴۷، مكتبه حقانيه پشاور)

"وإذا تحققت" (۱)۔ بہتر یہ ہے کہ بلا وجہ مخالفت نہ کی جائے، اگر برادری کے قوانین خلاف شرع ہوں تو تحقیق کر کے ان کو شریعت کے موافق بنالیا جائے۔

حدیثِ اتباع سوادِ اعظم کی تفسیر منظور ہو تو فیض الباری، ص:۵۸ (۲):۴/۵۱۱ (۳) و فتح الباری: ۲۶۶/۱۲، وغیرہ دیکھیں (۴)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "إذا تحققت الإمامة الكبرى لأحد، فلايجوز لأحد البغاوة والخروج عليه، ويجب اتباعه، وتعبر الشريعة هذا الاتباع بلزوم الجماعة". (العرف الشذى على جامع الترمذى، أبواب الفتن، باب فى لزوم الجماعة: ۳۹/۲، سعيد)

مزید تفصیل کیلئے دیکھے:(حجة الله البالغه، أبواب سياسة المدن: ۳۹۸/۲ قديمى)

(شرح الفقة الأكبر آخر بحث مسئله نصب الإمام، ص: ۱۴۸، قديمى)

(۲) "قوله : تلزم جماعة المسلمين الخ، ومنه أخذ لفظ أهل السنة والجماعة، وذلك لكون الحق فى جماعة المسلمين فى الأغلب .... تلك الأحاديث إنما وردت فى سياق التحريض على إطاعة أولى الأمر لئلا تثير الفتن عند انقلاب الحكومة، فأوصىٰ باتباع السواد الأعظم لهذا.......... ثم إعلم أن الحديث يدل على أن العبرة بمعظم جماعة المسلمين، فلوبايعه رجل واحد. أواثنان ، أوثلاثة، فإنه لايكون إماماً مالم يبايعه معظمهم، أو أهل الحل والعقد". (فيض البارى، كتاب المناقب، باب علامات النبوة :۵۸/۴، ۵۹،خضرراه بک ڈپو ديوبند)

(۳) "قوله: وأمر النبى صلى الله عليه وسلم بلزوم الجماعة الخ، أحاديث الأمر بلزوم الجماعة إنماوردت فى الجماعة مع الأمير .... أويقال: إن مصداق لزوم الجماعة هى إطاعة الأمير أولاً والإجماع ثانياً". (فيض البارى ، كتاب الاعتصام، باب قول النبى صلى الله عليه وسلم لاتزال طائفة الخ: ۵۱۱/۴، خضرراه بک ڈپو ديوبند)

(۴) "المراد بالوصف المذكور أهل السنة والجماعة، وهم أهل العلم الشرعى ومن سواهم .... وفى خطبة عمر المشهورة التى خطبها بالجابية: "عليكم بالجماعة، وإياكم والفرقة، فإن الشيطان مع الواحد، وهو من الاثنين أبعد". وقال ابن بطال: مراد الباب الحض على الاعتصام بالجماعة .... والمراد بالجماعة أهل الحل والعقد من كل عصر". (فتح البارى، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب: (وكذلک جعلنا كم أمةً وسطاً) الخ: ۳۹۱/۱۳، قديمى)

مطالبہ منوانے کے لئے بھوک ہڑتال

سوال[۱۷۱۲]: یہاں بہت دنوں سے سوت کی گرانی چل رہی ہے جس کی وجہ سے لاکھوں بنکر مصیبت اور بھوک کے شکار ہوگئے ہیں، حکومت کو بار بار متوجہ کیا گیا کہ وہ اس کا انتظام کرے کہ بنکروں کو مناسب قیمت پر سوت ملے لیکن حکومت نے اس کی طرف کوئی دھیان نہیں دیا۔ مجبوراً یہاں کے بنکروں نے یہ فیصلہ کیا کہ حکومت سے اپنا مطالبہ منوانے کیلئے بھوک ہڑتال کی جائے۔ چنانچہ بھوک ہڑتال شروع ہوچکی ہے، جس میں ہندو مسلمان سبھی شامل ہیں۔

سوال یہ ہے کہ حکومت سے اس قسم کا مطالبہ منوانے کے لئے مسلمانوں کو بھوک ہڑتال کرنا چاہیئے یا نہیں؟ اور اگر اس قسم کی بھوک ہڑتال میں کسی مسلمان کی موت ہوجائے تو شرعاً اس کی موت کیسی ہوگی؟

مولانا ظفیر الدین صاحب، کتب خانہ دار العلوم دیوبند۔

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ مطالبہ شرعاً ایسا نہیں ہے کہ اس کو منوانا واجب ہو، بھوک ہڑتال اس حد تک کہ جان تلف ہوجائے شرعاً جائز نہیں، جان بچانے کے لئے تو حرام چیز کی حرمت بھی مرتفع ہوجاتی ہے اور حالتِ اضطرار میں اس کا کھانا واجب ہوجاتا ہے(۱)، پھر حلال اور مباح چیز کے ہوتے ہوئے اس کو نہ کھا کر جان دے دینا کیسے جائز ہوگا؟

﴿ولا تقتلوا أنفسكم﴾ الآية (۲) کے ذیل میں حافظ ابوبکر جصاص رازیؒ نے لکھا ہے:

"ومن امتنع من المباح حتى مات كان قاتلاً نفسه، متلفاً لها عند جميع أهل العلم: ۱/۱۲۷"(۳)۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے۔

درمختار میں ہے:

"الأكل للغذاء والشرب للعطش ولو من حرام أو ميتة أو مال غيره وإن ضمنه فرضٌ يثاب

---

(۱) (سيأتي تخريجه تحت عنوان: "بھوک ہڑتال")

(۲) (النساء: ۲۹، پ: ۵)

(۳) (أحكام القرآن، سورة البقرة، باب ذكر الضرورة المبيحة لأكل الميتة: ۱/۱۷۹، قديمي)

عليه بحكم الحديث، ولكن مقدار مايدفع الإنسان الهلاك عن نفسه، ومأجور عليه" (۱)۔

اس پر علامہ شامی نے لکھا ہے:

"فإن ترك الأكل والشرب حتى هلك، فقد عصى؛ لأن فيه إلقاء النفس إلى التهلكة، وإنه منهي عنه في حكم التنزيل اهـ". (رد المحتار: ۱۲۵/۵)(۲)۔

یہ بحث الگ ہے کہ بھوک ہڑتال کرنے والوں نے اپنی قدر ومنزلت حکومت کے دل میں اس قدر پیدا کردی ہے کہ وہ ان کے سامنے جھک کران کے مطالبات پورے کردے گی یا پیدانہیں کی۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۶/۱۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۶/۱۸ھ۔

بھوک ہڑتال

سوال[۱۷۱۳]: بھاگل پور میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ بنکروں نے سرکار سے مانگ کی ہےاور ہڑتال جاری ہے، اس سلسلہ میں کچھ لوگ سبرت اورمرن برت بھی منا رہے ہیں، چونکہ اس میں ہندومسلم دونوں شریک ہیں، اگر خدانخواستہ کسی مسلمان کی موت واقع ہوئی کیسی موت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ مطالبہ ایسانہیں کہ اس کومنوانا شرعاً واجب ہو، بھوک ہڑتال اس حدتک کہ جان تلف ہوجائے، شرعاً جائز نہیں۔جان بچانے کے لئے تو حرام چیز کی حرمت بھی مرتفع ہوجاتی ہےاورحالتِ اضطرار میں اس کا کھانا واجب ہوجاتا ہے(۳)۔پھر حلال اورمباح چیز ہوتے ہوئے اس کو نہ کھا کر جان دیدینا کیسے جائز ہوگا؟

(۱، ۲) (ردالمحتار مع الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في الأكل: ۳۳۸/۶، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر مع شرحه الملتقى، كتاب الكراهية، فصل في الأكل: ۱۸۰/۴، غفاريه)

(وكذا في طحطاوي على الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة: ۱۷۰/۴، دار المعرفة بيروت)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿قل لا أجد في ما أوحي إلي محرماً على طاعم يطعمه إلا أن يكون ميتةً أودماً مسفوحاً أو لحم خنزير، فإنه رجس أوفسقاً أهل لغير الله به، فمن اضطر غير باغ ولاعاد، فإن ربك غفور رحيم﴾ =

﴿ولا تقتلوا انفسكم﴾ الآية (١) کے ذیل میں حافظ ابوبکر جصاص رازیؒ نے لکھا ہے:

"ومن امتنع من المباح حتى مات، كان قاتلاً نفسه متلفاً لها عند جميع أهل العلم".

أحكام القران: ١/١٢٧ (٢)۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے۔

درمختار میں ہے:

"الأكل للغذاء والشرب للعطش ولو من حرام أوميتة أومال غيره وإن ضمنه فرضٌ يثاب عليه بحكم الحديث، ولكن مقدار ما يدفع الإنسان الهلاك عن نفسه وماجور عليه" (٣)۔

اس پر علامہ شامی نے لکھا ہے:

"فإن ترك الأكل والشرب حتى هلك، فقد عصى؛ لأن فيه إلقاء النفس إلى التهلكة، وإنه منهى عنه فى حكم التنزيل اهـ"۔ (رد المحتار: ٥/٢١٥) (٤)۔

یہ بحث الگ ہے کہ بھوک ہڑتال کے کرنے والوں نے اپنی قدر ومنزلت حکومت کے دل میں اس قدر پیدا کردی ہے کہ وہ ان کے سامنے جھک کر ان کے مطالبات کو پورا کردیگی یا پورا نہیں کرے گی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/ ۷/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/ ۷/ ۹۲ھ۔

= (سورة الانعام، آیت: ١٤٥، پ: ٨)

(سورة البقرة، آیت: ١٧٣، پ: ٢)

من اضطر فلم يأكل ولم يشرب ثم مات دخل النار، وهذا يقتضى أن أكل الميتة للمضطر عزيمة لا رخصة". (تفسير ابن كثير، سورة البقرة: ١/٢٨٠، دار السلام رياض)

(١) (النساء، آیت: ٢٩، پ: ٥)

(٢) (أحكام القرآن، سورة البقرة، باب ذكر الضرورة المبيحة لأكل الميتة: ١/١٧٩، قديمى)

(٣،٤) (ردالمحتار مع الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى الأكل: ٦/٣٣٨، سعيد)

(وكذا فى مجمع الأنهر، كتاب الكراهيه، فصل فى الأكل: ٤/١٨٠، غفاريه)

(وكذا فى حاشية الطحطاوى على الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة: ٤/١٧٠، دار المعرفة بيروت)

ہڑتال کے موقعہ پر پتلہ جلانا

سوال[۱۷۱۴]: ہڑتال یا غیر ہڑتال میں کسی مسلم یا غیر مسلم کا پتلہ بنا کر پورے علاقہ میں جلوس نکال کرنا گفتہ بہ نعرے لگانا از روئے شرع کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

پتلہ بنانا اور اس کو جلانا غیر مسلموں کا طریقہ ہے، اس سے بچنا واجب ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیو بند، ۹/ ۷/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیو بند، ۹/ ۷/ ۹۲ھ۔

بلوائیوں سے بھاگنا

سوال[۱۷۱۵]: بلوائیوں کے حملہ کے وقت بھاگنا جائز ہے یا حرام ہے؟ مرد، عورت، غلام ہر ایک پر دفاع فرض ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

فرقہ وارنہ فسادات میں بلوائیوں کا حملہ اگر چہ باقاعدہ جہاد نہیں ہے، لیکن مسلمانوں کی غیرت اجازت نہیں دیتی کہ وہ مقابلہ سے کنارہ کشی اختیار کریں، بلکہ اگر بلوائی دو چند یا اس سے کم ہیں اور مسلمانوں کے پاس ہتھیار بھی ہیں تو ہرگز نہ بھاگیں، مقابلہ کریں۔ اور اگر بلوائی دو چند سے بھی زیادہ ہیں یا مسلمانوں کے پاس ہتھیار نہیں ہیں تو جان بچانے کی تدبیر اختیار کریں خواہ مقابلہ کر کے ہو یا دوسری صورت سے ہو: "إن كان عدد المسلمين نصف عدد المشركين لايحل لهم الفرار، وهذا إذا كان معهم أسلحة، وأما من لاسلاح له فلابأس بأن يفر ممن معه السلاح، وكذالا بأس بأن يفر ممن يرمى إذالم تكن معه آلة الرمى". عالمگریه: ۱۷۸/۲ (۲) ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود الحسن غفرلہ۔

---

(۱) "من تشبه بقوم فهو منهم". (مشكوٰة المصابيح، كتاب اللباس، ص: ۳۷۵، قديمى)

مزید تفصیل کے لئے دیکھے: (مرقاه المفاتيح، كتاب اللباس: ۱۵۵/۸، رشيديه) (وبذل الجمهود، كتاب اللباس: ۴۰/۵، معهد الخليل الاسلامى) (والدر المختار، مسائل شتى: ۷۵۴/۶، سعيد)

(۲) (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب السير، قبيل الباب الثانى فى كيفية القتال: ۱۹۳/۲، رشيديه)

تفصیل کیلئے دیکھئے: (ردالمحتار، كتاب الجهاد: ۱۳۰/۴، سعيد)

انتخابات کی شرعی حیثیت

ووٹ کا حکم

سوال[۱۷۱۶]: الیکشن میں ووٹ دینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر نفع ہو یعنی دین کی، قوم کی، ملک کی صحیح خدمت مظنون ہو تو درست ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ووٹ کس کو دیا جائے؟

سوال[۱۷۱۷]: اس جمہوری ملک میں ہندوستانی کیمونسٹ پارٹی کو ووٹ دینا کیسا ہے؟ اگر کوئی مسلمان اس پارٹی کو ووٹ دے گا وہ ﴿تعاونوا على البر والتقوى، ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ کی خلاف ورزی کرنے والا ہوگا یا نہیں اور اس پارٹی کے منتخب شدہ ممبران جو صوم وصلوۃ کے پابند ہیں اور قومی وملی جذبہ رکھتے ہیں ایسے لوگوں سے تعلقات رکھنا اور ان کے ساتھ مل جل کر قومی وملی کام کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس جمہوری ملک میں ووٹ اسلام اور کفر کی بنیاد پر نہیں دیئے جاتے ہیں نہ ہی اس بنیاد پر الیکشن لڑائے جاتے ہیں، جس شخص کے متعلق یہ توقع ہو کہ وہ صحیح خدمت کرے گا، نفع پہونچائے گا، حقوق دلوائے گا، ظلم کو روکے گا اس کو ووٹ دیا جائے جس پارٹی کے متعلق یہ توقع ہو اس پارٹی کو ووٹ دیا جائے۔ جو لوگ خود مسلمان اور دین ومذہب کے پابند ہیں وہ اگر نافع سمجھ کر کسی پارٹی کو یا کسی فرد کو ووٹ دیں تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس پارٹی

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿إن الله يأمركم أن تؤدوا الأمانات إلى أهلها﴾ الآية (النساء: ۵۸)

تفصیل کے لئے: (معارف القرآن مفتی محمد شفیع صاحبؒ، ص: ۴۴۶ – ۴۵۲، ادارة المعارف کراچی)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿و من يكتمها فإنه آثم قلبه﴾. (البقرة، آیت: ۲۸۳)

کے نظریات وعقائد سے بھی متفق ہیں (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

شیعہ کو ووٹ دینا

سوال [۱۷۱۸]: ایک دشمنِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حق میں ممبری کا ووٹ دینا جائز ہے یا نہیں جب کہ اس کا مقابلہ باشرع اہلِ سنت والجماعت پابند صوم وصلوۃ سے ہے؟ اور کیا فتویٰ ہے ان اصحاب کیلئے جو اس برائی کے مددومعاون ہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اپنی نمائندگی کے لئے ایسے شخص کو رائے دینی چاہیے جو اہلِ اسلام کی مذہبی، معاشرتی، سیاسی صحیح ترجمانی اور نمائندگی کر سکے اور جو شخص اس کے خلاف کسی ایسے شخص کو رائے دے جس سے یہ توقع نہ ہو بلکہ اس میں مضرت کا اندیشہ ہو وہ غلطی پر ہے اور اس اعانت کی وجہ سے گناہ گار ہوگا (۲)۔

جو شخص صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو گالیاں دے، حدیث شریف میں اس پر لعنت آئی ہے (۳)۔ ایسے شخص سے کیا توقع کی جاسکتی ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿إن الله يأمركم أن تؤدوا الأمانات إلى أهلها﴾ الآية (النساء: ۵۸)

وقال الله تعالىٰ: ﴿و من يكتمها فإنه آثم قلبه﴾. (البقرة، آيت : ۲۸۳)

قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "المستشار مؤتمن". (جامع الترمذي، باب ما جاء أن المستشار مؤتمن، أبواب الآداب: ۲/۱۹۰، سعيد)

(۲) (قدتقدم تخريجه تحت عنوان "ووٹ کس کو دیا جائے؟")

(۳) "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "إذا رأيتم الذين يسبون أصحابي فقولوا: لعنة الله على شركم". (مشكوة المصابيح، كتاب الفتن، باب مناقب الصحابة، الفصل الثالث، ص: ۵۵۴، قديمي)

(وجامع الترمذي، أبواب المناقب، باب من سب أصحاب النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : ۲/۲۲۵، سعيد)

(وفيض القدير : ۱۱/۵۸۳۵، رقم الحديث : ۸۷۳۴، مكتبه نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)

پارلیمنٹ کے ووٹ کی بنیاد

سوال: ہندوستان میں میونسپل بورڈ یا اسمبلی کے انتخابات ہوتے ہیں تو مسلمانوں کو اس میں کسی ہندو کو ووٹ دینا جائز ہے یا نہیں؟ ایک صاحب کہتے ہیں کہ ہندوستان میں جو الیکشن ہوتا ہے وہ شریعتِ محمدیہ میں ناجائز ہے، اس لئے کہ جب ایک ہندو کو منتخب کیا تو وہ ظاہر ہے کہ فسق وفجور کرے گا، فاسق وفاجر کو منتخب کرنے کا گناہ منتخب کرنے والوں کو ہوگا اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کی بیعت سے اس لئے انکار کردیا تھا کہ وہ فاسق وفاجر تھا، جب ایک مسلمان فاسق وفاجر کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منتخب نہیں کیا تو ایک ہندو کو منتخب کرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس کے متعلق ظنِ غالب ہو کہ وہ خیر خواہی اور ہمدردی کرے گا اس کو ووٹ دینا درست ہے، جس کے متعلق ظن غالب ہو کہ وہ ایسا نہیں کرے گا، اس کو ووٹ نہ دیا جائے۔ میونسپلٹی یا اسمبلی میں مسائل جو پیش ہوتے ہیں وہ دینی نقطۂ نظر سے پیش نہیں ہوتے، نہ اس لئے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے، نہ یہاں اس کا کوئی سوال ہے بلکہ معاشی ومعاشرتی مفاد کے پیشِ نظر مسائل پیش کئے جاتے ہیں جس کی طبیعت میں خیر خواہی وہمدردی ہے وہ بہتر رائے دے گا، یہ ضروری نہیں کہ ہر معاشی ومعاشرتی مسائل جو وہاں پیش ہوں وہ سب خلافِ شریعت ہی ہوں (۱)، تاہم اگر کوئی بالکل ہی ووٹ نہ دے اور کسی کو بھی اپنا نمائندہ نہ بنائے تو اس کو اختیار ہے (۲)، بہرحال جو چیزیں وہاں طے ہوجائیں گی ان کو ماننا اس کے لئے بھی قانونی حیثیت سے لازم ہوجائے گا (۳)۔ اگر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طریقہ اختیار کرکے جامِ شہادت نوش کرنے کا ولولہ ہو تو اللہ پاک مبارک کرے، ہمت واخلاص دے۔ آمین! فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱/۸۸ھ۔

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿إن الله يأمركم أن تؤدوا الأمانات إلى أهلها﴾ الآية (النساء: ۵۸)

وقال الله تعالیٰ: ﴿و من يكتمها فإنه أثم قلبه﴾. (البقرة، آيت: ۲۸۳)

قال النبي صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: "المستشار مؤتمن". (جامع الترمذي، باب ما جاء أن المستشار مؤتمن، أبواب الآداب: ۲/۱۰۹، سعيد)

تفصیل کے لئے: (معارف القرآن مفتی محمد شفیع صاحبؒ ص: ۴۴۶، ادارۃ المعارف کراچی)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿يأيها الذين آمنوا عليكم أنفسكم لا يضركم من ضل إذا اهتديتم﴾ (المائدة: ۱۰۵)

(۳) "طاعة الإمام في غير معصية واجبة". (رد المحتار، كتاب القضاء: ۵/۴۲۲، سعيد)

4

دارالاسلام، دارالحرب اوردارالہجرۃ کابیان

دارالحرب

سوال[۱۷۲۰]: دارالحرب کی کیاتعریف ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جومقام ایسا ہوکہ وہاں اہلِ شرک کے احکام جاری ہوں اوراس کے آس پاس متصل مقامات کا حال بھی ایسا ہی ہواوروہاں کوئی مسلمان اپنے اسلام کی بناء پر مامون نہ ہووہ دارالحرب ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ۔

دارالحرب ودارالاسلام

سوال[۱۷۲۱]: ۱......قبیل رمضان المبارک دارالاسلام اوردارالحرب کی تعریف میں چندالفاظ میں احقر کوشبہ ہوا تھا، جناب کے ذریعہ سے بندہ نے انہی الفاظ کوحل کیا تھالیکن بندے نے غلطی سے نظر "والحکم من البعض برسم التتار" کےعلاوہ بنی قریظہ بالیہود یہ پرنمبرنہیں دیا تھا،اس عبارت کا مطلب حل نہیں ہوا،لہٰذا ثانیاً حضورکوتکلیف دیتاہوں امید ہے کہ حضوراس تکلیف کوگوارہ فرمائیں۔

۲......دیگر یہ کہ احقر کازعم تھا کہ تحقیقاتِ الفاظ سے ملکِ ہندوستان دارالاسلام ہے یادارالحرب،حل ہوجائے لیکن چونکہ حضوروالا نے معنی اجرائے احکام کفر کی تفصیل یہ فرمائی ہے کہ کافراپنی مملکت میں مستقل طور سے حکم جاری کرے۔یعنی:

---

(۱) "لا تصیر دار الإسلام دار حرب إلا بأمور ثلاثة: بإجراء أحكام أهل الشرك، و باتصالها بدار الحرب، وبأن لا يبقى فيها مسلم أو ذمي آمناً بالأمان الأول". (الدر المختار، كتاب الجهاد، باب المستأمن، مطلب فيما تصير به دار الإسلام دار حرب: ۱۷۴/۴، سعيد)

(وكذا في قوعد الفقه، ص: ۹۶، الصدف پبلشرز)

(والفتاویٰ البزازية، كتاب السير، الباب الرابع في المرتد: ۳۱۲/۶، رشيديه)

"مراد اجرائے اَحکامِ کفر این که در مقدمۂ ملک داری، و بندوبستِ رعایا، وحدِخراج و باج، و عشرِ اموالِ تجارت، وسیاست، و قطع الطریق، و سراق و فصل خصومات، سزائے جنایات کفار خود بطور حاکم باشند".

سو ہندوستان دارالاسلام ہے یا دارالحرب؟ بندہ کو اس میں شبہ پیدا ہو گیا کیونکہ ہندوستان میں انگریز مستقل حکم نہیں کرتا ہے بلکہ اہلِ اسلام اور ہندوؤں کو لے کر حکم کرتا ہے پس ان احکامِ مذکورہ کا اجراء انگریز بطور خود نہیں کرتے ہیں۔

۳.....حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے کسی ایک رسالہ میں بندہ نے دیکھا ہے، حضرت موصوف نے تحریر فرمایا ہے کہ:

"جو اراضی عشری ہے اس سے عشر ادا کرنا واجب ہے اور جو خراجی ہے اس سے خراج ادا کرنا واجب ہے، لیکن ہندوستان میں سرکار کو خراج دیا جاتا ہے اور چونکہ یہ خراج اپنے مصرف میں خرچ ہوتا نہیں سو جس مقدار روپے سرکار کو دئے جاتے ہیں اسی مقدار روپے یا اسی مقدار غلہ کسی دینی مدرسہ میں یا فقراء کو دے دیں ورنہ گنہگار رہوں گے"۔

اب اس میں یہ شبہ ہے کہ جو خراج سرکار میں ادا کیا جاتا ہے یہ بعوضِ حفظِ جان و مال کے ہے، جبکہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امین الامت کا تسلط جس وقت اہلِ شام پر ہوا تھا اس اثناء میں جب آپ مع لشکر دوسرے شہر میں محاصرہ کے قصد سے گئے ہوئے تھے تو شام کے بعضِ شہر کی حفاظت نہیں ہو سکی، اس بنا پر آپ نے اس شہر والوں کے خراج کو جو ان لوگوں نے ادا کیا تھا، واپس کر دیا تھا۔ پس جو خراج انگریز کو دیا جاتا ہے یہ حفظِ جان و مال کے لئے ہے، پھر فقراء کو دینا ضروری کیوں ہے، البتہ عشری اراضی کا عشر فقراء کو دینا واجب ہے کیونکہ یہ حق فقراء کا ہے اور خراج کے مستحق لشکر ہیں پس خراج کا حقدار مدرسہ یا فقراء ہونا سمجھ میں نہیں آتا ہے۔

۴.....فتح میں مرقوم ہے کہ وصولِ مصرفی زماننا اجرت ہے یعنی کرایہ ہے، عشر یا خراج نہیں۔

اب دریافت اس بات کی ہے کہ مصر کی اراضی جس سے کرایہ وصول کیا جاتا ہے اس پر عشر واجب ہوگا یا سوائے کرایہ کے کچھ دینا ضروری نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... یہ اصل عبارت فتاوی بزازیہ کی ہے مگر مولانا عبدالحئی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کچھ اختصار کے ساتھ نقل کی ہے اور کہیں کہیں کچھ کتابت کی غلطی بھی ہے، چنانچہ عبارت مسئولہ میں منشاءِ عدمِ فہم یہی کتابت کی غلطی ہے۔ عبارت اس طرح ہے:

"إعلان بيع الخمور وأخذ الضرائب والمكوس والحكم من البعض برسم التتار كإعلان بني قريظة بالتهور وطلب الحكم من الطاغوت في مقابلة محمد عليه السلام في عهده بالمدينة ومع ذلك كانت بلدةَ الإسلام بلا ريب الخ" بزازيه، ص: ۳۱۴(۱)،هنديه (۲)۔

جن بلاد پر اس زمانہ میں کفار کا تسلط ہوگیا تھا مگر تدریس، افتاء، جمعہ، عیدین، وغیرہ حکومت نے جبراً نہیں روکا تھا ان کا حکم بیان کررہے ہیں کہ وہ دارالحرب نہیں بلکہ دارالاسلام ہے کیونکہ اسلام کے آثار واحکام ہنوز کچھ باقی ہیں۔ اس پر اشکال وارد ہوتا تھا کہ خلافِ اسلام بھی تو بہت سی اشیاء علی الاعلان کی جاتی ہیں جیسے بیع الخمور وغیرہ، نیز بعض لوگ کفار کے طریقہ پر حکم کرتے ہیں اسلام کے طریقہ پر نہیں کرتے پھر ان بلاد کے دارالاسلام ہونے کو ترجیح کیوں دی گئی؟ اس کا جواب دیا ہے کہ:

''یہ اعلان بیع الخمور'' وغیرہ اور "حكم من البعض برسم الكفار"۔

یہ لفظ ''من بعض'' ہے ''من البعض'' نہیں، ایسا ہی ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں بنوقریظہ اپنے یہودی ہونے کا اعلان کرتے تھے اخفاء نہیں کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابلہ میں طاغوت سے حکم طلب کرکے اس کی پیروی کرتے تھے اور پھر بھی اس کو دارالحرب نہیں کہا گیا بلکہ وہ دارالاسلام ہی رہا۔

۲...... مولانا عبدالحی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہندوستان کو دارالاسلام مانا ہے اور عباراتِ بزازیہ وغیرہ سے استدلال کیا ہے (۳) ۔۔۔۔۔ لیکن حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ہندوستان کو دارالحرب

(۱) (الفتاوى البزازية، كتاب السير، الثالث في الحظر والإباحة: ۳۱۲/۲/۶، رشيديه)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية: ۲۳۲/۲، كتاب السير، الباب الخامس في استيلاء الكفار، مطلب فيما تصير به دار الحرب و دار الإسلام، و عكسه، رشيديه)

(۳) (مجموعة الفتاى (اردو)، كتاب الصلوة: ۲۳۷/۱، سعيد)

فرماتے ہیں (۱) اور اجرائے احکام کی تفصیل وہی بیان فرماتے ہیں جو اس سے قبل نقل کی گئی تھی اور آپ نے بھی اب اس کو سوال میں نقل کیا ہے، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر آپ کا یہ اشکال کہ:

"ہندوستان میں انگریز مستقل حکم نہیں کرتا ہے بلکہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو ساتھ لے کر حکم کرتا ہے"۔

حکم کے معنی نہ سمجھنے کی بنا پر ہے اس لئے کہ جو ہندو یا مسلمان کسی جگہ ڈپٹی وغیرہ حکام انگریز کی طرف سے مقرر ہے وہ قطعاً حکم انگریز کے تابع ہے، ذرا بھی خلاف نہیں کر سکتے تو درحقیقت یہ اجرائے حکم انگریز کا اثر اور ذریعہ ہے، مستقل طور پر حکم صرف انگریز کا ہے اس میں کسی کی شرکت نہیں، اپنے قوانین ان لوگوں کے حوالے کر دیئے کہ ان کے ماتحت حکم کرتے رہو، ان کے خلاف یہ لوگ ہرگز نہیں کر سکتے۔ یہ تو شاہ عبدالعزیز صاحب کے نزدیک ہے اور مولانا عبدالحیؒ چونکہ دارالاسلام مانتے ہیں اس لئے ان کے نزدیک بعض احکامِ اسلام کا بقا کافی ہے جیسا کہ عبارتِ بزازیہ سے ظاہر ہوتا ہے، غرض کہ ہندوستان کا دارالاسلام اور دارالحرب ہونا ان دونوں بزرگوں کے نزدیک مختلف فیہ ہے۔

۳...... حضرت حکیم الامت مدّ ت فیوضہم کی وہ تحریر میں نے نہیں دیکھی لہذا اس کے متعلق کچھ تحریر نہیں کرسکتا، البتہ یہ مسئلہ فتاوی رشیدیہ، حصہ سوم، ص: ۵۵، میں مذکور ہے دیکھ لیجئے (۲)۔

۴...... فتح سے کیا مراد ہے فتح القدیر یا فتح الباری یا فتح المبین یا فتح الملہم یا فتح المنان وغیرہ، اصل عبارت سے حوالہ کتاب وجلد وباب وصفحہ نقل کیجئے تا کہ اس پر غور کیا جائے، صرف اتنا لکھ دینا کہ "فتح میں مرقوم ہے" کافی نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۹/۱۰/۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ ہذا۔

کیا ہندوستان دارالحرب ہے؟

سوال [۱۷۲۲]: کیا ہندوستان دارالحرب ہے؟

---

(۱) (فتاوی عزیزی، (فارسی) : ۱/ ۳۰، سعید)

(۲) فتاوی رشیدیہ، ص: ۱۵۱، عشر وخراج کے احکام کا بیان، سعید)

الجواب حامداً ومصلیاً:

دارالحرب کی تعریف وشروط میں ائمہ کے اقوال وعلماء کے فتاوی مختلف ہیں، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی اور مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دور میں ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا ہے جیسا کہ فتاوی عزیزی (۱) اور صراط مستقیم (۲) میں مذکور ہے۔ مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ (۳) اور نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دارالاسلام مانا ہے، جیسا کہ ان کے فتاوی میں ہے (۴)۔

جن اسباب کی بنا پر دارالحرب قرار دیا گیا تھا، وہ اس وقت پہلے سے زیادہ قوت کے ساتھ موجود ہیں جن اسباب کی وجہ سے دارالاسلام مانا گیا تھا وہ بھی مفقود نہیں ہوئے (ہاں بعض خطے ضرور ایسے ہو گئے ہیں کہ دارالاسلام ہونے کے اسباب وہاں قطعاً مفقود ہیں لیکن مجموعی طور پر ہند کی یہ حالت نہیں)۔ درمختار میں ہے:

"لا تصير دارالإسلام دار حرب إلا بأمور ثلثة: بإجراء أحكام أهل الشرك، وبا تصالها بدار الحرب، وبأن لا يبقى فيها مسلم أو ذمي آمناً بالأمان الأول على نفسه اهـ و قالا: بشرط

(۱) (فتاوی عزیزی (فارسی) : ۱/۳۰، سعید)

(وكذا في الفتاوى البزازية، كتاب السير، الباب الرابع في المرتد: ۶/۳۱۲، رشيديه)

(۲) "ہندوستان کے اس وقت یعنی ۱۲۳۳ھ کے حال کو کہ اس کا اکثر حصہ دار حرب بن چکا ہے"۔ (صراط مستقیم، ص:۱۸۸، اسلامی اکیڈمی)

(وكذا في قواعد الفقه، ص:۹۶، الصدف پبلشرز)

(۳) (مجموعة الفتاوى : ۱/۲۳۷، سعيد)

(۴) "وعندی أن هذه المسئلة من المشتبهات التي لم يظهر حكمها على وجه يحصل منه ثلج الصدر، و يذهب به عطش الفؤاد، و لذا تراني حررتها في "هداية السائل إلى أدلة المسائل" مقيداً بالمذهب الحنفي الدال على أن بلاد الهند ديار الإسلام، و كتبتها في موضع آخر على طريقة أهل الحديث الدالة على أنها ديار الكفر، و جمعت هنا بين الضب والنون و لم أقطع بشيء من ذلك، و يمكن أن يقال: أن في المسئلة قولين، و هما قولان متساويان، و إن كان كونها دار كفر أظهر نظراً إلى ظاهر الأدلة و واضح التقوى". (العبرة مما جاء في الغزو والشهادة والهجرة لصديق بن حسن القنوجي، ص:۲۳۸، دار الحرب تتمه دار الكتب العلميه بيروت)

واحد لا غير، و هو إظهار حكم الكفر و هو القياس اهـ"۔ رد المحتار: ۲۵۳/۳ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمود غفرلہ۔

دارالحرب، دارالاسلام، انگریزی حکومت، کانگریسی حکومت، جمعہ، عیدین، ہجرت

سوال [۱۷۲۳]: ۱......ہندوستان موجودہ زمانہ میں جبکہ کانگریس کی حکومت ہے دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟

۲......دارالاسلام کن شرائط سے دارالحرب بن جاتا ہے۔ الفتاوی العالمکیریۃ: ۳۳۰/۲، مطبوعہ ہگلی میں ہے:

"اعلم أن دارالحرب تصير دار الإسلام عند أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ بشرائط ثلاث الخ"(۲).

اس عبارت میں امام صاحب کے نزدیک تین شرطیں اور صاحبین کے نزدیک ایک شرط ہے، یہ پائی جارہی ہیں یا نہیں؟

۳......اجرائے احکامِ کفر سے کیا مراد ہے، ردالمحتار، ج:۳ مجتبائی میں ہے:

"وظاهره أنه لو أجريت أحكام المسلمين وأحكام أهل الشرك، لا تكون دار حرب"(۳)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر احکامِ کفر اور احکامِ اسلام دونوں وہاں جاری ہوں تو وہ دارالحرب نہ ہوگا، لیکن فتاوی عزیزیہ ۱۶/۱، پر یہ ہے:

"مراد از اجرائے احکامِ کفر این است کہ در مقدمۂ ملک داری، و بندوبستِ رعایا، واخذِ خراج و باج وعشورِ اموالِ تجارت، و سیاستِ قطاع طریق و سراق، و فصلِ خصومات، و سزائے جنایاتِ کفار بطورِ خود حاکم باشند آرے، اگر بعضے احکامِ اسلام

---

(۱) (الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الجهاد، باب المستامن: ۱۷۴/۴، سعید)

(۲) (الفتاوی العالمكيرية، كتاب السير، الباب الخامس في استيلاء الكفار: ۲۳۲/۲، رشيديه)

(۳) (رد المحتار، كتاب الجهاد، باب المستأمن: ۱۷۵/۴، سعيد)

را مثلِ جمعه و عیدین و اذان و ذبحِ بقره تعرض نه کنند، نکرده باشند" الخ (۱).

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مقدمات وخراج وغیرہ شرعی طریقہ پرنہیں تو وہ دارالحرب سمجھا جائے گا اس میں صحیح قول کیا ہے؟

۴...... فصول عمادی قلمی، ص: ۱۸، پر ملتقط سے یہ نقل کیا ہے:

"إن البلاد التی فی أیدی الکفار لا شك أنها بلاد الإسلام لا بلاد الحرب؛ لأنها غیر متصلة ببلاد الحرب، و لأنهم لم یظهروا فیها أحکام الکفر، بل القضاة مسلمون، والملوك التی یطیعونه عن ضرورة مسلمون" (۲)۔

اس عبارت کا کیا مطلب ہے اس سے مراد ہمارے شہر ہیں یا اسلامی ریاستیں مثلاً بھوپال وغیرہ؟

۵...... وُلاۃ اور قضاۃ سے کیا مراد ہے؟

۶...... جمہوری حکومت کا کیا حکم ہے؟

۷...... انگریز کے زمانہ میں ہندوستان آپ حضرات کے نزدیک دارالحرب تھا یا نہیں؟ اگر تھا تو کیا شرائط پائی گئیں اور اس حکومت میں اور انگریز میں کوئی فرق ہے؟

۸...... کیا پاکستان کو دارالاسلام کہہ سکتے ہیں؟

السوال: ۲ ...... اگر ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا جائے تو یہاں جمعہ اور عیدین کے انعقاد کی کیا صورت ہوگی؟ فتاوی عزیزیہ ۱/۳۴ (۳)، پر یہ ہے کہ:

---

(۱) (فتاوی عزیزی (اردو)، ص: ۴۲۱، سعید)

قال العثمانی رحمه الله تعالیٰ: "ثم اعلم أن بلاد الهند و نحوها لا ریب فی کونها دار الحرب عند المحققین، وقد أفتی به العلامة المحدث الدهلوی مولانا عبد العزیز، والعلامة المولی مولانا رشید احمد الجنجوهی". (إعلاء السنن، کتاب البیوع، تحقیق کون الهند دار الحرب أودار الاسلام: ۱۴/۳۶۵، إدارة القرآن کراچی)

(۲) (الملتقط فی الفتاوی الحنفیة، کتاب السیر، ص: ۲۵۴، حقانیه کوئٹه)

(۳) (فتاوی عزیزی، ص: ۴۴۲، سعید)

''دارالحرب میں اگر کفار کی طرف سے حاکم مسلمان ہوتو اس کی اجازت سے جمعہ وعیدین جائز ہو سکتے ہیں، اگر حاکم مسلمان نہ ہوتو مسلمانوں پر واجب ہے کہ ایک شخص کو اپنا امیر مقرر کرلیں، اس کی اجازت سے جمعہ جائز ہوسکتا ہے ورنہ لوگ احتیاطاً ظہر پڑھیں ردالمحتار، جز اول، ص: ۷۵۴، مصری پر امام کو مقرر کرنے کو واجب قرار دیا ہے:'' و یجب علیھم أن یلتمسوا والیاً مسلماً''(۱)۔

اور ایسے ہی فتاوی عالمگیری باب الجمعہ میں اس کو واجب لکھا ہے (۲) تو اس امام سے کیا مراد ہے اس کی ضرورت ہے یا نہیں؟ چند سال ہوئے جمعیۃ العلماء نے جو امام کی تحریک پیش کی تھی اس میں اور اس مذکورہ امام میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟

طحطاوی، ص: ۲۷۲ پر ہے کہ اگر بنائے مسجد کے وقت مسلمان حاکم نے جمعہ کی اجازت دی ہے تو یہ ہمیشہ کیلئے کافی ہے، ہر خطیب کیلئے اذنِ جدید کی ضرورت نہیں (۳) لیکن ردالمحتار میں اس کے خلاف ہے، اس میں صحیح قول کیا ہے؟ اس امامت کے مسئلہ پر اگر کہیں مفصلاً کلام کیا گیا ہوتو اس کے حوالہ سے بھی مطلع فرمائیں۔

السوال: ۳...... کیا دارالحرب سے ہجرت کرنا ضروری ہے، تفسیر احمدی، ص: ۳۰۲، پر یہ ہے:

''وفی ھذاالزمان إن لم یتمکن من إقامة دینه بسبب أیدی الظَّلَمة أوالکَفَرة، یفرض علیھم الھجرة و ھو الحق ''(٤)۔

تو کیا اگر ہم شعائرِ اسلام اور احکام اسلام کے کرنے پر قادر نہ ہوں تو ہم پر ہجرت ضروری ہوگی، ہجرت کی بحث فقہاء کے کلام میں کس جگہ ہے؟

السائل: افتخار الحسن، محلّہ مولویان از کاندھلہ، ۱۵/محرم/ ٦٧ ھ۔

---

(۱) (رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الجمعة: ۲/۱۴۴، سعید)

(و کذا فی الملتقط، کتاب السیر، ص: ۲۵۵، حقانیه کوئٹه)

(۲) (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلوة، الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة: ۱۴۶/۲، رشیدیه)

(۳) (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، باب الجمعة، ص: ۵۰۷، قدیمی)

(۴) (تفسیر احمدی، ص: ۳۰۵، کریمی بمبئی)

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱...... جن اسباب کی بنا پر پہلے اختلاف تھا وہ اب بھی موجود ہے لہذا کوئی حکم نہیں بدلا، الا فی بعض الامصار والقریٰ یعنی جن حضرات کے نزدیک یہ دارالحرب تھا جیسے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب (۱) اور شاہ محمد اسماعیل صاحب شہید (۲) حضرت گنگوہی (۳) حضرت نانوتوی (۴) وغیرہم، ان کی تحریرات اور دلائل کے مطابق اب بھی دارالحرب ہے اور جن حضرات کے نزدیک پہلے دارالاسلام تھا جیسے حضرت مولانا عبدالحیٔ (۵) نواب صدیق حسن صاحب (۶) وغیرہما، ان کی تحریرات اور دلائل کے موافق اب بھی دارالاسلام ہے، البتہ بعض بلاد اور دیہات جن میں اسلامی احکام پر عمل کرنے والے موجود نہیں رہے یا مرتد ہوگئے (العیاذ باللہ) ممکن ہے کہ ان کا حکم متغیر ہو مگر کل ہندوستان کا حکم مجموعی حیثیت سے متغیر نہیں ہوا۔

۲...... جو ملک کسی وقت میں دارالاسلام بن گیا ہو پھر اس پر کفار کا غلبہ ہو جائے تو اس کے دارالحرب ہونے میں اختلاف ہے، بعض علماء قائل ہیں کہ وہ ملک ہمیشہ دارالاسلام ہی رہتا ہے کبھی دارالحرب نہیں بنتا، اکثر کا یہ مذہب ہے کہ وہ دارالحرب بھی بن جاتا ہے جیسا کہ سوال میں بھی نقل کیا ہے یہی راجح اور اقویٰ ہے۔ جو عبارت عالمگیری (۷) سے نقل کی گئی ہے وہ شامی (۸) طحطاوی (۹) حصکفی (۱۰) وغیرہ کتب میں بھی موجود ہے

(۱) (فتاوی عزیزی (فارسی) ۱/ ۳۰، سعید)

(۲) دیکھئے: (صراط مستقیم، ص: ۱۸۸، اسلامی اکیڈمی)

(۳) "بہرحال تسلطِ کفار بر ہنہ بداں درجہ ہست کہ در ہیچ وقت کفار را دار حرب زیادہ ازین نبود، واداءِ مراسم اسلام از مسلمان محض باجازت ایشان نیست واز مسلمانان عاجز ترین رعایا کسے نیست الخ (فیصلۃ الاعلام فی دارالحرب ودارالاسلام، از تالیفاتِ رشیدیہ، ص: ۶۶۸)

(۴) لم أجده

(۵) (مجموعة الفتاوى (اردو) : ۱/ ۲۳۷، سعيد)

(۶) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "کیا ہندوستان دارالحرب ہے؟")

(۷) "قال محمد رحمه الله تعالىٰ في الزيادات : إنما تصير دار الإسلام دار الحرب عند أبي حنيفة بشروط ثلاثة .... و قال أبو يوسف و محمد: بشرط واحد لا غير، و هو إظهار أحكام الكفر و هو القياس". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب الخامس في استيلاء الكفار : ۲/ ۲۳۲، رشيديه)

(۸) (رد المحتار، كتاب الجهاد، باب المستأمن : ۴/ ۱۷۵، سعيد)

(۹) "لا تصير دار الإسلام دار حرب: أي بأن يغلب أهل الحرب على دار من دورنا أو ارتد أهل مصر الخ".
(حاشية طحطاوى على الدر المختار، كتاب الجهاد، فصل في استيمان الكافر : ۲/ ۴۶۰، دار المعرفة بيروت)

(۱۰) "لا تصير دار الإسلام دار حرب الخ". (رد المحتار، كتاب الجهاد، باب المستأمن : ۴/ ۱۷۵، سعيد)

ان شروط کا وجود وفقدان حسی چیز ہے شرعی اور فتویٰ کی چیز نہیں خود دیکھ لیجئے۔

٣......فتاویٰ عزیزیہ:١/١١٥:

"و آنچه مرقوم شد که معمولهٔ انگریز و اشباهِ ایشان دار الحرب است یا نه؟ پس بدانند آنچه می گویند که دار الاسلام گاهے دار الحرب نمی شود ایں قول مرجوح است، واصح آنست که دار الاسلام دار الحرب می شود آرے، دریں اختلاف که کے می شود، طائفه می گویند که اگر یک چیز از شعائرِ اسلام ممنوع باشد مثل اذان و ختان، دار الحرب می گردد، و طائفه گفته مدارِ صیرورةِ دار الاسلام دار الحرب بر محوِ شعائرِ اسلام نیست بلکه هر گاه شعائرِ کفر بے دغدغه باعلان رواج می گیرد دار الحرب می شود، گو شعائرِ اسلام هم بر قرار باشند، و فرقه سوم ازیں هم ترقی کرده اند که حدِ دار الحرب آنست که:

"أن لا يبقىٰ فيه مسلم و لا ذمي آمناً بالأمان السابق سواء ترك بعض شعائر الإسلام أولا، و سواء أعلن شعائر الكفر أولا " همیں قولِ ثالث را محققین ترجیح داده اند، و بریں تقدیر معمولهٔ انگریز و اشباهِ ایشاں بلا شبه دارالحرب است . والله تعالیٰ اعلم اهـ" (١).

حضرت شاہ صاحب نے تصریح فرمائی کہ قولِ ثالث راجح ہے عند المحققین۔

٤......یہ تعریف ہمارے شہروں پر صادق نہیں آتی، ہاں بعض مسلم ریاستوں پر صادق آسکتی ہے، چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز (٢) اور حضرت گنگوہی (٣) کے فتاویٰ میں بھی ان ریاستوں سے اسی نہج پر تعرض کیا گیا ہے۔

٥......وُلاة کا اطلاق عامۃً حکام وملوک پر آتا ہے اور قضاۃ خصوصی محکموں کے فیصلہ کرنے والے حکام کو کہتے ہیں (٤)۔

---

(١) (فتاوی عزیزی (فارسی) : ١/١١،سعید)

(٢) (فتاوی عزیزی (فارسی): ٤٤١ ، سعید)

(٣) (فيصلة الأعلام في دار الحرب و دار الإسلام، از تالیفاتِ رشیدیه، ص:٦٦٨)

(٤) دیکھئے:(القاموس الفقهي، ص:٣٠٥، ٣٨٨، إدارة القرآن)

۶......شرعاً یہ اسلامی حکومت نہیں: "كما صرح به مولانا الشاه ولی الله في ازالة الخفاء(۱)۔

۷...... ہمارے نزدیک دار الحرب تھا ان وجوہ کی بناء پر جن کو حضرت گنگوہیؒ (۲) اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے تحریر فرمایا ہے(۳) اور ابھی تک ہمارے نزدیک کوئی فرق نہیں ہوا، یعنی جمہوری حکومت کی وجہ سے دارالاسلام نہیں بنا۔

۸......علمائے پاکستان سے اس کی تحقیق کی جائے وہ وہاں کے حالات اور طرزِ حکومت واظہارِ شعائر وغیرہ سے زیادہ واقف ہیں۔

الجواب: ۲...... دارالحرب ہے اور حسبِ تحریر فتاویٰ عزیزیہ یہاں جمعہ وعیدین کا انعقاد درست ہے، احتیاط الظہر کی ضرورت نہیں۔ جمعہ کے لئے جس امیر، رئیس، قاضی کی ضرورت ہے اس کے متعلق خود فتاویٰ عزیزی میں مذکور ہے کہ "بے آنکہ در امورِ ملکی تصرف کند و مداخلت نماید اھ"(۴).

امیر وقاضی میں دو وصف ہیں، ایک انتظام امور مسلمین جیسے اقامتِ جمعہ واعیاد اور یہ وصف مسلمانوں کی رضامندی سے حاصل ہو جاتا ہے اور اس کے لئے کوئی خاص قوت وغلبہ ضروری نہیں: "ويصير القاضي قاضياً بتراضي المسلمين" (۵)۔ جو عالمگیری وغیرہ میں منقول ہے اس کا محمل یہی ہے بلکہ اگر اس شخص کو قاضی نہ کہا جائے اور ویسے ہی اس کو امام بنالیا جائے تب بھی جمعہ درست ہو جائے گا:

---

(۱) "هي الرياسة العامة في التصدي لإقامة الدين بإحياء العلوم الدينية، وإقامة أركان الإسلام، والقيام بالجهاد و ما يتعلق به من ترتيب الجيوش والفرض للمقاتلة وإعطائهم من الفيء، والقيام بالقضاء وإقامة الحدود، و رفع المظالم، والأمر بالمعروف والنهي عن المنكر نيابةً عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم". (إزالة الخفاء عن خلافة الخلفاء ، فصل اول در خلافت عامه، مسئله درتعريف خلافت،، ص: ۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) (فيصلة الأعلام في دار الحرب و دار الإسلام،تاليفات رشيديه، ص:۲۶۸)

(۳) (فتاوی عزیزی (فارسی) : ۱/ ۳۰، سعید)

(۴) (فتاوی عزیزی (فارسی) : ۱ ۴۴ ،سعید)

(۵) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب الخامس في استيلاء الكفار: ۲/ ۱۴۶ ،رشيديه)

"ولو تعذر الاستيذان من الإمام فاجتمع الناس على رجل، فصلى بهم جاز، كذا في السراجية اهـ". الفتاوى العالمكيرية، مصرى: ١/١٤٦(١)۔

اور ایسے امام قاضی متعدد بھی ہو سکتے ہیں۔

دوسرا وصف ہے: "تنفيذ الحكم بالغلبة والقهر" اس کے لئے قدرت قاہرہ شرط ہے، محض مبایعت کافی نہیں:

"السلطان يصير سلطاناً بأمرين: بالمبايعة معه من الأشراف والأعيان، و بأن ينفذ حكمه على رعيته خوفاً من قهره، فإن بويع ولم ينفذ فيهم حكمه لعجزه عن قهرهم، لا يصير سلطاناً اهـ". شامى: ٤/٤٢٣ (٢)۔

باب الجمعہ میں والی وقاضی کے وجوب سے مراد اول وصف والا قاضی ہے کہ بغیر اس کے جمعہ ہی درست نہیں اور ایسے قاضی کا ملنا بھی دشوار نہیں اور جمعیۃ العلماء کے ناظم صاحب نے جس نوع کے امیر کی تجویز کی تھی اس میں مقصود اہم وصفِ ثانی تھا جس کو سلطان کہنا بھی درست ہے اور وہ بھی مسئلہ اجماعی ہے، مگر ایسے امام کے لئے جن شرائط کی ضرورت ہے وہ مفقود ہونے کی وجہ سے وہ تحریک کامیاب نہیں ہوئی۔

"ومنها مسئلة نصب الإمام فقد أجمعوا على وجوب نصب الإمام، وإنما الخلاف في أنه يجب على الله تعالىٰ أو على الخلق بدليل سمعي أوعقلي لمذهب أهل السنة و عامة المعتزلة أنه يجب على الخلق سمعاً لقوله عليه السلام على ما أخرجه مسلم من حديث ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما بلفظ: "من مات بغير إمام مات ميتةً جاهليةً"، ولأن الصحابة جعلوا أهم المهمات نصب الإمام حتى قدموه على دفنه عليه الصلوة والسلام، و لأن المسلمين لا بدلهم من إمام يقوم بتنفيذ أحكامهم، و إقامة حدودهم وسد ثغورهم، و تجهيز

---

(١) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب الخامس في استيلاء الكفار: ٢/١٤٦، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الجمعة: ٢/١٣٨، سعيد)

(٢) (ردالمحتار، كتاب القضاء، مطلب: السلطان يصير سلطاناً بأمرين: ٥/٣٦٤، سعيد)

جیوشهم، و أخذ صدقاتهم، و قهر المتغلبة والمتلصصة وقطاع الطریق الخ". شرح فقه اکبر، ص: ۱۷۹ (۱)۔

والمسئلة مذکورة فی شرح العقائد (۲) و شرح المقاصد (۳) و شرح المواقف (٤) و إزالة الخفاء (٥) و منصب امامت (٦) والمسایرة (٧) و تمهید أبی الشکور (٨) وحجة اللّٰه البالغة (٩) والبسط فی منهاج السنة (١٠)۔

طحطاوی، ص: ۲۷۶، اور شامی دونوں کی عبارتیں نقل کیجئے جن میں تعارض ہے۔

---

(۱) (شرح الفقه الأکبر لملا علی القاریؒ: نصب الإمام واجب، ص: ۱۴۶، قدیمی)

(الصحیح لمسلم، کتاب الإمارة، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمین بلفظ: من مات و لیس فی عنقه بیعة، مات میتةً جاهلیةً: ۱۲۸/۲، قدیمی)

(۲) (شرح العقائد النسفیه، ص: ۱۰۶، سعید کراچی)

(۳) "نصب الإمام علی الخلق سمعاً الخ". (شرح المقاصد المقصد السادس، الفصل الرابع فی الإمامة: ۲۳۲/۵، ۲۳۵، منشورات الشریف ایران)

(۴) "نصب الإمام عندنا واجب علینا". (شرح المواقف، الموقف الخامس فی الإلهیات، المرصد الرابع فی الإمامة: ۳۴۵/۸، منشورات الشریف ایران)

(۵) "واجب بالکفایہ است بر مسلمین الی یوم القیامۃ نصب خلیفہ مستجمع شروط الخ"۔ (ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، ص: ۳، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۶) دیکھئے: ("رسالہ منصب امامت" مصنفہ شاہ اسماعیل شہیدؒ، لاہور)

(۷) (المسامرة شرح المسایرة فی العقائد النجیة فی الآخرة، دارالکتب، بیروت)

(۸) "الخلافة ثابتة والإمارة قائمة مشروعة واجبة علی الناس الخ". (تمهید أبی الشکور، الباب الحادی عشر فی الخلافة، ص: ۱۷۲)

(۹) قال الشاه ولی الله الدهلویؒ: "اعلم أنه یجب أن یکون فی جماعة المسلمین خلیفة لمصالح لا تتم الا بوجوده الخ". (حجة الله البالغة، أبواب سیاسة المدن: ۳۹۴/۲، قدیمی)

(۱۰) (منهاج السنة: ۳۵/۱، مکتبة الریاض)

الجواب :۳...... ہر دارالحرب سے ہر شخص پر ہجرت فرض نہیں بلکہ اس وقت ضروری ہے کہ دارالحرب میں اقامتِ دین پر کما یجب قدرت نہ ہو اور کسی دوسری جگہ اقامتِ دین پر کما یجب قدرت ہو، نیز راستہ مامون ہو، چنانچہ تفسیر احمدی میں اسی صفحہ پر تین چار سطر پہلے ہے:

"ذکروا أن الآیة تدل علی أن من لم یتمکن من إقامة دینه فی بلده کما یجب، وعلم أنه یتمکن من إقامته فی غیره، حقت علیه الهجرة اهـ"(۱)۔

اس میں یہ بھی قید نہیں کہ دارالحرب سے ہجرت کرکے دارالاسلام جائے بلکہ خود دارالحرب کے ایک شہر سے دوسرے شہر میں اگر یہ بات میسر ہو جائے تو وہ بھی کافی ہے، اسی طرح اگر دارالاسلام میں قدرت نہ ہو اور دارالحرب میں قدرت ہو تو وہاں سے ہجرت کرکے دارالحرب کو اختیار کرنا بھی اس سے مفہوم ہوتا ہے۔ جو ہجرت ابتدائے اسلام میں واجب تھی وہ منسوخ ہے: "کما صرح به السرخسی فی المبسوط :۱/۶(۲) والجصاص الرازی فی احکام القرآن :۲/۲۶۲، و۲/۲۹۴، و۲/۳۰۵ (۳)۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ عزیزیہ :۱/۵۲، میں تحریر فرماتے ہیں:

"مراد از دار الحرب که ازان هجرتِ ما فرض باشد آں دار الحرب است که حربیاں از اظهارِ دینِ خود صوم و صلاة جمعه و جماعات و اذان و ختان سکانِ آنجا را ممانعت نمایند، و اگرچنیں نباشد بلکه مسلمانان آنجا اظهارِ دینِ خود بے دغدغه می کنند و جمعه و جماعات را قائم میدارند و بیانِ احکامِ دینِ خود بے تکلف می کنند، پس ازاں دار الحرب هجرت فرض نیست، وعلی تقدیر الوجوب فی الفور واجب نمی شود بلکه عند وجدان الملجاء والمفر.

"لأن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم أقام ثلثة عشر بمکة مع أن کفار مکة کانوا

---

(۱) (تفسیر احمدی، ص :۳۰۵، کریمی بمبئی)

(۲) (کتاب المبسوط للسرخسی :۱۰/۸، غفاریه کوئٹه)

(۳) قال الجصاص : "وهذا یدل علی الخروج من أرض الشرک إلی أیّ أرض کانت من أرض الإسلام" (أحکام القرآن للجصاص : ۲/۳۵۳، قدیمی)

یمنعون من إظهار الدعوة، و یضربون و یشتمون من آمن، و یمنعون من الصلوات فی المسجد الحرام"۔

پس حق تعالیٰ هر گاه انصار را بعد از سیزده سال ناصر و معینِ آنجناب گردانید و محل و مسکن در بلده طیبه بهم رسید هجرت فرمودند اهـ". فتاویٰ عزیزی، ص: ۵۰۲(۱).

کتبِ فقہ میں اس مسئلہ پر تفصیلی بحث نظر سے نہیں گزری۔تحریک خلافت کے وقت ۱۳۳۸ھ میں مولانا عبدالباری صاحب لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے چند مضامین تحریر کئے جومختلف اخبارات میں شائع ہوئے، پھران کا مجموعہ ایک رسالہ کی صورت میں بھی شائع ہوا اس کے ساتھ فضائلِ ہجرت کی چہل حدیث بھی ہے مگر فقہاء کی عبارات کی طرف اس میں بھی کوئی خاص التفات نہیں۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود گنگوہی عفااللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعیداحمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور۔

---

(۱) (فتاوی عزیزی (اردو)، ص: ۵۰۱، سعید)

ترجمۂ عربی عبارات:

۱-جان لے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دارالحرب تین شرطوں کے ساتھ دارالاسلام بن جاتا ہے۔

۲-اوراس کا ظاہر یہ ہے کہ اگراہل اسلام اوراہل شرک (دونوں) کے احکام جاری ہوں تو وہ دارالحرب نہیں بنے گا۔

۳-احکامِ کفر کے جاری ہونے سے مراد یہ ہے کہ مقدمۂ ملک داری، رعایا کے بندوبست، اموالِ تجارت سے خراج وعشروغیرہ لینے، ڈاکوؤں، چوروں کوسزادینے میں کفار بطورِخود حاکم ہوں، ہاں! اگر بعض احکام اسلام: مثل جمعہ وعیدین واذان وذبح گاؤ سے تعارض نہ کرتے ہوں نہ کیا کریں (اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا)۔

۴-بلاشبہ وہ شہر جو کفار کے قبضہ میں ہیں بے شک وہ بلادِاسلام ہے، بلادِحرب نہیں، اس لئے کہ وہ بلادحرب سے متصل نہیں اور نہ انہوں نے ان میں احکام کفرکو ظاہر کیا بلکہ قضاۃ (فیصلے کرنے والے) مسلمان ہیں اور وہ بادشاہ بھی جن کی وہ بضرورتِ اطاعت کرتے ہیں، مسلمان ہیں۔

۵-اوران پر کسی والی مسلم کی تلاش کرنا واجب ہے۔

۶-اوراس زمانہ میں ظالموں، کافروں کے غلبہ کی وجہ سے اگراپنے دین قائم کرنے کی قدرت ہوتوان پرہجرت فرض =

....

= ہے، یہی حق ہے۔

۷- اور وہ جو مرقوم ہوا، کہ انگریزوں کی علمداری کے شہر اوران کے مثل دارالحرب ہے یا نہیں؟ پس جاننا چاہیے کہ یہ جو بیان کرتے ہیں کہ دارالاسلام کبھی دارالحرب نہیں بنتا، یہ قول مرجوح ہے اوراصح یہ ہے کہ دارالاسلام ہی دارالحرب ہوجاتا ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ کب ہوتا ہے ایک جماعت کہتی ہے کہ اگر شعائرِ اسلام میں سے کوئی ایک چیز بھی ممنوع ہوجائے جیسے اذان وختنہ کرنا، دارالحرب ہوجاتا ہے، اور ایک جماعت کہتی ہے کہ دارالاسلام کے دارالحرب ہونے کا مدار شعائرِ اسلام کے محو ہونے پر نہیں، بلکہ جب شعائر کفر بھی کھلے بااعلان رواج پکڑ جائے، دارالحرب ہوجاتا ہے، گو شعائر اسلام بھی برقرار ہوں اور تیسری جماعت نے اس سے بھی ترقی کرکے کہا ہے کہ دارالحرب ہونے کی تعریف یہ ہے کہ اس میں کوئی مسلمان اور ذمّی امانِ سابق کے ساتھ باامن نہ رہے، خواہ بعض شعائر اسلام متروک ہوئے ہوں یا نہ اور چاہے شعائر کفر علی الاعلان ہوتے ہوں یا نہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۸- جیسا کہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے ''ازالۃ الخفاء'' میں اس کی تصریح کی ہے۔

۹- اور قاضی مسلمانوں کی رضامندی سے قاضی بن جاتا ہے۔

۱۰- اور اگر امام سے اجازت لینا دشوار ہو اور لوگ کسی ایک شخص پر مجتمع ہوجائیں اور وہ ان کو نماز پڑھادے، جائز ہے، سراجیہ میں اسی طرح ہے۔

۱۱- غلبہ وقدرت کے ساتھ حکم نافذ کرنا۔

۱۲- سلطان دو چیزوں سے سلطان بنتا ہے: ایک تو اس سے کہ اشراف داعیان (بڑے لوگ ذمے دار حضرات) اس سے بیعت کرلیں۔ اور دوسرے اس سے کہ اُس کا حکم اس کی رعایا پر اس کے غلبہ کے خوف کی وجہ سے نافذ ہو۔ پس اگر اس سے بیعت تو کرلی جائے مگر اس کا حکم ان میں نافذ نہیں چونکہ وہ ان کو مغلوب کرنے سے عاجز ہے، وہ سلطان نہیں بنے گا۔

۱۳- اور ان میں سے امام کو قائم کرنے کا مسئلہ بھی ہے۔ پس امام مقرر کرنے کے وجوب پر اجماع کیا ہے اور بس اختلاف تو اس میں ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ پر واجب ہے یا مخلوق پر؟ اور دلیل نقلی سے اس کا ثبوت ہے یا دلیلِ عقلی سے؟ البتہ اہلِ سنت اور عام معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ مخلوق پر واجب ہے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی وجہ سے جس کی مسلم نے تخریج کی ہے، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث بایں الفاظ کہ: جس نے اپنے زمانہ کے امام کو نہیں پہچانا، وہ جاہلیت کی موت مرا۔ اور اس لئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ علیہم اجمعین نے امام مقرر کرنے کو تمام مہمات سے اہم قرار دیا، حتی کہ اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن پر مقدم کردیا اور اس لئے کہ مسلمانوں کے لئے کسی امام کا ہونا ضروری ہے جو ان کے احکام کو نافذ کرے اور =

4

دارالحرب، ہجرت، حفاظتِ اہل وعیال

سوال[١٧٢٤]: ہندستان کی آزادی ویومِ استقلال کے بعد جو جانکاہ اور روح فرسا واقعات رونما ہوئے ہیں وہ کسی فردِ بشر پر مخفی نہیں ہیں، دہلی اور بہار اور الور و پنجاب کے دلسوز اور ولولہ انگیز حالات بھی محتاج بیان نہیں ہیں، فی الحال بھی قومی تعصب اور ذہنیت پورے شباب پر ہے، گجرات میں گودھرا جیسے شاندار شہر کی تباہی و بربادی میں عملۂ سرکار کی بربریت اور بہیمیت پوری قوت سے کارفرما تھی جس کی بناپر تمام شہر برباد و خاکستر ہوکر وہاں کے مسلمان باشندے بدوچشم و یک بینی حیران و پریشان ہوکر اطراف وجوانب میں فرار ہوگئے ہیں۔

آج سے آٹھ دن قبل جو لکھ پتی تھے وہ آج نان جویں کے محتاج ہیں، اس منظر کو دیکھ کر گجرات کی تمام اقلیتوں پر خوف و ہراس طاری ہوگیا ہے، نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کا مصداق بنے ہوئے ہیں، کیونکہ

= حدود قائم کرے، قلعوں کی حفاظت کرے، لشکروں کی تیاری کرے، صدقات وصول کرے، باغیوں، چوروں، ڈاکوؤں کو مغلوب وزیر کر سکے الخ۔ (شرح فقہ اکبر، ص:١٧٩) اور یہ مسئلہ شرح عقائد، شرح مقاصد، شرح مواقف، ازالۃ الخفاء، مسایرۃ، تمہیدِ ابی شکور، حجۃ اللہ البالغہ میں مذکور ہے اور منہاج السنہ میں تفصیل ہے۔

١٤- انہوں نے ذکر کیا ہے کہ آیت، دلالت کرتی ہے جو اپنے دین کو اپنے شہر میں قائم کرنے کی قدرت نہیں رکھتا اور اسے یقین ہے کہ دوسرے شہر میں قائم کرنے کی قدرت ہے، اس پر ہجرت واجب ہے۔

١٥- جیسا کہ سرخسی نے مبسوط :١/٦، میں اس کی تصریح کی ہے اور جصاص الرازی نے احکام القرآن :٢/٢٦٢، و٢/٢٩٤، و٢/٣٠٥، میں اس کی تصریح کی ہے۔ فقط۔

١٦- اس دارالحرب سے مراد جس سے ہجرت فرض ہے، وہ دارالحرب ہے کہ حربی لوگ وہاں کے باشندوں کو اپنے دین کے اظہار اور نماز روزہ، جمعہ و جماعت اور اذان وختنہ سے منع کرتے ہوں اور اگر ایسی حالت نہ ہو بلکہ مسلمان بے کھٹکے اپنے دین کا اظہار کرتے ہوں اور جمعہ و جماعت قائم کرتے ہوں، اپنے دین کے احکام بلاتکلف بیان کرتے ہوں پس اُس دارالحرب سے ہجرت فرض نہیں اور وجوب کی تقدیر پر (جہاں سے ہجرت فرض ہے) فی الفور ہجرت فرض نہیں بلکہ کوئی ٹھکانہ اور جائے پناہ میسر آنے کے وقت (فرض) ہے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں تیرا سال قیام فرمایا، باوجودیکہ کفار دعوت (دین وتوحید) کے اظہار سے روکتے تھے اور ایمان لانے والوں کو مارتے پیٹتے اور گالی گلوچ کرتے تھے اور مسجدِ حرام میں نماز ادا کرنے سے بھی روکتے تھے، پس جب تیرہ سال بعد حق تعالیٰ شانہٗ نے انصار کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معین و مددگار بنادیا اور مدینہ طیبہ میں محل ومسکن میسر آگیا اُس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی۔

فسطائیت وسماجیت کا بھوت اکثریت کے سروں پر سوار ہے، چند دیہات میں سے مسلمانوں کو نکال دیا گیا ہے اور دھمکیاں دی جارہی ہیں۔

مزارات ومقاماتِ مقدسہ کی تخریب وتوہین میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا جاتا، اکثریت اقلیت کی آبروریزی کے درپے ہے، جس کی وجہ سے ہر خداترس وعاقبت اندیش مسلمان کے دل میں قدرتی طور پر حسبِ ذیل سوالات پیدا ہوئے ہیں، لہذا علماء کرام ومفتیان عظام سے عاجزانہ التماس ہے کہ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات مدلل ومبرہن پیرائے میں تحریر فرما کر ارسال فرمائیں تاکہ اس کے مطابق عمل درآمد کرنے کی کوشش کی جائے؟

(الف) مذکورہ حالت کے پیشِ نظر ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالامن؟

(ب) دارالحرب ہونے کی صورت میں پاکستان، افغانستان، عربستان وغیرہ میں سے کس ملک کی طرف ہجرت کرنا بہتر ہے اور ہجرت وجوب وجواز واستحباب میں سے کس درجہ میں بہتر ہے؟

(ج) دارالحرب قرار نہ دینے کی صورت میں قومی فسادات کے موقع پر اپنی جان ومال کی صیانت وحفاظت میں جان کی بازی لگانے سے درجۂ شہادت کی سعادت نصیب ہوگی یا نہیں اور حملہ آوروں سے گریز وروگردانی موجبِ گناہ وعقاب ہے یا نہیں؟

(د) موجودہ فضا کی صورت میں مستورات واطفال وعیال کو خطرۂ جان یا خوفِ ارتداد کی وجہ سے کسی محفوظ مقام پر خواہ ہند میں ہوں یا بیرونِ ہند پہنچانا کیسا ہے؟

(ہ) موجودہ فضا کے لحاظ سے اگر کوئی تاجر کافی مالِ تجارت کے ہوتے ہوئے بہ سلسلہ تجارت مقروض ہے اور گاہک پر ان کا بھی قرض ہے مگر نقد پاس نہیں ہے، اس صورت میں اگر مصلحتِ وقت کے پیشِ نظر کچھ معمولی رقم بطور دوراندیشی بجائے ادائیگی قرض محض اس غرض سے اپنے پاس رکھے کہ خدانخواستہ اگر کوئی ایسا حادثہ پیش آجائے جو موجبِ نقل وحرکت یا بربادئ کار ہو تو ذریعۂ قوت لایموت وحفظِ عزت وعصمت بن سکے جائز ہے یا نہیں؟ یا ہر حالت میں ادائیگئ قرض مقدم ہے؟ شرح ومفصل جواب تحریر فرما کر ارسال فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

(الف) ہندوستان کے متعلق قدیم سے اختلاف ہے، اکثر حضرات نے اس کو دارالحرب قرار دیا ہے

جیسا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی (۱) اور شاہ محمد اسماعیل شہید (۲) وغیرہما نے اپنی تحریرات میں تصریح فرمائی ہے حالانکہ ان کے وقت میں مسلمان بادشاہ دہلی میں موجود تھے مگر دارالحرب کی تعریف ان کے نزدیک اس وقت ہندوستان پر صادق آتی تھی اور وہ تعریف اب بھی صادق آتی ہے (۳)۔

بعض حضرات نے اس کو دارالاسلام مانا ہے جیسا کہ حضرت مولانا عبدالحئی لکنویؒ نے اپنے فتاوی میں لکھا ہے (۴) حالانکہ ان کا زمانہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے کافی بعد کا ہے جبکہ پورا تسلط انگریز کا ہو چکا تھا مگر دارالحرب کی تعریف: ’’التی لم یبق فیها مسلم‘‘ (۵) مجموع من حیث المجموع ہندوستان کا حکم ان ہنگامی حالات سے نہیں بدلا۔

(ب) مسئلۂ ہجرت اہم مسائل میں سے ہے جس مقام پر کوئی شخص اپنے دین، نفس، عزت، عیال، مال کی حفاظت پر قادر نہ ہو اور شعائرِ اسلام پر کماحقہ عمل نہ کر سکتا ہو اور کسی دوسری جگہ پر جا کر قدرت حاصل ہو سکتی ہو اور راستہ بھی مامون ہو تو اس کے ذمہ ہجرت واجب ہوتی ہے (۶) اور اس میں یہ ضروری نہیں کہ اول مقام

---

(۱) ’’بریں تقدیر معمولۂ انگریزاں واشباہِ ایشاں بلاشبہ دار الحرب است الخ‘‘. (فتاوی عزیزی، ربا گرفتن و دار الحرب: ۱/۱۱۱، سعید)

(۲) (صراط مستقیم، ص: ۱۸۸، اسلامی اکیڈمی)

(۳) ’’لا تصیر دار الإسلام دار حرب إلا بأمور ثلاثة: بإجراء أحكام أهل الشرك، و باتصالها بدار الحرب، و بأن لا يبقى فيها مسلم أو ذمي آمناً بالأمان الأول‘‘. (الدر المختار، كتاب الجهاد، باب المستامن: ۴/۱۷۴، سعید)

(۴) (مجموعة الفتاوی، کتاب الصلاة، باب الجمعة: ۱/۲۳۷، سعید)

(۵) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الجهاد، باب المستأمن، مطلب ما تصير به دار الإسلام دار الحرب: ۴/۱۷۲، سعید)

(وكذا في الفتاوى البزازية، كتاب السير، الباب الرابع في المرتد: ۶/۳۱۲، رشیدیه)

(وكذا في قواعد الفقه، ص: ۹۶، الصدف پبلشرز)

(۶) ’’من لم يتمكن من إقامة دينه في بلد كما يجب، و علم أنه يتمكن من إقامته في غيره، حقّت عليه الهجرة‘‘. (تفسير المدارك: ۱/۲۷۶، قديمي) .... =

دارالحرب اور دوسری جگہ دارالاسلام ہی ہو، بلکہ اگر دارالاسلام میں کسی وقت یہ دشواری پیش آئے اور دارالحرب میں نہ ہوتو ایسے دارالاسلام سے ہجرت کر کے دارالحرب میں آنا ضروری ہوگا۔

اسی طرح اگر دارالحرب کے کسی مقام پر دشواری ہواور دارالحرب ہی کے دوسرے مقام پر دشواری نہ ہوتو وہاں چلا جائے، اب ہر شخص اپنی جائے قیام، حالات اور قرب وجوار کے حالات نیز پاکستان، عربستان اور افغانستان وغیرہ کے حالات اور اپنی قدرت راستہ وغیرہ کے امن پر غور کرے اور پوری تحقیق کرے اس کے بعد رائے قائم کرے، بلا تحقیق اور بغیر غور وخوض کے محض ہنگامی حالات سے متاثر ہوکر جلدی رائے قائم کرنے سے بسا اوقات پشیمانی ہوتی ہے اور مصائب میں بجائے کمی کے اضافہ ہوجاتا ہے اور آجکل روئے زمین پر علی منہاج النبوۃ کسی جگہ بھی حکومت موجود نہیں اور جو لوگ جلد ہی بغیر تحقیق وغور کے چلے گئے تھے کثیر تعداد میں پریشان ہوکر واپس آرہے ہیں۔

(ج) اپنی حفاظت کا انتظام کرنا اور دشمن کے حملہ وتیاری سے باخبر رہنا ہر شخص کے ذمہ لازم ہے، اگر مفسدین کی جماعت حملہ آور ہوتو پوری تدبیر اور قوت کے ساتھ ہوشیاری سے حفاظت ومدافعت کی جائے اور جو شخص جان ومال وعیال، دین، عزت، کی حفاظت کی خاطر مارا جائے گا اس کو شہادت کی سعادت حاصل ہو گی (۱)، مدافعت ومقابلہ کی طاقت ہوتے ہوئے فرار اختیار کرنا گناہ ہے (۲)۔

(د) ان کی حفاظت از حد ضروری ہے مگر ایسا نہ ہو کہ ان سب کو کسی ایک مقام پر جمع کردیا جائے اور دشمن جمع شدہ پر جا کر قبضہ کرلے اور جمع کرنے کی زحمت سے بھی بچ جائے جیسا کہ ان اطراف کے بعض مقامات میں

= (وكذا في التفسيرات الأحمدية، ص: ٣٠٥، كريمي بمبئي)

(١) "عن سعيد بن زيد رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "من قُتل دون دينه فهو شهيد، و من قتل دون دمه فهو شهيد، و من قتل دون ماله فهو شهيد، و سن قتل دون أهله فهو شهيد". (مشكوة المصابيح، باب ما لا يضمن من الجنايات، ص: ٣٠٦، قديمي)

(٢) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنه قال: " اجتنبوا السبع الموبقات" قالوا: يا رسول الله و ما هن ؟ قال: "الشرك بالله .... و التولي يوم الزحف". (فيض القدير: ١/ ٢٨٩، رقم الحديث: ١٧١، نزاد مصطفىٰ الباز)

(وكذا في روح المعاني: ٩/ ١٨٢، دار إحياء التراث العربي بيروت قديمي)

ہوا، نیز اپنے سے ان کو علیحدہ کسی دور دراز مقام پر بھیج دینا بھی قرینِ دانش مندی نہیں کہ وہ علیحدہ پریشان رہیں اور پھر ملاقات بھی دشوار ہو جائے۔

"ذكروا أن الآية تدل على أن من لم يتمكن من إقامة دينه في بلده كما يجب، وعلم أنه يتمكن من إقامته في غيره، حقّت عليه المهاجرة (إلى قوله) و في هذا الزمان إن لم يتمكن من إقامة دينه بسبب أيدي الظلمة أو الكفرة، يفرض عليه الهجرة هو الحق اهـ". تفسير أحمدي، ص: ٢٠٢ (١)۔

"مراد از دار الحرب كه ازان هجرتِ ما فرض باشد آں دار الحرب است كه حربيان از اظهارِ دينِ خود صوم و صلاة، جمعه و جماعات واذان و ختان سكانِ آنجارا ممانعت نمايند، و اگرچنيں نباشد بلكه مسلمانان آنجا اظهارِ دينِ خود بے دغدغه مى كنند و جمعه و جماعات را قائم ميدارند و بيانِ احكامِ دينِ خود بے تكلف مى كنند، پس ازاں دار الحرب هجرت فرض نيست، وعلى تقدير الوجوب في الفور واجب نمى شود، بلكه عند وجدانِ الملجاء والمفر؛

لأن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أقام ثلثة عشر بمكة مع أن كفار مكة كانوا يمنعون من إظهار الدعوة، و يضربون و يشتمون من آمن، و يمنعون من الصلوات في المسجد الحرام"۔

پس حق تعالىٰ هر گاه انصار را بعد از سيزده سال ناصر و معينِ آنجناب گردانيد، و محل و مسكن در بلده طيبه بهم رسيد هجرت فرمودند اهـ". فتاوىٰ عزيزى، ص: ۵۰۲ (۲).

عقیدہ اور کامل بھروسہ ذات باری پاک پر رکھنا چاہیے کہ ناصر ومحافظ حقیقی وہی ہے، اگر ان کی طرف سے نصرت شامل حال ہو تو پھر کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا، اگر ان کیطرف سے نصرت نہ ہو تو دنیوی انتظامات کچھ بھی

---

(۱) (التفسيرات الأحمديه، ص: ۳۰۵، كريمى بمبئى)

(۲) (فتاوى عزيزى (اردو)، ص: ۵۰۱، سعيد)

کارآمد نہیں ہوسکتے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إن ینصرکم اللّٰہ فلا غالب لکم، و إن یخذلکم فمن ذا الذی ینصرکم من بعدہ، وعلی اللّٰہ فلیتوکل المؤمنون﴾ (۱)۔

اور جب اور جس طرح مقدر میں مرنا لکھا ہے وہ پورا ہوکر رہے گا، مقدر پر شاکر رہنا چاہیے مقدر کے ٹلنے کی کوئی صورت نہیں، بڑے بڑے قلعے بھی موت سے حفاظت نہیں کرسکتے:

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿أینما تکونوا یدرککم الموت و لو کنتم فی بروج مشیدۃ﴾(۲) الآیۃ۔

جب مدار ناصر حقیقی کی نصرت پر رہا تو اس کی نصرت کے اسباب کو حاصل کرنا چاہیے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ یأیھا الذین اٰمنوا إن تنصروا اللّٰہ ینصرکم و یثبت أقدامکم﴾ (۳) الآیۃ

یعنی خدا کے دین کی مدد کی جائے، حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کیا جائے، معاصی کو بند کیا جائے اور گذشتہ گناہوں سے توبہ کی جائے، ضعفاء پر رحم کیا جائے:

"ارحموا من فی الأرض یرحمکم من فی السماء "(٤)۔ "ارحموا ترحموا" (٥) "من لا یرحم لا یرحم "(٦) وغیرہ بکثرت روایات میں اسکی تلقین ہے۔

دوست اور دشمن سب کے دل خدا کے قبضہ وقدرت میں ہیں جس کے دل میں چاہے رحم پیدا فرمادے، جس کے دل سے چاہے رحم نکال دے، جب انسان کے اخلاق وسیع ہوں بے غرض احسان ومروت کرتا ہو، خدا

---

(۱) (آل عمران: ۱۲۰)

(۲) (النساء: ۷۸)

(۳) (سورۃ محمد: ۷)

(۴) (مشکوۃ المصابیح، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق، ص: ۴۲۳، قدیمی)

(وجامع الترمذی، أبواب البر والصلۃ، باب ما جاء فی رحمۃ الناس: ۲/۴، سعید)

(وسنن أبی داؤد، کتاب الآداب، باب الرحمۃ: ۲/۶۷۵، دارالحدیث ملتان)

(۵) (مسند أحمد بن حنبل، من أحادیث عبد اللّٰہ بن عمرو بن العاص رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ: ۲/۱۶۵، رقم الحدیث: ۶۵۰۵، بیروت)

(٦) (کنز العمال، رقم الحدیث: ۵۹۷۱، ۳/۱۶۵، مکتب التراث الاسلامی)

سے ڈرتا ہو، دوسرے کی جان مال آبرو کے درپے نہ ہو بلکہ اپنی جان مال آبرو کی طرح اس کی بھی حفاظت کرتا ہو، خدا سے ڈرتا ہو، چھوٹوں پر شفقت بڑوں کا احترام کرتا ہو، زبان کا سچا ہو، وعدہ وفا ہو، رشتہ داروں، دوستوں، پڑوسیوں کے حقوق ادا کرتا ہو تو دنیا میں بھی ایسے شخص کی مخالفت کم کی جاتی ہے اور اس کی دشمنی شاذ و نادر ہی کوئی کرتا ہے اور آخرت میں تو ایسا شخص بہر صورت نفع ہی نفع میں ہے اس لئے اس کا قلب مطمئن رہتا ہے۔

(ہ) خطرہ مذکورہ سے زیادہ قابلِ اہتمام ادائے قرض ہے کہ اگر ان حوادث میں اپنا بھی خاتمہ ہو گیا تو مواخذہ اخروی باقی رہے گا (۱) اور اگر محافظِ حقیقی نے نصرت فرما کر جان بچالی ہے تو وہ رزّاق بھی ہے، اپنے وعدۂ رزق کو ضرور پورا فرمائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/ جمادی الثانیہ/ ٦٧ھ۔

ہجرت

سوال [۱۷۲۵]: پانچویں پارے کے نصف کے بعد والے رکوع میں جو آیا ہے کہ "فرشتے ایسے لوگوں کی جانیں تکلیف سے نکالیں گے جو کسی جگہ مغلوب ہوں اور وہیں رہتے رہیں، باوجودیکہ اللہ کی زمین کشادہ ہے سوائے ان عورتوں، بچوں اور بڈھوں کے جن کو دوسری جگہ جانے کا راستہ معلوم نہ ہو" (۲)۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ صورت کن موقعوں پر لاگو ہوتی ہے اور نزول کا پسِ منظر کیا ہے؟ نیز ہندوستان سے آج کل کے دور میں کسی اسلامی ملک چلا جانا شرعاً ہجرت کہلائے گا یا نہیں؟

---

(۱) "عن عبد الله بن عمر و رضى الله تعالىٰ عنهما أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "يغفر للشهيد كل ذنب إلا الدَّين". (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الافلاس والانظار، ص: ۲۵۲، قديمى)

قال القارى: "إلا الدين"، أراد حقوق الآدميين من الأموال والدماء والأعراض، فإنها لاتعفى بالشهادة". (مرقاة المفاتيح، كتاب البيوع: ۱۲۴/۲، رشيديه)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿إن الذين توفّهم الملئكة ظالمى أنفسهم، قالوا فيم كنتم، قالوا كنا مستضعفين فى الأرض، قالوا ألم تكن أرض الله واسعةً فتهاجروا فيها، فأولئك مأوٰهم جهنّم، وساء ت مصيراً. إلا المستضعفين من الرجال والنساء والولد ان لايستطيعون حيلةً ولا يستطيعون سبيلا﴾ (النساء: ۹۷، ۹۸، پاره: ۵، ركوع: ۱۱)

الجواب حامداًومصلیاً:

ابتداءً مدینہ طیبہ ہجرت فرمانے کے بعد اسلام قبول ہونے کے لئے ہجرت کرنا لازم تھا پھر جب مکہ معظّمہ فتح ہوگیا تو ہجرت کا یہ حکم بھی ختم ہوگیا، امام بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر میں ایسا ہی لکھا ہے(۱)۔ اگر کوئی شخص کسی مقام پر رہتا ہے، مگر وہاں احکامِ اسلام کا اظہار واعلان پوری طرح کرنے پر قادر نہیں اور دوسرے مقام پراس کو جا کر احکامِ اسلام کے اظہار واعلان کی قدرت ہے تو آج بھی اس کو ہجرت کرنا لازم ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

مسئلہ ہجرت

[۱۷۲۶]: **استفسارواستکشاف**: ازمفتیان عظام از جانب مہاجرین بخارا وترکستان در امور مندرجہ ذیل:

۱......در فرضیتِ هجرت چند شروط مرتب است، و كدام وقت هجرت فرض خواهد شد، و بكدام جائے هجرت بايد كرد؟

---

(۱) قال البغوي في تفسير قوله تعالىٰ: ﴿أولئك بعضهم أولياء بعض﴾ قال ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنه: في الميراث، وكانوا يتوارثون بالهجرة، فكان المهاجرون والأنصار يتوارثون دون ذوي الأرحام، و كان من آمن و لم يهاجر لا يرث من قريبه المهاجر، حتى كان فتح مكة انقطعت الهجرة وتوارثوا حيث ما كانوا". (تفسير البغوي المسمى بمعالم التنزيل، سورة الأنفال: ۲/ ۲۲۲، دارالكتب العلميه بيروت)

(وكذا في التفسيرات الأحمديه، ص: ۳۰۴، حقانيه پشاور)

(۲) قال النسفي في المدارك : "والأية تدل على أن من لم يتمكن من إقامة دينه في بلد كمايجب، و علم أنه يتمكن من إقامته في غيره، حقّت عليه الهجرة" (تفسير المدارك : ۱/ ۲۷۶، قديمى)

قال القرطبي : "الهجرة و هي الخروج من دار الحرب إلى دار الإسلام، و كانت فرضاً في أيام النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، و هذه الهجرة باقية مفروضة إلى يوم القيامة" (أحكام القرآن للقرطبي: ۵/ ۲۲۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في التفسير المظهري : ۲/ ۲۰۷، حافظ كتب خانه كوئٹه)

۲......و بعد لزومِ هجرت مردمانِ آن دیار را چه باید کرد؟

۳......آن مهاجرین که ازاں ملک هجرت نموده اند بر ذمۂ ایشان حقِ مستضعفینِ وطن تا بَچِه حد است، یعنی مردمانِ باقیمانده که در زیرِ ظلم واسارتِ کفار اند بر مهاجرین بدرجۂ حق دارند یا نه؟ کوشش نمودنِ مهاجرین برائے خلاصیٔ آنها ضرور است یا نه؟ شرح مع حوالۂ کتب تحریر فرمایند.

مستفسر: شعبہ اتحادیہ بمبئی، شاخ انجمن اتحادیہ مہاجرین بخارا وترکستان ودہلی، ۱۵/ جمادی الثانی ۵۵ھ۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

۱ ...... چون کسے به اقامتِ دینِ خود در بلده قادر نبود، و بیقین یا بظنِ غالب می داند که در بلدۂ دیگر قادر خواهد بود، پس بر آنکس هجرت واجب است، در آنجا رفته حدودِ دین را استوار و مستحکم کند، قال النسفی فی المدارك تحت قوله تبارك و تعالیٰ: ﴿ألم تکن أرض الله واسعةً فتهاجروا فیها﴾(الآیة) (۱) "و الآیة تدل علی أن من لم یتمکن من إقامة دینه فی بلد کما یجب، و علم أنه یتمکن من إقامته فی غیره، حقّت علیه المهاجرة وفی الحدیث:" من فر بدینه من أرض إلی أرض وإن کان شهراً من الأرض، استوجبت له الجنة، وکان رفیق إبراهیم و نبیه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم"(۲)۔

درین عبارت دو امر ذکر شده است:

اول : "من لم یتمکن من إقامة دینه فی بلد کمایجب" وآن علت وجوب هجرت است، پس اگر کسے بر اقامتِ دین قادر بود، بر او هجرت واجب نه خواهد بود. امر دوئم : "أنه یتمکن من إقامة دینه فی غیره" و آن شرطِ وجوبِ هجرت است، پس اگر کسے در بلدِ خود بر اقامتِ دینِ خود قادر نبود وبلدۂ دیگر که هم در آن بر إقامتِ دین

---

(۱) (النساء : ۹۷)

(۲) (تفسیر المدارک : ۱/۲۷۶، قدیمی)

قادر بود هم در نظرش نباشد، یابلدۂ چناں در نظرش باشد و لیکن در اں بلده رفتن نتواند بر آنکس هم هجرت واجب نیست، قال فی التفسیر الأحمدی: "ان فی بدء الإسلام کانت الهجرة ألبتة واجبةً سواء قدر علی إقامة دینه أولا، و لا شك فی نسخه، وفی هذا الزمان إن لم یتمکن من إقامة دینه بسبب أیدی الظلمة أو الکفرة، یفرض علیه الهجرة وهوالحق" (۱)۔

۲...... **جوابش از جوابِ سابق واضح گشت.**

۳...... **حسبِ وسعت سعی و تدبیر در تخلیصِ مظلومان آن دیار واجب است:** "لو أغار أهل الحرب الذین فیهم المسلمون مستأمنون علی طائفة من المسلمین فأسروا ذراریهم علی أولئك المستأمنین، و جب علیهم أن یقاتلوهم، و یخلصوا المؤمنین من أیدیهم؛ لأنهم لا یملکون رقابهم، فتقریرهم فی أیدیهم تقریرٌ علی الظلم، و لم یضمنوا ذلك بخلاف الأموال؛ لأنهم ملکوها بالإحراز عند أبی حنیفةؒ، و قد ضمنوا لهم أن لایتعرضوا أموالهم". تفسیر مظهری(۲)۔

ازین عبارت معلوم شد که اگر در آن دیار مسلمانان بر طریقِ امن می باشد بر آنها نیز تخلیصِ مظلومان واجب است، واگر قدرت باشد برائے تخلیص قتال هم ضروری است، و هم چنین بر هر کس حسبِ وسعتِ خود اعانتِ مظلومانِ آن دیار واجب است، وهرتدبیر و حیله که در امکان باشد بکار باید آورد. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/۶/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۹/ جمادی الثانیہ/ ۵۵ھ۔

---

(۱) (التفسیرات الأحمدیه، ص: ۳۰۵، کریمی بمبئی)

(وکذا فی التفسیر النسفی: ۱/۲۷۶، قدیمی)

(واحکام القرآن للقرطبی: ۵/۲۲۴، بیروت)

(۲) (التفسیر المظهری: ۴/۱۲۳، حافظ کتب خانه کوئٹه)

ترجمۂ سوال:

مندرجہ ذیل امور میں مفتیانِ عظام سے استفسار واستکشاف مہاجرین بخارا وترکستان کی طرف سے ....=

ظلم کی حالت میں ہجرت

سوال[۷۲۷۱]: ایسے خوف کے وقت میں اپنی بستی چھوڑ کر امن کی جگہ میں چلا جانا جائز ہے یا نہیں

= ۱...... ہجرت کی فرضیت میں کتنی شرطیں مرتب ہیں اور کونسے وقت ہجرت فرض ہوتی ہے اور کونسی جگہ ہجرت کرنی چاہیے؟

۲...... ہجرت لازم ہونیکے بعد اس دیار کے لوگوں کو کیا کرنا چاہیے؟

۳...... وہ مہاجرین جنہوں نے اس ملک سے ہجرت کی ہے ان کے ذمہ وطن کے مستضعفین کا کس درجہ حق ہے؟ یعنی جولوگ کفار کے ظلم اور قید میں باقی رہ گئے ہیں مہاجرین پر کسی درجہ حق رکھتے ہیں یا نہیں؟ مہاجرین کا ان کے چھٹکارے کے لئے کوشش کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ حوالہ کتب کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

ترجمۂ جواب

۱...... جب کوئی شخص کسی شہر میں اپنے دین کو قائم کرنے پر قادر نہ ہو اور یقین یا ظن غالب سے جانتا ہے کہ دوسرے شہر میں قادر ہو جائے گا، پس اس شخص پر ہجرت واجب ہے، وہاں جا کر دین کے حدود کو استوار و مستحکم کرے، **قال النسفی فی المدارک الخ** اس عبارت میں دو امر ذکر کئے گئے ہیں:

اول: وہ شخص جو اپنے شہر میں اپنے دین کو جیسا چاہتا ہے قائم کرنے کی قدرت نہیں رکھتا اور یہ ہجرت کے وجوب کی علت ہے۔

دوم: دوسرے شہر میں اپنے دین کو قائم کرنے قدرت رکھتا ہے اور یہ وجوب ہجرت کی شرط ہے، پس اگر کوئی شخص اپنے شہر میں اپنے دین کو قائم کرنے پر قادر نہیں اور کوئی دوسرا شہر بھی کہ جس میں دین کے قائم کرنے پر قادر ہو اس کی نظر میں نہیں یا ایسا کوئی شہر اس کی نظر میں ہے لیکن اس شہر میں جا نہیں سکتا تو اس شخص پر بھی ہجرت واجب نہیں، تفسیر احمدی میں کہا ہے کہ ابتدائے اسلام میں ہجرت البتہ واجب تھی خواہ وہ اپنے دین کے قائم کرنے پر قادر ہو یا قادر نہ ہو اور اس کے منسوخ ہونے میں کوئی شک نہیں اور اس زمانہ میں اگر اپنے دین کو قائم کرنے پر ظالم اور کافروں کے غلبہ اور ظلم کے وقت سے قادر نہیں تو اس پر ہجرت فرض ہے، حق یہی ہے۔

۲...... اس کا جواب جواب سابق سے واضح ہو گیا۔

۳...... حسب وسعت اس دیار کے مظلوموں میں کی رہائی میں سعی و تدبیر واجب ہے "**لو أغار الخ**" اس عبارت سے معلوم ہو گیا کہ اگر اس دیار میں مسلمان امن کے طریقہ پر رہتے ہوں ان پر بھی مظلوموں کی رہائی واجب ہے اور اگر قدرت ہو تو رہائی کے لئے قتال بھی ضروری ہے، اسی طرح سے ہر شخص پر حسب وسعت اس دیار کے مظلوموں کی اعانت واجب ہے اور ہر تدبیر اور حیلہ جو امکان میں ہو اس کو اختیار کرنا چاہیے۔

؟ جبکہ کہ دوچار کے چلے جانے سے مسلمان پریشان ہوں اوران میں کمزوری ہوجائے اورایک سلسلہ خالی کرنے کا لگ جاتا ہے، اس طرح مسلمان کم ہوجاتے ہیں تو کافر بے دھڑک لوٹ مار کرڈالتے ہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جائز تو ہے لیکن بہت بے مروّتی ہے اور مسلمانوں کی ہوا اکھڑ جانے کا سبب ہے، اس سے دوسرے مسلمانوں کے دلوں میں بھی خوف وہراس پیدا ہوتا ہے جس سے وہ مغلوب ہوجاتے ہیں، یا سب یکجا ہوکر مقابلہ کریں یا ضعفاء اور کمزوروں کی حفاظت کا انتظام کرکے سب منتقل ہوں، جب موت کا آنا یقینی ہے اور اسپر ایمان ہے:

﴿أينما تكونوا يدرككم الموت ولو كنتم فى بروج مشيدة﴾ (١)۔

تو اس طرح ایک ایک دودوکر کے بھاگنے سے کیا ہوگا ﴿لن ينفعكم الفرار إن فررتم من الموت أو القتل﴾ (٢)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۲۷/شوال/٦٦ ھ۔

ہندوستان سے ہجرت

سوال[۱۷۲۸]: اگر کثرتِ ہنود اپنی حکومت کے زعم میں اقلیتِ مسلم کو یہ کہے کہ اگر تم کو اپنے دین اسلام کے اصول کے پابند رہنے کی خواہش ہے تو اپنے پاکستان چلے جایئے، اگر یہیں رہنا چاہو تو مذہب ہندو اختیار کیجئے اور اگر دونوں باتیں قبول نہیں ہیں تو تمہاری جان خطرہ میں ہے۔ ایسے وقت میں بیچارے مسلمان کیا کریں، آیا مسجدیں، مدارس نیز بزرگانِ دین کے مزارات چھوڑ کر چلے جائیں یا ہندو بن جائیں، یا مرکر جان دیدیں؟ فرمایئے ایسی ذلت وخواری سے قتل ہوکر مرجانا باعثِ شہادت بھی ہے یا نہیں؟ ہماری حرام موت تو نہیں ہوگی؟ جواب جلد مرحمت ہو، دیر کا وقت نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مذہب تبدیل کرنا یعنی اسلام ترک کرکے (معاذ اللہ) کفر کو اختیار کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں (٣)، جان

(١) (النساء: ٧٨)

(٢) (الأحزاب: ١٦)

(٣) قال الله تعالىٰ: ﴿ومن يتبدل الكفر بالإيمان، فقد ضل سواء السبيل﴾. (سورة البقرة: ١٠٨) =

اللہ تعالیٰ نے اسلام کو اختیار کرنے، اس پر باقی رہنے اور اس کی اشاعت کرنے کے لئے دی ہے، پس اگر اسلام پر قائم رہنے اور حفاظت کرنے کی خاطر جان کام آجائے تو عینِ سعادت اور شہادت ہے(۱)، یہ حرام موت ہرگز نہیں، اس سے نہیں گھبرانا چاہیے۔

تاہم اگر کسی دوسری جگہ پاکستان وغیرہ جانے پر قدرت ہو اور راستہ بھی مامون ہو اور یہ اطمینان ہو کہ وہاں پر ارکانِ اسلام کو آزادی سے ادا کرسکیں گے، کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی تو ایسے لوگوں کے لئے جو یہاں رہ کر اپنے اسلام کی حفاظت نہیں کرسکتے اور سختی کو برداشت نہیں کرسکتے، یہاں سے چلا جانا بھی درست ہے۔ لیکن ان کے جانے کے بعد بقیہ ضعیف مسلمان جو جانے پر قادر نہیں ان کو اَور زیادہ مشکلات کا سامنا ہوگا جیسا کہ مسلم افسروں اور ملازموں کے چلے جانے سے عام مسلم رعایا کو تکالیف زیادہ پہونچ رہی ہیں، اگر وہ سب لوگ یہیں موجود رہ کر آئینی اور دفاعی تدابیر اختیار کرتے تو اغلب یہ ہے کہ اس قدر مشکلات نہ ہوتیں۔ ومسئلة الهجرة مذكورة في الفتاویٰ العزيزة: ۱/ ۵۲(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/ شوال/ ۶۶ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

= قال الحافظ ابن كثير: " أي ومن يشترى الكفر بالإيمان "فقد ضل سواء السبيل): أى فقد خرج عن الطريق المستقيم إلى الجهل والضلال اهـ". (تفسير ابن كثير: ۱/ ۲۱۲، دارالفيحاء)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿إن الله اشترى من المؤمنين أنفسهم وأموالهم بأن لهم الجنة، يقاتلون فى سبيل الله فيقتلون ويُقتلون، وعداً عليه حقاً فى التوراة والإنجيل والقرآن، ومن أوفى بعهده من الله فاستبشروا ببيعكم الذى بايعتم به، وذلك هو الفوز العظيم﴾. (سورة التوبة: ۱۱۱)

(۲) لم أقف عليه فى الفتاوىٰ العزيزة (والمسئلة مذكورة فى كفاية المفتى، كتاب الجهاد، الباب الأول، حكم الهجرة من الهند والجهاد فيها: ۲/ ۱۸۳، ۱۸۵، دارالاشاعت)

وقال الحافظ العينيؒ تحت قول الرسول صلى الله عليه وسلم: "يوشك أن يكون خير مال المسلم غنم يتبع بها شعف الجبال ومواقع القطر، يفربدينه من الفتن": فيه فضل الغزلة فى أيام الفتن، إلا أن يكون الإنسان ممن له قدرة على إزالة الفتنة، فإنه يجب عليه السعى فى إزالتها، إما فرض عين وإما فرض كفاية بحسب الحال والإمكان، وأما فى غير أيام الفتنة فاختلف العلماء فى العزلة والاختلاط أيهما أفضل؟ =

ہندوستان کے کافر حربی ہیں یا ذمی؟ جاں بلب حربی کے منہ میں پانی ٹپکانا

سوال[۱۷۲۹]: ہند کے کافر مستامن ہیں یا ذمی ہیں یا حربی؟ کسی حربی کافر بھکاری کو بھیک دینا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ کہ جاں بلب حربی کافر کے منہ میں چند قطرے پانی ٹپکانا، یہ سوچ کر کہ ایسے آڑے وقت کام آنا انسانی اخلاقی فرض ہے، عندالشرع کیسا ہے؟ اور کوئی مسلمان کافر حربی کو ووٹ دے سکتا ہے یا نہیں؟ جس کے ذریعہ کسی حربی کو تائید واقتدار حاصل ہو، جیسے کہ پارلیمنٹ کے امیدواروں کو کہ ان میں سے وزیراعظم وغیرہ بنتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مستامن وہ ہے جو دوسری حکومت کا باشندہ ہو اور امن لے کر دارالاسلام کو جائے (۱)، ذمی وہ ہے جو مسلم حکومت میں رعیّت بن کر رہے (۲)۔ ہندوستان کے کافروں کو ان دونوں قسموں میں داخل نہ ہونا

= قال النووی: مذهب الشافعي والأكثرين إلى تفضيل الخلطة لما فيها من اكتساب الفوائد، وشهود شعائر الإسلام، وتكثير سواد المسلمين، وإيصال الخير إليهم ولو بعيادة المرضى وتشييع الجنائز وإفشاء السلام والأمر بالمعروف والنهي عن المنكر والتعاون على البر والتقوىٰ وإعانة المحتاج وحضور جماعاتهم وغير ذلک مما يقدر عليه كل آخر .... وذهب آخرون إلى تفضيل العزلة لما فيها من السلامة المحققة، لكن بشرط أن يكون عارفاً بوظائف العبادة التي تلزمه .... والمختار تفضيل الخلطة لمن لا يغلب على ظنه الوقوع في المعاصي اهـ". (عمدة القاری، کتاب الإيمان، باب من الدين الفرار من الفتن: ۱/۲۶۳، ۲۶۴، دار الكتب العلمية)

(وكذا في فتح الباری، کتاب الفتن، باب التعربّ في الفتنة: ۱۳/۵۳، قديمی)

(۱) "المستأمن: أی الطالب للأمان (هو من يدخل دارغيره بأمان)". (الدرا لمختار، كتاب الجهاد، باب المستأمن: ۴/۱۶۶، سعيد)

(۲) "فالذمة هي الأمان، ولهذا سمى المعاهد ذميًّا؛ لأنه أعطى الأمان على ذمة الجزية التي تؤخذ منه". (لسان العرب، حرف الميم، فصل الذال المعجمة: ۱۲/۲۲۱، ۲۲۲، نشر أدب الحوزة)

"زمی بالکسر وتشدید میم، اَہل کتاب کہ زنہارے باشد منسوب بعهد وپیان یعنی کافر مطیع الاسلام وجزیہ گزار"۔ (غیاث اللغات، فصل: ذال معجمه مع میم: ۲۲۵، سعید)

ظاہر ہے(۱)۔حربی وہ ہے جو برسر پیکار ہو(۲) یہاں کے ہر کافر کا یہ بھی حال نہیں، پس یہاں کے ہر کافر پر حربی کے احکام جاری نہیں ہوں گے۔قرآن کریم میں ہے:

﴿لاينهاكم الله عن الذين لم يقاتلوكم في الدين ولم يخرجوكم من دياركم أن تبرّوهم وتقسطوا إليهم، إن الله يحب المقسطين﴾ الآية (۳)۔

اس آیت شریفہ سے بھیک دینے اور جاں بلب کے منہ میں پانی کے قطرات ٹپکانے کا حکم بھی نکل سکتا ہے(۴)۔

اگر اسلام و مسلمین کو نقصان پہونچانے کا اندیشہ نہ ہو تو اس کو موجودہ حالات میں ووٹ بھی دیا جاسکتا ہے، مسلم کو ووٹ دینے کا حکم بھی اسی طرح ہے(۵)، ووٹ خیر خواہ کو دیا جاتا ہے بدخواہ کو نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/ ۷/ ۹۳ھ۔

---

(۱) ہندوستان نہ تو دارالاسلام ہے اور نہ وہاں کی حکومت مسلم حکومت ہے جس کی وجہ سے وہاں کے رہنے والوں کو مستأمن یا ذمی کہا جاسکے۔

(۲) "والحربي: هو الذي بيننا وبين بلاده عداوة وحرب فعلية أو حكمية". (الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب البيوع، المطلب الرابع: مايترتب على الاختلاف في علة الربا: ۵/ ۳۷۴۰، رشيديه)

(۳) (سورة الممتحنة: ۸)

(۴) "وقوله تعالىٰ: ﴿لاينهاكم الله عن الذين لم يقاتلوكم في الدين ولم يخرجوكم من دياركم﴾: أي لاينهاكم عن إلى الكفرة الذين لا يقاتلونكم في الدين كالنساء والضعفة منهم ﴿أن تبروهم﴾: أي تحسنوا إليهم اهـ". (تفسير ابن كثير: ۴/ ۴۴۸، سورة الممتحنة: ۸، دارالفيحاء)

(۵) یعنی اگر دیانتدار اور امین ہو، نیز مسلمانوں کا خیر خواہ اور ان کی بھلائی چاہتا ہو تو اسے ووٹ دے کر منتخب کیا جانا چاہیے۔

قال الله تعالىٰ: ﴿إن الله يأمركم أن تؤدوا الأمانات إلى أهلها﴾.

وقال الحافظ ابن كثير: "يخبر الله أنه يأمر بأداء الأمانات إلى أهلها، وفي حديث الحسن عن سمرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "أدّالأمانة إلى من ائتمنك، ولا تخن من خانك" ....وهذا يعم جميع الأمانات الواجبة على الإنسان من حقوق الله عزوجل على عباده من الصلوات والزكوات والصيام، والكفارات واالنذور وغير ذلك مما هومؤ متمن عليه، ولا يطلع عليه العباد". (تفسير ابن كثير: ۱/ ۶۸۵، (سورة النساء: ۵۸)، دارالفيحاء)

"وقال رسول صلى الله عليه وسلم: "المستشار مؤتمن". (جامع الترمذي، كتاب الاستئذان والأدب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ماجاء أن المستشار مؤتمن: ۲/ ۱۰۹، سعيد)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (جواہر الفقہ: ۲۹۶،۳۰۰)

متفرقات

یورپی تہذیب اور اسلام کی ترقی

سوال[۱۷۳۰]: میرے گھر کے سب ہی لوگوں کو اسلام سے کچھ بھی دلچسپی وہمدردی نہیں ہے وہ لوگ یورپ کی تہذیب کو اپنانا چاہتے ہیں، میں اپنے سے چھوٹے بچوں اور بچیوں کو پڑھاتا ہوں، انھیں بالکل اسلامی طریقہ سے پڑھائے کی کوشش کرتا ہوں، میرے بڑے بھائی کا خیال ہے کہ یورپ کی تہذیب کو اپنائے بغیر اسلام ترقی نہیں کرسکتا، اس لئے وہ بچوں کو ناچنے گانے وغیرہ کی تعلیم دیتے ہیں، اور ہر چیز غیر اسلامی کرنے کو کہتے ہیں۔

نتیجہ یہ ہے کہ بچے پریشان ہوجاتے ہیں اور وہ مجھ سے کہتے ہیں کہ آپ جو کچھ کہتے ہیں اس کے برخلاف بڑے بھائی کرنے کو کہتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ وہ غلط کہتے ہیں، ان کی بات نہ مانا کرو، کیونکہ میرے خیال کے مطابق انسانیت کی ترقی صرف اسلامی اصول سے ہی ہوسکتی ہے جب تک کہ ہر مسلمان اپنی زندگی کو قرآن وحدیث کے مطابق نہ ڈھالے اس وقت تک اس دنیا میں مسلمان بھی ترقی نہیں کرسکتے ہیں۔ میرا سوال یہ ہے کہ میں جو جواب اپنے بھائی صاحب کے حق میں بچوں کو دیتا ہوں وہ درست ہے یا نہیں؟ دلائل کے ساتھ فرمائیں، نیز مطلع فرمائیں کہ میرا سلوک اپنے بھائی صاحب اور گھر کے لوگوں کے ساتھ کیسا ہونا چاہئے؟ خیال رہے کہ میرے بڑے بھائی مجھ سے نو سال بڑے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسلمان کی ترقی اسکے اسلام کی ترقی سے ہے جس کا مدار قرآن کریم اور حدیث شریف کے اتباع پر ہے(۱)۔ اگر یورپین طریقوں کو اختیار کیا جائے گا تو یہ نہ اسلام کی ترقی اور نہ مسلمان کی ترقی ہوگی، بلکہ مسلمان

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿وعد الله الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنهم فی الارض﴾ (النور: ۵۵)

قال العلامة الآلوسی رحمه الله تعالیٰ: "قیل: للدلالة علی أن الأصل فی ثبوت الاستخلاف الإیمان" (روح المعانی: ۲۰۲/۱۸ دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

کے ذریعہ سے یورپین طریقہ کی ترقی ہوگی (۱) اور مسلمان کی حیثیت ایسی ہوگی کہ گویا وہ عیسائیوں کا ایجنٹ ہے اور اس کو نہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے تعلق ہے نہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین سے تعلق ہے، بلکہ اس نے اپنی زندگی کا مقصد یہی قرار دے لیا ہے کہ وہ خدا اور رسول کے باغیوں کی صورت شکل بنائے، ان کا طریقہ اختیار کرے، ان کی صف میں آکر بڑے عہدے حاصل کرے، اور نام اپنا پھر بھی رکھے مسلمان، اس میں اس نے اپنے لئے عزت کا تصور کر رکھا ہے، قرآن پاک میں ہے ﴿ ايبتغون عندهم العزة فان العزة لله جميعا﴾ الآیۃ۔ (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔ حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۶/۲۸ھ۔

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۶/۲۹ھ۔

کیا برما کی لڑائی جہاد ہے؟

سوال [۱۷۳۱]: ۱...... ۱۹۴۲ھ کو برما کی تکھن پارٹی بیرونی ممالک کی وساطت سے جدید اسلحہ جات سے مسلح ہو کر عموماً برما کے مسلمان اور خصوصاً ارکان کے مسلمانوں کو قتل عام کیا تھا جس میں تقریباً ایک لاکھ مسلمان شہید ہوئے اور بہتیرے مسلمانوں کو جلا وطن کر دیا تھا، اور اندازاً دس ہزار مسلمانوں کی عورتوں کا اغوا کر لیا تھا۔

۲...... اس کے بعد تکھن پارٹی اور شمالی ارکان کے مسلمانوں کے درمیان فیصلہ کن جنگ ہوئی تھی جس میں چائینا بھی شریک تھا، تاہم اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کامیابی عطا کی۔

۳...... مورخہ ۴ جنوری ۱۹۴۸ء کو جب برمیوں کو برمی ہند کی طرف سے آزادی ملی تو برمی اور ارکان بدہسٹ ۱۹۴۲ء کی طرح پھر منظم اور مسلح ہو کر عموماً برما کے مسلمان، خصوصاً ارکان کے مسلمانوں کو پھر جلا وطن اور قتل عام کرنا شروع کر دیا، اس کے جواب میں شمالی ارکان کے تقریباً نو لاکھ مسلمان مسلح اور منظم ہو کر مرقومہ بالا فرعون کو دندان شکن جواب دیتے چلے آرہے ہیں تاکہ ارکان دارالحرب سے دارالاسلام میں تبدیل ہو جائے،

فی الحال ان وجوہات کے پیش نظر عموماً بنگلہ دیش تمام عوام اور خصوصاً بنگلہ دیش کے سربراہوں کی خدمت میں ارکانی مسلمانوں کی طرف سے پرزور گزارش کرتا ہوں کہ ارکان کے مسلمان جو برمی حکومت کے

---

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے مولانا ندوی رحمہ اللہ کی کتاب (ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمين" ط: مجلس نشریات اسلام)

(۲) سورة النساء، پ: ۵، آیت: ۱۳۹)

مقبوضہ میں موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا ہیں تو دینی ودنیاوی دونوں قانون کے لحاظ سے ان کے بنیادی حقوق وحقِ خودارادیت اور مذہبی آزادی کی حمایت کی جائے۔

۴.....مرقومہ بالا صورتِ حال کے پیشِ نظر عموماً بنگلہ دیش کے برادرانِ اسلام اور خصوصاً برمی وارکانی مسلمانوں پر شرعاً کیا حکم نافذ ہوتا ہے؟

مولانا نذر احمد صاحب، سکیٹری انجمن اشاعتِ اسلام، کتاب منزل ۹۶، چندن پوری چاٹگام بنگال، بنگلہ دیش۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جہاد کے احکام وشرائط تفصیل سے کتبِ فقہ میں مرقوم ہیں، جوکہ علماء پر بخوبی روشن ہیں، وہاں کے مقامی علماء جن کی تعداد کم نہیں ان سب حالات کو دیکھ کر کیا رائے قائم کرتے ہیں، ان سے ہی دریافت کرنے کی ضرورت ہے، کوئی شخصی مسئلہ ہوتو اس خاص شخص کا اپنے حالات دریافت کر لینا اور اس کا جواب دینا آسان ہے، لیکن جو مسئلہ اتنا اہم ہو اور سب ہی مسلمانوں سے اس کا تعلق ہو اس کو تو مقامی علماء ہی سے حل کیا جائے، ان کا جواب معائنہ اور مشاہدہ کی وجہ سے علی وجہ البصیرت ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۲/۲۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۲/۲۴ھ۔

جہاد کے جھنڈے کا رنگ

سوال [۱۷۳۲]: رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے مبارک اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں اسلامی جھنڈے کا کیا نشان اور رنگ تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"قال يونس بن عبيد -يعني محمد بن القاسم-: عن البراء بن عازب رضي الله تعالىٰ عنه، يسأله عن راية رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ما كانت: أي يسأل عن لونها و كيفيتها، و من أيّ ثوب كانت؟ فقال البراء بن عازب رضي الله تعالىٰ عنه: كانت رايته سوداء:

أی ما غالب لونه سواد مربعةً من نمرة" –بفتح و كسر–، و هی بردة من صوف يلبسها الأعراب، فيها تخطيط من سواد وبياض، و لذلك سميت نمرة تشبيهاً بالنمر"۔

"عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه يرفعه إلى النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم أنه: أی النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم كان لوائه يوم دخل مكة: –أی زمن الفتح– أبيض .... عن سماك عن رجل من قومه عن آخر منهم –و لم أقف على تسميتهما، و لم أجده فی غير هذا الكتاب–، قال: رأيت راية رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم صفراء، و لعل هذا الراوی رأی راية رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم فی بعض مغازيه صفراء، و لم أقف على تعيين تلك الغزوة اهـ". بذل المجهود" ۳/ ۲۳۰ كتاب الجهاد (۱)۔

یہ تین روایتیں ہیں، ان میں سے ایک روایت سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جھنڈے کا کپڑا صوف کا بنا ہوا چوگوشہ تھا جس میں سیاہی غالب تھی، سفید اور سیاہ اس میں خطوط تھے، چیتے کی کھال کی طرح۔ دوسری روایت سے یہ معلوم ہوا کہ آپ کا لواء (جھنڈا) فتح مکہ کے روز سفید تھا۔ تیسری روایت سے یہ معلوم ہوا کہ آپ کا رایہ (جھنڈا) زرد تھا، لیکن پہلی دو روایتوں کے اعتبار سے تیسری روایت کچھ کمزور ہے۔

لواء بڑے جھنڈے کو کہتے ہیں، رایہ چھوٹے جھنڈے کو، اور بعض علماء نے اس کا عکس فرمایا ہے اور بعض نے لکھا ہے کہ رایہ اور لواء دونوں ایک معنی میں ہیں (۲)۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رایہ کا نام

---

(۱) (بذل المجهود فی حل أبی داؤد، كتاب الجهاد، باب فی الرايات والألوية: ۳/ ۴۳۸، معهد الخليل الاسلامی)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (عون المعبود، كتاب الجهاد، باب فی الرايات والألوية: ۷/ ۲۵۴، دار الفكر) (والدر المنضود على سنن أبی داؤد، كتاب الجهاد، باب فی الرأيات والألوية: ۴/ ۳۵۲، مكتبة الشيخ) (و كذا فی مرقاة المفاتيح، كتاب الجهاد، باب إعداد آلة الجهاد قبيل الفصل الثالث: ۷/ ۴۴۲، رشيديه)

(۲) "فی النهاية: الراية العَلَم الضخم ..... وفی المغرب: اللواء عَلَم الجيش و هو دون الراية .... و فی شرح صحيح مسلم: الراية العَلَم الصغير، واللواء العَلَم الكبير". (مرقاة المفاتيح، كتاب الجهاد، باب إعداد آلة الجهاد، قبيل الفصل الثالث: ۷/ ۴۴۲، رشيديه) .... =

عقاب تھا (۱)۔

ابن عدی کی روایت سے حافظ ابن حجر نے شرح بخاری: ۲/ ۳۶۰، میں نقل کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جھنڈے میں لکھا ہوا تھا "لا إله إلا الله محمد رسول الله" (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ ۷/ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۳/ رجب/ ۵۸ھ۔

صدرِ جمہوریہ کا استقبال

سوال [۱۷۳۳]: کئی سال کی بات ہے کہ دار العلوم دیوبند میں صدرِ جمہوریہ کی آمد پر پولیس کی طرف سے دو چیزیں پیش کی گئی تھیں: ایک بینڈ باجہ بجوایا جائے، دوسرے راشٹریہ گیت ''جن من گن'' پڑھوائی جائے، لیکن بینڈ باجہ کی پابندی کو علماء نے قبول نہیں کیا، البتہ راشٹریہ گیت کے ابتدائی اشعار پڑھوائے گئے۔ صدر جمہوریہ کے ساتھ علماء اور دار العلوم کے لڑکے کھڑے ہوں گے۔ کونسی دلیل کی بنا پر ایسا کیا گیا؟ کیونکہ ہم کو بھی ایسے مواقع پیش آتے ہیں، اس وقت ہم کیا کریں، کیا راشٹریہ گیت میں کفر کے الفاظ نہیں ہیں اور اس میں کراہت کے ساتھ کھڑے ہو سکتے ہیں؟

=مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (عون المعبود، کتاب الجهاد، باب في الرايات والألوية: ۷/ ۲۵۴، دار الفكر بيروت)

(وتاج العروس، فصل الراء، من باب الواو والياء: ۱۰/ ۱۶۰)

(وفتح الباري، كتاب الجهاد والسير، باب ما قيل في لواء النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۶/ ۱۵۶، قديمي)

(۱) "وقيل: كانت له راية تسمى العقاب". (فتح الباري، كتاب الجهاد والسير، باب ما قيل في لواء النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۶/ ۱۵۶، قديمي)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الجهاد، باب إعداد آلة الجهاد: ۷/ ۴۴۰، رشيديه)

(۲) "ولأبي الشيخ من حديث ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما: "كان مكتوباً على رايته: لا إله إلا الله محمد رسول الله". (فتح الباري، كتاب الجهاد والسير، باب ما قيل في لواء النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۶/ ۱۵۶، قديمي)

الجواب حامداً و مصلیاً:

کسی کی خاطر کفر کے شعار کو اختیار کرنا جائز نہیں (۱)، حرام چیز کرنا جائز نہیں (۲)۔ مہمان کے ساتھ اس کی حیثیت کے مطابق معاملہ کرنا پسندیدہ ہے (۳) جب تک کسی خلافِ شرع چیز کا ارتکاب نہ ہو (۴)۔ مجھے نہ ان اشعار کا علم ہے، نہ اس وقت کے کوائف کی تفصیل کا علم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیو بند، ۲۳/۱۰/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیو بند، ۲۳/۱۰/۸۸ھ۔

---

(۱) بغرضِ صحتِ سوال بغرض اعانت وتشبہ ایسا نہیں کیا ہوگا: "یکفر بوضع قلنسوة المجوس على رأسه على الصحيح، إلا لضرورة رفع الحرّ والبرد، و شد الزنار في وسطه، إلا إذا فعل ذلك خديعةً في الحرب وطليعةً للمسلمين". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، باب ألفاظ الكفر: ۲/۲۷۶، رشيديه)

وقال الملا على القاريّ: " (من تشبه بقوم، فهو منهم): أى في الإثم الخ". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۸/۱۵۵، رقم الحديث: ۴۳۴۷، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۵/۲۰۸، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى البزازية، كتاب السير، كتاب الفاظ الكفر، الفصل السادس في التشبيه: ۶/۳۲۰، رشيديه)

(۲) "عن النواس بن سمعان رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: " لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق". (مشكوة المصابيح، كتاب الإمارة، ص: ۳۲۱، قديمى)

(و بمعناه في صحيح البخارى، كتاب الأحكام، باب السمع والطاعة: ۲/۱۰۵۷، قديمى)

(۳) "عن أبى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من كان يؤمن بالله واليوم الآخر، فليكرم ضيفه". (مشكوة المصابيح، كتاب الأطعمة، باب الضيافة، ص: ۳۶۸، قديمى)

(وكذا في سنن ابن ماجه، أبواب الأدب، باب حق الضيف، ص: ۲۶۱، قديمى)

"قال القارى رحمه الله: "قالوا: و إكرام الضيف بطلاقة الوجه، و طيب الكلام و الإطعام ثلاثة أيام في الأول بمقدوره و ميسوره، والباقى بما حضره من غير تكلف". (مرقاة المفاتيح، كتاب الأطعمة، باب الضيافة: ۸/۲۹، رشيديه)

(۴) (أنظر الحاشية، رقم: ۲)

کتاب تعبیر الرؤیا

(خوابوں کی تعبیر کا بیان)

خواب میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد: ''میرے ساتھ کھانا کھانا''

سوال[۱۷۳۴]: ہمارے یہاں ایک صاحب مبلغ ہیں جو تبلیغی جماعت میں جاتے رہتے ہیں اور تقریر وغیرہ فرماتے ہیں، ان صاحب نے تقریر کے دوران بیان فرمایا کہ میوات کے ایک میواتی صاحب جماعت میں گئے ہوئے تھے، اتفاق سے وہ صاحب بیمار ہوگئے اور اس پر ان صاحب نے فرمایا کہ دوپہر کا کھانا مت پکانا، میں نے خواب میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے آپ نے مجھ سے فرمایا کہ تو فکر مت کر کل دوپہر کا کھانا میرے ساتھ کھانا۔ تو کیا ایسی بات ہوسکتی ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ چیزیں ناممکن نہیں، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر کسی کو اپنے ساتھ کھلائیں یا کوئی چیز عطا فرمائیں جس سے اس کا پیٹ بھر جائے تو ایسا بھی ہوسکتا ہے(۱)۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصانیف میں ایسے متعدد واقعات مذکور ہیں اور ان سے پہلے بھی ایسی صورتیں پیش آئی ہیں اور یہ عامۃً خواب میں ہوتا ہے اور اس کے اثرات بیداری میں بھی محسوس ہوتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۵/۲۱ھ۔

---

(۱) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنا یہ حقیقت پر مبنی ہے، کیونکہ شیطان آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہم مثل نہیں ہوسکتا جیسا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے:

'' وعن أنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یقول: ''من رآنی فی المنام فقد رانی، فإن الشیطان لا یتخیل بی''. الحدیث. (صحیح البخاری: ۱۰۳۲/۲، کتاب التعبیر، باب من رأی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فی المنام. قدیمی)

خواب میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تبلیغی جماعت کے ساتھ دیکھنا

سوال[۱۷۳۵]: دوتین سال قبل ایک خواب دیکھا کہ تبلیغی جماعت کے ساتھ ہوں اور جماعت میں حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ہیں، جماعت تامل ناڈو بستی میں پہونچی، ایک مسجد کے دروازے پر دعاء کے حلقہ میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی دعاء کے لئے ہاتھ اٹھائے، پھر بعد میں جماعت کے حلقہ میں بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما رہے۔ امیر جماعت نے تقریر کی، میں نے امیر جماعت سے پوچھا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہاں سے کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ امیر جماعت نے کہا مدراس کا معلوم ہوتا ہے۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیلولہ کرتے بھی دیکھا اس کے بعد نیند سے ہوشیار ہوگیا۔ چند دن بعد ایک جماعت رائے چوٹی آئی اس میں میرا لڑکا نور اللہ بھی آیا ہوا تھا، جماعت نے کہا تو بھی چل، پھر جماعت وانمباڑی گئی، یہ وہی مقام تھا جو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ جماعت وانمباڑی سے مدراس گئی، میں جماعت کے ساتھ مدراس گیا۔ دیگر عرض یہ ہے کہ میں ہجرت کر کے مدینہ طیبہ جانے کا ارادہ کر رہا ہوں آپ سے دعاء کی درخواست ہے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

خواب ماشاء اللہ مبارک ہے، اشارہ ہے کہ یہ دینی کام اور تبلیغی جماعت مقبول ہے، اس کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سرپرستی حاصل ہے(۱) اور آپ کے بیٹے نور اللہ سلمہ کو اس میں کام کرنے کی توفیق ہوگی، آپ کے لئے اگر مدینہ طیبہ کا قیام خیر ہو تو حق تعالیٰ آسان فرمائے۔ آمین۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۹۵/۴/۸ھ۔

خواب میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر زخم دیکھنا

سوال[۱۷۳۶]: ایک آدمی اپنی تقریر میں یہ کہتا ہے کہ ایک بزرگ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

---

(۱) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنا یہ حقیقت پر مبنی ہے کیونکہ شیطان آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہم مثل نہیں ہوسکتا جیسا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود فرمایا: "و عن أنس رضی الله تعالیٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یقول: "من رآنی فی المنام فقد رآنی، فإن الشیطان لا یتخیل بی". الحدیث (صحیح البخاری: ۱۰۳۲/۲، کتاب التعبیر، باب من رأی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی المنام، قدیمی)

وسلم کو خواب میں دیکھا تو جسم پر زخم تھے اور بستر ہ لیکر ہندوستان کو اور راجستھان کو آرہے تھے، دریافت کیا تو فرمایا ۔امت کی فکر ہے ہندوستان میں اور راجستھان میں زیادہ بگاڑ ہورہا ہے زخم جو ہیں امت کے غم ہیں۔ کیا یہ باتیں قرآن وحدیث سے لگاؤ کھاتی ہیں؟ راقم کا یہ عقیدہ ضرور ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر میں نامہ اعمال ہفتہ وار پیش ہوتے ہیں، ان کے بارے میں اس کے متعلق جواب عنایت فرمائیں۔ ایسی تقریر پر خاموشی برتنا یا تنبیہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

خواب میں اس قسم کی چیز دیکھنے میں کیا اشکال ہے (۱) امت کا غم اور بداعمالیوں سے قلق بدن پر زخم کی صورت میں نظر آنا کچھ بعید نہیں (۲) یہ صورتِ مثالیہ ہے نہ کہ عینیہ (۳)۔ امت کے اعمال کا پیش ہونا روایت میں موجود ہے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) ''حضرت کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعضاء میں سے کسی عضو کو کم ہوا دیکھے تو یہ دلیل ہے کہ اس جگہ کے لوگ شریعت میں سست ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم کا نقصان اس شخص کے دین کا نقصان ہے الخ''۔ (تعبیر الرؤیاء، ص:۶۳، ادارہ اسلامیات لاہور)

(۲) ''قال ابن حجر رحمه الله تعالیٰ : و منهم من قال: إن الشيطان لا يتصور على صورته أصلاً، فمن رآه في صورة حسنة فذالک حسن في دين الرائي، و إن كان في جارحة من جوارحه شين أو نقص ، فذالک خل في الرائي من جهة الدين، و هذا هو الحق ، و قد جرّب ذلک فوُجد على هذا الأسلوب الخ''. (كتاب المنامات، ص: ۱۲۰، الباب الثالث في روية النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في المنام ، دار المعرفة)

(۳) ''وقال الشيخ أبو حامد الغزالي رحمه الله تعالىٰ : ليس معناه أنه رأى جسمي و بدني بل رأى مثلاً صار ذلک، والمثال آلة يتأدى بها المعنى الذي في نفسي إليه الخ''. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح : ۸/ ۳۷۹، رشيديه)

(۴) ''عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم :''يعرض أعمال الناس في كل جمعة مرتين: يوم الاثنين و يوم الخميس، فيغفر لكل عبد مؤمن إلا عبداً بينه و بين أخيه شحناء فيقال: اتركوا هذين حتى يفيا''. رواه مسلم''. (مشكاة المصابيح ،ص: ۴۲۸،كتاب الآداب، =

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مٹی کی زیارت

سوال[۱۷۳۷]: خواب میں جمعہ کے روز دیکھتا ہوں کہ میں کہیں جارہا ہوں ایک جنگل پار کرنے کے بعد ریگستان میں پہونچا، چاروں طرف ریت ہی ریت ہے، یوں ہی چلا جارہا تھا کہ اچانک ایک جگہ مجھے کچھ لوگ ملے وہ سبھی عربی لباس یعنی حاجیوں کے لباس میں تھے، ان لوگوں نے مجھے اصلی نام سے پکارا اور کہا کہ ذرا مٹی دے کر جاؤ، میں رک گیا کہ سر پر رکھنے کے لئے ٹوپی ہی نہیں ہے۔ ایک شخص نے اپنا رومال دیا اور سب کے ساتھ میں بھی مٹی میں شریک ہوگیا اور بعد میں ان لوگوں سے دریافت کیا کہ کس کی مٹی دی گئی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مٹی تھی، اس کے بعد میں آگے کو بڑھا، کچھ دور چل کر پھر اسی قسم کا لباس پہنے ہوئے لوگوں سے ملاقات ہوئی تو ان لوگوں نے بھی مٹی میں شریک ہونے کو کہا اور ان کے ساتھ بھی مٹی دے کر دریافت کیا کہ یہ کس کی مٹی تھی؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مٹی تھی۔ اس کے بعد آنکھ کھل گئی اور کانوں میں صبح کی اذان کی آواز سنائی دی، سنیچر کی شب تھی اس کی تعبیر کیا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

خواب ماشاء اللہ بہت مبارک ہے۔ تعبیر یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پر جو غلط کام کئے جاتے ہیں تعزیہ وغیرہ، ان سب کو ختم کردینا چاہئے۔ خدائے پاک سنت کا اتباع نصیب فرمائے (۱)۔ آمین۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۹/ ۷/ ۹۵ھ۔

خواب میں مولانا فخر الدین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا ختم بخاری شریف کرانا

سوال[۱۷۳۸]: میں نے خواب میں دیکھا کہ مولانا فخر الدین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بخاری

= باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع و إتباع العورات. قديمی)

(وكذا في المدخل لابن أمير الحاج، فصل: و أما في زيارة سيد المرسلين: ۱/۲۵۳، مصطفى البابي الحلبي)

(۱) ''شیخ عبدالغنی بن اسماعیل نابلسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ کسی مردے کی قبر کو کھود رہا ہے تو صاحبِ خواب مردے کے طریقے کی تلاش میں ہے اور اس کی چھوڑی ہوئی چیزوں کے درپے ہے، اگر وہ عالم ہے تو اس کے علم سے اس کو حصہ ملے گا''۔ (خواب اور تعبیر، ص: ۱۸۷، ادارہ اسلامیات کراچی)

شریف ختم کرارہے ہیں، میں کمرہ سے وہاں سے بھاگا ہوا آرہا تھا کہ نوٹ بک گرگئی، میں نے تین روپے اور کاپی اٹھالی، میں وہیں تھا کہ بخاری شریف ختم کراکر مولانا چلے گئے۔اس کی تعبیر کیا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

حضرت مولانا فخر الدین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی روح بخاری شریف کی طرف متوجہ ہے۔آپ ان سے فیض حاصل نہیں کرسکے، دنیا کے مال میں سے اقل قلیل پر قناعت کرنی چاہیے، یہ تین چیزیں اس خواب سے ظاہر ہوتی ہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۵/۹۴ھ۔

باپ دادا کو خواب میں دیکھنا

سوال[۱۷۳۹]: اکثر اصحاب اپنے باپ دادا کو خواب میں دیکھتے ہیں اس کی کیفیت کیا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

خواب کی مختلف صورتیں ہیں اور تعبیر کا تعلق زیادہ تر وجدان اور کشف سے ہے تاہم ایسے موقعہ پر ایصال ثواب کردیا جائے۔اگر باپ دادا وغیرہ جن کو خواب میں دیکھا ہے زندہ ہوں تو ان کے حقوق کی طرف زیادہ توجہ کرنی چاہئے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

خواب میں داڑھی صاف کرادینا

سوال[۱۷۴۰]: ایک شخص نے اعتکاف کی حالت میں خواب دیکھا کہ ایک شخص جوان کے مکان میں کرایہ پر رہتا ہے ان دونوں میں حجت اور تکرار ہورہی تھی، اسی اثناء میں ایک مولوی صاحب فارغ دیوبند اس کرایہ دار کی شکل میں آئے، میری ان سے گالی گلوچ ہوئی۔تھوڑی دیر کے بعد میں وضو کرنے کے لئے بیٹھا تو مجھ سے اور مولوی صاحب سے وہی گالی گلوچ ہوئی۔اس کے بعد مولوی صاحب نے اپنی داڑھی بالکل صاف کردی۔داڑھی کا منڈانا کس بات سے کنایہ ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

خواب میں داڑھی صاف کرادینا اشارہ ہے بے وقار ہوجانے۔سے(۱) گالی گلوچ کی بات کرنے سے بھی وقار نہیں رہتا ہے جس کو اس حال میں دیکھا بے وقار سمجھا۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۹/۲۹ھ۔

خواب میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر کی مٹی کو دونوں ہاتھوں سے درست کرنا

سوال[۱۷۴۱]: میں نے ایک خواب دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر کی مٹی کو اپنے دونوں ہاتھوں سے ٹھیک کر رہا ہوں، اسی دوران بیدار ہوا اور زبان پر درود شریف جاری تھا تعبیر عطا فرمادیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

خواب اچھا ہے، انشاء اللہ آپ سے دین کی خدمت ہوگی (۲)، جو چیزیں سنت کے خلاف ہیں آپ ان کی درستی کریں گے، اپنے اعمال میں بھی اور حتی الوسع دوسرے کے اعمال میں بھی۔خدائے پاک اخلاص و استقامت کے ساتھ بہتر طریقہ پر توفیق دے اور نصرت فرمائے۔آمین۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۱/۱۴ھ۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

خواب میں وضو کرتے کرتے امام نے سلام پھیر دیا

سوال[۱۷۴۲]: عید کی نماز ہورہی ہے نئے کپڑے پہنے ہوئے ہوں لیکن میرے پہونچتے

---

(۱) علامہ ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ''اگر دیکھے کہ اس کی داڑھی کٹی ہوئی ہے، دلیل ہے کہ اس کے مال اور مراد اور مرتبے کا نقصان ہوگا''۔(تعبیر الرؤیا، ص: ۳۰۳، ادارہ اسلامیات لاہور)

''شیخ عبدالغنی نابلسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے داڑھی مونڈھی ہوئی دیکھی تو وہ فقیر ہوجائے گا اور اس کا اقبال جاتا رہے گا''۔(خواب اور تعبیر، ص: ۸۰۴، ادارہ اسلامیات کراچی)

(۲) ''شیخ عبدالغنی بن اسماعیل نابلسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ کسی مردے کی قبر کھود رہا ہے تو صاحبِ خواب مردے کے طریقے کی تلاش میں ہے اور اس کی چھوڑی ہوئی چیزوں کے درپے ہیں، اگر مردہ عالم ہے تو اس کے علم سے اس کو حصہ ملے گا''۔(خواب اور تعبیر، ص: ۷۱۸، ادارہ اسلامیات لاہور کراچی)

پہونچتے امام نے سلام پھیر دیا میں پاؤں دھورہا تھا وضو کے لئے۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

اس کی تعبیر یہ ہے کہ باوضو رہنے کی عادت ڈالیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۴/۷/۹۰ھ۔

ایضاً

سوال [۱۷۴۳]: مسجد میں بہت سے آدمی ہیں مگر میں وضوء کر رہا ہوں۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

تکبیرِ اولیٰ سے نماز کا اہتمام کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۴/۷/۹۰ھ۔

خواب میں اذان پڑھنا

سوال [۱۷۴۴]: ایک صاحب آپ سے ایک خواب کی تعبیر دریافت کرنا چاہتے ہیں، خواب یہ ہے کہ وہ اکثر و بیشتر اذان خواب میں پڑھتے ہیں، اس سے قبل کبھی کبھی اس سال بار بار حتیٰ کہ بعض راتوں میں مکرر سہ کرر اس کی نوبت آجاتی ہے اور زیادہ صبح صادق کے اوقات میں یہ خواب پیش آتا ہے۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

خواب میں اذان کہنا اللہ تعالیٰ کا نام بلند کرنا اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین

---

(۱) "قال ابن حجر رحمه الله تعالىٰ: و أما وضوؤها فيعبر بنظافتها حساً، و معنى و طهارتها جسماً و حكماً". (كتاب المنامات، لشيخ عبد السلام محمد علوش، ص: ۱۷۳، باب فيمن رأى نفسه في طاعة من الطاعات كالوضوء أو الصلاة أو الطواف و نحو ذلک، دار المعرفة بيروت)

"شیخ عبدالغنی نابلسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ صاف پانی سے وضوء پر وضوء کیا تو نور علی نور ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ "الوضوء على الوضوء نور على نور". (خواب اور تعبیر، ص: ۹۱۵، ادارہ اسلامیات کراچی)

کو دوسروں تک پہونچانا اور نماز کی زیادہ ترغیب دینا ہے(۱) آپ کے لئے بہتر یہ ہے کہ تبلیغی جماعت کے ساتھ کام کریں۔حق تعالیٰ اخلاص واستقامت دے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۸/ ۷/ ۹۲ھ۔

”ھذا من فضل ربی“ خواب کی تعبیر

سوال[۱۷۷۵]: میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک رشتہ دار کے گھر گیا تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ یہ لکھ کر لگادو، اول الفاظ یاد نہیں رہے دوسرے الفاظ یہ ہیں ”ھذا من فضل ربی“ مکان دومنزلہ ہے اس پر لگانے کو کہا۔ جس آدمی نے کہا وہ ابھی باحیات ہیں۔ اس کے بعد فوراً گھر آیا، دیکھا کہ میری والدہ صاحبہ لیٹی ہوئی ہیں، وہ مجھے قریب بلا کر کہنے لگیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا کیسے پسند آگئی تھی؟ میں نے جواب دیا کہ جنت میں ہمیشہ رہنے کے لئے۔ پھر انہوں نے کہا کہ اگر میں مرجاؤں تو میری قبر پر تختے جلد لگانا، اگر میں نہ مانوں پھر بھی لگانا۔ یہ خواب میں نے چار بجے دیکھا ہے۔ جواب عنایت فرمائیں۔

محمد بشیر جامع العلوم کانپور۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اس خواب میں دوباتوں کی طرف اشارہ ہے: ایک یہ کہ اس دنیا میں جو چیز بھی ہے اس کو یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ محض خدائے پاک کے فضل سے ملی ہے(۲)، میری حیثیت ایسی نہیں تھی کہ میں اس کا مستحق ہوتا نہ میری محنت کو اس میں دخل ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ انسان کو جو کچھ بھی عمر یہاں دی گئی ہے اس کا مقصد آخرت کی فکر

---

(۱) محمد بن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ”اگر دیکھے کہ نماز کے لئے اذان کسی مسجد یا مینار سے دیتا ہے تو دلیل ہے کہ لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف بلائے گا“ (تعبیر الرؤیا ص: ۱۲۹، بانگ، نماز، ادارہ اسلامیات)

”شیخ عبدالغنی بن اسماعیل نابلسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اذان خواب میں دینا خیر کی طرف لوگوں کو دعوت دینا ہے“۔ (خواب وتعبیر ص: ۶۷، ادارہ اسلامیات کراچی)

(۲) قال ابن کثیر تحت قول الله عزوجل: ﴿هـذا من فضل ربی﴾: أی هذا من نِعَم الله علیَّ". (تفسیر ابن کثیر، (سورة النمل: ۴۰): ۳/ ۴۸۴، مکتبه دار السلام الریاض)

اور تیاری ہے(۱) اس مقصد کو ہمیشہ ذہن میں رکھنا چاہئے، کبھی ذہن اس سے خالی نہ رہے اللہ پاک مجھے بھی توفیق دے اور آپ کو بھی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۲۳/۵/۹۱ھ۔

بدعات کے لئے خواب سے استدلال

سوال[۱۷۴۶]: ہمارے یہاں بدعتی قبروں پر چراغ جلاتے ہیں اور قیام مروجہ بھی کرتے ہیں جب کہ ان سے منع کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم نے چندروز سے چراغ جلانا اور قیام کرنا چھوڑ دیا ہے لیکن خواب میں ہم نے دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم کو ڈانٹ رہے ہیں کہ تم نے چراغ جلانا اور قیام کرنا کیوں چھوڑ دیا ہے؟ حدیث میں مذکور ہے کہ شیطان حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ میں نہیں آ سکتا۔ لہذا خواب میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی جلوہ افروز ہوئے، تو اس استدلال سے چراغ جلانا اور قیام کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو ان کے استدلال کی مخالفت کی کیا دلیل ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

جس کام کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بحالتِ بیداری منع فرمادیا ہو(۲) اور وہ ممانعت حدیث شریف میں موجود ہو اور محدثین اس کو سند کے ساتھ روایت کرتے ہوں اور مجتہدین اس سے استدلال کرتے ہوں وہ اصالۃً حجت ہے۔

اس کے بالمقابل اگر خواب میں اس کی اجازت دی گئی ہو تو وہ حجت شرعیہ نہیں(۳)۔ خواب کے

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿بل تؤثرون الحيوة الدنيا والأخرة خير و ابقىٰ﴾ (سورة الأعلى: ۱۶، ۱۷)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿و ما آتاكم الرسول فخذوه، وما نهٰكم عنه فانتهوا، و اتقوا الله إن الله شديد العقاب﴾ (سورة الحشر: ۷)

(۳) قال صاحب شرح العقائد: "والإلهام المفسر بإلقاء معنىً في القلب بطريق الفيض ليس من أسباب المعرفة بصحة الشيء عند أهل الحق الخ". (شرح العقائد، ص: ۵۵، ۵۶، سعيد)

وقال صاحب نور الأنوار: "اعلم أن أصول الشرع ثلثة .... الكتاب والسنة والإجماع .... والأصل الرابع القياس". (ص: ۴، ۵، سعيد)

وقال الشيخ عبدالحيء اللكهنوي: "كثير من المشايخ الذاكرين قد كان يتشرف برؤية النبي =

ذریعہ کسی حرام ومعصیت کو حلال وقربت قرار نہیں دیا جاسکتا خواب کی توجیہ کر کے اس کے لئے محمل حسن تجویز کیا جائے گا۔

یہ بات حدیث شریف سے ثابت ہے کہ شیطان کو یہ قدرت نہیں دی گئی کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ میں متمثل ہو سکے لیکن اس کی کیا ضمانت ہے کہ خواب میں جو کچھ سمجھا وہی مقصود بھی ہے، مثلاً صورتِ مسئولہ میں یہ مطلب ہو کہ فلاں ناجائز کام کیوں چھوڑ دیا، اچھی طرح سیر ہو کر کیوں نہیں کیا تا کہ پوری سزا ملتی؟ اس سے اس کام کی اجازت کوئی تھوڑی سی عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے۔ شرح مشکوۃ شریف اور شرح بخاری شریف میں اس کو اچھی طرح تفصیل سے حل کیا ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۲/۹۰ھ۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۲/۹۰ھ۔

چرن سنگھ کو خواب میں اسلام کی دعوت

سوال [۷۶۴۱]: میں نے خواب میں اندرا گاندھی اور چرن سنگھ کو دیکھا، میں نے چرن سنگھ سے کہا کہ تم اسلام لے آؤ تو ہندوستان کے اندر اسلامی حدود قائم ہو جائیں، آج کل ہندوستان میں بہت چور ہیں، یہ سب اللہ کے حکم سے کم ہو جائیں گے، اس پر اندرا گاندھی نے تائید کی۔ اس کی کیا تعبیر ہے؟

= صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مناماً و یقظة .... أو ألهموا بذلک إلهاماً، فقلت: احتمال هذه الأمور لا یکفی، ومجرد ذکرهم تلک الروایات لا یدل علیه". الرسالة". (الآثار المرفوعة فی الأخبار الموضوعة: ۵/۱۴، إدارة القرآن کراچی)

(۱) قال الملا علی القاری رحمه الله تعالیٰ تحت قوله: "(فی المنام فقد رآنی): أی فکأنه رآنی فی عالم الشهود والنظام، لکن لا یبتنی علیه الأحکام لیصیر به من الصحابة، و لیعمل بما سمع به فی تلک الحالة، کما هو مقرر فی محله الخ". (مرقاة المفاتیح، کتاب الرؤیا: ۸/۳۷۸، رشیدیه)

"قال ابن السمعانی رحمه الله تعالیٰ: و یؤخذ من هذا ما تقدم التنبیه علیه أن النائم لو رأی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یأمره بشیء هل یجب علیه امتثاله و لا بد، أو لا بد أن یعرضه علی الشرع الظاهر، فالثانی هو المعتمد کما تقدم". (فتح الباری، ۱۲/۴۸۱، کتاب التعبیر، باب من رأی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی المنام، قدیمی)

الجواب حامداً و مصلیاً :

آپ کا جذبہ مبارک ہے، مقصد یہ ہے کہ کوئی مضبوط قسم کا آدمی برسراقتدار آنا چاہئے جو کہ لالچ اور ڈرنے سے بے پرواہ ہوکر حق کی خدمت اور اشاعت حق کی خاطر کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیو بند، ۹۱/۱/۱۸ھ۔

خواب میں بارانِ رحمت

سوال[۱۷۴۸]: خواب میں بڑے زور کی بارش ہوتے دیکھا، اس کی تعبیر کیا ہوگی؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

اللہ پاک اس کو رحمت کی بارش بنائے (۱) اور اس کے نقصانات سے محفوظ رکھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیو بند، ۹۲/۵/۲۰ھ۔

خواب میں انگور دیکھنا

سوال[۱۷۴۹]: ایک خواب کی تعبیر پوچھنا چاہتا ہوں جو مندرجہ ذیل ہے:

ایک درخت ہے جس پر سے میں ایک گوچھا انگور کا توڑ کر چکھ رہا ہوں، ایک دوسرا شخص بھی مانگ رہا ہے۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ پاک نے آپ کو نعمتیں دی ہیں ان کو تنہا استعمال نہ کریں بلکہ دوسروں کو بھی شریک کرلیا کریں۔ اس سے برکت ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیو بند، ۹۰/۷/۴ھ۔

خواب میں درخت کا گرنا دیکھنا

سوال[۱۷۵۰]: میرے سامنے کا درخت گر گیا ہے۔

---

(۱) ''حضرت دانیال علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ بارش خواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر رحمت اور برکت ہے جب عام بارش ہو اور سب جگہ پہنچے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے: ﴿وھو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا و ینشر رحمته، وھو الولی الحمید﴾ الآیة: (الشوریٰ: ۲۸) (تعبیر الرؤیا، ص: ۱۱۹، ادارہ اسلامیات لاھور)

4

الجواب حامداً و مصلیاً :

اس کا حاصل یہ ہے کہ جماعت کا اہتمام کریں، آپ کے کاموں میں کوئی رکاوٹ ہو اس کے دور ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۴/ ۷/ ۹۰ھ۔

کئی چاند خواب میں دیکھنا

سوال[۱۷۵۱] : میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے چاروں طرف چاند ہیں اور ایک چاند بیچ میں ہے۔ ان سب خوابوں کی تعبیر کیا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

یہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ہیں، خدائے پاک ان سے ملنے کی توفیق دے۔ آمین (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۴/ ۷/ ۹۰ھ۔

خواب میں دودھ دیکھنا

سوال[۱۷۵۲] : میرے گھر میں انتقال ہوئے تقریباً دو سال کا عرصہ گزر گیا ہے، میں نے ایک خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر کیا ہے؟

دودھ ابل رہا ہے ڈھکنا ڈھکا ہوا ہے، اسکو اٹھا دیا مگر دودھ پھر نکل گیا ہے۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

دودھ والے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ آپ دوسری شادی کر لیں۔

خواب میں گوشت دیکھنا

سوال[۱۷۵۳] : میرے گھر میں سے کہہ رہی ہیں کہ گوشت زیادہ آ گیا ہے تھوڑا اچھا کو دیکر آ جاؤ۔

---

(۱) "قال المعبّر أبو أسعد أحمد بن محمد: و ربما دل القمر علی العالم والفقیه و کل ما یهتدی به من الأدلة؛ لأنه یهدی فی الظلمات و یضیء فی الحناوس". (کتاب المنامات، لشیخ عبد السلام محمد علوش، ص: ۲۵۳، مکتبه دار المعرفة بیروت)

جب میں گیا تو چچا کے مکان کی چھت گری پڑی ہے اور اس گوشت کو دیکر چلا آیا ہوں۔ اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

گوشت والے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ زبان کی حفاظت کیا کریں، کسی کا تذکرہ کبھی بھی برائی کے ساتھ نہ آئے (۱) اللہ پاک آپ کو بھی توفیق دے اور مجھے بھی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند۔

خواب میں گائے کا گوشت دیکھنا

سوال [۱۷۵۴]: خاکسار کو خواب میں والد صاحب دکھائی دیئے، انہوں نے کہا بیٹا دھڑی بھر گوشت اور دے گائے کا، آگے انہوں نے یہ کہا کہ اللہ تجھے بہت دے گا۔ مجھے اسی وقت سے بہت احساس ہے اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

والد صاحب مرحوم کو ثواب پہنچائیں، قرآن کریم کی تلاوت کر کے، نماز تسبیح پڑھ کر، صدقہ دے کر (۲) غرض جو بھی نیک کام ہو گوشت کی کوئی تخصیص نہیں (۳) البتہ اسلامی شعار کو جہاں تک ہو سکے پختگی سے مضبوط پکڑیں کسی کے تعلق کی وجہ سے اس میں کوتاہی نہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۹۲/۶/۵ھ۔

---

(۱) ''حضرت جابر مغربی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر دیکھے کہ تازہ گوشت سے کسی کو مارا ہے، دلیل ہے کہ اس کی زبان سے رنجیدہ کرے گا یا اس کی غیبت کرے گا''۔ (تعبیر الرؤیا، ص: ۵۰۵، ادارۃ اسلامیات لاہور)

''حضرت شیخ عبد الغنی نابلسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں خواب میں کسی انسان کا گوشت کھانا بیداری میں اس کی غیبت کرنے پر دلیل ہے''۔ (خواب اور تعبیر، ص: ۷۹۸، ادارہ اسلامیات کراچی)

(۲) ''فللإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة صلوةً كان أو صوماً أو حجاً أو صدقةً أو قرأةً للقرآن أو الأذكار أو غير ذلك من أنواع البر، و يصل ذلك إلى الميت و ينفعه''. (مراقی الفلاح، کتاب الصلوة، باب أحكام الجنائز، ص: ۶۲۱، ۶۲۲، قدیمی)

(۳) ''حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر خواب میں گائے کے گوشت کا ٹکڑا کھایا ہے تو دلیل ہے کہ کھانے کے مطابق اس کے لئے اس سال میں نعمت کی فراخی ہوگی''۔ (تعبیر الرؤیا، ص: ۱۳۳، ادارۃ اسلامیات لاہور)

خواب میں ایک اونٹ کھول کر لے چلنا

سوال[١٧٥٥]: میں رات کو سونے سے پہلے اپنی زبان سے یہ الفاظ کہہ رہا تھا کہ اللہ اب تُو تو میری مٹی کو سمیٹ لے تو تقریباً ڈیڑھ بجے رات جانے پر میں سوگیا تو میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں نے کسی حاکم کے پاس درخواست کی زمین وغیرہ کے بارے میں دی۔ میرا مطلب یہ تھا کہ یہ حاکم اس درخواست پر اپنی نشانی کردے لیکن اس نے کئی بار انکار کردیا۔ پیچھا نہ چھوڑنے پر اس نے نشانی کردی تو میں وہاں سے چل دیتا ہوں، راستہ میں چار اونٹ بندھے ہوئے تھے، ان میں سے ایک اونٹ میں نے کھول لیا اور لیکر چل دیا گھر کے ارادہ سے لیکن راستہ ہی میں تھا کہ آنکھ کھل گئی تو اس خواب کو دیکھ کر مجھے بڑی بے چینی ہوئی۔ اس لئے میں علمائے دین سے اس کی تعبیر حاصل کرنا چاہتا کہ یہ کیا منظر تھا؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

خواب کی تعبیر یہ ہے کہ موت اپنے قبضہ میں نہیں، نہ اس کی خبر دی جائے گی کہ موت کب کو آئے گی؟ اس کے لئے جلدی مچانا بیکار ہے(١) اونٹ اپنی رفتار پر چلتا ہے اس کو کھول کر ساتھ چلانے سے بھی اس کی رفتار میں تغیر نہیں آئے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ١٤/٦/٩٣ھ۔

خواب میں جوتی گم ہونے کی تعبیر

سوال[١٧٥٦]: میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ کبھی ایک جوتی گم ہوجاتی ہے کبھی دونوں گم ہوجاتی

---

(١) قال الله تعالیٰ: ﴿إن الله عنده علم الساعة و ينزل الغيث و يعلم ما في الأرحام، و ما تدري نفس ما ذا تكسب غداً و ما تدري نفس بأيّ أرضٍ تموت، إن الله عليم خبير﴾. (سورہ لقمان: ٣٤)

"ان عبد الله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "مفاتيح الغيب خمس، ثم قرأ: ﴿إن الله عنده علم الساعة﴾. الآية. (رواہ البخاری: ٢/٧٠٤، سورة لقمان، باب قوله: (إن الله عنده علم الساعة)، كتاب التفسير)

"قال عبد الله: أوتي نبيكم صلی الله تعالیٰ علیه وسلم مفاتيح كل شيء غير خمس ﴿إن الله عنده علم الساعة و ينزل الغيث﴾ الآية. (مسند احمد ١/٦٣٨، رقم الحديث: ٣٦٥١، دار احياء التراث العربي)

ہیں، پھر میں بہت پریشان ہوکر اس کو تلاش کرتا ہوں اور کبھی پھٹ جاتی ہے اس کی کیا تعبیر ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

بظاہر اسباب سفر کے ہیں (۱) کہ سفر کی ضرورت ہے مگر اس پر رکاوٹ ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۱/۱۸ھ۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۱/۱۸ھ۔

خواب میں حالتِ موت میں اپنا منہ کھلا دیکھنا

سوال [۱۷۵۷]: میں نے ایک روز ایک عجیب خواب دیکھا ہے کہ میں اس دار فانی سے کوچ کر چکا ہوں اور کفن وغیرہ مجھے پہنا چکے ہیں، جنازہ بالکل تیار ہے اور میرا منہ بالکل کھلا ہوا ہے اور میں خود اپنے اردگرد موجود لوگوں سے کہہ رہا ہوں کہ میرا منہ ڈھانک دو اور مجھے لے چلو۔ تو لوگوں نے کہا کہ اگر منہ ڈھک دیں گے تو نہ تم سن سکو گے نہ کچھ بول سکو گے اور پہونچتے ہی عذاب شروع ہو جائے گا تو میں یہ باتیں سنکر گھبرا گیا، پھر آنکھ کھل گئی تو فجر کا وقت ہو گیا تھا۔ میں مسجد میں آیا بہت توبہ واستغفار کی۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

خواب میں تنبیہ ہے کہ موت کی تیاری کی جائے (۳) جن امور کی وجہ سے عذابِ قبر ہوتا ہے ان سے پرہیز کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۷/۱۸ھ۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۷/۱۸ھ۔

---

(۱) ''حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ خواب میں جوتے کا دیکھنا تین وجہ سے ہے ایک ''سفر'' ہے''۔ (تعبیر الرؤیا ص:۵۷۲، ادارہ اسلامیات لاہور)

(۲) ''علامہ ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر دیکھے کہ اس کے جوتے میں سوراخ ہے دلیل ہے کہ کسی وجہ سے سفر سے رکے گا''۔ (ص:۵۷۱، تعبیر الرؤیا، ادارہ اسلامیات لاہور)

(۳) ''حضرت جابر مغربی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی دیکھے کہ وہ مرا ہے اور کسی نے اس کو غسل دیا ہے دلیل ہے کہ توبہ کرے گا''۔ (تعبیر الرویا ص:۵۲۹، ادارہ اسلامیات) .... =

خواب اور اس کی تعبیر

سوال[۱۷۵۸]: زید نے خواب میں دیکھا ہے کہ اس کے والد عمر کا انتقال ہوگیا ہے، زید نے انتہائی غم والم کی وجہ سے مثل بے ہوش کے ہوگیا ہے، نہ تو اپنے والد کے غسل میں شریک ہوتا ہے اور نہ کفن دفن میں، پھر اس کے دوسرے تیسرے روز زید کے والد عمر زندہ ہوکر واپس گھر آجاتے ہیں، ان سے زید معلوم کرتا ہے کہ آپ واپس کیسے آگئے؟ تو وہ کہنے لگے کہ چند ایام کی رخصت لے کر آگیا ہوں۔ پھر زید نے معلوم کیا کہ قبر میں کیسی گزری؟ تو وہ جواب دینے لگے کہ ٹھیک ٹھیک مگر دوسرے پاس میں لوگوں کو شدید ترین عذاب میں پایا، اس کی تعبیر فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اس قسم کے خواب سے یہ مقصد ہوتا ہے کہ آدمی موت اور قبر سے غافل نہ رہے بلکہ فکر اور تیاری میں لگا رہے۔ نیز جو جاچکے ہیں ان کے لئے ایصال ثواب بھی کرتا رہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۱/۲۸ھ۔

خواب میں مینار دیکھنا

سوال[۱۷۵۹]: مجھے خواب میں نظر آیا کہ وضو کررہا ہوں، جب مینار کی طرف دیکھا تو مینار زمین سے آسمان تک ہل رہا ہے۔ اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

انشاء اللہ تعالیٰ اسلامی شعائر بلند ہونگے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۴/۶/۲۴ھ۔

= ''شیخ عبدالغنی بن اسماعیل نابلسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کسی نے خواب دیکھا گویا اس کا انتقال ہوا اور مرنے کے بعد زندگی گزار رہا ہے تو تعبیر ہے گناہوں سے تائب ہوگا''۔ (خواب اور تعبیر، ص: ۸۶۷، ادارہ اسلامیات کراچی)

(۱) ''حضرت شیخ عبدالغنی بن اسماعیل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے دیکھا کہ مرنے کے بعد زندگی گزار رہا ہے تو تعبیر ہے کہ مرنے سے مستغنی ہوگیا، یا دلیل ہے گناہوں سے تائب ہوگا''۔ (خواب اور تعبیر، ص: ۸۶۷، ادارہ اسلامیات)

خواب میں سانپ کو مارنا

سوال[۱۷۶۰]: میں نے خواب دیکھا کہ ایک سوراخ سے ایک سانپ نکلا اس کو میں نے مار ڈالا اور پھر دوسرا سانپ اسی سوراخ سے نکلنے لگا، میں نے سوچا کہ جب پورا سانپ نکل جائے گا تب ماروں گا۔ پھر آنکھ کھل گئی تو اس کی تعبیر کیا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

خواب مبارک ہے، اللہ تعالیٰ دشمن پر غلبہ عطا فرمائے گا(۱) اور دشمن کے شر سے حفاظت رہے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۹۳/۴/۱۸ھ۔

خواب میں خنزیر دیکھنا

سوال[۱۷۶۱]: میں رمضان المبارک میں سحری کے بعد سو گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ باوضو ہوں اور مسجد کی فرش کے اوپر بیٹھا ہوا ہوں اور جمعہ کا روز ہے اور سب نمازی فرش پر بیٹھے ہوئے ہیں، میرا منہ قبلہ کی طرف ہے اور قبلہ کی طرف ایک خنزیر جانور کو مار رہے ہیں اور جو خنزیر جانور کو مار رہے تھے وہ بھی ایک داڑھی والا عمر رسیدہ شخص تھا، جانور چت لیٹا ہوا تھا اور گوشت کھال الگ تھی مگر وہ تڑپ رہا تھا، تڑپتے وقت اس کو پیشاب کی حاجت ہوئی، اس نے جو پیشاب کیا تو اس کی چھینٹیں میرے کپڑوں پر اور مسجد کے فرش پر آئیں اس کو مسجد سے قریباً بیس قدم کا فاصلہ تھا اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ یہ میرا خواب ہے میں حضرت سے اس کی تعبیر لینا چاہتا ہوں، عین نوازش ہوگی۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

آپ کے خواب میں دو باتوں کی طرف اشارہ ہے ایک یہ کہ کبھی کبھی آپ کی آمدنی میں کچھ حصہ ناجائز

---

(۱) علامہ ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''اگر دیکھے کہ اس نے سانپ کو مارا ہے۔ دلیل ہے کہ دشمن پر غالب ہوگا''۔ (تعبیر الرؤیا،ص:۵۲۰، ادارہ اسلامیات لاہور)

قال الشيخ عبد السلام محمد علوش : "وأما الحيّة في المنام غير يوم القيامة فعدو الخ". (كتاب المنامات ، ذكر الحديث الثاني والعشرين في لسع الحيات، ص: ۳۸۱، دار المعرفة بيروت)

آجاتا ہے(۱) اس سے احتیاط کریں، دوسرا اشارہ زبان کی حفاظت کی طرف ہے کہ گفتگو میں کسی دوسرے کا ذکر برائی سے نہ آنے پائے، اللہ پاک آپ کو بھی بچائے اور مجھے بھی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند۔

خواب میں مُردوں کو دیکھنا

سوال [۱۷۶۲]: احقر خوابوں میں اکثر و بیشتر مردے دیکھتا ہے۔ ایک روز خود اپنے کو دیکھا کہ میں مرگیا ہوں اور رو رہا ہوں۔ ایک دفعہ اور دیکھا کہ اپنی قبر کھود رہا ہوں اور بعض دفعہ سادھوؤں کو دیکھتا ہوں، جو شکلیں نظر آتی ہیں وہ بہت ڈراؤنی ہوتی ہیں۔ اس کی تعبیر سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

آدمی کو اپنی موت سے غافل نہیں رہنا چاہئے، بلکہ کثرت سے یاد کرتے رہنا چاہئے۔ حدیث پاک میں اس کی تاکید بھی آئی ہے اور فضیلت بھی آئی ہے(۲)۔ مردے خواب میں دیکھنا بھی یاد دہانی ہے کہ یہاں کی ہر چیز ناپائیدار ہے، جو بھی یہاں آیا ہے اس کو جانا ضروری ہے، یہاں کے قیام کا وقت مقرر اور محدود ہے، جس کی تعیین کا علم قطعی حاصل نہیں، خدا جانے کب وقت آجائے؟(۳) یہاں کی زندگی عیش و عشرت کے لئے نہیں بلکہ

---

(۱) علامہ ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "اگر دیکھیں کہ سؤر کا گوشت اس کے پاس ہے یا کسی نے اس کو دیا ہے، دلیل یہ کہ مال حرام پائے گا"۔ (تعبیر الرؤیا ص: ۲۵۱، ۲۵۲، ادارۃ اسلامیات لاہور)

"شیخ عبد الغنی نابلسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کبھی خنزیر کی دلالت شر، تکلیف اور اس کو حرام سمجھنے والے کے لئے مال حرام پر ہوتی ہے"۔ (خواب اور تعبیر ص: ۳۰۵، ادارہ اسلامیات کراچی)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "أكثروا ذكر هاذم اللذات الموت". (مشكوة المصابيح: ۱/۱۴۰، كتاب الجنائز، باب تمني الموت وذكره، قديمي)

(وسنن النسائي: ۱/۲۵۸، كتاب الجنائز، باب كثرة ذكر الموت، قديمي)

(و جامع الترمذي: ۲/۵۷، أبواب الزهد، باب ما جاء في ذكر الموت، سعيد)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿إن الله عنده علم الساعة و ينزل الغيث و يعلم ما في الأرحام، و ما تدري نفس ما ذا تكسب غداً و ما تدري نفس بأيّ أرضٍ تموت، إن الله عليم خبير﴾ (سوره لقمان: ۳۴)

"حدثنا يحيىٰ بن سليمان قال: حدثني ابن وهب .... أن عبد الله بن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما =

آخرت کی درستگی کا سامان مہیا کرنے کے لئے ہے(۱) مسلمان کو بھی مرنا ہے، غیر مسلم کو بھی، کافر کو بھی مرنا ہے، سادھوؤں کو بھی (۲)۔ اللہ پاک انجام بخیر کرے آپ کا بھی اور میرا بھی، اور وہاں فضل وکرم کا معاملہ فرمائے، آمین! ہم لوگوں کے اعمال کے موافق معاملہ نہ فرمائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۴/۹۰ھ۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۴/۹۰ھ۔

مرحومین کی کوئی بات خواب میں معلوم ہونے پر یقین

سوال[۱۷۶۳]: خواب کے ذریعہ مرحومین کی طرف سے کوئی بات معلوم ہوجائے تو کیا ہم یقین کر سکتے ہیں کہ یہ بات ان کے دل کی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے سے معلوم کرائی ہے؟

= قال: قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "مفاتیح الغیب خمس، ثم قرأ ﴿إن الله عنده علم الساعة﴾". الآیة (رواہ البخاری: ۲/۷۰۴، سورة لقمان، باب قوله: (إن الله عنده علم الساعة)، کتاب التفسیر، قدیمی)

"حدثنا عبدالله حدثنی أبی ثنا یحییٰ قال عبد الله رضی الله تعالیٰ عنه: أوتی نبیکم صلی الله تعالیٰ علیه وسلم مفاتیح کل شیء غیر خمس: ﴿إن الله عنده علم الساعة و ینزل الغیث﴾ الآیة. (رواہ أحمد: ۱/۲۳۸، رقم الحدیث: ۳۶۵۱، دار إحیاء التراث العربی)

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿و ما خلقت الجن والإنس إلا لیعبدون﴾ (سورة الذاریات: ۵۶)

و قال ابن کثیر تحت قوله تعالیٰ: "(إنما خلقتهم لآمرهم بعبادتی لا لاحتیاجی إلیهم) : و قال علی ابن أبی طلحة عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما (إلا لیعبدون) أی إلا لیقروا بعبادتی طوعاً أو کرهاً". (تفسیر ابن کثیر ۲۳۸/۴، سهیل اکیڈمی لاهور)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿ إنک میت و إنهم میّتون﴾. (سورة الزمر: ۳۰)

وقال ابن کثیر: "و معنی هذه الآیة: أنکم ستنقلون من هذه الدار لا محالة، و ستجمعون عند الله تعالیٰ فی الدار الآخرة، وتختصمون فیما أنکم فیه فی الدنیا من التوحید والشرک الخ". (تفسیر ابن کثیر: ۵۲/۴، سهیل اکیڈمی لاهور)

الجواب حامداً و مصلیاً :

خواب حجتِ قطعیہ نہیں، بعض دفعہ یقینی بات معلوم ہوتی ہے بعض دفعہ نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱/۱۲ھ۔

موت کے لئے خواب میں ایک جگہ کو دیکھنا

سوال[۱۷٦۴]: میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک دیندار شخص مجھ سے کہہ رہا ہے کہ تمہاری موت

---

(۱) "ان أباقتادة الأنصاى –رضی اللہ تعالیٰ عنه – و كان من أصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم وفرسانه قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "الرؤیا من اللہ والحلم من الشیطان". الحدیث. (صحیح البخاری، كتاب التعبیر، باب الحلم من الشیطان: ۲/۱۰۳۷، قدیمی)

"الصحیح ماعلیه أهل السنة أن اللہ یخلق فی قلب النائم اعتقادات كما یخلقها فی قلب یقظان، فإذا خلقها فكأنه جعلها عَلَماً على أمورٍ أخرى یخلقها فی ثانی الحال، و مهما وقع منها على خلاف المعتقد، فهو كما یقع للیقظان، ونظیره أن اللہ خلق الغیم علامةً على المطر و قد یتخلف، وتلك الاعتقادات تقع تارةً بحضرة الملك فیقع بعدها ما یسر أو بحضرة الشیطان فیقع بعدها ما یضر، والعلم عند اللہ تعالیٰ". (كتاب المنامات للشیخ عبد السلام، الفصل الثالث فی حقیقة الرؤیا، ص: ۵۹، دار المعرفة)

"ان اللہ سبحانه یخلق فی قلب النائم اعتقادات كما یخلقها فی قلب الیقظان و هو سبحانه یخلق ما یشاء لا یمنعه نوم و لا یقظه، و قد جعل سبحانه تلك الاعتقادات عَلَماً على أمور یخلقها فی ثانی الحال، ثم إما ما یكون عَلَماً على ما یسر یخلقه بغیر حضرة الشیطان، و ما یكون عَلَماً على ما یضر یخلقه بحضرته الخ". (روح المعانی، (سورة یوسف، پ: ۱۳، آیت: ۵): ۱۲/ ۱۸۱، دار إحیاء التراث العربی)

مزید تفصیل کے لئے: (فتح الباری، كتاب التعبیر، باب أول ما بدیء به رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم الخ، رقم الباب ۱۰۹۱، ۱۲/ ۴۳۷، قدیمی)

اکتوبر میں دیو بند میں ہوگی۔اس کی تعبیر بتلادیں کیا وہاں جانا پڑے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس خواب کی آپ پر کیا ذمہ داری ہے، جہاں موت مقدر ہے وہاں آپ کی تقدیر پہونچا کر رہے گی (۱)، اس لئے آپ شرعاً مکلّف نہیں کہ وہاں تشریف لے جائیں۔مہینہ تو اکتوبر کا بتلا دیا مگر یہ نہیں بتلایا کہ اسی سال یا کب؟ یہ ضرور ہے کہ آدمی موت سے غافل نہ رہے، اس طرح زندگی گزارے کہ جب بھی بلاوا آجائے، فوراً لبیک کہہ کر حاضر ہو جائے (۲)، یہ فکر نہ کرے کہ اوہو! فلاں فلاں کے میرے ذمہ قرض باقی ہیں جن کو ادا نہیں کر سکا۔فقط واللہ الموفق لما یحب ویرضیٰ۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۴/۴/۹۰ھ۔

خواب میں مُردہ کو برہنہ دیکھنا

سوال[۱۷۶۵]: میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک قبرستان ہے، اس میں ایک مُردے کے جسم پر

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿وما كان لنفس أن تموت إلا بإذن الله كتاباً مؤجلاً﴾ (سورة آل عمران: ۱۴۵)

وقال العلامة الألوسيّ: "مؤجلاً": أى مؤقتاً بوقت معلوم لا يتقدم ولا يتأخر، وقيل: حكماً لازماً مبرماً". (روح المعاني: ۴/۶۷، (سورة آل عمران: ۱۴۵)، دارالكتب)

وقال الحافظ ابن كثير: "أى لايموت أحد إلا بقدر الله، وحتى يستوفى المدة التى ضربها الله له". (تفسير ابن كثير: ۱/۵۴۴، دارالفيحاء)

وقال العلامة الألوسى تحت قول الله تعالىٰ: ﴿وما تعلم نفس بأىّ أرضٍ تموت﴾: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إذا أراد الله تعالىٰ قبض عبد بأرضٍ جعل له إليها حاجة اهـ". (روح المعاني: ۲۱/۱۱۳، سورة لقمان: ۳۴، دارالكتب العلمية)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿فلا تموتن إلاوأنتم مسلمون﴾: أى محافظوا على الإسلام لله، ولا تفارقوه برهةً واحدةً، فربما تأتيكم منايا كم وأنتم على غير الدين الذى اصطفاه لكم ربكم، وفى هذا النهى إيماء إلى أن من كان منحرفاً عن الجادة لاييأس، بل عليه أن يبادر بالرجوع إلى الله، ويعتصم بحبل الدين خيفة أن يموت وهو على غير هدى، فالمرء مهدد فى كل آن بالموت". (تفسير المراغى: ۱/۲۲۰، ۲۲۱، (سورة البقرة: ۱۳۲)، مصطفىٰ البابى الحلبى)

کالے بال ہیں، کوئی مُردہ آدھا ننگا ہے، کسی کا پاؤں ننگا ہے، ایک مُردہ کا منہ پورب کی جانب پھرا ہوا ہے، کوئی خون آلود ہے۔ بہرحال اس قسم کا واقعہ نظر آیا، پھر میری آنکھ کھل گئی، یہ کیا راز ہیں، اس کی تعبیر مرحمت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تقویٰ کو شریعت نے لباس قرار دیا ہے(۱)، جس کے پاس جیسا تقویٰ ہے ویسا ہی اس کا لباس دکھایا گیا ہے، جس قدر جو شخص تقویٰ سے خالی ہے اسی قدر وہ لباس سے برہنہ ہے۔ جو آدمی زندگی خلافِ سنت گزارتا ہے اس کا منہ قبلہ کی طرف نہیں رہتا، جو شخص غیبت کرتا ہے وہ مُردار کا گوشت کھاتا ہے(۲)، غرض یہاں کے

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿ولباس التقویٰ ذلک خیر﴾ بيّن أن التقویٰ خير لباس كما قال: ـ

إذا المرء لم يلبس ثياباً من التقىٰ
تقلب عرياناً وإن كان كاسيا

وخير لباس المرء طاعة ربه
ولا خير فيمن كان عاصيا

وروى قاسم بن مالک عن عوف معبد الجهنی قال: " لباس التقویٰ الحياء " وقال ابن عباسؓ: "لباس التقویٰ العمل الصالح". ....وقال عروة بن الزبير: " هو الخشية لله" وقيل : "هو استشعار تقویٰ الله فيما أمربه ونهى عنه .... والمعنى: ولباس التقویٰ المشار إليه الذى علمتوه خير لكم من لباس الثياب التى توارى سوآتكم ....اهـ". (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ١١٩/٧، (سورة الأعراف: ٢٦)، دارالكتب العلمية)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿ ولا يغتب بعضكم بعضاً، أيحب أحدكم أن يأكل لحم أخيه ميتاً فكرهتموه﴾ وروى أبو هريرة رضى الله عنه أن الأسلمى ماعزاً جاء إلى النبى صلى الله عليه وسلم، فشهد على نفسه بالزنى ، فرجمه رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فسمع نبى الله صلى الله عليه وسلم رجلين من أصحابه يقول أحدهما للآخر: انظر إلى هذا الذى ستر الله عليه، فلم تدعه نفسه حتى رُجم رجم الكلب، فسكت عنهما، ثم سارساعةً حتى مرّ بجيفة حمار شائل برجله، فقال : "أين فلان وفلان"؟ فقالا: نحن ذا يارسول الله! قال: "انزلا فكلا من جيفة هذا الحمار"، فقالا: يا نبى الله! ومن يأكل من هذا؟ قال: "فما نلتما من عِرض أخيكما أشد من الأكل منه". =

اعمال کے مطابق قبر کے حالات ہوتے ہیں۔آپ سب کے لئے دعائے مغفرت کریں،حق تعالیٰ آپ کی بھی حفاظت فرمائے اور میری بھی اور سب مسلمانوں کی بھی۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۵/۹۱ھ۔



=...... وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : "ماصام من ضل یأکل لحوم الناس". (الجامع لأحکام القرآن للقرطبی: ۲۱۹/۱۶، (سورۃ الحجرت: ۱۲)، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

"وعن أنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال :قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : " لما عُرج بی مررت بقومٍ لهم أضفارٌ من نحاس یخمشون وجوههم وصدورهم ، فقلت: من هولاء یاجبریل ؟ قال: هولاء الذین یأکلون لحوم الناس، یقعون فی أعراضهم". (سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب الغیبة: ۳۲۱/۲، امدادیہ، ملتان)